عمدۃ المقامات

مع

عمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سعیدیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد سوم

از

مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند — کس بہ میدان در نمی آید سواران راچہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے، کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا ہے

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران — گفتہ آید در حدیث دیگران

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز، دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کر دیا جائے

عُمدۃ المقامات

مع

عُمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سیفیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد سوم

از

مجلس شوریٰ مجدّد الف ثانی ٹرسٹ

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

زیر سرپرستی

حضرت اقدس

نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں:

نام کتاب	:	عمدۃ المقامات مع عمدۃ الجوابات
از	:	مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ
جلد	:	سوم
اشاعت بارِ اوّل	:	جون 2015ء
تعداد	:	1100
صفحات	:	744
ناشر	:	تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر
باہتمام	:	مجدد الف ثانی ویلفیئر

297.4
467 ف
140217
کل جلد ۳

قارئین کرام متوجہ ہوں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط ہو، پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں ازالہ کیا جا سکے۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے (ادارہ)

کتاب ملنے کا پتہ:

مرکزی خانقاہ شریف

اورنگی ٹاؤن سیکٹر 4F مومن آباد روڈ مجاہد کالونی نزد فٹبال گراؤنڈ کراچی 41

021-36740009,0300-2230155,0333-2331084,0322-3852618

اجمالی فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
*	**باب نمبر ۲۲**	۱
	صدی کا مجدّد	
*	**باب نمبر ۲۳**	۱۱
	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا، مجدّد تو صدی کا ہوتا ہے۔	
*	**باب نمبر ۲۴**	۱۱۵
	یزید بن معاویہ:	
*	**باب نمبر ۲۵**	۱۳۲
	اذن، امر کی حقیقت	
*	**باب نمبر ۲۶**	۱۳۶
	قدم اپنے وقت:	
*	**باب نمبر ۲۷**	۱۷۹
	خاتم الولایت ابن عربی	
*	**باب نمبر ۲۸**	۱۸۵
	سیّد قطب	

٭	باب نمبر۲۹	۲۰۰
	غوث اعظم ﷺ افضل یا مجدد اعظم ﷺ افضل	
٭	باب نمبر ۳۰	۲۲۳
	ایک بزرگ کو دوسرے بزرگ پر فضیلت دینا	
٭	باب نمبر۳۱	۲۳۶
	مقام عبدیت وصدیقیت سے اوپر مقام، بطورِ اعتراض:	
٭	باب نمبر ۳۲	۲۵۲
	فیض کے واسطے:	
٭	باب نمبر ۳۳	۲۸۱
	یہاں کے لوگ خاندان نقشبند میں اب بیعت ہوتے جاتے ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا ہے۔	
٭	باب نمبر ۳۴	۳۸۵
	چیلنج، مرغی کو ذبح کرو پکاؤ کھاؤ، پھر زندہ کر کے دکھاؤ	
٭	باب نمبر ۳۵	۴۲۸
	مرید کا کمال محمد شاہ روحانی صاحب	
٭	باب نمبر ۳۶	۴۳۹
	تقوی پرہیز گاری اور سنتِ رسول ﷺ کی تابعداری	
٭	باب نمبر ۳۷	۴۶۲
	اولیاء اللہ علیہ السلام کا دبدبہ ایک ایسا عمل ہے جو بزرگوں کو وارثیت میں ملا ہے:	
٭	باب نمبر ۳۸	۴۶۶
	حضرت مبارک صاحب علیہ السلام کے بارے میں حاسدین کیا کہتے ہیں:	

٭	باب نمبر ۳۹	۵۸۹
	عمامہ شریف کے بیان میں معترضین کے مفتیٔ اعظم پیر محمد چشتی نے لکھا:	
٭	باب نمبر ۴۰	۵۹۶
	موتیوں سے سجی ٹوپی پر مخصوص انداز	
٭	باب نمبر ۴۱	۶۰۱
	دین کا مذاق نہ اڑائیں	
٭	باب نمبر ۴۲	۶۰۳
	تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا:	
٭	باب نمبر ۴۳	۶۴۸
	مونچھیں مونڈوانے کا مسئلہ	
٭	باب نمبر ۴۴	۶۵۵
	افغانی جادوگر:	
٭	باب نمبر ۴۵	۶۸۴
	مجازی کفر:	
٭	**تفصیلی فہرست**	۷۰۲

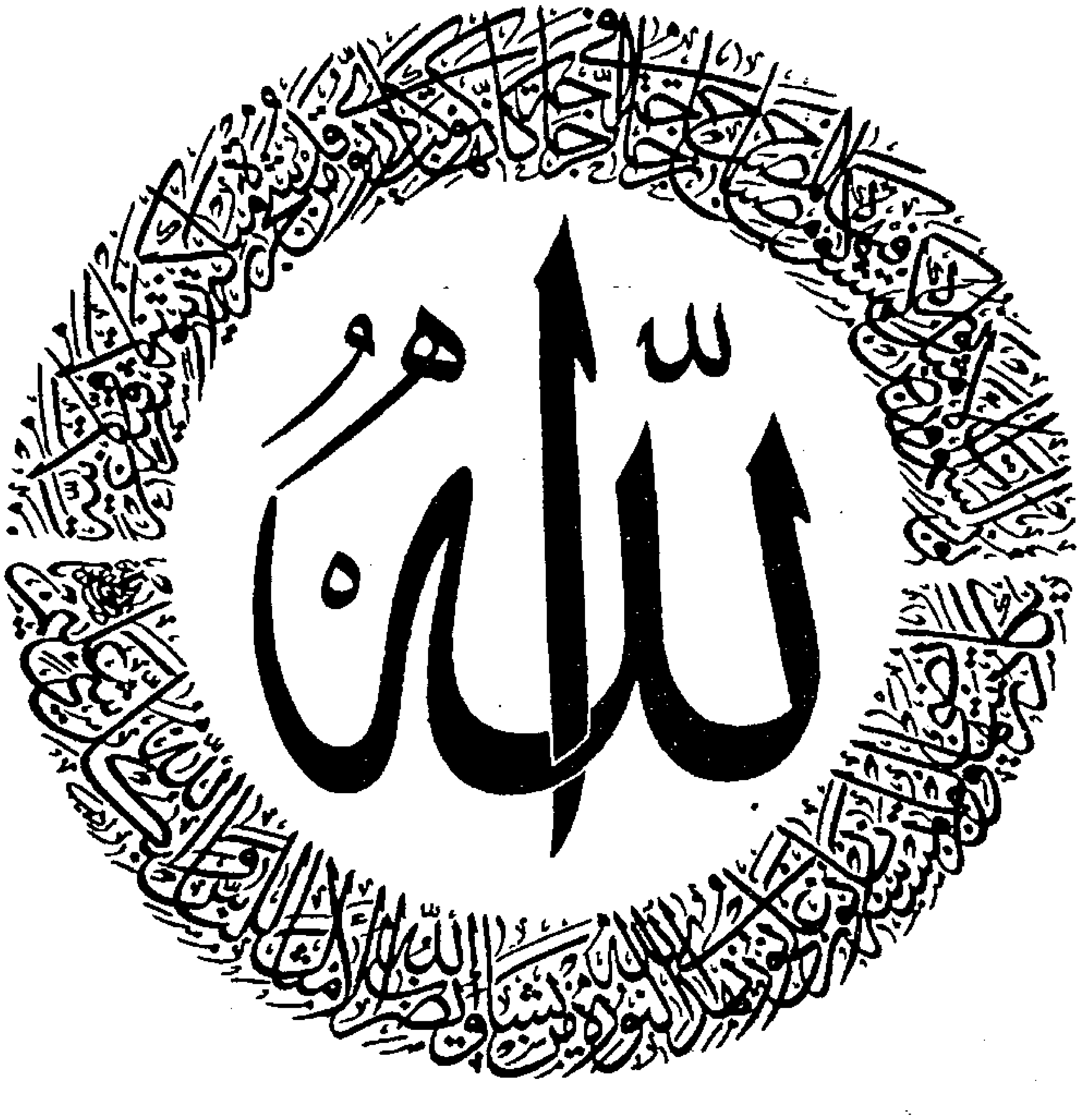
الله

باب نمبر۲۲

صدی کا مجدّد:

علامہ شیخ کبیر محمد ابازھرہ علیہ الرحمۃ تانیب الخطیب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ مجدد کی علامت یہ ہے کہ احیاء سنت اماتت بغات میں مصروف عمل رہے گا اور فرق ضالہ اور دیگر حاسدین اس کی عداوت میں مبتلا ہونگے عبارت ملاحظہ کیجئے۔

انہ کان (الشیخ الکوثری) من المجددین بالمعنی الحقیقی لکلمۃ التجدید، لان التجدید لیس ھو ما تعارفہ الناس الیوم من خلع، للربقۃ (یعنی عدم التقلید) ورد لعھد البنوۃ الاولی، انما التجدید ھو ان یعاد الی الدین رونقہ ویزال عنہ ما علق بہ من اوھام، ویبین للناس صافیا کجوھرہ نقیا کاصلہ وانہ لمن التجدید ان تحیا السنۃ وتموت البدعۃ ویقوم بین الناس عمود الدین۔ ذلک ھو التجدید حقاً وصدقاً، ولقد قام الامام الکوثری باحیاء السنۃ النبویۃ۔

ترجمہ: شیخ کوثری علیہ الرحمۃ تجدید کی بات کے اعتبار سے حقیقی معنوں میں مجددین میں سے تھے بے شک تجدید وہ نہیں جس کے متعلق آج کل لوگ متعارف ہیں۔ انہوں نے اپنی گردن سے (اسلام کا) طوق اتار پھینکا اور عہد نبوی ﷺ کے ابتدائی دور کو ٹھکرا دیا بے شک تجدید یہ ہے کہ دین کی رونق کو دین کی طرف لوٹا دیا جائے اور دین سے وہ لوازمات دور کردیئے جائیں جو اس کے ساتھ لگادئے گئے ہیں۔ اور (دین کو) لوگوں کیلئے صاف ستھرا بیان کیا جائے جس طرح چمکدار مکمل ہوتی ہو۔ اور بے شک یہ بات تجدید (دین) میں سے ہے کہ سنت زندہ ہوجائے اور بدعت مٹ جائے اور لوگون کے درمیان دین کے ستون قائم ہو جائیں کہ یہ حقیقی اور سچی تجدید ہے تحقیقی امام کوثری نے سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرنے کیلئے بڑی محنت کی۔ (تانیب الخطیب، ص، ج، د)

پس معلوہوا کہ مجدد کی علامت یہ ہے کہ احیاء سنت اور اماتت بدعات میں مصروف عمل رہیگا

صدی کے مجدّد کی علامات:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجھے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے (نفع) لیے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جوان کا دین تازہ کرے گا۔

(سنن ابوداؤد، رقم: ۴۲۹۱، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، رقم: ۲۴۷)

حضرت علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

أي يبين السنة من البدعة ويكثر العلم وينصر أهله ويكسر أهل البدعة ويذلهم قالوا ولا يكون إلا عالما بالعلوم الدينية الظاهرة والباطنة.

ترجمہ: یعنی سنت کو بدعت سے نمایاں کرے گا اور علم کو بکثرت شائع کرے گا اور اہلِ علم کی مدد کرے گا اور اہلِ بدعت کے زور کو توڑ دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا علماء فرماتے ہیں کہ مجدد صرف وہی ہوگا جو ظاہری اور باطنی علوم کا عالم ہوگا۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۲، ص۳۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أَيِ: انْتِهَائِهِ أَوِ ابْتِدَائِهِ إِذَا قَلَّ الْعِلْمُ وَالسُّنَّةُ وَكَثُرَ الْجَهْلُ وَالْبِدْعَةُ.

یعنی ایک صدی کے آخر یا دوسری صدی کے ابتداء میں جبکہ علم اور سنت کی کمی ہوجائے، اور جہالت اور بدعت کی کثرت ہوجائے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ج۱، ص۴۶۱، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أَيْ: يُبَيِّنُ السُّنَّةَ مِنَ الْبِدْعَةِ وَيُكْثِرُ الْعِلْمَ وَيُعِزُّ أَهْلَهُ وَيَقْمَعُ الْبِدْعَةَ وَيَكْسِرُ أَهْلَهَا..

یعنی (مجدد کی صفت یہ ہے کہ) وہ سنت کو بدعت سے ممتاز و نمایاں کردے گا اور علم کو بکثرت شائع کرے گا اور اہلِ علم کی عزت کرائے گا اور بدعت کا قلع قمع کرے گا اور اہل بدعت کا زور توڑ دے گا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ج۱، ص۴۶۱، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومن علامته: حفظه من القول فى دين الله بالرائے، واذعان نفوس اهل الله تعالىٰ له بالمحبة والود، وقد يكون صاحب رتبة وتصريف فلا يعرفه الا الخواص، فيبلغ العلم ويفيده لمن يستحقه، ويختفى، فلا ينسب اليه منه حرف، وقليل من يتخلق بالاذعان، والخدمة لمن رفعه الله عليه من اقرانه، لغلبة رعونات نفسه عليه۔فافهم ذلک، والله تعالىٰ يتولى هداک، ويدبر ک فى بلواک، والحمد لله رب العالمين۔

ترجمہ: اور اس کی ایک علامت سرداری کی چاہت اور اپنے بھائیوں سے ممتاز ہونے کی محبت کے بغیر اس کے حواس ادراک کی باریک بینی ہے۔ اسے تو اس کے بھائی اپنے سے ممتاز قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں قول بالرائے سے محفوظ اور اہل اللہ تعالیٰ کے نفوس اسے محبت ومودت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ اور وہ کبھی صاحب مرتبہ وتصریف ہوتا ہے۔ اسے صرف خواص ہی پہچانتے ہیں۔ پس وہ اسے علم کی تبلیغ کرتا ہے اور فائدہ

پہنچا تا ہے جو کہ اس کا مستحق ہو۔ اور خود پردہ خفا میں رہتا ہے پس اس میں سے ایک حرف بھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ پس ایسے لوگ قلیل ہیں جن پر اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو رفعت بخشی ہو وہ اس کے لئے تصدیق اور خدمت کا خلق اپنا ئیں کیونکہ ان پر نفس کی کدورتوں کا غلبہ ہے۔ پس اسے سمجھ لے۔ اور اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا متولی ہو اور تیری ابتلاء میں تیری تدبیر فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین

(المنن الکبری، الباب الحادی عشر، ص ۴۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

احسان خداوندی، جسم کا مسلسل بیماریوں میں مبتلا ہونا:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

و مما من اللہ تبارک و تعالیٰ بہ علیّ: توالی الآلام علی جسدی من منذ عرفنی الناس و اعتقدونی، فلا انفک من بلاء الا و یعقبہ بلاء آخر، و ھذا من اکبر نعم اللہ عز و جل علیّ، لان ذلک البلاء ان کان عقوبۃ علی ذنب سلف فھو خیر، و ان کان کفارۃ لہ فھو خیر، و ان کان رفع درجات فھو خیر، و لا یخلو البلاء عن ھذہ الثلاثۃ احوال الا ان یکون اختیارا من اللہ تعالیٰ حتی اعرف مقامی فی الصبر، و دعوای المحبۃ لہ سبحانہ و تعالیٰ، فاما اشکر، و اما استغفر۔

ترجمہ: جب سے لوگوں نے مجھے پہچانا اور میرے معتقد ہوئے میرا جسم مسلسل بیماریوں میں مبتلا ہے۔ ایک تکلیف ختم نہیں ہوتی مگر اس کے پیچھے دوسری تکلیف آجاتی ہے۔ اور یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اگر تکلیف کسی گزشتہ گناہ کی سزا ہے تو بہتر ہے۔ اگر اس کا کفارہ ہے تو بہتر ہے اور اگر درجات کی بلندی ہے تو بہتر ہے۔ اور تکلیف ان تین احوال سے خالی نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہو یہاں تک کہ میں صبر میں اور اس کی محبت میں اپنے دعویٰ میں اپنا مقام پہچان سکوں۔ پس شکر کروں یا استغفار کروں۔

(المنن الکبری، الباب الثانی، ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے خلاف غلط بیانی:

خوارج وہابیوں کی شرارت، نفسانی فاسد اغراض کے حصول اور دہشت گردوں، گستاخوں کی غلط تربیت کے سہارے سعی ناکام کی جس میں حسد اور بلاوجہ عناد کا عنصر بھی شامل تھا۔ ان لوگوں نے بے نظیر بھٹو کی حکومت کو جھوٹی رپورٹ دی تھی کہ پیر صاحب نے چالیس ایکڑ زمین پر خانقاہ بنائی ہے اور اسی مسلح خارجیوں کو پاکستان کی حکومت پر حملے کے لیے تیار کیا ہے۔ جب تحصیل دار میری خانقاہ میں تحقیق کے لے آیا اور صرف ایک کنال زمین پر مدرسہ، خانقاہ اور مسجد کو دیکھا طالب علموں اور نیک صالح مریدوں کو ذکر و عبادت اور درس و تدریس میں مشغول پایا تو مخالفین کے جھوٹے الزام پر حیران رہ گیا۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص ۱۳۲)

قطب کی علامت:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وسمعت سیدی علیا الخواص علیہ الرحمۃ یقول: من علامۃ القطب فی کل زمان کثرۃ تحملہ للبلایا، و الانکار علیہ، فان جمیع

بلاء اهل الارض ینزل علیه اولا، ثم یتفرع منه الی الامامین، ثم الی الاوتاد الاربعة، ثم الی الابدال السبعة، وهکذا الی آخر الدوائر، فاذا فاض، عنهم شیء وزعوه علی المؤمنین بحسب مقامهم، فربما حمل رجل واحد جمیع البلاء عن اهل حارته، او بلده۔

قال: وقد اجتمعت بقطب هذا الزمان فی الامشاطیین بمصر، فرأیته یبیع الفول المصلوق فی حانوت، ورأیته شاکرا اللہ تعالیٰ علی کثرة مایؤذیه الناس، انتهی۔

وکذلک قال الشیخ محیی الدین بن العربی، انه اجتمع بالقطب فی عصره فی مدینة فاس، ورآه مبتلی بکثرة انکار الناس علیه، وهو اقطع الید الیمنی، قال: فلما عرف منی اننی عرفته قال لی: استرنی، فقلت سمعا وطاعة، ثم قلت له: انی یشق علی کثرة الاذی لک من هؤلاء الخلق، فقال لی: یا محمد حکم اذی جمیع الناس للرجل المتمکن فی المقام، حکم ناموسة نفخت علی جبل، فارادت تزیله عن مکانه بنفختها، انتهی۔

ترجمہ: اور میں نے سیّدی علی الخواص علیہ الرحمۃ کوفرماتے ہوئے سنا کہ ہر دور میں قطب کی علامت اس کا مصائب وتکالیف اور اس پر انکار کی کثرت برداشت ہے۔ پس بیشک روئے زمین کے لوگوں کی تمام مصیبتیں پہلے اس پر نازل ہوتی ہیں۔ پھر اس سے امامین کی طرف۔ پھر چاروں اوتاد کی طرف۔ پھر ابدال سبعہ کی طرف پھیلتی ہیں۔ اور اسی طرح گردشوں کے آخر تک۔ پس جب ان سے کوئی چیز بچ جاتی ہے تو اسے حسب مقامات ایمان والوں پر تقسیم کردیتے ہیں۔ پس بسا اوقات ایک شخص اپنے اہل محلہ کی یا اہل شہر کی ساری مصیبتوں کا تحمل کرتا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے قطب سے مجھے مصر میں امشاطین میں ملاقات کا اتفاق ہوا جو کہ دکان میں سبزی فروخت کرتا ہے۔ اور میں نے اسے لوگوں کی طرف سے کثرت اذیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے دیکھا۔

اسی طرح شیخ محی الدین بن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے زمانے کے قطب سے فاس کے شہر میں ملاقات کی اور اسے لوگوں کے انکار کی کثرت میں مبتلا دیکھا۔ اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب اس نے معلوم کرلیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ میرا پردہ رکھنا۔ میں نے کہا بالکل تعمیل ہوگی۔ پھر میں نے اسے کہا کہ مجھ پر آپ کو ان لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی کثرت تکلیف گراں گزرتی ہے۔ تو مجھے کہا: اے محمد ﷺ! متمکن فی المقام لوگوں کے لئے ان تمام لوگوں کی اذیت کا حکم ایسے ہے جیسے مچھر کسی پہاڑ پر پھونک مارے۔ پس چاہے کہ اپنی پھونک کے ساتھ اسے اس کی جگہ سے ہٹادے۔

ومن هنا کانسیدی علی الخواص رحمه الله تعالی یقول لنا کثیرا: لا یکمل الفقیر حتی یکون قطبا یدور علیه الاذی من اهل اقلیمه، کلهم، کما تدور الرحا علی قطبها، ثم تفاوت الفقراء فی المقام بحسب مشاهدهم، فمنهم من یکون مشهده الصبر، ومنهم من یکون مشهده الرضا، ومنهم من یکون مشهده الشکر لله عزوجل من وجه، والاستغفار من وجه لاحتمال ان یکون ذلک الاذی، بذنب سلف احصاه الله تعالی، ونسیه العبد قال: وما من نبیی ولا ولیی لله تعالی الا وقد اوذی فصبر، ثم شکر، واستغفر، فانتهی امره الی الشکر لما تمکن فی المقام، انتهی فجمیع مایبلغک یااخی عن احد من القوم من الضجر والقلق من کلام ، قیل فیه مثلا، فذلک قبل تمکنه فی المقام،

فقیر کا مرتبہ کمال:

اور اسی لئے سیّدی علی الخواص علیہ الرحمۃ ہمیں اکثر فرمایا کرتے کہ فقیر کامل نہیں ہوتا حتیٰ کہ قطب ہو جائے جس پر اس کی ساری ریاست والوں کی اذیت اس طرح گردش کرے جس طرح چکی اپنی سلاخ کے گرد گھومتی ہے۔ پھر فقراء اپنے مشاہدے کے مطابق مقام میں مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی کا مشہد صبر۔ تو کسی کا مشہد رضا۔ کسی کا مشہد ایک وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے شکر اور ایک وجہ سے استغفار ہوتا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ وہ اذیت کسی گزشتہ فروگذاشت کی وجہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسے بندہ بھول گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی ہے نہ ولی مگر اسے ستایا گیا۔ پس اس نے صبر کیا۔ پھر شکر اور استغفار کیا۔ پس جب وہ مقام میں متمکن ہوا تو شکر تک پہنچا۔ پس اے بھائی! صوفیاء کی قوم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کسی کی طرف سے بے چینی اور اضطراب کی تمام خبریں جو اس گفتگو کی وجہ سے جو ان کے متعلق کی گئی تجھے پہنچیں تو یہ اس کے تمکن فی المقام سے پہلے کی بات ہے۔

وقد وقع لسیدی ابراھیم الدسوقی رضی اللہ تعالی عنہ: ان اہل بلادہ آذوہ اشد الاذی، ورموہ بالعظائم فقال: آہ آہ من اھل ھذا الزمان، واللہ لو انی علمت فی اجلی فسحۃ لخرجت من بین اظھرھم، ومکثت فی بطون الاودیۃ حتی اموت، ثم بعد ذلک صار یتبسم کلما آذوہ، رضی اللہ تعالی عنہ، وکذلک وقع لسیدی اسماعیل الانبابی: ان اھل انبابۃ آذوہ، وانکروا علیہ، فعم علی الرحیل، فاناخ الجمل، وصار یضع علیہ من امتعۃ البیت، فقال لہ صبی: یکفیک یاعم تحمل الجمل، فقال لہ صبی آخر: اسکت، الجمل یحمل، فسمعھا سیدی اسماعیل، فرجع عن الرحیل، وقال: الجمل یحمل، واسماعیل لایحمل۔

تمکن فی المقام سے پہلے اور بعد کی صورتحال:

اور سیّدی ابراہیم الدسوقی علیہ الرحمۃ کے ساتھ واقعہ گزرا کہ آپ کے علاقے والوں نے آپ کو شدید اذیتیں پہنچائیں۔ بڑی بڑی تہمتیں لگائیں تو آپ نے کہا آہ آہ آہ اس زمانے والوں سے۔ واللہ اگر مجھے علم ہو کہ میری عمر میں وسعت ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاؤں اور وادیوں میں وقت بسر کروں یہاں تک کہ موت آجائے۔ بعد ازاں یہ وقت آیا کہ جب لوگ آپ کو اذیت پہنچاتے تو مسکرا دیتے۔ اور اسی طرح سیّدی اسماعیل الانبابی علیہ الرحمۃ کا واقعہ ہے کہ اہل انبابہ نے آپ کو ستایا۔ آپ پر انکار کیا تو آپ نے کوچ کر جانے کا عزم کیا۔ پس آپ نے اونٹ بٹھایا اور اس پر گھر کا سامان رکھنے لگے تو ایک بچے نے آپ سے کہا: اے چچا! آپ کے لئے کافی ہے کہ اونٹ بوجھ اٹھائے۔ دوسرے بچے نے اس سے کہا: خاموش رہ۔ اونٹ بوجھ اٹھایا ہی کرتا ہے۔ سیّدی اسماعیل علیہ الرحمۃ نے یہ بات سن لی تو کوچ کرنے سے رجوع کر لیا۔ اور فرمایا: اونٹ بوجھ اٹھاتا ہے اور اسماعیل علیہ الرحمۃ نہیں اٹھاتا۔

ووقع لسیدی ابراھیم المتبولی رضی اللہ تعالی عنہ، ان جماعۃ من جامع الازھر انکروا علیہ وادعوا علیہ عند القضاۃ الصالحیۃ دعوی بغیر حق، فصاح فی وجوہ المدعین علیہ، فخرجوا من الصالحیۃ، فلم یعرف لھم مکان، فقیل: انھم اختطفوا، ثم بعد مدۃ طلع خبرھم بانھم اسروا فی بلاد الفرنج، وبعضھم تنصر، فعاب فقراء ذلک العصر ذلک علی سیدی ابراھیم، وقالوا لہ:

اتلفت، ادیان قوم بکلام قیل فیک، فقال: واللہ ما تسببت فی ذلک، وانما الحق تعالی غار لعبدہ، انتہی،

سیّدی ابراہیم المتبولی علیہ الرحمہ کا واقعہ:

اور سیّدی ابراہیم المتبولی علیہ الرحمہ کا واقعہ ہے کہ جامع ازہر کی ایک جماعت نے آپ پر انکار کیا اور صالحیہ میں قضاۃ کے ہاں آپ کے خلاف ناحق دعویٰ کردیا۔ آپ نے ناحق دعویٰ کرنے والوں کے سامنے چیخ ماری۔ وہ سب کے سب صالحیہ سے نکل گئے۔ ان کی جگہ کا پتہ تک نہ چلا۔ چنانچہ بعض نے کہا کہ اچک لئے گئے۔ پھر ایک مدت کے بعد ان کی خبر ملی کہ وہ علاقہ فرنگ میں گرفتار کر لئے گئے۔ ان میں سے کئی تو نصرانی ہوگئے۔ پس اس دور کے فقراء نے سیّدی ابراہیم علیہ الرحمہ پر اس کا عیب لگایا۔ اور آپ سے کہا کہ آپ نے ایک قوم کے دین تلف کردیئے صرف اس لئے کہ انہوں نے آپ کے متعلق کچھ باتیں کیں۔ آپ نے کہا: واللہ اس میں میں سبب نہیں بنا۔ یہ تو حق تعالیٰ نے اپنے بندے کے لئے غیرت فرمائی ہے۔ انتہی۔

فعلم ان تحمل البلایا والمحن، وعدم مقابلۃ الناس بالاذی، من اعظم اخلاق الرجال، وذلک ان الکامل اذا دخل مقام الکمال غلب علیہ شہود الحق بقلبہ، ووجد الحق تعالی حکماعدلا لا یجوز ولا یحیف، کشفا وشہودا، ولا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا لعبادہ، وقد ارسل کل یوم ولیلۃ لکل عبد ملکین کریمین کاتبین، یکتبان علیہ جمیع ما یقولہ فی حق الناس فبتقدیر ان، الکامل یقابل خصمہ فہو یشہد نفسہ وخصمہ بین یدی اللہ عزوجل، وہناک یغرس عن خصمہ حیاء من اللہ عزوجل۔

پس معلوم ہوا کہ مصائب وآلام کا تحمل اور لوگوں کا اذیت کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا مردوں کے اعظم اخلاق میں سے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ کامل جب مقام کمال میں داخل ہوتا ہے تو اس پر اس کے قلب کے ساتھ شہود حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ کو حاکم عادل پاتا ہے جو ظلم نہیں کرتا۔ اور کشفاً اور شہوداً زیادتی نہیں فرماتا۔ کوئی صغیرہ و کبیرہ نہیں چھوڑتا مگر اپنے بندوں کے لئے اس کا شمار فرماتا ہے۔ اور ہر روز ہر عبد کے لئے لکھنے والے دو معزز فرشتے بھیجتا ہے جو کہ اس پر وہ سب کچھ لکھتے ہیں جو وہ لوگوں کے بارے میں کہتا ہے۔ پس اس تقدیر پر کہ کامل اپنے مخالف کا مقابلہ کرے وہ اپنے متعلق اور اپنے مخالف کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے شہود کرتا ہے۔ پس اس وقت وہ اللہ (عزوجل) سے حیا کرتے ہوئے اپنے مخالف سے گونگا ہو جاتا ہے۔

(المنن الکبری، خاتمہ، ص، ۶۶۳، ۶۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حاسدوں کی تہمت کی کیفیت:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ثم ان غالب ما یرمیہم بہ الحسدۃ انما ہی امور سریۃ، کالریاء، والنفاق، وحب المشیخۃ، وعمل الکیمیاء، ونحو ذلک، لعلمہم بانہم اذا رموہ بالمعاصی الظاہرۃ من ترک الصلاۃ، وشرب الخمر، ونحوہما، لا یقبل منہم، لان اعمال اہل اللہ تعالی فی نسکہم وعبادتہم تکذب ہؤلاء الحسدۃ، فلذلک رموہم بالامور الباطنۃ۔

وسمعت سیدی علیا الخواص علیہ الرحمۃ یقول: لابد لاہل اللہ تعالی من عدو یؤذیہم، فان صبروا کانت لہم الامامۃ،

والاخر جوانحاسا، قال: ودلیلنا قوله تعالیٰ: (وَجَعَلْنَا مِنهم أَيِمَّةً يَهدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا) (السجدة: ۲۴)۔ فلما بلغوا مقام الامامة الا بعد مبالغتهم فی الصبر، وتحمل الاذی، وقال تعالیٰ: (وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ) (الانعام: ۳۴)۔

ترجمہ: پھر حاسدین اکثر جس چیز کی انہیں تہمت لگاتے ہیں وہ امور مخفیہ ہوتے ہیں جیسے ریاء۔ نفاق۔ حب مشیخت۔ علم کیمیا وغیرہ ذالک۔ کیونکہ انہیں علم ہے کہ انہوں نے اگر ان پر ظاہری گناہوں کی تہمت لگائی جیسے ترک نماز۔ شراب خوری وغیرہا تو اسے ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اہل اللہ تعالیٰ کی عبادات میں ان کے اعمال ان حاسدوں کی تکذیب کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے انہیں امور باطنہ کی تہمت لگائی۔

اور میں نے سیّدی علی الخواص علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل اللہ تعالیٰ کے لئے دشمن کا ہونا ازبس ضروری ہے جو انہیں ستائے۔ پس اگر صبر کریں تو ان کے لئے امامت ہے ورنہ وہ تانبا ہو کر نکلیں گے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَيِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (السجدہ آیت ۲۴) اور ہم نے ان میں سے بعض کو پیشوا بنایا۔ وہ رہبری کرتے تھے ہمارے حکم سے جب تک صابر رہے) پس وہ امامت کے مقام تک نہ پہنچے مگر صبر اور تحمل اذیت میں ان کے مبالغے کے بعد۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ۔ (سورۃ الانعام، ۳۴) اور بیشک آپ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے اس جھٹلائے جانے پر صبر کیا اور ستائے جانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آپہنچی۔ اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں)

والنكتة فی ذلک: ان الحق تعالیٰ لا یصطفی عبدا من عبیده الی حضرته، وهو یطلب المقام عند احد من الخلق، فهو تبارک وتعالیٰ یسلط علی من یرید اصطفاء الخلق بالاذی، حتی لا یرکن الیهم، من حیث کونهم خلقا اذ الرکون الیهم بهذا المعنی یمنع حصول الاصطفاء، وایضاح ذلک: انهم اذا احسنوا الیه واعتقدوه مال الیهم بالمحبة ضرورة، ففاته مقام الاصطفائية۔

تکذیب وایذاء میں نکتہ اور اس کی وضاحت:

اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اپنی بارگاہ کی طرف برگزیدہ نہیں فرماتا جبکہ وہ خلق میں سے کسی کے ہاں مقام کا طالب ہو۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ جسے برگزیدہ کرنا چاہے اس پر خلق کو اذیت کے ساتھ مسلط کر دیتا ہے تاکہ وہ ان کے مخلوق ہونے کی حیثیت سے ان کی طرف مائل نہ ہو۔ کیونکہ ان کی طرف اس مقصد کے ساتھ مائل ہونا حصول برگزیدگی کو روکتا ہے۔ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اس کے عقیدت مند بنتے ہیں اور وہ لازمی طور پر ان کی طرف محبت کے ساتھ مائل ہوتا ہے تو اس سے مقام برگزیدگی فوت ہو جاتا ہے۔

(المنن الکبریٰ، خاتمہ، ص، ۶۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان کے وصال مبارک کے روز حضرت شیخ محمد نقشبند حجۃ اللہ علیہ الرحمہ (م ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) سرہند شریف میں تشریف فرما تھے اور آپ اپنے بھتیجے کی وفات مبارک کے دن بہت غم زدہ تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات (کی چیزیں) آج دوسری طرح معلوم ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی شیخ محمد اعظم علیہ الرحمہ کی

قطبیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، کیونکہ کائنات کا یہ خاصہ ہے کہ وہ قطب کی طرف رجوع کرتی ہے، اسے دوسرے اولیاء سے سروکار نہیں ہوتا، الا ماشاء اللہ

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۹۸)

حضرت شیخ میاں داد رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت شیخ محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، افغانستان میں رہتے تھے، ہزاروں پٹھان آپ کے مرید تھے۔ عجیب و غریب حالات پیدا کیے، بلکہ بہت سے لوگ کو خلافت بھی دی۔ آپ احمدیہ (طریقہ نقشبندیہ مجددیہ) کے سخت پابند تھے۔

(روضۃ القیومیہ، ج۲، ص۳۴۸)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے قطب تھے آپ کی خانقاہ شریف میں لوگوں کا ہجوم اور آپ کے جنازے میں لوگوں کی کثرت۔

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ المَهْرِيُّ، ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ شَرَاحِيلَ بْنِ يَزِيدَ المَعَافِرِيِّ عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا أَمْرَ دِينِهَا* قَالَ أَبُو داود: عبد الرحمن بن شريح الإسكندراني لم يحدثه شراحِيلُ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو دَاوُدَ، وَقَدْ ذَكَرَ كُلُّ طَائِفَةٍ مِنَ العُلَمَاءِ فِي رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ عَالِمًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ يُنَزِّلُونَ هٰذَا الحديث عليه، وقال طائفة من العلماء هل الصحيح أَنَّ الحَدِيثَ يَشْمَلُ كُلَّ فَرْدٍ فَرْدٍ مِنْ آحَادِ العُلَمَاءِ مِنْ، هٰذِهِ الأَعْصَارِ مِمَّنْ يَقُومُ بِفَرْضِ الكِفَايَةِ فِي أَدَاءِ العِلْمِ عَمَّنْ أَدْرَكَ مِنَ السَّلَفِ إِلَى مَنْ يُدْرِكُهُ مِنَ الخَلَفِ كَمَا جَاءَ فِي الحَدِيثِ مِنْ طُرُقٍ، مُرْسَلَةٍ وَغَيْرِ مُرْسَلَةٍ: يَحْمِلُ هٰذَا العِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الغَالِينَ، وَانْتِحَالَ المُبْطِلِينَ وَهٰذَا مَوْجُودٌ وَلِلّٰهِ الحَمْدُ وَالمِنَّةُ إِلَى زَمَانِنَا هٰذَا، وَنَحْنُ فِي القَرْنِ الثَّامِنِ، وَاللهُ المَسْئُولُ أَنْ يَخْتِمَ لَنَا بِخَيْرٍ وَأَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِين، وَمِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ آمِينَ آمِينَ يَا رَبَّ العَالَمِين،

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد مہری، ابن وہب، سعید بن ابی ایوب، شراحیل بن یزید معافری، ابوعلقمہ) حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس امت کے لیے ایسا عالم پیدا کرے گا جو بدعات اور خرافات کو مٹا کر دین کو تازہ کرے گا۔

حضرت سیّدنا امام ابوداؤ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت عبد الرحمن بن شریح؛ اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہے، مگر صرف شراحیل رحمۃ اللہ علیہ تک سند بیان کی ہے۔ صدی کے اختتام پر ہر فرقہ اپنے اپنے علماء اور مشائخ کو مجدد قرار دیتا ہے اور اس حدیث کا مصدق ٹھہراتا ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث تجدید، صدی کے ہر عالم اور مبلغ پر صادق آتی ہے جس نے تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ دین کی آبیاری کی اور بدعات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ہر زمانہ میں کچھ اچھے اور نیک لوگ دین کا علم حاصل کریں گے جو غالی اور بدعتی لوگوں کو تحریفات اور بدعات کو واضح بیان کریں گے، جھوٹے اور باطل لوگوں کی جعل سازی کو مٹا دیں گے۔ حضرت سیّدنا امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ کار آج آٹھویں صدی تک موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کو جاری وساری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمادے اور جنت کے وارث قرار دے۔ آمین یا رب العالمین۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۶، ص۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وذکروا انه مر مع رفقه، لو أَنَّ وَلِيًّا مِنْ أَوْلِيَاءِ اللهِ قَالَ لِجَبَلٍ زُلْ لَزَالَ. فتحركَ الجبل تحته فوكزه برجله وقال: اسكن فإنما ضربتك مثلا لأصحابي. وَكَانَ الْجَبَلُ أَبَا قُبَيْسٍ.

ترجمہ: مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سیّدنا شمس العارفین ابراہیم علیہ الرحمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ پھر فرمانے لگے اگر کوئی اللہ کا ولی پہاڑ کو حرکت کا حکم دے تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے۔ وہ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ حضرت سیّدنا شمس العارفین ابراہیم علیہ الرحمہ نے اسے پاؤں مار کر کہا ٹھہر جا۔ میں نے تو اپنے ساتھیوں کو مثال دینے کے لئے تجھے پاؤں مارا تھا۔ اس پہاڑ کا نام جبل ابی قبیس ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰،ص۱۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

برصغیر پاک وہند وافغانستان میں گستاخی رسالت وتنقیص شان الوہیت کی تحریکیں چلتی رہیں اور دم توڑتی رہیں اور علماء ومشائخ ہمیشہ اُن کا مقابلہ فرماتے رہے۔ ورنہ آج ہم اُن استعماری طاقتوں کی غلامی میں جکڑے ہوتے۔ ہر تحریک کے پس پردہ مغربی صیہونی ذہن پوشیدہ ہے، چاہے وہ امریکہ ہو یا برطانیہ ہو یا روس ہو یا اسرائیل وغیرہ کی شکل میں اور تحریک چاہے فتنہ نجدیہ فتنہ انکار حدیث، چاہے فرقہ جبریہ تبلیغی جماعت کی صورت میں ہو یا فتنہ قادیانیت مرزائیت کی شکل میں ہو تقدیس الوہیت وشان رسالت پاسداری وتحفظ کا علماء مشائخ اہلسنت نے نہایت جوانمردی جانفشانی سے سدباب کیا اور ہمیشہ سیسہ پلائی دیوار کی مانند مقابلہ فرمایا۔ اور ہر اٹھنے والے فتنے کو تار تار کر دیا۔ اور ان فتنوں کے مذموم عزائم سے عوام الناس کو روشناس کرانے میں تحریری تقریری کردار ادا کیا۔ خاص طور پر امام ربانی قندیل نورانی شہباز لامکانی غوث صمدانی سیدی شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے خود اور آپکے خاندان واحباب نے ہر دور میں اُٹھنے والے فتنوں کا سدِباب کیا اور ہمیشہ ہر قسم کے فتنوں کا ہر دور میں مقابلہ کرنے کا شرف اسی خاندان کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ علماء دہلی، علمائے بدایون رام پور اور خاندان فرنگی محلی کے علماء سرفہرست ہیں۔ اور افغانستان (کابل) میں خاندان حضرت ملاشور بازار جدِ امجد حضرت صبغت اللہ مجددی سابق صدر افغانستان، حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی، حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ خصوصاً علمائے بلخ میں سے علامہ علی محمد بلخی، مولانا عبدالحی زعفرانی، مولانا محمد نبی صاحب محمدی مرکزی امیر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان مولانا محمد سخی صاحب وغیرہ جن میں اکثریت حضرت سیدی ومرشدی اخندزادہ مبارک علیہ الرحمہ کے خلفاء کی ہے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو ایک دراز فہرست تیار کرنی پڑے گی۔ جس کیلئے طویل کتاب کی ضرورت ہے۔ بہرکیف افغانستان میں ہر قسم کے اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت کے خلفاء ومریدین کمربستہ ہیں۔ خاص کر کے کمیونزم اور روسی بربریت کے خلاف جہاد کرتے آپ علیہ الرحمہ کی تمام عمر صرف ہوگئی۔ آپ علیہ الرحمہ کے بھائی اسی جہاد میں شہید ہوئے۔ حضرت سیدی مرشدی علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی حضرت باچالالا عبدالباسط صاحب کا بے وطنی اور مسافری اور ہجرت میں وصال ہوا اور اُن کے جسد خاکی کو افغانستان لے جایا گیا۔ اور اسی طرح آپ علیہ الرحمہ کے دوسرے بھائی باچا محمد صادق نے بھی حالت غریب الوطنی میں رحلت فرمائی۔ یقیناً آپ نے حق وصداقت کی راہ پر مسلمانوں کو گامزن کرنے میں عزم وہمت سے کام لیا۔ مسلمانوں کو روس کی غلامی سے نجات دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ علیہ الرحمہ نے جو علماء ومشائخ کیلئے راہیں متعین فرمائی ہیں۔ انہی پر چل کر ترقی کی منازل حاصل ہوسکتی ہیں۔ اور جن گمراہ عقائد کی آپ علیہ الرحمہ نے نشاندہی فرمائی اور اپنے کو گمراہ ہوں کن عقائد سے دور رہنے کی تدابیر فرمائی۔ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایت کو بھلا کر گمراہی کو اختیار

کر لیتے ہیں تو دنیا رشد وہدایت کی بجائے فسق وفجور کی آماجگاہ بن جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کی ہدایت کیلئے ہر صدی کے شروع میں مجدّد پیدا فرماتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے اندر صدی کے آخر میں ایک مجدد بھیجے گا جو تجدید واحیاء دین کا فریضہ انجام دیگا۔ (سنن ابوداود، رقم: ۴۲۹۱، مشکوۃ، رقم: ۲۴۷)

(شہنشاہ خراسان، ص ۱۱ تا ۱۳)

الحمدللہ ہم ڈنکے کی چوٹ پر حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کو صدی کا مجدّد مانتے ہیں۔

باب نمبر ۲۳

سوال: (۴۳) بطورِ اعتراض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا، مجدّد تو صدی کا ہوتا ہے۔

راحتِ جانم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا۔

حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے: ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا

ترجمہ: بے شک اللہ ہر صدی کے ختم پر اس امت کیلئے ایک مجدد بھیجے گا کہ امت کیلئے اس کا دین تازہ کرے گا۔ پہلی صدی کے مجدّد حضرت عمر بن عبد العزیز تھے، دوسری صدی کے مجدّد امام شافعی، و امام محمد، و امام علی رضا، و علی ھذا القیاس، یہ خیال کہ صرف مجددِ الف ثانی، مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے، سب جاہلانہ خیال ہیں۔ کل سے بہت پریشان ہوں، دعا فرمایئے۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵ رجب مرجب ۳۲ھ۔ (مکتوبات امام احمد رضا، ص، ۱۰۶)

سوال: (۴۴) لفظ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کے لیے استعمال ہوا۔

مجدد اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ، (فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۹۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مجدد اعظم امام بریلوی قدس سرہ، (فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۹۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال: (۴۵) پیارے اسلامی بھائیوں نے لکھا:

مجدد اعظم، فقیہ افخم، امام اہلسنت، سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن (متوفی: ۱۳۴۰ھ) (اصلاح اعمال، ص، ۴۷)

سوال: (۴۶) مجدّد اعظم حضرت سیّد نوشہ گنج بخش شہنشاہ اکبر کے دین کے خلاف شریعت وطریقت کا علم بلند کرنے والی عظیم ہستی کے خانوادہ وسلسلہ نوشاہیہ کی تحقیقی داستان۔ (سسٹم ٹوڈے، مارچ، ۲۰۱۴، ص، ۱۶)

الجواب:

مجدّد اعظم:

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

فإن السلطان الأعظم إذا حضر لا يبقى لنائب من نوّابه حكم إلا له، فإذا غاب حكم النوّاب بمراسيمه، فهو الحاكم في الحقيقة غيبة وشهادة.

فإنك شمس والملوك كواكب		إذا ظهرت لم يبد منهنّ كوكب

جب سلطان اعظم ظاہر ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے نائبوں میں سے کسی کا حکم باقی نہیں رہتا۔ مگر سلطان اعظم کا حکم باقی رہتا ہے۔ جب وہ غائب ہوتا ہے تو نائب اسی کے احکام کا حکم صادر کرتے ہیں، وہ موجود ہو یا نہ ہو در حقیقت حاکم وہی ہوتا ہے۔

فإنك شمس والملوك كواكب		إذا ظهرت لم يبد منهنّ كوكب

ترجمہ: آپ ﷺ سورج ہیں اور بادشاہ ستارے ہیں جب آپ ﷺ کا ظہور ہوتا ہے تو ان میں سے ایک ستارہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۹۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال و قد استدارت ابواب جمیع الاولیاء رضی اللہ عنہم الی الغلق، و ما بقی مفتوحا الی باب سید المرسلین ﷺ، و زادہ فضلا و شرفا لدیہ۔

ترجمہ: سیّد علی خواص علیہ الرحمہ نے فرمایا: تمام اولیاء رحمہم اللہ کے دروازے بند ہونے کی طرف گھوم چکے۔ اور کھلا باقی نہیں رہا مگر سیّد المرسلین ﷺ کا دروازہ۔ اور اسے اپنے نزدیک فضیلت و شرف میں زیادہ فرمایا۔

(المنن الکبریٰ، الباب الرابع، ص ۱۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

و کذلک فعل غیرہ رضی اللہ عنہم، و ذلک لکمالہم و ادبہم مع اللہ تعالیٰ، و شہودہم تصاریف الاقدار فی الخلق؛ فلا یریدون اکمال ما اراد اللہ تعالیٰ نقصہ؛ لعلمہم بانہ سبحانہ و تعالیٰ اراد نقص الوجود کلہ لقولہ: (أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا) و غیر ذلک من الآیات و الاحادیث، و قد طلب جماعۃ شیخنا الشیخ محمد الشناوی رضی اللہ عنہ من الفقیر التلقین لہم بعد موت الشیخ فابیت، فالحوا علیّ بقول الشیخ رحمہ اللہ انی خلیفتہ من بعدہ، فشق علیّ ذلک (۷۸/ب) لما اعلم من نفسی، فلقنت منہم جماعۃ، فرأیت کانی اخیط النعال خیاطۃ محکمۃ، فلما انہی النعل ینفتح بنفسہ کما کان اولا، فعلمت الوجہ من ذلک؛ و ان الامر فرغ منہ، فرحم اللہ تعالیٰ الشیخ۔

فاما ان کان الغالب علیہ سلامۃ الصدر او کاشف علی الزمان الاتی فیرجع ہذا الآمر الی وراء، فان الفقیر لا یصلح ان یکون تلمیذا، و قد رأیت لوحا مکتوبا بین السماء و الارض؛ من جملۃ ما فیہ: ان اللہ سبحانہ تعالیٰ اراد نقص الوجود من کل شیء فی سنۃ اربع و ستین و ستمائۃ۔

دوسرے بزرگ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے کیونکہ وہ کامل تھے اور اللہ ﷻ کا ادب کرتے تھے اور قضا و قدر کی گردش کو جہان میں دیکھتے تھے اس لئے وہ اس چیز کے کمال کا ارادہ نہیں کرتے تھے جس کے نقصان کو خدا چاہتا ہو۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات کی کمی کا ارادہ کیا ہوا ہے جیسا کہ:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کے چاروں طرف سے کمالات کو گھٹائے جاتے ہیں۔ (سورۃ الرعد: ۴۱) سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارے شیخ سراج السالکین محمد الشناوی علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے درخواست کی کہ ان کی وفات کے بعد مجھ فقیر (امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ) کو ان کی تلقین کیلئے نامزد کیا جائے۔ میں نے انکار کیا۔ لوگوں نے شیخ کے قول کو کہ میں ان کے بعد خلیفہ ہوں۔ پیش کر کے سخت اصرار کیا۔ لیکن مجھے ان کی تلقین سخت ناگوار و دوبھر معلوم ہوتی تھی۔ آخر میں نے چند شخصوں کو تلقین کی۔ پس میں نے دیکھا کہ میں گویا مضبوط جوتیاں سی رہا ہوں۔ جب پوری کر چکتا ہوں تو خود بخود کھل جاتی ہے جیسے کہ پہلے تھی۔ پس میں سمجھ گیا کہ اب زمانہ تلقین کا نہیں رہا اور لوگوں سے استعدادیں سلب ہوگئی ہیں۔ میں نے زمین و آسمان کے مابین ایک لکھی ہوئی تختی دیکھی۔ اس کے مضامین میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے وجود و کمال کی کمی کا ارادہ کیا ہے ۶۶۴ھ چھ سو چونسٹھ ہجری کے بعد ہر چیز میں زوال شروع ہو جائے گا۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، ص ۱۳۰تا ۱۳۱، ۱۳۲، دار التقوی، دمشق)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به ((هاشم کشمی)) در اسراری که متعلق به دو اسم مبارک آن سرور۔ صلی اللہ علیه و آله وسلم۔ که ((احمد)) و ((محمد)) باشد حضرتِ پیغمبر۔ علیه و علی اله الصلوٰة و السلام۔ مسمی به دو اسم است و هر دو اسم مبارک او در قرآن مجید مسطور است فرمود: ((محمد رسول اللہ))، نیز فرمود در حکایتِ بشارتِ ((روح اللہ)) ((اسمه احمد))۔ و هر کدام این دو اسم مبارک را ولایت علاحده است

ولایت محمدی، هر چند ناشی از مقام محبوبیت اوست۔ علیه الصلوٰة و السلام۔ اما آنجا محبوبیتِ صرف کائن نیست، مزجی از نشأه محبیت نیز دارد، اگر چه آن مزج بالا صالت او را ثابت نباشد، اما مانع مقام محبوبیت صرف است۔

و ولایت احمدی، ناشی از محبوبیت صرف است که شائبهٔ محبیت ندارد و این ولایت از ولایت سابق پیش قدم است و یک مرحله به مطلوب نزدیکتر است و به محب مرغوب تر، چه محبوبیت هر چند در محبوبیت تمام تر بود، استغنا و بی نیازی او را کامل تر باشد و در نظر محب زیباتر در آید و رعناتر نماید و بیشتر محب را به خود منجذب سازد و شیفته و واله تر گرداند

نه تنها آفتم زیبایی اوست		بلای من ز ناپروایی اوست

مراد از بلا، افراط عشق است که مطلوب عاشق است۔ سبحان اللہ! ((احمد)) عجب اسمی است، اسمی که مرکب از کلمهٔ مقدسهٔ احد است و از حلقهٔ حرف میم، که از غوامضِ اسرار الهی است۔ جل شانه۔ در عالم بی چون، و گنجایش ندارد که در عالم چون، تعبیر از آن سر مکنون به غیر از حلقهٔ میم توان کرد۔ اگر گنجایش می داشت، حضرت حق۔ سبحانه و تعالی۔ به آن تعبیر می فرمود۔

و ((احد)) احد است که لاشریک له است و حلقهٔ میم، طوقِ عبودیت است که بنده را از مولی متمیز گردانیده است۔ پس بنده، همان حلقهٔ میم است و لفظ ((احد)) از برای تعظیم او آمده است و اظهار اختصاص او کرده۔ علیه و علی اله الصلوٰة و السلام۔ چو نام این است نام آور چه باشد۔

بعد از هزار سال که آن را تأثیری نهاده اند در تغیر امور عظام، معاملهٔ آن ولایت به این ولایت کشیده و ولایت محمدی به ولایت احمد انجامید و کار و بار از دو طوقِ عبودیت به یک طوق رسید و به جای طوقِ نجستین، حرف الف که رمزی از ((رب)) اوست، متمکن گشت تا ((محمد))، ((احمد)) شد۔ علیه وعلیٰ اله الصلوة والسلام۔

بیانش آن است که دو طوقِ عبودیت عبارت از دو حلقهٔ میم است که در اسم مبارک ((محمد)) اندراج یافته است، تواند بود آن دو طوق، اشارت به دو تعین او باشد۔ علیه وعلیٰ اله الصلوة والسلام۔ یکی از آن دو، تعین جسدی بشری است و دوم، تعین روحی ملکی۔ و در تعین جسدی، هر چند به واسطهٔ عروض موت، فتور رفته بود و تعین روحی قوت گرفته، اما اثر آن تعین باقی مانده بود۔ هزار سال بایست تا آن اثر نیز زائل شود و نشانی از آن تعین نماند و چون هزار سال آخر آمد و اکثری از آن تعین نماند و یک طوق عبودیت از آن دو طوق گسسته شد و زوالی و فنایی به آن طاری گشت و الفِ الوهیت که آن را در رنگ بقای بالله توان گفت به جای آن بنشست، ناچار ((محمد))، ((احمد گشت)) و ولایت محمدی به ولایت احمدی انتقال فرمود۔

پس ((محمد)) عبارت از دو تعین آمد و ((احمد)) کنایت از یک تعین باشد و بس۔ پس این اسم به حضرت اطلاق اقرب باشد و از عالم دورتر بود۔

سؤال، فنا و بقا که مشایخ قرار داده اند و ولایت را به آن مربوط ساخته، به چه معنی است و این فنا و بقا که در تعین محمدی گفته شد، به کدام معنی (است)؟

جواب، فنا و بقا که ولایت به آن مربوط است، فنا و بقائِ شهودی است۔ اگر فنا و زوال است به اعتبارِ نظر است و اگر بقا و ثبات است، هم، به اعتبار نظر (است) آنجا صفات بشری را استتار است، نه زوال۔

و فنائِ این تعین نه این چنین است، بلکه اینجا صفات بشری را زوالِ وجودی متحقق است و انخلاع (پراکنده شدن۔) از جسدی به روحی، کائن (است) و در جانبِ بقا اینجا نیز هر چند بنده حق نشود و از بندگی نه برآید، اما به حق نزدیکتر می افتد و معیت بیشتر پیدا می کند و از خود دورتر گشته، احکام بشری از وی مسلوب تر می گردد۔

باید دانست که این عروجِ محمدی که مربوط به انتفای صفات بشری است، هر چند کار و بار او را۔ علیه وعلیٰ اله الصلوة والسلام۔ بالا تر برد و به ذروهٔ علیا رسانید و از کشاکش غیر و غیریت وارهانید، اما معامله بر امتان او۔ علیه وعلیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ تنگ تر گشت و نور هدایت او که به واسطهٔ مناسبت بشریت بود، کمتر شد و توجهی که به حال این واپس ماندگان داشت، قلت پیدا کرد و به کلیت متوجه قلبهٔ حقیقی گشت۔

وای بر آن رعایا که بادشاه به حال شان نپر دازد و به کلیت به محبوبِ خود متوجه شود۔ از اینجاست که بعد از هزار سال، ظلماتِ کفر و بدعت مستولی گشته است و نور اسلام و سنت نقصان پیدا کرده (است)

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا

(ان اسرار کے بیان میں جو رسول اللہ ﷺ کے دو ناموں محمد ﷺ اور احمد ﷺ سے متعلق ہیں)

ہمارے پیغمبر ﷺ دو ناموں سے موسوم ہیں اور دونوں اسم مبارک قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں فرمایا: **محمد رسول اللہ** (محمد اللہ ﷺ کے رسول ﷺ ہیں) اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بشارت کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔ اسمہ احمد ﷺ (اس کا نام احمد ہوگا) اور ان دونوں مبارک ناموں کی ولایت علیحدہ ہے ولایت محمدی اگرچہ پیغمبر ﷺ کی محبوبیت کے مقام سے پیدا ہوئی ہے لیکن اس جگہ خالص محبوبیت ثابت نہیں ہے بلکہ اس میں محسبیت کی کیفیت کی آمیزش بھی ہے اگرچہ وہ آمیزش اس کے اصل میں ثابت نہیں ہے لیکن محبوبیت خالص کے مقام سے مانع ہے اور ولایت احمد ﷺ خالص محبوبیت سے پیدا ہوئی ہے جس میں محسبیت کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ ولایت پہلی ولایت سے بلند تر ہے اور ایک منزل مطلوب سے نزدیک تر ہے اور محب کو زیادہ مرغوب ہے کیونکہ محبوب جتنا بھی محبوبیت میں مکمل ہوگا اس کی بے نیازی اور استغنا بھی کامل تر ہوگا اور محب کی نگاہ میں زیادہ خوبصورت اور زیبا تر ہوگا اور محب کو اپنی طرف زیادہ کھینچے گا اور اسے زیادہ سرگشتہ اور شیفتہ بنا دے گا۔

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست		بلائے من ز ناپروائی اوست

ترجمہ: اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے اکیلی آفت نہیں ہے بلکہ میرا فتنہ تو اس کی بے پروائی بھی ہے۔

بلا سے مراد عشق کا حد سے گزرنا ہے جو کہ عاشق کو مطلوب ہے۔ سبحان اللہ! احمد ﷺ عجیب مبارک نام ہے جو کہ کلمہ مقدسہ احد سے مرکب ہے اور حرم میم کے حلقہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ کے عالم بے چون میں پوشیدہ اسرار میں سے ہے اور اس کی گنجائش نہیں رکھتا کہ عالم چون میں اس پوشیدہ راز کو حلقہ میم کے بغیر تعبیر کیا جا سکے۔ اور اگر اس کی گنجائش ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے تعبیر فرماتے اور احد احد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حلقہ میم طوق عبودیت ہے کہ جس نے بندہ کو مولا سے الگ کیا ہے پس بندہ وہی میم کا حلقہ ہے اور لفظ احد اس کی تعظیم کے لئے آیا اور اس کے اختصاص کا اظہار کیا ہے۔

چون نام این است نام آورچه باشد

ترجمہ: جب نام ایسا ہے تو جس کا نام ہے وہ کیسا ہوگا۔

ہزار سال کے بعد اس کو امور عظام کے تغیر میں ایک تاثیر ودیعت کی ہے اُس ولایت کا معاملہ اس ولایت تک کھینچا اور ولایت محمدی ﷺ ولایت احمدی ﷺ پر منتہی ہوئی۔ اور کاروبار عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق تک پہنچا اور پہلے طوق کی جنگ حرف الف جو کہ اس کے رب سے اشارہ ہے متمکن ہوا جہاں تک کہ محمد احمد ہوا۔ (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام)۔ اس کا بیان یہ ہے کہ عبودیت کے دو طوق میم کے دو حلقوں سے عبارت ہیں کہ جو اسم مبارک محمد ﷺ میں مندرج ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ دو طوق ان کے دو تعین کی طرف اشارہ ہو۔ ان دو تعین میں ایک تعین بشریٰ ہے اور دوسرا تعین روحی ملکی اور تعین جسدی میں اگرچہ موت آجانے کی وجہ سے سستی ونقص آجاتا ہے اور تعین روحی نے اور قوت حاصل کر لی لیکن اس تعین کا اثر باقی رہا تھا ہزار سال چاہئے تھا کہ اس کا اثر بھی زائل ہوا اور اس تعین کا کوئی نشان نہ رہے اور جب ہزار سال ختم ہوا اور اس تعین کا اکثر حصہ نہ رہا اور ان دو طوق میں سے ایک طوق عبودیت کھینچ لیا گیا اور اس پر فنا اور زوال طاری

ہوااور الف الوہیت کہ اس کو بقاباللہ کے رنگ میں کہا جاسکتا ہے اس کی جگہ بیٹھا تو لازما محمد احمد ﷺ ہوااور ولایت محمدی نے ولایت احمدی ﷺ میں انتقال فرمایا۔

پس محمد ﷺ دو تعین سے عبارت ہے اور احمد ﷺ ایک تعین سے کنایہ ہے اور بس۔ پس یہ نام حضرت مطلق سے زیادہ قریب ہوگا اور عالم سے دور تر ہوگا۔

سوال: فنااور بقا جو مشائخ نے قرار دی ہے اور ولایت کو اس سے وابستہ کیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اور یہ فنا و بقا جو تعین محمدی میں کہی جاتی ہے اس کا کیا معنی ہے؟

جواب: وہ فنا و بقا جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے فنا و بقا شہودی ہے اگر فنا وزوال ہے تو باعتبار نظر ہے اور اگر بقا و ثبات ہے تو بھی باعتبار نظر ہے اس جگہ صفات بشری پوشیدہ ہو جاتی ہے نہ کہ زائل، اور اس تعین کا فنا اس طرح نہیں ہے بلکہ اس جگہ صفاتِ بشری کو زوال وجودی ثابت ہے اور تعین جسدی کا پراگندہ ہونا اور تعین روحی کا ثابت ہونا اور اس جگہ جانب بقا میں بھی اگرچہ بندہ اللہ نہیں بن جاتا اور بندگی سے باہر نہیں آجاتا لیکن اللہ تعالیٰ سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور ہو جاتا ہے اور اس سے احکام بشری مسلوم ہو جاتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ عروج محمدی ﷺ جو کہ صفات بشریٰ کی نفی سے وابستہ ہے اگرچہ ان کے کاروبار کو بلند تر لے گیا اور ان کو بلند چوٹی پر پہنچا دیا۔ اور ان کو غیر اور غیریت کی کشاکش سے آزاد کر دیا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی امت کا معاملہ زیادہ تنگ ہو گیا اور آپ کا نور ہدایت جو کہ بشریت کی وجہ سے تھا وہ بہت کم ہو گیا اور وہ توجہ جو ان عاجز لوگوں کے حال پر تھی وہ کم ہو گئی اور آپ پوری طرح قبلۂ حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس رعایا پر افسوس کہ جس کا بادشاہ اس کے حال میں مشغول نہ ہو اور کلی طور پر اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہزار سال کے بعد کفر اور بدعت کے اندھیرے غالب آچکے ہیں اور سنت و اسلام کا نور کم ہو چکا ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقینا تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۹۶، ج۲، ص۶۰۲، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

علامات تجدید الف ثانی:

حضرت سلطان الاولیاء خلیفۃ اللہ محمد زبیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت قیوم اوّل ردیف کمالات سبع مثانی الشیخ احمد علیہ الرحمہ پر تجدید الف ثانی کی پہلی علامت و نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ آپ سے عین شرعی امور کے مطابق مشاہدات، تجلیات، ظہورات، احوال، معارف اور علوم ظاہر ہونے لگے اور وحدت الوجود کے متعلقہ حالات جو اس سے پیشتر حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ پر ظاہر ہوئے تھے مفقود ہو گئے کیونکہ وہ ولایت صغریٰ میں سے ہیں جب شمس العارفین کعبہ صفا کیشاں شیخ احمد کابلی علیہ الرحمہ نے ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کی جانب ترقی کی تو آپ پر علوم و معارفِ شرعیہ ظاہر ہونے لگے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تجدید الف ثانی کی خلعت سیمرغ قاف جبروت شیخ احمد فاروقی علیہ الرحمہ کو عنایت فرمائی۔ (سیرت امام ربانی، ص۷۷)

رسول اور نبی میں فرق:

علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی، علیہ الرحمہ، متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرُوا فُرُوقًا بَيْنَ النَّبِيِّ وَالرَّسُولِ، وَأَحْسَنُهَا: أَنَّ مَنْ نَبَّأَهُ اللهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ، إِنْ أَمَرَهُ أَنْ يُبَلِّغَ غَيْرَهُ، فَهُوَ نَبِيٌّ رَسُولٌ، وَإِنْ لَمْ يَأْمُرْهُ أَنْ يُبَلِّغَ غَيْرَهُ، فَهُوَ نَبِيٌّ وَلَيْسَ بِرَسُولٍ، فَالرَّسُولُ أَخَصُّ مِنَ النَّبِيِّ، فَكُلُّ رَسُولٍ نَبِيٌّ، وَلَيْسَ كُلُّ نَبِيٍّ رَسُولًا، وَلَكِنَّ الرِّسَالَةَ

أَعَمَّ مِنْ جِهَةِ نَفْسِهَا، فَالنُّبُوَّةُ جُزْءٌ مِنَ الرِّسَالَةِ، إِذِ الرِّسَالَةُ تَتَنَاوَلُ النُّبُوَّةَ وَغَيْرَهَا، بِخِلَافِ الرُّسُلِ، فَإِنَّهُمْ لَا يَتَنَاوَلُونَ الْأَنْبِيَاءَ وَغَيْرَهُمْ، بَلِ الْأَمْرُ بِالْعَكْسِ، فَالرِّسَالَةُ أَعَمُّ مِنْ جِهَةِ نَفْسِهَا، وَأَخَصُّ مِنْ جِهَةِ أَهْلِهَا.

ترجمہ: متعدد وجوہ بیان کئے جاتے ہیں لیکن سب سے بہتر وجہ یہ ہے جس پر آسمانوں سے وحی نازل ہوتی ہے اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں تک آسمانوں کی خبریں پہنچائیں وہ رسول ہے اور اگر اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچائے وہ نبی رسول نہیں ہے پس رسول نبی سے خاص ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے یعنی رسالت عام ہے نبوت اس کی جز ہے لیکن لفظ رُسُل انبیاء اور ان کے غیر کو متناول نہیں البتہ لفظ انبیا رسل کو بھی شامل ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۱۵۸، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

یہ مجدد الف ثانی کہاں سے آیا

مجدد تو سو سال کیلئے ہوتا ہے یہ ہزار سالہ مجدد کی بات کدھر سے آ گئی کیونکہ جب مجددین سے کم درجے والے حضرات بھی نیابتِ انبیاء علیہم السلام سے مشرف ہیں تو مجددوں میں سے بعض کا خاص اور ممتاز ہو جانا کیونکر بعید ہوگا سو سالہ مجدد مرسلین عظام علیہم السلام کا نائب ہوتا ہے اور ہزار سالہ مجدد کو اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام کی نیابت کا شرف حاصل ہوتا ہے جب مرسلین عظام علیہم السلام پر اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو ان کے نائبین کی بات آنے پر یہ بات کہاں سے نکل آئی کہ سو سالہ مجدد پر ہزار سالہ مجدد کو فضیلت کیوں ہے یا ہزار سالہ مجدد کہاں سے آ گیا حضور والا جہاں سے اولوالعزم پیغمبر علیہم السلام آتے تھے وہیں سے ان کا نائب ہزار سالہ مجدد بھی آیا تھا۔ (تجلیات امام ربانی، ص، ۲۲۲)

داؤد قیصری جو فصوص کے شارح ہیں:

حضرت سیدنا ولی نعمت خواجہ محمد احسان مجددی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قیصری کے مقدمہ کی فصل دوسری میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک اسم اور ستارے کا دورہ ہزار سال بعد ہوتا ہے۔ انبیاء اولوالعزم علیہم السلام کی شریعتیں بھی ہزار ہزار سال رہتی ہیں پس اس امت میں بھی ہزار سال بعد ایک شخص مبعوث ہوگا جو دین کی تجدید کرے گا اور انبیاء علیہم السلام اولوالعزم کا قائم مقام ہوگا۔

(روضۃ القیومیہ، ج، ۱، ص، ۱۰۱)

فضیلت محبد دالف ثانی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

این همه مقالات در عروجات که درمیان آمده بعد هزار سال حق تعالیٰ بمجدد الف ثانی عطا کرد کسے از اولیاء سابق بآن لب نکشوده این همه مبنی بر آنست که درمیان امم سابقه برائے هدایت خلق در هر قرن و هر قریه انبیاء مبعوث می شدند حق تعالیٰ می فرماید:۔ وان من قریة الا خلافیها نذیر یعنی نبود هیچ شهرے مگر آنکه گذاشت دروے پیغمبرے ۔ وبعضے از آنها بمرتبه رسالت میر سید

ندچنانچہ درحدیث است عدد انبیاء یک لکھ وبست وچهار هزار و عدد رسل سه صد و سیزده است وبعد هزار سال یاقریب آن پیغمبرے اولو العزم مبعوث می شد بعد هزار سال از آدم علیہ السلام نوح علیه السلام وهمچنین بعد او ابراهیم وبعد او موسیٰ و بعد او عیسیٰ علیه السلام وبعد او محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین شدند۔

بعد وفات او اولیاء امت او در هدایت خلق نیابت آن حضرت کردند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود العلماء ورثة الانبیاء یعنی علما و ارثان پیغمبران اند و درمیان آنها شخصے مثل رسولان درمیان انبیاء بر سر هر صده بمزید فضل امتیاز یافته وتجدید کرده۔ ابو دائود وغیره از آنحضرت علیه السلام روایت کردند ان اللہ یبعث فی هذه الامة علے راس مائة سنة من یجدد به امددینها۔یعنی حق تعالیٰ مبعوث خواهد کرد درین امت بر هر صده شخصے را که تجدید دین کند۔

وچون هزار گشت ونوبت اولو العزم رسید حق تعالیٰ موافق عادتِ قدیم برائے هزارۂ دوم مجددے پیدا کرد که در سائیر اولیاء مجددان مثل اولو العزم باشد در انبیاء و رسولان واورا از بقیه طینت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفرید واین مقامات و کمالات داد که کسے ندیده بود و بطفیل او این کمالات در آخر زمان شائع و جلوه گر گردانید۔از ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت میکند او از پدر وجد خود رضے اللہ عنهم که رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود:۔ ابشروا واستبشروا انما مثل امتی مثل غیث لایدری اخره خیر ام اوله او کحدیقة اطعم فوجا منها عاما ثم اطعم فوجا منها عاما لعل اخرها فوجا ان یکون اعرضها عرضا واعمقها عمقا واحسنها حسناً۔یعنی خوشی ده باشید و خوش باشید بدرستیکه حال امت من مانند حال باران است دریافته نمی شود که آخر آن بهتر است یا اول آن یا حال امت من مانند باغ است خورانیده می شوم من ازان باغ قسمے ازمیوه سالے وقسمے درسالے دیگر۔شاید که قسم آخر آن پهناور تر باشد در پهناوری وعمق خوب تر باشد در خوبی۔

وازابی هریره در کتاب الزهد بیهقی آورده وهمچنین ازابن عباس مرویست که رسول خدا فرمود صلے اللہ علیه وسلم۔ من تمسک بسنتی، عند فساد امتی فله اجرمأته شهید۔ یعنی هر که لازم گیرد سنت مرانزدفاسد شدن امت من اوراثواب صد شهید باشد۔ ازین احادیث معلوم می شود که بعضے مردم در آخر زمان باشند که علوم و کمالات شان پهناور تر وعمیق تر ونیک تر باشند از دیگران وهر که سنت رامحکم گیرد درزمان فساد امت وغلبه کفر ومعاصی اور اثواب برابر صد شهید باشد واللہ اعلم۔

عروجات (یعنی ترقیات روحانی) کے بارے میں یہ جتنی باتیں بیان ہوئیں، یہ سب باتیں حق تعالیٰ نے ایک ہزار سال کے بعد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو عطا فرمائیں اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سابق میں سے کسی نے اس بارے میں کلام نہیں کیا تھا یہ تمام باتیں اس بات پر مبنی ہیں کہ پچھلی امتوں میں ہدایت خلق کیلئے ہر قرن اور ہر قریہ میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

یعنی ایسی کوئی بستی نہیں رہی جس میں کوئی پیغمبر نہ گزرا ہو (سورۃ فاطر:۲۴) اوران میں کے بعض مرتبہ رسالت تک پہنچے ہیں چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور اور رسولوں کی کل تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے ان میں ہر ہزار سال بعد یا اس کے لگ بھگ ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث

ہوتا رہا (مثلاً) حضرت آدم ﷺ کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح ﷺ اور ایسے ہی ان کے بعد حضرت ابراہیم ﷺ ان کے بعد حضرت موسیٰ ﷺ ان کے بعد عیسیٰ ﷺ اور ان کے بعد تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ (بہ حیثیت خاتم النبین تشریف لائے) نے ہدایت خلق کے سلسلے میں آپ کی نیابت کی تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ارشاد فرمایا ''علماء پیغمبروں ﷺ کے وارث ہیں'' اور ان کے درمیان ایک شخص زائد مرتبہ والا اسی طرح ہوتا ہے جیسے انبیاء کے درمیان رسول اور ایسا شخص ہر صدی کے سرے پر دین کی تجدید کیلئے برپا کیا جاتا ہے ابوداؤد وغیرہ نے آنحضرت (رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ) سے روایت کی ہے۔ ''یعنی حق تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کی تجدید کریگا'' اور جب ہزار سال گزر چکے اور اولوالعزم کی نوبت آئی تو حق تعالیٰ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق دوسری ہزاری (ہزار سال) کیلئے ایک مجدد پیدا کیا جو تمام اولیاء مجددین میں اسی طرح اولوالعزم ہوا جیسے نبیوں اور رسولوں میں گذرے ہیں اور اس مجدد (ہزار سالہ) کو تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بچے ہوئے خمیر سے پیدا کیا گیا اور اسے وہ مقامات وکمالات عطا فرمائے جو کسی نے نہ دیکھے تھے اور اس کے طفیل ان کمالات کو (اس) آخر زمانے میں ظاہر فرمایا حضرت امام جعفر صادق ﷺ کے فرزند سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد اور جد بزرگوار ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا یعنی لوگوں کو خوشخبری سناؤ کہ خوش رہو کہ تحقیق میری امت کا حال بارش کی مانند ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا آخر بہتر ہے یا اس کا اول یا پھر میری امت کا حال ایک باغ کی طرح ہے کہ جس باغ سے میں ایک سال ایک قسم کا میوہ کھاتا ہوں اور دوسرے سال دوسری قسم کا ہوسکتا ہے کہ اس کی آخری قسم زیادہ وسیع اور زیادہ گہری ہو اور زیادہ بہتر ہو۔

کتاب الزہد میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے اور ایسے ہی حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی ہے کہ حبیب کبریا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری سنت کو میری امت کے بگاڑ و بے راہ روی کے زمانے میں مضبوط پکڑا، تو اُس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا'' اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ آخر زمانے میں بعض ایسے لوگ ہونگے جن کے علوم وکمالات دوسروں سے وسیع تر عمیق تر اور خوب تر ہوں گے تو جو کوئی فساداتِ امت اور کفر ومعاصی کے غلبے کے زمانے میں سنت نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رہے تو اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(ارشاد الطالبین، مقام پنجم در مقامات قرب الٰہی، ص، ۶۲، تا، ۶۴، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

مفسر جلیل، مفکر اسلام، بیہقی وقت، حضرت علامہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی مظہری، حنفی، علیہ الرحمہ متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

علو مرتبۂ کشفهائے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دریافت باید نمود کہ از سرچشمۂ صحو سرزدہ وگاھے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع موید است وبعضے چنانست کہ شرع ازان ساکت است ومرتبۂ او در اولیاء مثل مرتبہ اولی العزم است در انبیاء۔

ترجمہ: (اب) حضور سیدی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکشوفات کے مرتبہ عالی کا اندازہ لگانا چاہئے سب کے سب صحو (صحت ہوش) کے چشمہ سے نکلے ہیں اور کبھی خلاف شرع واقع نہیں ہوئے بلکہ ان میں سے اکثر کی تائید میں خود شرع رہی ہے البتہ بعضے ایسے ہیں کہ شرع ان میں ساکت ہے (یعنی وہ خلاف شرع بھی نہیں مگر شرع سے مؤید بھی نہیں) اور حضور سیدی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا مرتبہ اولیاء اللہ میں ایسا ہے جیسے نبیوں میں اولوالعزم نبی کا ہو۔

(ارشاد الطالبین، فصل، دوم، در تحقیق ولایت کہ آن چیست، ص، ۱۸، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

قربِ الٰہی کے مقامات کا بیان:

مفسر جلیل، مفکر اسلام، بیہقی وقت، حضرت علامہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی مظہری، حنفی، علیہ الرحمۃ متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

بدانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ موصوف است بصفاتِ وجودیہ حقیقیہ و اضافیہ و صفات سلبیہ و اسمائے حسنیٰ چنانچہ قرآن و حدیث بدان ناطق است و از کشفِ اولیاء ثابت است کہ اسمایے و صفاتِ الٰہی را ظلال اند و اسما و صفات الٰہی مبادی تعینات انبیاء و ملائکہ اند و ظلال مبادی تعینات دیگران اند اگر کسے گوید کہ عقل و شرع تجویز نمی کند کہ اسما و صفاتِ الٰہی را ظلال باشند۔ خود مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در مکتوب صد و بست و دوم از جلد ثالث نوشتہ اند کہ واجب تعالیٰ را ظل نبود کہ ظل موھم تولید مثل است و منبئ از شائبہ عدم کمال لطائف اصل۔ ہر گاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدایے محمد را چگونہ ظل باشد۔

جواب گفتہ شود کہ مراد از ظلال نہ آنست کہ عوام آنرا فھمند بلکہ مراد آنست کہ لطائف انداز مخلوقات الٰہی کہ آن را نسبت تام است با اسما و صفاتِ الٰہی کہ بدان مناسبت واسطہ می شوند برائے رسانیدن فیض وجود و توابع وجود از اسما و صفات الٰہی با عالمیان بدین مناسبت آن را بنا بر مسامحت ظل گفتہ می شود یا در حالتِ سکر ظل دانستہ می شود چنانچہ حضرت مجدد در ھمان مکتوب نوشتہ اند کہ این قسم علوم اگر اثبات نسبت نماید در میان واجب تعالیٰ و ممکن کہ شرع مابہ ثبوت آن وارد نشدہ است ھمہ از معارفِ سکریہ است۔ موجود در خارج، بالذات و بالا ستقلال حضرت ذات است و صفات ثمانیہ حقیقیہ او تعالیٰ و تقدس ماسوایے آن ہر چہ باشد بایجاد او تعالیٰ، موجود گشتہ است و ممکن و مخلوق و حادث است و ھیچ مخلوق ظل خالق نیست۔ این علم ظلیت عالم سالک را در راہ بسیار بکار می آید و کشان کشان آن با صر می برد۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ صفاتِ وجودیہ حقیقیہ واضافیہ نیز صفاتِ سلبیہ اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اس پر ناطق ہیں اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کشف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ظلال ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے مبادی تعینات ہیں اور دوسرے انسانوں کے مبادی تعینات اسماء وصفات کے ظلال ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عقل وشرع اس امر کی تائید نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ظلال (سائے) ہوں۔ خود مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ایک سو بائیس ۱۲۲ جلد سوم میں تحریر فرمایا ہے کہ واجب تعالیٰ کا ظل (سایہ) نہیں ہوسکتا کیونکہ ظل کے ماننے سے واجب کے مثل ہستی کا وہم پیدا ہوتا ہے یہ کہ اصل (یعنی ذات واجب الوجود) اپنی لطافتوں میں کامل نہیں ہے۔ جب لطافت کے سبب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا جل جلالہ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلال سے وہ مراد نہیں ہے جو عوام سمجھتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لطائف اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان لطائف کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے کامل نسبت حاصل ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے وجود اور اس کے توابع کا فیض پہنچانے میں یہ واسطہ بنتے ہیں اور اسی مناسبت کے باعث آسانی فہم کے لئے انہیں ''ظل'' کہہ دیتے ہیں یا حالت سکر میں وہ ظل پہچانے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ اس نوع کے علوم اگر واجب تعالیٰ اور ممکن کے درمیان ایسی نسبت ثابت کریں جس کا ثبوت ہماری شریعت میں پایا نہیں گیا ہے تو یہ سب کچھ محض حالات سکر کے

معارف ہیں ورنہ خارج بالذات اور بالاستقلال حق تعالیٰ ہی کی ذات ہے یا اس ذات بزرگ و برتر کی آٹھ صفاتِ حقیقیہ! اس سوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے باعث موجود ہوا ہے اور وہ (سب) ممکن، مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق خالق کی ظل نہیں ہے۔ظلیت کا یہ عالم راہ سلوک میں عالمِ سالک کے بہت کام آتا ہے اور کشاں کشاں اس کو اصل کی طرف لے جاتا ہے۔

وفقیر گوید آنچه در حدیث وارد شده است ان الله تعالیٰ سبعین الف حجاب من نور و ظلمة لو کشف لاحرقت سبحات وجهه ما انتهی الیه بصره من خلقه۔ یعنی بدر ستیکه برائے خدائے تعالیٰ هفتاد هزار حجاب اند از نور و ظلمت اگر دورمی شدند آن حجا بهاهر آئینه می سوخت روشنی روئے اوبانتهاے بصر او از خلق او۔ وحدیثے دیگر نیز مسلم روایت کرده است حجابه النور لو کشف لاحرقت سبحات وجهه ماانتهی الیه بصره من خلقه۔ یعنی حجاب او تعالیٰ نور است اگر دورمی شد هر آئینه می سوخت روشنی روئے اوبانتهاے بصر او از خلق ودر حدیثے دیگر آمده است که جبریل گفت:۔ یامحمد دنوت من الله دنو امادنوت منه قط فقال کیف کان یاجبریل قال کان بینی و بینه، سبعون الف حجاب من نور ۔ یعنی اے محمد نزدیک شدم من از خدا بحدیکه گاهے نزدیک نشده بودم او راازین چنین۔ آنحضرت صلی الله علیه وسلم فرمود که چگونه بوداے جبریل گفت که میان من و او هفتاد هزار پرده از نور بود۔ شاید که مراد ازین حجاب همیں ظلال باشند یعنی اگر خلقت ظلال نبودے عالم معدوم شدے لغناء ذاته تعالیٰ عن العالمین ۔یعنی سبب بے پروان بودن ذات او از عالمیان ولفظ سبعون در کلام عرب برائے کثرت می آید۔

وآنچه درحدیث حجب نور و ظلمت وارد شده مؤید قول صوفیان است که مبادی تعینات مومنین حجب نورانی اند که ظلال اسم الهادی، اندو مبادی تعینات کفار حجب ظلماتی اند که ظلال اسم المضل اند غوث الثقلین می فرماید خرقت جمیع الحجب حتیٰ وصلت الی، مقام لقد کان جدی فادنانی یعنی دریدم تمام حجا بهاتا که رسیدم من جائیکه بود جدمن پس نزدیک کرد مرا تاآنکه تجاوز کردم ازجمیع مراتب ظلال که ولایتِ صغریٰ ازان عبارت است ورسیدن بمبدأتعین محمد صلی الله علیه وسلم که درمرتبۂ صفاتست که آن راولایت کبریٰ نامند۔

سوال: اسماو صفات الٰهی وظلال آنهار اچرا مبدأتعین انسان می گویند۔

جواب: چون دانسته شد که ان الله لغنی عن العالمین پس برائے آن صفات وظلال برائے رسانیدن فیض الٰهی از وجود وتوابع وجود واسطه می شود

ظلال پیدا نہ کیے جاتے تو عالم معدوم ہو جاتا:

اور فقیر (قاضی ثناء اللہ مجددی) عرض کرتا ہے کہ یہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے:

ان الله تعالیٰ سبعین الف حجاب من نورٍ ظلمةٍ لو کشف لاحرقت سبحات وجهه ماانتهیٰ الیه بصرهٖ من خلقه۔

یعنی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجابات ہیں اگر وہ حجابات ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا نور منتہائے نظر تک مخلوق کو جلا ڈالے۔

اور مسلم نے ایک اور حدیث روایت کی ہے:

حجابۃ النور لو کشف لا حرقت سبحات وجھہ ماانتھیٰ الیہ بصرۃ من خلقہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر یہ حجاب ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ کے چہرے کے نور سے منتہائے نظر تک مخلوق جل اٹھے۔

اور ایک دوسری حدیث بھی ہے:

یا محمد دنوت من اللہ دنوا مادنوت منہ فقط فقال کیف کان یا جبریل قال کان بینی و بینہ سبعون الف حجاب من نور۔

یعنی (حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا) ''اے محمد (ﷺ) ایک مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہوا کہ کبھی اس قدر قریب نہ ہوا تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے جبریل پھر کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور میرے درمیان نور کے ستر ہزار حجابات تھے۔ ممکن ہے ان حجابات سے مراد یہی ظلال ہوں یعنی اگر ظلال پیدا نہ کئے جاتے تو عالم معدوم ہوجاتا لغناء ذاتہ تعالیٰ عن العالمین کیونکہ ذات الٰہی سارے عالمین سے مستغنی (بے نیاز) ہے۔ اور کلام عرب میں ستر کا عدد کثرت کے لئے بولا جاتا ہے۔

اور جو کچھ نور و ظلمت کے حجابات والی حدیث میں بیان ہوا ہے اس سے صوفیوں کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اہل ایمان کے مبادی تعینات حجابات نورانی ہیں جو اسم ''الہادی'' کے ظلال ہیں اور کافروں کے مبادئ تعینات حجاباتِ ظلمانی ہیں جو اسم ''المضل'' کے ظلال ہیں۔ غوث الثقلین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

خرقت جمیع الحجب حتیٰ وصلت الیٰ مقام لقد کان جدی فادنا فی یعنی میں نے تمام پردے چاک کردیئے تاکہ میں وہاں پہنچ جاؤں جہاں میرے جد اعلیٰ ﷺ پہنچے ہوئے تھے۔ پس مجھ کو قریب کردیا یہاں تک کہ میں جمیع مراتب ظلال سے کہ اسے ولایت صغریٰ کہتے ہیں، آگے بڑھ گیا اور محمد ﷺ کے مبدء تعین تک پہنچا جو مرتبہ صفات میں ہے جس کو ''ولایت کبریٰ'' کہتے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور ان کے ظلال کو انسان کا مبدء تعین کیوں کہتے ہیں؟

جواب: جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (سورۃ العنکبوت:۶)

پس یہ صفات اور ظلال وجود اور توابع وجود سے فیض الٰہی کو (انسان تک) پہنچانے کا واسطہ بنتے ہیں (اس لئے ان کو انسان کا مبداء تعین کہتے ہیں)

سوال: تعین ہر شخصے فرع وجود اوست باھمین وجوہ چنانچہ در حلقہ مقرر است پس اسما و صفات بانفسہا مبادی تعینات عالم می تواند شد پس وجود ظلال چہ در کار است و اگر مبادی تعینات نمی تواند شد پس مبادئ تعینات انبیاء و ملائکہ چگونہ شدند۔

جواب: آنکہ مبادی تعینات می تواند شد لیکن در پیدائش ظلال و ساختن آن واسطہ برائے رسانیدن فیض حکمتے خواھد بود و اللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر تمام مبادی تعینات صفات و اسما بانفسہامی بودند۔ تمام عالم در رنگ انبیاء و ملائکہ معصوم می بودند و مقتضائے ذات ہر یک جذب مطلق می بود و مقتضائے صفات جلالی و جمالی آن بود کہ بعضے مومن باشند و بعضے کافر و بعضے صالح و بعضے فاسق تا آثار رحمت و قھر و غیرہ صفات ھم بمنصۃ ظھور آید۔ قال اللہ تعالیٰ:۔ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا و لکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین یعنی اگر میخواستیم ھر الیہ میدادیم ھر کس راھدایت او ولیکن ثابت شدہ است تقدیر از من ھر آئین پر خواھم کرد جھنم از جنیان و آدمیان

فائدہ: تفاوت در مبادی تعینات انبیاء و ملائکہ آنست کہ در صفات الٰھی دو اعتبار جاریست۔ یکے جھت وجود شان فی انفسھا۔ دوم

۱۴۵/۱۶

جهت قیام شان بذات حق تعالیٰ۔ پس صفات از جهت اول مربی انبیاء اندو بجهت ثانی مربی ملائکه اند پس ولایت ملائکه نسبت بولایت انبیاء اعلیٰ و اقرب است بسوئے خدائے تعالیٰ لیکن ملائکه رااز مقام خود ترقی نیست که مفهوم کریمه وما منآ الا له مقام معلوم یعنی نیست، کسے از ما یعنی ملائکه مگر آنکه اور امقام است معلوم که ترقی ازان نیست و انبیاء را ترقیات است هم بمقام ملائکه وهم بالاتر ازان که کمالات نبوت ورسالت و کمالات اولو العزم اندالیٰ غیر ذالک ازین جهت انبیاء از ملائکه افضل گشتند۔ چنانچه عقیدۂ اهل حق است۔

سوال: ہر شخص کا تعین اس کے وجود کی فرع ہے ان ہی وجوہ کے مطابق جیسے کہ ''حلقہ تعین'' میں اس کا مقام مقرر ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات خود ہی عالم کے مبادیٔ تعینات ہو سکتے ہیں پس (ایسی صورت میں) ظلال کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور اگر مبادی تعینات نہیں ہو سکتے تو پھر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے مبادی تعلقات کس طرح بنے ہیں؟

جواب: گو مبادی تعینات بن سکتے تھے لیکن ظلال کی پیدائش اور ان کو فیض پہنچانے کا واسطہ بنانے میں کوئی حکمت ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ صفات واسماء خود تمام کے تمام ہی مبادیٔ تعینات ہو جاتے تو تمام عالم انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے ہم رنگ اور معصوم ہوتا اور ہر فرد کی ذات کا تقاضہ ہوتا کہ اسے مطلق جذب حاصل ہو۔ لیکن جلالی اور جمالی صفات کا مقتضاء یہ تھا کہ بعضے مومن رہیں اور بعضے کافر بعضے صالح رہیں اور بعضے فاسق تا کہ صفات رحمت وقہر وغیرہ کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

یعنی اگر ہم چاہتے تو یقیناً ہر نفس کو ہدایت دے دیتے لیکن میری تقدیر اٹل ہے کہ بلا شبہ میں جنوں اور انسانوں سے دوزخ بھروں گا۔ (سورۃ السجدۃ: ۱۳)

انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعین کا فرق:

فائدہ: انبیاء اور ملائکہ کے مبادیٔ تعینات میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں دو اعتبار جاری ہیں، ایک تو نفوس کے وجود کی جہت سے اور دوسری اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کے قیام کی جہت سے پس صفاتِ حق جہت اول کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کی مربی ہیں اور دوسری جہت کے اعتبار سے ملائکہ کی مربی ہیں، پس ملائکہ کی ولایت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی ولایت کے حق تعالیٰ سے زیادہ اقرب واعلیٰ ہے لیکن ملائکہ اپنے مقام سے ترقی نہیں کر سکتے اس آیت کریمہ کے مفہوم کے مطابق کہ:

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ

یعنی ہم (ملائکہ) میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا اپنا مقام معلوم (اور معین ہے)۔ (سورۃ الصافات: ۱۶۴)

جس سے آگے ترقی ممکن نہیں اور (اس کے برعکس) انبیاء کے لئے ملائکہ کے مقام تک نیز اس سے بالاتر کمالاتِ نبوت ورسالت اور کمالات اولوالعزم اور ان کے علاوہ بھی ترقیات (کھلی ہوئی) ہیں اور اسی پہلو سے انبیاء ملائکہ علیہم السلام سے افضل قرار پائے ہیں اہل حق کا عقیدہ یہی ہے۔

چون این همه تمهید مذکور شد پس بدانکه بسبب ریاضت و عبادت و متابعت صاحبِ شریعت صلی الله علیه وسلم و تاثیر صحبت آن

سرور علیه الصلوٰة والسلام بے واسطه یا بواسطۂ کثیره چون صوفی از مقام خود راقربیت حق سبحانه تعالیٰ ترقی میکند با آنکه آن صوفی، رابا جناب الٰهی آنقدر قرب بهمر سد که اصل اور است یعنی ظل راکه مبدء تعین اوست آن زمان بر صوفی در اصطلاح اطلاق ولی، کرده می شود و مراتب قرب هر چند بیچون و بیچگون اند لیکن در عالم مثال تمام عالم بصورتِ دائره بنظر کشفی می درآید وآن را عالم امکان می گویند و عرش مجید بصورت قطر دائره بنظر می آید و در قوس تحتانی عناصر اربعه و نفس مشهود میگر ددو لطائف پنجگانه عالم امر در قوس فوقانی ظاهر می شود واز گذشتن آن ظلال اسماو صفات هم بصورت دائره مشهود می شود و صوفی خود را در عالم مثال می بیند گویا سیر می کند و ترقی می نمایدتا بحدیکه در دائره ظلال داخل می شود و بااصل خود می رسد و در رنگ اصل می، یابدو بوجود اصل باقی می بیند و خود را دران فانی و مستهلک می بیند بقسمے که از خود هیچ عین واثر نمی یابدو بوجود اصل باقی می بیند۔ واین سیر را در اصطلاح سیر الی اللہ گویندواین دائره ظلال دائره ولایت صغریٰ وولایت اولیاء باشد۔

اکثر اولیاء همیں ظلال رادائرۂ صفات گفتند۔ وصفات راعین ذات دانستند در حالت سکر بانا الحق قائل شده اند۔ بعدازان چون ازمبداءتعین خودترقی کرده در دائرۂ ظلال سیر واقع شودآن سیر راسیر فی اللہ می گویندو در حقیقت این سیر الی اللہ است

سیرِ الی اللہ یاولایتِ صغریٰ

جب یہ ساری تمہید بیان ہوچکی تو اب سمجھ لو کہ ریاضت وعبادت اور صاحب شریعت ﷺ کی کامل پیروی اور آں سرور ﷺ کی راست یا بہت سے واسطوں کے ذریعہ تاثیر صحبت حاصل کر کے جب صوفی اپنے مقام سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی اقربیت کے مدارج میں اس حد تک ترقی کرتا ہے کہ اس کو بارگاہِ حق میں اس کی اصل یعنی اس ظل کے قریب جو اس کا مبداءِ تعین ہے قرب میسر آجاتا ہے تو اس نوبت پر اصطلاحی زبان میں ''اطلاق'' کا لفظ بولا جاتا ہے اور قرب الٰہی کے مراتب گو کہ بے کیف وکم ہوتے ہیں لیکن عالمِ امثال میں تمام عالم ایک دائرے کی صورت میں منکشف ہوتا ہے اور اس کو ''عالم امکان'' بھی کہتے ہیں۔ اور عرش مجید دائرے کے قطر کی صورت نظر آتا ہے اور نیچے والی قوس (دائرہ کا حصہ) میں نفس اور چاروں عناصر مشہود ہوتے ہیں اور عالم امر کے پانچوں لطائف اوپر والی قوس میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس سے آگے پہنچ کر اسماء وصفات کے ظلال بھی دائرہ کی صورت میں مشہود ہوتے ہیں اور صوفی اپنے آپ کو عالم مثال میں دیکھتا ہے کہ گویا سیر کرتا جارہا ہے اور ترقی کرتا جارہا ہے یہاں تک کہ دائرۂ ظلال میں داخل ہوکر اپنی اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ اور خود کو اصل کے رنگ میں پاتا ہے اور اپنے آپ کو وجود میں اصل ہی دیکھتا ہے اور (اپنی ذات کو) اس میں اس درجہ مٹا ہوا اور معدوم دیکھتا ہے کہ اپنی ہستی کے عین یا اثر کو بھی محو پاتا ہے اور وجود میں اصل ہی کو دیکھتا ہے اس سیر (روحانی) کو اصطلاح میں ''سیر الی اللہ'' کہتے ہیں اور ظلال کا یہ دائرہ ''ولایت صغریٰ'' اور ولایت اولیاء کہلاتا ہے۔

اکثر اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے ان ہی ظلال کو دائرۂ صفات کہا ہے اور صفات کو عین ذات جانا اور حالت سکر میں انا الحق کہہ بیٹھے ہیں اس کے بعد جب اپنے مبداءِ تعین سے ترقی کر کے دائرۂ ظلال کی سیر شروع ہوتی ہے تو اسے ''سیر فی اللہ'' کہتے ہیں اور حقیقت میں یہ ''سیر الی اللہ'' ہے۔

فائده۔ بدان اے برادر که هر چند صفات حقیقیه حق تعالیٰ هفت اندیاهشت اند۔ چنانچه علماء کلام بدان تکلم کرده اند۔ اما جزئیات آن صفات وغیر هانهایت ندارند اسماء حسنیٰ بعبارتے بودند درآن احادیث دیگر اسما و در توریت هزار اسم مذکور شده۔ اما درآن

منحصر نباید دانست که نهایت ندارند حق تعالیٰ می فرماید:۔ ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام و البحر یمده من بعده سبعة ابحر مانفدت کلمات اللہ۔ یعنی اگر تمام اشجار زمین قلم ها شوند و دریا و هفت دریا دیگر اینچنین سیاهی باشند کلمات الٰهی بپایان نرسند یعنی کلمات مدح که بر صفات و کمالات دارند تمام نشوند چنانچه سعدی گفته

نه حسنش غایتے دارد نه سعدی راسخن پایان		بمیرد تشنه مستسقی و دریا همچنان باقی

چنانچه صفات حق تعالیٰ غیر متناهی اند ظلال صفات هم غیر متناهی اند حق تعالیٰ می فرماید آیه۔ ماعندکم ینفد و ماعند اللہ باق یعنی هر چه نزد شما است فانی است و هرچه نزد خداست باقی است پس اگر در ولایت صغریٰ و مراتب ظلال کسے بتفصیل سیر کند ابدالاباد منقطع نشود لیکن هر کس در مراتب ظلال هر قدر که در حق او مقدر است سیر می کند و نیز ظل را ظلے باشد و آن را ظلے دیگر در مرتبۂ ثانیه و ثالثه و رابعه الیٰ ماشاء اللہ می باشد۔ صوفی در مرتبۂ ترقی عروج کرده با اصل خود میرسد و در آن فانی می شود و از ان ترقی کرده در اصل آن فانی می شود همچنین بهر ظل که میرسد خود را در آن فانی و مستهلک می بیند و بوجود آن باقی مے نماید۔ همین است معانی بیت مولانائے رومی که گفته:

هفصد و هفتاد قالب دیده ام		همچو سبزه بارها روئیده ام

اسماء وصفات اوران کے ظلال نامتناہی ہیں:

فائدہ: اے بھائی سمجھ لے کہ حق تعالیٰ کی صفاتِ حقیقیہ جیسا کہ متکلمین نے اس باب میں کلام کیا ہے اگرچہ سات یا آٹھ ہیں لیکن ان صفات کی جزئیات وغیرہ کی کوئی انتہا نہیں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو صرف اسی گنتی تک محدود نہ سمجھنا چاہئے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں یا ایک ہزار نام جو توریت میں مذکور ہوئے کیونکہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ۔

یعنی زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر بلکہ اس جیسے سات سمندر بھی سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔ (سورۃ لقمان: ۲۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات جو اس کی صفات و کمالات سے متعلق ہوں کبھی نہ ختم ہوں جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے:

نه حسنش غایتے وارد نه سعدی راسخن پایان		بمیرد تشنه مستسقی و دریا همچنان باقی

ترجمہ: نہ تو اس کے حُسن کی کوئی انتہا ہے نہ سعدی کا (تعریف کرتے کرتے) کا کلام ختم ہوتا ہے، گویا ایک پیاسا پانی پی پی کر مر جاتا ہے مگر دریا (پھر بھی اسی طرح) باقی ہوگا۔

جس طرح حق تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اسی طرح ان کے ظلال بھی غیر متناہی ہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۔ یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے۔ (سورۃ النحل: ۹۶)

پس ولایت صغریٰ اور مراتب ظلال میں اگر کوئی تفصیلی سیر کرتا رہے تو ابدالآباد تک (یہ سیر) ختم نہ ہو لیکن (بات یہی ہے کہ) ہر شخص مراتب ظلال میں اپنے حصہ

تقدیری کے مطابق ہی سیر کرتا ہے۔۔۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہر ظل کا ایک ظل ہوتا ہے اور پھر اس ظل کا ایک ظل دوسرا، تیسرا، چوتھا وغیرہ جہاں تک اللہ چاہے۔ صوفی عروجی ترقی میں ایک درجہ طے کر کے اپنے اصل میں آ کر اس میں فانی ہو جاتا ہے اور پھر اس سے ترقی کر کے اس درجہ کے اصل میں فانی ہوتا ہے اسی طرح جس ظل تک پہنچتا ہے اسی میں اپنے آپ کو فانی اور مستہلک اور وجود حق میں خود کو باقی دیکھتا ہے۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے یہی معنی ہیں فرماتے ہیں۔

هفصد و هفتاد قالب دیده ام		همچو سبزه بارها روئیده ام

ترجمہ: میں نے سات سو ستر قالب دیکھے ہیں اور سبزہ کی کئی بار نمو پائی ہے۔

بعدازان اگر عنایت شامل حال صوفی شود ازان جاعروج واقع شود و بمتابعت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دخول در دائرۂ اسماو صفات میسر گردد که اصل این دوائر ظلال است وسیریکه درآن واقع شود سیرفی اللہ خواهد بود و شروع در ولایت کبریٰ خواهد بود که، ولایت انبیاء علیهم السلام است۔ دیگران رابه تبعیت این دولت رسیده هر کرا رسیده نهایت عروج لطائف پنجگانۂ عالم امر نهایت این دائره است۔ بعدازان بمحض فضلِ الٰهی جل شانهٗ ازین مقام عروج واقع شود۔ سیر دائرۂ حصول اینها خود بود و اگر گذشت آن دائرۂ اصول و بعداز طے آن دائرۂ فوقانی ظاهر می شود حضرت مجددالف ثانی رحمة اللہ علیه می فرمایند که چون غیر قوسے ظاهر نشده بهمان، قوس اختصار کرده اند درین سرے خواهد بود که برآن اطلاع بخشیدند و این اصول سه گانه اسما و صفات که مذکور شدند مجرد اعتبارات اند در حضرت ذات تعالیٰ و تقدس حصول کمالات این اصول سه گانه مخصوص بنفس مطمئنه است و حصول اطمینان نفس همدرین موطن میسر گردد و درهمین مقام شرح صدر حاصل می شود و سالک باسلام حقیقی مشرف میگردد و نفس مطمئنه بر تخت صدر جلوس می فرماید و بمقام رضا ارتقامی نماید این موطن منتهائے ولایت کبریٰ انبیاء علیهم السلام است۔

سیر فی اللہ:

اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت صوفی کے شامل حال ہو تو وہاں سے عروج حاصل ہوتا ہے اور پیغمبر خدا ﷺ کی متابعت کے طفیل اسماء وصفات کے دائرے میں رسائی میسر آتی ہے اس لئے کہ ان دائروں کی اصل ظلال ہیں اور جو سیر اس میں ہوتی ہے وہ ''سیر فی اللہ'' ہوگی اور یہیں سے ولایت کبریٰ کا آغاز ہوگا جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے غیر نبی میں یہ دولت جس کسی کو ملی ہے انبیاء علیہم السلام کی کامل پیروی سے ملی ہے عالم امر کے پانچوں لطائف کے عروج کی انتہا یہ دائرہ ہے۔

انبیاء کی ولایتِ کبریٰ کا منتھا:

اس کے بعد محض اللہ جل شانہٗ کے فضل سے اس مقام سے بھی عروج حاصل ہوتا ہے تو دائرہ حصول کی سیر نصیب ہوتی ہے، پھر اس سے گزر کر دائرہ اصول کی سیر اور اس کو طے کرنے کے بعد ''دائرۂ فوقانی'' ظاہر ہوتا ہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب دوسرا قوس ظاہر نہ ہوا تو (اہل سلوک) یہیں رک گئے ہیں (حالانکہ) اس کے اندر ایک سیر ہوتی ہے جس سے انہیں مطلع نہیں کیا گیا، اسماء وصفات کے یہ سہ گانہ اصول جن کا ذکر اوپر کیا گیا ذات تعالیٰ و تقدس کی جناب میں محض اعتبارات ہیں ان سہ گانہ اصول کے کمالات کا حصول نفس مطمئنہ سے مخصوص ہے۔ اطمینان نفس اسی موطن میں میسر آتا ہے اور اسی مقام

پر شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ تختِ صدر پر جلوس کرتا ہے اور مقامِ رضا تک ترقی کرتا ہے یہ موطن انبیاء کی ولایتِ کبریٰ کا منتہا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند کہ چون سیر تابایں جا رسانیدم متوہم شد کہ کار تمام شد نداداد ند کہ این ہمہ تفصیل اسم الظاہر شد کہ یکبازوئے طیران است و اسم الباطن متعلق از مبادیٔ تعینات ملأ اعلیٰ است و شروع درین سیر نمودن قدم نہادن است در ولایت علیا ولایت ملائکہ۔ حضرت مجدد می فرمایند کہ بعد از حصول دو جناح اسم الظاہر و اسم الباطن چون طیران واقع شد معلوم شد کہ ترقیات بالا صالت نصیب عنصر ناری است و عنصر ہوائی و عنصر آبی کہ ملائکہ را ازین عنصر سہ گانہ نصیب است چنانچہ وارد شدہ کہ بعضے از ملائکہ از نار و ثلج مخلوق اندو تسبیح شان سبحان من جمع بین النار و الثلج است۔

وفوق آن بفضل الٰہی چون سیر واقع شود شروع در کمالات نبوت خواہد بود حصول این کمالات مخصوص انبیاء است علیہم السلام وناشی از مقام نبوت است کمال تابعان انبیاء را نیز بہ تبعیت ازان کمالات نصیب است و درمیان لطائف انسانی حظ وافر ازین کمالات بعنصر خاک است و سائر عناصر و لطائف عالم خلق و عالم امر تابع آن ہستند و چون این عنصر مخصوص بہ بشر است خواص بشر از خواص ملائکہ افضل گشتند کمالات جمیع ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا ہمہ ظلال کمالات نبوت و شبح و مثال آنست در دائرہ کمالات نبوت چون بمرکز میرسند آن مرکز بصورت دائرۂ ظاہر می شود و آن دائرہ کمالات رسالت است کہ بالا صالت بانبیاء مرسل مخصوص است دیگر ہر کرا میسر شود بطفیل و تبعیت میسر شود و چون بمرکز آن دائرہ ثانی رسیدہ می شود آن مرکز ہم بصورت دائرہ ظاہر می شود کہ آن دائرہ کمالات اولو العزم است عالی است از مثالیت انبیاء اولو العزم را چون این منصب دہند قیام اشیاء بوے باشد بعضے صاحب دولتان از اولیا باشند کہ بہ تبعیت انبیاء این منصب بوے عطا می شود۔

سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب سیر سلوک میں میں یہاں تک پہنچا تو گمان یہ ہوا کہ کام انجام کو پہنچ گیا۔ غیب سے ندا آئی کہ یہ تمام تفصیل تو اسم ''الظاہر'' کی تھی جو پرواز کا ایک بازو ہے اور اسم ''الباطن'' ملأ اعلیٰ کے مبادی تعینات سے متعلق ہے اور اس سیر کی ابتدا کرنا گویا ''ولایت علیا'' یعنی ولایت ملائکہ میں قدم رکھنا ہے۔ سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسم الظاہر اور اسم الباطن کے دو پروں کے حصول کے بعد جب سیر شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ ''اصالت'' کی ترقیات عنصر ناری، عنصر ہوائی اور عنصر آبی کا حصہ ہیں کہ یہی تینوں عناصر ملائکہ کا حصہ ہیں جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ ملائکہ میں سے بعض آگ اور برف سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی تسبیح ہی سبحان من جمع بین النار و الثلج ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب اس سے آگے سیر حاصل ہوتی ہے، تو کمالات نبوت کی ابتداء ہوتی ہے یہ کمالات انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص اور مقام نبوت سے ناشی ہیں انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو بھی اتباع کے ذریعہ ان کمالات سے حصہ ملتا ہے اور انسانی لطائف میں ان کمالات سے وافر حصہ عنصر خاک اور عالم خلق کے جملہ عناصر اور عالم امر کے کل لطائف اس (عنصر خاک) کے تابع ہیں چونکہ یہ عنصر انسان سے مخصوص ہے اس لئے بشر کے خواص ملائکہ کے خواص سے افضل ہوئے۔ ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیا سب کے سب کمالاتِ نبوت و شبح کے ظلال ہیں اس کو یوں سمجھو کہ کمالات نبوت کے دائرے میں جب اس کے مرکز پر پہنچتے ہیں تو وہ مرکز دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ کمالات رسالت کا دائرہ ہے جو بالا صالت انبیائے مرسل سے مخصوص ہے

جو کسی دوسرے کو ملتا ہے تو محض اتباع کے طفیل ملتا ہے۔ پھر جب دوسرے دائرے کے مرکز پر رسائی ہوتی ہے تو وہ مرکز بھی دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ دائرہ ''کمالات اولعزم'' کا دائرہ ہے جو مثالیت سے بالاتر ہے۔ انبیاء اولعزم ﷺ کو جب یہ منصب عطا ہوتا ہے تو وہ اشیاء کے قیام (وبقا) کا ذریعہ بنتے ہیں اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے بھی بعضے ایسے اصحابِ دولت ہوتے ہیں جنہیں یہ منصب انبیاء کی اتباع کے سبب عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند کہ چون این سیر بانجام رسانیدم مشہود گشت کہ اگر با لفرض قدم دیگر در سیر افزاید در عدم محض خواہدافتاد اذلیس ورآئہ الا العدم المحض اے فرزند ازین ماجرا در توہم نیفتی کہ عنقادر شکار آمد فہو سبحانہ بعد وراء الوراء ثم ورآء الورآء یعنی حق تعالیٰ ہنوز وراء الورا پس وراء الورا است این ورائیت نہ باعتبار حجب است چہ حجب تمام مرتفع گشتہ بلکہ باعتبار ثبوت عظمت و کبریائی است کہ مانع ادراک است فہو سبحانہ اقرب فی الوجود و ابعد فی الوجدان۔ یعنی حق تعالیٰ در وجود قریب تر است و درادراک بعید تر بعضے مکمل مرادان باشند کہ درون سراوقات عظمت و کبریائی بطفیل انبیاء علیہم السلام ایشان را جا دہند و محرم بارگاہ سازند فعومل معہم ماعومل این معاملہ مخصوص بھیئت وحدانی انسانست کہ از مجموعۂ عالم خلق و عالم امر ناشی، گشتہ مع ذالک رئیس درین موطن سیر عنصر خاک است کمالات این مقام مخصوص بھیئت وحدانی است این چنین کس بعد قرون متطاولہ ہزارہا سالہ پیدا می شود و ظہور سراوقات عظمت و کبریائی متعلق بحقیقت کعبۂ ربانی است۔

سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں اس سیر کی انتہاء پر پہنچا تو مجھ پر یہ بات کھلی کہ اگر بالفرض سیر سلوک میں دوسرا قدم بڑھایا گیا تو وہ قدم عدم محض میں جا پڑے گا: کیونکہ اس سے آگے عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں۔

اے عزیز! اس معاملہ سے تم اس وہم میں نہ پڑنا کہ عنقا کو شکار کر لیا فہو سبحانہ بعد وراء الوراء ثم وراء الوراءِ یعنی ذاتِ حق اب بھی دور ہی دور اور اس تصور دوری سے بھی دور ہے۔ یہ ورائیت (یعنی دور ہونا) حجابات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجابات تو سب اٹھ چکے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ (اب) عظمت و کبریائی کی منزل آ گئی جو فہم سے بالاتر ہے۔

فہو سبحانہٗ اقرب فی الوجود و ابعد فی الوجدان۔

یعنی حق تعالیٰ اپنے وجود کی اعتبار سے قریب ترین ہے لیکن فہم و ادراک سے بہت دور ہے۔

بعضے مکمل افراد ایسے ہوتے ہیں جو انبیاء ﷺ کی پیروی کے طفیل اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی میں بار پا جاتے ہیں اور انہیں محرم راز بنایا جاتا ہے۔ فعو مل معہم ماعومل یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالمِ امر کے مجموعہ سے پیدا ہوئی ہے اور پھر بھی اس کو عنصر خاک کی [illegible] ری ہے اس مقام کے کمالات ہیئت وحدانی سے مخصوص ہیں۔ ایسا فرد ہزار ہا ہزار سال کی مدت دراز بعد پیدا ہوتا ہے اور (یاد رکھو کہ) عظمت و کبریائی کے ظہور کا تعلق حقیقت کعبۂ ربانی سے ہے!

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند بعد از مرتبۂ علیا نور صرف کہ آن را این فقیر حقیقت کعبۂ ربانی یافتہ مرتبہ ایست بس عالی کہ حقیقت قرآن است کعبہ بحکم قرآن قبلہ آفاق شدہ حضرت شیخ سیف الدین می فرمودند کہ علامت انکشاف انوار قرآن مجید غالباً ورودِ ثقلی بر باطن عارف است گویا کریمہ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا بدر ستیکہ ما بر تو نازل کنیم کلام ثقیل ایماء باین معرفت دارد۔

حضرت مجدد رضی اللہ عنہ می فرمایند کہ فوق این مرتبہ مقدسہ مرتبہ ایست بس عالی کہ حقیقت صلوٰۃ است تواند بود کہ ایماء باین حقیقت صلوٰۃ رفتہ باشد آنچہ در قصۂ معراج آمدہ کہ قف یا محمد فان اللہ یصلی۔یعنی باش اے محمد کہ خدا نماز می گذارد یعنی عبادتیکہ شایان مرتبہ تجرد و تنزہ بود مگر از مراتب وجود صادر گردد فھو العابد وھو المعبود۔درین مرتبہ کمال وسعت و امتیاز بیچو نست۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند کہ استلذاذیکہ در حین ادائے صلوٰۃ است نفس را در آن حظے نیست و در عین التذاذ در نالہ و فغانست ورتبہ نماز در دنیا رتبۂ رویت است در آخرت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند کہ دولت رویت کہ سرور عالمیان را در شب معراج وبھشت میسر شدہ بود در دنیا در نماز میسر می شدو لھذا فرمودٌ الصلوٰۃ معراج المؤمنین وفرمود اقرب مایکون العبدمن الرب فی الصلوٰۃ۔حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند ھر چند در دنیا رویت نیست اما کالرویۃ است یعنی در نماز۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مرتبہ علیا کے بعد ''نورصرف'' کا مرتبہ ہے جس کو اس فقیر نے حقیقت کعبہ ربانی'' پایا۔ یہ مرتبہ بہت ہی بلند ہے کہ یہی حقیقت قرآن ہے کعبہ قرآنی حکم ہی کے تحت دنیا کا قبلہ بنا۔حضرت شیخ سیف الدین علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ قرآن مجید کے انوار کے مکشوف ہونے کی نشانی غالباً یہ ہے کہ عارف کے باطن (قلب) پر ایک بوجھ اترتا (محسوس ہوتا) ہے آیت کریمہ:

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا

تحقیق ہم آپ پر ایک بوجھل کلام نازل کریں گے۔(سورۃ المزمل:۵)،اسی معرفت کی جانب اشارہ رکھتی ہے۔

مرتبہ حقیقتِ صلوٰۃ:

سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس مقدس مرتبے سے بلند ایک اور مرتبہ ہے بہت عالی جو حقیقتِ صلوٰۃ کا ہے اور ممکن ہے کہ حقیقت صلوٰۃ کی طرف اشارہ اس واقعہ میں ہو جو معراج کے سلسلہ میں آیا ہے کہ:

قف یا محمد فان اللہ یصلی۔

یعنی اے محمد ﷺ ٹھہر جایئے کہ اللہ تعالیٰ نماز میں ہے۔

یعنی ایسی عبادت جو تجرد اور تنزہ یہ کے مرتبے کے لائق تھی (۱) شاید مراتب وجود سے ثابت ہوئی (۲) فھو العابد وھو المعبود (۳) اس مرتبہ میں ذات بیچونی کی کہاں وسعت اور امتیاز ہے۔قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو ذوق ولذت ادائے صلوٰۃ میں میسر آتی ہے اس میں سے نفس کو کوئی حصہ نہیں ملتا،اور عین لذت یابی (کی حالت میں) وہ (نفس) گریہ وزاری میں رہتا ہے اور دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسے آخرت میں مشاہدہ باری تعالیٰ! سیدنا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کے دیدار کی دولت جو سرور عالم ﷺ کو معراج کی شب اور بہشت میں حاصل ہوئی تھی وہ دنیا میں نماز کے اندر میسر آتی ہے لہٰذا ارشاد فرمایا:

الصلوٰۃ معراج المومنین۔

ترجمہ: نماز مومنین کی معراج ہے۔

اورارشادفرمایا:اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ۔

ترجمہ: بندہ نماز میں اپنے رب کے نہایت قریب ہوتا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کی رویت نہیں ہوسکتی البتہ روایت کی مثل ممکن ہے اور وہ نماز میں ہے!

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ می فرمایند مرتبۂ مقدس کہ فوق حقیقت صلوٰۃ است استحقاق معبودیت صرف است وآن فوق راثابت است۔ درآن موطن،وسعت نیز کوتاھی می نماید اگرچہ بیچون باشد اقدام تحمل انبیاء و اکابر اولیاء علیھم السلام راسیر تانھایت مقام حقیقت صلوٰۃ است وفوق این مقام معبودیت صرف است کہ ھیچ کس راازان دولت میسر نیست لیکن الحمدللہ سبحانہ کہ نظرراازانجا منع نہ،فرمودہ اندوبقدر استعداد گنجائش دادہ ع بلابودے اگر این ھم نہ بودے وحقیقت کلمۂ لا الہ الا اللہ درین موطن محقق می گردد ومعنی،لا الہ الا اللہ،نسبت بحال منتھیان لامعبود الا اللہ۔ چنانچہ در شرع معنی این کلمہ قراریافتہ ولاموجود ولاوجود و لامقصود گفتن انسب بمبتدیان،اوسط است ولا مقصود فوق لاموجود ولا وجوداست وفوق آن لامعبود الا اللہ درین مقام ترقی در نظر وحدت بصر وابستہ بعبادت صلوٰۃ است نہ عبادت دیگر مگر درتکمیل صلوٰۃ مددفرمایدونقص آن راتلافی کند۔

مرتبۂ مقدس

حضرت سیّدناامام ربانی مجددالف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ”حقیقت صلوٰۃ“ سے بھی بلند ایک اور مرتبہ ہے ”مرتبہ مقدس“ جو ”معبودیت صرف“ سے متحقق ہے،جس کی برتری ثابت ہے اس بلندی سے آگے کوئی بلندی نہیں ہے اس مقام میں وسعت بھی تنگ نظر آتی ہے اگرچہ بیچوں ہو،انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی سیر مقام ”حقیقت صلوٰۃ“ کی حدآخر تک ہے۔اس سے بلندتر مقام ”معبودیت صرف“ کا ہے کہ کسی فرد کو یہاں تک رسائی نہیں ہے لیکن اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے کہ (اس مقام پر) نظر ڈالنے کو منع نہیں فرمایا اور اس کے بقدراس کی اجازت عطافرمائی۔(بلابودے اگر این ھم نہ بودے)۔اور اس مقام کو پاکر کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت متحقق ہوتی ہے!اور لا الہ الا اللہ کے معنی منتہی حضرات کے حال کے مناسب لا معبود الا اللہ ہیں جیسا کہ شرع میں اس کلمے کے یہی معنی بتلائے گئے ہیں اور اوسط درجے کے مبتدیوں کو لا موجود، لا وجود اور لا مقصود کہنا زیادہ مناسب اور ”لا مقصود“ کا درجہ ”لا موجود اور لا وجود“ سے بلند ہے اور اس (لا مقصود) سے بلندتر درجہ لا معبود الا اللہ کا ہے اور اس مقام میں ترقی نظر وحدت بصر کے ذریعہ نماز ہی کی عبادت سے وابستہ ہے نہ کہ کسی اور عبادت سے البتہ یہی (نظر وحدتِ بصری) وہ ہے جو نماز کے نقص کو دور کرکے اس کی تکمیلی (کیفیت حاصل کرنے) میں مدد دیتی ہے۔

فصل درولایت صغریٰ۔ اکثر اولیاء کہ سوائے یک مقام ولایت کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ آن راولایت صغریٰ می نامند۔ چون دیگر مقام ثابت نمکینند تعین اول کہ آن رابوحدت تعبیرمی کنند و مرتبۂ اجمال وحقیقت محمدی میگویند و تعین ثانی کہ بوحدانیت تعبیر می کنند۔ ومرتبہ تفصیل وحقائق ممکنات میگویند درھمان مقام اثبات می نمایند۔ وحضرت مجدد رضی اللہ عنہ می فرمایند کہ ولایت صغریٰ دائرۂ ظلال حقائق ممکنات است۔ سوائے انبیاء وملائکہ علیھم السلام حقائق انبیاء یعنی مبادئ تعینات آنھا نفس صفات است کہ بولایت کبریٰ تعبیر کردہ شدو حقائق ملائکہ بولایت علیا تعبیر کردہ فرق بین الولایتین سابق مذکور گردیدو نقطۂ

اعلیٰ از ولایت کبریٰ حقیقت محمدی گفتہ کہ آن را بصفت العلم یا شان العلم تعبیر فرمودہ اند۔

فصل ولایتِ صغریٰ کے بارے میں:

اکثر اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) چونکہ سوائے ایک مقام ولایت کے (جس کو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ ''ولایت صغریٰ'' کہتے ہیں) کسی اور مقام کو ثابت نہیں کرتے اس لئے تعین اول کہ جس کو وحدت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو ''مرتبۂ اجمال'' اور ''حقیقت محمدی'' بھی کہتے ہیں اور تعین ثانی کو جسے وحدانیت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کو ''مرتبہ تفصیل'' اور ''حقائق ممکنات'' کہتے ہیں۔ وہ اسی مقام پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انبیاء کو مستثنیٰ کر کے (باقی لوگوں کے لئے) ''ولایت صغریٰ'' ممکنات کے حقائق کا دائرہ ظلال ہے۔

(اس لئے کہ) حقائق انبیاء ان کے مبادی تعینات نفس صفات (الٰہیہ) ہیں جس کو ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حقائق ملائکہ کو ولایت علیا سے تعبیر کیا گیا ہے دونوں ولایتوں میں جو فرق ہے اسے پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے نقطہ اعلیٰ کو حقیقت محمدی قرار دے کر (حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) اس کو صفت العالم یا شان العلم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

این مکشوف آنحضرت پیش از وصول بکمالات نبوت بود بعد از ان کہ بکمالات نبوت و رسالت و اولو العزم مشرف شدند بر آنحضرت ظاہر شد کہ تعین اول تعین وجودیست کہ رب ابراھیم خلیل الرحمن است و مرکز کہ اشرف و اسبق اجزاء اوست حقیقت محمدیست۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا یہ مکاشفہ کمالات نبوت کے وصول سے پہلے کا تھا۔ بعد میں جب آپ کمالاتِ نبوت و رسالت اور کمالات اولالعزم سے مشرف ہوئے تو آپ پر یہ ظاہر ہوا کہ تعین اول (دراصل) تعین وجودی ہے جس سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ربوبیت وابستہ رہی ہے اور اس کا مرکزی نقطہ جو اپنے اجزائے اشرف و برتر سے عبارت ہے۔ ''حقیقت محمدی'' ہے۔

بعد از ان بر آنحضرت ظاہر شد کہ تعین اول صفت حب است محیط دائرۂ خلت است کہ مبداء تعین خلیل الرحمن ابراھیم علیہ السلام است مرکز محبت است چون بمرکز رسیدہ شود آنہم دائرہ ظاہر می شود کہ محیط آن محبت صرفہ است کہ مبداء تعین موسیٰ کلیم اللہ، است علیہ السلام و مرکز آن محبوبیت است کہ مبداء تعین رسول کریم است صلی اللہ علیہ وسلم و آن مرکز چون دائرہ ظاہر می شود۔ محیط آن محبوبیت ممتزجہ است و مرکز آن محبوبیت صرفہ و آن حقیقۃ الحقائق است۔ معاملہ محبوبیت ممتزجہ باسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعلق دارد و محبوبیت صرفہ باسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس برائے سرور کائنات دو ولایت است ولایت، محبوبیت ممتزجہ کہ آن را حقیقت محمدیہ گویند و ولایت محبوبیت صرفہ کہ آن را حقیقت احمدیہ گویند و ھمین تعین اول است فوق آن لاتعین است کہ در ان سیر قدمی را گنجائش نیست۔ و ترقی فوق تعین اول کہ حقیقت احمدیست ممکن نیست لیکن قریب، مرض، موت در آخر عمر حضرت مجدد رضی اللہ عنہ را بہ تبعیت و طفیل رسول اکرم صلی علیہ وسلم ترقی از انجا کہ واقع شدہ بسیر نظری بود نہ، بسیر قدمی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند کہ این معنی از آنحضرت یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ در ھمان

مجلس استفادہ نمودہ۔

محبوبیتِ ممتزجہ اور محبوبیتِ صرفہ:

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر یہ بات کھلی کہ تعین اول ''صفت حب'' ہے جو دائرۂ خلت کو محیط ہے اور جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مبداء تعین اور مرکز محبت ہے۔ جب کوئی (سالک) اس مرکز پر پہنچتا ہے تو اس کو یہ بھی دائرہ کی صورت میں نظر آتا ہے جس کو ''محبت صرفہ'' محیط ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا مبداء تعین ہے اور اس کا مرکز محبوبیت ہے جو رسول کریم ﷺ کا مبداء تعین ہے پھر جب یہ مرکز محبوبیت دائرے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کا محیط ''محبوبیت ممتزجہ'' ہے اور اس کا مرکز ''محبوبیت صرفہ'' ہے جو ''حقیقۃ الحقائق'' ہے ''محبوبیت ممتزجہ'' کا تعلق تو اسم مبارک ''محمد ﷺ'' سے ہے اور ''محبوبیت صرفہ'' کا تعلق اسم مبارک ''احمد'' سے ہے ﷺ پس سرور کائنات ﷺ کے لئے دو ولایتیں ہیں۔ پہلی محبوبیت ممترجہ' والی ولایت جس کو ''حقیقت محمدیہ'' کہتے ہیں اور دوسری ''محبوبیت صرفہ' والی جس کو ''حقیقت احمدیہ'' کہتے ہیں۔ یہی تعین اول ہے، اس سے آگے لاتعین ہے کہ جس میں سیر قدمی کی گنجائش نہیں! اور تعین اول سے آگے (جو حقیقتِ احمدیہ ہے) ترقی ممکن نہیں ہے۔ لیکن آخر عمر میں مرض موت کے قریب حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو بطور تبعیت اور رسول اکرم ﷺ کے طفیل اس مقام سے جو ترقی حاصل ہوئی وہ سیر نظری کے ذریعہ تھی نہ کہ سیر قدمی سے! حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حقیقت کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے اسی مجلس میں حاصل کیا تھا۔

سوال: وجہ تعارض کشف اولیاء و کشف حضرت مجدد رضی اللہ عنہ در تعین اول چیست۔

جواب: حضرت مجدد رضی اللہ عنہ می فرمایند کہ ظل شی بسا است کہ خود را با اصل شے وا نماید و سالک را بخود گرفتار می سازد پس آنان در تعین ظل تعین اول اند کہ در وقت شروع بر عارف بر اصل تعین اول کہ تعین حبی است ظاہر گشتہ۔

سوال: تعین اول میں دیگر اولیاء اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کشف میں اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

جواب: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظلِ شئ اکثر خود کو اصل کے ساتھ ظاہر کرتا ہے اور سالک کو اپنا بنالیتا ہے۔ پس وہ (اولیاء) تعین ظل کو تعین اول سمجھے جو ایک عارف پر ابتداءً اصل تعین اول کے ساتھ (ظل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو در اصل) ''تعین حبی'' ہے (نہ کہ اصل تعین اول)۔

سوال: علم از صفات حقیقت است و حب از صفات اضافیہ و جود بر حب اسبق است چہ حب فرع وجود است آنہا را ظل تعین حبی گفتن راست نیاید۔

جواب: علم از صفات حقیقیہ است داخل مرتبۂ لا تعین است و مبادئ تعینات ہمہ اعتبارات است اول اعتباریکہ بظہور آمد حب است اگر حب نبودے ہیچ مخلوق نشدے و در حدیث قدسی آمدہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف۔ اعتبار ثانی وجود است کہ مقدمۂ ایجاد است تعین وجود گویا ظل است تعین حبی را حق تعالیٰ صفات خود را و کمالات خود را و ہم ذات خود را می داند پس صفات حق تعالیٰ کہ در مرتبہ علم اند دائرہ ولایت کبریٰ و ولایت علیا ست و ظلال آن صفات ولایت صغریٰ۔ و ذات بیچون کہ در مرتبہ علم است وصول بآن کمالات نبوت و کمالات رسالت و کمالات اولو العزم است و حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ و معبودیت صرفہ اعتبارات

اندنفس،الامری خارج از مرتبہ علم کہ نہ آن را وجود نفس الامریست مثلاً زید در خارج موجود است و وجود او امریست اعتباری کہ درخارج موجود نیست امانہ اعتباری کہ موقوف بر اعتبار معتبر باشد بلکہ نفس الامریست چنانچہ حضرت مجددؒ بطور سوال و جواب فرمودند۔

سوال: علم صفات حقیقیہ میں سے ایک صفت ہے اور حب صفاتِ اضافیہ میں سے ہے اور وجود کو حب پر سبقت حاصل ہے کیونکہ حب وجود کی فرع ہے اس لئے اس کو تعین حبی کا ظل کہنا درست نہ ہوگا؟

جواب: علم صفاتِ حقیقیہ سے ہے اور مرتبۂ لاتعین میں داخل ہے۔اور جملہ مبادیٔ تعینات اعتباری ہیں۔ پہلا اعتبار جو ظہور میں آیا وہ ''حب'' ہے اگر حب نہ ہوتی تو کوئی تخلیق نہ ہوتی۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف۔

میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھ کو اس بات کی محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں۔

دوسرا اعتبار وجود ہے جو ایجاد کا مقدمہ ہے تو تعین وجود گویا تعین حبی کا ظل ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی صفات اپنے کمالات اور اپنی ذات کو خود ہی بہتر جانتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ کی صفات جو مرتبۂ علم میں ہیں یہ ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کا دائرہ ہے اور ان صفات کے ظلال (دائرہ) ولایت صغریٰ ہے۔اور ذات بے چوں جو کہ مرتبہ علم میں ہے اس سے کمالات نبوت، کمالاتِ رسالت اور کمالاتِ اولوالعزم حاصل ہوتے ہیں اور حقیقت قرآن، حقیقت صلوٰۃ اور معبودیت صرفہ مرتبہ علم سے خارج اعتبارات واقعی ہیں کیونکہ ان کے لئے نفس الامری وجود (ثابت) ہے۔مثلاً زید خارج میں موجود ہے اور اس کا وجود ایک امر اعتباری ہے کہ جو خارج میں موجود نہیں ہے مگر یہ اعتبار ایسا بھی نہیں ہے کہ جو صرف اعتبار کرنے والے ہی کے اعتبار پر موقوف ہو بلکہ ایک اعتبار واقعی ہے چنانچہ حضرت مجددؒ سوال و جواب کی صورت کی میں (اس بات کو واضح) فرماتے ہیں۔

سوال: تعین اول وجودی است و وجود او در خارج موجود نیست نزد این بزرگواران چیزے بجز ذات خدائے تعالیٰ موجود نسیت و دران خارج از تعینات و تنزلات نامے و نشانے نہ و اگر ثبوت علمی گویم لازم آید کہ تعین علمی ازو سابق باشد بآن خلاف مقدر است۔

جواب: گویم امر ثابت است اگر ثبوت خارجی گویم بآن معنی کہ ماورائے علم او راھم ثبوتے است گنجائش دارد و اللہ سبحانہ اعلم۔

سوال: تعین اول وجودی ہے اور اس کا وجود خارج میں موجود نہیں ہے۔ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے اور وہ خارج میں تعینات و تنزلات کا نہ نام ہے نہ نشان۔اگر ثبوت علمی کو تسلیم کروں تو اس سے لازم آئے گا کہ تعین علمی اس کے بعد ہو جو خلاف حقیقت ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ بات ثابت ہے۔اگر میں ثبوت خارجی کا قائل ہوتا ہوں تو اس کے معنی یہی ہیں کہ حق تعالیٰ کے علم کے ماسوا بھی ایک ثبوت ہے تو اسکی گنجائش ہوسکتی ہے واللہ سبحانہ اعلم۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ می فرمایند۔کہ باید دانست کہ معنی تعین اول و تعین ثانی آن نیست کہ حق تعالیٰ تنزل کردہ حب شدیا وجود شد

بلکہ معنی آن ظہور است کہ لائق است بہ تنزیہ و مناسب کلام انبیاء است علیہم السلام یعنی صادر اول رسول فرمود صلے اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری۔

قیوم ثانی حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سمجھ لو کہ تعین اول اور تعین ثانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حق تعالیٰ تنزل کر کے حب ہو گیا یا وجود ہو گیا بلکہ اس کے معنی ایسے ظہور کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے مناسب اور انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مطابق ہو یعنی صادر اور (جسکی بابت) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اول ما خلق اللہ نوری۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ میرا نور ہے۔

فصل۔ باید دانست کہ در ہر مقام ولایت و کمالات نبوت و رسالت و حقائق صوفی را دو حالت است یکے انقطاع از خلق و توجہ بسوئے حق بمقتضائے واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا یعنی یاد کن نام پروردگار خود را و منقطع شو از غیر او بسوے او منقطع شدنی۔ دوم رجوع عن اللہ باللہ یعنی باز تجدید مناسبت بخلق کہ از لوازم مقام تبلیغ و ارشاد است حق تعالیٰ فرماید لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا یعنی اگر رسول را فرشتہ کردمے ہم بصورت مردے کردمے اگر فرشتہ را بہ پیغمبری می فرستادم اور ابصفات آدمیان می ساختم تا درمیان مفیض و مستفیض مناسبت باشد کہ بے مناسبت اخذ فیض نمی شود۔ در حالت اولی در نظر کشفی چنان می نماید کہ گویا بسوے خدا سیر میکند و در حالت ثانی بنظر می آید کہ گویا از جناب حق بسوئے خلق می آید درین حالت صوفی غمگین می شود و ہر قدر کہ نزول اتم باشد فیض او در عالم بسیار سرایت میکند۔

فائدہ۔ خواندن سورۂ سبح اسم در عروج تاثیر دارد۔

فصل جاننا چاہئے کہ ولایت اور کمالات نبوت و رسالت اور حقائق کے ہر مقام میں صوفی کے لئے دو (۲) حالتیں ہیں۔ ایک خلق سے کٹ کر حق کی طرف متوجہ ہونا جو: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ المزمل:۸) کا مقتضا ہے۔ یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور اس کے غیر سے کٹ جا۔ جیسا کہ کٹ جانے کا حق ہے۔ (دوسرے اللہ (کی ذات) سے اللہ کی خاطر رجوع کرنا۔ یعنی دوبارہ خلق کے ساتھ تعلق کی تجدید کرنا جو مقام تبلیغ وارشاد کا لازمہ ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا۔ یعنی اگر ہم فرشتے کو رسول بناتے تو اس کو آدمی کی ہی صورت میں بناتے۔ (سورۃ الانعام:۹)

یعنی اگر میں فرشتے کو پیغام رسانی کے لئے بھیجتا تو اسے انسانوں کی صفات سے متصف کرتا تا کہ فیض پہنچانے والے اور فیض حاصل کرنے والے میں مناسبت قائم رہتی۔ کیونکہ مناسبت کے بغیر فیض نہیں پہنچتا۔ پہلی حالت (یعنی مخلوق سے کٹ جانے کی صورت) میں کشفی نظر میں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا صوفی اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کر رہا ہے اور دوسری حالت (یعنی دوبارہ مخلوق کی رجوع) میں یوں نظر آتا ہے کہ گویا بارگاہ حق سے خلق کی طرف آرہا ہے۔ اس حالت میں صوفی ملول رہتا ہے اور جس قدر اس کا نزول اتم ہوتا ہے اس کا فیض اتنا ہی زیادہ دنیا میں زیادہ سرایت کرتا ہے۔

فائدہ: سورۂ سبح اسم کا (کثرت سے) پڑھنا عروج میں نہایت مؤثر ہے!

فصل: این ہمہ مقالات در عروجات کہ درمیان آمدہ بعد ہزار سال حق تعالیٰ بمجدد الف ثانی عطا کرد کسے از اولیاء سابق بآن لب نکشودہ این ہمہ مبنی بر آنست کہ درمیان امم سابقہ برائے ہدایت خلق در ہر قرن و ہر قریہ انبیاء مبعوث می شدند حق تعالیٰ می

فرمايد: وان من قرية الا خلافيها نذير يعنى نبود هيچ شهرے مگر آنكه گذاشت درو ے پيغمبر ے۔ وبعضے از آنها بمرتبۂ رسالت مير سيد ندچنانچه در حديث است عدد انبياء يک لكھ وبست وچهار هزار وعدد رسل سه صدو سيزده است وبعد هزار سال ياقريب آن پيغمبر ے اولو العزم مبعوث مى شد بعد هزار سال از آدم عليه السلام نوح عليه السلام وهمچنين بعد او ابراهيم وبعد او موسىٰ و بعد او عيسىٰ عليه السلام وبعد او محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتم النبين شدند۔

بعد وفات او اولياء امت او در هدايت خلق نيابت آن حضرت كردند رسول خدا صلى الله عليه وسلم فرمود العلماء ورثة الانبياء يعنى علماء وارثان پيغمبران اند ودرميان آنها شخصے مثل رسولان درميان انبياء بر سر هر صده بمزيد فضل امتياز يافته وتجديد كرده۔ ابو داؤد وغيره از آنحضرت عليه السلام روايت كردند ان الله يبعث فى هذه الامة علےٰ راس مائة سنة من يجدد به امددينها۔ يعنى حق تعالىٰ مبعوث خواهد كرددرين امت بر هر صده شخصے را كه تجديددين كند۔

فضیلتِ مجددِ ''الف ثانی'' رضی اللہ عنہ

فصل: عروجات (یعنی ترقیات روحانی) کے بارے میں یہ جتنی باتیں بیان ہوئیں، یہ سب باتیں حق تعالیٰ نے ایک ہزار سال کے بعد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائیں اولیاء سابق میں سے کسی نے اس باری میں کلام نہیں کیا تھا۔ یہ تمام باتیں اس بات پر مبنی ہیں کہ پچھلی امتوں میں ہدایتِ خلق کے لئے ہر قرن اور ہر قریہ میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

یعنی ایسی کوئی بستی نہیں رہی جس میں کوئی پیغمبر نہ گزرا ہو۔ (سورۃ فاطر: ۲۴)

اوران میں سے بعض مرتبہ رسالت تک پہنچے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسولوں کی کل تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے، ان میں ہر ہزار سال بعد یا اس کے لگ بھگ ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا رہا (مثلاً) حضرت آدم علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد نوح علیہ السلام اور ایسے ہی ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ (بہ حیثیت) خاتم النبین ﷺ تشریف لائے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی امت کے اولیاء نے ہدایت خلق کے سلسلے میں آپ کی نیابت کی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العلماء ورثة الانبياء۔

یعنی علماء پیغمبروں کے وارث ہیں۔

اوران کے درمیان ایک شخص زائد مرتبہ والا اسی طرح ہوتا ہے جیسے انبیاء کے درمیان رسول اور ایسا شخص ہر صدی کے سرے پر دین کی تجدید کے لئے برپا کیا جاتا ہے!

ابوداؤد وغیرہ نے امام انبیاء ﷺ سے روایت کی ہے:

ان الله يبعث فى هذه الامة على رأس مائة سنة من يجدد به امر دينها۔

یعنی حق تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کی تجدید کرے۔

وچون هزار گشت ونوبت اولوالعزم رسید حق تعالیٰ موافق عادتِ قدیم برائے هزارۂ دوم مجددے پیدا کرد که در سائر اولیاء مجددان مثل اولوالعزم باشد درانبیاء و رسولان واورا از بقیۂ طینت رسول کریم صلی اللہ علیه وسلم آفرید واین مقامات و کمالات داد که کسے ندیده بود و بطفیل اواین کمالات در آخر زمان شائع و جلوه گر گردانید۔ ازابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنه روایت میکند اواز پدروجدخود رضی اللہ عنهم که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرمود: ابشروا واستبشروا انما مثل امتی مثل غیث لایدری اخره خیر ام اوله او کحدیقة اطعم فوجا منها عاما ثم اطعم فوجا منها عاما لعل اخرها فوجا ان یکون اعرضها عرضا واعمقها عمقا واحسنها حسناً۔ یعنی خوشی ده باشید وخوش باشید بدرستیکه حال امت من مانند حال باران است دریافته نمی شود که آخر آن بهتر است یا اول آن یا حال امت من مانند باغ است خورانیده می شوم من ازان باغ قسمے ازمیوه سالے وقسمے درسالے دیگر۔ شاید که قسم آخر آن پهنا ور تر باشد در پهناوری وعمق وخوب تر باشد در خوبی۔

اور جب ہزار سال گزر چکے اور اولوالعزم کی نوبت آئی تو حق تعالیٰ نے اپنی عادت قدیم کے مطابق دوسرے ہزارہ (ہزار سال) کے لئے ایک مجدد پیدا کیا (۱) جو تمام اولیاء مجددین میں اسی طرح اولوالعزم ہو جیسے نبیوں اور رسولوں میں گذرے ہیں اور اس مجدد (ہزار سالہ) کو رسول کریم ﷺ کے بچے ہوئے خمیر سے پیدا کیا گیا اور اسے وہ مقامات وکمالات عطا فرمائے جو کسی نے نہ دیکھے تھے اور اس کے طفیل ان کمالات کو (اس) آخر زمانے میں ظاہر فرمایا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرزند سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد اور جد بزرگوار رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابشروا واستبشروا انما مثل امتی مثل غیث لا یدری أخرہٗ خیر ام اولہٗ او کحدیقة اطعم فوجاً منها عاماً ثم اطعم فوجامنها عاملہ لعل أخرھا فوجا ان یکون اعرضھا عرضاً واعمقھا عمقا واحسنھا حسناً۔

یعنی لوگوں کو خوشخبری سناؤ کہ خوش رہو کہ تحقیق میری امت کا حال بارش کی مانند ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا آخر بہتر ہے یا اس کا اول، یا پھر میری امت کا حال ایک باغ کی طرح ہے کہ جس باغ سے میں ایک سال ایک قسم کا میوہ کھاتا ہوں اور دوسرے سال دوسری قسم کا ہوسکتا ہے کہ اس کی آخری قسم زیادہ وسیع اور زیادہ گہری ہو اور زیادہ بہتر ہو۔

وازابی هریره در کتاب الزهد بیهقی آورده وهمچنین ازابن عباس مرویست که رسول خدا فرمود صلی اللہ علیه وسلم۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید۔ یعنی هر که لازم گیرد سنت مرانزدفاسد شدن امت من اور اثواب صد شهید باشد۔ ازین احادیث معلوم می شود که بعضے مردم در آخر زمان باشند که علوم وکمالات شان پهنا ور ترو عمیق ترونیک تر باشند از دیگران وهر که سنت رامحکم گیرد در زمان فساد امت وغلبۂ کفر ومعاصی اور اثواب برابر صد شهید باشد واللہ اعلم۔

کتاب الزہد میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید۔

یعنی جس نے میری سنت کو میری امت کے بگاڑ و بے راہ روی کے زمانے میں مضبوط پکڑا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ آخر

زمانے میں بعضے ایسے لوگ ہوں گے جن کے علوم وکمالات دوسروں سے وسیع تر، عمیق تر اور خوب تر ہوں گے تو جو کوئی فساد امت اور کفر ومعاصی کے غلبے کے زمانے میں سنت کو مضبوطی سے تھامے رہے تو اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(ارشاد الطالبین، مقام پنجم در مقامات قرب الٰہی ص ۵۱ تا ۶۴، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

تاریخ سے اس نظریہ کی تائید نہیں ہوتی، حقائق کم وبیش نہ سامنے آتے ہیں:

(۱) وقفہ درمیان آدم ونوح (علیہما الصلوٰۃ والسلام)

حضرت نوح علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں ہیں، درمیان کی آٹھ ہستایں اور ان کی عمریں درج ذیل ہیں:-

نام	عمر
شیث علیہ السلام	۹۱۲ سال
انوش علیہ السلام	۹۰۵ سال
قین ان علیہ السلام	۹۱۰ سال
محلل ایل علیہ السلام	۸۹۵ سال
یاور علیہ السلام	۹۶۲ سال
حنوک (ادریس) علیہ السلام	۳۶۵ سال
متوسلح علیہ السلام	۹۶۹ سال
لمک علیہ السلام	۷۷۷ سال

۶،۶۹۵ سال (اوسطاً ۲۵ سال فی کس بھی وقفۂ مناکحت وتولد کے نکالے جائیں) تو

۶،۶۹۵ سال

۱۴۰۔ سال

وقفۂ درمیان آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام، ۶،۵۵۵ سال (تقریباً)

(۲) وقفہ درمیان نوح وابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام)

وفات حضرت نوح علیہ السلام۔ (۲۸۸۲۔ق۔م)

پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲۱۶۰۔ق۔م)

(۳) وقفۂ درمیان ابراہیم وموسیٰ (علیہما الصلوٰۃ والسلام)

وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام (۱۹۸۵۔ق۔م)

پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (۱۵۲۰۔ق۔م)

(۴) وقفہ درمیان موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام

وفات حضرت موسیٰ علی علیہ السلام۔ (۱۴۰۰۔ق۔م)

پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسوی

وقفہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۳۹۹سال

(۵) وقفہ درمیان عیسیٰ علیہ السلام و بعثت محمدیہ (علی صاحبان الصلوٰۃ والسلام)

رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۳۳عیسوی)

بعثت خاتم النبین ﷺ ۶۱۰۔۔۔ سال پیدائش مبارک ۵۷۰ء +۴۰ سال عمر شریف قبل بعثت وقفہ۔۔۔۔۔(۵۹۷ سال)

مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے پہلے صرف صدی کے مجدّد ہوا کرتے تھے:

آپ علیہ الرحمۃ سے پہلے صرف صدی کے مجدّد ہوا کرتے تھے الف کا مجدّد کوئی نہیں ہوا، الفِ ثانی کا آغاز ہی نہ ہوا تھا اور الف اوّل میں خود ذات اقدس واطہر سید البشر ﷺ کی موجود تھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گذرے ہیں کوئی مجدّد دین کے تمام شعبوں کا مجدّد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدّد ہوتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک ایک وقت میں متعدد مجدّد نظر آتے ہیں کوئی علم حدیث کا کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدّد ہے کوئی فقہ شافعی کا اور کوئی سلوک واحسان کا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے مخصوص رکھی کہ آپ علیہ الرحمۃ دین کے تمام شعبوں کے مجدّد ہیں حاصلِ کلام یہ ہے کہ آپ سے پہلے کے مجدّدین کو سید الانبیاء ﷺ کی نیابت خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ علیہ الرحمۃ کو تمام چیزوں کی نیابت عامہ تامہ حاصل تھی ''وشتان مابینهما'' آپ علیہ الرحمۃ سے پہلے مجدّدین کی خدمت کا اثر ایک صدی (۱۰۰ سال) کے لیے ہوتا تھا اور آپ علیہ الرحمۃ کی مجدّدیت ایک ہزار سال کے لئے ہے آپ کے سوا دوسرے مجدّدین کی مجدّدیت نہ معلوم اُمت کے کتنے لوگوں کے علم میں نہ آئی اور نہ معلوم کتنوں کی مختلف فیہ رہی جو اختلاف کہ معاندانہ یا معاصرانہ ہو بیشک وہ قابل لحاظ نہیں مگر جو اختلاف شرائط مجددیت کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کی وجہ سے ہو وہ بیشک قابل لحاظ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی مجدّدیت کو ان چیزوں سے بھی محفوظ رکھا آپ کی مجدّدیت کا تمام امت کو دنیا کے ہر گوشہ میں علم ہوا اور جو لوگ اس معاملہ میں اہل حل وعقد ہو سکتے تھے ان سب نے آپ علیہ الرحمۃ کی مجدّدیت کو تسلیم کر لیا بلکہ جو لوگ بدعات کی محبت یا اپنی سرو بازاری کے خیال سے آپ علیہ الرحمۃ سے عناد رکھتے تھے وہ بھی مجبور ہوئے کہ زبان سے آپ علیہ الرحمۃ کے مجدّد ہونے کا اقرار کریں جس طرح مذہب شیعہ کی بنیاد قرآن مجید کی عداوت پر ہے کوئی شیعہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کے دل میں قرآن مجید سے دشمنی اور نفرت نہ ہو۔ مگر قرآن مجید کا رعب یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان کہنے کے بعد قرآن مجید سے دشمنی کا اظہار کرنے کی جراءت نہیں ہوتی بلکہ ضمیر کے خلاف زبان سے اقرار کے بغیر مفر نہیں قریب قریب بفضلہٖ تعالیٰ وانعامہ یہی حالت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی ہے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی، ص،۲۳۵ تا۲۳۸)

دیوبندیوں علامہ مفتی منظور نعمانی نے لکھا:

ان (مجدّدین) میں خلیفہ راشد حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے اسی طرح اس اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارۂ دوم الف ثانی) کے آغاز سے یعنی حضور مدنی تاجدار ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد سے ہوتا ہے حضرت عالی امام ربانی کاشف رموزات سبحانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ سے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاءِ شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک ہی میں لیا وہ بھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں۔ (تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی ،ص،۲۰،۲۱)

شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا اور مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ

(مضمون شیخ العرفاء زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) اکبر بادشاہ کے عہد میں مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہوگیا تھا جس کا نظریہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف ایک ہزار سال تک کے لیے تھی لہٰذا ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اب اس (اسلام) کی ضرورت نہیں ہے شیخ احمد سرہندی نے اس عقیدے کا بطلان کیا ہزاروں مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا اسلام کی تعلیم کو از سر نو زندہ کیا اس لیے آپ کو مجدّد الف ثانی کے نام سے پکارا گیا یعنی ہزار سال کا مجدّد (تروتازہ کرنے والا) آپ اس لقب سے مشہور ہیں۔ (عقیدہ ختم نبوت اور مجدد الف ثانی ص،۷۳)

نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مانگا:

ایک روز جناب سرور کائنات ﷺ قبیلۂ قریش کے ایک مجمع کے پاس سے گذرے جس میں حضرت امیر المومنین سیدُنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے حضور (تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ) نے آپ (حضرت امیر المومنین سیدُنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ) کی پیشانی میں ایسا نور مشاہدہ کیا جو دین متین کی عزت ونصرت کا موجب ہوسکتا تھا اس واسطے حضور پرنور ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی "اللھم اعز الدین اسلام من عمر بن الخطاب" اے معبودِ برحق اس دین متین کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دین اسلام قبول کرنے سے غالب کر یہی وجہ تھی کہ اس آخری زمانہ میں جب کہ دین بہت کمزور ہو چکا تھا حضرت امیر المومنین سیدُنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند کے ہاتھ سے اس دین کو عزت حاصل ہوئی

(روضۃ القیومیہ، ج،۱،ص،۶۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

جناب رسول خدا سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت امیر المومنین سیدُنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے یہ حدیث شریف بھی معنوی طور پر حضرت عالی امام ربانی قیوم اول مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ پر صادق آتی ہے کیونکہ ختم

المرسلین والنبیین ﷺ کے زمانے سے پہلے ہر ہزار سال بعد ایک صاحب شرع نبی مبعوث ہوا کرتا تھا جو نئے دین اور شریعت کو رائج کیا کرتا تھا اس وقت میں بھی ایک شخص کا ہزار سال بعد پیدا ہونا ضروری تھا جو کمزور شدہ دین کو مضبوط کرتا اور جو کام انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے اس سے تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پیرو مشرف ہوئے۔ چونکہ تاجدار مدینہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کو یہ بات نور نبوت کے ذریعہ معلوم تھی اس لئے یہ حدیث دونوں کے حق میں ہے۔ (روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۷۱)

حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک یہودی مشرف بہ اسلام ہوا:

حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ علیہ الرحمۃ کے حلقہ میں شامل ہوا مرید ہونے کے بعد اس نے بیان کیا کہ میرے اسلام قبول کرنے اور مرید ہونے کا یہ سبب ہے کہ میں توریت پڑھا کرتا تھا اس میں جب یہ آیت پڑھی کہ پیغمبر خدا ﷺ کی ہجرت کے ہزار سال بعد آخری زمانے میں ایک شخص امت محمدیہ ﷺ میں ان اوصاف سے موصوف مبعوث ہوگا اور پورے طور پر اس پیغمبر خدا ﷺ کا نائب ہوگا جب آپ (حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ علیہ الرحمۃ) کے مریدوں میں سے حضرت سردار اولیاء سیدنا و امامنا شیخ الاسلام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اوصاف سنے تو بعینہ وہ تھے جو میں نے توریت میں پڑھے تھے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے راہنمائی کی اور حقیقت اسلام مجھ پر واضح ہوگئی آپ کو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے فرزند اور خلیفہ سمجھ کر میں نے اسلام قبول کیا اور مرید ہو گیا ہوں۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۱۰۱)

ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینھا۔ اکنون این مأتہ حادی عشر است تاسکۂ این دولت بنام کیست۔ مردے باید کہ اعجاز حقیقت بر دست وے باشد، تا نفوسِ عامۂ اھلِ این روز گار را کہ حقیقت را لھو و لعب خیال کردہ اند، وھزل را باجِد امیختہ بقھر اعجاز و قوت تصرف چنان درھم کشد کہ مجالِ نفس بر ایشان تنگ آید۔

حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا (سورۃ التوبہ، ۱۱۸)

روئے زمین ز تیرگی منکرانِ عشق		محتاج شست و شوی دگر شد کجاست نوح

یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینھا۔

ترجمہ: اس امتِ محمدیہ ﷺ کے لیے ہر سو سال میں کوئی ایک شخص ایسا پیدا کیا جاتا ہے جو اس امت کو دین پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔

اب یہ گیارہویں صدی ہجری ہے دیکھئے اس دولت کا سکہ کس کے نام رہتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہونا چاہیے کہ حقیقت کا اعجاز اس کے ہاتھ پر ہوتا کہ اس زمانے کے عام انسانوں کو کہ جو حقیقت کو لہو و لعب سمجھنے لگے ہیں اور جنہوں نے اپنی جہد وسعی میں ہزل کی آمیزش کر لی ہے اعجاز اور قوت کے زور سے ایسا متاثر کیا جائے کہ ان کو دم مارنا ممکن نہ رہے: حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا

ترجمہ: یہاں تک کہ تنگ ہوجائے ان پر زمین باوجود اپنی وسعت اور کشادگی کے اور تنگ ہوجائے ان پر خود ان کی ذات اور وہ جان جائیں کہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہو۔ (سورۃ التوبہ،۱۱)

روئے زمین ز تیرگی منکرانِ عشق		محتاج شست و شوی دگر شد کجاست نوح

ترجمہ: منکرانِ عشق کی تیرگی سے تمام روئے زمین دوبارہ شست وشو کی محتاج ہوگئی ہے

اب نوح ﷺ کہاں ہیں جن کی دعا سے طوفان آئے اور سطح زمین سے اس تیرگی کو دھوڈالے)۔ لا الہ الا اللہ۔

(مرج البحرین، ص ۷۴، محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((لالا بیگ)) در تحریض بر ترویج اسلام و بیان ضعف و زبونی اسلام و مسلمانان و استیلاء کفار نگونسار۔

زادنا الله سبحانه و ایاکم حمیة الاسلام، غربت اسلام نزدیک به یک قرن است برنهجی قرار یافته است که اهل کفر به مجرد اجرای احکام کفر برملا در بلاد اسلام راضی نمی شوند، می خواهند که احکام اسلامیه بالکلیه زائل گردند و اثری از مسلمانان و مسلمانی پیدا نشود و کار را تا به آن سر حد رسانیده اند که اگر مسلمانی از شعار اسلام اظهار نماید، به قتل می رسد۔

ذبح بقره در هندوستان از اعظم شعار اسلام است۔ کفار به جزیه دادن شاید راضی شوند، اما به ذبح بقره هرگز راضی نخواهند شد، در ابتدا پادشاهت، اگر مسلمانی رواج یافت و مسلمانان اعتبار پیدا کردند فبها و اگر عیاذاً بالله سبحانه در توقف افتاد، کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواهد شد۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث، تا کدام صاحب دولت به این سعادت مستعد گردد و کدام شاهباز به این دولت دستبرد نماید۔ (ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) (جمعه/۴۔)

ثبتنا الله سبحانه ایاکم علی متابعة سید المرسلین علیه و علیهم و علی اله من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها و السلام۔

ترجمہ: لالہ بیگ کی طرف صادر فرمایا۔ اسلام کی ترویج پر ابھارنے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار کے غلبہ کے بیان میں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرتِ اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہوجائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتدائے بادشاہت ہی میں اگر مسلمانی رواج پذیر ہوگئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کرلی تو فبہا اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آجائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث، اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد۔ پھر فریاد فریاد‘ دیکھیے کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعہ، ۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۸۱، ج ۱، ص ۲۳۶، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

این معارف و حقائق که می شنوی و این هدایت و ارشاد که می بینی باعلی ندانداميكند كه صاحب آن مجدّد است و نه مجدّد ملاته بل مجدّد الف صدتاهزار فرقی نه اندک ست لو کنتم تعلمون

ترجمہ: یہ معارف وحقائق اور ہدایات وارشاد جو سُنے اور دیکھے جارہے ہیں یہ اس ذات والاصفات کے ہیں جو علی علی (امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ) کہتے تھے آپ مجدد ہیں سو (۱۰۰) سال کے بعد کے مجدد نہیں بلکہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہزار (۱۰۰۰) سال کے بعد والے مجدد ہیں اور یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ بہت بڑا فرق ہے کاش تم لوگ اس سے واقفیت حاصل کرلو

(اخبار الاخیار، ص ۳۲۵، ناشر النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ،

نصیحتی که به فرزندی اعزی۔ سلمه الله سبحانه عما لا یلیق بجنابه۔ و اجتناب از بدعت نامرضیه (است) اسلام در این اوان، غربت پیدا کرده است و مسلمانان غریب غسته اند و تامی روند غریب تر می گردنده، به حدی که الله گوی برزمین نخواهد ماند، وتقوم الساعة علیٰ شرار الناس۔ سعادتمند کسی است که در این غربت، احیای سنتی از سنن متروکه نماید و اماتت بدعتی از بدع مستعمله فرماید، این آز وقت است که هزار سال از بعثت خیر البشر۔ علیه وعلیٰ آلهی الصلوٰۃ و السلام۔ گذشته است و علامات قیامت پرتو انداکته است و سنت، به واسطۂ بعد عهد نبوت، مستور شده است وبدعت به علت افشاء کذب جلوه گر گشته (است) شاهبازی باید که نصرت سنت فرماید و هزیمت (شکستن و ازبین بردن) بدعت نماید۔ ترویج بدعت، موجب تخریب دین است و تعظیم مبتدع، باعث هدم (ویرانی وانهدام وازبین رفتن۔) اسلام (من وقر صاحب بدعة اعان علیٰ هدم الاسلام) شنیده باشند به همگی همت و تمامی همت متوجه آن باید بود که ترویج سنتی از سنن نموده آید و رفع بدعتی از بدع کرده شود همه وقت، خصوصاً در این اوان ضعف اسلام، اقامت مراسم اسلام، منوط به ترویج سنت است و تخریب بدعت۔ گذشتگان در بدعت، حسنی دیده باشند که بعض افراد آن را مستحسن داشته اند، اما این فقیر در این مسئله با ایشان موافقت ندارد وهیچ فرد بدعت را، حسنه نمی داند و جز ظلمت و کدورت، در آن احساس نمی نماید، قال علیه وعلیٰ آله الصلوٰۃ والسلام (کل بدعة ضلالة) و (این) می باید که در این غربت و ضعف اسلام، سلامتی منوط به اتیان سنت است و

خرابی، مربوط، به تحصیل بدعت، هر بدعت که باشد۔بدعت رادر رنگ کلند (کلنگ، آلتی است آهنی که به وسیلۀ آن زمین رابکنند) می داند که هدم بنیاد اسلام می نماید، وسنت رادر رنگ کوکب درخشان می یابد، که درشب دیجور (تاریک) ظلالت، هدایت می فرماید۔ علمای وقت را، حضرت حق ۔سبحانه و تعالیٰ۔ توفیق دهاد که به حسن هیچ بدعت لب نکشایند وبه اتیان هیچ بدعت،فتویٰ ندهند، اگرچه آن بدعت در نظر شان در رنگ فلق صبح، روشن در آید، چه تسویلات شیطان رادر ماورای سنت، سلطان عظیم است۔دراز منۀ ماضیه(عصر های گذشته) چون اسلام قوت داشت، ناچار تحمل ظلمات بدع می نمود

وشاید که بعضی از ظلمات ، در شعشعان نور اسلام نیز بعضی را نورانی متخیل می شد و باعث حکم به حسن آن می گشت، اگرچه فی الحقیقت هیچ حسن و نورانیت نداشت، به خلاف این وقت که وقت ضعف اسلام است، تحمل ظلمات بدع صورت ندارد و اینجا فتوای متقدمین ومتأخرین متمشی (جاری) نباید ساخت، چه، هر وقت را احکام علاحده است، در این وقت ، علم به واسطۀ کثرت ظهور بدعت، در رنگ دریای ظلمات به نظر می در آید و نور سنت باغربت وندرت در آن دریای ظلمای، در رنگ کرمک های شب افروز محسوس می گردد۔وعمل بدعت (انجام کارهای بدعت) ، ازدیاد آن ظلمت می نماید و تقلیل نور سنت می ساز دو عل سنت، باعث تقلیل آن ظلمت است و تکثیر آن نور۔فمن شآء فلکثر ظلمة البدعة ومن شآء فلیکثر نور السنة ومن شآء فلیکثر حزب الشیطان ومن شآء فلیکثر حزب الله الآن حزب الشیطان هم الخاسرون) (الا ان حزب الله هم المفلحون) وصوفیۀ وقت نیز اگر برسر انصاف بیایند و ضعف اسلام و افشای کذاب را ملاحظه کنند، باید که درماورای سنت تقلید پیران خود نکنند و امور مخترعه رابه بهانۀ عمل شیوخ، دیدن (عادت) خود نگریند، اتباع سنت، البته منجی است و مثمر خیرات وبرکات، ودر تقلید غیر سنت، خطر در خطراست ۔ (وماعلی الرسول الاالبلاغ) پیران مارا، حضرت حق ۔سبحانه وتعالیٰ۔ از (جانب) ماجزای خیر دهاد که ما واپس ماندگان رابه اتیان امور مبتدعه دلالت نکردند وبه تقلید کودها، در ظلمات مهلکه نیند اختند و جزبه متابعت، سنت، راه ننمودند وغیر از اتباع صاحب شریعت۔علیه وعلیٰ أله الصلوٰة والسلام والتحیة۔ و غیر از عمل به عزیمت ، هدایت نفر مودند لاجرم کارخانۀ این بزرگواران بلند آمد و پیش طاق و صول ایشان ، مرتفع گشت۔ ایشانند که سماع و رقص رابه پشت پاز ده اند و وجد تواجد رابه انگشت شهادت، دونیم ساخته (اند) مکشوف و مشهود دیگران، نزد این بزرگواران داخل ماسویٰ است و معلوم و متخیل آنها قابل نفی (است) معاملۀ این اکابر در ماورای دید ودانش است و در ماورای معلوم و متخیل است وورای تجلیات و ظهورات است وورای مکاشفات و معینات است ،اهتمام دیگراندر اثبات است و همت این بزرگاران در نفی ماسوای۔دیگران تکرار کلمۀ طیبه نفی و اثبات برای آن می کنند تا دایرۀ اثبات وسعتپیدا کند و تمام عالم که به عنوان غیریت پیداست، به تکرار کلمۀ توحید به عنوان حقیت منکشت گردد و همه راحق بینند و حق یابند۔تعالیٰ وتقدس۔به خلاف این بزرگواران که مقصود شان از تکرار کلمۀ لا اله الا الله وسعت دایرۀ نفی است،

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

جو نصیحت فرزند عزیز اللہ سبحانہ اسے مناسب کاموں سے محفوظ رکھے۔ اور دوسرے تمام دوستوں کو کی جاتی ہے۔ وہ روشن سنت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی اتباع اور ناپسندیدہ دعوت سے اجتناب ہے۔ اسلام اس زمانہ میں غریب ہو چکا ہے۔ اور مسلمان غریب ہو چکے ہیں۔ اور روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آ جائے گا۔ کہ زمین پر اللہ کا نام لینے والا نہ رہے۔ اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ ہے جو اس غریب اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو مارے اور ختم کرے یہ وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر ﷺ کی بعثت کو ایک ہزار برس گذر چکا ہے۔ اور قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی ہیں اور زمانہ نبوت کے دور ہونے کے باعث سنت پوشیدہ ہو چکی ہے۔ اور کذب اور جھوٹ کے عام ہونے کے باعث بدعت جلوہ گر ہو چکی ہے کسی شہباز کی ضرورت ہے۔ جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا مروج ہونا دین کی ویرانی کا موجب ہے۔ اور بدعتی کا تعظیم اسلام کو مٹانے کا باعث ہے۔

حدیث: من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام، **ترجمہ:** جس نے بدعتی کی تعظیم کی۔ اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔ سنی ہوئی پوری ہمت اور پورے ارادے کے ساتھ سنتوں میں سے کسی سنت کو رواج دینے اور بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ہر وقت خصوصاً آج کل ضعفِ اسلام کا زمانہ ہے۔ نشانات اسلام کا قائم کرنا۔ سنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب سے وابستہ ہے۔ گذشتہ لوگوں نے بدعت میں حسن دیکھا ہوگا۔ تب ہی انہوں نے بدعت کی بعض افراد کو مستحسن کیا ہے۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں کہتا۔ اور اس میں ظلمت وکدورت کے سوا کچھ احساس نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ کل بدعة ضلالة **ترجمہ:** ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور یہ فقیر (امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) یہ پاتا ہے کہ اسلام کی سلامتی سنت کے بجالانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کی خرابی اور ویرانی بدعت کے ارتکاب میں ہے۔ چاہے جو بدعت بھی ہو۔ یہ فقیر (امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) بدعت کو کہی کی طرح جانتا ہو۔ جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے۔ اور سنت کو روشن تارے کی طرح پاتا ہوں جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے ارتکاب کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدۂ صبح کی طرح دکھائی دے کیونکہ شیطانی آرائشوں کو غیر سنت میں غلبہ عظیم حاصل ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جب کہ اسلام قوی تھا۔ بدعت کی تاریکیوں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور شاید کہ نور اسلام کی روشنی میں بعض اشخاص کو بعض تاریکیاں نورانی محسوس ہوئی ہوں۔ اور اس وجہ سے ان کے حسنہ ہونے کا حکم لگایا ہو۔ اگرچہ فی الحقیقت اس میں کچھ بھی حسن ونورانیت نہیں تھی۔ بخلاف اس وقت کے کہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے۔ بدعات کی تاریکیوں کے برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہاں متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔

اس وقت جہاں کثرت سے بدعت کے ظہور کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آتا ہے۔ اور سنت کا نور غربت اور قلت کی بناء پر اس تاریک دریا میں جگنو کی طرح دکھائی دیتا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور زیادہ کرتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے اور سنت پر عمل اس تاریکی کے کم کرنے اور اس نور کی زیادتی کا باعث ہے تو جو چاہے بدعت کی تاریکی کو زیادہ کرے اور جو چاہے وہ سنت کے نور کو زیادہ کرے۔ اور جس کا دل چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جس کا دل چاہے اللہ کے گروہ کے اضافے کا سبب بنے۔ سن لو بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے سن لو بیشک اللہ کا گروہ ہی فلاح ونجات پانے والا ہے۔

اور صوفیہ وقت بھی اگر انصاف کریں اور ضعفِ اسلام اور جھوٹ کے عام ہونے کا ملاحظہ کریں تو چاہیے کہ سنت کے سوا کسی بات میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں

اور مخترع امور کو مشائخ کے عمل کا بہانہ بنا کر اپنی عادت نہ بنائیں۔ اتباع سنت ہی البتہ نجات دہندہ اور خیرات و برکات کی مثمر ہے۔ اور غیر سنت میں تقلید خطر در خطر ہے۔ وماعلی الرسول الا البلاغ، قاصد پر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ ہمارے پیروں کو ہماری طرف سے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ہم پیچھے آنے والوں کو امور مبتدعہ کے بجالانے کا حکم نہیں دیا۔ اور اپنی تقلید سے ہلاک کن تاریکیوں میں نہیں ڈالا اور متابعت سنت کے سوا کوئی راستہ ہمیں نہیں دکھایا گیا۔ اور صاحب شریعت ﷺ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے سوا اور کوئی ہدایت نہیں فرمائی۔ اس بناء پر لازماً ان بزرگوں کا سلسلہ بند ہے۔ اور ان کے وصول کا چبوترہ مرتفع واقع ہوا ہے۔ یہی ہیں جنہوں نے سماع ورقص کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے اور وجد وتواجد کو انگلی شہادت سے دوٹکرے کر دیا ہے دوسروں کا مکشوف ومشہود ان بزرگوں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے۔ اور ان کا معلوم ومتخیل نفی کے قابل ہے ان اکابر کا معاملہ دید دانش سے ماوراء ہے اور معلوم ومتخیل سے بھی ماوراء ہے۔ نیز تجلیات وظہورات اور مکاشفات ومعانیات سے بھی ماوراء ہے۔

دوسروں کا اہتمام اثبات میں ہے اور ان بزرگوں کی ہمت نفی ماسوا میں صرف ہوتی ہے۔ دوسرے کلمہ طیبہ نفی واثبات کا تکرار اس لیے کرتے ہیں تا کہ اثبات کا دائرہ وسعت پیدا کرے۔ اور تمام جہان جو غیریت کے عنوان سے پیدا ہوا ہے۔ کلمہ توحید کے تکرار سے حقیقت کے عنوان سے منکشف ہوجائے اور سب کو حق پائیں۔ اور حق دیکھیں تعالیٰ وتقدس۔ بخلاف ان بزرگوں کے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے تکرار سے ان کا مقصود دائرہ نفی کی وسعت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۲۳، ج، ۲، ص ۶۸ تا ۷۱ کر بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ای فرزند! این معارف که مسوده یافته است، امید است که از الهامات رحمانی باشند که اصلاً شائبۂ وساوس شیطانی را در آنجا مجال نبود۔ دلیل بر این معنی آن دارد که چون در صدر تحریر این علوم شد و ملتجی به جانب قدسِ خداوندی۔ جل سلطانه۔ گشت، دید که گویاملائکۂ کرام۔ علی نبینا و علیهم الصلوۃ والسلام۔ از نواحی آن مقام، دفع شیطان می کردند و نمی گذاشتند که در حوالیِ آن مکان بگردد۔ واللّٰہ سبحانه اعلم بحقیقة الحال و چون اظهار نعم جلیله از اعاظم محامد است به اظهار این نعم عظمیٰ جرأت نموده آمد۔ امید است که از مظنه عُجب مبرّا باشد۔ چگونه عجب را گنجایش باشد که به عنایت اللّٰہ سبحانه نقص و شرارت ذاتی خود، همه وقت نصب عین است و کمالات همه منسوب به او تعالی۔

ترجمہ: اے فرزند یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اس مقام کے گردونواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں۔ اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔

واللّٰہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال،

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکر گزاری ہے۔

اس لیے اس نعمت عظمیٰ کے ظاہر کرنے کی دلیری کی۔ امید ہے کہ یہ بات عجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص وشرارت ہروقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۴، ج ۲، ص، ۴۷۲، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

دیگر خواست کہ در جواب استفسار فرق میان قطب و غوث و خلیفہ نویسد۔ مأذون نگشت۔ بروقت دیگر موقوف دارند۔ والسلام۔

ترجمہ: دوسرے یہ کہ فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب وغوث وخلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے کچھ لکھے۔ لیکن اذن نہ ہوا۔ ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ (والسلام)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۵۲، ج ۱، ص، ۵۰۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مشائخ کے خلاف کلام اور اس کی حقیقت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

حضرت خواجۂ ما۔ قدس سرہ۔ می فرمودند کہ علامت صحب احوال، حصول یقین است بر کمال و ایضاً تذبذب و اشتباہ چگونہ صورت بندد، کہ بہ عنایت بی غایت او تعالیٰ، اطلاع بر تفیل احوال مقررہ این بزرگواران میسر شدہ است و معارف توحید و اتحاد و احاطہ و سریان مکشوف گشتہ و حقیقت مکشوف و مسہود ایشان بہ حصول پیوستہ و دقایق علوم و معارف اینان بہ وضوہ انجامیدہ و تامدت ھا در این مقام اقامت ورزیدہ و بہ قلیل و کثیر شان الا ماشآء اللہ تعالیٰ وارسیدہ، آخر الامر بہ۔

فضل خداوندی۔ جل سلطانہ۔ ظاہر گشت کہ این ہمہ شعبدھھای ظلال است و گرفتاری بہ شبح و مثال۔ مطلوب ماوراء وراء اینہا است و مقصود ماسوای اینان، ناچار رو از ہمہ تافتہ، متوجہ جناب قدس بی چون گشت و از ہر چہ بہ داغ چندی و چونی متسم است، مبراشد (انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وماانامن المشرکین) (انعام ۷۹)

اگر معاملہ نہ این چنین بودی، ہرگز بہ خلاف مشایخ لب نگشادمی و بہ ظن و تخمین با ایشان مخالفت نکردمی و ایضاً این خلاف اگر بہ ذات و صفات واجبی۔ جل سلطانہ۔ تعلق نداشتی و سخن از تقدیس و تنزیہ او تعالیف نبودی، البتہ اظہار خلاف مکشوف این اکابر بہ وقوع نیامدی و سخن از مخالفت علوم ایشان بہ حصول نپیوستی، کہ من کمینہ خوشہ چین خرمن ھای دول ایشانم و رذیلی زلہ بردار خوان ھای نعم اینہا، مکرر اظہار می نمایم کہ ایشانند کہ بہ انواع تربیت، مرای مربی ساختہ اند و بہ اصناف کرم واحسان، مرامنتفع گردانیدہ اند، اما چہ توان کرد کہ حقوق خداوندی۔ جل سلطانہ۔ فوق حقوق ایشان است، چون بحث بہ ذات و صفات او تعالیٰ افتد و معلوم شود کہ اطلاق بعضی امور شایان جناب قدس او نیست، تعالیٰ، در این موطن سکوت ورزیدن و از خلاف دیگران ترسیدن، از دین و دیانت دور است و مقام بندگی و طاعت آن را برنتابد۔

خلاف علماء با مشایخ۔ رحمہم اللہ سبحانہ۔ در امور خلافیہ کمسئلۃ التوحید و غیرھا از راہ نظر و استدلال است و خلاف این فقیر با ایشانان در این امور، از راہ کشف و شہود (است) علماء بہ قبح این امور قائل اند و این فقیر بہ حسن این امور، بہ شرط عبور (قائل است) خلاف (شیخ علاؤ الدولہ) در مسئلۂ وحدت وجود، بہ طور علماء مفہوم می شود و بہ قبح آن ناظر است، ہر چند بہ راہ کشف در آمدہ اس ت، چہ صاحب کشف آن را قبیح نداند زیر کہ این مسئلہ، متضمن احوال غریبہ است و مشتمل بر معارف عجیبہ۔ غایۃ مافی الباب: اقامت در این موطن مستحسن نیست و اکتفا بہ این احوال و معارف، زیبانہ۔

ہمارے حضور سیّدی قطب الارشاد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ صحتِ احوال کی علامت کمال کے حصول کا یقین ہے۔ نیز تذبذب واشتباہ کی صورت کیسے متحقق ہوسکتی ہے۔ جب کہ اس بلند ذات کی عنایت بے نہایت سے ان بزرگوں کے احوال مقررہ پر تفصیلی اطلاع میسر آچکی ہے۔ اور توحید واتحاد اور احاطہ وسریان کے معارف مکشوف ہوچکے ہیں اور مکشوف ومشہود کی حقیقت بھی حاصل ہوچکی ہے۔ اور ان کے دقائق علوم ومعارف وضاحت سے سمجھ میں آچکے ہیں۔ اور مدت دراز تک اسی مقام میں رہا ہوں۔ اور ان کے قلیل وکثیر یعنی ہر شے سے الا ماشاء اللہ تعالیٰ واقف ہوچکا ہوں۔ آخر الامر فضلِ خداوندی جل سلطانہ سے ظاہر ہوا کہ یہ سب ظلال کے شعبدے ہیں اور شبہ ومثال سے گرفتاری ہے۔ مطلوب ان سب سے وراء الوراء اور مقصود ان سب سے ماسوا ہے تو یہ فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) مجبوراً سب سے رخ پھیر کر جناب قدس کی طرف متوجہ ہوگیا اور جو کچھ چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے اس سے پاک ومبرا ہوگیا۔

میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ میں ہر باطل مذہب سے الگ ہوتا ہوں۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اگر معاملہ اس طرح نہ ہوتا تو میں مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے خلاف ہرگز لب کشائی نہ کرتا۔ اور ظن وتخمینے سے ان کی مخالفت نہ کرتا۔ اور اگر یہ خلاف واجب تعالیٰ جل سلطانہ کی ذات وصفات سے متعلق نہ ہوتا۔ اور بات اس بلند ذات کی تنزیہہ وتقدیس کے بارے میں نہ ہوتی تو ان اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مکشوف کے خلاف میری طرف سے کچھ وقوع میں نہ آتا اور نہ ہی ان کے علوم کی مخالفت میں میں کچھ کہتا۔ کیونکہ میں کمینہ انہی کی دولتوں کے کھلیانوں کا خوشہ چین ہوں اور ان کی نعمتوں کے دسترخوانوں کا پس خوردہ کھانے والا ارذیل ہوں۔ میں مکرر اظہار کرتا ہوں کہ مشائخ کرام ہی ہیں جنہوں نے انواع واقسام کی تربیتوں سے میری پرورش کی ہے اور مجھے قسم قسم کے کرام واحسان سے نفع پہنچایا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے حقوق ان کے حقوق سے فائق ہیں۔ جب بحث اس بند ہستی کی ذات وصفات کے متعلق چھڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بند ذات کی جناب قدس کے لائق بعض امور کا اطلاق درست نہیں۔ تو اس مقام میں خاموشی اختیار کرنا۔ اور دوسرے کے خلاف کچھ کہنے سے ڈرنا دین ودیانت سے دور ہے۔ اور طاعت وبندگی کا مقام اسے برداشت نہیں۔ کرتا علماء کا مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے امور خلافیہ میں اختلاف جیسے مسئلہ وحدت وغیرہ نظر واستدلال کی راہ سے ہے۔ اور فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کا اختلاف ان سے کشف وشہود کے راستے سے ہے۔ علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور بشرط عبور ان کے حسن کا قائل ہے۔ مسئلہ وحدت وجود میں شیخ علاؤالدولتہ علیہ الرحمہ کا اختلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے اور ان کی جانب قبح کی طرف ناظر ہے۔ اگرچہ یہ قبح کشف کے راستے سے آیا ہے۔ کیونکہ صاحب کشف انہیں برا نہیں جانتا کیونکہ یہ مسئلہ احوال غریبہ کا متضمن اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ اس موطن میں قیام کرنا مستحسن نہیں۔ اور ان احوال ومعارف پر اکتفا کرنا مناسب نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۴۲، ج، ۲، ص ۱۲۹ تا ۱۳۱ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مقام ومرتبہ امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

بدان ارشدک اللہ تعالیٰ کہ اصحاب شمال، اصحاب حجب ظلمانی اند و اصحاب یمین، ارباب حجب نورانی۔ سابقان آنند کہ از این حجب بر آمدہ اند و یک قدم بر شمال و قدم دیگر بر یمین نہادہ، گوی سبقت بہ میدان اصل بردہ اند و از ظلال امکانی و ظلال وجوبی بالا گذشتہ و از اسم و صفت و از شأن و اعتبار، جز ذات نخواستہ۔ تعالیٰ و تقدس۔ اصحاب شمال، ارباب کفر و شقاوت اند و اصحاب یمین، اھل اسلام و ارباب ولایت اند و سابقان بالا صالت انبیا اند۔ علیھم الصلوات و التسلیمات۔ و بہ تبعیت ھر کرا بہ این دولت مشرف سازند این دولت بیشتر بہ تبعیت در اکابر اصحاب انبیا ست۔ علیم الصلوات و التسلیمات و التحیات۔ و بر سبیل قلت و ندرت، در غیر اصحاب، نیز متحقق است و فی الحقیقت این شخص نیز از زمرۂ اصحاب است و ملحق بہ کمالات انبیاء۔ علیھم الصلوات و البرکات۔ در حق او مگر فرمودہ۔ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام۔ لایدری اولھم خیر ام آخرھم۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت کرے جان کہ اصحابِ شمال وہ لوگ ہیں جو تاریک پردوں میں ہیں اور اصحاب یمین نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ان ظلماتی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند میدانِ اصل میں لے گئے ہیں اور امکانی اور وجوبی ظلال سے اوپر گذر گئے ہیں۔ اور انہوں نے اسم وصفت اور شان و اعتبار سے سوائے ذات تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحاب شمال کفر و شقاوت والے ہیں۔ اور اصحاب یمین اہلِ اسلام اور اربابِ ولایت ہیں۔ اور بالا صالۃ سابقین انبیاء (علیھم الصلوات و التسلیمات) ہیں۔ تابع ہونے کے اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کردیں تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء (علیھم الصلوات و التسلیمات و التحیات) کے اکابر صحابہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و ندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی محقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء (علیھم الصلوات و البرکات) سے ملحق ہے۔ شاید ایسے ہی شخص کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ لایدری اولھم خیر ام آخرھم، نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۳۹، ج، ۲، ص ۱۲۱ کرز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

ہزار سالہ مجدّد کی فضیلت دیکھئے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

بشنو! بشنو! ھر چند در این دولتِ خاصہ محمدی دیگری را شرکت نیست، اما این قدر می یابد کہ از آن دولت خاصہ او۔ علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ بعد از تخلیق و تکمیل او۔ علیہ و علی الہ الصلوات و التسلیمات۔ بقیہ ماندہ بود کہ در خوان دولت ضیافت کریمان زیادتی ھا لازم است کہ اولش گویان نصیبِ خادمان بود۔ آن بقیہ را بہ یکی از دولتمندان امت او۔ علیہ و علی الہ الصلوۃ و السلام۔ اولش گویان عطا فرمودہ اند و آن را خمیر مایہ ساختہ، تخمیر طینت او نمودہ و بہ تبعیت و وراثت او شریک دولت خاصہ او گردانیدہ (اند)۔ علیہ و علی الہ الصلوۃ و السلام

باکریمان کارھا دشوار نیست

این بقیه در رنگِ آن بقیۂ طینتِ ((حضرت آدم)) است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔ که نصیبِ خلقت درختِ خرما آمده است۔ کما قال۔ علیه و علی اله الصلوٰة و السلام۔ ((اکرموا عمتکم النخلة فانها خلقت من طینة ادم))۔ بلی! وللارض من کاس الکرام نصیب۔

سنوسنو! اگرچہ اس دولت خاصہ محمدی ﷺ میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس دولت خاصہ سے ان کی تخلیق و تکمیل کے بعد کچھ حصہ باقی بچا تھا کیونکہ شرفاء کی ضافت کی دولت کے دسترخوان پر کچھ نہ کچھ بچ رہنا۔ لازمی امر ہے جو کہ پس ماندہ کھانے والے خادموں کا حصہ ہوتا ہے اس بقیہ کو آپ ﷺ کی امت سے کسی ایک دولت مند پس خوردہ کھانے والے کو عطا فرمایا ہے اور اس کو اس کے خمیر کا سرمایہ بنا کر اس کی مٹی کو خمیر کیا ہے اور اس کی وراثت و تبعیت میں آپ ﷺ کی دولت خاصہ کا شریک بنایا ہے۔

باکریماں کارھا دشوار نیست

ترجمہ: کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں

اور یہ بقیہ حضرت آدم علی نبینا ﷺ کی مٹی کے بقیہ کی طرح ہے جو کہ کھجور کے درخت کی پیدائش کے نصیب ہوا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔''اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کیا کرو کہ وہ آدم ﷺ کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئی ہے۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

ترجمہ: شرفاء کے پیالہ میں سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۰۰، ج، ۲، ص، ۲۳۰، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مفسر جلیل، مفکر اسلام، بیہقی وقت، حضرت علامہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی مظہری حنفی، ؒ متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

بدانکه حق سبحانه و تعالیٰ در انسان استعداد قرب و معرفت خود نهاده و آن استعداد مستلزم هدایت بالفعل است قال الله تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناه اسفل سافلین الا الذین امنو ا وعملوا الصلحت یعنی هر آئینه پیدا کردیم انسان را در بهترین حقیقت، یعنی استعداد کمالات دارد پستر رد کردیم اور اپائین تر از پائین تا آنکه مثل خود را یا ناچیز تر از خود را عبادت کند مگر کسے که، ایمان آورد و عمل صالح کرد قال علیه السلام مامن مولود الا و یولد علے فطرة ثم ابواه یهود انه الحدیث لیکن افراد انسانی در کیفیت، استعداد مختلف اند قال علیه السلام الناس معادن کمعادن الذهب و الفضة خیار کم فی الجاهلیة خیار کم فی الاسلام اذافقهو اپس چنانچه در معادن اختلافست که اهلیت ذهب در معدن آهن و نحاس نیست و اهلیت آهن در معدن ذهب نیست۔ همچنین افراد انسانی قابلیات متغائره دارند قال الله تعالیٰ:۔ وقد خلقکم اطوارا یعنی بدرستیکه خداشمارا بر چند طور پیدا کرد و این کیفیات ناشی انداز صفات نفس و عناصر از شدت و ضعف و مانند آن و هدایت و ضلالت هر دو جائے ظاهر می شود خیار کم فی الجاهلیة خیار کم فی الاسلام بران دلالت می، کند۔ صدیق اکبر تعجب کرد و در حق عمر فرمود اخیار فے الجاهلیة و خوار فے الاسلام

یادرکھو کہ حق سبحانہ نے انسان کی سرشت میں اپنے قرب اور اپنی معرفت کی استعداد رکھی ہے اور وہ استعداد ہدایت بالفعل پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ،ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ،إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔

ترجمہ: تحقیق ہم نے انسانوں کو بہترین حقیقت پر پیدا کیا یعنی انسان کمالات کی استعداد رکھتا ہے پھر ہم نے اسے پست سے پست تر مقام تک لوٹا دیا یہاں تک کہ وہ اپنے ای جیسی یا اپنے سے کمتر شے کی عبادت کرے البتہ وہ لوگ (اس سے الگ ہیں) جو ایمان لائیں اور عمل صالح اختیار کریں۔ (سورۃ التین: ۴،۵،۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن مولود الا ویولد علی فطرۃ ثم ابواہ یھودانہ۔

ترجمہ: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت صحیح پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنادیتے ہیں۔ الحدیث۔

البتہ افراد انسانی استعداد کے اعتبار سے الگ الگ ہیں رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الناس معاون کمعاون الذھب والفضة خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقھو۔

ترجمہ: جس طرح کہ کانیں مختلف ہوتی کہ لوہے اور تانبے کی کانوں میں چاندی کی اہلیت پائی نہیں جاتی اور سونے کی کان میں لوہے کی صلاحیت نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح انسانی افراد بھی الگ الگ قابلیتیں رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا

ترجمہ: تحقیق کہ ہم نے تم کو کئی قسم (طور) پر پیدا کیا۔ (سورۃ نوح: ۱۴)

اور یہ کیفیات نفس و عناصر کی صفات سے ظاہر ہوتی ہیں اور ہدایت ہو اگر یہی دونوں صورتوں میں ان ہی نفس و عناصر کی کیفیتوں سے شدت اور ضعف اور اس طرح کی دوسری کیفیتوں کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں:

خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام۔

(کا ارشاد) اسی حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت سیدنا خلیفہ رسول ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

اخیار فی الجاھلیة وخوار فی الاسلام؟

(یعنی تم جاہلیت میں بڑے بہادر بنتے تھے۔ اسلام میں آکر ڈھیلے پڑ گئے)؟۔

ونوعے دیگر است بسبب در اختلاف استعداد انسانی کہ حرفے او ظلال اسماء الٰھی اند باظلال یک مرتبہ یادہ مرتبہ یا صد مرتبہ الی مایعلمہ اللہ تعالیٰ ونیز بعضے ظلال اسم الھادی اندو بعضے ظلال اسم المضل۔ این نوع استعداد مستلزم ھدایت و ضلالت است ھر کہ مبداء تعین او ظل اسم الھادی است ھر آئینہ بھدایت خواھد رسید و ھر کہ مبداء تعین او ظل اسم المضل است او ھر آئینہ گمراہ خواھد بود لیکن از بودن مبداء تعین شخص ظلال اسم الھادی لازم نیست کہ بدرجہ ولایت رسد اما ھر کرا حق تعالیٰ بفضل خود بمرتبہ رساند آن

زمان تفرقه مراتب بسبب قربِ و بعد ظلی که مبداء تعین اوست باصل ظاهر خواهد شد هر کرا مبدءِ تعین اعلیٰ و اقرب باشد ولایتِ او اشرف خواهد بود صدیق را چون مبدءِ تعین دائرۂ ظلال نقطه اعلیٰ بود آنحضرت در مرتبه ولایت هم اسبق و اشرف آمده۔

اختلاف استعداد کی دوسری قسم

انسانی استعداد میں اختلاف کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس میں اختلاف کا سبب اسماءِ الٰہی کے ظلال ہیں اور پھر ان (ظلال) کے ظلال میں جو خواہ ایک یا دس یا سو مراتب سے لے کر جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوں۔ نیز بعض ظلال اسم ''الہادی'' کے ہیں اور بعض ظلال اسم ''المضل'' کے ہیں۔ استعداد کی اس نوعیت سے ہدایت وضلالت واقع ہوتی ہے۔ وہ فرد جس کے مبدءِ تعین کا ظل اسم ''الہادی'' ہے یقیناً ہدایت یاب ہوگا اور جس فرد کے مبدءِ تعین کا ظل اسم ''المضل'' ہے وہ یقیناً گمراہ ہو کر رہے گا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس فرد کے مبدءِ تعین پر اسم ''الہادی'' کا ظل سایہ فگن ہے اسے درجہ دلالت حاصل ہو جائے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جسے چاہے یہ مرتبہ عطا فرمائے۔ اس صورت میں مراتب کا جو فرق ظاہر ہوگا وہ اس کے مبدءِ تعین کے ظل قرب اور بعد کی بنا پر ہوگا۔ جس کسی کا مبدءِ تعین اعلیٰ اور اقرب ہوگا۔ اس کی ولایت اتنی ہی اعلیٰ ہوگی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مبدءِ تعین چونکہ دائرہ ضلال کا نقطۂ اعلیٰ تھا اس لئے ان کا مرتبہ ولایت بھی سب سے زیادہ بڑھا چڑھا رہا۔

مسئله ثمرۂ اختلاف استعدادات بنوع ثانی یعنی باعتبار مبادی تعینات درولایت ظاهر می شود خصوصاً درولایت صغری وثمرۂ اختلاف بنوع اول درجمیع مقامات ظاهر می شود چرا که معامله بالطائف عالم امرو فیوض مبادی تعینات در ولایت صغریٰ است و چیزے ازان در ولایت کبریٰ هم و در اکثر دوائر ولایت کبریٰ معامله بانفس است و در ولایت علیا باعناصر سه گانه و در کمالات نبوت باعنصر خاک و ما فوق آن هیئت وحدانی واللہ اعلم۔

مسئله ممکن است که بعضے اولیا از بقیه طینت بعضے انبیاء پیدا شده باشند و هم از طینت اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم پیدا شده باشند۔

اختلاف استعداد کے اثرات کا ظہور:

مسئلہ: استعدادات کے اختلاف کا جو نتیجہ نوع ثانی یعنی مبادی تعینات کے اعتبار سے (ہر) ولایت بالخصوص ولایت صغریٰ میں ظاہر ہوتا ہے اور نوع اول کے اختلاف کا نتیجہ جو جملہ مقامات میں ظاہر ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ عالم امر کے لطائف اور مبادیٔ تعینات کے فیوض کا جو تعلق ہے وہ ولایت صغریٰ سے ہے اور اس میں سے کچھ ولایت کبریٰ کے ساتھ بھی اور ولایت کبریٰ کے اکثر دوائر کا تعلق نفس کے ساتھ ہے اور ولایت علیا میں سہ گانہ عناصر کے ساتھ اور کمالات نبوت میں عنصر خاک کے ساتھ، اور اس سے اوپر ہیئتِ وحدانی کے ساتھ واللہ اعلم۔

مسئلہ: یہ بات ممکن ہے کہ بعض اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بعض انبیاء علیہم السلام کے بچے ہوئے خمیر سے پیدا ہوئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک خمیر سے پیدا ہوئے ہوں۔

سوال: این معنی معقول نمی شود چرا که هر کس از نطفۂ والدین خود پیدا می شود۔

جواب: اکثر چیز ھاھستند که بعقل انسان ثابت نمی تواند شداز شرع ثابت می شود یا کشف و الھام چنانچه نفس ولایت که عبارت ازقرب بیچون است امام محی السنة بغوی رحمة اللہ علیه درتفسیر معالم التنزیل در تفسیر کریمه:۔ منھاخلقنکم و فیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔ قول عطائے خراسانی ذکر کرده که گفته نطفه که در رحم قرار می گیرد فرشته پارۂ خاک می آرداز مکانے که دران دفن کرده خواھد شد پس در نطفه می اندازد پس ازخاک و نطفۂ آدمی پیدا می شود۔ وخطیب ازابن مسعود رضی اللہ عنه روایت کرده که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرمود مامن مولود الا وفی سرته من تربته التی یولد منھا فاذا ردالی ارزل عمره ردالی تربته التی خلق منھا یدفن فیھا وانی وابابکر وعمر خلقنامن تربة واحدة وفیھا ندفن یعنی نیست ھیچ مولود مگر آنکه درناف اوخاکے است که ازان پیدا شده بود پس چون بارزل عمر یعنی بوقت مرگ رسد باز گردانیده شود بھمان خاک که ازان پیدا شده بود و دفن کرده شود درآن۔ بدرستیکه من وابوبکر وعمر ازیک خاک پیداشده ایم ویکجامدفون خواھیم شد۔

سوال: چونکہ ہرشخص اپنے والدین کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے اس لئے یہ بات قرین عقل معلوم نہیں ہوتی؟

جواب: بہت سی باتیں ہیں جن کو عقل انسانی ثابت نہیں کرسکتی لیکن شرع یا کشف والہام سے وہ ثابت ہوجاتی ہیں مثلاً نفس ''ولایت'' کہ وہ ذات بے چون کے قرب کا نام ہے امام محی السنت بغوی علیہ الرحمہ نے تفسیر ''تفسیر معالم التنزیل'' میں آیۃ کریمہ:

مِنۡهَا خَلَقۡنَٰكُمۡ وَفِيهَا نُعِيدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرَىٰ (سورۃ طٰہٰ:۵۵) کی شرح میں عطائے خراسانی کے قول کا ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو ایک فرشتہ اس مقام کی مٹی کی چٹکی جہاں اسے دفن ہونا ہے، لاتا ہے اور نطفے میں ڈال دیتا ہے۔ پھر اس مٹی اور نطفے سے آدمی پیدا ہوتا ہے۔

اورخطیب نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن مولودٍ الا ولی سرھه من تربته التی یولد منھا فاذا ردالی ارزل عمره ردالی تربت التی خلق منھا یدنن فیھا والی واابابکرٍ و عمر خلقنامن تربت واحدةٍ و فیھاندفن۔

یعنی کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی ناف میں وہ مٹی ہے جس سے اسے پیدا کیا گا تھا۔ پس جب وہ آخرِ عمر یعنی موت کے قریب پہنچتا ہے تو اسے اس مٹی میں لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتا ہے اور اسی میں دفن کردیا جاتا ہے تحقیق کہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔

میرزا محمد بدخشانی رحمة اللہ علیه گفته که این حدیث راشواھدانداز ابن عمر وابن عباس وابوسعید وابوھریره۔ بعضے رابعضے قوت میدھد۔

وقتیکه در شرح صحیح بخاری در کتاب جنایز قول ابن سیرین آورده که گفت اگر قسم یاد کنم صادقم وشک ندارم درانکه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابوبکر وعمر ازیک طینت پیدا شده اند۔ ورسول کریم عبداللہ بن جعفر رافرمود که تواز طینت من پیدا شدۂ وپدر توبافرشتگان در آسمان طیران میکند وجائز است که خاکے که حق تعالی برائے پیغمبری مھیا کرده باشد وازبدو خلقت زمین آن رابا انوار برکات ونزول رحمت پرورش کرده باشد ازجمله آن چیزے بقیه مانده باشد که خمیر مایه شخصے از اولیاء شود۔ این امر

عقلاً محال نیست و از شرع مستفاد و از کشف ثابت می شود و این را در اصطلاح اِصالت گویند و صاحب اِصالت در نظر کشفی چنان بنظر می در آید که گویا جسدِ او مرصع است از جواهر و اجسادِ دیگران از آب و گل۔

حضرت میرزا محمد بدخشانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان میں سے بعض سے بعض کو تقویت پہنچتی ہے۔

حضور انور ﷺ، حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک خمیر سے پیدا ہوئے ہیں

شرح صحیح بخاری کتاب جنائز میں ایک مقام پر ابن سیرین علیہ الرحمہ کا قول بیان کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر میں قسم کھاؤں تو اس معاملے میں سچا ہوں اور مجھے ہرگز اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک خمیر سے پیدا ہوئے ہیں اور رسول کریم ﷺ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے خمیر سے پیدا ہوئے ہو اور تمہارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمان پر پرواز کرتے ہیں اور یہ بات درست ہے کہ حق تعالیٰ نے جس مٹی کو کسی پیغمبر کے لئے مہیا فرمایا ہو اور زمین نے اظہار آفرینش کے لئے انوار و برکات اور نزولِ رحمت کے ساتھ اس کی پرورش کی۔ وہ اس میں سے کچھ حصہ باقی رہ جائے اور وہ اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کسی کا خمیر ہو جائے یہ بات عقلاً محال نہیں ہے اور شرع اور کشف سے ثابت ہے۔ اس کو اصطلاح میں ''اصالت'' کہتے ہیں اور کشفی نظر میں ''صاحبِ اصالت'' اس طرح نظر آتا ہے کہ گویا اس کا جسم جواہر سے مرصع ہے اور دوسروں کے جسم آب و گل سے بنے ہیں۔

مسئله: اِصالت هر چند موجب فضل است اما افضلیت صاحب اصالت بر کسانیکه افضلیت شان با جماع ثابت است لازم نمی آید نمی بینی که عبدالله ابن جعفر بموجب نص حدیث صاحبِ اصالت است حالانکه عثمان و علی و حسن و حسین رضی الله عنهم از وے افضل اند با جماع۔ صاحبِ اصالت لازماً سب سے افضل نہیں ہوتا

مسئلہ: اگرچہ ''اصالت'' بھی بڑے شرف کی بات ہے لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ صاحبِ اصالت اُن حضرات سے افضل ہو جن کی فضیلت اجماع سے ثابت ہو چکی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بموجب نصِ حدیث ''صاحبِ اصالت'' ہیں جبکہ اجماع کے مطابق عثمان، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ان سب سے افضل ہیں۔ (ارشاد الطالبین، فصل، ورا ستعداد، ص ۹۰، ۴، تا ۵۱، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:

حدیثِ صلہ: سرشارِ بادۂ احمدی حضرت خواجہ ہاشم کشمی علیہ الرحمہ نے حدیث صلہ کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے

ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو سردارِ دو عالم ﷺ سے بشارت ملی کہ تمہاری شفاعت سے قیامت کے دن کتنے ہزار افراد بخشے جائیں گے۔ اس بشارت ملنے پر آپ نے کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا اور تحدیثا بنعمۃ اللہ اس بشارت کا بیان کیا۔ میں اس وقت حاضر تھا میں نے آپ سے عرض کی۔ آپ نے دوسرے دفتر کے چھٹے مکتوب میں لکھا ہے۔

''آنچه مقصود از آفرینش خودی دانستم معلوم شد به حصول پیوست و مسولِ هزار ر ساله به اجابت قرین گشت۔

الحمدللہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین و مصلحا بین الفئتین۔''

ترجمہ: میں اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھا ہوں وہ پورا ہو گیا ہے اور ایک ہزار سال کی طلب مقرونِ اجابت ہوئی۔ حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ اس نے مجھ کو دو سمندروں کو جوڑنے والا اور دو جماعتوں میں اصلاح کرنے والا بنایا۔''

آپ کی اس تحریر کے متعلق ایک فاضل عزیز سے میری بات ہوئی اور ہم دونوں نے حضرت سیّدنا علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی کتاب جمع الجوامع کی اوراق گردانی کی اور ہم کو یہ حدیث دستیاب ہوئی۔

يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ صِلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَ كَذَا

ترجمہ: میری اُمت میں ایک شخص ہوگا اور اس کو صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے اتنے اتنے جنت میں داخل ہوں گے۔

(الزہد والرقائق لابن المبارک، رقم: ۸۶۴، ص، ۲۹۷، حلیۃ الاولیاء، ج، ۲، ص، ۲۴۱، جمع الجوامع، کنز العمال، ج، ۱۲، ص، ۱۸۵، رقم: ۳۴۵۸۹)

میں نے اس فاضل عزیز سے کہا۔ کیا اس حدیث شریف سے آپ کی طرف اشارہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس نے کہا اشارہ کا احتمال ہے۔

(زبدۃ المقامات ۲۸۴ و ۲۸۵)

اس حدیث شریف کو حضرت سیّدنا محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی طبقات میں لکھا ہے۔ اس کی روایت اس طرح ہے۔

عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر انه بلغه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال له صلة یدخل بشفاعته الجنة کذا و کذا۔

(طبقاتِ کبریٰ جلد سات صفحہ ۱۳۴ اور اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء سے علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ) نے الاصابہ کی تیسری جلد صفحہ ۵۲۵ میں اور علامہ علی المتقی نے کنز العمال کی جلد سات صفحہ ۱۳۱ میں نقل کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر جو کشف ہوا اس کی تائید حدیث شریف سے ہوئی ہے اب چاہے وہ حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو از اعظم سعادات ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ فرق صرف بشفاعته اور الجنة کی تقدیم و تاخیر کا ہے۔

(حضرت مجدد الف ثانی اور ناقدین، ص، ۱۰۸)

خواجہ محمد احسان مجددی، (قدس سرہ) لکھتے ہیں:

کتاب جامع الدرر میں یہ حدیث حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان کی ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بعث الله رجل علی راس احد عشر مائة سنة هو نور عظیم اسماء اسمی بین السلاطین الجابرین ویدخل الجنة بشفاعت رجال الوفا۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گیارہویں صدی کے شروع میں میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ وہ شخص نورِ عظیم ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور دو ظالم بادشاہوں کے درمیان زندگی بسر کرے گا اور اس کی شفاعت سے قیامت کے دن ہزار ہا اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

امت کا صلہ:

ملا جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ جمع الجوامع میں یہ حدیث حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حق میں لاتے ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون رجلاً فی امتی یقال لہ صلة تدخل الجنة بشفاعته کذو او کذا۔

ترجمہ: جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جسے خلقت صلہ کہے گی۔

یعنی دو متفرق چیزوں کو ملانے والا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ شریعت اور طریقت کو ملائیں گے اور اس کی شفاعت سے میری امت میں سے اس قدر آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت قیوم اوّل دوسری جلد کے چھٹے مکتوب میں جو آنجناب مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے حضرت قیوم ثانی معصوم ربانی عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمۃ کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔ الحمد للہ الذی جعلنی صلة بین البحرین و مصلح بین الفئتین

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور دو لشکروں میں صلح کرانے والا بنایا۔ (روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۹۷)

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ہزار سال بعد وہ علوم و معارف کی کمالات از سرِ نو تازہ ہوں۔ جو ذات کے متعلق ہیں۔ انسانی تاریخ میں ہر ہزار سال کے بعد ایک پیغمبر اولوالعزم صاحب شریعت جدید پیدا ہوا کرتا تھا چونکہ اس امت میں تنسیخ و تبدیل اور صاحب منصب نبوت نبی کی بعثت نہیں اس واسطے ضروری تھا کہ اس امت میں کوئی شخص ایسا پیدا ہوا جو اس دین کو از سرِ نو تازہ کرے۔ زینت بخشے اور ذاتِ حق کے متعلقہ علوم و معارف کے کمالات کا اظہار کرے اور اس کے بندوں تک پہنچائے۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۱۶۲)

مجدد الف ثانی:

الف ثانی کے مجدد حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ ہیں آپ علیہ الرحمۃ کا ظہور ہندوستان میں ایک ایسے نازک موقعہ میں ہوا جبکہ کفر و شرک، ضلالت و گمراہی، فسق و فجور کا دور دورہ تھا لوگ دین اسلام سے منحرف ہو رہے تھے آپ نے آکر آوازۂ توحید کو پھر بلند کیا کفر و بدعت اور فسق و فجور کی ظلمت کو دور کیا یہ دینی خدمت بڑے زور سے آپ کے مجدد الف ثانی ہونے پر دلالت کرتی ہے علاوہ ازیں علمائے وقت نے بھی آپ علیہ الرحمۃ کو مجدد الف ثانی مانا ہے بلکہ ان میں سے اکثر تو آپ علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور آج تک کیا عوام اور کیا خواص کیا علماء کرام اور کیا مشائخ عظام سب آپ علیہ الرحمۃ کو مجدد الف ثانی مانتے چلے آئے ہیں۔

(سیرت امام ربانی، ص ۴۱)

حضرت سیّدنا کاشف اسرار شیخ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ حضرات القدس میں لکھتے ہیں:

وایشان اعظم و اکمل خلفائے حضرت خواجہ اند۔ چون نور آفتاب و ظہور ماہتاب بر افراد کائنات بر سبیل تفصیل ساطع و لامع ست، وموقوف بر علم مہر و ماہ نیست، مثل ایشان مثل بحر محیط است کہ بر انجماد خود ایستادہ است، یلان آن منوط (در مخطوطہ 'الف' محو شدہ است، از مخطوطہ 'ب' آوردہ شد) بتوجہ متوجہ و اخلاص مخلص ست۔ و اگر دریا خواہد بفردے یا بر جماعۂ سیلان و فیضان

بخشند' در بخشش او کسی سخن است تا جہانی را در یک لمحہ مالا مال و مملو سازد۔

ترجمہ: ختم الاسماء الرآن الشیخ احمد الفاروقی الکابلی النقشبندی السہرندی ﷜ کی مثال سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی کا معاملہ ہے کہ وہ پوری دنیا پر پڑتی رہتی ہے اور وہ سورج یا چاند کے علم میں نہیں، یا ان کی مثال ایک محیط سمندر جیسی ہے کہ وہ اپنے حال و مقام پر قائم ہے اور اس کا بہاؤ اسی کیلئے ہے جو خود اس کی طرف متوجہ ہوا اور تعلق رکھنا چاہتا ہو، یہ اور بات ہے کہ خود دریا چاہے کہ کسی فرد یا جماعت کو مستفیض فرمائے تو پھر اس کی بخشش میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے وہ تو آناً فاناً ایک عالم کو مالا مال کر دے گا۔

و معاملۂ ایشان وراء طور عقل و درایت است۔ خرد کہنہ لنگ در آنجا قدم ندارد بعد از ہزار سال از ارتحال محبوب ذوالجلال علیہ و علی آلہ الصلوات و التسلیمات بکمال اتباع آن سرور (علیہ الصلوۃ والسلام) بکملات وراثت شُدَہ مجدد بعد الف آمدہ اند' و آنچہ آن سرور علیہ السلام فرمودہ "مثل امتی کمثل المطر لایدری اولھم خیرھم ام آخرھم" تواند کہ اشارہ بوجود مسعود آن حضرت بود' چہ آخریت این امت از مضی الف است۔ و پیغمبر علیہ السلام فرمودہ کہ در ہر مأتہ مجددے آید کہ دین متین مرا از سر نو تازہ گرداند۔ از مجددِ مأتہ تا مجددِ الف' از صد تا ہزار فرق است بل زیادہ از آن۔ ہزار سال بایستے تا این چنینگوہرے بوجود آید۔

ہزار سال بباید کہ تا بباغ یقین		زشاخ ہمت چون تو گلے ببار آید
بھر قران وہ بھر قرن چون توئے نبود		دبروزگار چون تو کے بروزگار آید

دراصل آپ (حضور سیدی امام مجدد الف ثانی ﷜) کا معاملہ ہمارے (ناقص) عقل وفہم سے بالا ہے اور ہماری کمزور سمجھ بوجھ وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتی۔ حضور انور ﷺ کے وصال کے ایک ہزار سال بعد محض حضور انور ﷺ کے اتباع کامل و مکمل کی بدولت تمام کمالات کے وارث آپ (حضور سیدی امام مجدد الف ثانی ﷜) ہوئے ہیں اور جیسا کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کی مثال اس بارش کی ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہوگا یا اس کا آخر آپ (حضور سیدی امام مجدد الف ثانی ﷜ کے وجود مسعود سے متعلق بھی اشارہ ہو سکتا ہے، کیونکہ اس امت کا آخر ایک ہزار سال گزرنے پر کہا جا سکتا ہے اور حضور انور ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا جو دین متین کو از سر نو تازہ کرے گا، اور ہر صدی کے مجدد اور ہزار سال کے مجدد میں سو اور ہزار کا فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ پس ہزار سال چاہیے تاکہ ایسا گوہر وجود میں آسکے۔

ہزار سال بباید کہ تا بباغ یقین		زشاخ ہمت چون تو گلے ببار آید
بھر قران وہ بھر قرن چون توئے نبود		بروزگار چون تو کے بروزگار آید

ترجمہ: ہزار سال ہیں، درکار باغ دیں ہیں کہ جب، تمہاری طرح کوئی بے مثال پھول کھلے، کسی صدی میں کسی دور میں نہیں کوئی، زمانہ جس کو تمہارا نظیر کہہ بھی سکے۔

ظہورِ نورِ محمدی:

نور آن سرور علیہ السلام بعد ہر مائۃ در کِسوَت قطبِ وقت ظہور کند و ارشاد و ھدایت فرماید اما در کسوت قطب الاقطابی کہ ہزار سال تخمیر طینت او کردہ اند' و مادرِ دھر سی (ایک قرن مساوی تیس سال) وسہ قرن و دہ سال در شکم داشتہ' و دایۂ قاضا سہ لک

(بحساب قمری ۳۶۰ روز فی سال) وشصت هزار روز در کنار حمایت تربیت فرموده' ومشاطۂ ازل در مدت ذوازده هزار ماه بجلی ظاهر وباطن اور املحیٔ ومزین ساخته' وبه تزین (درمخطوطه ۳: تزیین) صورت و معنی آراسته' و الحاق آخر باول خواسته' ظهور اتم وا کمل است' وتجدید درین صورت که سراپا بروز (در نسخه خطی: روز) حقیقت و معنی است اعم واشمل۔

زهے دولتِ مادرِ روزگار		که پورے چنین پرورد در کنار

از آن ست که کارخانۂ رحمت و خزانۂ فضل واحسان بآن حضرت حواله رفته است وما ارسلنک الا رحمة للعالمین دربارۂ سیدالمرسلین از حضرت رب العالمین خطاب مستطاب آمده' بداز هراز سال از محمد بر احمدﷺ (اسم گرامی حضرت مجدد الف ثانی علیه الرحمة) پرتو انداخت۔ (مستزاد)۔

تو خازن گنج رحمت مولائی هنگام نثار		مشاطۂ حسن مات بیضائی از بعد هزار
زانجام نخست حرف نامَت پیداست از روئے شمار		بر اول و آخردرِ رحمتائی درروزگار

(درنسخه خطی ۱، ۲، ۳: حساب)

نام حضرت ایشان عندالله عبدالرحمن است اعجوبۂ روزگ انموذج عطیات پروردگار بوده اند:

چن دین هزار صنع خدائی بکار وقت		تا بو العجوبه مثل تو مخلوق خلق شد

ظہور نور محمدی ﷺ: حضور انور ﷺ کا نور ہر صدی کے بعد قطب وقت کی صورت میں ظہور کرتا ہے اور ارشاد وہدایت فرماتا ہے لیکن قطب الاقطاب کی صورت میں ظاہر ہونے کیلئے ایک ہزار سال تک اس کی طینت کی تخمیر کی جاتی ہے مادر زمانہ اس کو تینتیس قرن (۹۹۰ سال) اور دس سال تک اپنے شکم میں رکھتی ہے اور قضاوقدر کی دایہ اسے تین لاکھ اور ساٹھ ہزار دنوں تک تربیت دیتی ہے اور مشاطہ ازل، بارہ ہزار ماہ تک اس کے ظاہر وباطن کو آراستہ اور مزین کرتی ہے اور اسی کی ظاہراور روحانی زینت کرتی ہے اور آخر کو اول سے ملاتی ہے اس لیے اس کا ظہور بھرپور اور زیادہ سے زیادہ (پورا کا پورا) ہوتا ہے اور چونکہ یہ تجدید سراپا حقیقت ومعنی (روحانیت) کا ظہور و بروز ہے اس لیے وہ سب کیلئے ہے اور سب کو شامل ہے۔

زهے دولتِ مادرِ روزگار		که پورے چنین پرورد در کنار

ترجمہ: مادر دہر کی بدولت واہ، پرورش ایسے نوردیں کی ہوئی

یہی وجہ ہے کہ کارخانہ رحمت اور خزانہ فضل وع احسان آپ کے حوالے کیا گیا اور وہ جو وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن کا خطاب مستطاب اللہ پاک کی طرف سے حضور انور ﷺ کو ہوا ہے تو ایک ہزار سال کے بعد محمد ﷺ کا پرتو اس احمد (مجدد الف ثانی قدس سرہ) پر ڈالا گیا۔

تو خازن گنج رحمت مولائی		هنگام نثار مشاطۂ حسن مات بیضائی

ترجمہ: خازن گنج رحمت آپ ہوئے، زینت حسن ملت آپ ہوئے

از بعد هزار ز انجام نخست حرف نامَت پیداست		از روئے شماربر اول و آخردرِ رحمتائی

ترجمہ: آئے آخر ہزار سال کے بعد، اول آخر کی رحمت آپ ہوئے

آپ کا ازلی نام عبدالرحمن ہے اور آپ زمانے کیلئے عجوبہ اور عطیات الٰہی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

چن دین هزار صنع خدائی بکار وقت	تا بو العجوبه مثل تو مخلوق خلق شد

ترجمہ: ہوئی ہے پیدا جہاں میں ہزارہا مخلوق، مگر ہیں آپ زمانے میں ایک اعجوبہ

مظهریت محمدی:

دلیلِ مظهریت محمدی به ازین نباشد که اسرار مقطعات قرآنی که راز سبحانی با محبوب خود است' و خصوص بآن سرور داشت' برباطن ایشان ظاهر گشته۔

مظہریت محمدی ﷺ: مظہریت محمدی ﷺ کی اس سے بہتر دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ قرآنی حروف مقطعات کے اسرار جو حضور انور ﷺ کے لیے راز سبحانی تھے اور صرف حضور انور ﷺ سے مخصوص تھے وہ آپ کے باطن پر ظاہر کیے گئے۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۲۷، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (میر محمد نعمان) دربیان انکه علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین که بعضی صوفیه قرار داده اند، فی الحقیقت دو شطر انداز سه شطر علم الیقین ویک شطر علم الیقین هنوز درپیش است تابه عین الیقین و حق الیقین چه رسد و بیان آنکه صاحب این علوم مجد این الف است۔

الحمدللہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

مدتی است که از احوال خیر مآل خود اطلاع بنخشیده اند۔ المشول من اللہ سبحانه سلامتکم و استقامتکم۔ بدانند که علم الیقن عبارت از شهود آیات است که افادۀ یقین علمی نماید، این شهود فی الحقیقت استدلال است از اثر به مؤثر۔ پس آنچه از تجلیات و ظهورات در مرآیای آفاق وانفس دیده شود، همه از قبیل استدلال اثر به مؤثر است، اگرچه آن تجلیات را تجلیات ذاتیه نامند و آن ظهورات را بی کیف، خوانند چه ظهور شیء در مرآت، حصول اثریست از آثار ان شییٔ، نه حصول عین آن شیٔ پس سیر آفاقی و انفسی به تمامه قدم از دائرۀ علم الیقین بیرون نکشد و غیر از استدلال، از اثر به مؤثر نصیب آن نباشد۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (سنریهم، آیاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق) (۱) دیگران سیر آفاقی را از علم الیقین دانسته اند و عین الیقین و حق الیقین در سیر انفسی اثبات نموده اندو بیرون انفس سیر نگفته (اند) ان ایشانند، من چنینم یارب

می دانند که حضرت حق۔ سبحانه۔ به بنده از بنده نز دیکتر است پس از بنده تا حق۔ جل و علا۔ در جانب اقربیت، سیر دیگر متخلل است که وصول (به حق)، به قطع آن منوط است۔ این سیر ثالث نیز فی الحقیقت مثبت علم الیقین است، هرچند از دائرۀ ظلیت بیرون است. اما از شائبۀ ظلیت پاک و مبرا نیست، زیرا که اسما و صفات واجبی۔ جل سلطانها۔ فی الحقیقت ظلال حضرت ذاتند۔ تعالیٰ و تقدس۔ و

ہر جا کہ شوب ظلیت است، داکل آثار و آیات است۔ پس ایشانان از سہ سیر علم الیقین، یک سیر را مخصوص بہ علم الیقین ساختہ اند وسیر دویم آن رامحصل عین الیقین و حق الیقین گردانیدہ اند و بہ سیر ثالث لب نکشادہ اند تا دائرۂ علم الیقین تمام شود۔ عین الیقین و حق الیقین ہنوز درپیش است۔ قیاس کن ز گلستان من، بہار مرا۔ واز عین الیقین و حق الیقین چہ گوید واگر گوید، کہ (۲) فہم کند و کہ دریابد و چہ دریابد۔ این معارف از حیطۂ ولایت خارج است، ارباب ولایت در رنگ علماء ظواہر، در ادراک آن عاجزند و در درک آن، قاصر، این علوم مقتبس از مشکات انوار نبوت اند۔ علیٰ اربابھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ کہ بعدا ز تجدید الف ثانی بہ تبیعت و وراثت، تازہ، گشتہ اند وبہ طراوت ظہور یافتہ صاحب این علوم و عمارف، مجدد این الف (۳) است کما لا یخفی علی الناظرین فی علومہ، و معارفہ التی تتعلق بالذات و الصافات و الافعال و تتلبس بالاحوال والمواجید والتجلیات و الظہورات فیعلمون ان ھولآء المعارف والعلوم وراء علوم العلماء وا وراء معارف الا ولیاء بل علوم ھولآ ء بالنسبۃ الیٰ تلک العلوم قشر و تلک المعارف لب ذٰلک القشر واللہ سبحانہ الہادی۔ وبدانند کہ بر سر ہاماہ (۱) مجددی گذشتہ، است، امامجدد ماۃ دیگر است و مجدد الف دیگر، چنانچہ درمیان میان ماۃ والف فرق است، درمیان مجددین اینہانیز ہمان قدر فرق است، بلکہ زیادہ از آن۔ ومجدد ان است کہ ہرچہ در آن مدت از فیوض بہ امتان برسد، بہ توسط او برسد، اگرچہ اقطاب واوتاد آن وقت بوند و بدلا و نجباباشد۔ خاص کند بندہ (ای)، مصلحت عام را۔ والسلام علیٰ من، اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات والتسلیمات العلیٰ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الآنبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وعباد اللہ الصالحین اجمعین۔

سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، جیسے بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ یہ تینوں اقسام فی الحقیقت علم الیقین کے تین اجزاء کے دو جزو ہیں۔ اور علم الیقین کا ایک جزو ابھی تک باقی ہے۔ تو عین الیقین اور حق الیقین تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے۔ اور اس امر کا بیان کہ ان علوم والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات خیر مآل سے مطلع نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی اور استقامت کی دعا ہے۔

یہ بات جان لیں کہ علم الیقین علامات قدرت کے مشاہدہ سے عبارت ہے۔ جن سے یقین علمی کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ شہود فی الحقیقت استدلال ہے اثر سے موثر کی طرف۔ پس آفاق وانفس کے آئینوں میں جو کچھ بھی تجلیات اور ظہورات دکھائی دیتے ہیں۔ سب اثر سے موثر کی طرف استدلال کے قبیلہ سے ہیں۔ اگرچہ ان تجلیات کا تجلیات ذاتیہ نام رکھ لیں۔ اور ان ظہورات کو بے کیف کہیں۔ اس لیے کہ شے کا کسی آئینے میں ظہور اس شئ کے آثار میں سے کسی اثر کا ظہور ہے۔ نہ کہ عین اس شے کا حصول۔ اس لیے پوری کی پوری سیر آفاقی اور انفسی علم الیقین کے دائرہ سے قدم باہر نہیں نکال سکتی۔ اور اس کا حصہ صرف اثر سے موثر کی طرف استدلال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ: عنقریب ہم انھیں آفاق اور ان کے انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔(سورۃ فصلت، ۵۳)
دوسرے صوفیہ نے سیر آفاقی کو علم الیقین سے خیال کیا ہے اور عین الیقین اور حق الیقین کو سیر انفسی میں ثابت کیا ہے اور انفس سے باہر کسی سیر کا ذکر نہیں کیا۔

آں ایشانند ومن چنینم یارب

ترجمہ: یارب وہ تو اُس طرح ہیں لیکن میں تو اس طرح بھی نہیں

(میر محمد نعمان صاحب) یہ جان لیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ خود بندے سے بھی بندے کے زیادہ نزدیک ہے۔ پس بندے سے حق جل وعلا تک جانب اقربیت میں ایک اور سیر درکار ہے۔ کہ وصول اس سیر کے طے کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ تیسری سیر بھی فی الحقیقت علم الیقین کو ثابت کرتی ہے۔ یہ اگرچہ دائرہ ظلیت سے باہر ہے۔ تاہم شائبہ ظلیت سے پاک اور مبرا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسماء وصفات واجب جل سلطانہ فی الحقیقت حضرت ذات تعالت وتقدس کے ظلال ہیں اور جس جگہ بھی ظلیت کی ملاوٹ ہو وہ آثار وآیات میں داخل ہے۔ پس انہوں نے علم الیقین کی تین سیروں میں سے صرف ایک سیر کو علم الیقین کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کی سیر دوم کو عین الیقین اور حق الیقین کا حاصل کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور تیسری سیر کے بارے میں لب کشائی نہیں کی۔ تاکہ علم الیقین کا دائرہ مکمل ہو۔ عین الیقین اور حق الیقین ابھی درپیش ہیں۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہار

ترجمہ: میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اور یہ فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے۔ اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا۔ اور کون پائے گا اور کیا پائے گا۔ یہ معارف دائرہ ولایت سے خارج ہیں۔ ارباب ولایت علماء ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت (علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے سینہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں ان علوم ومعارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم ومعارف میں جو ذات وصفات اور افعال سے تعلق رکھتے۔ اور جو احوال، مواجید، تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں، دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تو صاحبِ نظر لوگ جانتے ہیں کہ یہ معارف اور علوم علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں بلکہ ان کے علوم ان علوم کی نسبت چھلکا ہیں اور وہ معارف اس چھلکے کا مغز ہیں اور اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔
اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے بلکہ اس سے زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض وبرکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں اور ابدال ونجبا ہوں۔

خاص کند بندہ مصلحتِ عام را

ترجمہ: مصلحت عام کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کرلیتا ہے

والسلام علی من اتبع الهدى والتزم متابعة المصطفى عليه وعلى آله الصلوات والتسليمات العلى وعلى جميع اخوانه من الانبياء

والمرسلین والملئکة المقربین وعباداللہ الصالحین اجمعین۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۴، ج ۲، ص ۲۲ تا ۲۴ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (خواجه محمد معصوم) دربیان بعضی ازاسرار غامضه واز آنجاوجه امر اتباع پیغمبر مامر ملت حضرت ابراهیم را۔علیهما الصلوٰة والسلام۔مفهوم می گردد

الحمدلله وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ

انگارم که مقصود از آفرینش من آن است که ولایت محمدی به ولایت ابراهیمی۔علیهما الصلوات والتحیات۔منصبغ گردد و حسن ملاحت (۱) این ولایت به اجمال صباحت (۲) آن ولایت، ممتزج شود، درد فی الحدیث: اخی یوسف اصبح وانا املح وبه این انصباغ وامتزاج، مقام محبوبیت محمدیه به درجهٔ علیا رسد۔مانا که مقصود از امر اتباع ملت (ابراهیم)۔علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ محصول این دولت عظمیٰ بوده است و طلب صلوات وبرکات، مماثل صلوات و برکات (حضرت ابراهیم)۔علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ ازبرای این غرض بوده (باشد) ملاحت و صباحت هر دو، منبیء از حسن ذات اند۔تعالیٰ۔بی مزج صفات، لیکن حسن صفات و افعال و آثار همه، مستفاد از حسن صباحت است که کثیر البرکة است، حسن ملاحت به حضرت اجمال مناسبت تراست۔ گویا ملاحت مرکزی است مرحسن راوصباحت دائرهٔ آن مرکز و در حضرت ذات۔تعالیٰ وتقدس۔ چنانچه بساطت است، وسعت نیز، نه ان بساطت و وسعت که درفهم مادر آید، ونه آن اجمال و تفصیل که مدرک ماگردد (لاتدرکه الابصار و هو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر) (۱) بساطت ووسعت که در حضرت ذات۔تعالیٰ۔ اثابت می نمائیم، ازیکدیگر جدااند، نه آنکه یکدیگر اند، چنانچه بعضی گمان برده اند، اماتمیزی که درمیان اینها در آن مرتبه ثابت است، خارج از حیطهٔ ادراک ماست و بیرون از دائرهٔ افهام ما۔پس ملاحت و صباحت نیز در آن مرتبه، متمیز باشند و احکام یکدگر از همدگر جدا بوند وکمالاتی که بی اینها متعلق شوند، ازهمدگر جداباشند و آنچه مقصود از آفرینش کود می دانستم، معلوم شد که به حصول پیوست و مسٔول هزار ساله به اجابت قرین گشت، الحمدلله الذی جعلنی صلةً بین البحرین و مصلحاً بین الفئتن اکمل الحمد علیٰ کل حال والصلوٰة والسلام علیٰ خیر الانام وعلیٰ اکوانه الکرام من الآنبیاء و الملائکة العظام۔وچون صباحت نیز به رنگ ملاحت متلون گشته است، لا جرم مقام خلت ابراهیمی نیز و سعتی پیداکرده است و محیط حکم مرکز نیز یافته (است)۔باید دانست که مقام (محبت) به مرتبهٔ ملاحت مناستب دارد و مقام (خلت) به مرتبه صباحت عر محبت، محبوبیت صرف نصیب خاتم الرسل است۔علیه و علیهم الصلوٰة والسلام۔ ومحبیت خالص، مخصوص به (حضرت کلیم) علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔و (حضرت خلیل)۔علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔نسبت یاری وندیمی دارد۔ محبت ومحبوب، دیگر است ویار وندیم، دیگر۔به هر کدام نسبت علاحده است۔واین فقیر چون مربای (۲) ولایت محمدیه وولایت موسویه است۔اعلیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام والتحیة۔نسبت محبوبیت غالب است و نسبت محبیت مغلو و مستور۔

ای فرزند! باوجود این معامله که به خلقت من مربوط بوده است، کارخانه دیگر عیظم به من حواله فرموده اند، برای پیری و

مریدی مرانیا و د ده اند و مقصود از خلقت من، تکمیل و ارشاد خلق نیست، ماملہ دیگر است و کارخانۂ دیگر دراین ضمن، ہر کہ مناسبت، دارد فیض خواہد گرفت و الا لا(۱)معاملۂ تکمیل وارشاد نسبت بہ آن کارخانہ، امری است ہمچون مطروح فی الطریق۔ دعوت انبیاء۔علیہم الصلوات والتسلیمات۔ نسبت بہ معاملات باطنۂ ایشان، ہمین حکم دارد و ہرچند منصب نبوت ختم یافتہ است، اما از کمالات نبوت و خصایص آن بہ طریق تبعیت ووراثت، کمل تابعان انبیا را نصیب است۔ علیہما الصلوت والتسلیمات والتحیات۔

علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، مخدوم زادہ مجدالدین خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔بعض مخفی اسرار کے بیان میں اور یہیں سے اسکی وجہ بھی سمجھ آتی ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا۔

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی،

میرا گمان ہے کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی، ولایت ابراہیمی (علیہما الصلوات والتحیات) کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمالِ صباحت کے ساتھ مل جائے۔حدیث شریف میں وارد ہے کہ میرے بھائی یوسف صبیح ہیں اور میں ملیح ہوں، اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔شاید کہ حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ السلام کی ملت کی اتباع کا حکم اسی دولت عظمیٰ کا حصول ہے۔اور حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ السلام کی صلوات اور برکات کے برابر صلوات اور برکات کی طلب اسی غرض کے لیے ہے۔ملاحت اور صباحت دونوں صفات کی ملاوٹ کے بغیر اس بلند ذات کے حسن سے آگاہ کرتے ہیں لیکن حسن صفات اور حسنِ افعال آثار سب کا سب کثیر البرکۃ حسن صباحت سے حاصل کیا گیا ہے۔حسنِ ملاحت حضرت اجمال کے زیادہ مناسب ہے۔گو ملاحت حسنِ مطلق کا مرکز ہے اور صباحت اس مرکز کا دائرہ اور حضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں جس طرح وحدتِ محضہ ہے فراخی اور کشادگی بھی ہے۔لیکن وہ وحدت محضہ اور وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آسکتی ہے۔اور نہ ہی وہ اجمال وتفصیل ہمارے ادراک میں آسکتا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

ترجمہ: آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔

بساطت ووسعت جو حضرت ذات تعالیٰ میں ہم ثابت کرتے ہیں وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں ایک عین نہیں ہیں۔جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے۔لیکن ان دونوں کے درمیان فرق و امتیاز جو ان کے اندر اس مرتبہ میں ثابت ہے۔ہمارے احاطہ ادراک سے خارج اور ہمارے افہام کے دائرہ سے باہر ہے۔پس ملاحت اور صباحت بھی مرتبہ ذات میں متمیز ہیں اور احکام میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔اور کمالات جو ان سے متعلق ہیں وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے میرے علم میں پورا ہو گیا ہے اور ہزار سالہ تجدید کی دعا مقبول ہو گئی ہے۔تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا ہر حال میں بہت کامل

حمد والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام وعلی اخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ العظام۔اور جب کہ صباحت بھی ملاحت کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو چکی ہے اس بناء پر لازماً خلت ابراہیمی کے مقام نے وسعت پیدا کرلی ہے۔اور محیط نے بھی مرکز کا حکم اختیار کرلیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ محبت کا مقام مرتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور مقام خلت مرتبہ صباحت سے محبت میں محبوبیت صرف صرف حضرت خاتم المرسلین ﷺ کا حصہ ہے۔ اور محسبیت خالص حضرت کلیم علیٰ نبینا ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور حضرت خلیل علیٰ نبینا ﷺ دوستی اور ہمنشینی کی نسبت رکھتے ہیں۔ محبت اور محبوب اور ہوتا ہے۔ اور یار و ہمنشین اور ہر ایک الگ نسبت رکھتا ہے۔ اور یہ فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) چونکہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) دونوں کا پروردہ ہے۔ اس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے۔ اور ولایت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔ اور محسبیت کی نسبت مغلوب و مستور۔

اے فرزند! اس معاملے کے باوجود جو میری (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کے لیے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔ جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا۔ وہ اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کرے گا۔ اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پا سکے گا۔ اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز (جیسے تنکا وغیرہ) انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے۔ لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات) سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اول، مکتوب ۶، ج ۲، ص ۲۶ تا ۲۸ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

این کمالی است کہ بعد از ہزار سال بہ وجود آمدہ است و آخریتی است کہ بہ رنگ اولیت بر آمدہ۔ مگر از اینجا فرمودہ۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات۔ اولھم خیر ام اخرھم نمر مودہ اولھم خیر ام اوسطھم چہ مناسبت، آخر را بہ اول بیشتر دیدہ کہ محل تردد گشتہ و در حدیث دیگر فرمودہ۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والسلام۔ کہ بہترین این امت، اولِ اوست یا آخر و در میانِ آن کدر است۔

آری! در متأخرین این امت، اگرچہ علو نسبت است، اما قلیل است، بل اقل۔ و در متوسطان این امت ہر چند نسبت بہ آن علو نیست، لیکن، کثیر است، بل اکثر۔ ولکل وجھۃ کمیۃ و کیفیۃ اما اقلیت آن نسبت، متأخران را بہ درجات علیا رسانیدہ و بہ سابقان مناسبت دادہ و مبشر ساختہ۔ قال۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات۔ الاسلام بدأ غریبا وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء و شروع آخریت این امت، از بدایت الف ثانی است از ارتحال آن سرور۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ زیرا کہ مضی الف را خاصیتی است عظیم در تغییر امور و تأثیری است قوی در تبدیل اشیاء و چون در این امت نسخ و تبدیل نبودہ، ناچار نسبت سابقان بہ ہمان طراوت و نضارت در متأخران جلوہ گر گشتہ و تأیید شریعت و تجدیدِ ملت در الف ثانی فرمودہ، گواھان عدل بر این معنی حضرت عیسیٰ۔ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ و حضرت مہدی است۔ علیہم الرضوان۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران ہم بکنند، آنچہ مسیحا می کرد

ای برادر! این سخن امروز بر اکثر خلائق گران است و از افهام اینها دور دور، اما اگر بر سر انصاف بیایند و علوم و معارف یکدیگر را موازنه کنند و صحت و سقم احوال را به مطابقت علوم شرعیه و عدم مطابقت آن ملاحظه نمایند و تعظیم و توقیر شریعت و نبوت را ببینند که در کدام یکی بیشتر است، شاید از اس تبعاد بر آیند۔

دیده باشند که فقیر در کتب و رسائل خود نوشته است که طریقت و حقیقت، خادمان شریعت اند و نبوت افضل از ولایت است، اگرچه ولایتِ آن نبی باشد۔ و نوشته که کمالات ولایت را نسبت به کمالات نبوت، هیچ مقداری نیست۔ کاشکی حکم قطره داشتی نسبت به دریای محیط۔ و امثال این بسیار نوشته است۔ خصوصاً در مکتوبی که به نام فرزندی (مکتوب ۲۶۰ که به حضرت خواجه محمد صادق رحمۃ اللہ نوشته بودند۔) در بیان طریقه نوشته است، آنجا ملاحظه نمایند۔

ترجمہ: یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ اور آخریت ہے جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور ﷺ نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ۔ **اولھم خیر ام اٰخرھم**، ان میں سے اول بہتر ہیں یا ان میں سے آخر۔ اور یہ نہ فرمایا کہ **اولھم خیر ام اوسطھم** ان کے اول بہتر ہیں یا ان کے اوسط۔ کیونکہ آخر کی اول کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردد کا محل ہے۔ اور دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں آخر اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔ ہاں اس امت کے متاخرین میں اگرچہ وہ نسبت بلند ہے۔ لیکن قلیل بلکہ اقل ہے۔ اور متوسطوں میں وہ نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے، لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے۔ ہر ایک کے لیے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے۔

لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا اور سابقین کے ساتھ مناسبت دیکر خوشخبری دی۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اسلام غریب شروع ہوا، اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائیگا پس غربا کو خوش خبری ہے۔ اور اس امت کی آخریت کا شروع امام المرسلین ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار کی ابتدا ہے کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیا کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں ہے۔ اس لیے سابقین کی نسبت اسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سرنو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے اس معنیٰ پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ اور حضرت مہدی ﷺ دونوں عادل گواہ ہیں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران هم بکنند، آنچه مسیحا می کرد

ترجمہ: روح القدس اگر پھر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں۔ اور احوال کی صحت و سقم علوم شرعیہ کے مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں۔ اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں۔ کہ ان میں سے کس میں زیادہ تر ہے تو امید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے۔ اور یہ بات ان کو فہم سے دور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے کاش کہ ان کے

درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۶۱، ج ۱، ص ۵۴۵ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

باید دانست کہ منصب نبوت، ختم بر خاتم الرسل شدہ است۔ علیہ و علی الہ الصلوات و التسلیمات۔ اما از کمالات آن منصب بہ طریق تبعیت، متابعان او رانصیب کامل است۔ این کمالات در طبقۂ صحابہ بیشتر است و در تابعین و تبعِ تابعین نیز این دولت بر سبیل قلت، سرایت کردہ است، بعد از آن روبہ استتار آوردہ است و غلبۂ کمالات ولایت ظلی جلوہ گر گشتہ است، اما امید است کہ بعد از مضی الف، این دولت از سر تازہ گردد و غلبۂ شیوع پیدا کند و کمالات اصلی روبہ ظہور آرند و ظلی، استتار پیدا کنند و حضرت مہدی۔ علیہ الرِضوان۔ بہ ظاہر و باطن مروج این نسبت علیہاباشند۔

ای فرزند! تابع کامل نبی۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ و السلام۔ چون بہ تبعیت۔ کمالات مقام نبوت را تمام کند، اگر از اہل مناصب است بہ منصب امامتش مشرف سرافراز می سازند و چون کمالات ولایت کبریٰ را تمام کند و از اہل منصب باشد بہ منصب خلافتش مشرف می سازند از مقامات کمالات ظلی، مناسب منصب امامت، منصب قطب ارشاد است و مناسب منصب خلافت، منصب قطب مدار۔ گویا این دو مقام کہ در تحت اند، ظلال آن دو مقام اند کہ در فوق۔ اند

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں زیادہ ہیں۔اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے۔اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں۔لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سرنو تازہ ہو۔اور غلبہ اور شیوق پیدا کرے۔اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں۔اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں۔اور حضرت مہدی (علیہ الرضوان) ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

اے فرزند! نبی ﷺ کا کامل تابعدار تابعداری کے سبب جب کمالاتِ نبوت کو تمام کر لیتا ہے تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کر لیتا ہے۔اور اہل منصب سے ہوتا ہے تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں اور کمالات ظلی کے مقامات سے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰ ج ۱، ص ۵۳۸، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چون ترویج دین نماید و احیای سنت فرماید، عالم مدینہ کہ عادت بہ عمل بدعت گرفتہ بود و آن را حسن پنداشتہ، ملحق باین ساختہ، از تعجب گوید کہ این مرد رفع دین مانمودہ و اماتت ملت ما فرمودہ۔ حضرت مہدی امر بہ کشتن آن عالم فرماید و حسنہ او را سیئہ انگارد۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سورۃ الجمعۃ، آیت ۴)

منقول ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کورواج دیں گے۔ اور سنت کو زندہ فرمائیں گے۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنیکو اپنی عادت بنائی ہوگی۔ اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملالیا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعۃ، ۴)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۵۲، ج ۱، ص ۵۰۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((میر محمد نعمان بدخشی)) در حلّ بعضی از عبارات مغلق رسالهٔ مبدأ و معاد که پرسیده هد بود بعضی از عبارات دیگر که به تقریب مسطور گشته در جواب مکتوب او که مشتمل است بر بعضی ضروریات این راه۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاهرین اجمعین۔

سیادت پناهی اخوی اعزی ((میر محمد نعمان)) به جمعیت باشند۔ احوال این حدود مستوجب حمد است۔ در وقت وداع در سرای فرخ شما و اخوی ((خواجه محمد اشرف)) معنی آن عبارت که در رسالهٔ ((مبدا و معاد)) واقع شده، پرسیده بودند۔ چون وقت مساعدت نکرد موقوف مانده بود۔ الحال به خاطر رسید که در حل آن عبارت چیزی نوشته شود که موجب تشفی احباب گردد۔

عبارت آن رساله این است که ((بعد از هزار و چند سال از زمان رحلت آن سرور۔ علیه وعلی اله الصلواة والسلام۔ زمانی می آید که حقیقت محمدی از مقام خود عروج فرماید و به مقام حقیقت کعبه متحد گردد و این زمان، حقیقت محمدی، حقیقت احمدی نام یابد و مظهر ذات احد۔ جل سلطانه۔ گردد و هر دو اسم مبارک به مسمی متحقق شود و مقام سابق از حقیقت محمدی خالی ماند تا زمانی که ((حضرت عیسیٰ))۔ علی نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام۔ نزول فرماید و عمل به شریعت محمدی نماید۔ علیهما الصلوات والتحیات۔ در آن وقت حقیقت عیسوی از مقام خود عروج فرموده، به مقام حقیقت محمدی که خالی مانده بود استقرار کند))

باید دانست که حقیقتِ شخصی عبارت از تعین وجوبی است که تعین امکانی آن شخص ظل آن تعین است و آن تعین وجوبی، اسمی است از اسماء الٰهی۔ جل سلطانه۔ کالعلیم والقدیر والمرید والمتکلم و امثالها و آن اسم الهی۔ جل سلطانه۔ رب آن شخص است و مبدأ فیوض وجودی و توابع وجودی او و این اسم را نسبت به حضرت ذات۔ تعالی شأنه۔ مراتب شتی (مرتبه های فرق و تفاوت)، مرتبۂ صفت، مرتبۂ شأن) است۔ در مرتبۂ ((صفت)) که وجود آن زائد است بر وجود ذات، این اسم اطلاق می یابد و در مرتبه ((شأن)) که زیادتی آن بر ذات به مجرد اعتبار است، نیز این اسم صادق می آید و فرق در میان ((صفت)) و ((شأن)) در مکتوبی که در بیان سلوک و جذبه نوشته شده به تفصیل ذکر یافته است، اگر خفایی باشد به آن مکتوب رجوع نمایند (منظور مکتوب ۲۸۷ از جلد اول می باشد) و شک نیست که حصول

شان اگر چه مجرد اعتبار است نیز تقاضای آن می کند که فوقِ آن، معنی زائد دیگر باشد مناسب آن شأن که مبدأ وجود اعتباری او گردد۔ پس این اسم را از آن مرتبه نیز نصیبی حاصل شد و در فوق آن معنی زائد نیز این احتمال جاری است۔ اما قوت بشری از ضبط آن عاجز است۔ این فقیر کم بضاعت یک مرتبه دیگر راهم گذار انیده است اما در فوق آن مرتبه، غیر از استهلاک و اضمحلال نصیب ندارد (وفوق کل ذی علم علیم) (۔یوسف)

هنیئا لارباب النعیم نعیمها		وللعاش المسکین ما یتجرع

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ رسالہ مبدء ومعاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہے اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور سید المرسلین ﷺ اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدأ ومعاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاوری نہ کی اس لیے رکاوٹ واقع ہوگئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جائے تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ: ختم المرسلین ﷺ کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقت محمدی ﷺ اپنے مقام سے عروج فرمائی گی اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جاتی ہے اور اس وقت حقیقت محمدی ﷺ کا نام حقیقت احمدی ﷺ ہو جاتا ہے۔ اور ذات احد جل سلطانہ کا مظہر بن جاتی ہے اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمیٰ کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں اور پہلا مقام حقیقت محمدی ﷺ سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا ﷺ نزول فرمائیں گے اور شریعت محمدی ﷺ کے موافق عمل کریں گے اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی ﷺ کے مقام میں جو خالی رہا تھا قرار پکڑے گی۔

جاننا چاہیے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم وقدیر ومرید ومتکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اس کے وجودی فیوض کا مبداء ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبۂ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت وشان کے درمیان فرق۔ اس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا مفصل ذکر پاچکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں اور شک نہیں کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگر چہ مجرد اعتبار ہے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائدہ معنی ہوں جو اسکے وجود اعتباری کا مبدأ ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنیٰ زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوت بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے لیکن اس مرتبہ کے

فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے۔

وفوق کل ذی علم علیم **ترجمہ:** ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمها		وللعاش المسكين ما يتجرع

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لیے وہی درد وغم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

تفاضل اقدام اهل الله به اعتبار طی این مراتب شتی است علی تفاوت الاستعدادات و القابليات والو اصلون الی الاسم قليلون من الاولياء فان اكثرهم واصلون الی ظل من ظلال ذلک الاسم بعد ان عرجوا من المراتب الا مكانية باسر ها بطريق السكوک والسير التفصيلی وقد يتوهم الوصول الی ذلک الاسم فی طريق الجذبة الصرفة ايضا لكنه غير معتبر ولا يعتدبه والذين عرجوا من ذلک الاسم و قطعو امراتبه المتفاوتة قلت او كثرت فهولاء اقل قليل منهم (از اولياء كرام افراد اندكی به مقام اسم می رسند چراكه اكثر آنها به ظلی از ظلال اسماء می رسند آن هم بعد از اينكه از راه سلوک و سير تفصيلی به طور كامل از مراتب امكان عروج نمايند، وگاه وقتی نيز اينگونه گمان برده می شود كه رسيدن به اين اسم، فقط از طريق جذبه می باشد، ولی اين نيز اعتبار ندارد و به آن اعتماد نمی شود، اما آنان از اين مقام گذشتند و مراتب و مقامات مختلف را كم و بيش پشت سر گذاشتند افراد بسيار اندكی هستند از اولياء كرام۔)

برسر اصل سخن رويم و گوييم كه حقيقت شخص چنان كه تعين وجوبی او را گويند، تعين امكانی او را نيز گويند، چون اين مقدمات، معلوم شد، گوييم كه ((محمد رسول الله)) صلی الله عليه وعلی اله الصلوات والتحيات۔ در رنگ كافۀ انام مركب از عالم خلق وعالم امر است و اسم الهی۔ جل شأنه۔ كه رب عالم خلق اوست، شان العليم است و آنكه تربيت عالم امر او می فرمايد، آن معنی است كه مبدأ وجود اعتباری آن شأن است، كمامر حقيقت محمدی عبارت از شأن العليم است و حقيقت احمدی كنايه از آن معنی است كه مبدأ آن، شأن است وحقيقت كعبه سبحانی نيز همان معنی است و نبوتی كه پيش از خلق حضرت آدم۔ علی نبينا وَعَلَيهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلام۔ آن سرور را حاصل بوده و از آن مرتبه خبر داده و گفته ((كنيت نبيا و ادم بين الماء والطين)) (۔من پيامبر خدا بودم آن وقتی كه آدم در ميان آب و گِل قرار داشت۔) به اعتبار حقيقت احمدی بوده است كه به عالم امر تعلق دارد و به همين اعتبار ((حضرت عيسی))۔ علی نبينا و عليه الصلوات والسلام۔ كه كلمة الله بوده اند و به عالم امر بيشتر مناسبت داشته، بشارت قدوم آن سرور را ۔ عليه وعلی اله الصلوات والتسليمات۔ به اسم ((احمد)) داده و فرموده: (وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِي اسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ) (۔صف/۶) ونبوتی كه به نشأت عنصری تعلق دارد نه به اعتبار حقيقت محمدی است، بلكه به اعتبار حقيقتين است و رب او در اين مرتبه آن شأن است و مبدأ آن شان۔ لهذا دعوت اين مرتبه اتم است از دعوت مرتبۀ سابق، چه در آن مرتبه دعوت او مخصوص به عالم امر بود و تربيت او مقصور بر روحانيان اور در اين مرتبه دعوت او شامل خلق و امر است، و تربيتِ او مشتمل بر اجساد و ارواح۔

غاية مافی الباب؛ در اين نشأه، نشأه عنصری او را۔ عليه وعلی اله الصلوة والسلام۔ غالب ساخته بودند بر نشأه ملكی او، تا مناسبتی كه، سبب افاده او استفاده است، بيشتر پيدا شود به خلائق كه جانب بشريت در ايشان غالب۔

حضرت حق۔ سُبحَانَہٗ وَتعالیٰ۔ حبیبِ خود را۔ صلی اللہ علیہ وعلی الہ الصلوات وسلم۔ بہ آکد وجہ امر می فرماید بہ اظہار بشریت خود, کما قال۔ سُبحَانَہٗ وَتعالیٰ۔ (قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی) (کہف/ ۱۱۰) اتیان لفظ مثلکم از برای تأکید بشریت است و بعد از ارتحال از نشأہ عنصری جانب روحانیت او عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام غالب آمد و مناسبت بشریت رو بہ نقص آورد و نورانیت دعوت تفاوت, پیدا کرد۔

ترجمہ: اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے اور اس اسم سے واصل اولیاء بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل تک واصل ہیں اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے لیکن بے اعتبار اور بے اعتماد ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے اور مراتب متفاوتہ کو کم وبیش طے کیا ہے۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور اسم الٰہی جو انکے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدأ ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے اور حقیقت محمدی ﷺ شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبداء ہے اور حقیقت کعبہ سجانی بھی اسی معنی سے مراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علیٰ نبینا ﷺ کی پیدائش سے پہلے ختم المرسلین ﷺ کو حاصل تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین میں نبی تھا جبکہ آدم ﷺ ابھی پانی اور کیچڑ میں تھے۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی ﷺ کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ ﷺ نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔

ترجمہ: خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ﷺ ہے۔ (سورۃ الصف:۶)

اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی ﷺ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبداء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی اور آپ کی تربیت روحانیوں پر منحصر تھی اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر دونوں کو شامل ہے اور آپ کی تربیت اجساد و ارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لیے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ، (الکہف:۱۱۰) کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا

تا کید بشریت کے لیے ہے۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور ﷺ کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

بعضی از اصحاب کرام فرموده اند که هنوز از دفن آن سرور۔ علیه وعلیهم الصلوة والسلام۔ فارغ نشده بودیم که در دل های خود تفاوت یافتیم، بلی ایمانِ شهودی، به ایمان غیبی مبدل گشت و معامله از آغوش، به گوش کشید و از دیدن، به شنیدن آمد و از زمان رحلت، او۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ چون هزار سال گذشت۔ که مدت مدیده است و ازمنه متطاوله۔ جانب روحانیت بر نهجی غالب آمد که جانب بشریت را به تمام متلون به لون خود ساخت و عالم خلق را منصبغ به صبغ عالم امر گرانید۔ پس ناچار آنچه از عالم خلق، او۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ رجوع به حقیقت خود نموده بود، یعنی حقیقت محمدی، عروج فرموده ملحق به حقیقت احمدی گشت و حقیقت محمدی باحقیقت احمدی متحد شد۔

مراد از حقیقت احمدی و حقیقت محمدی در اینجا تعین امکانی خلق و امر اوست۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ نه تعین وجوبی، که تعین امکانی او ظل آن است، چه عروج تعین وجوبی را معنی نیست و متحد گشتن به آن تعین معقول نه وچون حضرت عیسی۔ علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام۔ نزول خواهد فرمود و متابعت شریعت خاتم الرسل۔ علیهم الصلوة والسلام۔ خواهد نمود، از مقام خود عروج فرموده، به تبعیت به مقام حقیقت محمدی خواهد رسید و تقویت دین او۔ علیهما الصلوات والتحیات۔ خواهد نمود۔

از اینجاست که نقل می کنند از شرائع ماتقدم که بعد از هزار سال از ارتحال پیغمبر اولی العذم از انبیاء کرام رسل عظام مبعوث می شدند که تقویتِ شریعت آن پیغمبر فرمایند و اعلاء کمله او نمایند و چون دوره دعوت شریعت او تمام می شد پیغمبر اولی العزم دیگر مبعوث می گشت و تجدید شریعت خود می فرمود و چون شریعت خاتم الرسل۔ علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات۔ از نسخ و تبدیل محفوظ است، علماء امت او را حکم انبیا داده کار تقویت شریعت و تأیید ملت را به ایشان تفویض فرموده، مع ذلک یک پیغامبر اولی العزم را متابع او ساخته، ترویج شریعت او نموده است۔

بعض اصحاب کرام ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم شفیع محشر ﷺ کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور معاملہ آغوش سے گوش تک آپہنچا۔ اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آگئی اور حضور شفیع محشر ﷺ کے زمانے سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور ﷺ کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی یعنی حقیقت محمدی ﷺ عروج کر کے حقیقت احمدی ﷺ سے لاحق ہوگئی اور حقیقت محمدی ﷺ حقیقت احمدی ﷺ سے متحد ہوگئی۔

اس جگہ حقیقت محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ سے مراد حضور ﷺ کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنی نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا ﷺ نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی ﷺ کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور ﷺ کے دین کی تقویت

کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں (علیھم الصلوٰۃ والسلام) کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام (علیھم الصلوٰۃ والسلام) اور رسل عظام (علیھم الصلوٰۃ والسلام) مبعوث ہوتے تھے جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے اور ان کلموں کو بلند کرتے تھے اور جب پیغمبر اولوالعزم (علیھم الصلوٰۃ والسلام) کی دعوت وشریعت کا دورہ تمام ہوجاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوجاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا اور چونکہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر (علیھم الصلوٰۃ والسلام) کو حضور ﷺ کا تابعدار بنا کر حضور ﷺ کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: (انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون) (۔حجر/ ۹۔) بدانند کہ بعد از ھزار سال از ارتحال خاتم الرسل۔ علیہ وعلیھم الصلوۃ والسلام۔ اولیاء امت او کہ بہ ظہور آیند، ھر چند اقل باشند، اکمل بوند تا تقویت این شریعت بر وجہ اتم نمایند۔

حضرت مھدی کہ خاتم الرسل۔ علیہ وعلیھم الصلوۃ والتحیات۔ از قدوم مبارک او بشارت فرمودہ اند، بعد از ھزار سال بہ وجود خواھد آمد و حضرت عسی۔ علی نبینا وعلیہ والصلوۃ والسلام۔ خود نیز بعد از ھزار سال نزول خواھد فرمود۔ بالجملہ کمالات اولیاء این طبقہ شبیہ بہ کمالات اصحاب کرام است۔ ھر چند بعد از انبیاء فضل مر اصحاب کرام راست۔ علیھم الصلوۃ والسلام۔ اما جای آن دارد کہ از کمال تشابہ یکی را بر دیگری فضل نتوان داد۔ از اینجا تواند بود کہ آن سرور فرمودہ۔ علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام: (لایدری، اولھم خیر ام اخرھم)) (۔معلوم نیست کہ اول آنہا خیر است یا آخر شان۔) نہ فرمودہ لا ادری اولھم خیر ام اخرھم لعلمہ بحال کل من الفریقین (۔نمی دانم کہ اولشان خیر است یا آخر شان بہ خاطر اطلاعش از حال ھر دو گروہ۔)

لھذا قال: ((خیر القرون قرنی)) (۔بھترین (مردم) قرن ھا، (انسان ھای) قرن من است۔) اما چون از کمال مشابھت جای تردد بودہ، فرمود لایدری۔

اگر پرسند کہ آن سرور۔ علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام۔ بعد از قرن اصحاب، قرن تابعین را خیر ساختہ است و بعد از قرن تابعین، قرن، تبع تابعین را، پس خیریت این دو قرن نیز بر این طبقہ متیقن باشد، پس تشابہ این طبقہ در کمالات بہ اصحاب کرام چہ خواھد بود؟ در جواب گوییم تواند بود کہ خیریت آن دو قرن بر این طبقہ بہ اعتبار کثرت ظھور اولیاء اللہ باشد و قلت وجود اھل بدعت و ندرت ارباب فسق ومعصیت۔ وھو لاینافی کون بعض الافراد من اولیاء اللہ فی ھذہ الطبقۃ خیر امن اولیاء ذینک القرنین کحضرۃ المھدی۔ مثلاً:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران ھم بکنند آنچہ مسیحا می کر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ،

ترجمہ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور ﷺ کی امت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر کمل ہوں گے تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔ حضرت مہدی (علیہ الرضوان) جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل ﷺ نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام ﷡ کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام ﷡ کے لیے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ (لا یدری اولھم خیر ام اخرھم) نہیں معلوم ان میں سے اول زمانہ کے بہتر ہیں یا آخر زمانہ کے اور یہ نہیں فرمایا کہ (لا ادری اولھم خیر ام آخرھم) میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا اسی واسطے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا اس لیے (لا یدری) فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ امام الانبیاء ﷺ نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام ﷡ کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران هم بکنند، آنچه مسیحا می کرد

ترجمہ: روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب ۲۰۹، ج ۱، ص ۴۰۰ تا ۴۰۵، مرکز تحقیق: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ای فرزند! این علوم و معارف که هیچ یک از اهل الله بدان تکلم نفرموده است، نه به صریح و نه به اشارت، از اشرف معارف اند و اکمل علوم که بعد از هزار سال، بر منصۂ ظهور آمده اند و حقیقت واجب۔ تعالی و تقدس۔ و حقائقِ ممکنات را کمایمکن ویلیق (آن گونه که ممکن و شایسته می باشد) بیان فرموده اند، نه مخالف به کتاب و سنت دارند و نه مباینت به اقوال اهل حق۔

مانا که مراد از دعاء نبوی۔ علیه و علی اله الصلوة والسلام۔ که گویا از برای تعلیم امت فرموده اند: ((اللهم ارنا حقائق الاشیاء کما هي)) (خداوند! حقایق اشیاء را آن طور که هست، به ما بنمایان) این حقایق اند که در ضمنِ این علوم مبین گشته اند و مناسبِ مقام عبودیت اند و به نقص، و ذل و انکسار، که ملایم حال بندگی است، دلالت دارند۔

بندۂ عاجز که خود را عینِ مولای قادر خود داند، چه لطافت دارد و از کمال بی ادبی خبر می دهد۔

ای فرزند! این وقت است که در امم سابقه در این طور وقتی که پر از ظلمت است، پیغمبر اولو العزم مبعوث می گشت و احیاء شریعت جدیده می کرد و در این امت که خیر الامم است و پیغمبر ایشان، خاتم الرسل۔ علیه وعلی اله الصلوات و التسلیمات۔ علما را مرتبۂ انبیاء بنی اسرائیل داده اند و به وجود علما، از وجود انبیاء کفایت نموده اند۔ لهذا بر سر هر مائة (۔هر صد سال۔)، از علماء این امت، مجددی تعیین می نمایند که احیای شریعت فرماید، علی الخصوص بعد از مضی الف (سپری شدن هزار سال۔) که در امم سابقه وقتِ بعثت پیغمبر اولی العزم است و به هر پیغمبر در آن وقت اکتفا ننموده اند، در این طور وقت عالمی عارفی تام المعرفت در کار است که قائم مقام اولی العزم امم سابقه باشد۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران هم بکنند، آنچه مسیحا می کرد

اے فرزند یہ علوم و معارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ علیہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے بیان فرمایا اور جو نہ ہی کتاب و سنت کی مخالفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔ معلوم ہوتا کہ تاجدار مدینہ ﷺ اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کے لیے فرمائی ہے۔

اللهم ارنا حقائق الاشياء كما هي

ترجمه: یا اللہ تو اشیا کی حقیقتیں کما حقہ دکھا۔

حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں۔ اور جو کہ نقص و ذلت و انکسار پر جو بندگی کے حال مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے کمال بے ادبی ہے۔

اے فرزند یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل ﷺ ہے اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے تحت تہ انبیا کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علما میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے علیہ السلام پیدا ہونے کا وقت ہے اور پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے۔ جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران هم بکنند، آنچه مسیحا می کرد

ترجمہ: روح القدس کا فیض اگر اب بھی مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کرتے تھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۴، ج ۱، ص ۴۶۹، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

ایک رات مولانا عبدالحکیم صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔

آپ نے مولانا کو فرمایا۔

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ

ترجمہ: تم صرف اللہ کہو۔ چھوڑ دے انہیں اپنی خوض میں کھیلنے دے۔ (سورۃ الانعام،۹۱)

حضرت سیّدنا امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے فرماتے ہی مولوی صاحب کا سینہ منور ہوگیا اور دل ذکر کرنے لگا بلکہ ذکرِ الٰہی نے سارے بدن میں اثر کیا۔ مولوی صاحب پر عجب حالت طاری ہوگئی۔ جب بیدار ہوئے تو اپنے دل کو ذاکر پایا اور حالت مذکور کا اپنے آپ میں مشاہدہ کیا۔ اسی وقت نیاز مندی اور دعا و توجہ کی التماس کے لئے حضرت قیوم اول مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی لکھی اور لوگوں کو کہنے لگے۔

آج سے میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا اویسی ہوں۔ پھر چند روز بعد حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے۔ آپ نے تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ مسمی بہ "دلائل التجدید" لکھا ہے۔ (روضۃ القیومیہ، ج۱، ص، ۲۶۳)

شیخ بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ حضرات القدس میں فرماتے ہیں:

مکاشفہ ۲۱: می فرمودند کہ برما معلوم ساختند کہ از عہد ما تا ظہور حضرت مہدی علیہ السلام باین کمالات و معاملات کہ خدائے تعالیٰ برما افاضہ فرمودہ، دیگرے بظہور نخواھد آمد۔

مکاشفہ نمبر ۲۱: آپ (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ہمارے زمانے سے لے کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں کسی اور کو حاصل نہ ہونگے۔

(حضرات القدس، ج۲، ص،۱۰۱، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وماناکہ حظ وافر ازین معارف نصیب حضرت مہدی موعود۔ علیہ الرضوان۔ خواھد

ترجمہ: فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۴، ج۱، ص، ۴۶۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

خواجہ محمد حنیف کابلی سے ناراضگی:

اسی سال خواجہ محمد حنیف کابلی علیہ الرحمۃ (حضرت صاحب حضور خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ کے پہلے خلیفہ) نے حضرت صاحب حضور خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی۔ جسے پڑھتے ہی حضرت صاحب حضور خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ نے سخت ناراض ہوکر فرمایا کہ خواجہ محمد حنیف کو کہہ دو کہ جو کچھ ہم سے حاصل کیا ہے وہ دے دے اور اپنا کام کسی اور جگہ سے درست کرالے۔

حضرت مروج الشریعت نے آنحضرت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس عرضی میں کیا لکھا ہے جس کی وجہ سے جناب اس قدر خفا ہوئے ہیں۔ فرمایا اس عرضی میں لکھا ہے کہ "میں آج رات حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے اسرار کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوگئے بعد ازاں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (قدس سرہ) کے اسرار کی طرف متوجہ ہوا تو

وہ بھی ظاہر ہو گئے۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے اسرار کی طرف توجہ کی تو دیکھا کہ حضرت صاحب حضور خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ کے اسرار بدر جہا افضل و اعلیٰ ہیں۔'' حضرت قیوم ثانی حضور خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک ہو، وہاں دوسرے کی کیا گنجائش ہے اس سبب سے ناراض ہوئے۔ (روضۃ القیومیہ، ج۲، ص۲۳۵)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً يعني الرسالة والخلة قال المجدد رضي الله عنه المراد بها الخلة فان كل أحد يظهر على خليله كل سر له بمحبه او محبوبه- ولاجل ذلك طلب رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة مثل الصلاة عليه فقال اللهم صل على محمّد وال محمّد كما صليت على ابراهيم وال ابراهيم- ولمّا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتقيا الى أعلى درجات المحبوبية الصرفة لم يتركه المحبوبية ان يستقر في مقام الخلة وان كانت في الطريق لكونها أسفل وأحط مرتبة من المحبوبية الصرفة ولكن أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعطيه الله تعالى استقرار ذلك المقام علاوة على مقامه- ولمّا لم يتصور ذلك لما ذكرنا من المحبوبية أعطاه الله ذلك المقام بان اعطى لفرد من افراد أمته بطفيل اتباعه وهو المجدد للالف الثاني الشيخ احمد السرهندي قدسنا الله تعالى بسره- وذلك ان كل كمال للتابع فهو كمال لمتبوعه لانه كالجزء من كماله وحاصل بمتابعته فالله سبحانه أجاب دعوته صلى الله عليه وسلم بعد الف سنة من هجرته حتى تم دولته وسلطانه كمايتم دولة السلاطين بفتح بعض امرائه القلاع المغلقة بسطوته وقهرمانه صلى الله تعالى عليه واله واتباعه

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

ترجمہ: اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں۔

حسنہ سے مراد ہے پیغمبری اور خالص دوستی۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حسنہ سے مراد خُلّت (خالص دوستی) ہے۔ ہر شخص اپنے خلیل کو ان اسرار سے واقف کرتا ہے جو محب یا محبوب سے تعلق رکھتے ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور اپنی آل کے لیے اسی طرح کی رحمت نازل ہونے کی درخواست کی تھی جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر نازل کی گئی تھی آپ نے دعا کی تھی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ۔ رسول اللہ ﷺ خالص محبوبیت کے مرتبہ پر فائز تھے خُلّت کا درجہ خالص محبوبیت کے درجہ سے نیچا ہے مقام خلت محبوبیتِ خالصہ کے راستہ میں واقع ہے اس لیے حضور ﷺ مقام خلت پر نہیں ٹھہرے نہ ٹھہرنے کی اجازت تھی لیکن آپ کی خواہش تھی کہ مقامِ خلت میں بھی کچھ استقرار کریں اور استقرار کی اجازت مل نہیں سکی اس لیے اللہ نے حضور ﷺ کے متبعین میں سے ایک ہزار سال کے بعد ایک شخص کو مقامِ خلت میں استقرار عطا فرما دیا۔ تابع کا کمال متبوع کے کمال کا جزء ہوتا ہے اور جز کل میں داخل ہوتا ہے پس حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا کمال یعنی مقام خُلّت میں استقرار رسول اللہ ﷺ کے کمالِ محبوبیت کا ہی ایک حصہ تھا اور حضور ﷺ کے اتباع ہی سے حضرتِ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ کسی گورنر، کمانڈر یا شاہی ملازم کا کسی قلعہ کو سر کرنا یا کسی شہر پر قبضہ کر لینا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس فاتح کا تعلق مرکزِ سلطانی سے ہوتا ہے اور ملازم کی فتحیابی اور قبضہ سلطانِ معظم کی کامیابی اور فتح ہوتی ہے۔ پس حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو مقامِ خلت پر فائز کرنا اور استقرار عطا کرنا حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کو ہی مقام خُلّت پر فائز کرنا ہے۔

(التفسیر المظہری، سورۃ النحل، تحت الآیۃ: ۱۲۲، ج۴، ص۲۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي ظرف مستقر صفة لمحبة او لغو متعلق بألقيت اى ألقيت عليك محبة كائنة منى قد ذرعتها في القلوب - او ألقيت منى محبة عليك يعنى أحببتك ومتى أحبه الله أحبته القلوب - قال ابن عباس أحببته وحببته الى خلقى قال عكرمة ما رأه أحدالا احبه قال قتادة ملاحة كانت في عيني موسى ما راه أحد الا عشقه وجاز ان يكون المعنى ألقيت محبة كائنة منى عليك اى في قلبك بحيث لستولى تلك المحبة عليك فاجبتنى وأخلصت قلبك لمحبتى بحيث لم يلتفت الى غيرى فصرت راس المحبين - قال المجدد للالف الثاني رضى الله عنه كان مبداء تعين الكليم صلوات الله عليه المحبية الصرفة ومبداء تعين الحبيب محمد صلى الله عليه وسلم المحبوبية الصرفة فلاجل ذلك كان الكليم عليه السلام رأس المحبين والحبيب صلى الله عليه وسلم راس المحبوبين والصوفي بنظر الكشف يرى في دائرة الحب محيطا وهى الخلة مبد التعين الخليل عليه السلام ومركزا وهو المحبة الصرفة مبدا لتعين الكليم عليه السلام والمركز أعلى وأفضل وأوسع من المحيط كالقمر بالنسبة الى الهالة ثم المركز عند الصعود اليه يرى دائرة محيطها مبد التعين الكليم عليه السلام ومركزها لتعين الحبيب صلى الله عليه وسلم وعلى إخوانه -

ولما كان الحبيب صلى الله عليه وسلم في غاية المرتبة من المحبوبية صار مبدا تعينه مركز الدائرة المحبوبية الصرفة وترك محيطها (وهو المحبوبية الممتزجة) لبعض افراد أمته - وذلك الفرد هو المجدد للالف الثاني رضى الله عنه والله اعلم۔

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا۔ یعنی میں نے اپنی طرف سے لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈالدی یا یہ مطلب ہے کہ میں نے تجھ پر اپنی محبت ڈالدی۔ تجھ سے محبت کی اور ظاہر ہے کہ جب اللہ ﷻ نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے محبت کی تو لوگوں کے دلوں میں بھی آپ کی محبت پیدا ہو ہی گئی حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا، میں نے اس سے محبت کی پس مخلوق کی نظر میں بھی اس کو محبوب بنا دیا۔ حضرت سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو بھی اس بچہ کو دیکھتا تھا پیار کرنے لگتا تھا۔ حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں عجیب ملاحت تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا عاشق اور فریفتہ ہو جاتا۔

آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اپنی محبت تیرے دل میں ڈال دی کہ میری محبت تجھ پر غالب آگئی تو مجھ سے خالص دل سے محبت کرنے لگا تیرا دل میری محبت میں ایسا ہو گیا کہ پھر کسی دوسرے کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں رہی پس تو سرگروہ عشاق ہو گیا۔

حضور سیّدی امام مجدد اعظم مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا، کلیم کا مبدءِ تعین خالص محبیّت (اور عشق) ہے اسی لیے آپ اہلِ محبت (اور عشاق) کے سالار ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کا مبدءِ تعین خالص محبوبیت ہے اس لیے آپ محبوبوں کے سرگروہ قرار پائے۔

صوفی بنظرِ کشف دیکھتا ہے کہ محبت کا ایک دائرہ ہے اس دائرہ کا ایک محیط ہے اور ایک مرکز پھر اس مرکز کا بھی ایک محیط (گرداگرد کا کنارہ ہے) اور وسطی نقطہ۔ پس دائرۂ محبت کے محیط کا نام خُلّت ہے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا مبداءِ تعین یہی خلت ہے اور دائرۂ محبت کا مرکز خالص محبت ہے اور یہی محبت کلیم اللہ علیہ السلام کا

مبدءِ تعین ہے اور جس طرح مرکز محیط سے افضل اعلیٰ اور وسیع تر ہوتا ہے اسی طرح مقام محبت کو مقامِ خلت پر فضیلت حاصل ہے مرکز (محبت) کی نسبت محی (خلت) سے ایسی ہے جیسے چاند کی نسبت اس کے ہالہ سے۔

پھر مرکز کی بھی دوحیثیات ہیں ایک مرکز کا کنارہ اور محیط دوسرا مرکز کا وسطی نقطہ پس مقام محسبیت مرکز کا محیط ہے اور یہی کلیم اللہ علیہ السلام کا مبدءِ تعین ہے اور مرکز کا وسطی نقطہ مقامِ محبوبیت ہے جو حبیب اللہ ﷺ کا مبدءِ تعین ہے آپ خالص بے آمیزش محبوبیت کے مرکز دائرہ تھے محیطِ دائرۂ محبوبیت یعنی مخلوط محبوبیت آپ نے اپنی امت کے بعض افراد کے لیے چھوڑ دی (حضرت مفسر نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو مخلوط محبوبیت کا حامل قرار دیا بلکہ حصر کے ساتھ فرمایا کہ) جس فردِ امت کے لیے مخلوط محبوبیت چھوڑی گئی وہ حضرت شیخ مجدد (حضور سیّدی امام مجدد اعظم علیہ الرحمہ) کی ہی شخصیت گرامی تھی۔

(التفسیر المظہری، سورۃ طہٰ، تحت الآیۃ: ۳۹، ج۴، ص۴۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

(فائدة:) ولما كان نبينا سيد الأنبياء صلى الله عليه وسلم ارفع درجة من مقام الخلة حيث كان مستقرا في مقام المحبوبية الصرفة وكان مروره صلى الله عليه وسلم على مقام الخلة كعابر سبيل سمى نفسه لذلك العبور والمرور خليلا حيث قال لو كنت متخذا خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا ولكنه أخي وصاحبي وقد اتخذ الله صاحبكم خليلا رواه مسلم من حديث ابن مسعود وقال لو كنت متخذا خليلا غير ربي لاتخذت أبا بكر خليلا متفق عليه من حديث ابى سعيد الخدري وقال الا وصاحبكم خليل الله رواه الترمذي عن ابى هريرة واخرج الحاكم وصححه عن جندب انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول قبل ان يتوفى ان الله اتخذني خليلا كما اتخذ ابراهيم خليلا واخرج الطبراني عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اتخذ ابراهيم خليلا وان صاحبكم خليل الله وان محمدا سيد بنى آدم يوم القيامة ثم قرا عَسَىٰٓ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً، لكن لاجل عدم استقراره في هذا المقام لعلو شأنه وعدم اقتضاء المحبوبية بعد ما ارتفع عن هذا المقام غير انه كان طالبا لحصول ذلك المقام بالتفصيل لبعض اتباعه حتى يكون ذلك التفصيل معدودا في كماله بناء على ان كمالات الاتباع بنذ من كمال المتبوع قال العلماء من اهل السنة بالإجماع في كتب اصول الدين كرامات الأولياء معجزات لنبيه وقال عليه السلام من سنّ سنة حسنة فله أجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من أجورهم شيء وقال عليه الصلاة والسلام الدال على الخير كفاعله ويرشدك ما روينا ان اعمال الامة وكمالاتهم داخلة في اعمال النبي صلى الله عليه وسلم وكماله ولطلب ذلك التفصيل له ولاتباعه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة المأثورة اللهم صل على محمد وال محمد كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم فاستجاب الله تعالى هذا الدعاء واعطى بعد الف سنة ذلك للمجدد رضى الله عنه فاستقر في مقام الخلة واتصف بتفصيله ولم يتيسر ذلك قبله رضى الله عنه لاحد اما لرفعة شأن بعض السابقين من أكابر الصحابة وائمة اهل البيت الذين رسخوا في مقام المحبوبية الصرفة بتبعية النبي صلى الله عليه وسلم واما لعدم وصولهم الى تلك المقام ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ قال رسول الله

صلی الله علیه وسلم مثل أمتي كمثل المطر لا يدری اوله خير أم آخره او كحديقة اطعم فوجا منها عاما وفوجا منها عاما لعل آخرهافوجا هی اعرضها عرضا وأعمقها عمقا وأحسنها حسنا رواه رزينمن حديث جعفر بن محمد وهذا امر ثبت بالكشف الصحيح ولا علينا لو أنكره أحد وانما كلامنا مع من يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ وانما ذكرت هذا الكلام لان بعض قاصری الافهام كانوا يعترضون علی كلام المجدد رضی الله عنه فی هذا المقال ويزعمونه مستحيلا وكفرا والإنسان عدو لما جهل وبما ذكرنا لك اتضح ان هذا القول دعوی امر ممكن يقتضی الحسن الظن بالاكابر قبوله او السكوت عنه وكان من الناس من يقول لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ فقال الله تعالی أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ وكان من الناس من يقول االنزل، عليه الذكر مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ قال الله تعالی سَيَعْلَمُونَ غَداً مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ولا يلزم من رسوخ بعض أكابر الصحابة وائمة اهل البيت فی مقام المحبوبية الصرفة فضلهم علی ابراهيم عليه السلام لان وصول الصحابة والائمة الی مقام المحبوبية كان بالتبعية والوراثة وما كان لابراهيم عليه السلام كان بالاصالة وشتان ما بينهما وما ذكرنا من استقرار المجدد رضی الله عنه فی مقام الخلة لا ينافی ترقياته ،من ذلك المقام وسيره وعبوره بالتبعية والوراثة الی مقام المحبوبية الصرفة فان السير والعبور غير الاستقرار والمقام والله اعلم۔

فائدہ: حضور سید الانبیاء ﷺ کا درجہ خلّت کے درجہ سے بہت اونچا تھا آپ ﷺ کا مقام خالص محبوبیت کا مقام تھا۔ مقام خلّت کو تو آپ ﷺ راستہ میں چھوڑ گئے تھے اسی عبور اور تقدم کی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے کو خلیل فرمایا: تھا اور ارشاد فرمایا: تھا کہ اگر (اپنے رب کے علاوہ) میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بھائی اور رفیق ہیں اور اللہ جل جلالہ نے تمہارے ساتھی کو خلیل بنالیا ہے۔ رواہ مسلم من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: اگر اپنے رب کے علاوہ میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی فرمایا: سن لو تمہارا ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

حضرت سیّدنا جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا حضور ﷺ وفات سے پہلے فرما رہے تھے اللہ نے مجھے خلیل بنالیا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اخرجہ الحاکم وصححہ۔ طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور تمہارا ساتھی بھی اللہ کا خلیل ہے اور قیامت کے دن محمد بنی آدم کا سردار ہوگا پھر آپ نے آیت:

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (سورۃ الاسراء:۷۹) تلاوت فرمائی۔

حضور ﷺ کا استقرار مقام خلت میں نہ تھا۔ آپ کا مقام اس سے اونچا تھا مقام محبوبیت کا یہی اقتضا تھا مگر امت کے بعض افراد کے لئے آپ مقام خلت کے خواستگار تھے تاکہ ان افراد کے تفصیلی کمال کا شمار آپ کے کمال میں ہوجائے کیونکہ متبعین کمالات مقتدا کے کمال کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ علماء اہل سنت کا اجماعی فیصلہ اصول دین کی کتابوں میں موجود ہے کہ اولیاء کی کرامتیں پیغمبر کے معجزات ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کوئی اچھا طریقہ جاری کریگا اس کو اس طریقہ پر چلنے کا ثواب بھی ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ہوگا جو اس طریقہ پر چلیں گے مگر ان چلنے والوں کے ثواب میں اس سے کوئی کمی نہیں آئیگی ۔حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ نیکی کا راستہ بتانیوالا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اعمال اور کمالات کا شمار رسول اللہ ﷺ کے اعمال اور کمالات میں ہے۔حضور ﷺ نے اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے ان تفصیلی کمالات کو طلب کرنے کے لئے ہی دعا کی تھی۔

اللّٰھم صلی علی محمد و علیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ ال ابراھیم

اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ہزار برس کے بعد یہ مقام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا: حضرت والا کا مقام خلت قرار پایا اور تفصیلی خلت سے آپ موصوف ہوئے اور یہ تفصیلی خلت آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی کو میسر نہ ہوئی اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے اتباع خصوصی کی وجہ سے بعض جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل بیت مقام خلت سے اونچے ہو کر درجہ محبوبیت پر پہنچ گئے تھے (کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول کی زبان سے کہلوا دیا تھا کہ:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (سورۃ آل عمران:۳۱) یا یوں کہا جائے کہ (بعض لوگوں کو خصوصی عنایت سے سرفراز کرنا) اللہ جل جلالہ کا سراسر فضل ہے اور اللہ جل جلالہ جسکو چاہتا ہے اپنے فضل سے سرفراز فرماتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھا میری امت کی حالت بارش کی طرح ہے کہ معلوم نہیں اس کا اوّل حصہ بہتر ہے۔یا آخر حصہ یا باغ کی طرح ہے جس سے ایک سال ایک جماعت کو اور دوسرے سال دوسری جماعت کو کھانے کو ملتا ہے ہوسکتا ہے کہ دوسرے سال والی جماعت پہلی جماعت سے زیادہ فراخ اور وسیع رزق والی اور اس سے زیادہ خوش حال ہو۔ **رواہ زین من حدیث جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ۔**

یہ مسئلہ صحیح کشف سے ثابت ہے اگر کوئی اس کو نہیں مانتا تو نہ مانے، ہماری گفتگو ان لوگوں سے ہے جو بات سنتے اور اچھی بات پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمادی ہے اور یہی گروہ اہل دانش کا ہے میں نے یہ بات اس لئے کہی کہ بعض کوتاہ فہم لوگ۔حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے کلام پر طعن کرتے بلکہ اس مقام پر جو کچھ آپ نے فرمایا: ہے اس کو کفر قرار دیتے ہیں۔حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس جگہ جو کچھ فرمایا: وہ کسی ناممکن امر کا دعویٰ نہیں ہے بزرگوں سے حُسنِ ظن رکھنے کا تقاضا ہے کہ اس کو تسلیم کرلیا جائے یا کم از کم سکوت ہی اختیار کیا جائے۔

(رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں) بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت خود تقسیم کررہے ہیں (کہ جس کو چاہا پیغمبر بنادیا) کچھ لوگ کہتے تھے کیا ہم میں سے اس شخص پر قرآن اتارا گیا (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا) یہ بڑا جھوٹا ہے اللہ نے جواب میں فرمایا کل کو ان کو معلوم ہوجائے گا کہ بڑا جھوٹا اترانیوالا کون ہے اگر بعض جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام مقام محبوبیت پر فائز تھے تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ان بزرگوں کی برتری لازم نہیں آتی کیونکہ ان کو جو کچھ ملا وہ دوسروں کا اتباع کرنے سے اور وراثت کے طور پر ملا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ ملا وہ بالذات اور بلا وسیلہ تھا اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔

حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مقام خلت پر فائز تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ترقی ختم ہوگئی یہ تو وقفہ راہ ہے منزل نہیں ہے مقام خلت سے آگے بڑھ کر آپ کی رفتار مقام محبوبیت کی جانب تھی اگرچہ بالتبع اور بالواسطہ تھی۔

(التفسیر المظہری، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج۲، ص۲۲۸، تا ۲۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی مظہری علیہ الرحمہ کی تقریر کی حقیقت یہ ہے۔

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به ((خواجه محمد معصوم)) در دقایق کمال و جمال ذاتی و مرتبه مقدسه که فوق است و نصیب تعینات حبیب و خلیل و کلیم علیهم السلام از آن دو مرتبه و بهرۂ تعین حضرت ایشان از آن۔

ذات حضرت۔ حق سبحانه و تعالیٰ۔ فی حد ذاته جمیل است و حسن و جمال ذاتی او را ثابت است، نه آن حسن و جمال که مکشوف و مدرک ما گردد و در تعقل و تخیل ما در آید۔ مع ذالک در آن حضرت مرتبه است اقدس، که این حسن و جمال هم از غایت عظمت و کبریایی آن به آن مرتبه نمی تواند رسید و به حسن و جمال متصف نمی تواند ساخت۔ تعین اول که تعین وجودی است، تعین آن کمال و جمال ذاتی است و ظل اول آنها و از آن مرتبۂ اقدس که کمال و جمال راهم آنجا گنجایش نیست، در آن تعین هیچ کائن نیست که او از غایت عظمت و کبریایی به هیچ تعینی متعین نمی گردد۔

در کدام آیینه در آید او

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

(کمال و جمال ذاتی اور اس مرتبہ مقدسہ کا بیان جو اوپر ہے اور حبیب وخلیل وکلیم علیہم السلام کے ان دو مراتب میں سے تعینات کا حصہ اور ان دو مراتب میں سے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے حصہ کا بیان)

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بذاتِ خود جمیل ہے اور اس کے لئے حُسن و جمال ذاتی ثابت ہے لیکن وُہ حسن و جمال نہیں جو ہمارے لئے مدرک ومکشوف ہو اور ہمارے عقل وخیال میں آسکے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقدس مرتبہ ہے کہ یہ حسن و جمال بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی وجہ سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اس کے حسن و جمال سے متصف نہیں ہوسکتا۔ تعین اوّل جو کہ تعین وجودی ہے۔ اس جمال وکمال ذاتی کا تعین ہے اور اس کا پہلا ظل ہے اور اس مرتبۂ قدس سے کہ کمال و جمال کو بھی وہاں گنجائش نہیں ہے اس تعین میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے کہ وُہ اپنی انتہائی عظمت وکبریائی کی وجہ سے کسی تعین سے متعین نہیں ہوسکتا۔

ع

در کدام آئینه در آید او

ترجمہ: وہ کون سے آئینہ میں سما سکتا ہے۔

مع ذلک سری و نشأه از آن مرتبۂ اقدس در مرکز دائرۂ این تعین اول ودیعت نهاده اند و نشانی از آن بی نشان آنجا تعبیه نموده اند، تا ک تعین اول منشاء ولایت خلیلی است، آن سر و آن نشأه که در مرکز این تعین نهاده اند، منشأ ولایت محمدی است۔ علی صاحبها الصلوٰ والسلام۔

و آن حسن و جمال ذاتی که تعین اول ظل آنها ست، شباهت به صباحت دارد که در عالم مجاز از قبیل حسن خد و جمال خال است و آن س

ونشأ که در مرکز ودیعت نهاده اند، مناسبت به ملاحت دارد که وراءِ رشاقت قد و صباحت خداست و ورای حسن چشم وجمال خال امری است ذوقی، تا ذوق ندهند، در نیابد، شاعری گوید:

آن دارد آن نگار که آن است، هر چه هست		آن را طلب کنند حریفان که آن کجاست

اس کے باوجود اس تعین اوّل کے دائرہ کے مرکز میں ایک راز اور کیفیت رکھ دی گئی ہے اور اس بے نشان کا نشان اس جگہ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ جیسا کہ تعین اوّل ولایت خلیلی کا منشا ہے تو وہ راز اور کیفیت جو اس تعین کے مرکز میں رکھی ہے وہ ولایت محمدی ﷺ اور وہ حسن و جمال ذاتی کا تعین اوّل اس کا ظل ہے صباحت (سپیدی) کے مشابہ ہے جو کہ عالم مجاز میں رخسار رکھتا ہے جو کہ قد کی خوبی اور رخسار کی صباحت سے بلند مرتبہ چیز ہے اور آنکھ کے حسن اور خال کے جمال کے علاوہ ایک ذوقی امر ہے جب تک وہ ذوق نصیب نہ ہو معلوم نہیں ہو سکتا۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

آن دارد آن نگار که آن است، هر چه هست		آن را طلب کنند حریفان که آن کجاست

ترجمہ: وہ معشوق وہ کچھ رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے اس کو حریف طلب کرتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔

از این بیان تفاوت در میان این دو ولایت دریاب، هر چند هر دو از قرب حضرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ ناشی می گردند، اما مرجع یکی کمالات ذات است و معاد دیگری، صرف ذات (است)۔ تعالیٰ۔ و چون ملاحت، فوق صباحت است، پس وصول به ملاحت، بعد از طی مراتب صباحت صورت بندد و تا وصول جمیع مقامات ولایت ابراهیمی میسر نشود، وصول به حقیقت این ولایت که ذروۂ علیاء ولایت محمدی است، میسر نیاید۔ علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام۔

از اینجا تواند بود که خاتم الرسل۔ علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات۔ مامور به متابعت ملت ((حضرت ابراهیم)) گشت۔ علیهما الصلوٰة والسلام۔ تا به وسیلۂ این متابعت، به حقیقت ولایت او برسد و از آنجا به حقیقت ولایت خود که تعبیر از آن به ملاحت رفته است، متحقق گردد۔

و چون حضرت پیغمبر ما را به مرکز دائرۂ ولایت خلت، مناسب ذاتی است که به حضرت اجمال ذات اقرب است۔ تعالیٰ۔ و به محیط آن دائره، مناسبت کمتر است که رو به تفصیل کمالات ذات دارد۔ تعالیٰ۔ پس تا به کمالات محیط آن دائره هم متحقق نشود، ولایت خلت تمام نگردد۔

از اینجاست که در صلاۃ منطوقه آمده است ((کما صلیت علی ابراهیم)) تا کمالات ولایت خلت تمام او را میسر آید، چنانچه صاحب آن ولایت را میسر شده بود علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔

و چون مکان طبعی ولایت محمدی، نقطۂ مرکز دائرۂ ولایت خلیلی است۔ علیهما الصلوات والتحیات۔ و سیر او نیز مقصور است بر سر مرکزی آن دائره، ناچار از آنجا بر آمدن و به محیط آن دائره در آمدن و اکتساب کمالات آن کردن، متعسر باشد و خلاف مقتضاء طبیعت بود۔ پس متوسطی باید از افراد امت او۔ علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام۔ که به تبعیت او۔ علیه الصلوٰة والسلام۔ در عین آن مرکز

بود و از راه دیگر مناسبت به محیط آن دائره داشته باشد تا او اکتساب کمالات آن مرتبه نماید و به حقیقت آن مرتبه متحقق گردد و پیغمبر متبوع او به حکم

اس بیان سے ان دونوں ولایتوں کا درمیانی فرق سمجھ۔ اگرچہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ایک کا مرجع ذات کے کمالات ہیں اور دوسرے کا مآل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور چونکہ ملاحت، صباحت سے بلند مرتبہ ہے پس ملاحت تک وصول کی صورت اس وقت ہوسکتی ہے۔ جبکہ صباحت کے مراتب طے کر لئے جائیں۔ جب تک ولایت ابراہیمی کے تمام مقامات کا وصول میسر نہ ہوجائے اس ولایت کی حقیقت تک جو کہ ولایت محمدی ﷺ کی بلند چوٹی ہے وصول میسر نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہوسکتی ہے خاتم الرسل ﷺ کو ملت ابراہیمی کی متابعت کا حکم ہوا (علیہما الصلوٰۃ والسلام) تا کہ اس متابعت کے وسیلہ سے ان کی ولایت کی حقیقت تک پہنچ سکیں اور اس جگہ سے اپنی ولایت کی حقیقت تک پہنچ سکیں کہ جس کو ملاحت سے تعبیر کیا ہے۔

اور چونکہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو ولایت خُلّت کے دائرہ کے مرکز سے ذاتی مناسبت ہے کہ وہ اجمال ذات کے زیادہ قریب ہے اور اس دائرہ کے محیط سے اس کی مناسبت کمتر ہے کیونکہ وہ کمالات ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں پس جب تک اس دائرہ کے محیط کے کمالات سے بھی متصف نہ ہو ولایت خُلّت پُوری نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے صلوٰۃ ماثورہ میں آیا ہے کہ کما صلیت علی ابراھیم تا کہ ولایت خُلّت کے کمالات پورے کے پورے آپ کو میسر ہوجائیں جیسا کہ اس ولایت والے کو میسر تھے (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اور چونکہ ولایت محمدی کا طبعی مقام دائرہ خلیلی کا مرکزی نقطہ ہے (علیہما الصلوٰۃ والسلام) اور اس کی سیر بھی اس دائرہ کی مرکزی سیر پر مقصور ہے تو لازماً اس جگہ سے باہر آنا اور محیط دائرہ میں پہنچنا اور اس کے کمالات کا اکتساب کرنا مشکل ہوتا ہے اور طبیعت کے برخلاف ہوتا ہے پس رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے کوئی فرد واسطہ چاہئے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت کی وجہ سے اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسرے طریقہ سے اس دائرہ کے محیط سے مناسبت رکھتا ہو تا کہ وہ اس مرتبہ کے کمالات حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متصف ہو اور اس کا متبوع پیغمبر بحکم۔

((من سن سنةً حسنةً فله اجرها و اجر من عمل بها)) به توسط وصول او به آن کمالات نیز متحقق شود و مراتب ولایت خلیلی تمام کند۔ بیان سر این معما که بر این فقیر ظاهر ساخته اند، آن است که نقطه مرکز دائرۂ ولایت خلت که از سایر نقط آن امتیاز به محبت یافته است، اگر چه بسیط است، اما چون متضمن اعتبار محبیت و اعتبار محبوبیت است، صورت دائره پیدا می کند و از آن مرکز دائره پیدا میگردد که محیط آن، اعتبار محبیت است و مرکز آن، اعتبار محبوبیت [است]۔

و منشأ ولایت موسوی۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔ اعتبار محبیت است، که محیط آن دائره است و منشأ ولایت محمدی، اعتبار محبوبیت که مرکز آن دائره است۔ حصول حقیقت محمدی، اینجا تصور باید نمود۔

و بعد از هزار سال این نقطه مرکز دائرۂ ثانی که حقیقت محمدی به آن مربوط است نیز وسعتی پیدا کرد و در اعتبار در وی هویدا گشت و به صورت دائره بر آمد که مرکز آن محبوبیت صرف است و محیط آن، محبوبیت ممتزج به محبیت۔

و منشأ ولایت احمدی، مرکز آن دائره است و ((احمد)) اسم دویم آن سرور است۔ علیه الصلوٰة و السلام۔ که در اهل سموات به آن اسم معروف است، چنانچه گفته اند۔

من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها۔

ترجمہ: جو کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں۔ (مسلم شریف)

اس فرد کے وصول کے ذریعہ سے ان کمالات سے بھی متصف ہوتا ہے اور مراتب خلیل پورے کرتا ہے۔ اس معما کا راز جو اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) پر ظاہر کیا ہے کہ دائرہ ولایت خلّت کے مرکز کا نقطہ جو کہ اس کے تمام نقاط میں سے محبت کے ساتھ ممتاز ہوا ہے اگر چہ بسیط ہے لیکن چونکہ وہ مُحبیت اور محبوبیت کے اعتبار کا متضمن ہے لہٰذا وہ دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور اس مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس اعتبار مُحبیت کا محیط ہے اور اس محبوبیت کے اعتبار کا مرکز ہے اور موسوی ولایت علی نبینا ﷺ کا منشا اعتبار مُحبیّت ہے جو کہ اس دائرہ کا محیط ہے اور ولایت محمدی کا منشا اعتبار مُحبیّت ہے جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ حقیقت محمدی ﷺ حصول اس جگہ تصور کرنا چاہئے۔ اور ہزار سال کے بعد اس دائرہ ثانی کے مرکز کے نقطہ نے بھی جو کہ حقیقت محمدی اس کے ساتھ وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور اس میں دو اعتبار ظاہر ہوئے اور دائرہ کی صورت میں باہر آیا کہ وہ اس محبوبیت خالص کا مرکز ہے اور اس محبوبیت کا محیط مُحبیّت سے ملا ہوا ہے اور ولایت احمدی کا منشا اس دائرہ کا مرکز ہے اور احمد ﷺ کا دوسرا نام ہے کہ آسمان والوں میں وہ اس نام سے معروف ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

از اینجا تواند بود کہ ((حضرت عیسیٰ))۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ کہ از اہل سمٰوات گشتہ است، بشارت قدوم آن سرور را بہ اسم ((احمد)) دادہ است و این اسم مبارک را با ذات احد۔ جل شانہ۔ خیلی تقرب است و یک مرحلہ از آن اسم دیگر بہ حضرت ذات۔ جل سلطانہ۔ نزدیکتر است۔ چنانچہ مبین گشت۔ و این اسم، از اسم مبارک ((احد)) بہ یک حلقۂ میم جدا شدہ است، کہ آن مبدأ محبت است کہ باعث ظہور و اظہار گشتہ و ایضاً میم کہ در ((احمد)) اندراج یافتہ است، از حروف مقطعات قرآن است کہ در اوائل سور، منزل گشتہ است و از اسرار غامضہ است و این حرف مبارک میمی را بہ آن سرور، خصوصیتی خاص است کہ باعث محبوبیت او گشتہ است و اورا از ہمہ تفوق دادہ است۔

یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ نے جو کہ آسمان والوں سے ہو چکے ہیں رسول اللہ ﷺ کے آنے کی بشارت اسم احمد ﷺ سے دی ہے اور اس اسم مبارک کو ذات احد جل شانہ کے ساتھ بہت تقرب ہے اور دُوسرے اسم (محمد ﷺ) سے ایک منزل اللہ تعالیٰ کی ذات سے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے اور یہ اسم۔ اسم مبارک احد سے ایک حلقہ میم سے جدا ہوا ہے کہ وہ مبدأ محبت ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوا ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ میم جو کہ احمد میں مندرج ہے اور قرآن مجید کے حروف مقطعات میں سے جو کہ سورتوں کے اوائل میں نازل ہوا ہے اور بڑے دقیق اسرار میں سے ہے اور اس مبارک حرف میم کو رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص خصوصیت ہے جو کہ اُس کی محبوبیت کا سبب ہوا ہے اور اس کو تمام سے بلندی دی ہے۔

بر سر اصل سخن رویم و گویم کہ محیط آن دائرہ کہ عبارت از محبوبیت است کہ ممتزج بہ محبیت بود، منشأ ولایت فردی از افراد امت آن سرور است۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ کہ باوجود حصول ولایت محمدی، مرکزی مناسبت بہ محیط دائرہ داشتہ باشد و کمالات آن را ہم مکتسب ساختہ و معلوم شد کہ این دولت ثانی او را از ولایت موسوی حاصل گشتہ است و او از طفیل این دو ولایت عظمیٰ، جامع کمالات مرکز و محیط شدہ [است]۔

و مقرر است کہ ہر کمالی کہ امت را میسر آید بہ نبی آن امت نیز آن کمال حاصل است بہ حکم ((من سن سنۃ حسنۃ))۔ پس آن سرور را۔

علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔به توسط آن فرد، کمالات محیط آن دائزه نیز میسر شدو ولایت خلت در حق او۔علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔نیز تمام گشت و دعای ((اللهم صل علیٰ محمد کماصلّیت علیٰ ابراهیم)) بعد از هزار سال به اجابت مقرون گشت و مشول مستجاب شد۔

آن سرور۔علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔بعد از تمامی ولایت خلت کار و بار به آن سر و نشأ است که در مرکز ودیعت نهاده اند و تعبیر آن، به ملاحت یافته است و آن فرد را از برای حراست و محافظت امت از آن مقام به عالم باز گردانیده، خود در خلوتخانۂ غیب الغیب با محبوب خلوت داشته [است]۔

هنیئاً لا رباب النعیم نعیمها		وللعاشق المسکین مایتجرع

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو کہ محبوبیت سے عبارت ہے اور جو محبت سے ملا ہوا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا منشا ہے جو ولایت محمدی مرکزی کے حصول کے باوجود محیط دائرہ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ اُن دو عظیم ولایتوں کی طفیل سے مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا ہے اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ کمال جو امت کو میسر آتا ہے وہ کمال اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہے۔بحکم هن سن سنة حسنة (جو اچھا طریقہ نکالے) پس رسول اللہ ﷺ کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے ہیں اور ولایت خُلّت بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے پوری ہوگئی اور دعا۔

اللهم صلی اللہ علیه محمد کما صلیت علی ابراهیم

ترجمہ: اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر بھی اسی طرح رحمت فرما جیسی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت کی۔

ایک ہزار سال کے بعد قبول اور مستجاب ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کو ولایت خُلّت پورا ہونے کے بعد سرا ور نشاۃ سے کاروبار ہے جو کہ مرکز میں ودیعت کئے ہیں اور ان کی تعبیر ملاحت سے ہوئی ہے اور اس فرد کو امت کی پاسبانی اور حفاظت کے لئے اس قیام سے واپس کیا اور خود غیب الغیب کے خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت اختیار کر لی۔

شعر

هنیئاً لا رباب النعیم نعیمها		وللعاشق المسکین مایتجرع

ترجمہ: نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں عاشق مسکین کے لئے تو وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے۔

باید دانست که محیط مرکز ثالث، هر چند نسبت به محیط مرکز تعین اول، اصغر می نماید اما اجمع است، چه هر چه به حضرت ذات جل شانه۔نزدیکتر است جامع تر است۔صغر آن در رنگ صغر انسان باید دانست که باوجود صغر، جامع ترین جمیع اصناف عالم است و ایضاً شخصی که به کمالات این محیط متحقق گشت و از اجمال مرکز، به تفصیل محیط آمد، آن بی مناسبتی که به محیط و تفصیل داشت، زائل شدو بی تکلف از تفصیلی به تفصیلی رفت و به کمالات آن تفصیل نیز متحقق گشت۔

بشنو! باوجود کمال اقتدار، چون نظام عالم به حکمت منوط ساخته اند، در تربیت محبوبان نیز از وجود اسباب چاره نبود، هر چند وجود سبب، بیش از بهانه نباشد و زیاده از روپوش قدرت نبود۔ {سنة الله التی قد خلت من قبل و لن تجد لسنة الله تبدیلاً} (فتح/۲۳۔)

تنبیه، نبی، هر چند بعضی کمالات را به توسط فردی از افراد امت خود حاصل نماید و به توسل او به بعض مقامات برسد، اما نقص آن نبی از این راه لازم نیاید و آن فرد را مزیتی به این توسط بر آن نبی حاصل نشود، چه آن فرد، این کمال را به متابعت آن نبی یافته است و به طفیل او به این دولت رسیده [است]۔ پس آن کمال فی الحقیقت از آن نبی است و نتیجۂ متابعت اوست و آن فرد، بیش از خادم او نیست که از خزائن او خرج کرده، لباس های مزیب و فرش های مزین طیار (تهیه، آماده۔) کرده، می آرد که باعث مزید حسن و جمال مخدوم می گرددو در عظمت و کبریایی او می افزاید۔ اینجا کدام نقص مخدوم است و کدام مزیت خادم است؟ امداد و اعانت از همگنان نقص است، اما از خدام و علمان که امداد و اعانت واقع شود، عین کمال است و موجب ازدیاد جاه و جلال۔

ناقصی باشد که یکی را به دیگری خلط کند و در توهم منقصت افتد۔ بادشاهان به امداد خدم و حشم، ملک ها می گیرند و قلعه ها فتح می نمایند و از این امداد، غیر از وعظمت ابهت بادشاهان، هیچ معلوم نمی شود و نیز غیر از شرف و عزت خدم و حشم، هیچ ظاهر نمی گردد۔

جاننا چاہئے کہ مرکز ثالث کا محیط اگر چہ تعین اول کے مرکز کے محیط کی نسبت چھوٹا نظر آتا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ جامع ہے کیونکہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے وہ زیادہ جامع ہے تو اس کے چھوٹ ہونے کو انسان کے چھوٹا ہونے کی طرح سمجھنا چاہئے کہ باوجود چھوٹا ہونے کے عالم کے تمام اقسام میں سے زیادہ جامع ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو اس محیط کے کمالات سے متصف ہوا ہے اور مرکز کے اجمال سے محیط کی تفصیل میں آیا ہے اب وہ بے مناسبتی جو محیط اور تفصیل سے رکھتا تھا زائل ہوگئی اور بے تکلف اجمال سے تفصیل میں چلا گیا اور اس تفصیل کے کمالات سے بھی متصف ہوا۔

سُن! باوجود کمال اقتدار کے چونکہ نظام عالم کو حکمت سے وابستہ کیا ہے لہٰذا محبوبین کی تربیت میں بھی اسباب کے وجود سے چارہ نہیں ہوتا اگر چہ اسباب کا وجود بہانہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور قدرت کے پردہ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

سُنَّةَ اللهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلا

ترجمہ: یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے سے آ رہا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں کوئی تبدیل نہ پائے گا۔ (سورۃ فتح پارہ ۲۶، آیت ۱۲)

تنبیہ: نبی اگر چہ بعض کمالات کو اپنے افراد امت میں سے کسی فرد کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس کے وسیلہ سے بعض مقامات پر پہنچتا ہے لیکن اس طرح سے نبی میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور اس فرد کو اس وسیلہ بننے سے نبی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی ہی سے حاصل کیا ہے اور اسی کے طفیل سے اس دولت تک پہنچا ہے پس حقیقت میں وہ کمال اس نبی کی ملکیت ہے اور اس کی متابعت کا نتیجہ ہے اور وہ فرد اس کا خادم ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اس نے اسی کے خزانوں سے خرچ کیا ہے اور خوشنما لباس اور قیمتی فرش تیار کر کے لایا ہے جو کہ مخدوم کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کا باعث ہیں اور اس کی عظمت و کبریائی بڑھاتا ہے اس جگہ مخدوم کا نقص کیا ہے اور خادم کو کون سی فضیلت ہے اپنے برابر والوں سے امداد و اعانت حاصل کرنا نقص ہے۔ اور جو امداد و اعانت خادموں اور غلاموں سے واقع ہو وہ عین کمال ہے اور جاہ و جلال میں زیادتی کا باعث ہے کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط ملط

کرے اور نقص کے وہم میں پڑے بادشاہ اپنے خادموں اور نوکروں کے ذریعہ ملک حاصل کرتے ہیں اور کئی قلعے فتح کرتے ہیں اور اس امداد کے سوائے بادشاہوں کی عظمت و بزرگی کے اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی اور اس سے خادموں اور نوکروں کی عزت و شرف بھی ظاہر ہوتا ہے۔

و امتان، خدام و غلمان انبیاء اند۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ اگر از اینها امدادها به این بزرگواران برسد، چه جای توهم منقصت شان است و آنکه گویند که این بزرگواران اصلاً محتاج به امداد نیستند و جمیع مراتب کمال ایشان را بالفعل حاصل است، مکابره صریح است۔ چه این بزرگواران نیز بندگان خدا اند۔ جل شانه۔ و همواره از فیوض و برکات فضل و رحمت او امیدوارند و همیشه خواهان ترقیات [هستند]۔

در حدیث آمده است: ((من استویٰ یوماه فهو مغبون)) و آن سرور، مر امت خود را فرموده است۔ علیه و علیٰ اله الصلوة و السلام۔ سلوا الی الوسیلة۔ و ایضاً در حدیث صحاح آمده است: ((کان رسول الله۔ صلی الله علیه و سلم۔ یستفتح بصعالیک المهاجرین)): یعنی پیغمبر خدا۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔ در جنگ ها طلب فتح می کرد به توسل فقراء مهاجرین۔ این همه طلب، امداد و اعانت است۔ جمعی که امداد و اعانت امتان را در حق این بزرگواران تجویز نمی نمایند و این بزرگواران را امتحاج به امداد شان نمی دانند، نظر شان بر بزرگی انبیا افتاده است۔ علیهم الصلوٰة و التسلیمات۔ و علو درجات شان در نظر اینها آمده۔ مع ذلک اگر نظر شان، بر عبودیت این بزرگواران نیز می افتاد و احتیاجات ایشان که به مولای خود دارند۔ جل شانه۔ معلوم شان می گشت از امداد امتان انکار نمی نمودند و از اعانت خدام و غلمان شان استبعاد نمی کردند۔

ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا آنک علیٰ کل شئ قدیر و الصلوٰة و السلام علیٰ نبینا و علیٰ جمیع الانبیاء و علی الملآئکة الکرام العظام۔

امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کی خادم اور غلام ہیں اگر ان سے ان بزرگواروں کو امداد پہنچے تو نقص کا خیال کرنے کا کون سا مقام ہے؟ اور وہ جو کہتے ہیں کہ ان بزرگواروں کو امداد کی بالکل حاجت نہیں ہے اور کمال کے تمام مراتب بالفعل ان کو حاصل ہیں۔ یہ صرف فضول جھگڑا ہے۔ کیونکہ یہ بزرگوار بھی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیشہ اس کے فضل وفیض و برکات کے امیدوار ہیں اور ہمیشہ ترقی کے خواہشمند ہیں۔

حدیث میں آیا ہے۔

من استوی یوماہ فھو مغبون

ترجمہ: جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے۔ (دیلمی شریف بروایت علی رضی اللہ عنہ)

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو فرمایا ہے۔

سلو لی الوسیلۃ ترجمہ: میرے لئے مقام وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ)

اور یہ بھی صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح بعصالیک الی المھاجرین

ترجمہ: کہ رسول اللہ ﷺ غریب مہاجرین کے وسیلے سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔(مشکوۃ بروایت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہما)

یہ سب کچھ امداد و اعانت کی طلب ہے۔ وہ لوگ جو امتوں کی امداد و اعانت کو ان بزرگواروں کے حق میں جائز نہیں سمجھتے اور ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ان کی امداد کا محتاج نہیں جانتے ان کی نگاہ (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی بزرگی پر پڑی ہے اور ان کی نگاہ میں ان کی بلندی درجات ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی نظر ان بزرگواروں کی عبودیت پر بھی پڑتی اور ان کی محتاجی جو ان کو اپنے خداوند تعالیٰ سے ہے ان کو معلوم ہو جاتی تو وہ امتوں کی امداد سے انکار نہ کرتے اور ان کے غلاموں اور خادموں کی مدد کو بعید نہ سمجھتے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

والصلوٰۃ والسلام علی نبینا و علی جمیع الانبیاء علی الملائکۃ الکرام العظام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۹۴، ج، ۲، ص، ۵۹۳ تا ۵۹۹، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (عبدالحی) دربیان مراتب پنجگانۂ محبوبیت و محبیت و محبت و حب و رضا و مرتبۂ فوق آنها و خصوصیت هر کدام اینها به پیغمبری و . . . الحمدلله و سلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ انعم علینا و هدانا الی الاسلام و جعلنا من امة حبیبه محمد المصطفیٰ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ بدان۔ ارشدک الله تعالیٰ۔ که در محبت ذاتیه، که حضرت زات۔ تعالیٰ و تقدس۔ خود را دوست، رارد، سه اعتبار است، (محببوبیت) و (محبت) ظهور کمالات محبوبیت ذاتیه به خاتم الرسل۔ علیه و علیٰ اله و علیهم الصلوت و التسلیمات۔ مسلم است۔ غاية مافی الباب، در جانب محبوبیت دو کمال است، فعلی و انفعالی، فعل اصل است و انفعال، تابع آن لیکن انفعال، علت غائی است مر فعل را، هر چند در وجود متأخرات، اما در تصور متقدم (است) و ظهور کمالات محبیت، نصیب حضرت (کلیم الله) است۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوة و اسلام۔ و اعتبار سیوم که نفس محبت است، ابو البشر (حضرت آدم) علیٰ نبینا الصلوٰة اولاً در آنجا مشهود گشت و ثانیا (حضرت ابراهیم) نیز۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ همانجا مشهود شدو ثالثاً (حصرت نوح) نیز۔ علیه الصلاة و اسلام۔ درهمان اعتبار به نظر در آمد۔ والامر الی الله سبحانه۔ و حصرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ چنانچه خود را دوست می دارد، کمالات اسمایی و صفاتی و افعالی خود رانیز دوست می رارد و ظهور این محبت حضرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ مر اسما و صفات خود رادر (حضرت خلیل) اتم است۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ و ظهور محبوبیت اسمایی و صفاتی و افعال در انبیای دیگر متحقق است۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰات والتسلیمات والتحیات۔ دررنگ ظهور محبیت اینها و چون اسما و صفات و افعال را ظلال است، ظهور محبوبیت آن ظلال به توسط اصول اینها نصیب اولیاء مرادان و محبوبان است در رنگ محبیت آن ظلال که نصیب اولیاء مریدین و محبین است ۔ و فوق مقام محبت ذاتیه، مقام حب است که جامع اعتبارت ثلثه است، و اجمال انها و مقام رضا، فوق مقام محبت و حب است، چه مرتبۂ رضا، فوق مرتبۂ محبت است، زیرا که در محبت، وجود نسبت است اجمالاً و تفصیلاً و در مقام رضا، حذف نسبت که مناسب حضرت ذات ات۔ تعالیٰ و تقدس۔ و فوق مقام رضا، قدمی نیست مگر خاتم الرسل را۔ علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات۔ مگر (۱) از آن مقام خبر داده که فرموده۔ علیه و علیهم الصلوت والسلام۔ لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب و لانبی مرسل و در حدیث قدسی مگر به

این خصوصیت اشارت است کہ وارد شدہ، یا محمد انا و آنت و ماسواک خلقت لاجلک فقال محمد۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔
اللھم انت و ما انا و ماسواک ترکت لاجلک۔

مکتوبات شریف کی اس جلد ثانی کے جامع فقیر حقیر عبدالحی کی طرف صادر فرمایا۔ مراتب پنجگانہ محبوبیت، محبیت، محبت، حب، اور رضا اور ان سے اوپر مرتبہ کے بیان میں۔ نیز ان سے ہر ایک کی ایک پیغمبر کے ساتھ خصوصیت اور ان کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد اللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ،

حمد وثنا اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا ہمیں دین اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور ہم کو اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں بنایا۔ جان لے (اللہ تعالیٰ تجھے رشد وہدایت عطا کرے) کہ محبت ذاتی کے جس کے ساتھ خداوند تعالیٰ وتقدس اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔ تین اعتبار ہیں۔ محبوبیت، محبیت، اور محبت، محبوبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور خاتم الرسل ﷺ کے لیے مسلم ہے۔ غایت مافی الباب اتنی بات ہے کہ جانب محبوبیت میں دو کمال ہیں۔ فعلی اور انفعالی۔ فعل اصل ہے اور انفعال اس کے تابع لیکن انفعال فعل کے لیے علت غائی ہے۔ کیونکہ انفعال اگرچہ وجود میں مؤخر ہے۔ تاہم تصور میں مقدم ہیں۔ اور کمالات محبیت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا ﷺ کا حصہ ہے۔

اور تیسرا اعتبار کہ نفس محبت ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبینا ﷺ اولاً اس مقام میں مشہود ہوئے دوسرے نمبر پر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا ﷺ بھی اسی مقام پر مشہود ہوئے۔ تیسرے نمبر پر حضرت نوح ﷺ بھی اسی مقام میں اسی اعتبار سے دکھائی دیئے حقیقت حال اللہ سبحانہ کو معلوم ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ وتقدس جس طرح اپنی ذات کو دوست رکھتی ہے اپنے کمالات اسمائی وصفاتی اور افعال کو بھی دوست رکھتی ہے۔ اور اسماء وصفات کے ساتھ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی محبت کا ظہور حضرت خلیل علیٰ نبینا ﷺ میں بروجہ اتم ہے اور اسمائی وصفاتی محبوبیت کا ظہور دوسرے انبیاء (علی نبینا وعلیھم الصلوات والتسلیمات والتحیات) میں متحقق اور موجود ہے۔ جس طرح ان اسماء وصفات وغیرہ کی محبیت کا ان میں ظہور ہے۔ اور جب اسماء وصفات اور افعال کے لیے ظلال بھی ہیں تو ان ظلال کی محبوبیت کا ظہور ان کے اصولوں کے واسطہ سے مراد اور محبوب اولیاء کا حصہ ہے۔ جس طرح ان ظلال محبیت کہ مریدین اور محبین اولیاء کا حصہ ہے اور محبت ذاتیہ کے مقام سے اوپر حب کا مقام ہے۔ جو تینوں اعتبارات کا جامع اور ان کا اجمال ہے اور رضا کا مقام مقام محبت وحب سے بھی اوپر ہے۔ کیونکہ رضا کا مرتبہ محبت کے مرتبہ سے اوپر ہے۔ کیونکہ محبت میں اجمالاً اور تفصیلاً نسبت کا وجود ہے۔ اور مقام رضا میں جو حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے مناسب ہے۔ نسبت حذف ہے اور مقام رضا سے آگے کسی کا قدم نہیں بڑھ سکتا۔ مگر خاتم الرسل ﷺ کا۔ شاید اسی مقام سے خبر دیتے ہوئے آپ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل، (حدیث نبوی) مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی مرسل نبی گنجائش نہیں رکھتا۔ اور ایک حدیث قدسی میں شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وارد ہوا ہے۔

یا محمد انا و انت و ماسواک خلقت لاجلک فقال علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اللھم انت و ما انا و ماسواک ترکت لاجلک (حدیث قدسی) اے محمد ﷺ میں اور تو اور جو کچھ تیرے سوا ہے تیرے لیے پیدا کیا تو حضور ﷺ نے عرض کی۔ اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں۔ اور جو کچھ تیرے سوا ہے۔ میں نے سب تیرے لیے چھوڑ دیا ہے۔

(محمد رسول اللہ) را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم۔ امروز چه دریابند و عظمت و بزرگی ایشان را در این نشأچه سند، که محق بامبطل در این دار ابتلا، ممتزج است و حق باباطل مخلوط، در روز قیامت بزرگی ایشان معلوم خواهد گشت، که امام پیغمبران باشند و صاحب شفاعت ایشان و آدم و من دونه، همده تحت لواء ایشان بوند۔۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات والسلام۔علیه و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔جایز است که در آن موطن خاص که فوق مقام رضا است، خادمی را از خادمان اولش خور ایشان بہ وراثت و تبعیت جادهند و بہ طفیل (ایشان) محرم آن بارگاه سازند

از کریمان کارها دشوار نیست

این معنی مستلزم مزیت غیر انبیاء بر انبیاء نیست۔ علیهم الصلوات والتحیات۔ چه، خادم را باهمگنان مخدوم چه مساوات، و تابع را با همسران متبوع، چه نسبت، اصل مقصودی است و تابع، طفیلی، نهایت معاملهٔ تابع به فضل جزئی می کشد که در آن محظور نیست، چه هر حائک (۱) و حجام به اعتبار صنعت خود بر عالم ذی فنون فضل دارد که از حیز اعتبار ساقط است۔ کلامنا اشارات و رموز و بشارات و کنوز لا نصیب منها اللکثر الا ان یؤمنوا بها بحسن الظن فیتج ایمانهم ثمرات تنفع لهم واللہ سبحانه الموفق والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ جمیع اخوانه من الآنبیاء والمرسلین والملائکة المقربین من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس دنیا میں لوگ کیا پا سکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دارِ ابتلا میں سچا اور جھوٹا باہم ملا ہوا ہے۔ (امتیاز نہیں ہوتا) اور حق باطل کے ساتھ مخلوط ہے۔ قیامت کے روز آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوگی۔ جب آپ پیغمبروں کے امام بنیں گے۔ اور ان کے صاحب شفاعت ہوں گے۔ آدم اور آدم کی ساری اولاد سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ جائز ہے کہ اس خاص مقام میں کہ مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں پس خوردہ کھانے والے میں سے کسی خادم کو وراثت اور تبعیت کے طور پر جگہ دے دیں اور طفیلی کی حیثیت سے اس بارگاہ کا محرم کر دیں۔

از کریمان کارها دشوار نیست

ترجمہ: کریم لوگوں کے لئے کوئی مشکل نہیں

یہ معنی غیر انبیاء کی انبیاء پر فضیلت کو مستلزم نہیں (علیہم الصلوات والتسلیمات)۔ کیونکہ خادم کی مخدوم کے ہم پلہ لوگوں کے ساتھ مساوات کیسے ہو سکتی ہے۔ اور تابع کی متبوع کے ہمسروں کے ساتھ کیا نسبت۔ اصل مقصود ہوتا ہے اور تابع طفیلی زیادہ سے زیادہ فضیلت جزئی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ ہر بافندہ اور حجام اپنے پیشے اور حرفت کے لحاظ سے صاحب ہنر دانشمند پر فضیلت رکھتا ہے لیکن اس فضیلت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات و خزانے ہیں۔ اکثر لوگوں کے لیے ان اشارات وغیرہ سے کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ وہ حسنِ ظن سے ان کی تصدیق کریں۔ تو ان کی یہ تصدیق ایسے ثمرات ان کے سامنے رکھ دے۔ جو انہیں نفع دیں۔ واللہ سبحانہ الموفق۔

والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملئکۃ المقربین من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۷، ج، ۲، ص، ۲۸ تا ۳۰ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔

بہ ((خواجہ محمد سعید)) در اسرار خلت خلیل و اثبات تعین وجودی۔

حضرت حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بندہ را کہ بہ دولت خلت خود کہ بالاصالت مخصوص بہ ((حضرت ابراھیم)) است۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مشرف سازد و بہ ((ولایت ابراھیمی)) سرفراز گرداند، او را انیس و ندیم خود می فرماید و نسبت انس و الفت کہ از لوازم خلت است، درمیان می آید و چون نسبت خلت کہ از لوازم آن، انس و الفت است درمیان آمد، قبح و کراھت اخلاق و اوصاف خلیل، از نظر مرتفع گشت۔ چہ قبح اگر در نظر باشد، باعث نفرت و بی الفتی خواھد بود، کہ منافی مقام خلت است، کہ سراسر الفت است۔

حضرت مخدوم زادہ عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا

(خُلّتِ خلیل اور تعین وجودی کے اثبات کے اسرار کے بیان میں)

اللہ تبارک وتعالیٰ جس بندہ کو اپنی خُلّت کی دولت سے جو کہ بالاصل حضرت ابراہیم علیٰ نبینا ﷺ کے لئے مخصوص ہے مشرف فرماتا ہے اور ولایت ابراہیمی سے سرفراز کرتا ہے تو اس کو اپنا انیس وندیم بنالیتا ہے اور اُنس اور اُلفت کی نسبت جو کہ خُلّت کے لوازم سے ہے درمیان میں لاتا ہے تو خلیل کے اوصاف اور اس کے اخلاق کی کراہت اور قباحتِ نظر سے مرتفع ہوجاتی ہے کیونکہ قباحت اگر نظر میں ہو تو نفرت اور بے اُلفتی کا سبب بن جاتی ہے جو کہ خُلّت کے مقام کے منافی ہے کہ وہ سراسر اُلفت ہے۔

سؤال: ارتفاع قبح اوصاف خلیل از نظر در مجاز ظاھر است، زیرا کہ رواست کہ در این موطن، نسبت خلت غالب آید و قبح اوصاف خلیل را مستور سازد، اما در مرتبۂ حقیقت کہ آنجا علم شیء کما ھو است، قبیح را غیر قبیح دانستن و مغلوب نسبت خلت شدن جائز نیست۔

جواب: در ھر قبیح وجھی از وجوہ حسن کائن است۔ پس تواند کہ قبیح را نظر بہ آن وجہ حسن، حسن داند و حکم بہ حسن او فرماید۔ باید دانست کہ ھر چند در آن قبیح، حسن مطلق پیدا نشدہ است، اما چون وجہ حسن او ملحوظ و منظور مولیٰ۔ جل شانہ۔ گشتہ است ناچار بہ حکم {الا ان حزب اللہ ھم المفلحون} (مجادلہ/ ۲۲۔) بر سایر وجوہ قبح آن غالب آمدہ است و ھمہ را بہ رنگ خود ساختہ مستحسن گردانیدہ۔ {فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات} (فرقان/ ۷۰۔)۔

بدان۔ ارشدک اللہ تعالیٰ سواء الصراط۔ کہ نسبت در میان خلت و محبت، عموم و خصوص است۔ خلت عام است و محبت فرد کامل او، چہ افراط انس و الفت، محبت است کہ باعث گرفتاری می گردد و بی قراری و بی آرامی می آرد۔ خلت، سراسر انس و الفت، و آر

است۔ محبت است کہ نشأہ گرفتاری پیدا کردہ، از افراد دیگر خلت متمیز گشتہ است و گویا جنس دیگر شدہ و ہنری کہ محبت در این امتیاز پیدا کردہ است، از سایر افراد خلت در درد و حزن است و نفس خلت، ہمہ عیش در عیش و فرح در فرح و انس در انس است۔

سوال: خلیل کے اوصاف کے قبح کا نظر سے مرتفع ہونا مجاز میں تو ظاہر ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس مقام میں خُلّت کی نسبت غالب آئے اور خلیل کے اوصاف کی قباحت کو پوشیدہ کردے لیکن مرتبہ حقیقت میں کہ اس جگہ کسی شے کا علم اپنی اصل صورت میں ہے تو قبیح کو غیر قبیح جاننا اور خُلّت کی نسبت سے مغلوب ہونا جائز نہیں ہے۔

جواب: ہر قبیح میں حسن کے وجوہات میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ثابت ہے پس ہوسکتا ہے کہ قبیح کو اس وجہ حسن کی وجہ سے حسن جانے اور اس کے حسن ہونے کا حکم فرمائے۔ جاننا چاہئے کہ اگرچہ اس قبیح میں حسن مطلق پیدا نہیں ہوا ہے لیکن جب اس کے حسن کی وجہ اللہ تعالیٰ کو منظور و ملحوظ ہوئی ہے تو لازماً وہ بحکم

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ

ترجمہ: خبردار! اللہ تعالیٰ کا لشکر وہی غالب آنے والا ہے۔ (المائدہ:۵۶)

دوسرے وجوہ قبیح پر وہ غالب آجاتی ہے اور تمام کو اپنے رنگ میں رنگین کردیتی ہے اور پسندیدہ بنادیتی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے تبدیل کردیتا ہے۔ (سورۃ الفرقان:۷۰)

جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کرے کہ محبت اور خُلّت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے خُلّت عام ہے اور محبت اس کا ایک کامل فرد ہے کیونکہ انس و الفت کا حد سے گزرنا محبت ہے جو کہ گرفتاری کا باعث ہوتی ہے اور بے قرار اور بے آرامی لاتی ہے۔ خُلّت سراسر اُنس و اُلفت و آرام ہے اور محبت وہ ہے جس نے گرفتاری کا عالم پیدا کیا ہے اور خُلّت کے دُوسرے افراد میں سے الگ ہوئی ہے گویا کہ دوسری جنس بن گئی اور وہ ہنر جو محبت نے اس امتیاز میں خُلّت کے دُوسرے افراد کے علاوہ پیدا کیا ہے وہ درد اور غم ہے اور نفس خُلّت سب عیش اور سُرور ہی سُرور اور خوشی ہی خوشی اور انس در انس ہے۔

از اینجا تواند بود کہ حضرت حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ خلیل خود را۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ ہم در دنیا کہ دار محن است، اجر عمل کرامت فرمودہ، و ہم در آخرت۔ قال اللہ تعالیٰ فی حقہ: {و آتیناہ اجرہ فی الدنیا و انہ فی الاخرۃ لمن الصلحین} (عنکبوت/۲۷۔) و چون محبت منشأ درد و حزن آمد، پس در ہر فرد کہ محبت غالب باشد، درد و حزن بیشتر بود۔ از اینجا گفتہ باشد: کان رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم۔ متواصل الحزن و دائم الفکر و او فرمودہ:۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ ما اوذی نبی مثل ما اوذیت، چہ ،فرد کامل از افراد انسانی در حصول محبت، او بودہ [است]۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ و ہر چند او محبوب بودہ است۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ اما چون نسبت محبت در میان آمد، محبوب نیز در رنگ محب، و الہ (سرگشتہ در عشق و مفتون۔) و گرفتار آمد۔

حدیث قدسی است: الا طال شوق الابرار الیٰ لقائی و انا الیھم لاشد شوقاً، اینجا سؤال است، مشہور کہ شوق در مفقود است و چون از آن حضرت۔ جل و علا۔ ہیچ چیز مفقود نیست، شوق چہ بود و اشد شوق چہ باشد؟

جواب، گویم که متمنای کمال محبت، رفع اثنینیت است و اتحاد محب و محبوب۔ و چون این معنی مفقود است، شوق موجود است و چون تمنای اتحاد بالا صالة در محبوب کائن است، چه محب شاید که به مجرد وصل محبوب هم قناعت کند، ناچار اشد شوق در جانب محبوب بود و متواصل ال حزن، صفت حبیب باشد۔

اگر گویند حضرت حق۔ سبحانه۔ بر جمیع امور قادر است و هر چه خواهد او را میسر است، پس هیچ چیز در حق او تعالیٰ مفقود نباشد، تاشوق متحقق گردد۔

جواب: تمنا امر دیگر است و ارادت آن امر، دیگر۔ مراد او تعالیٰ از ارادت او سبحانه تخلف نکند، اما تمنا بود و ارادت حصول آن نبود و وجود آن را نخواهد

در عشق، چنین بو العجبی ها باشد

گاه هست که در عشق، مجرد درد مطلوب باشد و وصل هیچ ملحوظ نبود، بلکه وصل را نخواهد و از اتصال محبوب، گریزان باشد۔ این، از دیوانگی های عشق است، بلکه از هنرهای عشق۔ من لم یذق لم یدر۔

یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علی نبینا ﷺ کو دُنیا میں بھی جو کہ محنت کا گھر ہے عمل کا اجر عطا فرمایا ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔

وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: اور ہم نے اس کو دنیا میں بھی اس کا اجر دیا اور یقیناوہ آخرت میں نیک لوگوں سے ہے

پس جبکہ محبت دردوحزن کا منشا ٹھہری تو جس فرد میں بھی محبت غالب ہوگی اس میں دردوحزن زیادہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ کہا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ دائم، الفکر اور ہمیشہ حزن میں رہتے'' اور خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت

ترجمہ: جتنی تجھے تکلیف دی گئی ہے اتنی کسی نبی کو تکلیف نہیں دی گئی۔

کیونکہ افرادانسانی میں سے کامل فرومحبت کے حصول میں رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور اگر چہ آپ ﷺ محبوب تھے لیکن جب محبت کی نسبت درمیان میں آ گئی تو محبوب بھی محب کی طرح شیدا وگرفتار ہوا۔

حدیث قدسی ہے الا طال شوق الابرار الی بقائی و انا الیھم لا شد شوقا

ترجمہ: میری ملاقات کے لئے نیک لوگوں کا شوق بڑا لمبا ہو گیا اور میں اُن کی طرف زیادہ شوق رکھتا ہوں۔

اس جگہ ایک مشہور:

سوال: ہے کہ شوق تو مفقود میں ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مفقود نہیں ہے تو شوق کیا ہے اور اشد شوق کیا ہوتا ہے؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ کمال محبت کی آرزو ہوتی ہے کہ دوئی (دوری) ختم ہوجائے اور محب اور محبوب کا اتحاد ہوجائے اور جب یہ بات مفقود ہے تو شوق موجود ہے اور چونکہ بالاصل اتحاد کی تمنا محبوب میں ثابت ہے کیونکہ محبت شائد صرف وصل محبوب پر ہی قناعت کرے تو لازماً زیادہ شوق محبوب کی جانب ہی ہوگا اور ہمیشہ غمگین رہنا حبیب کی صفت ہوگی۔

سوال: اگر کہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام امور پر قادر ہے وہ جو چاہے اس کو میسر ہے پس اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی چیز مفقود نہ ہوگی تا کہ شوق متحقق ہو۔

جواب: کسی چیز کی تمنا اور چیز ہے اور اس چیز کا ارادہ کرنا اور چیز ہے اللہ تعالیٰ کی مُراد اس کے ارادہ سے پیچھے نہیں رہتی اور یہ ہوسکتا ہے کہ تمنا ہو اور اس کے حصول کا ارادہ نہ ہو اور اس کے وجود کو نہ چاہے۔

در عشق، چنین بو العجبی ها باشد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عشق میں صرف مطلوب کا درد ہوتا ہے اور وصل ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ واصل کو نہیں چاہتا اور محبوب کے اتصال سے گریز کرتا ہے اور یہ عشق کی دیوانگیوں میں سے ہے بلکہ عشق کے ہنروں میں سے ہے۔ ''جس نے نہ چکھا نہ جانا۔''

بر سر اصل سخن رویم و گویم که خلت، بس مقام عالی است و کثیر البرکة است۔ در عالم مجاز هر کس را که با دیگری انس و الفت و سکونت و آرام است، همه از ظلال مقام خلت است۔ الفتی که پدر را با پسر است و برادر را با برادر و زن را با شوی، همه از قبیل خلت است و همچنین هر حظی و لذتی و آرامی که از صور حسنه و مظاهر جمیله کائن است، از مقام خلت است۔

محبت دیگر است که نشأه دیگر دارد۔ و اگر خلت و انس و الفت در میان نبود، هیچ مرکبی به وجود نیاید و هیچ جزو او با جزو دیگر، علی الخصوص که نسبت تضاد داشته باشد، منضم نشود بلکه، هیچ وجودی با ماهیتی ضم نگردد، بلکه هیچ عالمی در تحت ایجاد واجب تعالی داخل نیاید۔ چه حب است که سلسلۂ ایجاد را در حرکت آورده است و باعث وجود اشیا شده فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق حدیث قدسی است۔

و حب، فرد کامل خلت است۔ چنانچه گذشت۔ پس اگر خلت نبود، هیچ چیز موجود نگردد و هیچ کس با دیگری جمع نشود و الفت نگیرد۔ و وجود عالم و نظام او، هر دو مربوط به خلت است۔ اگر خلت نباشد، نظام نیز در رنگ وجود مفقود گردد۔

پس خلت اصل ایجاد آمد، هم در جانب موجد و هم در جانب موجود۔ چه، خلت است که ممکن را به قبول وجود مانوس ساخته است و در قید ایجاد آورده، بلکه عدم هم در خلوتخانۂ خود به دولت خلت آرام یافته است و با نیستی خود ساخته، بلکه به نقیض خود نیز الفت و انس گرفته، مرآت کمالات او شده است و واسطه وجود ممکنات آمده [است]۔ پس خلت از جمیع اشیا مبارک تر آمد و برکات او شامل موجود و معدوم گشت۔

چون معارف دقیقۂ مقام خلت دانستی و عموم برکات آن را معلوم ساختی و نیز دانستی که مقام خلت، بالاصالة مخصوص به ((حضرت ابراهیم)) است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ و ولایت آن ((ولایت ابراهیمی)) است، پس بدان که اکنون بر این فقیر به توسل برکات این معارف، ظاهر ساخته اند که تعین اول، تعین حضرت ذات است۔ تعالی و تقدس۔ به حضرت وجود و آن تعین اول وجودی رب ((حضرت خلیل)) است۔ علی نبینا و علیه و علی جمیع الانبیآء الصلوٰة والتحیة والبرکة والسلام۔ لهذا او امام همه آمد۔ {انی جاعلک

للناس اماماً}(بقرہ/۱۲۴ـ)و سید البشر بہ متابعت ملت او مأمور گشت۔{اتبع ملة ابراھیم حنیفاً}(نحل/۱۲۳ـ)۔علیٰ نبینا و علیه الصلوات والتسلیمات۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خُلّت بہت بلند مقام ہے اور کثیر البرکتہ ہے۔عالم مجاز میں جس کسی کو بھی کسی سے کوئی انس والفت وسکون وآرام ہے وہ سب خُلّت کے مقام کا ظلال ہیں۔مثلاً وہ محبت جو باپ کو بیٹے سے ہے اور بھائی کو بھائی سے اور عورت کو شوہر سے یہ سب اسی خُلّت کی جنس سے ہے اور اسی طرح ہر حظّ اور لذّت اور آرام جو کہ صور حسنہ اور مظاہر جمیلہ سے ثابت ہے وہ مقام خُلّت ہی سے ہے۔محبت دوسری چیز ہے جو کہ ایک اور عالم رکھتی ہے اور اگر خُلّت وانس والفت درمیان میں نہ ہوتو کوئی مرکب وجود میں نہ آئے اور اس کا کوئی جزو دُوسرے جزو کے ساتھ خاص طور پر جبکہ ان میں تضاد کی نسبت ہو پیوستہ نہ ہوتا بلکہ کوئی وجود بھی کسی ماہیت کے ساتھ نہ ملتا بلکہ کوئی عالم بھی اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے تحت داخل نہ ہوتا۔کیونکہ یہ محبت ہی ہے جس نے ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے اور وجود اشیاء کی باعث ہوئی ہے۔فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا) حدیث قدسی ہے اور حُبِّ خُلّت کا فرد کامل ہے۔جیسا کہ پہلے گزر چکا۔پس اگر خُلّت نہ ہوتی تو کوئی چیز بھی موجود نہ ہوتی اور کوئی چیز بھی کسی کے ساتھ جمع نہ ہوگی اور الفت نہ پکڑتی۔عالم کا وجود اور اس کا نظام دونوں خُلّت سے وابستہ ہیں اگر خُلّت نہ ہوتی تو وجود کی طرح نظام بھی مفقود ہوتا پس خُلّت ایجاد کا اصل ہوئی،موجد کی جانب بھی اور موجود کی جانب بھی کیونکہ وہ خُلّت ہی ہے جس نے ممکن کو وجود قبول کرنے کے لئے مانوس کیا ہے اور ایجاد کی قید میں لایا ہے بلکہ عدم میں بھی اپنے خلوت خانہ میں خُلّت کی دولت ہی سے آرام پایا ہے اور اپنی نیستی کے ساتھ موافقت کی ہے بلکہ اپنے نقیض (وجود) سے بھی اُلفت واُنس کر کے اس کے کمالات کا آئینہ ہوا ہے اور ممکنات کے وجود کا ذریعہ بنا ہے۔پس خُلّت تمام اشیاء سے زیادہ مبارک ہوئی اور اس کی برکات موجود اور معدوم کو شامل ہیں۔جب تو نے خُلّت کے باریک نکات معلوم کر لئے اور اس کے عموم برکات کو معلوم کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ مقام خُلّت اصل میں حضرت ابراہیم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی ولایت ولایتِ ابراہیمی ہے۔

پس جان لو کہ اب اس فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) پر ان معارف کی برکات کے وسیلہ سے ظاہر ہوا ہے کہ تعین اوّل اللہ تعالیٰ کی ذات کا حضرت وجود سے تعین ہے اور وہ تعین اوّل وجودی حضرت خلیل علی نبینا ﷺ کا ربّ ہے لہٰذا وہی سب کے امام ہوئے۔

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

ترجمہ: میں تجھے سب لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔اور سید البشر ان کی ملّت کی متابعت کے مامور ہوئے۔(سورۃ البقرۃ،۱۲۴)

اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ترجمہ: آپ ملّت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔(سورۃ النحل،۱۲۳)

اور ان کے بعد جو پیغمبر بھی مبعوث ہوا اسے ابراہیم ﷺ کی متابعت کا حکم دیا گیا۔اور تمام تعینات اس تعین وجودی کے ضمن میں مندرج ہیں اگر تعین علمی جملی ہے تو وہ بھی اس کے ضمن میں ہے اور اگر تفصیلی ہے تو وہ بھی اس میں مندرج ہے۔

و بعد از وی هر پیغمبر که مبعوث گشت، مأمور به متابعت او شد۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات و التسلیمات۔ سایر تعینات در ضمن تعین وجودی مندرج است۔ اگر تعین علمی جملی است، در ضمن او ست و اگر تفصیلی است، هم مندرج در وی۔ از اینجا تواند بود که حضرت پیغمبر ما۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰۃ و السلام۔ ((حضرت ابراهیم))۔ علیه السلام۔ را به ابوت (از ((اب)) به معنای پدر۔) یاد می کردند و سایر انبیا را به اخوت۔ علیٰ اجمعهم الصلوات و التسلیمات۔ و اگر سایر انبیا را به نبوت یاد می فرمودند هم گنجایش داشت، زیرا که تعینات این بزرگواران در ضمن تعین او که تعین علمی جملی گفته اند، مندرج است۔ علیه و علیهم الصلوٰات و التسلیمات۔

و آنچه در صلاۃ منطوقه آمده است، کما صلیت علیٰ ابراهیم تواند بود که به واسطۂ آن بود که وصول به حضرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ بی، توسط تعین اول وجودی و بی توسل تمامی کمالات ولایت ابراهیمی، میسر نیست، زیرا که قباب اول مر آن مرتبۂ مقدسه را او ست و او ست که آیینه داری غیب الغیب فرموده است و ابطن بطون را به ظهور آورده [است]۔ پس هیچ کس را از توسط او چاره نبود۔

خاتم الانبیاء را۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ امر به متابعت او فرمود تا به تبعیت او، به ولایت او برسد و از آنجا به حضرت ذات۔ جل شانه۔ تبختر فرماید۔ علیه و علیٰ جمیع الانبیآء الصلوات و التحیات۔

اس وجہ سے یہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ حضرت ابراہیم ﷺ کو ''باپ'' کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور باقی انبیاء ﷺ کو ''بھائی'' کے لفظ سے اور اگر تمام انبیاء کو ''بیٹے'' کے لفظ سے یاد کرتے تو گنجائش رکھتا تھا کیونکہ ان بزرگواروں کے تعینات اس کے تعین کے ضمن میں کہ جس کو تعین علمی جملی کہا ہے مندرجہ میں (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات)، اور وہ جو نماز ماثورہ میں آیا ہے۔ کما صلیت علی ابراهیم (جیسا کہ ابراہیم ﷺ پر رحمت کی) ہوسکتا ہے کہ یہ اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک وصول بغیر وسیلہ تعین اوّل وجودی اور بغیر وسیلہ ولایت ابراہیمی کے تمام کمالات کے میسر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے لئے سب سے پہلا خیمہ وہی ہے جس نے غیب الغیب کی آئینہ داری کی ہے اور باطن سے باطن کو بھی ظہور میں لایا ہے پس کسی کو بھی اس کے واسطہ سے چارہ نہیں ہے خاتم الانبیاء ﷺ کو ان کی متابعت کا حکم فرمایا ہے تا کہ آپ کی متابعت سے ولایتِ ابراہیمی تک پہنچیں اور اس جگہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات تک ناز سے خراماں خراماں چلے جائیں علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوات والتحیات۔

سؤال: از این بیان لازم می آید که ((حضرت ابراهیم)) از حضرت خاتم الرسل، افضل باشد۔ علیٰ جمیع الانبیآء الصلوٰۃ و السلام۔ و حال آنکه اجماع بر افضلیت خاتم الرسل است۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و نیز لازم می آید که تجلی ذات بالا صالۃ نصیب ((حضرت خلیل)) بود و دیگران را به تبعیت او باشد و حال آنکه مقرر اکابر صوفیه است که تجلی ذات بالا صالۃ مخصوص، به خاتم الرسل است۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و دیگران را به تبعیت او ست۔ علیه و علیهم الصلوات و السلام۔

جواب: وصول به ذات نیز در رنگ تجلی ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ بر دو قسم است، به اعتبار نظر است و به اعتبار قدم۔ یعنی نظر، واصل است، یا ناظر به نفس خود و اصل [است]۔ آن قسم که وصول نظری است، بالا صالۃ نصیب ((حضرت خلیل)) است که اقرب تعینات به حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ تعین اول است، که رب او ست۔ چنانچه گذشت۔ و تا به آن تعین نرسد، نظر به ماوراء آن نفوذ نکند، و آن قسم که به اعتبار قدم است، بالا صالۃ مخصوص به ((حضرت حبیب)) است که محبوب رب العالمین است۔ محبوبان را جایی برند که خلیلان از

آنجا در مانند، مگر آنکه به تبعیت شان برو ند خلیلی باید که نظر او تا مقام وصول رئیس محبوبان۔ ع ل یه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ برسد و در راه کوتهی نکند۔

بالجمله تجلی ذات به یک وجه بالاصالة مخصوص به ((حضرت خلیل)) است و دیگران تابع وی اند۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات والسلام۔ و به وجه دیگر، آن تجلی بالاصالة مخصوص به حضرت خاتم الرسل است و دیگران تابع اویند۔ علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات۔ و چون وجه ثانی، اقویٰ و ادخل است در مراتب قرب، ناچار تجلی ذات را بیشتر مناسبت به حضرت خاتم الرسل حاصل گشت و تخصیص به وی پیدا کرد۔

سوال: اس بیان سے لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت خاتم الرسل ﷺ سے افضل ہوں علی جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والسلام حالانکہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کی افضلیت پر اجماع ہے اور یہ بھی لازم آیا کہ تجلی ذات بالاصل حضرت خلیل علیہ السلام کا حصہ ہو اور دوسروں کے لئے بالتبعیت ہو حالانکہ اکابر صوفیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا مقررہ مقولہ ہے کہ تجلی ذات اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے آپ کی تبعیت میں ہے۔

جواب: ذات تک وصول بھی تجلی ذات کی طرح دو قسم پر ہے ایک باعتبار نظر ہے اور دوسری باعتبار قدم یعنی یا نظر واصل ہے یا ناظر بنفس خود واصل ہے اور جو قسم وصولی نظری ہے وہ اصل میں حضرت خلیل علیہ السلام کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اقرب تعینات تعین اوّل ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ربّ ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور جب تک اس تعین تک نہ پہنچے اس سے آگے نظر نفوذ نہیں کرتی اور وہ قسم جو باعتبار قدم ہے وہ اصل میں حضرت حبیب ﷺ کی ذات سے مخصوص ہے جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام تک لے جاتے ہیں کہ خلیل اس جگہ سے عاجز ہیں مگر یہ کہ ان کی تبعیت میں جائیں۔ کوئی خلیل ہی چاہئے کہ اس کی نظر رئیس محبوبان کے وصول کے مقام تک پہنچ سکے اور راہ میں کوتاہی نہ کرے۔

و او۔ صلی اللہ علیه و اله وسلم۔ از ((حضرت خلیل)) و از سایر انبیاء۔ علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ افضل آمد۔ پس فضل کلی در میان انبیا، نصیب این دو بزرگوار آمد۔ هر چند یکی از دیگری افضل بود۔ علیهما الصلوات والتسلیمات والبرکات۔ و ((حضرت موسیٰ))۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات والسلام۔ چون رئیس محبان است، چنانچه حضرت پیغمبر مارئیس محبوبان است۔ علیه و علیٰ اتباعه الصلوٰة والسلام۔ ناچار او را۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات والسلام۔ به حکم ((المرء مع من احب)) به حضرت ذات تعالیٰ معیتی است که دیگری را نیست و نیز در آن حضرت، او را قدمگاهی هست که به توسل محبت اوست و بس و دیگری را آنجا مدخلیتی نیست، اما این فضل راجع به جزیی است که توان گفت که عدیل کلی است، چه جم غفیر از انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ در این مقام، تابع اویند۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوات والتسلیمات۔ مع ذلک فضل کلی همان است که نصیب خلیل و حبیب آمد۔ علیهما الصلوات والتحیات۔ و هر چند هریکی به یک وجه تابع دیگری است در وصول نظری ((حضرت خلیل)) اصل است و ((حضرت حبیب)) تابع او۔ علیهما الصلوات والتسلیمات۔ و در وصول قدمی ((حضرت حبیب)) اصل است و ((حضرت خلیل)) تابع او۔ علیهما الصلوات والتحیات والبرکات۔

مختصر یہ کہ تجلی ذات ایک وجہ سے تو بالاصل حضرت خلیل علیہ السلام سے مخصوص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور دوسری وجہ

سے وہ تجلی اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں اور چونکہ دوسری وجہ زیادہ طاقتور اور مراتب قُرب میں زیادہ دخل پانے والی ہے تو لازماً تجلی ذات کو حضرت خاتم الرسل ﷺ سے زیادہ مناسبت حاصل ہوئی اور ان کے ساتھ خصوصیت پیدا کی اور آپ حضرت خلیل علیہ السلام اور باقی دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ٹھہرے پس انبیاء علیہم السلام میں سے کلی فضیلت ان دو بزرگواروں کو ملی اگر چہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے افضل ہے (علیہما علیہم الصلوات والتسلیمات) اور موسیٰ علی نبینا علیہ السلام چونکہ محبین کے رئیس ہیں جب کہ ہمارے پیغمبر محبوبین کے رئیس ہیں (علیہ وعلی اتباع الصلوٰۃ والسلام) تو لازماً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بحکم المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک طرح کی معیت ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ اس بارگاہ میں ان کو ایسا مرتبہ ملا ہے جو کہ ان کی محبت کی وجہ سے ہے اور دوسرے کو اس جگہ کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن یہ فضیلت جزوی ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ کلی کے برابر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایک بہت بڑی جماعت اس مقام میں ان کے تابع ہے اور اس کے باوجود کلی فضیلت وہی ہے جو حضرت خلیل وحبیب کے حصہ میں آئی ہے علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

و کمالات و فضائل مخصوصۂ ((حضرت کلیم)) را۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ آن قدر کہ بہ این فقیر ظاہر شدہ، بہ خاطر ہست کہ در کاغذ علیحدہ ثبت نماید۔ ان شآءاللہ تعالیٰ۔

باید دانست کہ انبیاء کہ بہ توسل نبی بہ حضرت ذات تعالیٰ برسند۔ علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات۔ آن نبی درمیان حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ و درمیان آن انبیاء، حائل نیست۔ و اینہا را از حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ بالاصالۃ نصیب است۔

غایۃ ما فی الباب، وصول بہ آن درجہ، ایشان را مربوط بہ تبعیت آن نبی است۔ علیہ و علیہم الصلوات و التحیات۔ بہ خلاف امت نبی کہ بہ توسل او برسد، آن پیغمبر در میان حائل است، مگر آنکہ فردی از افراد امت را بالاصالۃ از حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ نصیب بود، آنجا نیز حیلولت نبی، مفقود است و تبعیت او موجود۔ علیہ الصلوات و السلام۔ و قلیل ماھم بل اقل۔

اور اگرچہ ہر ایک ایک طرح سے دوسرے کا تابع ہے۔ وصول نظری میں حضرت خلیل اصل ہیں اور حضرت حبیب ان کے تابع ہیں (علیہما الصلوٰت والتحیات والبرکات) اور وصول قدمی میں حضرت حبیب اصل ہیں اور حضرت خلیل ان کے تابع ہیں (علیہما الصلوٰۃ والسلام) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخصوص فضائل وکمالات کو جتنے کہ وہ اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پر ظاہر ہوئے ہیں دل میں ہے کہ ایک علیحدہ کاغذ میں تحریر کروں ان شاءاللہ تعالیٰ۔

جاننا چاہئے کہ وہ انبیاء جو کسی نبی کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچتے ہیں تو وہ نبی اللہ تعالیٰ کی ذات اور ان انبیاء کے درمیان حائل نہیں ہے اور ان انبیاء کو بالاصل اللہ تعالیٰ کی ذات سے حصہ ملتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان کا اپنے درجہ تک پہنچنا اس نبی کی تبعیت سے وابستہ ہے برخلاف کسی نبی کی امت کے جو کہ نبی کے وسیلہ سے پہنچے تو وہ پیغمبر درمیان میں حائل ہے مگر اس صورت میں کہ افراد امت میں سے کسی فرد کو بالاصل اللہ تعالیٰ کی ذات سے حصہ ملے تو اس وقت وہ نبی درمیان میں حائل نہیں ہوتا اور اس کی تابعداری موجود ہوتی ہے اور ایسے بندے تھوڑے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

سؤال، بر این تقدیر، فرق درمیان آن فرد امت و سایر انبیا چه بود که حیلولت در هر دو مفقود است و تبعیت موجود؟
جواب، تبعیت در فرد امت به اعتبار تشریع است، تامتابعت شریعت نبی نکند، نرسد و تبعیت در انبیا به اعتبار آن است که نبی متبوع را وصول به آن درجه اولاً بالذات است و دیگران را ثانیاً و بالعرض، چه مطلوب از دعوت، محبوب است، دیگران را به طفیل او خوانند و به تبعیت او طلبند، اما همه جلیس یک سفره اند و دریک مجلس۔ علی تفاوت الدرجات۔ استیفاء تلذذات و تنعمات می فرمایند۔ اماتنند که زله بردار ایشانند والوش خور شان (انبیاء۔) مگر فردی از افراد ایشانان که به کرم خداوندی۔ جل شانہ۔ مخصوص شود و جلیس مجلس اکابر گردد۔ چنانکه گذشت۔ با کریمان کارها دشوار نیست۔ مع ذلک امت، امت است و پیغمبر، پیغمبر۔ امت هر چند سرافراز گردد و علو بسیار پیدا کند، دولتی است که سر او به پای پیغمبر برسد۔
قال اللہ تعالیٰ: {ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون و ان جندنا لهم الغالبون} (صافات/۱۷۳)
سوال: اس صورت میں اس امتی فرد اور دوسرے انبیاء میں کیا فرق ہوگا کہ دونوں میں حیلولت مفقود ہے اور تبعیت موجود۔
جواب: فرد امت میں تبعیت بطور تشریع ہے کہ جب تک نبی کی متابعت نہ کرے گا نہ پہنچے گا اور انبیاء میں تبعیت اس اعتبار سے ہے کہ نبی متبوع کا وصول پہلے ہے اور بالذات ہے اور دوسروں کا وصول ثانوی حیثیت میں ہے اور بالعرض ہے۔ کیونکہ دعوت کا مطلوب تو محبوب ہے اور دُوسروں کو اس کی طفیل سے بلاتے ہیں اور اس کی تبعیت میں طلب کرتے ہیں لیکن وہ سب ایک ہی دسترخوان پر بیٹھتے ہیں اور ایک ہی مجلس میں اپنے درجات کے مطابق لذتوں اور نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور امتوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ان انبیاء کے حاشیہ بردار ہیں اور ان کا پس خوردہ (بچا کھچا) کھانے والے ہیں شائد ان کے افراد میں سے کوئی فرد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مخصوص ہو جائے اور اکابر کی مجلس میں ہم نشین ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

با کریمان کارها دشوار نیست

ترجمه: شرفا کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔

اس کے باوجود امت امت ہے اور پیغمبر پیغمبر۔ امت خواہ کتنی ہی سربلند ہو جائے اور خواہ کتنی ہی بلندی پیدا کر لے بہت بڑی دولت ہے اگر اس کا سر پیغمبر کے پاؤں تک پہنچ جائے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔ (الصافات،۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳)

ترجمه: شاور یقینا ہمارا کلمہ پہلے اپنے پیغمبر بندوں کے لئے گزر چکا ہے کہ وہی مدد دیے جائیں گے اور یقینا ہمارا لشکر وہی غالب آنے والا ہے۔

سؤال، مراد از متابعت ملت ((ابراهیم)) که حضرت پیغمبر ما به آن مأمور شد، چیست و باوجود استقلال شریعت او، امر به تبعیت چه باشد۔ علیه و علی جمیع الانبیآء الصلوات والتسلیمات۔
جواب، استقلال شریعت، به تبعیت جنگ ندارد و رواست که حضرت پیغمبر ما۔ علیه و علی اله الصلوٰة والسلام۔ شریعت را بالاصالة

أخذ کردہ باشند، اما بہ واسطۂ حصول امری مأمور بہ متابعت ((حضرت خلیل))۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ گردند، چہ آن امر از خصائص آن متبوع است کہ مأمور بہ متابعت او شدہ است و حصول آن امر، بہ حصول آن متابعت مربوط است۔

مثلاً شخصی ادای فرض از فرائض نماید، مع ذلک نیت متابعت نیز کند و گوید این فرض را نبی ما ادا کردہ است، ما هم ادا می کنیم، بر این تقدیر، امید است کہ سوای ثواب ادای فرض، ثواب متابعت جدا یابد و بہ آن نبی مناسبت پیدا کردہ، از برکات او استفادہ نیز نماید۔

و تفتیش آنکہ مراد از متابعت ملت، متابعت تمام ملت است یا بعض، اگر تمام است ما وجود نسخ بعضی از احکام، متابعت کل چگونہ راست آید و اگر بعض است، هم بی خدشہ نیست۔ حل آن را علماء تفسیر نمودہ اند، آنجا رجوع باید کرد کہ آن باب علمای ظواهر است۔ بہ علوم صوفیہ مناسبت کم تر دارد۔

سوال: حضرت ابراہیم ﷺ کی ملّت کی متابعت کہ ہمارے پیغمبر اس کے مامور ہوتے ہیں کیا وجہ ہے؟ اور باوجود آپ کی شریعت مستقل ہونے کے ان کی تبعیت کا حکم کیا ہے؟ (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

جواب: شریعت کا مستقل ہونا تبعیّت سے جنگ نہیں رکھتا۔ جائز ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے شریعت کا بالاصل اخذ کیا ہو لیکن کسی امر کے حصول کے ذریعہ حضرت خلیل ﷺ کی متابعت کے مامور ہوئے ہوں کیونکہ وہ امر متبوع کے خصائص میں سے ہے جس کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس امر کا حصول اس متابعت کے حصول سے وابستہ ہے مثلاً ایک شخص فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس تقدیر پر امید ہے کہ اس کو ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ ملے اور چونکہ اُس نے نبی سے مناسبت پیدا کی ہے۔ لہٰذا اس کی برکات سے استفادہ بھی کرے گا۔

اور اس بات کی تفتیش کہ متابعت ملّت سے مراد تمام ملّت کی متابعت ہے یا بعض کی اگر تمام کی ہے تو باوجود بعض احکام کے منسوخ ہوجانے کے کل کی متابعت کس طرح ہوسکے گی اور اگر بعض مُراد ہے تو بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اس کا حل علمائے تفسیر نے کیا ہے اس جگہ رجوع کرنا چاہئے کہ یہ باب علماء ظواہر کا ہے علوم صوفیہ سے یہ بہت کم مناسبت رکھتا ہے۔

سبحان اللہ! معارفی از من ظاهر می گردد کہ از غرابت آن نزدیک است کہ ابناء جنس هم از من نفرت پیدا کنند و محرمان نیز در مقام ستیز آیند و مجرم گردند۔ مرا در حصول آن معارف، چہ اختیار است و در اظهار آن، چہ کار و بار۔ دانانید ند کہ تعین اول، تعین وجودی، است و آن رب ((حضرت خلیل)) است و مبدأ تعین او۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ در این هزار و اند، سال هر گز کسی شنیدہ است کہ تعین اول تعین وجودی بود و آن رب خلیل الرحمن باشد۔ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ در متقدمین این عبارت متعارف نبود و تعین و تنزل را گنجایش نہ۔

در متأخرین کہ این قسم سخنان متعارف گشت، تعین اول، تعین علمی جملی قرار یافت و آن رب خاتم الرسل مقرر گشت۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ امروز کہ خلاف مقرر از کسی ظاهر شود، خیال باید کرد کہ بر سر او چہ آید و چہ سان مطعون و ملام گردد۔ انگارند کہ تفضیل، خلیل بر حبیب می نماید و حبیب را جزو خلیل می سازد۔ علیهم الصلوٰۃ والسلام۔ زیرا کہ سایر تعینات را مندرج در

تعین اول می دانند۔

هر چند در بالا دفع توهم ایشان نموده است و جواب شافی گفته، اما معلوم نیست که به آن اکتفا نمایند و به آن شفا، مشفی گردند۔ چه توان، کرد جهل و عناد و تعصب را علاجی نیست مگر آنکه مقلب القلوب به قدرت کاملۂ خود دل های ایشان را بگرداند و قابل قبول استماع حق سازد۔ و بزرگی ((حضرت خلیل)) و علو شأن او را از امر ((اتبع)) که به حبیب خود فرموده است، توان دریافت۔ علیهم الصلوٰۃ والسلام۔ که متبوع را با تابع چه نسبت است، اما محبوبیتی که نصیب خاتم الرسل آمد۔ علیه و علیهم الصلوات والسلام۔ بر جمیع فضائل و مراتب قرب چربید و از همه پیش قدم ساخت۔

هزار مراتب، به یک نسبت محبوبیت برابر نمی تواند شد۔ محب، محبوب را از نفس خود عزیز تر می خواهد۔ به دیگران چه رسد که به وی مشارکت طلبند۔

سبحان اللہ ایسے معارف مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں کہ اُن کے عجیب غریت ہونے کی بنا پر ہم جنس بھی مجھ سے نفرت کریں اور محرم بھی برخلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور مجرم ہوجائیں۔ میرا ان سے معارف کے حصول میں کیا اختیار ہے اور ان کے اظہار میں کیا کاروبار ہے۔ انہوں نے خود ہی بتایا ہے کہ تعین اوّل تعین وجودی ہے اور وہ حضرت خلیل کا ربّ ہے اور ان کے تعین کا مبداء ہے (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔ اس ہزار سال میں کیا کسی نے جانا ہے یا سنا ہے کہ تعین اوّل تعین وجودی ہوتا ہے اور وہ حضرت خلیل الرحمن کا ربّ ہے (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔ متقدین میں یہ عبارت متعارف نہ تھی اور نہ تعین وتنزل کی گنجائش تھی۔ پچھلے لوگوں میں اس قسم کی باتیں متعارف ہوئیں تو تعین اوّل تعین علمی جملی قرار پایا اور وہ حضرت خاتم الرسل کا ربّ قرار پایا۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) آج اگر کسی سے اس امر مقررہ کے خلاف ظاہر ہو تو خیال کرنا چاہئے کہ اس کے سر پر کیا گزرے گی اور وہ کس طرح مطعون وملام ہوگا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خلیل کو حبیب پر فضلیت دیتا ہے اور حبیب کو خلیل کا جزو بناتا ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔ کیونکہ تمام تعینات کو تعین اوّل میں مندرج جانتا ہے اگرچہ اوپر اس وہم کا ازالہ کیا ہے اور جواب شافی دیا ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس پر اکتفا کریں اور اس شفا سے متشفی ہوں کیا کیا جائے کہ جہالت اور عناد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں ہے مگر یہ کہ مقلب القلوب اپنی قدرت کاملہ سے ان کے دلوں کو پھیر دے اور حق سننے اور اس کو قبول کرنے کے قابل بنادے۔

حضرت خلیل ﷺ کی بزرگی اور ان کی بلندی مرتبہ کو حکم اتبع (پیروی کر) سے جو کہ اپنے حبیب کو دیا ہے دریافت کرنا چاہیے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کہ متبوع کو تابع سے کیا نسبت ہے لیکن وہ محبوبیت جو خاتم الرسل ﷺ کے حصہ میں آئی ہے وہ قرب کے تمام مراتب وفضائل پر غالب ہے اور سب سے آگے ہے قرب کے ہزار مراتب بھی محبوبیت کی ایک نسبت سے برابر نہیں ہوسکتے۔ محب اپنے محبوب کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے دُوسروں کی کیا طاقت ہے کہ اس کے ساتھ مشارکت طلب کریں۔

سؤال، در رسائل خود نوشته که رب ((حضرت خلیل)) هم شأن العلم است، چنانچه رب) (حضرت حبیب)) است۔ علیهما الصلوٰت والتسلیمات۔ این قدر فرق است که آنجا به تفصیل است و اینجا به اجمال؟

جواب، این معرفت پیش از وصول به حقیقت این ولایت خلت بوده است و چون به حقیقت این ولایت متحقق شد، معامله چنانچه بود

ظاهر گشت۔ گویا آن معرفت، متعلق بہ ظل این حقیقت بودہ است۔ واللہ سبحانہ الملھم للصواب۔

از این معارف واضح گشت کہ وجود، عین ذات نیست، بلکہ تعینی است اسبق از تعینات حضرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ و آنکہ وجود را عین ذات گفتہ است، تعین را لاتعین انگاشتہ است و غیر ذات را ذات دانستہ [است]۔ و مناقشہ در غیریت محصل ندارد، کہ از تنگی عبارت است۔

سوال: تم نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ حضرت خلیل کا رب بھی شان العلم ہے جیسا کہ وہ حضرت حبیب کا رب ہے (علیہما الصلوات والتسلیمات)۔ بس اس قدر فرق ہے کہ اس جگہ تفصیل ہے اور اس جگہ اجمال۔

جواب: یہ معرفت ولایتِ خُلّت کی حقیقت کے وصول سے پہلے کی ہے اور جب اس ولایت کی حقیقت سے متصف ہوا تو معاملہ جیسا کہ تھا ظاہر ہوگیا گویا کہ وہ معرفت اس حقیقت کے ظل سے متعلق تھی اور اللہ تعالیٰ ہی درستی کا الہام کرنے والا ہے۔

ان معارف سے واضح ہوا کہ وجود عین ذات نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تعینات میں سے سب سے پہلا تعین ہے اور جس نے وجود کو عین ذات کہا ہے تو اس نے تعین کو لاتعین سمجھا ہے اور غیر ذات کو ذات جانا ہے اور غیریت میں مناقشہ فائدہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ تنگی عبارت سے ہے۔

سؤال، این تعین اول وجودی را کہ تو یافتہ [ای] با آن تعین اول علمی جملی کہ دیگران یافتہ اند، چہ نسبت است و در میان این دو تعین، تعین دیگر ہم ہست یا نہ؟

جواب، تعین وجودی، فوق تعین علمی است و فوق تعین علمی، کہ مرتبۂ حضرت ذات، و لا تعین گفتہ اند، ہمین تعین وجودی است کہ حضرت ذات یافتہ اند و وجود را عین ذات دانستہ [اند]۔ و در میان این دو تعین، شأن الحیوٰۃ است کہ اقدم جمیع شیونات است۔ بعد از آن شأن العلم است، اجمالاً و تفصیلاً و تابع اوست، لیکن این تعین میانگی را مظہری در نظر نمی در آید و او مناسبت بہ حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ از ہمہ بیشتر دارد و استغناء ذاتی در وی بسیار جلوہ گر است۔ این قدر مفہوم می گردد کہ فیوض و برکات آن، خصوصاً بر روحانیان مستفاض است۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال {سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم}

تنبیہ، آنچہ بالا گذشتہ است کہ وصول نظری بالا صالت نصیب ((حضرت خلیل است)) و وصول قدمی بالاصالۃ نصیب ((حضرت حبیب))۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ نہ بہ آن معنی است کہ آنجا شہود و مشاہدہ است و یا قدم را آنجا گنجایش است۔ آنجا مور را گنجایش نیست، قدم چہ باشد، بلکہ در آنجا وصولی مجہول الکیفیۃ اگر در صورت مثالیہ بہ نظر مرتسم گشت، وصول نظری می گویند و اگر بہ قدم وصول قدمی [می گویند۔] و الا نظر و قدم از آن حضرت۔ جل شانہ۔ ہر دو والہ و حیران است۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

سوال: یہ تعین اوّل وجودی جس کو تم نے پایا ہے اس تعین علمی جملی سے کہ جس کو دوسروں نے پایا ہے کیا نسبت ہے اور ان دو تعین کے درمیان کوئی اور تعین بھی ہے یا نہیں؟

جواب: تعین وجودی، تعین علمی سے بلند ہے اور تعین علمی سے اوپر کہ جس کو مرتبہ ذات ولاتعین کہتے ہیں یہی تعین وجودی ہے جس کو عین حضرت ذات پایا ہے اور وجود کو عین ذات سمجھا ہے اور ان دو تعین کے درمیان شان الحیاۃ ہے جو تمام شیونات سے پہلے ہے اور اس کے بعد شان العلم ہے اجمالاً و تفصیلاً اور اس کے تابع

ہے لیکن اس درمیانے تعین کا مظہر نظر میں نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے سب سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور استغناء ذاتی اس میں بہت جلوہ گر ہے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فیوض و برکات خصوصاً روحانیوں پر انڈیلے جاتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو بہتر جانے۔ اے اللہ تو پاک ہے ہمیں تیری بتائی ہوئی چیزوں کے بغیر کچھ علم نہیں ہے یقیناً تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

تنبیہ: وہ جو اوپر گزرا ہے کہ وصال نظری اصل میں حضرت خلیل کا حصہ ہے اور وصول قدمی اصل میں حضرت حبیب کا حصہ ہے (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام)، یہ اس معنی سے نہیں کہ اس جگہ شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کو اس جگہ گنجائش ہے اس جگہ بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم کا کیا معنی بلکہ اس جگہ مجہول الکیفیت وصول ہے اگر صورت مثالیہ میں نظر میں منقش ہو تو وصول نظری ہے اور اگر قدم کے ساتھ منقش ہو تو اسے وصول قدمی کہتے ہیں ورنہ قدم و نظر والوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حیران و پریشان ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۸۸، ج، ۲، ص ۵۶۵ تا ۵۷۴، مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

د و حضرت موسیٰ۔ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بعداز طلب رؤیت، زخم لن ترانی خورد، بیھوش افتاد و از آن طلب تائب گشت و محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم۔ کہ محبوب رب العالمین است و بھترین موجوداتِ اولین و آخرین باوجود آنکہ بہ دولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی در گذشت و از مکان و زمان بالا رفت، علما را در رؤیت او۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ باوجود اشارت ھای قرآن، اختلاف است۔ اکثر علما بہ عدم رویت او۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ قائل گشتہ اند۔ قال الامام الغزالی: والاصح انہ۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام مارأی ربہ سبحانہ لیلۃ المعراج (امام غزالی می فرماید: صحیح و درست آن است کہ پیامبر ﷺ در شب معراج، پروردگار را مشاھدہ نکردہ است

این بی سر انجامان بہ زعم باطل خود، ھر روز خدا را می بینند۔ جل شانہ۔ و حال آنکہ علما در یک دیدن محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم۔ قیل و قال دارند

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام نے طلب رویت کے بعد لن ترانی کا زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں باوجود اس کے معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے گزر کر مکان و زمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشاروں کے حضور ﷺ کی رویت میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء حضور ﷺ کی عدم رویت کے قائل ہیں۔ حضرت سیّدنا عارف کامل حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

والاصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم ماراٰی ربہ سبحانہ لیلۃ المعراج،

یعنی صحیح یہی ہے کہ مدینہ کے تاجدار ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ یہ (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا جل جلالہ کو دیکھتے ہیں حالاں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک دیدار میں بھی علماء کی قیل و قال ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۲ ج، ۱، ص، ۶۱۰ مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به ((صوفی قربان بیگ)) دربیان رؤیت حضرت رسالت خاتمیت۔ علیه وعلیٰ اله الصلوات والتسلیمات۔ در شب معراج که آن در دنیا واقع نشده است، بلکه در آخرت واقع شده ست

پرسیده بودند که اجماع اهل سنت و جماعت است که رؤیت در دنیا واقع نیست، حتی که اکثر علماء اهل سنت منع رؤیت حضرت رسالت خاتمیت۔ علیه وعلیٰ اله الصلوات والتسلیمات۔ در شب معراج نموده اند

قال حجة الاسلام (امام محمد غزالی رحمه الله): والاصح انه۔ علیه الصلوٰة والسلام۔ ما رأی ربه لیلة المعراج وتو در رسائل خود به وقوع رؤیت آن سرور۔ علیه والصلوٰة والسلام۔ در شب معراج در دنیا اعتراف نموده، وجه آن چه باشد؟

در جواب گوییم که رؤیت آن سرور۔ علیه الصلوٰة والسلام۔ در شب معراج، در دنیا واقع نشده است، بلکه در آخرت واقع شده، زیرا که آن سرور۔ علیه الصلوٰة والسلام۔ در آن شب، چون از دائرهٔ مکان و زمان بیرون جست و از تنگی مکان برآمد، ازل و ابد را آنِ واحد یافت، بدایت و نهایت را در یک نقطهٔ متحد دید۔ اهل بهشت را که بعد از چندین هزار سال به بهشت خواهند رفت، در بهشت دید۔ ((عبدالرحمن بن عوف))۔ رضی الله عنه۔ را که بعد از پانصد سال از فقراء صحابه۔ رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔ به بهشت خواهد رفت، دید که به بهشت بعد از مضی آن مدت در آمد و سر توقف را از وی پرسیدند۔

پس رؤیتی که در آن موطن واقع شود، داخل رؤیت آخرت خواهد بود و منافات به اجماع بر عدم وقوع آن نخواهد داشت و آن رؤیت را رؤیت دنیوی گفتن محمول بر تجوز است و مبنی بر ظاهر۔ والله سبحانه اعلم بحقائق الامور کلها۔

ترجمہ: صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت ﷺ کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت ہی میں واقع ہوئی ہے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اکثر علمائے اہل سنت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت ﷺ کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

قال حجة الاسلام والاصح انه علیه الصلوٰة والسلام ماریٰ ربه لیلة المعراج۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ شفیع محشر ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب جل جلالہ کو نہیں دیکھا ہے۔ اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو شفیع محشر ﷺ کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

س کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لیے کہ امام الانبیاء ﷺ اس رات چونکہ دائرۂ مکان وزمان اور تنگیٔ امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لیے ازل وابد کو آن واحد میں معلوم کرلیا۔ اور بدایت ونہایت کو ایک ی نقطہ میں متحد دیکھا اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔

حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جو فقرائے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت

کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے اور حضور امام المرسلین ﷺ نے اس توقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ اور اس کو رؤیت دنیوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم بحقائق امور کلھا،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۸۳، ج ۱، ص ۶۳۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مقامات مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ

فرمایا کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں، ان کا ظہور حضرت سیّدنا مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ میں ہوا۔ فرمایا کہ حضرت سیّدنا مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں، اگر حضرت (سیّدنا امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہِ شہود پر آ جائیں۔ (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۳۶۷)

فیض الٰہی اور استعداد ولی:

فرمایا: فیض الٰہی بے انتہا ہے اور ہر ولی کی استعداد کے مطابق اس کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کی حکمت بالغہ کے مطابق کمالات عنایت کیے۔ یہ تمام علوم و فیوض متقدمین سے مروی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ اسی طرح اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ ان مقامات کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کو امتیاز حاصل ہے۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفید ان درجات و حالات پر فائز ہوئے اور ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا۔ جس سے اس مقام کی نسبت کو شک و شبہ نہیں رہا، کیونکہ متواتر خبر صدق و یقین کے لیے مفید ہے۔ جو کوئی ان مقامات پر نہیں پہنچا، اس نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ اعلیٰ کمالات کے لیے کرامات کا ظہور شرط نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے ان اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے باوجود، جن پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا، بکثرت خرق عادات، شوق ذوق کی نسبتیں اور جذبہ و استغراق کا ظہور نہیں ہوا۔ (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۲۲۶)

کمالات نبوت کا ظہور:

حضرت سیّدنا شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور حضور سیّد المرسلین ﷺ کے فیض کے خزانے بدن (مبارک) سے ہوا، یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنے کا فیض صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو حضور سیّد المرسلین ﷺ کے قلب مبارک کے کمالات یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، نعرہ اور اسرار توحید، حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی زبان سے امت کے اولیاء تک پہنچے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے لطیفہ نفس کے کمالات جو نسبت باطن میں اضمحلال و استہلاک سے عبارت ہیں، حضرت خواجہ (بہاؤالدین) نقشبند علیہ الرحمۃ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر آشکار ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کے اسم شریف

(حضرت) محمد ﷺ کا کمال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔

ولایت وکمالات نبوت:

فرمایا کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں، لیکن کمالاتِ نبوت میں مضر نہیں۔

امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اجھر الجیش وانا فی الصلوٰۃ یعنی میں نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں۔

آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا۔ (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص ۳۶۲)

ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ: عام لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، ج، دوم، مکتوب، ۲)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (مولانا محمد صادق کشمیری) دربیان شرافت یافتن بلدۂ (سرهند) براکثر بلاد، به طفیل حضرت ایشان۔سلمہ اللہ تعالیٰ۔و مشاهده نمودن نوری که گردی از صفت وشان به وی راه نیافته، در زمین سکنی خود و آن زمین بعداز چندگاه روضۂ مقدسه مخدم زادۂ کلان (خواجه محمد صادق) گشت۔الحمدللہ و سلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ بعنایة اللہ تعالیٰ و سبحانه و بصدقة حبیبه تعالیٰ علیه وعلیٰ اله الصلوٰة والسلام و التحیة والبرکة بلدۂ (سرهند) گویا زمین احیای من است، که برای من، چاه عمیق تاریک راپر کرده و صفۂ بلند ساخته، اند وبرااکثر بلاد، بقاع آن را ارتفاع داده و نوری در آن زمین ودیعت گشته است مقتبس از نور بی صفتی و بی کیفی است، در رنگ نوری که از زمین مقدس بیت اللہ ساطع ولامع است۔پیش از ازتحال فرزندی اعظمی مرحومی به چند ماه، این نور رابر این درویش، ظاهر ساخته بودند و در زاویۂ زمین سکنی (سکونت) فقیر، آن را نشان داده، نوری نمودند ساطع که گردی از صفت وشان به وی راه نیافته بود واز کیفیات منزه ومبرا۔ آرزوی آن شد که آن زمین، مدفن من شود و آن نور برسر قبر من لامع بود واین معنی رابه فرزندی، اعظمی که صاحب سر بوده ظاهر ساختم واز آن نور واز آن آرزوی مطلع گردانیدم۔

اتفاقاً فرزندی مرحومی به این دولت سبقت کرده و در پردۂ خاک، در دریای آن نور مستغرق گشت۔

هنیئاً لارباب النعیم نعیمها		واللعاشق المسکین مایتجرع

از شرافت این بلدۂ معظمه است که مثل فرزندی اعظمی که از اکابر اولیاء اللہ است، در آنجا آسوده است و بعداز مدتی ظاهر شد که آن نور مودع، لمعه ای است از انوار قلبیۂ این فقیر که از اینجا اقتباس نموده، در آن زمین افروخته اند، دررنگ آنکه چراغی از مشعله برافروزنده۔قل کل من عنداللہ، اللہ نور السمٰوٰت والارض سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے طفیل شہر سرہند کی اکثر شہروں پر فضیلت کے بیان میں۔ اور اپنی رہائش گاہ میں ایک نور کا مشاہدہ کرنا۔ کہ اس کی شان وصفت کی کسی کو بوتک نصیب نہیں ہوئی اور وہ زمین کچھ عرصہ بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدسہ بن گئی۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ) بلدہ سرہند گویا میرے زندہ کرنے کا مقام ہے۔ کہ میرے لیے ایک گہرے کنویں کو پُر کر کے ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے اور اسے اکثر بلاد اور جگہوں پر بلندی اور رفعت عطا کی ہے۔ اور ایک نور اس زمین میں امانت رکھا گیا ہے۔ جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے اخذ کیا گیا ہے جس طرح بیت اللہ کی مقدس زمین سے نور روشن ودرخشاں ہے۔ میرے بڑے فرزند کی وفات کے چند ماہ بعد ایک بلند روشن نور دیکھا گیا۔ کہ کسی صفت وشان نے اس کی بو کی طرف بھی راستہ نہیں پایا۔ اور وہ کیفیات سے مبرا اور منزہ ہے۔ مجھے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ وہ زمین میرا مدفن بنے اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو اس بات کو میں نے اپنے فرزند اعظم کے سامنے جو صاحب راز تھا ظاہر کیا اور اس نور اور اس آرزو سے مطلع کیا۔ اتفاق سے میرا بڑا فرزند ہی اس دولت کے ساتھ سبقت لے گیا۔ اور پردہ خاک میں اس نور سے دریا میں غرق ہو گیا۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمها		وللعاشق المسكين مايتجرع

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی ہے جو وہ درد وغم کے گھونٹ پی رہا ہے

یہ بات بھی اس بلدہ معظمہ کی فضیلت میں سے ہے۔ کہ میرے سب سے بڑے صاحبزادہ جو اکابر اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے ہیں۔ یہاں آسودہ خاک ہے اور ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ کہ اس جگہ امانت رکھا ہوا نور اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کے انوار قلبیہ کے نور کا لمعہ ہے جسے یہاں سے لے کر اس زمین میں روشن کیا ہے جس طرح ایک چراغ بڑی مشعل سے روشن کرتے ہیں۔ آپ فرمادیں سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (الصّٰفّٰت:۱۸۰تا۱۸۱)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۲۲، ج، ۲، ص ۶۷ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به "مولانا صالح" در ذکر بعضی از مناقب و کمالاتِ حقائق آگاه، معارف دستگاه، مخدم وزادۂ کلان "خواجه محمد صادق" علیہ الرحمة والغفران و مخدوم زاده های خورد مرحومی مغفوری "محمد فرخ و محمد عیسی" رحمة الله تعالی علیهم و در خاتمۂ این مکتوب بیان فنای ارباب ولایت است و بیان آنکه این فنا در قرب نبوت هیچ در کار نیست و ماینا سب ذٰلک

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اخوی "ملاصالح" واقعات اهل "سرهند" را شنیده باشند۔ فرزندی اعظمی۔ رضی الله تعالی عنه۔ نیز با دو برادر خود "محمد فرخ و محمد عیسی" سفر آخرت اختیار فرمودند، (انا لله و انا الیه راجعون) (۔ بقره/۱۵۶) حمداً سبحانه که اولاً باقیمانده گان را قوت صبر عطا فرمودند۔ ثانیاً بلیه را سر دادند (ختم نمودند)۔ خوش گفت

من از تو روی نه پیچم گرم بیازاری		که خوش بود ز عزیزان تحمل و خواری

فرزندی مرحومی، آیتی بود از آیات حق۔ جل و علا۔ و رحمتی بود از رحمت های رب العالمین۔ در این بیست و چهار سالگی آن یافت که کم کسی یافت۔ پایۂ مولویت و تدریس علوم نقلیه و عقلیه را به حد کمال رسانیده بود۔ حتی که تلامذۂ ایشان "بیضاوی" و "شرح مواقف" و امثال اینها را به قدرت تام درس دارند و حکایات معرفت و عرفان و قصص شهود و کشف ایشان مستغنی است از آنکه در بیان آرد۔

معلوم شما است که در سن هشت سالگی، بر نهجی مغلوب حال شده بودند که حضرت خواجۂ ما۔ قدس سره۔ معالجۂ تسکین حال، ایشان را به طعام های بازاری که مشکوک و مشتبه است، می نمودند و می فرمودند که محبتی که مرا به "محمد صادق" است باهیچ کس نیست و همچنین محبتی که او را به ماست به هیچ کس نیست۔ از این سخن، بزرگی ایشان را باید دریافت۔ ولایت موسوی را به نقطۂ آخر رسانیده بود۔ عجائب و غرائب آن ولایت علیه را بیان فرمود و همواره خاشع و خاضع و ملتجی و متضرع و متذلل و منکسر بوده، می فرموده که هر یکی از اولیاء از حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ چیزی خواسته است و من التجا و تضرع خواسته ام۔

از "محمد فرخ" چه نویسد که در یازده سالگی طالب علم شده بود۔ کافیه خوان و به شعور سبق می خوانده و همواره از عذاب آخرت ترسان و لرزان بوده و دعا می کرده که در سن طفولیت دنیای دنیه را وداع نماید تا از عذاب آخرت خلاص شود و در مرض موت یارانی که، بیمارداری او می کردند، عجائب و غرائب از وی مشاهده نمودند۔

و کرامات و خوارق از "محمد عیسی" تا هشت سالگی که مردم معاینه کرده اند، چه نویسد۔ بالجمله جواهر نفیسه بودند که به ودیعت سپرده بودند۔ لله سبحانه الحمد و المنة که امانات را به اهل امانات بی کره و بی اکراه حواله نمودیم۔ اللهم لا تحرمنا اجرهم و لا تفتنا بعد هم بحرمة سید المرسلین علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔

از هر چه می رود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ: مولانا صالح کی طرف صادر فرمایا۔ حقائق آگاہ معارف دست گاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ اور مرحوم و مغفور مخدوم زادگان محمد فرخ و محمد عیسیٰ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے بعض مناقب اور کمالات کے بیان میں۔ اور اس مکتوب کے اختتام پر ارباب ولایت کی فنا کا بیان بھی کیا گیا ہے۔ اور یہ امر بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں۔ اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ،

میرے بھائی ملا صالح نے اہل سرہند کے واقعات سن لیے ہوں گے میرے فرزند کلاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے ساتھ سفرِ آخرت اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ کا شکر ہے کہ پہلے پس ماندگان کو قوت صبر عطا فرمائی ہے پھر اس حادثے کے اثر کو بالکل ہی ٹھنڈا کر دیا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے۔

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری		که خوش بود ز عزیزان تحمل و خواری

ترجمہ: میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا، اگر چہ تو مجھے تکلیف ہی پہنچائے،

کیونکہ دوستوں کا بوجھ اُٹھانا اوران کی طرف سے خواری برداشت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

میرا فرزند مرحوم اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اس نے چوبیس سالہ زندگی میں وہ کچھ پایا جو کم ہی کسی نے پایا ہوگا۔ مرتبۂ مولویت اور علوم نقلیہ وعقلیہ کی تدریس کو اس حد کمال تک پہنچادیا تھا کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف اور اس طرح کی اور کتابوں کا پوری قدرت سے درس دے سکتے تھے۔ اور معرفت وعرفان کی حکایات اور ان کے شہود اور کشفوں کے قصے اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان میں لائے جائیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اس پر حال کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہمارے حضرت خواجہ (حضور سیّدی قطب الارشاد خواجہ رضی الدین علیہ الرحمۃ) اس کے حال کی تسکین کے علاج کے طور پر بازاری کھانے میں جو مشکوک اور مشتبہ ہوتے ہیں اس کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق علیہ الرحمۃ سے ہے کسی سے نہیں۔ اور اسی طرح اسے جو محبت ہم سے ہے کسی کے ساتھ نہیں اس بات سے اس فرزند مرحوم کی بزرگی کو جاننا چاہیے اس نے ولایت موسوی کو نقطۂ آخری پر پہنچادیا تھا اور اس بلند ولایت کے عجائب وغرائب کو بیان کیا کرتا تھا اور ہمیشہ فروتن متواضع خدا کی بارگاہ میں التجا کرنے والا زاری کرنے والا، اپنے آپ کو خوار رکھنے والا اور شکستہ دل رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز مانگی ہے اور میں نے التجا اور زاری مانگی ہے۔

محمد فرخ کے متعلق کیا لکھے جو گیارہ سال کی عمر میں طالب علم ہو چکا تھا۔ کافیہ پڑھتا تھا اور شعور اور سمجھ کے ساتھ پڑھتا تھا اور ہمیشہ عذاب آخرت سے ترساں اور لرزاں رہتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ بچپن کی عمر میں ہی کمینی دنیا کو الوداع کہہ دے، تا کہ عذاب آخرت سے نجات پائے۔ اور مرض موت میں جو دوست اس کی تیمارداری کرتے تھے انہوں نے اس کے عجائب وغرائب کا مشاہدہ کیا اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے محمد عیسیٰ علیہ الرحمۃ کی کرامات وخوارق جو دیکھیں ان کے متعلق کیا لکھے۔ مختصر یہ کہ یہ تینوں بیٹے نفیس موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے حوالے کیے گئے۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ امانت والوں کی امانتوں کو بخوشی اور بلا جبر ہم نے ان کے حوالے کر دیا۔ اے اللہ: بحرمة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوات والتسليمات ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔

از هر چه میرود سخن دوست خوش تر است

ترجمہ: دوست کی بات جس طرح سے بھی چلے اچھی لگتی ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۶، ج۱، ص۷۵۲ تا ۷۵۴ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به "خواجه محمد سعید" در بیان اسرار غامضه و حقائق نادره به طریق رمزو اشارت۔ این اسرار تعلق به حروف مقطعات دارد از متشابهات قرآنی است که علماء راسخین را از تأویل آن اطلاع داده اند۔

ترجمہ: مظہر فیض الٰہی اور منظر اسرار نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔ بطور رمز واشارہ پوشیدہ اسرار نادر حقائق کے بیان میں

یہ اسرار حروف مقطعات سے تعلق رکھتے ہیں جو قرآنی متشابہات ہیں کہ علماء راسخین کو ان کی تاویل پر آگاہ کیا گیا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۱۱، ج ۱، ص ۶۱۷ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

دیگر فقیر در اداءِ شکر نعمتِ دلالت شما، اعتراف به قصور دارد و در مکافات آن احسان شما، معترف به عجز، این همه کار و بار، مبتنی، بر آن نعمت است و این همه دید و داد، مربوط به آن احسان۔ به حسن توسط شما آن داده اند که کم کسی دیده است و به یمن توسل، شما آن بخشیده اند که کم کسی چشیده است۔ از خواص عطایا آن قدر عطا فرموده اند که اکثری را از عمومِ عطایا آن مقدار میسر نشده است۔

احوال و مقامات و اذواق و مواجید و علوم و معارف و تجلیات و ظهورات، همه را زینه های راه عروج ساخته، به مدارج قرب و منازل، وصول رسانیده اند۔

لفظ قرب ووصول، از تنگی میدان عبارت اختیار کرده است والا فلاقرب ثمه ولا وصول ولا عبارة ولا اشارة ولا شهود ولا حلول ولااتحاد ولا کیف ولا این ولا زمان ولا مکان ولا احاطة ولا سریان ولا علم ولا معرفة ولا جهل ولا حیرة۔

چه گویم باتو از مرغے نشانه		که با عنقا بودهم آشیانه
زعنقا هست نام پیش مردم		زمرغ من بود آن نام هم گم

چون اظهار این احسان های خداوندی۔ جل سلطانه۔ که در عالم اسباب ظهور آنها مترتب بر آن نعمت شما بوده، متضمن شکر نعمت، شما نیز بوده است۔ در ضمن چند فقره مندرج ساخته، به قید کتابت در آورده بود، که لختی از شکر آن نعمت شما ادا یابد۔

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفی علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔

ترجمہ: یہ کہ فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) آپ (حضور قطب الارشاد خواجہ محمد باقی علیہ الرحمہ) کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ علیہ الرحمہ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے۔ اور یہ دید و داد اسی احسان سے وابستہ ہے آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ علیہ الرحمہ کے توسل کی یمن و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی نہیں۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ قرب وصول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد ہے نہ کیف، نہ ایں نہ آں۔ نہ زمان نہ مکان، نہ احاطہ نہ سریان، نہ علم نہ معرفت، نہ جہل نہ حیرت۔

چه گویم باتو از مرغے نشانه		که با عنقا بودهم آشیانه
زعنقا هست نام پیش مردم		زمرغ من بود آن نام هم گم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکر ادا ہو جائے۔

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدی و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات،

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اور ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۹، ج ۱، ص، ۶۳۳ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

مولانا بدر الدین مذکور در آن رسالۂ مذکورہ نوشتہ کہ بعد از انتقال آنحضرت من ھم در واقعۂ ایشان را دیدم کہ بخواجہ حسام الدین احمد کتابتی نوشتہ اند و عنوان آن مکتوب این عبارتست کہ ماخود بخود نگاھبان این جھانیم ما ازینجھان گذشتیم و در آنجھان نشتیم إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (البقرۃ: ۱۵۶)

ترجمہ: مولانا بدر الدین نے اسی رسالہ (اس رسالہ مذکورہ (وصال احمدی) میں یہ واقعہ اب نہیں ملتا ۱۲) مذکورہ میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد میں نے واقعہ (خواب) میں دیکھا کہ آپ نے خواجہ حسام الدین احمد کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم خود اس جہان کے نگہبان ہیں۔ اس جہان سے چلے گئے ہیں۔ لیکن اس جہان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (البقرۃ: ۱۵۶)

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۲۹۸، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

چنانچہ صاحب مجموعہ فتاویٰ نے حافظ سیوطی وسات۔ افادۃ الافہام کے حوالے سے سابقہ صدیوں کے مجددین کے یہ نام لکھے ہیں۔

(۱)۔ عمر بن عبد العزیز (۲) امام شافعی (۳) قاضی ابن شریح (۴) ابوبکر باقلانی (۵) امام غزالی (۶) امام فخر الدین رازی (۷) تقی الدین ابن دقیق مالکی (۸) زین الدین عراقی (۹) جلال الدین سیوطی (۱۰) شہاب الدین رملی (رحمہ اللہ علیہم اجمعین) گیارہویں صدی کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی روز روشن کی طرح نظر آتا ہے اور اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص، ۱۶۳)

حضرت علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی نے مجددین کے نام تحریر کیے:

پہلی صدی	حضرت عمر بن عبد العزیز
دوسری صدی	حضرت امام شافعی، حضرت حسن ابن زیاد، حضرت معروف کرخی۔
تیسری صدی	حضرت امام ابوجعفر طحاوی، امام ابوالحسن اشعری
چوتھی صدی	حضرت امام ابواحمد اسفرائنی، امام ابوبکر خوارزمی
پانچویں صدی	حضرت امام غزالی، حضرت قاضی فخر الدین المعروف قاضی خان
چھٹی صدی	امام فخر الدین رازی، حضرت شیخ عبد القادر گیلانی

ساتویں صدی	امام تقی الدین ابن وقیق العید
آٹھویں صدی	امام زین الدین عراقی، شیخ شمس الدین جوزی، شیخ سراج الدین بلقینی
نویں صدی	امام جلال الدین سیوطی، شیخ شمس الدین سخاوی
دسویں صدی	شیخ شہاب الدین رملی، حضرت ملا علی قاری ہراتی ثم مکی۔
گیارھویں صدی	مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلوی
بارھویں صدی	حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، قاضی محب اللہ بہاری
تیرھویں صدی	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(تجلیات مہر انور، ص: ۲۴)

مولانا بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

گیارہویں صدی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء)

آپ نہ صرف گیارہ صدی بلکہ دوسرے ہزار سالہ دور کے بھی مجدد ہیں، اس امتیاز کے باعث اگر آپ کو مجدد اعظم کہا جائے تو بجا ہے۔

(تجدید احیاء دین کا جہان، ص: ۱۳۴)

مجدّدِ دینِ اسلام:

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کیلئے ہر صدی میں مبعوث فرماتا رہے گا ایسے شخص کو جو دین پاک کو صاف ستھرا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۵۸۹، کتاب الملاحم) ''علی رأس کل مائة سنة'' وہ مجدد ہر صدی کے بالکل شروع میں مبعوث ہوگا۔

(۱) پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز (علیہ الرحمۃ) ہیں جنہوں نے خارجی فتنوں کا مقابلہ کیا اور خارجی فتنے کو توڑ کر تجدیدِ اسلام کی۔ آپ کی ولادت ۱۹ ہجری میں ہوئی جبکہ آپ کا وصال ۱۱۲ ہجری میں ہوا۔

(۲) دوسری صدی کے مجدد، امام احمد بن حنبل (علیہ الرحمۃ) ہیں آپ کی عمر مبارک ستر سال تھی آپ کا وصال ۲۳۰ ہجری میں ہوا۔ آپ نے خلق قرآن کی بڑھتی ہوئی آگ کو بجھا کر تجدید اسلام کی۔

(۳) تیسری صدی کے مجدد، امام نسائی (علیہ الرحمۃ) جنہوں نے فرقہ جہمیہ کو فنا کر کے تجدیدِ اسلام کی آپ کی ولادت ۲۷۰ ہجری میں ہوئی جبکہ وصال ۳۴۰ ہجری میں ہوا۔

(۴) چوتھی صدی کے مجدد، امام بیہقی یا امام ابو بکر باقلانی ہیں یہ دونوں بزرگ ہم زمانہ ہیں انہوں نے تیسری صدی کے بیس سال اور چوبیس سال پائے اور چوتھی صدی کے بیالیس اور پچپن سال پائے۔ انہوں نے فرقہ رافضیہ کا زور توڑا۔ اور ان کے کفریہ عقائد سے بچایا۔ تہران اور لبنان میں تجدید اسلامی کے جھنڈے گاڑے۔

(۵) پانچویں صدی کے مجدد، امام محمد بن غزالی ہیں جنہوں نے فرقہ قدریہ کے عقیدوں سے مسلمانوں کو بچایا۔ ان کی ولادت ۴۷۰ ہجری میں اور وصال ۵۶۰ ہجری میں ہوا۔

(۶) چھٹی صدی کے مجدد، امام فخر الدین رازی ہیں جنہوں نے فرقہ جہمیہ اور فلاسفہ کے باطل عقیدوں کو اسلامی فلسفے کے ذریعے سے ختم کیا اور عالم کے قدیم ہونے کے کفریہ عقیدے کا ردبلیغ فرمایا۔انہوں نے پانچویں اور چھٹی صدی کا زمانہ پایا۔

(۷) ساتویں صدی کے مجدد، امام تقی الدین ابن دقیق عبدی ہیں یہ ۶۷۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۰۷ ہجری میں وفات پائی انہوں نے ہندوستان کے بعض علاقوں میں اسلام پھیلایا۔اور آریہ مذہب کا زور توڑ کران کے غلط عقیدے سے مسلمانوں کو بچایا آپ شام سے ہجرت کر کے ہند میں خدمت اسلام کیلئے تشریف لائے۔

(۸) آٹھویں صدی کے مجدد، حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں انہوں نے بہشت بریں بنانے والے بہائی فرقے کا زور توڑا ان کی عمر تریسٹھ سال ہوئی اور وصال ۸۱۵ ہجری میں ہوا۔انہوں نے اپنی صدی کے صرف پندرہ سال پائے۔

(۹) نویں صدی کے مجدد، امام جلال الدین سیوطی ہیں انہوں نے بھی فلاسفہ کی پھیلتی ہوئی بے دینی اور فلسفے کے گمراہ کن چکروں سے مسلمانوں کو بچایا۔

(۱۰) دسویں صدی کے مجدد، امام بدرالدین المعروف ملاعلی قاری ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا تختہ الٹ دیا۔

(۱۱) گیارھویں صدی کے مجدد، امام شیخ احمد سرہندی ہیں جنہوں نے جہانگیر کے کفریہ قوانین کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو اس کے شر سے بچایا۔

(۱۲) بارھویں صدی کے مجدد، امام محی الدین اورنگ زیب شہنشاہ ہند، ان کی ساری زندگی ملحدین سے مقابلہ کرتے گزری۔

(۱۳) تیرھویں صدی کے مجدد، شاہ عبدالعزیز ہیں جن کی وفات ۱۲۳۹ ہجری میں ہوئی۔

(۱۴) چودھویں صدی کے مجدد، امام احمد رضا بریلوی ہیں۔

(العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ: ج ۲: ص ۴۹۲: ضیاء القرآن لاہور)

(۱۵) بارھویں صدی کے مجدّد حضرت قطب الارشاد حاجی صفی اللہ مجدّدی فاروقی علیہ الرحمۃ

(۱۶) چودھویں صدی کے مجدد حضرت علامہ مجدّد دین ملت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ

(۱۷) پندرھویں صدی کے مجدد حضرت زبدۃ المقربین حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن علیہ الرحمۃ

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں :

به میان شیخ بدیع الدین در جواب اسوله که نموده بود و پرسیده بود که معنی قطب و قطب القطاب و غوث و خلیفه چیست و ما یتعلق بذلک و پرسیده بود از

تحقیق حدیث لو اتزن ایمان ابی بکر . . . . . الخ

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔

مکتوب شریفه که بمصحوب درویشی ارسال داشته بودند، رسید فرحت فراوان رسانید۔ پرسید بودند که معنی قطب وقطب الاقطاب وغوث و خلیفه چیست و هر کدام به چه خدمت مأمور اند و از خدمت خود اطلاع دارند یا نه وبشارت قطب الاقطاب که از عالم، غیب می، رسد اصلی دارد یا اختراع وهم وخیال است؟

باید دانست که کمل تابعانِ نبی۔ علیه وعلیهم الصلوٰات والتسلیمات ۔ چون به تبعیت، کمالات مقام نبوت را تمام کنند، بعضی ایشان

را به منصب امام سر فراز می سازند و بعضی را به مجرد حصولِ آن کمال اکتفا می فرمایند۔ این هر دو بزرگ در نفسِ حصول آن کمال برابر ند۔ تفاوت در منصب و عدم منصب است و در اموری که تعلق به آن منصب دارند و چون تابعانِ کمل، کمالات ولایت و نبوت را تمام، کنند، بعضی را به منصب خلافت مشرف می سازند و بعضی را به مجرد حصولِ آن کمالات اکتفا می نمایند، چنانکه بالا گذشت۔ این هر دو منصب تعلق به کمالات اصلیه دارند و در کمالات ظلیه مناسبِ منصب امامت، منصب ((قطب ارشاد)) است و مناسبِ منصبِ خلافت، منصب ((قطب مدار))۔ گویا این دو مقام که در تحت اند، ظلال آن دو مقام اند که در فوق اند۔

و ((غوث)) نزد ((شیخ محی الدین بن العربی)) همان قطب مدار است۔ نزد او غوثیت منصبِ علاحده نیست از منصب قطبیت۔ و آنچه معتقد فقیر است آن است که ((غوث)) غیرِ قطب مدار است، بلکه ممد و معاون روزگار اوست۔ ((قطب مدار)) در بعضی امور مدد ازوی می خواهد و در نصبِ مناصبِ مقام ((ابدال)) نیز او را دخل است و قطب را به اعتبار اعوان و انصار اور ((قطب الاقطاب)) نیز گویند، چه اعوان و انصارِ قطب، اقطاب حکمی اند۔ از اینجاست که صاحب ((فتوحات مکیه)) می نویسد: مامن قریة مؤمنة کانت او کافرة الا وفیها قطب (در هر روستا و آبادی که مردم در آن زندگی کنند، قطبی حضور دارد، مردم آن روستا کافر باشند یا مؤمن فرقی نمیکند۔)

بدانند که صاحبِ منصب، البته صاحبِ علم است و آنکه کمالِ آن منصب دارد و منصب ندارد، لازم نیست که از ارباب علم بود و از خدمات خود مطلع باشد۔

و بشارتی که از عالم غیب می رسد، بشارت حصولِ کمالات آن مقام است، نه بشارت منصب آن مقام، که منوط به علم است۔

چند سوالات کے جواب میں یعنی اس سوال کے جواب میں کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لو اتزن ایمان ابی بکر۔۔۔ الخ کی کیا تحقیق ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا۔

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی آپ نے پوچھا تھا کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم وخیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہیے کہ نبی ﷺ کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر گزرا۔ یہ دونوں

منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں ان دونوں مقاموں کے جو اوپر میں ہیں ظل ہیں۔

اور شیخ محی الدین عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے۔ اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہے کہ۔ مامن قریۃ مومنۃ کانت او کافرۃ الا و فیھا قطب، مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے۔ جس میں قطب نہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۵۶، ج،۱،ص، ۵۰۷ تا ۵۰۹، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

باب نمبر ۲۴

یزید بن معاویہ:

سوال:(۴۷) بطورِ اعتراض اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

افسوس حضرت شیخ مجدد صاحب کو کیا خبر تھی کہ ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزند دلبند سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں جو ہماری معرفت وولایت بالائے طاق سرے سے اصل ایمان میں خلل بتائیں گے معاذ اللہ کافر مشرک نصرانی بتائیں گے شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کیا جانتے تھے کہ ہماری نسل میں وہ ہونہار سپوت اٹھنے کو ہیں جو ہماری پیر پدری استادی درکنار عیاذ اُباللہ کفر وشرک سے قبر پاٹیں گے ہمیں سے پیدا ہو کر ہماری ہی مسلمانی کی جڑ کاٹیں گے۔

از ماست کہ بر ماست (ہم سے ہی ہمارے خلاف ہے۔ت) اللہ تعالیٰ گندہ کرنے والی مچھلی سے بچائے۔

بدنام کنندہ نکو نامے چند (بہت سے نیک ناموں کو تو نے بدنام کیا۔ت)

زنان باردر گر مار زانید بہ از طفلے کہ ناھنجار زانید (حاملہ عورتیں اگر سانپ جنیں تو ناہنجار بچہ جننے سے وہ بہتر ہے)۔

(فتاوی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۲۲۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

الجواب:

قال اللہ تعالیٰ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (القرآن الکریم، ۱۱/۴۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح ﷺ! وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۴۲۰، ۴۲۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

کیا یزید کو خلافت کا حق تھا؟

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، معاصر سید علی ہجویری، علیہ الرحمہ، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

واما يزيد بن معاوية قال بعض الناس بان خلافته كانت باستخلاف معاوية وبيعة المسلمين من الصحابة وغيرهم فمن طريق القياس ان طاعته كنت واجبة على الحسين وجميع المسلمين الا انا نقول ان معاوية كان عالما من غير فسق وكانت فيه الديانة ولو لم يكن متدينا لكان لا يجوز الصلح معه فلم يوجد منه سوى البغى ثم على صالح معه لان فى بغيه ما جار المسلمين وكان يدعى

الحق، وکان عادلا فیما بین الناس ثم بعد علی کان اماما عنی الحق عادلا فی دین اللہ وفی عمل الناس وکان یزید بخلاف هذا لانه روی انه شرب الخمر وامر بالملاهی والغناء ومنع الحق عن اهلها وفسق فی دین اللہ تعالیٰ وقال بعض الفقهاء بان الامام اذا فسق ینعزل من غیر عزل ولهذا قال الشافعی بان الفاسق لیس من اهل الولایة ولانه اذا لم یکن من اهل الشهادة فکیف یکون من اهل الولایة والحکم ولان الامام جار له ان یحکم بعلم نفسه سوی الحدود ثم لما لم یکن علمه نافذا علی غیر بسبب الشهادة فکذلک لا یکون ایضا نافذا بسبب الولایة اذ الولایة اقوی من الشهادة والثانی وهو ان استخلاف معاویة فی حق یزید لم یصح بدلیل انه طلب البیعة من عمرو بن العاص ولو کان استخلافه صحیحا لکان لا یحتاج الی البیعة ثم بیعة الصحابة والمسلمین لم یتفق علی یزید مثل عبد اللہ بن زبیر ومحمد بن الحنفیة والحسین بن علی وکثیر من اهل البیعة لم یتفقوا علیه فلم یکن اماما عادلا فصح بهذا ان الحسین لم یکن باغیا ولم یخرج علی الامام الحق والدلیل علیه ما روی عن النبی انه کان یبکی حین ولد حسین فقیل له ما یبکیک یا رسول اللہ ﷺ فقال یقتله الفئة الباغیة فالنبی ﷺ سماهم باغین دل ان الحسین کان علی الحق ثم اختلفوا فی جواز اللعن علی یزید قال بعضهم لا یجوز اللعن علیه لانه کان اماما للمسلمین فی سنین وقال بعضهم یجوز لانه کفر باللہ تعالیٰ حیث اجاز قتل الحسین ورضی بذلک وقال بعضهم بن یزید لم یامر القوم بقتل الحسین وانما امرهم بطلب البیعة او باخذه وحمله الیه فهم قتلوه من غیر امره ما رضی بذلک والاصح ان نقول بان یزید لو امر بقتل الحسین او رضی او اجاز او جوز اللعن علی اهل البیت فانه یجوز اللعن علیه والا فلا وکذلک قاتله لا یکفر من غیر استحلال۔

ترجمہ: یزید ابن معاویہ کے متعلق بعض حضرات کہتے ہیں کہ یزید کی خلافت حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے سے تھی اور صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) و مسلمانوں کی بیعت سے تھی تو قیاس کی رو سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کی بیعت واجب تھی اور اسی طرح تمام مسلمانوں پر کہ وہ یزید کی بیعت کریں۔

مگر ہم یہ کہیں گے کہ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عالم متدین تھے، فاسق نہ تھے ان میں دیانت تھی اور اگر وہ متدین نہ ہوتے تو ہرگز ان سے صلح نہ کی جاتی اور ان سے سوائے بغاوت کے اور کوئی بات نہیں پائی گئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی، اس لیے کہ دورانِ بغاوت میں مسلمانوں پر ظلم نہیں کیا اور وہ مدعیٔ حق تھے اور اللہ کے دین میں اور لوگوں کے معاملات میں عادل تھے اور یزید اس کے برخلاف تھا اس لیے کہ مروی ہے کہ وہ شرابی تھا اور لہو ولعب کا رسیا تھا، گانے بجانے کا حکم کرتا تھا، حق داروں کے حق کو روکتا تھا اور فسق وفجور کرتا تھا۔

بعض فقہاء (رحمۃ اللہ علیہم) نے فرمایا کہ امام جب فسق وفجور میں مبتلا ہو تو بغیر عزل (معزول وبرطرف کرنا) کے خود معزول ہو جاتا ہے، اس لیے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فاسق اہل شہادت نہیں اور جب وہ اہل شہادت نہیں تو اہل ولایت کس طرح ہو سکتا ہے اور اہل حکم (حکمران) کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور امام کو جائز ہے کہ سوائے حدود کے اپنی ذاتی رائے اور ذاتی علم کی بناء پر حکم کرے، پھر فاسق جب کہ اس کا علم دوسروں پر بوجہ شہادت کے نافذ نہیں تو ایسے ہی بوجہ ولایت کے بھی نافذ نہیں ہوگا اس لیے کہ ولایت شہادت سے اقویٰ ہے۔

جب وہ فاسق مردود الشہادۃ ہے تو اس کی امارت و ولایت بھی ناجائز ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو خلیفہ بنایا، دلیل یہ ہے کہ اگر اس کو خلیفہ بنایا ہوتا تو وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب نہ کرتا، پھر بیعت صحابہ رضی اللہ عنہم و مسلمین یزید پر متفق نہیں، جیسے عبداللہ ابن زبیر اور محمد بن حنفیہ اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے اہل بیت یزید پر متفق نہیں ہوئے۔ ثابت ہوا کہ وہ امام عادل نہ تھا۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہرگز باغی نہ تھے اور انہوں نے امام برحق پر خروج نہیں کی، اس کی دلیل درج ذیل ہے:

یزیدیوں کو حضور ﷺ نے باغی فرمایا تھا:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضور اقدس ﷺ آبدیدہ ہوگئے، عرض کیا گیا: حضور! آپ ﷺ کے رونے اور گریہ فرمانے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: اس کو (یعنی امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو) باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضور ﷺ نے یزیدیوں کو ''فئۃ باغیۃ'' (باغی گروہ) فرمایا اور ان کا نام باغی رکھا، ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

یزید مستحق لعنت ہے؟

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟

(۱) بعض نے کہا: لعنت جائز نہیں اس لیے کہ کئی سال تک مسلمانوں کا امام بنا رہا۔

(۲) بعض نے کہا کہ یزید پر لعنت جائز ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو جائز رکھا اور اس پر راضی ہوا۔

(۳) اور بعض نے کہا کہ یزید نے لوگوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ حکم دیا تھا کہ ان سے بیعت لے لو یا ان کو اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ ان خوشامدیوں اور بدبختوں نے اس کے حکم کے بغیر قتل کر دیا اور یہ بھی ثابت نہیں کہ وہ قتل حسین رضی اللہ عنہ پر راضی ہوا۔ پس صحیح یہ ہے کہ اگر یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا اور ان کے قتل پر راضی ہوا اور اس نے اہل بیت پر لعنت کو جائز رکھا تو یزید پر لعنت جائز ہے ورنہ نہیں۔

اور ایسے ہی جس نے قتل کیا اور قتل کو حلال نہیں سمجھا اس پر بھی لعنت جائز نہیں اور قتل حلال سمجھا تو وہ کافر ہے، ایسے پر لعنت بھی جائز ہے۔

(تمہید ابی شکور السالمی، ص ۱۶۹، ۱۷۰، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

الثَّانِيَةُ- قَوْلُهُ تَعَالَى: (مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ) آلُ فِرْعَوْنَ قَوْمُهُ وَأَتْبَاعُهُ وَأَهْلُ دِينِهِ. وَكَذَلِكَ آلُ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُوَ عَلَى دِينِهِ وَمِلَّتِهِ فِي عَصْرِهِ وَسَائِرِ الْأَعْصَارِ سَوَاءٌ كَانَ نَسِيبًا لَهُ أَوْ لَمْ يَكُنْ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى دِينِهِ وَمِلَّتِهِ فَلَيْسَ مِنْ آلِهِ وَلَا أَهْلِهِ وَإِنْ كَانَ نَسِيبَهُ وَقَرِيبَهُ خِلَافًا لِلرَّافِضَةِ حَيْثُ قَالَتْ إِنَّ آلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَقَطْ. دَلِيلُنَا قَوْلُهُ تَعَالَى وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ [(البقرة، ۵۰) أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر، ۴۶) أَيْ آلَ دِينِهِ إِذْ لَمْ يَكُنْ لَهُ ابْنٌ وَلَا بِنْتٌ وَلَا أَبٌ وَلَا عَمٌّ

ولا أخ ولا عصبة. ولأنه لا خوف أَنَّ مَنْ لَيسَ بِمُؤمِنٍ وَلَا مُوَحِّدٍ فَإِنَّهُ لَيسَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَإِنْ كَانَ قَرِيبًا لَهُ وَلِأَجْلِ هٰذَا يُقَالُ إِنَّ أَبَا لَهَبٍ، وَأَبَا جَهْلٍ لَيْسَا مِنْ آلِهِ وَلَا مِنْ أَهْلِهِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَابَةٌ وَلِأَجْلِ هٰذَا قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي ابْنِ نُوحٍ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ (هود،٤٦).

مسئلہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ، آلُ فِرْعَوْنَ۔ سے مراد اس کی قوم، اس کے متبعین اور اس کے دین کے پیروکار ہیں۔ اسی طرح آل رسول جو نبی کریم ﷺ کے دین، آپ ﷺ کی ملت پر تھے کسی زمانہ میں بھی ہوں، خواہ ان کا نسبی تعلق ہو یا نہ ہو، اور جو آپ کے دین اور ملت پر نہ ہو وہ آپ کے اہل اور آل سے نہیں ہے اگرچہ اس کا نسبی اور قربت کا تعلق موجود بھی ہو۔ رافضیوں کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں: آل رسول ﷺ فقط حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: أَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۔ (البقرہ: ۵۰) اور یہ ارشاد ہے: أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ۔ (غافر: ۴۶) یعنی آل سے مراد اس کے دین کی آل ہیں جبکہ انہیں اس کے ساتھ بیٹا، بیٹی، چچا، بھائی اور عصبہ ہونے کا رشتہ نہ تھا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو مؤمن، مواحد نہیں وہ آل محمد ﷺ سے نہیں اگرچہ وہ آپ ﷺ کا قریبی بھی ہو۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ابولہب اور ابوجہل آل نبی ﷺ اور اہل نبی ﷺ میں سے نہیں تھے اگرچہ ان دونوں کا نبی کریم ﷺ سے رشتہ تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرمایا: إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ (ہود: ۴۶)

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۹، ج ۱، ص ۲۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و ((یزید)) بی دولت از اصحاب نیست۔ در بدبختی او، کراسخن است۔ کاری کہ آن بدبخت کردہ، ہیچ کافر فرنگ نکند بعضی از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند، نہ آنکہ از وی راضی اند، بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند

ترجمہ: اور یزید بدبخت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس بدبخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔ بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں کیا بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۵۴، ج ۱، ص ۱۸۴، مرکز تحقیقات: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

(وَبِئْسَ الْقَرَارُ)(۲۹) اى بئس المقر جهنم - اخرج ابن مردوية عن ابن عباس انه قال لعمر يا أمير المؤمنين هذه الاية الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللهِ كُفْرًا قال هم الا فجران مِن قريش بنوا المغيرة وبنوا امية - اما بنوا مغيرة فكفيتموه يوم بدر واما بنوا امية فمتعوا حتى حين - وكذا ذكر البغوي قول عمر رضى الله عنه - واخرج ابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم والطبراني فى الأوسط والحاكم وصححه وابن مردوية من طرق عن على ابن ابى طالب رضى الله عنه فذكر مثله - قلت اما بنوا امية فمتعوا بالكفر حتى اسلم ابو

سفيان ومعاوية وعمرو بن العاص وغيرهم- ثم كفر يزيد ومن معه بما أنعم الله عليهم وانتصبوا العداوة آل النبي صلى الله عليه وسلم وقتلوا حسينا رضى الله عنه ظلما وكفر يزيد بدين محمد صلى الله عليه وسلم حتى انشد أبياتا حين قتل حسين رضى الله عنه مضمونها اين أشياخي ينظرون انتقامي بال محمد وبنی هاشم واخر الأبيات۔

ولست من جندب ان لم انتقم		من بنی احمد ما كان فعل

وايضا أحل الخمر وقال:

مدام كنز فى اناء كفضة		وساق كبد مع مدام كانجم
وشمسه كرم برجها قعرها		ومشرقها الساقي ومغربها فهى
فان حرمت يوما على دين احمد		فخذها على دين المسيح بن مريم

وسبّوا آل محمد صلى الله عليه وسلم على المنابر، فمتعوا بهذا الضلالة ألف شهر فانتقم الله منهم حتى لم يبق منهم أحد

وَبِئْسَ الْقَرَارُ

ترجمہ: اور جہنم بُری قرار گاہ ہے، بُرا ٹھکانہ ہے۔ (سورۂ ابراہیم، ۲۹)

حضرت سیّدنا ابن مردویہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا امیر المومنین آیت اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللہِ کُفْرًا میں کون لوگ مراد ہیں حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قریش کے وہ دو (قبیلے) جو سب سے زیادہ بدکار تھے۔ بنی مغیرہ اور بنی امیہ۔ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کی لڑائی میں تمہاری حفاظت ہو چکی (یعنی بدر میں ان کا زور ٹوٹ گیا) اور بنی امیہ کو ایک وقت تک مزے اڑانے کا موقع دیا گیا ہے۔ بغوی نے بھی اسی طرح حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے اسی طرح کا قول حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھی مختلف روایات سے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بھی کہا ہے۔

میں کہتا ہوں بنی امیہ کو حالت کفر میں مزے اڑانے کا موقع دیا گیا۔ یہاں تک کہ ابوسفیان معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وغیرہ مسلمان ہو گئے پھر یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہلِ بیت کی دشمنی کا جھنڈا انھوں نے بلند کیا آخر حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر دیا اور یزید نے دین محمدی کا ہی انکار نہیں کیا، حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر چکا تو چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آل محمد ﷺ اور بنی ہاشم سے ان کا کیسا بدلہ لیا۔ یزید نے جو اشعار کہے تھے ان میں آخری شعر یہ تھا۔

وَلَسْت من جندب انْ لم انتقم		مِنْ بَنِی احمد مَاکان فعل

ترجمہ: احمد ﷺ نے جو کچھ (ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر میں) کیا اگر احمد ﷺ کی اولاد سے میں نے اس کا انتقام نہ لیا

تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دیا تھا شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے:

مدام كنز فى اناء كفضة		وساق كبد مع مدام كانجم
وشمسه كرم برجها قعرها		ومشرقها الساقي ومغربها فهى
فان حرمت يوما على دين احمد		فخذها على دين المسيح بن مريم

ترجمہ: شراب کا خزانہ ایسے برتن میں ہے جو کہ چاندی کی طرح ہے اور انگور کی شاخ انگورں سے لدی ہوئی ہے جو ستاروں کی مثل ہیں۔

انگور کی بیل کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے، اس آفتاب کا مشرق ساقی کا ہاتھ ہے اور اسکا مغرب میرا منہ ہے

اگر یہ شراب دین احمد ﷺ میں ایک دن حرام ہے تو اے مخاطب! اس کو مسیح ابن مریم کے دین (یعنی عیسائیت) کے مطابق تم اس کو (حلال سمجھ کر) لے لو۔

انہوں نے منبروں پر بیٹھ کر آل محمد ﷺ کو بُرا بھلا کہا۔ یہ لوگ اس گمراہی کے ساتھ ہزار ماہ متمتع ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا حتیٰ کے کوئی بھی باقی نہ رہا۔

(التفسیر المظہری، سورۃ ابراہیم، تحت الآیۃ: ۲۹، ج۴، ص۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ الخارجون عن الايمان او عن حد الطاعة قال البغوي قال اهل التفسير أول من كفر بهذه النعمة وجحد بها الذين قتلوا عثمان رضى الله عنه فلما قتلوه غير الله ما بهم وادخل عليهم الخوف حتى صاروا يقتتلون بعد ما كانوا إخوانا- روى البغوي بسنده عن حميد بن هلال قال قال عبد الله بن سلام في عثمان رضى الله عنه ان الملائكة لم تزل محيطة بمدينتكم هذه منذ قدمها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اليوم فو الله لئن قتلتموه ليذهبون ثم لا يعودون ابدا فو الله لا يقتله رجل منهم الا لقى الله أجذم لا يد له وان سيف الله لم يزل مغمودا والله لئن يسلنه الله لا يغمده عنكم (اما قال ابدا واما قال الى يوم القيامة) فما قتل نبى قط الا قتل به سبعون الفا ولا خليفة الا قتل به خمسة وثلاثون الفا. قلت ثم كفر..... باستخلاف الخلفاء طوائف الروافض والخوارج ويمكن ان يكون قوله تعالى وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ اشارة الى يزيد بن معاوية حيث قتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن معه من اهل بيت النبوة وأهان عترته وافتخر به وقال هذا يوم بيوم بدر- وبعث جيشا على مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفعل ما فعل في وقعة الحرة بالمدينة وبالمسجد الّذي استس على التقوى من اوّل يوم وهو روضة من رياض الجنة ونصب المجانيق على بيت الله تعالى وقتل ابن الزبير ابن بنت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفعل ما فعل حتى كفر بدين الله وأباح الخمر-

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ: سو یہی لوگ (ایمان یا دائرۂ اطاعت سے) خارج ہوں گے۔

بغوی نے لکھا ہے اہلِ تفسیر کا بیان ہے کہ سب سے پہلے خداداد نعمت کی ناشکری کرنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ جب حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو انھوں نے شہید کر دیا تو اللہ نے وہ نعمت بھی بدل ڈالی جوان کو عطا فرمائی تھی، چنانچہ خوف ان پر طاری ہو گیا اور (دینی) بھائی بھائی ہونے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔

بغوی نے حمید بن ہلال کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا، جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے اس وقت سے آج تک (اللہ کے حفاظتی) فرشتے تمہارے اس شہر کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں اب اگر تم حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کردو گے تو خدا کی قسم فرشتے چلے جائیں گے اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ جو شخص حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا خدا کی قسم جب وہ اللہ کے سامنے جائے گا تو کوڑھی ہو کر جائے گا اللہ کی تلوار نیام کے اندر ہے اگر اللہ نے نیام سے اس کو نکال دیا تو خدا کی قسم پھر تم سے (ہٹا کر) وہ (کبھی یا روز قیامت تک) نیام میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ جب بھی کوئی نبی شہید کیا گیا (اس کے انتقام میں) ستر ہزار آدمی مارے گئے اور جب بھی کوئی خلیفہ شہید کیا گیا (اس کے بدلہ میں) پینتیس ۳۵ ہزار آدمی قتل کیے گئے۔

میں کہتا ہوں اللہ نے جو مسلمانوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور خلافت عطا فرمائی، رافضیوں اور خارجیوں کے مختلف گروہوں نے اس کی ناشکری کی۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ میں یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ ہو یزید نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا یہ ساتھی خاندان نبوت کے ارکان تھے عزتِ رسول ﷺ کی بے عزتی کی اور اس پر فخر کیا اور کہنے لگا آج بدر کے دن کا انتقام ہو گیا اسی نے مدینۃ الرسول ﷺ پر لشکر کشی کی اور حرہ کے واقعہ میں مدینہ کو غارت کیا اور وہ مسجد جس کی بناء تقویٰ پر قائم کی گئی تھی اور جس کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کہا گیا ہے اس کی بے حرمتی کی اسی نے بیت اللہ پر سنگباری کے لیے منجنیقیں نصب کرائیں اور اسی نے اوّل خلیفہ رسول اللہ ﷺ یعنی حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا اور ایسی ایسی نازیبا حرکتیں کیں کہ آخر اللہ کے دین کا منکر ہو گیا اور اللہ کی حرام کی ہوئی) شراب کو حلال کر دیا۔

(التفسیر المظہری، سورۃ النور، تحت الآیۃ: ۵۵، ج ۵، ص ۲۲۲، ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَكِيْدُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الملح في الماء

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ اہل مدینہ کو جو بھی دھوکہ دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح نیست و نابود کردے گا جس طرح نمک (پانی میں) گھل جاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل مدینۃ، رقم: ۱۸۷۷، صحیح مسلم، رقم: ۱۳۸۷، سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۱۱۴، مشکوٰۃ، رقم: ۲۷۴۳)

وقال الشيخ عبدالحق الدهلوی قد اراد يزيد الشقی المدينة سؤ فبعث البعوث فمات على الفور۔

ترجمہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یزید بدبخت نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو فوراً مر گیا اور جس شخص کو اس خباثت پر مامور کیا تھا وہ بھی لقمۂ اجل بن گیا۔

(رسائل الارکان، ص، ۲۸۵ محمد یوسف الانصاری، الکنوی) (ارکان اسلام، ص، ۷۷۹)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

تا آنکہ بعض در یزید شقی نیز توقف کنند وبعضی براہ غلو وافراط در شان وی وموالات وی روند وگویند کہ وی بعد ازان کہ باتفاق مسلمانان امیر شد اطاعت وی بر امام حسین واجب شد (نعوذ باللہ من ھذا القول ومن ھذا الاعتقاد) کہ وی با وجود امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام وامیر شود واتفاق مسلمانان بروی شد جمعی از صحابہ کہ در زمان او بودند واولاد اصحاب ھم منکر وخارج از اطاعت او بودند نعم جماعہ از مدینہ مطہرہ بشام نزد وی کرھًا وجبراً رفتند واو جائز ھای سنی ومائدھای ھنی نزد ایشان نہادہ بعد از آنکہ حال قباحت مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند وخلع بیعت وے کردند وگفتند کہ وی عدو اللہ وشارب خمر وتارک صلوٰۃ وزانی وفاسق ومستحل محارم است۔

بعضی دیگر گویند کہ وی امر بقتل آنحضرت نکردہ وبدان راضی نبود وبعد از قتل وی واھل بیت وی مسرور ومستبشر نشدہ واین سخن نیز مردود وباطل است چہ عداوت آن بی سعادت با اھل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واستبشار وی تقبل ایشان واذلال واھانت او مر ایشان را بدرجہ، تواتر معنوی رسیدہ است وانکار آن تکلف ومکابرہ است

بعضی دیگر گویند کہ قتل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گناہ کبیرہ است چہ قتل نفس مومنہ بناحق کبیرہ است نہ کفر ولعنت مخصوص بکافران است ولیت شعری کہ ارباب این اقاویل باحادیث نبوی کہ ناطق اند بآنکہ بغض وعداوت وایذا واھانت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واولاد او موجب بغض وایذا واھانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است چہ می گویند وآن سبب کفر وموجب لعن وخلود نار جھنم است، بلا شک بموجب آیہ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (سورۃ الاحزاب، ۵۷)

وبعض دیگر گویند کہ خاتمت وی معلوم نیست شاید کہ او بعد از ارتکاب آن کفر ومعصیت توبہ کردہ باشد ودر نفس اخیر بر توبہ رفتہ باشد ومیل امام محمد غزالی در احیاء العلوم باین حکایت است۔

بعضی از علماء سلف واعلام امت مثل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وامثال او بروی لعنت کردہ اند وابن جوزی کہ کمال شدت وعصبیت، در حفظ سنت وشریعت دارد در کتاب خود لعن وی را از سلف نقل کردہ است وبعضی منع کردہ اند وبعضی متوقف ماندہ اند۔

بالجملہ وی مبغوض ترین مردم است نزد ما وکارھا کہ این بدبخت بی سعادت درین امت کردہ ھیچکس نکردہ بعد از قتل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ واھانت اھل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ وقتل اھل آنجا فرستادہ وبقیہ از صحابہ وتابعین را امر بقتل کردہ

وبعداز تخریب مدینه امر بانهدام مکه معظمه وقتل عبدالله بن زبیر رضی الله تعالیٰ عنه کرده وهم در اثنای این حالت از دنیا بجهنم شتافته دیگر احتمال توبه ورجوع او را خداوند حق تعالیٰ دلهای ما او تمام مسلمانان را از محبت وموالات وی واعوان وانصار وی وهر که با اهلبیت نبوی بد بوده بد اندیشیده وحق ایشان را پائمال کرده وبا ایشان براه محبت وصدق عقیدت نیست ونبوده نگاهدارد وما را ومحبان ما را ومحبان ایشان محشور گرداند ودر دنیا وآخرت بر دین وکیش ایشان دارد بحرمة النبی واله الامجاد بمنه وکرمه وهو قریب مجیب آمین۔

ترجمہ: بعض علماء بدبخت یزید پر لعن کرنے سے توقف کرتے ہیں جبکہ بعض حضرات غلو اور افراط سے کام لیتے ہوئے اس کی دوستی کا دم بھرنے لگ جاتے ہیں اور اس کی شان بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر بن گیا تو حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام پر اس کی اطاعت واجب تھی۔ **نعوذ باللہ من ھذا القول ومن ھذا الاعتقاد**۔ یعنی اس بات سے اور ایسے اعتقاد سے خدا کی پناہ۔

جب وہ بدبخت یزید حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امام اور امیر بن بیٹھتا ہے تو پھر مسلمانوں کا اس بدبخت پر اتفاق کہاں سے ہو گیا؟ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس زمانے میں تھے وہ اور ان کی اولاد سب یزید کے منکر تھے اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔ البتہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جبراً اور کرہاً مدینہ سے یزید کے پاس شام میں لے جائے گئے اور یزید نے ان کے آگے قیمتی تحائف اور پُرتکلف کھانے رکھے مگر جب انہوں نے یزید کے حال قباحت مآل کو دیکھا تو واپس مدینہ آ گئے اور اپنی عارضی بیعت سے خلع کر لی یعنی اپنی بیعت کو فسخ کر دیا اور انہوں نے برملا کہا کہ یزید اللہ کا دشمن ہے' شرابی ہے' تارکِ نماز ہے' زانی ہے' فاسق ہے اور محارم کو حلال سمجھتا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا۔ نیز وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی شہادت سے کبھی خوش اور مسرور نہیں ہوا حالانکہ یہ رائے بھی مردود اور باطل ہے کیونکہ اہلِ بیت کے ساتھ اس بے سعادت یزید کی عداوت اور پھر ان کے قتل کی بشارت کو سننا نیز اہلِ بیت کی تذلیل و توہین جو اس مردود نے کی' تواترِ معنوی کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان تمام واقعات سے انکار کرنا' تکلف اور مکابرہ نہیں تو اور کیا ہے؟

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کو ناحق قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے نہ کہ کفر اور لعنت کافروں کے لئے مخصوص ہے۔

اب ذرا ان باتوں کا احادیثِ نبوی سے جو ناحق ہیں موازنہ کیا جائے جن کی رُو سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اولادِ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھنا' ان کو ایذا پہنچانا اور ان کی اہانت کرنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت' ایذا رسانی اور بغض کا موجب ثابت ہوتا ہے جو کہ کفر کا سبب ہے اور موجب لعن ہے اور ان کے لئے بلاشک خلودِ نارِ جہنم کی سزا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (سورۃ الاحزاب، ۵۷)

یعنی بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ یقیناً دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور خدا نے ان کے لئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید کا خاتمہ ہمیں معلوم نہیں ہے ممکن ہے اس نے اس کفر ومعصیت کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور توبہ پر ہی اس کا آخری سانس نکلا ہو چنانچہ احیاء العلوم میں امام غزالی علیہ الرحمہ کا میلان اسی طرف ہے۔ اور بعض علمائے سلف اور امت کے مشاہیر مثلاً امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اور اس پایہ کے دوسرے بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم) نے اس پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی جو حفظ سنت اور شریعت میں بڑی شدت اور عصبیت کے حامل ہیں نے بھی اپنی کتاب میں سلف سے لعن بر یزید کو نقل کیا ہے۔ اور بعض علماء لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں اور بعض توقف کرتے ہیں۔ بہرحال ہمارے نزدیک یزید مبغوض ترین آدمی ہے۔ اس بے سعادت شخص نے اس امت میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا ہے وہ اور کسی نے نہیں کیا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اہلِ بیت کی توہین کی اور پھر مدینہ مطہرہ پر لشکر کشی کر کے اسے کیا برباد کیا۔ اور قتل وغارت کو روا رکھا حتیٰ کہ باقی ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ شریف کی بے حرمتی کے بعد مکہ معظمہ پر حملہ کرنے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور انہی حالات میں یہ خبیث روح دنیا سے دفع ہو گیا۔ اب اس کی توبہ اور اس کے رجوع کا احتمال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو یزید پلید کی محبت ودوستی سے اور اس کے تمام اعوان وانصار کی دوستی سے جنہوں نے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدسلوکی کی اور ان کی بدخواہی کی اور ان کے حقوق کو پامال کیا اور جنہیں اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ کوئی محبت اور صدق وعقیدت نہیں ہے اور نہ تھی محفوظ رکھے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو بچائے اور بروزِ قیامت محبانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے زمرے سے اٹھائے اور دین وآخرت میں انہی کے دین ومذہب پر رکھے۔ بمنہ وکرمہ وھو قریب مجیب۔ آمین

وہ اللہ ہمارے قریب ہے اور ہماری دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ آمین۔

(تکمیل الایمان، ص، ۱۷۱، تا، ۱۷۳، الرحیم اکیڈیمی، لیاقت آباد، کراچی)

بطور جواب اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

مسئلہ ۲۲۱: از بنارس چھاؤنی محلہ ڈیٹھوری محل تھانہ سکرور مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ یزید کی نسبت علیہ الرحمہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

یزید بیشک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے علیہ الرحمہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ

(فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۴، ص، ۶۰۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

پور آں بو جهل شد مؤمن عیاں		پور آں نوح نبی از گمرهاں

ترجمہ: (دیکھو) ابوجہل (جیسے دشمن اسلام) کا بیٹا (عکرمہ) برملا طور پر مسلمان ہو گیا

(اور) حضرت نوح علیہ السلام (جیسے) نبی اللہ کا فرزند کنعان گمراہوں میں (شامل) رہا۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۱۰۸۲)

شاہ اسماعیل دہلوی کی گمراہی اور تقویۃ الایمان:

امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، مجدد وقت شاہ عبدالعزیز، مجدد وقت شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہما) کے اوپر کیا اثر پڑا۔ کیا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کیا معاویہ کا بیٹا یزید کیا اور صالحین کے بچے نافرمان نہیں ہوئے، کیا تم لوگ اللہ کی تقدیر کو مانتے نہیں ہو

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و منازعات و محارباتی که در میان ایشان (اصحاب و یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) واقع شده است، بر محاملِ نیک صرف باید کرد و از هوا و تعصب دور باید داشت۔ زیرا که آن مخالفات مبنی بر اجتهاد و تأویل بوده، نه بر هوا و هوس۔ چنانکه جمهور اهل سنت بر آنند۔ اما باید دانست که محاربان حضرت امیر۔ کرم اللہ تعالی وجهه۔ بر خطا بوده اند و حق به جانب حضرت امیر رضی اللہ عنه۔ بوده لیکن چون این خطا، خطای اجتهادی است، از ملامت دور است و از مؤاخذه مرفوع، چنانکه شارح ((مواقف)) از ((آمدی)) نقل می کند که واقعات ((جمل)) و ((صفین)) از روی اجتهاد بوده و ((شیخ ابو شکور سلمی)) در تمیهد، تصریح کرده که اهل سنت و جماعت بر آنند که معاویه۔ رضی اللہ عنه۔ با جمعی از اصحاب که همراه او بودند۔ خطاء ایشان، خطاء اجتهادی بود و ((شیخ ابن حجر)) در ((صواعق)) گفته که منازعت معاویه۔ رضی اللہ عنه۔ با امیر۔ رضی اللہ عنه۔ از روی اجتهاد بوده و این قول را از معتقدات اهل سنت فرموده و آنچه شارح مواقف گفته که بسیاری از اصحاب ما بر آنند که آن منازعات از روی اجتهاد نبوده، مراد از اصحاب، کدام گروه را [منظور] داشته باشند۔ اهل سنت بر خلاف آن حاکم اند، چنانچه گذشت۔ و کتب القوم مشحونة بالخطاء الاجتهادی کما صرح به الامام الغزالی و القاضی ابوبکر و غیرهما۔

پس تفسیق (نسبت فسق) و تضلیل (نسبت ضلالت و گمراهی) در حق محاربان حضرت امیر۔ رضی اللہ عنه۔ جائز نباشند

ترجمہ: اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھیں نہ ہوا و ہوس پر یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ لیکن جاننا چاہیے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا خطائے اجتہادی کی طرف تھی۔ اس لیے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، جیسے کہ شارح آمدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔ اور حضرت سیدنا امام شیخ ابو شکور سلمی علیہ الرحمۃ نے تمہید میں تصریح کی ہے اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بمع ان کے تمام اصحاب کے جو ان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔ اور حضرت سیدنا شیخ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔ معلوم نہیں اصحاب سے اس کی

مراد کون سا گروہ ہے۔ جب کہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ جیسے کہ امام غزالی اور قاضی ابوبکر (رحمۃ اللہ علیہما) وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق وضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔ قال القاضی فی الشفاء قال مالک رضی اللہ عنہ من شتم احداً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابابکر وعمر وعثمان وعمر وبن العاص رضی اللہ عنہم فان قال کانوا علیٰ ضلال وکفر او ان شتم بغیر ھذا من مشاتمۃ الناس نکل نکالاً شدیداً فلا یکون محاربوا علی کفرۃ کما زعمت الغلاۃ من الرفضۃ ولا نسقۃ کما زعم البعض ونسبہ شارح المواقف الیٰ کثیر من اصحابہ کیف وقد کانت الصدیقۃ وطلحۃ والزبیر وکثیر من اصحاب الکرام منھم وقد قتل الطلحۃ والزبیر فی قتال الجمل قبل خروج معاویۃ مع ثلثۃ عشر الفا من القتلی فتضلیلھم وتفسیقھم مما لا یجترع علیہ المسلم الا ان یکون فی قلبہ مرض وفی باطنہ خبث

وآنچہ در عبارات بعضی از فقہا لفظ جور در حق معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ واقع شدہ است و گفتہ کان معاویۃ اماما جائرا، مراد از جور، عدم حقیقتِ خلافت او در زمان خلافت حضرت امیر۔ رضی اللہ عنہ۔ خواھد بود، نہ جوری کہ مآلش فسق وضلالت است، تا بہ اقوال اھل سنت موافق باشد، مع ذٰلک ارباب استقامت، از اتیان الفاظ موھمہ خلاف مقصود، اجتناب می نمایند و زیادہ بر خطا تجویز نمی کنند۔ کیف یکون جائرا وقد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانہ وفی حقوق المسلمین کما فی الصواعق

حضرت قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے کہ حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو یعنی ابوبکر وعمر وعثمان وعمر بن العاص رضی اللہ عنہم کو گالی دی۔ اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے اور نہ ہی فسق پر تھے جیسے کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ حضرت سیّدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور بہت سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم انہی میں سے تھے۔ اور حضرت سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ جمل کی لڑائی میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا۔

اور یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں جور کا لفظ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جور والے امام تھے تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کے حق دار نہ تھے۔ نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق وضلالت ہے تا کہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو پرہیز کرتے ہیں۔ اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ اور وہ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں جبکہ صحیح اور تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔ جیسے کہ صواعق میں ہے

خدمتِ ((مولانا عبدالرحمن الجامی)) که خطاء منکر گفته است، نیز زیادت کرده است، بر خطا هر چه زیادت کنند، خطا است۔ و آنچه بعد از آن گفته است که اگر او مستحق لعنت است۔۔۔ الخ۔ نیز نامناسب گفته است، چه جای تردید است و چه محل اشتباه، اگر این سخن در باب ((یزید)) می گفت گنجایش داشت، اما در مادۂ حضرت معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ گفتن شناعت دارد۔

و در احادیث نبوی به اسناد ثقات آمده که حضرت پیغمبر۔ عَلَیهِ الصلٰوۃُ وَالسَّلام۔ در حق معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ دعا کرده اند و فرموده اند: اللهم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب و جای دیگر در دعا فرموده اند: اللهم اجعله هادیا و مهدیا و دعاء آن حضرت۔ ﷺ۔ مقبول۔ ظاهراً این سخن از ((مولانا)) بر سبیل سهو و نسیان سر برزده باشد و ایضاً ((مولانا)) در همان ابیات تصریح به اسم نکرده، گفته است آن صحابی دیگر۔ این عبارت نیز از ناخوشی خبر می دهد۔ (ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا) (بقرہ/۲۸۶۔)۔

و آنچه از ((امام شعبی)) در ذمِ معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نقل کرده اند و نکوهش او را از فسق هم بالا گذرانیده اند، به ثبوت نپیوسته است۔ امام اعظم رحمه اللہ که از تلامیذ اوست، بر تقدیر صدق آن [نقل] او اَحق بود به این نقل۔ و امام مالک رحمۃ اللہ که از تابعین است و معاصر او و اعلم علماء مدینه، شاتم (دشنام دهنده) معاویہ۔۔ رضی اللہ عنہ۔ و عمرو بن العاص۔۔ رضی اللہ عنہ۔ را به قتل حکم کرده است، چانکه بالا گذشت۔ اگر او مستحق شتم می بود، چرا که حکم به قتل شاتم او می کرد۔ پس معلوم شد که شتم او را از کبائر دانسته، حکم به قتل شاتم او کرده۔ و ایضاً شتم او را در رنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان۔ رضی اللہ عنهم۔ ساخته است، چنانکه بالا گذشت۔ پس معاویہ۔۔ رضی اللہ، عنه مستحق ذم و نکوهش نباشد۔

ای برادر! معاویہ۔۔ رضی اللہ عنہ۔ تنها در این معامله نیست۔ بلکه نصفی از اصحاب کرام کم و بیش در این معامله باوی شریک اند۔ پس محاربان امیر۔۔ رضی اللہ عنہ۔ اگر کفره یا فسقه باشند، اعتماد از شطر دین می خیزد، که از راه تبلیغ ایشان به ما رسیده است۔ و تجویز نکند این معنی را مگر زندیقی که مقصودش ابطال دین است۔

ای برادر! منشاء اثارة (برانگیختن، برخیزانیدن۔) این فتنه، قتل حضرت عثمان است۔۔ رضی اللہ عنہ۔ و طلبِ قصاص نمودن از قتلۂ او۔ طلحه و زبیر که اول از مدینه برآمدند به واسطۂ تأخیر قصاص برآمدند و حضرت صدیقه۔ رضی اللہ عنها۔ نیز بایشان در این امر موافقت نموده و جنگ ((جمل)) که در آنجا سیزده هزار آدم به قتل رسیدند و طلحه و زبیر که از عشرۂ مبشره اند (ده نفری که به آنها بشارت جنت داده شد۔)، نیز به قتل رسیدند به واسطۂ تأخیر قصاص حضرت عثمان۔۔ رضی اللہ عنہ۔ بوده۔ بعد از آن معاویہ۔۔ رضی اللہ عنہ۔ از شام بیرون آمده، با ایشان شریک شده، جنگ ((صفین)) نمودند۔

اور حضور سیّدی معارف آگاہی مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے۔ الخ۔ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اور اس میں کون سا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتے تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے۔ اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ

حضرت پیغمبر ﷺ نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کی ہے۔

اللهم علمه الكتاب و الحساب و قه العذاب،

ترجمہ: (یا اللہ تو اس کو کتاب وحساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا۔

اللهم اجعله هاديا و مهديا،

ترجمہ: یا اللہ تو اسکو ہادی اور مہدی بنا۔

اور شفیع محشر ﷺ کی دعا مقبول ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سہو ونسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہوگی۔ اور نیز مولانا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے۔ اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔

ترجمہ: یا اللہ ہم سے بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے حضرت سیّدنا امام شعبی علیہ الرحمۃ سے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں نقل کیا ہے۔ اور اس کی برائی کو فسق سے برتر بیان کیا ہے۔ اس نقل کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور حضرت سیّدنا امام مالک علیہ الرحمۃ نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں زیادہ عالم ہیں۔ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کے مستحق ہوتے تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے تو معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ اور نیز اس کو گالی دینا حضرت سیّدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا تو حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہیں۔ کم وبیش آدھے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرسکتا۔ اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشأ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے۔ حضرت سیّدنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما جو اول مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور حضرت سیدنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے۔ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے اس کے بعد حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے آکر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ تصریح کردہ کہ آن منازعات بر امر خلافت نبودہ، بلکہ در استیفاء قصاص در بدءِ خلافت حضرت امیر۔۔رضی اللہ

عنہ۔ بودہ(است)۔ وشیخ ابن حجر رحمہ اللہ نیز این معنی را از معتقدات اہل سنت گفتہ است وشیخ ابو شکور۔ سلمی رحمہ اللہ کہ از اکابر علماء حنفیہ است، گفتہ است کہ منازعت معاویہ۔۔ رضی اللہ عنہ۔ باامیر۔۔ رضی اللہ عنہ ۔در امر خلافت بودہ کہ پیغمبر۔ علیہ وعلی آلیہ الصلوات و التسلیمات۔ معاویہ۔۔رضی اللہ عنہ۔ رافرمودہ بودند: اذا ملکت الناس فارفق بھم از آنجا معاویہ۔۔رضی اللہ عنہ۔ راطمع در خلافت پیدا شدہ بود، امام او مخطی بود در این اجتہاد و امیر۔۔رضی اللہ عنہ۔ محق، زیرا کہ وقت خلافت او بعد از زمان خلافت حضرت امیر۔۔رضی اللہ عنہ۔ بودہ۔

وتوفیق در میان این دو قول آن است کہ منشأ منازعت تواند بود کہ تأخیر قصاص باشد، بعد از آن طمع خلافت نیز پیدا کردہ باشد۔ بہ ہر تقدیر اجتہاد در محل خود واقعہ شدہ است۔ اگر مخطی است یک درجہ است و محقق را دو درجہ است، بلکہ دہ درجہ۔ ای برادر! طریق اسلم در این موطن، سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است۔ علیہ وعلیہم الصلوٰت التسلیمات۔ و اعراض از تذکر منازعات ایشان۔

پیغمبر فرمودہ۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ ایاکم وما شجر بین اصحابی ونیز فرمودہ۔ علیہ وعلی آلِہ اصلوات والسلام۔ اذا ذکر اصحابی فامسکوا ونیز فرمودہ:۔ علیہ الصلوۃ و السلام۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضاً: یعنی بترسید از خدای۔ عزوجل۔ در حق اصحاب من، بپسترسید از خدا۔ جل وعلا۔ در حق ایشان۔ وایشان را نشانۂ تیر خود نسازید۔

قال الشافعی وھو منقول عن عمر بن عبدالعزیز ایضاً تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا۔ از این عبارت مفہوم می شود کہ خطای ایشان را ھم بر زبان نباید آورد و غیر از ذکر خیر ایشان نباید کرد۔

((یزید)) بی دولت از زمرۂ فسقہ است۔ توقف در لعنت او، بنا بر اصل مقرر اہل سنت است۔ کہ شخص معین را اگر چہ کافر باشد، تجویز لعنت نکردہ اند۔ مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختمِ او بر کفر بودہ کابی لھب الجھنمی و امرأتہ، نہ آنکہ او شایان لعنت نیست ، (ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ)(احزاب/۵۷)

حضرت سیّدنا امام غزالی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لیے حضرت سیّدنا امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے۔ اور حضرت سیّدنا شیخ ابن حجر علیہ الرحمہ نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات سے کہا ہے۔ اور حضرت سیّدنا شیخ ابوشکور سلمی علیہ الرحمہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت سیّدنا امیر معاویہ اور حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارے میں ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ۔ اذا ملکت الناس فارفق بھم (مسلم)، جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر۔ شاید اس بات سے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے، اور حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ حق پر۔ کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت سیّدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد تھا۔ اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس منازعت کا منشاء قصاص کی تاخیر ہو۔ اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو۔ بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا پر ہے تو

ایک درجہ اور حق والے کے لیے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں۔ اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ایاکم و ما شجر بین اصحابی، میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے میں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ اذا ذکر اصحابی فامسکوا، یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔ (طبرانی)۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضا، یعنی میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔ حضرت سیّدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور نیز حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ: تلک دماء طہر اللہ عنہا ایدینا فلنطہر عنہا السنتنا۔ یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیے۔ یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لیے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ،

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ (سورۃ الاحزاب، ۵۷)

بدانند که در این زمان چون اکثر مردم بحث امامت را پیش داشته، همواره سخن از خلافت و مخالفت اصحاب کرام۔ علیهم الرضوان۔ نصب عین ساخته اند و به تقلید جهلهٔ ارباب تاریخ و مردهٔ اهل بدعت، اکثر اصحاب کرام را نیک یاد نمی کنند و امور نامناسبه به جانب ایشان منتسب می سازند، به ضرورت شمه ای از آنچه معلوم داشت در قید کتابت آورده، به دوستان مرسل داشت۔

قال۔ علیه وعلی آله الصلوة و السلام:۔ اذا ظهرت الفتن او قال البدع و سبت اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفاً و لا عدلاً۔

اما الحمدللہ سبحانه و المنة که سلطانِ وقت، خود را حنفی مذهب می گیرد و از اهل سنت می داند و الا کار بر مسلمانان بسیار تنگ می شد۔ شکر این نعمت عظمیٰ به بجا باید آورد۔

پس باید که مدار اعتقاد را بر آنچه معتقد اهل سنت است، دارند و سخنان ((زید و عمرو)) (کنایه از این و آن) را در گوش نیارند۔ مدار کار را بر افسانه های دروغ ساختن، خود را ضائع کردن است۔ تقلید فرقهٔ ناجیهٔ (اهل سنت) ضروری است، تا امید نجات پیدا شود۔ وبدونه خرط القتاد۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفی علیه وعلی اله الصلوة و السلام

جاننا چاہیے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام (علیہم الرضوان) کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے۔ اور جاہل اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں

اس لیے جو کچھ معلوم تھا تحریر میں لا کر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قال علیه وآله الصلوٰة والسلام اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسبت اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذالک فعليه لعنة الله، والملئكة والناس اجمعين لا يقبل الله عدلاً ولا فرضاً۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب ﷺ کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض ونفل قبول نہ کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطانِ وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید وعمر کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے۔ تا کہ نجات کی امید پیدا ہو۔ وبدونہ خرط القتاد، ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

والسلام عليكم وعلى سائر من اتبع الهدى والتزم متابعة المصطفىٰ عليه وعلىٰ آله والصلوات والتسليمات

اور سلام ہو آپ ﷺ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۵۱، ج ۱، ص ۴۹۸ تا ۵۰۳، مرکز نخ ش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

الناس اعداء لما جهلوا

ترجمہ: لوگ دشمن ہوتے ہیں اس چیز کے جس سے وہ جاہل ہوں۔

بیت

فرد جاهل در سخن باشد دلیر		زان که آگاه نیست از بالا وزیر

ترجمہ: جاہل شخص بات کرنے میں بہت دلیر ہوتا ہے کیونکہ وہ (مقام ومرتبہ میں) چھوٹے بڑے کی تمیز سے ناواقف ہوتا ہے۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص ۲۵۹)

باب نمبر ۲۵

اذن، امر کی حقیقت

سوال: (۴۸) بطورِ اعتراض لکھا ہے:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی کی نہج نہ چھوڑیں کہ سات پشت سے مارہرہ شریف کا یہ خاندان برکات، حضرت غوثیت مآب کے خاندان سے نسبت غلامی رکھتا ہے۔ اور ہم سب غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کے پروردہ اور موروثی غلام ہیں اور حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو تمام اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) کا صدر نشین و پیشوا مانتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس طرح انبیاء مرسلین علیہم السلام میں حضور اقدس ﷺ کی شان (ارفع و اعلیٰ) ہے۔ اسی طرح جملہ اولیاء الٰہی میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان برتر و بالا ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ حضور خاتم ولایت نہیں جبکہ حضور ﷺ خاتم نبوّت ہیں اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تمام اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) پر خواہ وہ سابقین میں ہوں، یا معاصرین میں، حاضرین میں ہوں خواہ غائبین میں، ایک گونہ فضیلت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے کہ: **قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ** یعنی اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

(اور ہم اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ دعویٰ صادقہ کہ آپ کی شان کے سزاوار ہے، ان کلمات طیبہ لطیفہ میں باذنِ الٰہی، اس جناب حق آگاہی سے، بحالت ''صحو'' یعنی عالم ہوش وحواس میں سرزد ہوا۔ اور اسی حالت صحو ہوشیاری میں آپ ان الفاظ کے اظہار پر مامور و ماذون ہوئے۔ نہ کہ حالت سکر میں (کہ مدہوشی کا عالم ہوتا ہے) اور آپ کو اجازت بلکہ حکم دیا گیا کہ علی الاعلان اپنی اس ارفع و اعلیٰ شان کا اظہار کردیں۔ نیز آپ اس پر بھی مامور فرمائے گئے کہ جو آپ کی طرف رجوع نہ کرے اس سے ولایت واپس اور سلب فرمالیں۔ (نور علیٰ نور، ص ۴۱)

سوال: (۴۹) بطورِ اعتراض لکھا:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ء، لکھتے ہیں: **محبت غلو، دلائل اکابر**

یہ ضرور ہے کہ ہر شخص اپنی سرکار کی بڑائی چاہتا ہے مگر من وتو زید وعمرو کے چاہے کچھ نہیں ہوتا، چاہنا اس کا ہے جس کے ہاتھ میزان فضل ہے، غلبۂ شوق اور چیز ہے اور ثبوت دلائل اور۔ ہم جو کہتے ہیں خود نہیں کہتے بلکہ اکابر کا ارشاد ہے اجلۂ اعاظم کا جس پر اعتماد ہے، ایک تو خود حضور والا کا وہ فرمان واجب الاذعان کہ:

قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔

ترجمہ: میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ (بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار ذکر اخبار المشائخ عنہ بذلک مصطفی البابی مصر ص ۴)

کہ حضور والا علیہ الرحمۃ سے متواتر ہوا اور اکابر اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) نے بحکم الٰہی اسے قبول کیا اور قدم اقدس اپنی گردنوں پر لیا،

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۳۹۲ رضا فاؤنڈیشن نظامیہ رضویہ لاہور)

سوال: (۵۰) (بطورِ اعتراض) اس فرمان کا مفہوم

جناب غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کے متعلق یہ تو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بحکم الٰہی کہے گئے تھے، مگر وسعت فرمان کے معاملہ میں موجودہ دور کے بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص تھا، کیونکہ اولیائے متقدمین میں حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے متاخرین رضی اللہ عنہم میں حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ لیکن اکثریت اور اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اس قول کے تحت آپ علیہ الرحمۃ کے زمانہ کے اولیائے حاضر و غائب کے علاوہ، تمام اولیائے متقدمین و متاخرین بھی آتے ہیں۔ اور اولیاء سے مراد وہ ولی اللہ ہیں جو اصحاب و ائمۂ اہل بیت رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مختص ناموں سے منسوب نہیں۔ (مہر منیر، ص: ۴۱)

الجواب: امر نہیں، اذن

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(فان قلت): ان بعضهم يقول: اذا اعترضوا عليه فى فعله امرا من الامور ما فعلت ذلك الا بامر من الله تعالىٰ كما نقل عن سيدى عبد القادر الجيلانى رضى الله عنه انه ما قال قدمى هذه على عنق كل ولى الله تعالىٰ الا بعد امر الحق له بذلك فهل ذلك صحيح؟ (فالجواب) الامر بذلك غير صحيح ولعل الناقل لذلك اشتبه عليه الاذن بالامر اذ الاذن يطلق على المباح شرعا بخلاف الامر فانه تشريع جديد يقتضى عصيان من خالفه فافهم۔ وقد قال الشيخ محى الدين فى الباب الثانى والعشرين من الفتوحات: من قال من الاولياء ان الله تعالىٰ امره بشىء فهو تلبيس لان الامر من قسم الكلام وصفته وهذا باب مسدود دون الاولياء من جهة التشريع۔

اگر تو کہے کہ بعض کے کسی امر کو بالفعل اپنانے پر لوگ اعتراض کریں تو کہتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ کیا ہے۔ جیسے کہ سیدی عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قدمی هذه على عنق كل ولى الله تعالىٰ صرف اسی وقت فرمایا جب حق تعالیٰ نے آپ کو اس کا امر فرمایا۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کے متعلق امر صحیح نہیں۔ اور شاید اسے نقل کرنے والے پر اذن، امر کے ساتھ مشتبہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ اذن کا مباح شرعی پر اطلاق ہوتا ہے۔ بخلاف امر کے کہ یہ تشریع جدید ہے جو کہ اس کے خلاف کرنے والے کے عاصی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

پس سمجھ لے اور شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ نے فتوحات کے بائیسویں باب میں فرمایا ہے کہ اولیاء میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کا امر فرمایا ہے تو یہ تلبیس ہے۔ کیونکہ امر کلام کی قسم اور اس کی صفت سے ہے اور یہ دروازہ از روئے تشریع اولیاء پر بند ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۴۴، ۳۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امر واذن میں فرق:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

فرق میان امر واذن آنست کہ در امر طلب است وفرمودن کاریست بطریق ایجاب یاندب و در اذن طلب نیست بلکہ برداشتن مانع است ازان باباحت پس پاریہ اذن فروتر از مرتبۂ امر است ولہٰذا گفتہ اند کہ اذن قوت واستعداد می بخشد وامر بفعل ووجود می آرد پس چون اجابت قلب نفس را بمطلوب وے بی امر واذن حق باشد حاصل می شود می گردد بآن اجابت بیخبری از باد حق۔

ترجمہ: امر واذن کے درمیان فرق یہ ہے کہ امر میں طلب ہے اور کسی کام کا حکم وفرمان بطریق واجب یا مستحب ہے اور اذن میں طلب نہیں ہے۔ بلکہ برداشت کرنا اس سے مانع ہے کیونکہ وہ مباح ہے لہٰذا اذن کا مرتبہ امر کے مرتبہ سے کم تر ہے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ اذن قوت واستعداد عطا کرتا ہے اور امر فعل ووجود میں لاتا ہے پس جب دل کی نفس کے ساتھ موافقت اس کے مطلوب کے لیے اللہ تعالیٰ کے امر واذن کے بغیر ہو جائے گی۔

(شرح فتوح الغیب، المقالۃ، الثانیۃ والعشرون، ص، ۱۳۲، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ترجمہ: نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ (سورۂ فاتحہ:۹)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے یہود، اور ضالین سے عیسائی مراد ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عداوت کے کفر سے محبّت کا کفر نرم ہے، یہود عداوت پیغمبر کی وجہ سے کافر ہیں اور عیسائی محبّت پیغمبر میں حد سے بڑھ کر کافر ہوئے مگر رب نے یہود کو مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ فرمایا، اور عیسائیوں کو گمراہ، دوسرے یہ کہ مومن کو چاہئے کہ عقائد، اعمال، سیرت، صورت ہر چیز میں یہود ونصاریٰ اور تمام کفّار سے علیحدہ رہے نہ ان کی سی صورت بنائے اور نہ ان کی رسمیں اختیار کرے نہ ان کے سے عقیدے اختیار کرے، کیوں کہ یہ تمام چیزیں کفّار کا راستہ ہیں

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، ص، ۲)

حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ کے قول کی حقیقت اعلیٰ حضرت کے نزدیک

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

متشابہات جس طرح اللہ ورسول کے کلام میں ہیں یونہی ان کے اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں:

کما افادہ اما الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: جیسا کہ طریقت کے امام، حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین ملت کو زندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے افادہ فرمایا۔

یہ ہے بحمد اللہ سلامت اور اللہ ﷻ کے ہاتھ ہدایت:

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھاراستہ دکھاتا ہےاورسب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔جوتمام جہانوں کاپروردگار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ،ج،۲۲،ص،۵۱۸،رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ

ترجمہ: جومیری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔(القرآن الکریم، ۳۱/۱۵)

صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے زیادہ اللہ ﷻ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا،فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اھل الدین

ترجمہ: دینداروں کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ،کتاب الکراھیۃ،الباب السابع عشر،نورانی کتب خانہ پشاور،۵/۳۵۲)(فتاوٰی رضویہ،ج،۲۲،ص،۵۵۹،رضافاؤنڈیشن،جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور)

باب نمبر ۲۶

قدم اپنے وقت:

سوال: (۵۱) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

سوال: لفظ ولی اللہ اصحاب کرام ﷺ پر بھی بولا جاسکتا ہے تو چاہئے کہ حسب قول مذکورہ آپ کا قدم اصحاب کرام کی گردن پر بھی ہو؟

جواب: متاخرین کے عرف ومحاورہ میں ولی اللہ ماسوائے صحابہ پر بولا جاتا ہے۔ (مقالہ مولانا فیض احمد صاحب فیض صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف)

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۵۶)

سوال: (۵۲) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

اب یہ سوال کہ متقدمین اولیاء کرام اور متاخرین اولیاء کرام میں صحابہ کرام ﷺ اور امام مہدی علیہ السلام بھی آتے ہیں جو بالاجماع غوث پاک سے افضل ہیں۔ لہٰذا پیران پیر کا قول کل اولیاء کو شامل نہ ہوا؟

یہ سوال بھی مغالطہ کے طور پر اٹھایا گیا ہے۔ اسلئے کہ بحث نفس ولایت میں ہے صحابیت وخلافت میں نہیں۔ ولایت وصف عام ہے اور صحابیت وخلافت میں وصف خاص۔ ان دو کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ صحابہ میں ولایت سے زائد صحابیت کا وصف ہے جو زہد وتقوی، عبادت وریاضت، ولایت و معرفت اور علوم اسرار ومعارف کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایمان کی حالت میں ظاہراً دیدار مصطفی ﷺ اور مجلس ظاہری پالینے سے حاصل ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ صحابہ کرام ﷺ کے بعد امت میں طریقت کے سلاسل اربع کے جامع اور مرکز حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی ﷺ ہیں۔ اب جس کو جو فیض ملے آپ کے در سے اور واسطہ ووسیلہ سے ملے ہر ولی ہر غوث آپ کا شیدائی ہر غیث آپ کے در کا پیاسا، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے کیا خوب ارشاد فرمایا۔ اور اس عقیدہ کی کیا خوب وضاحت فرمائی ہے۔ (صفحہ ۱۳، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۵۳) ان علماء حق کو بھی چاہئے کہ وہ امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے عشق ومحبت اور امام اولیاء، پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی کو سرتاج وسرخیل اولیاء اللہ ہونے کا عقیدہ۔ (صفحہ ۲۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۵۴) غوث پاک ﷺ کی گفت مبارک: قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ قول مبارک تمام اولیاء کو شامل ہے۔ پہلے ترکیبی اعتبار سے دیکھ لیں۔

''قدمی ھذہ صفت باموصوف مبتدا ہے علی رقبتہ کل ولی اللہ ظرف مستقر ہو جملہ خبریہ ہوا۔ اس طرح یہ جملہ اسمیہ خبریہ بنا۔ اب اصول فقہ اور علم نحو کی

تمام کتابیں دیکھ لیں ان میں لکھا ہے کہ جملہ اسمیہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کا قدم مبارک تمام اولیاء کرام کی گردنوں پر ہے۔ خواہ اولیاء اولین ہوں یا آخرین کیونکہ یہ قول شیخ حقیقت میں قول خدا ہے۔ کما قال السید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،۱۷۹)

پیر صاحب کا دعوی تزکیہ نفس، تکبر وتعلی اور تعاظم وتفاخر پر مبنی ہے نہ اظہار نعمت اور تحدیث نعمت سچ فرمایا میرے خدا نے۔

وانهم ليصدون عن السبيل ويحسبون انهم مهتدون، حتى اذا جاء نا قال يليت بيني وبينك بعد المشرقين فبس القرين (۵ پارہ ۲۵ القرآن)

(صفحہ ۶۸، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۵۵) بطور اعتراض، غلام مصطفیٰ رضوی مجددی نے لکھا:

دو شعروں کا مفہوم

''کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے درج ذیل شعروں میں امام ربانی پر تنقید کی ہے بلکہ ان پر گمراہی کا فتویٰ لگایا ہے۔

آنکه پایش بر رقاب اولیائے عالم است		و انکه این فرمود و حق فرمود با الله آں تو ئی
اندریں قول آنچه تخصیصات بیجا کرده اند		از "زلل" یا از "ضلالت" پاک از اں بهتان توئی

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے پہلے شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مشہور ارشاد قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله (۱۴) کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوسرے شعر میں ان دو گروہوں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو اولیاء وقت تک محدود سمجھتے ہیں، ان دو گروہوں میں ایک گروہ وہ ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت سے سرشار ہے مگر یہ ارشاد سمجھنے میں اس سے لغزش ہوگئی۔ دوسرا گروہ گمراہ افراد پہ مشتمل ہے جو اپنی گمراہی کی وجہ سے یہ ارشاد نہ سمجھ سکا ''زلل'' اور ''ضلالت'' کا فرق اہل علم پہ خوب روشن ہوگا۔ اس تشریح کی روشنی میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر یہ الزام لگانا ہے کہ انہوں نے امام ربانی قدس سرہ کو گمراہ کہا ہے۔ یہ بہت زیادتی کی بات ہے اولاً۔

انہوں نے اپنے شعروں میں کونسا امام ربانی علیہ الرحمۃ کا نام لیا ہے؟ ثانیاً اگر ان کے ذہن میں امام ربانی علیہ الرحمۃ کا نام بھی ہے جس کا معترضین شاید اپنی نگاہ کشف سے مشاہدہ کر رہے ہیں تو یقیناً وہ امام ربانی علیہ الرحمۃ کو اہل ضلالت میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے بہت بعید ہے کہ وہ ایک گمراہ شخص کو امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے القاب سے یاد کریں اور اس کے حوالے اپنی تائید میں پیش کر کے اوروں پر حجت تمام کریں بلکہ اس کے قول کو ارشاد ہدایت کی بنیاد کہہ کر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام ربانی علیہ الرحمۃ کو اجتہادی لغزش والوں میں شمار کرتے ہوں کیونکہ امام ربانی علیہ الرحمۃ نے غوث اعظم علیہ الرحمۃ کے مذکورہ ارشاد کے بارے میں لکھا ہے

بایددانست کہ ایں حکم مخصوص باولیائے آں وقت است، اولیائے ماتقدم و ماتاخر ازیں حکم خارج اند

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے، متقدمین ومتاخرین اولیاء اس حکم سے خارج ہیں۔

جبکہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی محبت اور اپنی تاخیر کی وجہ سے اس ارشاد کو اولیاء وقت تک محدود نہیں سمجھتے اور یاد رہے کہ اگر کوئی محقق مخلص اپنی

تحقیق واخلاص کی بنیاد پر کسی بزرگ کے قول کو خطاء ولغزش پر مبنی کہہ دے تو اسے گستاخی نہیں کہنا چاہیئے

آخر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بھی بعض بزرگ مثلاً جنید علیہ الرحمۃ اور بایزید علیہ الرحمۃ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ ابن عربی فرید علیہ الرحمۃ وجامی علیہ الرحمۃ کی تمام تر عظمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان بعض باتوں کو سکریہ قرار دیا ہے بلکہ بعض حضرات صحابہ (علیہم الرضوان) کے بارے میں تمام علمائے اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ ان سے خطائے اجتہادی کا ظہور ہوا ہے کیا اس عقیدہ کی بنا پر ان تمام علمائے اہلِ سنت کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا نیز قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زلت کہ (جس کی جمع زلل) ہے کا لفظ استعمال کیا ہے اس کو کہا جائے گا معترضین کے نزدیک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ امام ربانی قدس سرہ کو پسند نہیں کرتے تو کیا وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو بھی پسند نہیں کرتے ان کے شیخ دہلوی نے بھی (فتوح الغیب) فارسی کے دیباچہ میں غوث اعظم علیہ الرحمۃ کا مذکورہ ارشاد ''اولیائے وقت کے ساتھ'' مخصوص لکھا ہے اور شیخ الشیوخ سہروردی علیہ الرحمۃ کو گمراہ کہتے ہوں گے کہ جنہوں نے اس ارشاد کو کلمات سکریہ کہا ہے؟

سب جانتے ہیں کہ شیخ دہلوی علیہ الرحمۃ اور جناب سہروردی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگوں کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے بڑے القاب واکرام سے یاد کیا ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک شیخ دہلوی علیہ الرحمۃ اور جناب سہروردی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک مخصوص کر کے گمراہ نہیں ہوئے ان سے فکری لغزش ہوگئی اس طرح امام ربانی علیہ الرحمۃ گمراہ نہیں ہوئے (نہ ان کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے گمراہ کہا) بس ان سے فکری لغزش ہوگئی اور لغزش عناد کی وجہ سے نہیں تھی، اجتھاد کی وجہ سے تھی اتنی معمولی سی بات پر اتحاد واتفاق جیسی اہم ضروریات کو پارہ پارہ کرنا کہاں کا انصاف ہے''۔

(مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی، ص ۱۹)

سوال: (۵۶) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

منکرین افضلیت غوث الوریٰ امام احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ۔

مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل		بحکم اولیاء باطل ہے یا غوث

نیز بارگاہ غوث اعظم میں عرض کیا۔ آپ وہ ہیں جن کا قدم اولیاء عالم کی گردنوں پر ہے۔ جبکہ خواجہ اجمیری سلطان الہند عطاء الرسول نے عرض کیا کہ آپ کا قدم صرف گردن پر نہیں بلکہ میرے سر آنکھوں پر جو لوگ قدمی ہذہ کے فرمان میں بے جا تخصیص کرتے ہیں ان میں جو مخلصین اہل علم وفضل ہیں یہ ان کی لغزش ہے اور جو ضد ومقابلہ وعناد میں بہتان تراشی کرتے ہیں یہ ان کی ضلالت وگمراہی۔ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۸۵)

ان دلائل اور شواہد سے واضح ہوگیا کہ غوث اعظم کا کلام واقدامی علی عنق رجال قیامت تک کے ولیوں کے گردن پر ہے۔ افغانی پیر تو ولی ہی نہیں تو غوث اعظم سے چھ مقامات میں فوقیت کیسے آگئی۔ یا اسفا و یا عجبا افغانی پیر میں تو تنزل ہی تنزل ہے، تکبر ہی تکبر ہے، تحسر ہی تحسر ہے تجبر ہی تجبر ہے، کرامت کہاں؟ استقامت کہاں

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۲۲)

سوال: (۵۷) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بارگاہِ غوثیت مآب علیہ الرحمۃ میں یوں نیاز مندانہ سلام پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

جن کی منبر بنی گردن اولیاء		اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

(مظہر لاریب، ص ۲۷)

الجواب:

قدم مبارک کے بارے میں تیس سال پہلے خبر دے دی

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر شطنوفی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

الشیخ العارف أبا عمر وعثمان الصریفینی یقول: کانت بدایة أمری أنی کنت لیلة بصریفین مستلقیاً علی ظهری تحت السماء، فمرت فی الفضاء خمس حمامات فسمعت احداهن تقول بلسان فصیح کمنطق الآدمیین سبحان من عنده خزائن کل شیئ خلقه ثم هداه، وسمعت الاخری تقول: سبحان من بعث الانبیاء حجة علی خلقه، وفضل علیهم محمداً صلی الله علیه وسلم وسمعت الاخری تقول: کل ماکان فی الدنیا باطل الا ماکان لله ورسوله، وسمعت الاخری تقول: یاأهل الغفلة عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم،

قال: فغشی علی- وافقت وقد نزع من قلبی حب الدنیا وما فیها، فلما اصبحت عاهدت الله تعالیٰ ان أسلم نفسی لشیخ یدلنی علی ربی عزوجل، وسرت لا أدری أین آخذ فاستقبلنی شیخ وافر الهیبة ظاهر الوضاءة، فقال لی السلام علیک یا عثمان، فرددت علیه السلام وأقسمت علیه من أنت، وکیف عرفت اسمی وما رأیتک قط، فقال أنا الخضر، وکنت الساعة عند الشیخ عبد القادر فقال لی: یا أبا العباس قد جذب البارحة رجل من أهل صریفین اسمه عثمان، وقد قبل وأقبل علیه ونودی من فوق سبع سماوات: مرحباً بک یا عبدی، وقد عاهد الله تبارک وتعالیٰ أن یسلم نفسه لمن یدله علی ربه عزوجل، فاذهب الیه تجده فی الطریق فاتنی به۔

ثم قال لی: یا عثمان الشیخ عبدالقادر سید العارفین فی هذا لعصر، وقبلة الوافدین فی هذا الوقت، فعلیک بملازمة خدمته۔ وتعظیم حرمته۔ فما شعرت بنفسی الا وانا ببغداد فی أسرع وقت، وغاب عنی الخضر فما رأیته بعد ذلک الی سبع سنین، فدخلت علی الشیخ عبدالقادر رضی الله عنه فقالی لی: مرحباً بمن جذبه مولاه الیه بالسنة الطیر، وجمع له کثیراً من الخیر، یاعثمان سیهبک الله مریداً اسمه عبد الغنی بن نقطة یعلو کثیراً من الاولیاء، یباهی الله تعالیٰ به الملائکة، ثم وضع علی رأسی طاقیة، فلما لمست رأسی وجدت فی یافوخی برداً اتصل بفؤادی، وأثلج قلبی، فکشف لی عن الملکوت، وسمعت العوالم وما فیها تسبح الله تعالیٰ باختلاف اللغات، وأنواع التقدیس، فکاد عقلی یذهب، فرمانی الشیخ بقطنة کانت فی یده، فثبت الله تعالیٰ علیّ عقلی، وزادنی تمکیناً، ثم اجلسنی فی خلوة فمکثت فیها أشهراً، فوالله ماوجدت أمراً باطناً، ولا ظاهراً الاأخبرنی به قبل أن أفوه به، ولا وصلت الی مقام ولا حال، ولا شاهدت مشهداً، ولا کوشفت بعلم من الغیب الا أخبرنی به قبل أن أناله، فیفصل لی أحکامه، ویحل لی مشکلاته، ویبین لی أصله وفرعه، ومازال ینزلنی منزلة بعد منزلة الی ما شاء الله من علمه وأخبرنی بامور وقعت لی کما أخبر بعد اخباره بثلاثین سنة، وکان بین لبسی منه، ولبس ابن نقطة منی خمس وعشرون سنة، وهو کما وصف لی رضی الله عنه۔

ترجمہ: شیخ عارف ابوعمر وعثمان صریفینی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میرا ابتدائی حال یہ تھا کہ میں ایک رات ''صریفین'' میں باہر چت لیٹا ہوا تھا۔ تب پانچ، کبوتر اڑتے ہوئے مجھ پر سے گزرے۔

میں نے ایک کو بزبان فصیح جیسے آدمی بولتا ہے یہ کہتے ہوئے سنا:

یعنی وہ اللہ پاک ہے جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں اور نہیں اتارتا مگر ایک معلوم اندازہ کے مطابق۔

اور دوسرے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

یعنی وہ پاک ذات ہے کہ جس نے ہر شے کو پیدا کیا پھر ہدایت دی۔

تیسرے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

وہ اللہ پاک ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مخلوق پر حجت بھیجا اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی

اور چوتھے کو سنا وہ یہ کہتا ہے:

یعنی ہر شے کہ دنیا میں ہے برباد ہے مگر جو کہ اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو۔

اور پانچویں سے سنا کہ وہ یہ کہتا ہے:

یعنی اے مولیٰ سے غفلت کرنے والو! تم اپنے رب کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔ جو کہ رب کریم ہے بہت کچھ دیتا ہے اور بڑے گناہ بخشتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ کلام سن کر غش آ گیا اور ہوش آیا تو میرے دل سے دنیا اور اس کی چیزوں کی محبت جاتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے خدا سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو ایسے شیخ کے سپرد کروں گا جو میرے رب کا راستہ مجھے بتلائے اور میں وہاں سے چل دیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ تب مجھ کو ایک شیخ ملا جو کہ صاحب جلال اور روشن چہرہ والا تھا۔ مجھ کو اس نے کہا کہ ''**السلام علیک یاعثمان**'' میں نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ میں نے ان سے تبسم کے ساتھ پوچھا۔

''آپ کون ہیں اور میرا نام آپ نے کیسے پہچان لیا؟ حالانکہ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔''

انہوں نے کہا: (**انا خضر؟**) ''میں خضر ہوں۔''

اور فرمایا: میں اس وقت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالعباس رضی اللہ عنہ! آج کی رات صریفین والوں میں ایک شخص کو جس کا نام ''عثمان'' ہے کشش ہوئی ہے۔ وہ خدا عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ خدا عزوجل کی طرف سے وہ مقبول ہوا اور ساتویں آسمان پر سے اس کو پکارا گیا کہ اے میرے بندے تجھے مرحبا! اس نے خدا عزوجل سے عہد کیا کہ اپنے آپ کو ایسے شخص کے سپرد کرے جو کہ اس کو پروردگار عزوجل کی راہ دکھائے سو تم جاؤ اور اس کو راستہ میں پاؤ گے اس کو میرے پاس لے آؤ۔

پھر مجھے کہا کہ:

اے عثمان رضی اللہ عنہ! اس زمانہ میں شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ عارفوں کے سردار ہیں اور اس وقت آنے والوں کے قبلہ ہیں۔ تمہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی خدمت وعزت کرنا لازم ہے۔

پھر مجھے کچھ خبر نہیں ہوئی ہوئی مگر اسی حال میں کہ میں بغداد بہت جلد پہنچ گیا اور خضر علیہ السلام مجھ سے غائب ہو گئے پھر میں نے ان کو سات (۷) سال تک نہ دیکھا۔

تب میں شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: کہ ایسے شخص کو مرحبا ہے جس کو اس کے مولیٰ نے جانوروں کی زبانوں میں اپنی طرف جذب کر لیا اور اس کے لیے بہت سی نیکی جمع کی۔

اے عثمان رضی اللہ عنہ! عنقریب خدا عزوجل تم کو ایسا مرید دے گا۔ جس کا نام ''عبدالغنی بن نقطہ علیہ الرحمہ'' ہوگا۔ وہ بہت سے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) سے بڑھ جائے گا۔ اللہ عزوجل کا اس کے سبب فرشتوں کے ساتھ فخر کرے گا پھر میرے سر پر ایک ٹوپی رکھی۔ جب وہ میرے سر پر آئی تو میں نے اپنے تالو میں ایسی ٹھنڈک پائی جو میرے دل تک پہنچی۔ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ تب مجھ کو عالم ملکوت کا حال معلوم ہو گیا۔ میں نے سنا کہ تمام جہان اور اس کی چیزیں مختلف بولیوں میں خدا کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہے ہیں۔ قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہتی۔ تب آپ نے مجھ پر روئی ڈال دی جو کہ آپ کے ہاتھ میں تھی پھر اللہ عزوجل نے میری عقل قائم رکھی اور میرا حوصلہ بڑھا دیا۔

پھر مجھے خلوت میں بٹھایا اور میں اس میں کئی مہینے تک رہا خدا کی قسم! میں نے کوئی امر ظاہر و باطن میں ایسا نہیں پایا کہ جس کی مجھے آپ نے میرے بولنے سے پہلے خبر نہ دی ہو اور نہ میں کسی مقام پر پہنچتا اور نہ کوئی حال مشاہدہ کرتا اور نہ کوئی غیب کا حال مجھ پر کھلتا مگر آپ پہلے ہی سے مجھے خبر دے دیتے اور اس کے احکام مفصل بیان کر دیتے۔ اس کی مشکلات حل کر دیتے۔ اس کی اصل و فرع مجھے بتلا دیتے۔

ہمیشہ آپ مجھ کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتے رہے۔ جہاں تک خدا عزوجل کے علم میں میرے لیے تھا مجھے ان امور کی خبر دی جو مجھ پر پیش آنے والے تھے تیس (۳۰) سال کے بعد وہ ویسے ہی ہوئے جیسے آپ نے خبر دی تھی۔ آپ سے مجھے خرقہ پہننے اور ابن نقطہ کو مجھ سے خرقہ پہننے کے زمانہ میں پچیس (۲۵) سال کا فاصلہ تھا وہ ویسا ہی نکلا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۸۷، ۸۸، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمہ کی پیش گوئی:

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: اخبرنا شيخنا الشيخ ابو بكر بن هوار البطائحي رضى الله عنه فى مجلسه يوما بين اصحابه، ذكر احوال الاولياء، ثم قال: سوف يظهر بالعراق رجل من العجم عالى المنزلة عند الله وعند الناس اسمه عبد القادر، ومسكنه ببغداد يقول: قدمى هذه على رقبة كل ولى الله، وتدين له الاولياء فى عصره، ذلك الفرد فى وقته۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمہ نے اپنی مجلس میں ایک دن اپنے اصحاب میں اولیاء کے حالات کا ذکر کیا پھر کہا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی مرد اللہ عزوجل اور لوگوں کے نزدیک بلند مرتبہ ہوگا۔ اس کا نام ''عبدالقادر'' ہوگا۔ اس کی سکونت بغداد میں ہوگی وہ کہے گا کہ: ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' اس کے زمانہ کے اولیاء اس کی بات مانیں گے۔ وہ اپنے وقت میں فرد ہوگا۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۱۴، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ ابو احمد عبداللہ جونی علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی:

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

یقول: اشھدت انه سیولد بارض العجم مولود له ظھور عظیم بالکرامات وقبول تام عند کافة الاولیاء یقول: قدمی ھذه علی رقبة کل ولی الله، وتندرج الاولیاء فی وقته تحت قدمه ذلک الذی یشرف به اھل زمانه وینتفع به من رآه۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ جونی ملقب بالحقی بجبل حرد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب عجم کی زمین میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی کرامات کا بڑا ظہور ہوگا اور تمام اولیاء کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ: ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' اس کے وقت میں اولیاء اس کے قدم کے نیچے ہوں گے جس سے اس کے زمانہ کے لوگ مشرف ہوں گے اور جو اس کو دیکھے گا، اس سے نفع حاصل کرے گا۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۱۵، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان) (بہجۃ الاسرار، صفحہ 15 موسسۃ الاشرف پاکستان)

حضرت سیّدنا ابوالوفا کاکیس علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: وکان قد اخذ عنه وصحبه مدة، قالوا: کان الشیخ عبد القادر یأتی فی صغره وھو شاب الی زیارة شیخنا تاج العارفین ابی الوفاء کاکیس رضی الله عنه ببغداد بقلمونیا، فحین یراه ابو الوفاء ینھض له ویقول لمن حضره: قوموا الولی الله، وربما یمشی فی وقت خطوات یتلقاه، وربما قال فی وقت من لم یقم لھذا الشاب لم یقم لولی الله، فلما تکرر ذلک منه قال له اصحابه فی ذلک۔

فقال: لھذا الشاب وقت اذا جاء افتقر الیه الخاص والعام، وکأنی اراه قائلا ببغداد علی رؤوس الاشھاد، وھو محق: قدمی ھذه علی رقبة کل ولی الله، فتتواضع له رقاب الاولیاء فی عصره اذ ھو قطبھم فی وقته، فمن ادرک منکم ذلک الوقت فلیلزم خدمته۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابو محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن طسفونجی علیہ الرحمۃ نے حضرت سیّدنا علی کرخی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ اپنی جوانی کی حالت میں ہمارے شیخ تاج العارفین ابوالوفا کاکیس علیہ الرحمۃ کی زیارت کو بغداد سے ''قلمونیا'' میں آیا کرتے تھے اور جب ابوالوفا کاکیس علیہ الرحمۃ ان کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور حاضرین سے کہتے کہ:

قوموا الولی الله

ترجمہ: اللہ عزوجل کے ولی کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

اکثر ان کی خاطر چند قدم چل کر ملتے اور ایک وقت میں یہ بھی کہا تھا

من لم یقم لھذا الشاب لم یقم لولی الله

ترجمہ: جو شخص اس جوان کے لیے کھڑا نہ ہوا وہ کسی ولی اللہ کے لیے کھڑا نہ ہوا۔

اور جب آپ سے لوگوں نے یہ بات بار بار سنی تو اس بارے میں آپ کے مریدوں نے کہا تو فرمایا کہ:

اس جوان پر ایک وقت آئے گا کہ خاص و عام اس کے محتاج ہوں گے اور گویا میں اعلانیہ مجمع میں یہ کہتا ہوا دیکھتا ہوں اور وہ سچا ہوگا کہ

قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔

پس اولیاء اللہ کی گردنیں اس کے لیے جھک جائیں گی کیونکہ اس وقت میں وہ ان کا قطب ہوگا۔ اب جو شخص تم میں سے اس وقت کو پائے تو اس کو اس کی خدمت لازم ہے۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۱۶، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق علیہ الرحمۃ

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال سمعت والدی رحمه الله یقول: حججت من مصر واتیت بغداد لزیارة مشایخنا نفعنا الله بهم، فحضرت مجلس شیخنا الشیخ، محی الدین عبد القادر رضی الله عنه، وفیه یومئذ اجلاء ومشائخ العراق، وکنت جالسا الی جانب الشیخ ابی الکرم الاکبر المعمر، وابی عبد الله محمد الدربانی القزوینی رضی الله عنه، فقال الشیخ عبد القادر: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله، فمد جمیع الحاضرین اعناقهم، ووضعت انا رأسی حتی دنوت الی الارض، وکذلک فعل الشیخ ابو الکرم، فلما انصرف الناس قال لی الشیخ ابو الکرم: لم یبق فی الارض من ولی الله تعالی حتی فعل کما فعل الحاضرون الا رجلا باصبهان، فانه لم یفعل فغلب، حاله فصدقه الدربانی علی ذلک۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ وعلامہ ابو عمرو عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامہ قرشی حنبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے مصر سے حج کا ارادہ کیا اور بغداد میں اپنے مشائخ کی زیارت کے لئے آیا۔ خدا ہم کو ان سے نفع پہنچائے۔ جب میں اپنے حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس دن بغداد میں عراق کے بڑے بڑے مشائخ جمع تھے اور میں شیخ ابو الکرم معمر علیہ الرحمۃ اور ابو عبد اللہ محمد دربانی قزوینی علیہ الرحمۃ کی ایک جانب بیٹھا تھا پھر شیخ عبد القادر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله **ترجمہ:** میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اس وقت تمام حاضرین نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا اور میں نے اپنا سر جھکا دیا۔ یہاں تک کہ زمین کے قریب ہوگیا اور ایسا ہی شیخ ابو الکرم علیہ الرحمۃ نے کیا۔ جب لوگ چلے گئے تو مجھ کو شیخ ابو الکرم علیہ الرحمۃ نے کہا کہ زمین میں کوئی ولی اللہ نہیں رہا جس نے حاضرین کی طرح سر نہ جھکایا ہو مگر ایک شخص نے ''اصبہان'' میں کہ اس نے سر نہیں جھکایا۔ سو اس کا حال بدل گیا۔ تب دربانی علیہ الرحمۃ نے اس کی تصدیق کی۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۳۶، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کلام:

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

الشیخ شهاب الدین ابو حفص عمر السهروردی، یقول: دخلت مع عمی شیخنا الشیخ ابی النجیب رضی الله عنه، فی سنة ستین، وخمسمائة، الی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه، فتأدب عمی معه ادبا عظیما، وجلس بین یدیه اذنا بلا لسان، فلما رجعنا الی النظامیة، قلت له فی ذلک الوقت عن التأدب مع الشیخ۔ فقال: کیف لا اتأدب معه، وهو له الوجود التام، وقد صرف فی عالم الملک، وبوهی به فی وجود الملکوت، وانفرد فی عالم الکون فی هذا الوقت، وکیف لا اتأدب مع من صرفه مالکی فی قلبی، وحالی، وفی قلوب الاولیاء واحوالهم، ان شاء امسکها، وان شاء ارسلها رضی الله عنه، وعنهم اجمعین۔

ترجمہ: شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میں اپنے چچا اور شیخ ابو النجیب علیہ الرحمۃ کے ساتھ، ۵۶۰ھ میں شیخ محی الدین عبد القادر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گیا۔ میرے چچا نے ان کا بڑا ادب کیا اور ان کے سامنے کانوں کے ساتھ بغیر زبان کے بیٹھے جب ہم نظامیہ کی طرف لوٹے تو میں نے ان سے اس وقت شیخ کے ساتھ ادب کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: کہ میں ان کا کیسے ادب نہ کروں حالانکہ ان کا وجود تام ہے۔ عالم ملک میں ان کا تصرف ہے وجود ملک میں ان کے ساتھ فخر کیا جاتا ہے۔ عالم موجودات میں وہ اس وقت ایک فرد ہیں۔ اور ایسے شخص کا کیسے ادب نہ کروں کہ جس کو اللہ عزوجل نے میرا مالک بنادیا ہے۔ میرے دل اور میرے حال میں اور اولیاء کے دلوں اور ان کے احوال میں چاہے تو ان کو روک لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۴۳۸، ۴۳۹، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کلام

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: اخبرنا ابو الحسن، قال: سمعت الشیخ حیاة بن قیس الحرانی رضی الله عنه بها۔ یقول: الشیخ عبد القادر سلطان العارفین فی وقتنا هذا۔

حضور سیّدنا ابو الحسن علیہ الرحمۃ! نے کہا کہ میں نے حضرت سیّدنا شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمۃ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ (الشیخ عبد القادر سلطان العارفین فی وقتنا هذا) شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ ہمارے اس وقت میں سلطان العارفین ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۴۴، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

یقول: سمعت الشیخ حیاة بن قیس رضی الله عنه، بحران، یقول: ان الله تعالی یدر الضرع فی وقتنا هذا، وینزل الغیث، ویدفع البلاء ببرکة الشیخ عبد القادر رضی الله عنه، وهو سید الاولیاء والمقربین، فی هذا الحین۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ حیات بن قیس علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اللہ عزوجل ہمارے اس وقت کے حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی برکت سے تھنوں میں دودھ دیتا ہے۔ بارش اتارتا ہے۔ بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ وہ اس وقت سید الاولیاء والمقربین ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۴۴، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں آپ کا فرمان:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد ذكر الشيخ عبد القادر رضى الله عنه، الشيخ عبد القادر من صدور شيوخ الحضرة، وافراد الوجود، وقد نطق بالحكمة، سلمت اليه احكام التصريف فى كل قريب وبعيد من اهل زمانه فى الاخذ والعطاء، والقبول والرد، وهو نائب رسول الله ﷺ، فى هذا الوقت رضى الله عنهم اجمعين۔

ترجمہ: آپ علیہ الرحمۃ فرماتے تھے اس حال میں کہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کا ذکر ہو رہا تھا کہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ حضوری کے شیوخ کے صدر اور وجود کے افراد ہیں۔ وہ حکمت کی باتیں کرتے ہیں اور احکام تصریف ہر قریب و بعید میں ان کے زمانہ میں لینے اور دینے قبول ورد ان کے سپرد کیے گئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اس وقت نائب ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۴۸، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کلام

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اباالغنايم مقدام بن صالح البطايحى بالهدادية۔ يقول: جاء رجل من اصحاب الشيخ عبد القادر رضى الله عنه من بغداد، الى زيارة الشيخ عثمان بن مرزوق بالبطايح۔ فقال له الشيخ عثمان: يا هذا من اين اقبلت؟ قال: من بغداد، من اصحاب الشيخ عبد القادر، فقال له الشيخ عثمان: الشيخ عبد القادر خير اهل الارض فى هذا الوقت رضى الله عنهم اجمعين۔

ترجمہ: مقدام بن صالح بطائحی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں سے شیخ عثمان بن مرزوق علیہ الرحمۃ کی زیارت کو جنگل میں آیا تو اس کو شیخ عثمان علیہ الرحمۃ نے کہا اے شخص! کہاں سے آتا ہے؟ اس نے کہا بغداد سے اور میں شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کا مرید ہوں۔ تب شیخ نے اس سے کہا کہ (الشيخ عبدالقادر خير اهل الارض فى هذا الوقت)

ترجمہ: شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ اس وقت میں زمین والوں سے بہتر ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۶۷، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کلام:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اخبرنا الشریف ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن الخضر الحسینی الموصلی، قال: سمعت ابی علیہ الرحمۃ یقول: رأیت قضیب البان الموصلی غیر مرۃ، یجلس بین یدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ، متواضعا متصاغرا وسمعت یقول: الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ قائد رکب المحبین، وقدوۃ السالکین، وامام الصدیقین، وحجۃ العارفین، وصدر المقربین فی ھذا الوقت رضی اللہ عنھم اجمعین۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن خضر حسینی موصلی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے اپنے والد علیہ الرحمۃ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے قضیب البان موصلی علیہ الرحمۃ کو بارہا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے سامنے بتواضع وانکسار بیٹھے دیکھا ہے میں نے ان سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمۃ رکب المحبین وقدرۃ السالکین وامام الصدیقین، حجۃ العارفین صدر المقربین فیز ھذہ الوقت

''عاشقوں کے قافلہ کے سردار اور کھینچنے والے ہیں۔وہ اس وقت پیشواء سالکین امام الصدیقین حجۃ العارفین صدر المقربین ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص۱۷۳، موسسۃ الشرف بلاحور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ حضرت سیّدنا شیخ سوید علیہ الرحمۃ کی نظر میں:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو عمر عثمان بن عاشور السنجاری بھا۔ قال: سمعت شیخنا الشیخ سویدا رضی اللہ عنہ غیر مرۃ۔ یقول: الشیخ عبد القادر شیخنا وسیدنا وامامنا، وقدوتنا الی اللہ تعالیٰ ورسولہ ﷺ۔ وھو المقدم علی جمیع اھل عصرہ فی علم الحال، ومقامات الثبوت بین یدی اللہ عز وجل۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوعمر وعثمان بن عاشور اسنجاری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے اپنے حضرت سیّدنا شیخ سوید علیہ الرحمۃ سے کئی دفعہ سنا وہ کہا کرتے تھے کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ ہمارے شیخ اور سردار وامام وپیشواء ہیں اللہ عزوجل اور رسول ﷺ تک، وہ اپنے تمام اہلِ عصر پر علم حال ومقامات ثبوت میں اللہ عزوجل کے سامنے مقدم ہے۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص۳۳۸، موسسۃ الشرف بلاحور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ رسلان دمشقی علیہ الرحمۃ:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، واخبرنا بذلک وقال: اللہ در من شرب من بحار القدس وجلس علی بساط المعرفۃ والانس

وشاهد سره بعظم الربوبية، واجلال الاحدية فتلاشا وصفه فى شهود الكبرياء وفنى وجوده عند معاينة مقام الفرار، وهب على،روحه نسمات روح الازل بلا خجل ولا وجل، فنطق بالحكم من معادن الانوار، وامتزج بسويداء سره كمون الاسرار، فيوفى الحضور صاحى وفى الصحو ماحى، واقفا بالحياة منبسطا بالاذن والصفا، متكلما بالتواضع مذللا بالافتقار، مقربا بالتنصيص، مخاطبا بالاكرام، فعليه من ربه افضل تحية وسلام، فقيل له: هل فى الوجود اليوم احد هذا وصفه؟ قال: نعم، الشيخ محى الدين عبدالقادر سيدهم۔

قال ابو يوسف الانصارى: وسمعت الشيخ رغيبا الرحبى يقول عقيب هذا الكلام: كان الشيخ عبد القادر رضى الله عنه، هو القطب العالى فى وقته، الفرد الساعى فى عصره، اليه انتهت رئاسة علوم المعارف، وله سلمت ازمة معالم الحقائق، كان سيد البزاة الشهب من الطرفين، وقائد ركب المحبين الصادقين من الواصلين، كان سمته يحلل القول هيبة ووقارا، وصمته يكسو القلوب اجلالا وانوارا، ونطقه يحصل ما فى الصدور، وانفاسه تبعثر ما فى القبور، وانواره اضاء ت بها اركان الطريقة والحقيقة بالشريعة، ولقد رحم الله به محبه ومتبعه، ورفيقه رضوان الله عليه وعليهم اجمعين۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا عارف ابومحمد رغیب علیہ الرحمہ نے فرمایا: حضرت سیّدنا شیخ رسلان دمشقی علیہ الرحمہ نے ''دمشق'' میں اس وقت جب حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے یہ کہا تھا)۔ **قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله** ''میرا یہ قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

اپنا سر جھکا دیا۔ شیخ نے اس بات کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ خدا کی طرف سے بہتری اس شخص کی ہے کہ جس نے قدس کے سمندروں سے پانی پیا ہے۔ معرفت وانس کی بساط پر بیٹھا ہے۔ اس کے باطن نے ربوبیت کی عظمت ووحدانیت کے جلال کا مشاہدہ کیا ہے پھر اس کا وصف شہود کبریا میں فنا ہو گیا ہے۔ مقام قرار کے معائنہ کے وقت اس کا وجود فنا ہو چکا ہے۔ اس کی روح پر ازل کی ہوائیں بغیر شرمندگی وخوف کے چلی ہوں۔ تب وہ معادن انوار سے حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ اس کے دل کی سیاہی کے ساتھ چھپے ہوئے اسرار مل گئے ہیں۔ تب وہ خدا کے حضور میں چلانے والا ہے اور ہوش میں محو ہے، حیا کے ساتھ کھڑا ہے۔ اس کے کان کھلے ہوئے اور صاف ہیں، تواضع کے ساتھ متکلم ہے۔ احتیاج کے ساتھ عاجزی کرنے والا ہے۔ تخصیص کے ساتھ مقرب ہے۔ اکرام کے ساتھ مخاطب ہے۔ اُس پر اس کے رب کی طرف سے افضل تحیۃ وسلام ہو۔

تب اُن سے کہا گیا کہ (هل فی الوجود الیوم احد هذا وصفه؟) ''کیا آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جس کے یہ اوصاف ہوں؟''

انہوں نے کہا ہاں۔ (الشیخ محی الدین عبدالقادر سیدهم) ''شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ ان کے سردار ہیں۔''

حضرت سیّدنا ابو یوسف انصاری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا شیخ رغیب رحبی علیہ الرحمہ سے سنا وہ اس کلام کے بعد فرماتے تھے کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک بڑے قطب اور اپنے زمانے کے بڑے ''فرد'' تھے۔ معارف کے علوم ان تک منتہا ہوتے تھے اور معالم حقائق کی باگیں ان کے سپرد کی گئی تھیں۔ عارفوں میں وہ شہباز روشن تھے اور واصلین میں سے محبین، صادقین کے قافلہ سالار تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جب وہ بات کہتے تو ہیبت

دوقار کے ساتھ ان کی بات بڑی ہوتی تھی اور ان کی خاموشی دلوں میں بزرگی اور نور کا لباس پہناتی تھی۔

ان کا کلام لوگوں کے سینوں کی باتوں کو بیان کرتا تھا۔ ان کے انفاس مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ ان کے انوار سے طریقت حقیقت شریعت کے ارکان روشن ہوتے تھے۔ بیشک اللہ ﷻ اُن کے سبب اُن کے محب اور فرماں بردار اور رفیق پر رحم کرتا ہے۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص، ۳۷، ۳۸، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ خلفیہ النہر ملکی علیہ الرحمۃ:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: اخبرنا ابو یحیی قال: حضرت مجلس الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ برباطہ بالحلبۃ، وکان مجلسا حفلا بالمشایخ، وکنت الی جانب الشیخ خلیفۃ رضی اللہ عنہ، فقال الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، فطاطأ الشیخ خلیفۃ رأسہ، قال: وسمعتہ یقول: لا غرو ان قالہا الفرد فی وقتہ۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابویحییٰ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ان کی رباط میں حاضر ہوا جو حلبہ میں تھی۔ وہ مجلس مشائخ سے بھری تھی۔ میں شیخ خلیفہ علیہ الرحمۃ کی ایک جانب تھا۔ تب شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ:

(قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ) "میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔"

شیخ خلیفہ نے اپنا سر نیچے کرلیا۔ میں نے ان سے سنا کہ وہ فرماتے تھے اگر انہوں نے کہا ہے تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ وہ اپنے وقت میں فرد ہیں۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص، ۴۰، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

اولیاء آپ کو کیسے سلام کرتے تھے؟

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: کانت تحیۃ الاولیاء والابدال والاوتاد للشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ حین یحضرون عندہ بعد ان قال الشیخ عبد القادر قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ان یقولوا: السلام علیک یا ملک الزمان، ویا امام المکان، یا قائما بامر اللہ، ویا وارث کتاب اللہ، ویا نائب رسول اللہ، یا من السماء والارض مائدتہ، واھل وقتہ کلھم عائلتہ، یا من ینزل القطر بدعوتہ، ویدر الضرع ببرکتہ، رضی اللہ عنھم۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابوالثناء محمود بن احمد کردی حمیدی حنبلی بغدادی شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

کہ جب حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے یہ کہا کہ:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

تو اس کے بعد جتنے اولیاء ابدال اوتاد، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے شیخ کو اس خطاب سے سلام کہا کرتے تھے۔

''آپ پر سلام ہو، اے زمانہ کے مالک، امام مکاں، قائم بامر اللہ، اے وارث کتاب اللہ! اے نائب رسول اللہ! اے وہ جس کا مائدہ آسمان و زمین میں ہے۔ اے وہ کہ اس کے وقت میں تمام (اولیاء) اس کے عیال ہیں۔ اے وہ جس کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔ اے وہ کہ اسی کی برکت سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ آتا ہے۔''

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۴۴، مؤسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

وجه ينظر به الى الدنيا، ووجه ينظر به الى الآخرة، ووجه ينظر به الى الخلق، ووجه ينظر به الى الخالق، وصيره خليفة فى ارضه وعوالمه، فاذا اراد به امرا قلبه من صورة الى صورة، ومن هيئة الى هيئة فاطلعه على خزائن الاسرار لانه مفرد الملك ونائب انبيائه، وامين مملكته فى وقته، وله فى كل يوم وليلة ثلاثمائة وستون نظرة اليه۔

(۱) ایک تو وہ کہ جس کے ساتھ دنیا کو دیکھتا ہے۔

(۲) ایک وہ کہ جس کے ساتھ وہ آخرت کو دیکھتا ہے۔

(۳) ایک وہ کہ جس کے ساتھ مخلوق کو دیکھتا ہے۔

(۴) ایک وہ کہ جس کے ساتھ خالق کو دیکھتا ہے۔

اس کو اپنی زمین اور اپنے جہانوں میں خلیفہ بنایا ہے۔ جب اس کے ساتھ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف اور ایک شکل سے دوسری شکل کی طرف پلٹا تا ہے پھر اس کو اسرار کے خزانوں پر مطلع کر دیتا ہے کیونکہ وہ ملک کا تنہا ہے۔ اس کے انبیاء علیہم السلام کا نائب ہے۔ اس کے ملک کا اپنے وقت میں امین ہے اور ہر رات دن میں خدا کی تین سو ساٹھ (۳۶۰) رحمت کی نگاہیں اس کی طرف رہتی ہیں

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۵۵، مؤسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

محب الدین محمد بن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ شیخ عبد القادر بن ابی صالح جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ الزاہد اہل جیلان سے تھے امام وقت اور صاحب کرامات ظاہرہ تھے۔ (غوث جیلانی، ص ۷۸)

حضرت سیّدنا شیخ عبد الرحمن الطفونجی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے شیخ تاج العارفین شیخ ابو الوفاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں تشریف لایا کرتے تھے، حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت عالم شباب میں تھے آپ جب ہمارے موصوف کی خدمت میں تشریف

لاتے تو شیخ موصوف ان کی تعظیم کے لیے اٹھتے اور حاضرین سے بھی فرماتے کہ ولی اللہ کی تعظیم کے لئے اٹھو بعض اوقات آپ دس پانچ قدم آپ کے استقبال کے لیے بھی آگے بڑھتے، ایک دفعہ لوگوں نے آپ کے اس درجہ تعظیم کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

کہ یہ نوجوان ایک عظیم الشان شخص ہوگا جب اس کا وقت آئے گا تو ہر خاص وعام اس کی طرف رجوع کرے گا۔ اس وقت ہمارے شیخ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ گو بغداد میں مَیں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک مجمع کثیر میں "**قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ**" کہہ رہے ہیں، وہ اپنے اس قول میں حق بجانب ہوں گے اور تمام اولیائے وقت کی گردنیں ان کے سامنے نیچی ہوں گی یہ ان کا قطب وقت ہوں گے، تم میں سے جو کوئی ان کا یہ وقت پالے تو اسے چاہیے کہ ان کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔

(غوثِ جیلانی،ص،۹۸)

حضرت سیّدنا شیخ مسلمہ بن نعمۃ سروجی علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحی التاذفی الحلبی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایک وقت حضرت سیّدنا شیخ مسلمہ بن نعمۃ السروجی علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا: کہ اس وقت قطب وقت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہ قطب وقت اس وقت مکہ میں ہیں اور ابھی لوگوں پر مخفی ہیں۔ انہیں صالحین کے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا اور عراق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ عنقریب ایک نوجوان عجمی شخص کہ جن کا نام عبدالقادر ہوگا اور کرامات وخوارق عادات ان سے بکثرت ظاہر ہوں گے، یہی غوث وقطب ہیں کہ جو مجمع عام میں "**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**" کہیں گے اور اپنے اس قول میں حق بجانب ہوں گے تمام اولیائے وقت آپ کے قدم کے نیچے ہوں گے، خدائے تعالیٰ ان کی ذات بابرکات اور ان کی کرامات سے لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔

(غوثِ جیلانی،ص،۹۹)

حضرت سیّدنا شیخ ماجد الکروی علیہ الرحمۃ کا بیان:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحی التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا شیخ ماجد الکروی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ** فرمایا تھا، تو اس وقت کوئی ولی اللہ زمین پر باقی نہ رہا کہ اس نے تواضع اور آپ کے مرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی گردن نہ جھکائی ہو اور نہ اس وقت صلحائے جنات میں سے کوئی ایسی مجلس تھی کہ جس میں اس امر کا ذکر نہ ہوا ہو تمام آفاق کے صلحائے جناب کا وفد آپ کے دروازے پر حاضر تھا ان سب نے آپ کو سلام علیک کہا اور سب آپ کے ہاتھ پر تائید ہو کر واپس آگئے۔

حضرت سیّدنا شیخ مطر علیہ الرحمۃ نے شیخ موصوف کے اس قول کی تائید کی ہے کہ میں نے آپ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا شیخ عبداللہ علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ جس مجلس میں آپ کے والد ماجد نے "**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**" کہا تھا آپ اس مجلس میں موجود تھے آپ نے فرمایا: ہاں میں اس مجلس میں موجود تھا اور بڑے بڑے پچاس اعیان مشائخ موجود تھے۔

اس کے بعد حضرت سیّدنا شیخ مطر علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں آپ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا شیخ عبداللہ علیہ الرحمۃ اندر مکان میں تشریف لے گئے اور ہم دو تین آدمی حضرت سیّدنا شیخ مکارم علیہ الرحمۃ حضرت سیّدنا شیخ محمد الخاص علیہ الرحمۃ و شیخ احمد العرینی علیہ الرحمۃ باتیں کرتے ہوئے بیٹھے رہے تو اس وقت شیخ

مکارم علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز آپ نے "قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله" فرمایا تھا اس روز روئے زمین کے تمام اولیاء نے معائنہ کیا کہ قطبیت کا جھنڈا آپ کے سامنے گاڑا گیا ہے اور غوثیت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا اور آپ تصرف تام کا خلعت جو کہ شریعت و حقیقت کے نقش و نگار سے مزین تھا۔ زیب تن کئے ہوئے "قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله" فرما رہے تھے ان سب نے یہ سن کر ایک ہی آن میں اپنے سر جھکا کر آپ کے مرتبہ کا اعتراف کیا حتیٰ کہ دسوں ابدالوں نے بھی جو کہ سلاطین وقت تھے، اپنے سر جھکائے۔

حضرت سیّدنا شیخ مطر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ مکارم علیہ الرحمہ سے پوچھا: وہ دس ابدال کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کہ وہ دس ابدال یہ ہیں۔

(۱) شیخ بقا بن بطو علیہ الرحمہ (۲) شیخ ابوسعید القیلوی علیہ الرحمہ (۳) شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمہ (۴) شیخ عدی بن مسافر علیہ الرحمہ (۵) شیخ موسیٰ الزولی علیہ الرحمہ (۶) شیخ احمد بن الرفاعی علیہ الرحمہ (۷) شیخ عبدالرحمن الطفونجی علیہ الرحمہ (۸) شیخ ابومحمد بصری علیہ الرحمہ (۹) شیخ حیات بن قیس الحرانی علیہ الرحمہ (۱۰) شیخ ابومدین المغربی علیہ الرحمہ تو یہ سن کر حضرت سیّدنا شیخ محمد الخاص علیہ الرحمہ و حضرت سیّدنا شیخ احمد العرینی علیہ الرحمہ نے کہا: بے شک آپ سچ فرماتے ہیں اور میرے برادر مکرم شیخ عبدالجبار علیہ الرحمہ شیخ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے بھی آپ کی تائید کی۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۱۰۱ تا ۱۰۲)

رجالِ غیب کا آپ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہونا:

حضرت سیّدنا شیخ عبداللہ الاصفہانی الجیلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب کا واقعہ کہ میں جبل لبنان میں تھا، چاندنی اس شب کو خوب اچھی طرح سے پھیلی ہوئی تھی، میں نے اس وقت اہل جبل لبنان کو دیکھا کہ جمع ہو کر ہوا میں اڑتے ہوئے عراق کی طرف جا رہے ہیں میں نے اپنے ایک دوست سے پوچھا: کہ تم لوگ کدھر جا رہے ہو، انہوں نے کہا: کہ ہمیں خضر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم بغداد جا کر قطب وقت کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میں نے پوچھا: کہ قطب وقت کون ہیں؟ انہوں نے کہا: کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہیں، میں نے ان سے اجازت لی کہ میں بھی ان کے ہمراہ ہو جاؤں تو انہوں نے مجھ کو اجازت دی، ہم تھوڑی دیر ہوا میں چلے اور بغداد پہنچ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے، ان میں سے تمام اکابر آپ کو یا سیدنا کہہ کر پکارتے اور آپ جو کچھ انہیں فرماتے فوراً وہ اس کی تعمیل کرتے، پھر آپ نے ان کو واپسی کا حکم فرمایا اور وہ واپس ہو گئے۔ میں بھی اپنے دوست کی ہمراہی میں تھا جب ہم جبل پہنچے تو میں نے اپنے دوست سے کہا: مجھ کو تمہاری آپ سے تابعداری کرنے کا حال آج معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: کہ ہم آپ کی کیوں کر تابعداری نہ کریں؟ حالانکہ آپ نے فرمایا ہے "قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله" ہمیں آپ کی تابعداری اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم ہے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۱۲۴)

مشائخ کا آپ علیہ الرحمہ کی توقیر و ادب کرنا:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا شیخ عمر البزاز علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک وقت شیخ عدی بن مسافر کی زیارت کرنے کا نہایت اشتیاق ہوا، میں نے آپ سے

ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔آپ نے مجھ کو شیخ کی خدمت میں جانے کی اجازت دی جب شیخ کی زیارت کرنے کے لیے میں جبل ہکار آیا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری خاطر تواضع کرنے اور میری خیر وعافیت پوچھنے کے بعد مجھ سے فرمایا: کہ عمر! دریا کو چھوڑ کر نہر پر آئے ہو۔اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ تمام ولیوں کے افسر ہیں اور تمام اولیاء اللہ کی باگ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(غوثِ جیلانی،ص،۱۳۴)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۶۳، ھ لکھتے ہیں:

یہ ترجمہ ہے اہل کتاب کے الفاظ لا یعرف فی من کان یساویہ اس سے ثابت کہ ارشاد قدمی ھذہ۔۔۔الخ آپ کے وقت تک محدود تھا اولیائے اولین و آخرین اس سے خارج ہیں

(غوثِ جیلانی،ص،۱۴۱)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ،متوفی، ۹۶۳، ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا شیخ عبداللہ جبائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں غرضیکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ علی التحقیق امام اہل طریقت تھے۔

(غوثِ جیلانی،ص،۱۴۸)

جنات پر آپ علیہ الرحمۃ کی حکمرانی:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ،متوفی، ۹۶۳، ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا ابوسعید احمد بن علی البغدادی الازجی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ ۵۳۷ ھ کا واقعہ ہے کہ میری ایک دختر مساۃ فاطمہ ایک خانہ کی چھت پر گئی تو اسے کوئی جن اٹھالے گیا اس کی ہنوز شادی نہیں ہوئی تھی اور سولہ برس کا اس کا سن تھا۔میں نے حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: کہ تم (بغداد کے محلہ) کرخ کے ویرانے میں جا کر پانچویں ٹیلہ کے نزدیک بیٹھ جاؤ اور اپنے گرد اگرد زمین پر حصار کھینچ لو اور حصار کھینچتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو جب نصف شب گزرے گی تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں میں جنات کا گزر ہو گا تم ان سے کچھ خوف نہ کھانا، پھر صبح کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمہارے پاس ان کے بادشاہ کا گزر ہو گا وہ تم سے تمہاری ضرورت دریافت کرے گا تو تم اس سے صرف یہ کہنا کہ مجھے حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔اس کے بعد تم اپنی دختر کا واقعہ بیان کر دینا ابوسعید عبداللہ بن احمد علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں آپ کے حسب ارشاد کرخ کے ویرانہ میں جا کر مقام مذکورہ پر حصار کھینچ کر بیٹھ گیا وہاں سے جنات کے متعدد گروہ کا ہیبت ناک صورتوں میں گزر ہوتا رہا، مگر میرے پاس یا میرے حصار کے پاس کوئی نہیں آسکتا تھا آخر ایک لشکر کے ساتھ ان کے بادشاہ کا گزر ہوا ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار تھا اور میرے حصار کے سامنے آ کر ٹھہر گیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تمہیں کیا ضرورت درپیش ہے؟ میں نے کہا: کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے جب اس نے آپ کا نام سنا تو گھوڑے پر سے اتر کر نیچے بیٹھ گیا اور اسی طرح سے اس کے ساتھ اس کا سب لشکر بھی بیٹھ گیا، پھر اس

نے مجھ سے کہا: کہ اچھا پھر انہوں نے تم کو کس لیے بھیجا ہے؟ میں نے اپنا قصہ بیان کیا اس نے اپنے تمام لشکر سے دریافت کیا کہ ان کی دختر کو کون اٹھا لے گیا ہے؟ تو ان سب نے کہا: کہ معلوم نہیں کون لے گیا ہے؟ اس کے بعد ایک جن لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ چین کے جنات میں سے ہے، دختر اس کے ساتھ تھی، اس بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا تھا جو تو اسے قطب وقت کی رکابداری میں سے اس کو اٹھا کر لے گیا؟ اس نے کہا: کہ یہ دختر مجھے اچھی معلوم ہوئی تھی، اس لیے میں اس کو اٹھا لے گیا، بادشاہ نے اس کا کلام سنتے ہی اس کی گردن اڑوا ڈالی اور لڑکی کو میرے حوالے کیا۔ اس کے بعد میں نے بادشاہ سے کہا: کہ آج کے سوا مجھے آپ لوگوں کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی تابعداری کرنا معلوم نہ تھا، تو وہ کہنے لگا: کہ بے شک حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہم میں سے تمام سرکش لوگوں پر نظر رکھتے ہیں اس لیے وہ آپ کے خوف سے بھاگ کر دور دراز مقامات میں جا بسے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو قطب وقت کرتا ہے تو جن و انس دونوں پر اسے حاکم بنا دیتا ہے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۱۵۳)

حضرت سیّدنا شیخ ابوسعید علی القیلوی علیہ الرحمہ

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے صاحبزادے ابوالخیر سعید علیہ الرحمہ نے آپ سے کہا: کہ آپ مجھ کو کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تم حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی تعظیم و تکریم میں رہنا۔ انہوں نے کہا: کہ آپ مجھے ان کے حال سے آگاہ کیجئے تو آپ نے فرمایا: کہ آپ اس وقت ریحانہ اسرار اولیاء اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب و محبوب ہیں۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۳۳۱)

ولبس الیمانین یرجع غالباً		الی سید سامی فخار علی الکل

ترجمہ: لہٰذا اکثر یمانیوں کا خرقہ (خلافت) آپ ہی سے ملتا ہے، کیونکہ آپ سید سامی اور اپنے وقت کے فخر کل اولیاء تھے۔

امام الوریٰ قطب الملأ قائلاً علی		رقاب جمیع الاولیاء قدمی اعلی

ترجمہ: آپ امام اور قطب وقت اور اس قول کے قائل تھے کہ میرا قدم تمام اولیائے وقت کی گردنوں پر ہے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۳۸۶)

بحر العلوم الحیر والقطب الذی		ورث الولایه کابراً عن کابر

ترجمہ: آپ علوم کے دریا اور قطب وقت تھے اور آپ نے بزرگان دین میں سے بڑے بڑے مشائخ عظام سے ولایت حاصل کی تھی۔

شیخ الشیوخ وصدر هم وامامهم		لب بلا تشر کثیر ماثر

ترجمہ: شیخ الشیوخ اور ان کے امام اور ان کے صدر تھے، آپ فضل و کمال کے لحاظ سے گویا مغز بے پوست اور صاحب فضائل کثیرہ تھے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۳۹۱)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

وظهرت فضلاً واحتجبت جلالته		علوت مجداً فوق کل معاصر

ترجمہ: آپ کی فضیلت و بزرگی عیاں تھی اور آپ کا مقام و مرتبہ مخفی تھا، کیونکہ مقام و مرتبہ میں آپ اپنے تمام ہمعصروں سے آگے تھے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۳۹۴)

حضرت سیّدنا علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان الشیخ عبدالقادر الجیلی یقول: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله عز وجل، یعنی من اهل عصره۔

ترجمہ: اور حضرت سیّدنا شیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا یہ قدم اللہ عزوجل کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضرت سیّدنا امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آپ کے ہم عصر اولیاء ہیں۔

(المنن الکبری، تقدیم، ص، ۵۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

(پھر فرمایا) سُکر تو یہی ہے اور ناواقفی، یہ کہ مثلاً حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بزرگ سیدی عبدالرحمن طفسونجی رضی اللہ عنہ نے ایک روز برسر منبر فرمایا:

اَنَا بَینَ الْاَوْلِیاءِ کَالْکَرْکِی بَینَ الطُّیُوْرِ اَطْوَلُ عُنُقًا

ترجمہ: میں اولیاء میں ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ (ایک مٹیالا لمبی گردن والا پرندہ) سب میں اونچی گردن والا۔

وہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک مُرید حضرت سیدی احمد رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہیں ناگوار ہوا کہ حضور پر اپنے آپ کو تفضیل (یعنی فضیلت) دی۔ گدڑی (فقیروں کا وہ جُبّہ جس میں بہت سے پیوند لگے ہوں) پھینک کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا (میں آپ سے کُشتی لڑنا چاہتا ہوں۔) حضرت سیدی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اُن کو سر سے پیر تک دیکھا پھر پیر سے سر تک دیکھا پھر سر سے پیر تک دیکھا۔ غرض اسی طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہوگئے لوگوں نے حضرت سے سبب پوچھا فرمایا: میں نے دیکھا اس کے جسم کو کہ کوئی رونگٹا (وہ چھوٹے چھوٹے نرم بال جو انسان کے بدن پر ہوتے ہیں) رحمتِ الٰہی سے خالی نہیں ہے اور ان سے فرمایا گدڑی پہن لو انہوں نے کہا: فقیر جس کپڑے کو اُتار کر پھینک دیتا ہے دوبارہ نہیں پہنتا۔ بارہ روز کے راستہ پر ان کا مکان تھا اپنی زوجہ مقدسہ کو آواز دی: فاطمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) میرے کپڑے دو۔ انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پہن لیے۔ حضرت سید، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کس کے مُرید ہو؟ فرمایا: میں غلام ہوں سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ کا انہوں (عبدالرحمن طفسونجی رضی اللہ عنہ) نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ حضور رضی اللہ عنہ سے جا کر عرض کرو! بارہ برس سے قُربِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں آپ کو نہ جاتے دیکھا نہ آتے۔

اِدھر سے یہ دونوں مُرید چلے ہیں کہ اُدھر غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دو مریدوں سے ارشاد فرمایا (طفسونج جاؤ) راستہ میں شیخ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے دو آدمی ملیں گے ان کو واپس لے جاؤ اور شیخ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو جواب دو کہ وہ جو صحن میں ہے کیونکر دیکھ سکتا ہے؟ اس کو جو دالان میں ہے اور وہ جو دالان میں ہے اسے کیوں کر دیکھ سکتا ہے؟ جو کوٹھری میں ہے اور وہ جو کوٹھری میں ہے اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے؟ جو نہانخانہ خاص (یعنی خاص پوشیدہ جگہ) میں ہو۔ میں نہانخانہ

خاص میں ہوں اور علامت یہ ہے کہ فلاں شب بارہ ہزار اولیاء کو خلعت عطا ہوئے تھے۔ یاد کرو کہ تم کو جو خلعت ملا تھا وہ سبز تھا اور اس پر سونے سے (قُلْ هُوَ اللہ) لکھی تھی۔

یہ سن کر شیخ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سر جھکا لیا اور فرمایا:

صَدَقَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ وَهُوَ سُلْطَانُ الْوَقْت

ترجمہ: شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا اور وہ بادشاہ وقت ہیں۔ (ماخوذ از بہجۃ الاسرار، فصل ذکر فصول من کلامہ۔ الخ، ص ۶۰/۶۱)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۴۲۳، ۴۲۴، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

حضرت سیّدنا شیخ عقیل منجی علیہ الرحمہ کی پشین گوئی:

حضرت سیّدنا علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا شیخ عقیل منجی علیہ الرحمہ سے ایک دن سوال کیا گیا کہ اس وقت قطب کون ہے؟ تو کہا کہ وہ اس وقت مکہ میں مخفی ہے سوائے اولیاء اللہ کے اور کوئی اس کو نہیں جانتا اور قریب ہے کہ یہاں ایک جوان ظاہر ہوگا اور اشارہ عراق کی طرف کیا۔ وہ جوان ''عجمی سید'' ہوگا۔ لوگوں کے سامنے بغداد میں کلام کرے گا اور اس کی کرامت کو خاص و عام پہچانیں گے۔ وہ اپنے وقت کا قطب ہوگا اور کہے گا کہ:

قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے''

اور اولیاء کرام اپنی اپنی گردنیں اس کے لئے رکھ دیں گے۔

لو کنت فی زمانه لوضعت له راسی ذالک الذی ینفع الله به من صدق بکر امته من سائر الناس

ترجمہ: اور اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اپنے سر کو اس کے لئے رکھتا۔ یہ وہ شخص ہوگا کہ جو شخص اس کی کرامت کی تصدیق کرے گا، خدا اس کو نفع دے گا۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۱۷، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ادب کرنا:

حضرت سیّدنا علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو علی الحسن بن نجیم الحورانی، قال: سمعت الشیخ ابا الفتوح یحیی بن سعد الله بن الحسین التکریتی۔

یقول: لما قدم الشیخ موسی الزولی بغداد حاجا کنت انا و والدی معه، فلما اجتمع بالشیخ عبد القادر رضی الله عنهما، رأینا من احترام الشیخ موسی له، و ادبه معه ما لم نره فعله مع غیره من الناس، فلما خلونا به، قال له والدی: ما رأیتک احترمت احدا مثلما احترمت الشیخ عبد القادر، فقال: الشیخ عبد القادر خیر الناس فی زماننا هذا، وسلطان الاولیاء، وسید العارفین فی وقتنا، وکیف لا اتأدب مع من تتأدب معه ملائکة السماء رضی الله عنه، وعنهم اجمعین۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابو علی حسین بن نجیم حورانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ میں نے شیخ ابوالفتوح یحییٰ بن سعد اللہ بن حسین تکریتی علیہ الرحمہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت سیّدنا شیخ موسیٰ زولی علیہ الرحمہ بغداد میں حج کر کے آئے تو میں اور میرے والد آپ کے ساتھ تھے اور جب شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے پاس جا کر ملے ہم نے حضرت سیّدنا شیخ موسیٰ علیہ الرحمہ کو ان کا ادب وغیرہ کرتے ہوئے دیکھا کہ کسی اور کے ساتھ ایسی عزت واحترام نہ کرتے تھے پھر جب ہم علیحدہ وتنہا ہوئے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ نے جیسی عزت "عبدالقادر علیہ الرحمہ" کی کی ہے میں نے اور کسی کی ایسی آپ کو عزت کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟

انہوں نے کہا کہ

الشیخ عبدالقادر خیر الناس فی زماننا ھذاوسلطان الاولیاء وسید العارفین فی وقتنا وکیف لا اتأدب مع من تتادب معه الملائکة السماء رضی اللہ عنه وعنهم اجمعین

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہمارے زمانہ میں لوگوں سے بہتر ہیں اور ہمارے وقت میں سلطان الاولیاء وسید العارفین ہیں۔ میں ایسے شخص کا کہ جس کا ادب آسمان کے ملائکہ (رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین) کرتے ہیں ادب کیسے نہ کروں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۴۳۵، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

آپ کا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے بارے میں کلام:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

یقول: سمعت سید اھل زمانه الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنه یقول: مقام الفناء حدو مرد۔ قال الشیخ ابو الربیع: وفی هذه الکلمة علم عظیم، جمع فیها جلائل المعانی۔ قال ابو الطاهر: فقلت للشیخ القرشی الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنه سید اهل زمانه، فقال: نعم، اما الاولیاء فهو اعلاهم واکملهم، واما العلماء فهو اورعهم وازهدهم، واما العارفون فهو اعلمهم واتمهم، واما المشایخ فهو امکنهم واقرهم، رضی اللہ عنه وعنهم اجمعین۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ فاضل ابوطاہر محمد بن حسین انصاری خطیب علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے زمانہ کے سردار حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مقام فنا حدومرد ہے۔ حضرت سیّدنا شیخ ابوالربیع علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس کلمہ میں بڑا علم ہے اس میں بڑے بڑے معانی جمع کردیئے ہیں۔

حضرت سیّدنا ابوالطاہر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ قرشی علیہ الرحمہ سے کہا الشیخ عبدالقادر سید اھل زمانہ؟ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ اپنے زمانہ کے سردار ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نعم! ہاں اولیاء میں سے وہ اعلیٰ اور اکمل ہیں علماء میں سے وہ زیادہ پرہیزگار اور زیادہ زاہد ہیں۔ عارفوں میں سے زیادہ عالم ہیں۔ مشائخ میں سے وہ زیادہ صاحب مرتبہ اور زیادہ برقرار ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۹۸، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں بیٹے کو وصیت فرمائی:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو حفص عمر ابن الشیخ ابی الخیر سعید ابن الشیخ القدوۃ ابی سعید القیلوی، رضی اللہ عنہ، قال: سمعت ابی یقول: لما حضرت والدی رضی اللہ عنہ الوفاۃ، قلت: اوصنی، قال: یا بنی، اوصیک بحفظ حرمۃ الشیخ عبد القادر، فقال لہ الشیخ محمد بن المدینی: یا سیدی: اخبرنا عن حال الشیخ عبد القادر، فقال: یا محمد؛ الشیخ محی الدین ریحانۃ اسرار الاولیاء فی ھذا الزمان، واقرب اھل الارض الی اللہ، واحبھم الیہ فی ھذا العصر۔ قال: فلما توفی جئت الی الشیخ عبد القادر، فاکرمنی، والبسنی قمیصا، وعمامۃ، وطرحۃ، وکان یلبس مرید الوالدہ، ومریدا للشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہما۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوحفص عمر بن شیخ ابوالخیر سعید بن شیخ ابوسعد قیلوی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے والد علیہ الرحمۃ کی وفات کا وقت آیا تو میں نے کہا آپ مجھ کو وصیت کریں تو آپ نے فرمایا:

یابنی اوصیک بحفظ حرمۃ الشیخ عبدالقادر

ترجمہ: اے فرزند عزیز! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی عزت کیا کرنا۔

تب ان سے حضرت سیّدنا شیخ محمد بن مدینی علیہ الرحمۃ نے کہا

یاسیدی اخبرنا عن حال الشیخ عبدالقادر

ترجمہ: اے میرے سردار! ہم کو حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کا حال بتاؤ۔

پھر فرمایا:

الشیخ محی الدین ریحانۃ اسرار الاولیاء فی ھذا الزمان واقرب افضل الارض الی اللہ واصبح الیہ فی ھذا العصر

ترجمہ: شیخ محی الدین اس زمانہ میں اسرار الاولیاء کے پھول ہیں اور اس زمانہ میں لوگوں میں سے خدا کے زیادہ قریب اور خدا کے زیادہ دوست ہیں۔

وہ کہتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو میں حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میری عزت کی اور مجھ کو قمیض وعمامہ اور طرحہ پہنایا۔

پس وہ اس کو پہنتے تھے بحالیکہ وہ اپنے والد کے مرید اور شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۳۰۷، مؤسسۃ الشرف بلاتور، پاکستان)

حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کلام:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

الشیخ ابو الخیر کرم، ابن الشیخ القدوۃ مطر الباذرالی رضی اللہ عنہ، قال: لما حضرت والدی الوفاۃ قلت لہ: اوصنی بمن اقتدی

بعدک، قال: بالشیخ عبد القادر، فظننته فی غلبة مرضه، فترکته ساعة، ثم قلت له: اوصنی بمن اقتدی بعدک، فقال: بالشیخ عبد القادر، فترکته ساعة، ثم اعدت علیه القول، فقال: یابنی، زمان یکون فیه الشیخ عبد القادر، لا یقتدی الا به۔

حضرت سیّدنا شیخ ابوالخیر کرم بن شیخ مطر باذرالی علیہ الرحمہ نے کہا۔ جب میں اپنے والد کی وفات کے وقت حاضر ہوا پھر میں نے کہا

اوصی بمن اقتدی بعدک

ترجمہ: مجھ کو آپ وصیت کریں کہ آپ کے بعد میں کس کی پیروی کروں؟

آپ نے فرمایا کہ

بالشیخ عبدالقادر؟

ترجمہ: حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کی

میں نے گمان کیا کہ یہ غلبہ مرض میں کہہ رہے ہیں پھر میں نے ایک گھڑی تک سکوت کیا اور پھر کہا

اوصی بمن اقتدی بعدک

ترجمہ: مجھے آپ وصیت کریں کہ آپ کے بعد کس کی اتباع کروں؟

پھر فرمایا:

بالشیخ عبدالقادر؟

ترجمہ: حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کی

پھر میں نے ایک گھڑی تک ان سے کچھ نہ کہا پھر وہی بات میں نے پوچھی پھر فرمایا:

یابنی زمان یکون فیه الشیخ عبدالقادر لا یقتدی الا به

ترجمہ: اے فرزند ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں سوائے حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے اور کسی کی اقتداء نہ کی جائے گی۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۱۲، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ عدی علیہ الرحمہ حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کی تعریف فرماتے:

سمعنا الشیخ ابا القاسم عمر بن مسعود البزار، یقول: کان سیدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه، یثنی کثیرا علی الشیخ عدی بن مسافر رضی الله عنهما، فاشتقت الی رؤیته، واستأذنت الشیخ فی زیارته، فاذن لی، فسافرت حتی اتیت الی جبل، هکار، فوجدته قائما علی باب زاویته بلالش، فقال: اهلا یا عمر، یا عمر ترکت البحر، وجئت الی الساقیة، یا عمر الشیخ عبد القادر مالک ازمة الاولیاء کلهم، وقائد رکائب المحبین باسرهم، فی هذا العصر، رضی الله عنهم اجمعین، ورحمنا بهم بمنه وکرمه۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میرے سردار شیخ محی الدین شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ حضرت سیّدنا شیخ عدی بن مسافر علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے پھر مجھے ان کی زیارت کا شوق ہوا اور شیخ سے ان کی زیارت کی اجازت مانگی آپ نے مجھے اجازت دی تب میں نے سفر کیا یہاں تک کہ میں کوہ ہکار کی طرف آیا تو ان کو لالش میں اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ انہوں نے فرمایا:

اھلایاعمر ترکت البحر وجئت الی الساقیۃ

ترجمہ: اے عمر خوش آمدید! تو سمندر کو چھوڑ کر نالی کی طرف آیا ہے

حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ اس زمانہ کے تمام اولیاء کی باگوں کے مالک اور تمام محبین کی سواریوں کے ہانکنے والے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار،ص،۲۸۹،موسسۃ الشرف بلاھور،پاکستان)

حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ سلطان الاولیاء ہیں:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر،قدس سرہ،شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ،لکھتے ہیں:

قالوا: وشھدناہ مرۃ بزدیران، وبین یدیہ صاحب الدیوان وغیرہ، فاتاہ شیخ وسارہ فی اذنہ، ثم انصرف، فقام الشیخ وشدّ وسطہ،فقال لہ صاحب الدیوان: یاسیدی ماھذا؟ قال: اذااتاک امر الخلیفۃ ما تصنع، وقال: یاسیدی مثلما فعلت، اشد وسطی، ثم لا ازال حتی افعل ما امرت بہ، وکذلک انا، انہ قد اتانی امر الخلیفۃ، ولابدلی من مبادرتی لامتثال امرہ، فقال یاسیدی: ومن ھوالخلیفۃ؟ قال: الشیخ عبد القادر ھو خلیفۃ الاولیاء والمشایخ فی ھذا، وسلطان الوجود فی ھذا العصر، وقد جاءنی الخضر علیہ السلام من عندہ برسالۃ، یطلب منی ثورین لحمامہ۔

ترجمہ: یہ حضرات کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ان کی خدمت میں بزدیران میں حاضر ہوئے آپ کے سامنے صاحب دیوان وغیرہ لوگ تھے پھر آپ کے پاس ایک شیخ آئے اور ان کے کان میں کچھ چپکے سے کہا پھر چل دیئے۔ تب شیخ کھڑے ہو گئے اور کمر باندھ لی۔ اس وقت ان سے صاحب دیوان نے عرض کیا کہ: یاسیدی ماھذا؟

ترجمہ: اے میرے سردار! یہ کیا بات ہے؟

فرمایا: کہ جب تمہارے پاس خلیفہ کا حکم آجائے تو کیا کرو گے؟

کہا کہ اے میرے سردار! جیسا کہ آپ نے کیا ہے میں کمر کو خوب مضبوط باندھوں پھر میں نہ ٹلوں جب تک کہ حکم خلیفہ بجانہ لاؤں۔ آپ نے فرمایا: کہ بس یہی میرا حال ہے۔ مجھ کو خلیفہ کا حکم آیا مجھ پر ضروری ہے کہ جلد اس کی تعمیل کروں۔

اس نے کہا کہ اے میرے سردار!

من ھو الخلیفۃ؟

ترجمہ: وہ خلیفہ کون ہے؟

قال الشیخ عبدالقادر ھو خلیفۃ الاولیاء والمشائخ فی ھذا وسلطان الوجود فی ھذا العصر وقد جاء نی الخضر علیہ السلام من عندہ برسالۃ یطلب منی ثورین لحمامۃ

ترجمہ: فرمایا وہ حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ ہیں جو کہ اولیاء ومشائخ کے اس وقت خلیفہ اور اس زمانہ میں سلطان الوجود ہیں اور میرے پاس خضر علیہ السلام ان کا پیغام لے کر آئے کہ وہ مجھ سے دو بیل اپنے حمام کے لیے طلب کرتے ہیں۔''

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۲۹۵، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

تم سید العارفین ہو:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن اسماعیل بن حمزۃ الازجی، المعروف بابن الطبال۔ قال: اخبرنا الشیخ الصالح ابو عبد اللہ محمد ابن الشیخ الامام ابی الثناء، محمود بن عثمان النعال، البغدادی۔ قال: سمعت ابی علیہ الرحمۃ یقول: کنت یوما عند الشیخ حماد الدباس، فجاء الشیخ عبد القادر وھو شاب یومئذ، فقام الیہ وتلقاہ وقال: مرحبا بالجبل الراسخ، والطود المنیف، الذی لا یتحرک، واجلسہ الی جانبہ وقال لہ: ما الفرق بین الحدیث والکلام؟ فقال: الحدیث ما استدعیت من الجواب، والکلام ما صدمک من الخطاب، وانزعاج القلب لدعوی الانتباہ، ارجح من اعمال الثقلین، فقال لہ الشیخ حماد الدباس: انت سید العارفین فی عصرک۔

ترجمہ: شیخ صالح ابوعبداللہ محمد بن شیخ امام ابوالثنا محمود بن عثمان جوتا فروش بغدادی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں نے اپنے والد علیہ الرحمۃ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ حماد دباس علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تھا پھر حضور سیّدی شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ وہ اس دن جوان تھے۔ تب شیخ حماد علیہ الرحمۃ ان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ان سے ملے اور فرمایا: کہ مرحبا پہاڑ راسخ اور پہاڑ بلند کو جو کہ حرکت نہ کرتا ہو۔ ان کو آپ نے ایک طرف بٹھالیا اور ان سے پوچھا کہ حدیث وکلام میں کیا فرق ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ حدیث تو یہ ہے کہ جس کے جواب کے تم مدعی ہو اور کلام یہ ہے کہ جو تم کو خطاب پہنچے خبرداری کی دعوت کے لیے دل کا گھبرانا جن وانسان کے عمل سے زیادہ وزنی ہے۔ تب شیخ حماد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

انت سید العارفین فی عصرک

ترجمہ: تم اپنے زمانہ میں سید العارفین ہو

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۲۷۶، ۲۷۷، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عیسائی کو مسلمان ہونے کے لیے بھیجا:

حضرت سیّدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

واتاہ راھب واسلم علی یدیہ فی المجلس، ثم قال للناس: انی رجل من اھل الیمن، وان الاسلام وقع فی نفسی، وقوی عزمی علی، ان لا اسلم الا علی ید خیر اھل الیمن فی ظنی، وجلست مفکرا فغلب علی النوم، فرأیت عیسی بن مریم صلوات اللہ علیہما، وھو یقول لی: یا سنان، اذھب الی بغداد، واسلم علی ید الشیخ عبد القادر الجیلانی، فانہ خیر اھل الارض فی ھذا الوقت۔

ترجمہ: آپ کے پاس ایک راہب آیا اور مجلس میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا پھر اس نے لوگوں سے کہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ میرے دل میں اسلام قوی ہوا اور میرا ارادہ پختہ ہو گیا کہ میں اسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوں گا جو کہ اہلِ یمن سے میرے گمان میں بہتر ہو۔ میں اس گمان میں متفکر بیٹھا تھا کہ اتنے میں نیند مجھ پر غالب ہو گئی تب میں نے حضرت سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ: ''اے سنان! تم بغداد کو جاؤ اور حضور سیّدی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو جاؤ کیونکہ وہ اس وقت تمام زمین والوں سے بہتر ہیں۔''

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص۱۸۵، مؤسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو قبر سے جواب دینا:

حضرت علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: زرت مع الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ قبر معروف الکرخی رضی اللہ عنہ فقال: السلام علیک یا شیخ معروف عبرتنا بدرجتین، ثم زارہ مرۃ اخری، وانا معہ فقال: السلام علیک یا شیخ معروف، عبرتناک بدرجتین، فقال لہ من القبر: وعلیک السلام یا سید اھل زمانہ۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی زیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے حضور سیّدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت سیّدنا شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی۔ پس فرمایا:

''اے شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ آپ پر سلام ہو آپ ہم سے دو درجہ او پر گزر گئے۔''

پھر دوبارہ ان کی زیارت کی اور کہا: ''اے شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ آپ پر سلامتی ہو ہم آپ سے دو درجہ او پر گزر گئے۔''

پس شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ نے قبر سے جواب دیا: ''آپ پر سلامتی ہو۔ اے اہل زمانہ کے سردار۔''

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص۵۳، مؤسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

آپ کی مثل ولی نہ دیکھا گیا:

حضرت سیدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: اخبرنا الشیخ القدوۃ ابو الحسن علی بن الھیتی الزیرانی بھا سنۃ اثنتین وستین وخمسمائۃ۔ قال: ما رأیت احدا من اھل زمانی اکثر کرامات من الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ، وکان لا یشاء احد ان یری منہ کرامۃ فی ای وقت شاء الا رآھا، وکانت الخارقۃ تظھر احیانا منہ، واحیانا فیہ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی زیرانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے اس زمانہ میں حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ کرامات والا نہیں دیکھا''

اور فرمایا کوئی شخص ان سے کسی وقت کوئی کرامت دیکھنا چاہتا تو فوراً دیکھ لیتا۔ کبھی خرق عادات ان سے ظاہر ہوتے اور کبھی ان میں ظاہر ہوتے۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۵۷، موسسۃ الشرف بلاہور، پاکستان)

قاصد کے آنے سے پہلے جواب بھیج دیا:

حضرت سیدنا علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

قالوا: قال الشیخ ابو محمد عبد الرحمن الطفسونجی رضی اللہ عنہ علی الکرسی بطفسونج: انا بین الاولیاء کالکرکی بین الطیور، اطولھم عنقا، فقام الشیخ ابو الحسن علی بن احمد الحبی وکان ذا حال فاخر ونزع دلقا کان علیہ وقال: دعنی اصارعک، فسکت الشیخ عبد الرحمن وقال لاصحابہ: ما رأیت فیہ شعرۃ خالیۃ من عنایۃ اللہ تعالی، وامرہ ان یلبس دلقہ، فقال لا اعود فیما خرجت عنہ، ثم التفت الی جھۃ الحبۃ، ونادی باسم زوجتہ یا فاطمۃ ائتنی بما البسہ، فسمعتہ وھی فی الجبۃ، وتلقتہ فی الطریق بما یلبس، قال لہ الشیخ عبد الرحمن: من شیخک؟ قال: شیخی الشیخ عبد القادر، فقال: انی لم اسمع بذکر الشیخ عبد القادر الا فی الارض، وان لی اربعین سنۃ فی درکات باب القدرۃ ما رأیتہ، ثم قال لجماعۃ من اصحابہ: اذھبوا الی بغداد واتوا الی الشیخ عبد القادر، وقولوا لہ: یسلم علیک عبد الرحمن ویقول لک: ان لہ اربعین سنۃ فی درکات باب القدرۃ فما رآک، ثم لا داخلا ولا خارجا۔ فقال الشیخ عبد القادر فی ذلک الوقت لعباد البواب ومظھر الجمال، وعبد الحق الحریمی، وعثمان الصریفینی: اذھبوا الی طفسونج وستجدون فی طریقکم جماعۃ من اصحاب الشیخ عبد الرحمان لطفسونجی بعثھم الی بکذا وکذا وذکر الرسالۃ، فاذا لقیتموھم فردوھم معکم فاذا اتیتم الشیخ عبد الرحمن فقولوا لہ: عبد القادر یسلم علیک ویقول لک انت فی الدرکات، ومن ھو فی الدرکات لا یری من ھو فی الحضرۃ، ومن ھو فی الحضرۃ لا یری من ھو فی المخدع، انا فی المخدع ادخل واخرج من باب

السر من حیث لا ترانی بامارۃ ان خرجت لک الخلعة الفلانیة فی الوقت الفلانی علی یدی، خرجت لک وھی خلعة الرضا، وبامارۃ خروج التشریف الفلانی فی اللیلة الفلانیة لک علی یدی خرج وھو تشریف الفتح، وبامارۃ ان خلع علیک فی الدرکات، بمحضر اثنی عشر ولیا للہ خلعة الولایة وھی فرجیة خضراء طرزھا سورۃ الاخلاص علی یدی خرجت لک، فانتھوا الی نصف الطریق، فوجدوا اصحاب الشیخ عبد الرحمن، فردوھم واتوا الیہ وبلغوہ رسالة الشیخ عبد القادر، فقال: صدق الشیخ عبدالقادر سلطان الوقت وصاحب التصریف فیہ۔

ترجمہ: شیوخ کی ایک جماعت نے کہا کہ حضرت سیّدنا شیخ ابومحمد عبدالرحمن طفسونجی علیہ الرحمہ نے ''طفسونج'' میں کرسی پر بیٹھ کر کہا میں اولیاء میں پرندوں میں کلنگ کی طرح ہوں جس کی گردن سب جانوروں میں بڑی ہوتی ہے۔

تب کھڑے ہوئے حضرت سیّدنا شیخ ابوالحسن بن احمد جی علیہ الرحمہ جو بلند حال والے تھے۔ انہوں نے اپنی گدڑی پھینک دی اور کہا کہ مجھے چھوڑو کہ تم سے جنگ کروں۔ تب حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمن علیہ الرحمہ خاموش ہو گئے اور کہا میں نے اس کا کوئی بال نہیں دیکھا جو کہ اللہ ﷻ کی عنایت سے خالی ہو اور اس کو کہا کہ اپنی گدڑی پہن لیں۔

انہوں نے کہا کہ جس کو میں اتار چکا ہوں اس کو پھر نہ پہنوں گا۔ پھر انہوں نے جبہ کی طرف اشارہ کر کے اپنی بیوی کو پکارا کہ اے فاطمہ! مجھے کوئی کپڑا دے جس کو میں پہنوں۔ تب اس نے وہیں ''جبہ'' سے اس کی آواز سن لی اور اس کا کپڑا راستہ کی طرف پھینک دیا جس کو وہ پہن لیں۔

حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمن علیہ الرحمہ نے اس سے پوچھا کہ:

من شیخک؟

'' تمہارا پیر کون ہے؟''

انہوں نے کہا کہ: (شیخی عبدالقادر) ''میرا پیر حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ ہے۔''

اس نے کہا کہ میں نے حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ کا نام زمین پر ہی سنا ہے اور مجھے چالیس (۴۰) سال ہو گئے کہ تقدیر کے دروازہ پر ہوں میں نے اُن کو وہاں نہیں دیکھا۔

پھر اپنے مریدوں کی ایک جماعت سے کہا کہ تم بغداد میں حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کو ''عبدالرحمن'' سلام کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے تقدیر کے دروازہ پر چالیس (۴۰) سال ہو گئے ہیں مگر میں نے آپ کو اس کے اندر اور اس کے باہر کبھی نہیں دیکھا۔

تب حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اس وقت حضرت سیّدنا عبدالحق حریمی عثمان صریفینی علیہ الرحمہ سے کہا کہ تم ''طفسونج'' میں جاؤ۔ راستہ میں تم کو ایک جماعت ملے گی جو کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمن طفسونجی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ہے۔ ان کو انہوں نے اس غرض کے لیے بھیجا ہے اور پیغام کا ذکر کیا کہ پھر جب تم ان کو ملو تو ان کو واپس اپنے ساتھ لے جاؤ اور جب تم سب حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمن علیہ الرحمہ کے پاس پہنچو تو ان سے کہہ دو کہ ''عبدالقادر'' آپ کو

سلام کہتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ تم دروازہ کے درکات اور درجات میں رہتے ہو۔ تم کو معلوم نہیں کہ حضوری میں کیا ہے اور حضوری میں کون ہے؟ جو شخص کہ پردہ کے اندر ہو اس کو معلوم نہیں ہوا کرتا۔ میں پردہ میں ہوں داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں "سر" کے دروازے سے ایسے مقام پر کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے لئے فلاں خلعت فلاں وقت میں نے اپنے ہاتھ سے نکالی تھی جو کہ رضا کی خلعت تھی۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ فلاں "سرو یا فلاں" رات میں تمہارے لیے میرے ہاتھ پر نکلی تھی۔ وہ فتح کی سرو پا تھی۔

تیسری علامت یہ ہے کہ تم کو دروازوں میں میرے ہاتھ پر جس کو میں نے تمہارے لئے نکالا تھا بارہ (۱۲) ولی اللہ کے سامنے خلعت ولایت دی گئی تھی جو کہ کشادہ سبز رنگ کی تھی جس کا نقش سورہ اخلاص تھا۔

وہ لوگ نصف راہ تک پہنچے تھے کہ اوپر سے حضرت سیّدنا شیخ عبدالرحمن علیہ الرحمہ کے مرید آ ملے۔ انہوں نے ان کو لوٹا دیا اور سب مل کر شیخ موصوف کی طرف آ گئے اور ان کو حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کا پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے سن کر کہا کہ:

صدقت الشیخ عبدالقادر سلطان الوقت و صاحب التصریف فیه

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ نے سچ کہا وہ سلطان الوقت اور صاحب تصرف ہیں۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۶۰، ۶۱، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

حضرت سیّدنا شیخ حماد علیہ الرحمہ کا آپ کی تعظیم کرنا:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیی التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

ابن نجار نے اپنی تاریخ کے شروع میں بیان کیا ہے کہ میں نے ابوشجاع کی تاریخ میں دیکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ۵۲۶ ہجری میں بغداد کی شہر پناہ بنائی تھی، تو اس وقت کوئی عالم اور کوئی واعظ ایسا نہ تھا جو اپنی اپنی جمعیت کو ساتھ لے کر اس کو تعمیر کرانے مین شریک نہ ہوا ہو۔ پھر اس اثناء میں محلہ باب الازج کے پاس حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ کی ہمراہی میں مَیں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سواری پر بیٹھے ہوئے اپنے سر پر دو اینٹیں لیے جا رہے تھے۔

مؤلف کے واقعہ سے یہ بات واضح ہے کہ اس وقت بغداد میں حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ سے زیادہ بزرگ اور کوئی شخص نہ تھا اور حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمہ اس وقت انہیں کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ آئے اور حضرت شیخ حماد علیہ الرحمہ کے روبرو مؤدب ہو کر بیٹھ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ گئے تو آپ کے شیخ، حضرت سیّدنا شیخ حماد علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اس عجمی کا مرتبہ بہت عالی ہوگا حتیٰ کہ اس کا قدم اولیائے زمانہ کی گردن پر رکھا جائے گا۔

(غوثِ جیلانی، ص ۸۶)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیی التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ، متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا محمد النعال علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا کہ میں شیخ حماد علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھا، اتنے میں حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ آئے، اس وقت آپ عالم شباب میں تھے۔ شیخ حماد علیہ الرحمہ آپ کی تعظیم کے لیے اٹھے اور فرمانے لگے۔ مرحبا بالجبل

الراسخ والطود المنیف لا یتحرک اور اپنے بازو پر آپ کو بٹھالیا جب آپ بیٹھ گئے آپ سے شیخ حماد نے پوچھا: کہ حدیث اور کلام میں کیا فرق ہے۔آپ نے بیان کیا کہ حدیث وہ ہے جس کی خواہش کی جائے جیسا کہ سوال وجواب میں ہوتا ہے اور کلام وہ ہے جو دل پر چوٹ کرے۔(یعنی دل پر اپنا گہرا اثر ڈالے) اور دل کا بیدار ہونے کی خواہش سے بے قرار ہونا تمام اعمال سے افضل ہے یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا: تم سید العارفین ہو۔تمہارا عدل وانصاف مشرق سے مغرب تک پہنچے گا۔تمہارے پیر کے نیچے اولیائے زمانہ اپنی گردنیں بچھائیں گے۔تمہارا درجہ عالی ہوگا تم اپنے اقران وامثال سے فائق وممتاز ہوگے۔

(غوثِ جیلانی،ص،۸۶)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا شیخ محمد شبنکی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمۃ سے سنا کہ اوتاد عراق آٹھ (۸) ہیں۔حضرت معروف الکرخی علیہ الرحمۃ، حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ، حضرت بشر الحافی علیہ الرحمۃ، حضرت منصور بن عمار علیہ الرحمۃ، حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ، حضرت سری السقطی علیہ الرحمۃ، حضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ، میں نے عرض کیا۔کون عبدالقادر؟ آپ نے فرمایا: شرفائے عجم سے ایک شخص بغداد میں آکر رہے گا اس شخص کا ظہور پانچویں صدی میں ہوگا، یہ شخص صدیقین اور اوتاد واقطاب زمانہ سے ہوگا۔

(غوثِ جیلانی،ص، ۹۳)

خضر الحسینی الموصلی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ میں نے شیخ قضیب البان موصلی سے سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اس وقت اہل طریقت ومحبت کے پیشوا، سالکوں کے مقتدا، امام صدیقین، حجۃ العارفین وصدر المقربین ہیں۔

(غوثِ جیلانی،ص، ۹۴)

اولیائے وقت اور رجال غیب کا آپ کو مبارکباد دینا:

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

شیخ موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" فرمایا تو اس وقت ایک بہت بڑی جماعت ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آئی۔یہ جماعت آپ کی طرف آرہی تھی اور حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا جب آپ یہ فرما چکے تھے تو تمام اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے آپ کو مبارکباد دی۔اس کے بعد اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی طرف سے یہ خطاب سنایا گیا

یا مالک الزمان ویا امام المکان یا قائما بامر الرحمن ویا وارث کتاب الله ونائب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویامن السماء والارض مائدته ومن اهل وقته کلهم عائله ویامن یتزل القطر بدعوته ویدر الضرع ببرکته ولا یحضرون عنده الا منکسته رؤوسهم ولقف الغیبة بین یدیه أربعین صفا کل صف سبعون رجلا وکتب فی کفه انه اخذ من الله موثقا ان لا یمکر به وکانت الملکته تمشی حوالیه وعمره عشر سنین وتبشره بالولایة

ترجمہ: اے بادشاہ! و امام وقت و قائم بامر الٰہی وارث کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ اے وہ شخص! کہ آسمان وزمین گویا اس کا دسترخوان ہے! اور تمام اہل زمانہ اس کے اہل وعیال اور وہ شخص کہ جس کی دعا سے پانی برستا ہے اور جس کی برکت سے تھنوں میں دودھ اترتا ہے اور جس کے روبرو اولیاء سر جھکائے ہوئے ہیں اور جس کے پاس رجال غیب کی چالیس صفیں کھڑی ہوئی ہیں جن کی ہر ایک صف میں ستر ستر مرد ہیں اور جس کی ہتھیلی میں لکھا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد لیا ہے کہ وہ میرے ساتھ مکر نہ کرے گا اور جس کی دس سالہ عمر میں فرشتے اس کے اردگرد پھرتے تھے اور اس کی ولایت کی خبر دیتے تھے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۱۰۵)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن یحی التاذفی الحلبی علیہ الرحمہ متوفی، ۹۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ جس قدر تواتر کے ساتھ کسی کی کرامات ہم تک نہیں پہنچیں، باوجود آپ سے خوارق عادات وکرامات بکثرت ظاہر ہونے کے آپ ہمیشہ حاضر الحس وذکی فہم ومتمسک بقوانین شریعت رہے، آپ ہمیشہ شریعت کے قدم بقدم چلتے اور دوسروں کو اس کی طرف بلاتے رہے۔

شریعت کی مخالفت سے آپ کو سخت نفرت تھی، باوجودیکہ آپ ہمیشہ عبادات ومجاہدات میں مشغول رہتے تھے، مگر ساتھ ہی آپ اپنا بہت سا وقت لوگوں کے ساتھ بھی خرچ کرتے رہتے تھے، آپ صاحب اولاد ازواج بھی تھے تو، پھر جس شخص میں یہ تمام اوصاف جمع ہوں اس کے صاحب کمال ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے، قطع نظر اس کے خوارق عادات کا ظاہر ہونا صاحب شریعت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی بھی صفت ہے، اسی لیے آپ نے "ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کہا۔

شیخ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کہنے کی یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایسا کوئی شخص نہیں تھا جو مندرجہ بالا صفات میں آپ کا ہم پلہ ہو سکتا۔ غرض! آپ کے اس قول سے آپ کی تعظیم وتکریم مقصود ہے اور درحقیقت آپ تعظیم وتکریم کے مستحق وسزاوار بھی ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

ترجمہ: خدائے تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہ راست پر لے جاتا ہے۔

(غوثِ جیلانی، ص، ۱۴۰)

حضرت سیّدنا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الانس و الجنّ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ در معاملہ دیدم کہ در حق من عنایات بلانہایات نمودند و زبان مبارک خود در دہان من کردہ فرمودند کہ مردم در معنئ این بیت ما کہ

افلت شموس الاولین و شمسنا		ابداً اعلی افق العلی لا تقرب

وآن قول ما کہ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ حیر انند شما حل آن بنویسید کہ ازین ضعف صحت ست و لیکن حضرت ایشان را از انجا کہ، درین بیماری شوق لقای او سبحانہ استیلا نمودہ بود و از کمال آن شوق گریہ بر ایشان غالب میشد و ہمیشہ در آن ضعف بدعای

ماثورۂ اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ رطب اللسان می بودندو میفرمودند اگر طبیب گوید کہ مرض تو علاج پذیر نیست ویر اشکر اللہ بفقرا مبلغھا بدھیم لاجرم ازوفور این شوق و اشتیاق شرح این

بیت

و آن کلام قطب الآفاق نیامد

اما چون لفظ صحت در حق آنحضرت از زبان شریف آن بزرگ رضی اللہ عنھما رفتہ بود درین میان چند روزے صحت گونہ روی نمودہ و ریش دل خستگان رایحۂ مرھمی شنو درین چند روزۂ صحت شدایدایام آلام ضعف و سقام رابشوق تمام یاد کردہ میفرمودند کہ درھجوم مرارت ضعف حلاوتی و نعمتی یافتم کہ درین چند روزۂ صحت معلوم نمیکردم

''حضرت شیخ الجن والانس سید عبدالقادر جیلانی ﷺ کو میں نے مراقبے میں دیکھا کہ مجھ پر بہت زیادہ عنایت فرمائیں اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں دے دی اور فرمایا کہ لوگ میرے شعر اور میرے اس قول پر حیرت کرتے ہیں۔''

شعر یہ ہے:

افلت شموس الاولین و شمسنا	ابداً اعلیٰ افق العلی لاتقرب

ترجمہ: متقدمین کے سورج ڈوب گئے لیکن ہمارا سورج ابد تک اونچے افق پر درخشاں رہے گا۔

قول یہ ہے:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

آپ اس شعر اور اس قول کا حل لکھ دیں کہ اس ضعف سے صحت ہو جائے گی۔

لیکن آپ پر چونکہ اس بیماری میں اللہ پاک کی دیدار کا شوق غالب تھا، اور اس شوق کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری تھا، اور اس ضعف کی حالت میں مسلسل آپ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کی دعا پڑھ رہے تھے۔ اس لئے فرماتے تھے کہ: ''اگر کوئی طبیب یہ کہہ دے کہ تمہارا یہ مرض اب علاج پذیر نہیں ہے۔ تو میں شکریہ کے طور پر فقراء کو روپے تقسیم کروں۔''

غرض کہ اس شوق اور اشتیاق کی شدت کی وجہ سے حضرت عبدالقادر جیلانی ﷺ کے حکم پر وہ شرح نہ لکھ سکے لیکن چونکہ حضرت عبدالقادر جیلانی ﷺ کی زبان مبارک سے آپ کے حق میں لفظ صحت ادا ہوا تھا اس لیے اس درمیان میں چند روز کے لیے صحت ہوگئی تھی اور اس طرح فقہ دل متعلقین کو کچھ راحت مل گئی تھی لیکن اس چند روز صحت کے زمانے میں آپ اپنے سابق امراض اور شدائد کو بہت اشتیاق کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔

اور ارشاد فرماتے تھے کہ: ''اس ضعف کی شدت میں مجھے ایسی لذت اور حلاوت حاصل تھی کہ اس چند روز صحت میں نصیب نہیں۔''

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص ۲۸۶، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

غوث الاعظم سیّدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے قدم مبارک کے بارے میں:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما این فقیر در رسائل خود نوشته است که آن سرور۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ را با وجود استمرار وقت، وقتِ نادر هم بوده است و آن وقت در حین ادای نماز بوده است۔ الصلوٰة معراج المؤمن شنیده باشند و ارحنی یا بلال شاهدی است عدل (معتبر) در اثبات این مطلب و ((ابو ذر غفاری)) به وراثت و تبعیت نیز به این دولت مشرف شده باشد، چه کمل تابعان آن سرور را از جمیع کمالات او۔ علیه و علیهم الصلواة والتسلیمات۔ به طریق وراثت و تبعیت، نصیب وافر است و حظ کامل۔

و آنچه ((شیخ عبد القادر))۔ قدس سره۔ فرموده: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله، صاحب ((عوارف)) (عوارف المعارف، شیخ شهاب الدین سهروردی علیہ الرحمہ۔) که مرید و مربای شیخ ((ابو النجیب سهروردی)) است که از محرمان و مصاحبان حضرت ((شیخ عبد القادر)) بوده است، این کلمه را از آن کلمات ساخته است که مشعرِ عجب اند که از مشایخ در بدایتِ احوال به واسطهٔ بقایای سکر صدور یافته اند و در (نفحات) از ((شیخ حماد دباس)) که از شیوخِ حضرتِ شیخ (شیخ عبد القادر) است نقل کرده است که او به طریق فراست فرموده که این عجمی را قدمی است که در وقتِ وی بر گردن همه اولیاء خواهد بود و هر آیینه مأمور شود به آنکه بگوید: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله و هر آیینه آن را بگوید و همه اولیاء گردن بنهند۔ به هر تقدیر، حضرت شیخ در این کلام محق اند۔ این کلام خواه از بقایای سکر از ایشان سر بر زده باشد و خواه مأمور باشند به اظهار این حکم۔ قدم ایشان بر گردن های جمیع اولیاء آن وقت بوده است و جمیع اولیاء آن وقت، زیر قدم ایشان بوده اند، لیکن باید دانست که این حکم مخصوص به اولیای آن وقت است۔ اولیاء ماتقدم و ماتأخر از این حکم خارج اند، چنانکه از کلامِ ((شیخ حماد)) مفهوم می شود که قدم او در وقتِ وی بر گردن همه اولیاء خواهد بود و نیز ((غوثی)) که در ((بغداد)) بوده است و حضرت ((شیخ عبد القادر)) و ابن سقا عبد الله)) به زیارت او رفته بودند، آن ((غوث)) به طریق فراست، در حق شیخ گفته که می بینم تو را در ((بغداد)) که به منبر بر آمده و می گویی: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله و می بینم اولیاء وقت تو را که همه گردن های خود در پست کرده اند، اجلال و اکرام تو را۔

از کلام این بزرگ نیز مفهوم می شود که آن حکم مخصوص به اولیاء آن وقت بوده است۔ در این وقت نیز اگر کسی را حضرت حق۔ سبحانه و تعالی۔ چشم بینا عطا فرماید۔ بیند، چنانچه آن غوث دیده بود، که گردن های اولیاء آن وقت زیرِ قدم وی اند و این حکم تجاوز به، غیر اولیاء آن وقت نکرده است۔

در اولیاء ماتقدم این حکم چگونه مجوز بود که شاملِ اصحاب کرام۔ رضی الله عنهم۔ است که به یقین از حضرت شیخ افضل اند و در ماتأخر نیز چگونه متمشی باشد که شامل ((حضرت مهدی)) است که آن سرور۔ علیه و علی اله الصلوٰة والسلام۔ به قدوم او بشارت داده است و امت را به وجود او مبشر ساخته او را خلیفة الله فرموده و همچنین اصحاب ((حضرت عیسیٰ))۔ علی نبینا و علیه و علی اله لصلوٰة والسلام۔ که از انبیاء اولو العزم است، از سابقانند و به واسطهٔ متابعت این شریعت، ملحق به اصحاب خاتم الرسل اند۔ علیه و علیهم

الصلوۃ والسلام۔

ازبزرگی متأخران این امت تواندبود که آن سرور فرموده باشد۔ علیه وعلیٰ اله الصلوٰۃ والسلام: لایدریٰ اولهم خیر ام اخرهم۔

بالجمله حضرت ((شیخ عبدالقادر))۔ قدس سره۔ رادر ولایت، شان عظیم است و درجۂ علیا است۔ ولایت خاصۂ محمدیه را۔علیٰ، صاحبها الصلوٰۃ والسلام والتحیة۔ ازراه سربه نقطۂ آخر رسانیده است و سر حلقه آن دائره گشته، از اینجا کسی توهم نکند که چون شیخ، سر حلقه دائرۂ ولایت محمدیه بود، باید که از حمه اولیاء افضل باشد، چه ولایت محمدی، فوقِ جمیع ولایت انبیاء است۔ علیٰ، نبینا وعلیهم الصلوٰۃ والتحیات۔ زیراکه گوییم سر حلقۂ ولایت محمدی است که از راهِ سر حاصل گشته است، چنانکه گذشت، نه، سر حلقۂ مطلق آن ولایت، تا افضلیت لازم آید۔ یا آنکه گوییم سر حلقۂ مطلق ولایت محمدیه بودن، مستلزم افضلیت نیست، زیراکه تواندبود که، دیگری در کمالات نبوت محمدیه به طریق تبعیت و وراثت، پیش قدم بود و افضلیت از راهِ آن کمالات، اورا ثابت باشد۔

جمعی از مریدان حضرت ((شیخ عبدالقادر)) در حقِ شیخ، غلو بسیار می نمایند و در محبت، جانبِ افراط می گیرند، در رنگ محبان مفرِطِ ((حضرت امیر))۔ کرم اللہ تعالیٰ وجهه۔

از فحوای کلمه و کلامِ این جماعه مفهوم می شود که حضرت شیخ راه، ایشان از جمیع اولیاء ماتقدم و ماتأخر افضل می دانند و غیر از انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ معلوم نیست که دیگری را بر حضرت شیخ، فضل دهند، این از افراط محبت است۔ اگر گویند آن قدر ظهور خوارق و کرامات که از شیخ به وجود آمده است، از هیچ ولی به ظهور نیامده، پس فضل اورا باشد۔

گوییم که کثرتِ ظهورِ خوارق، بر افضلیت دلالت ندارد۔ تواندبود که یکی بود که هیچ خارقی از وی به ظهور نیاید، افضل باشد از آن کس که خوارق و کرامات از وی به ظهور می آیند۔ شیخ الشیوخ (شیخ شهاب الدین سهروردی) در ((عوارف)) بعد ذکر کرامات و خوارق مشایخ، فرموده است و کل هذه مواهب اللہ تعالیٰ وقدیکاشف بها قوم وتعطیٰ وقدیکون فوق هولاء من لایکون له شیء من هذا لان، هذه کلها تقویة الیقین ومن منح صرف الیقین لاحاجة له الی شیء من هذا فکل هذه الکرامات دون ماذکرناه من تجوهر الذکر فی القلب وجود ذکر الذات۔

کثرتِ ظهور خوارق رادلیل بر افضلیت ساختن در رنگ آن است که کسی کثرت فضایل و مناقب ((حضرت امیر)) را دلیل افضلیت اوسازد بر حضرت صدیق۔ رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔ که آن قدر فضائل و مناقب از وی به ظهور نیامده است۔

ترجمہ: میرے مخدوم اس فقیر (شیخ کبیر زبدۃ العارفین حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کو باوجود استمرار وقت (دائمی حضوری) ایک نادر وقت بھی حاصل تھا اور وہ وقت ادائے نماز کے دوران میسر آتا تھا ''الصلوٰۃ معراج المومن'' (نماز مومن کے لئے معراج ہے) آپ نے سنا ہوگا۔ ''ارحنی یا بلال'' (اے بلال مجھے راحت پہنچا) اس مطلب کے ثبوت کے لئے شاہد عدل ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی وراثت اور تبعیت کی بنا پر اس دولت سے مشرف ہوئے تھے کیونکہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کے کامل تابعداروں کے لئے بھی آپ (آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کے تمام کمالات سے وراثت اور تبعیت کے طور پر بہت بڑا حصہ اور خط کامل حاصل ہے اور جو کچھ حضرت شیخ الجن

والانس سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ "**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للہ**" (میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے) صاحب عوارف (شیخ المشائخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) جو مرید اور حضرت شیخ المشائخ شیخ ابونجیب سہروردی علیہ الرحمۃ کے پروردہ ہیں اور حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے مصاحبوں اور رازداروں میں سے ہیں اس کلمہ کو ان کلموں میں سے بتایا ہے جو عجیب اور خود بینی پر مشتمل ہیں اور جو مشائخ سے احوال کی ابتدا میں سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں اور "نفحات" میں حضرت شیخ المشائخ شیخ حماد دباس علیہ الرحمۃ نے جو حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے شیوخ میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ انھوں نے فراست کے طور پر یہ فرمایا تھا کہ اس عجمی (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ) کا ایسا مبارک قدم ہے کہ اس وقت کے تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا اور وہ (اس بات کے کہنے پر) مامور ہوگا کہ "**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**" اور جس وقت وہ یہ کہیں گے تو یقیناً تمام اولیاء اپنی گردنیں جھکادیں گے بہرحال حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اس بات (کے اظہار) میں حق بجانب ہیں اس کلام کو خواہ انھوں نے بقیہ سکر کی حالت میں کہا ہو اور خواہ وہ اس کلام کے اظہار پر مامور ہوں بہرصورت ان کا قدم اُس وقت کے تمام اولیاء کی گردنوں پر رہا ہے اور اُس وقت کے تمام اولیاء ان کے زیر قدم ہوئے ہیں لیکن جاننا چاہئے کہ یہ حکم اُس وقت کے اولیاء کے لئے ہی مخصوص تھا اُن سے پہلے کے اولیاء اور بعد کے آنے والے اولیاء اِس حکم سے خارج ہیں جیسا کہ حضرت شیخ المشائخ حماد علیہ الرحمۃ کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُن کا قدم اُن کے اپنے وقت میں تمام اولیاء کی گردن (گردنوں) پر ہوگا اور نیز ایک غوث علیہ الرحمۃ جو اس وقت بغداد میں تھے حضرت شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ) اور ابن سقا عبداللہ اُن کی زیارت کے لئے گئے تھے تو غوث علیہ الرحمۃ نے اپنی فراست کی بنا پر شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ) کے حق میں فرمایا تھا کہ (میں) دیکھتا ہوں تو بغداد میں منبر پر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے "**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**" اور میں دیکھتا ہوں کہ تمام اولیاء نے تیرے جلال واکرام کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکالیا ہے۔ اس بزرگ (غوث علیہ الرحمۃ) کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اُس وقت کے اولیاء کے ساتھ ہی مخصوص تھا اگر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اِس وقت بھی کسی کو چشم بینا (باطنی آنکھیں) عطا فرمائے تو وہ بھی دیکھ سکتا ہے جیسا کہ اِس غوث علیہ الرحمۃ نے دیکھا تھا کہ اُس وقت کے اولیاء کی گردنیں ان کے قدم کے نیچے ہیں اور یہ حکم اس وقت کے اولیاء سے تجاوز کرکے کسی وقت کے اولیاء تک نہیں پہنچا کیونکہ اولیائے متقدمین کے بارے میں حکم کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ جن میں اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بھی شامل ہیں جو یقیناً حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے افضل ہیں اور متاخرین میں بھی یہ حکم کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام شامل ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ نے دی ہے اور امت کو آپ (حضرت امام مہدی علیہ السلام) کے وجود کی خوشخبری دی ہے اور ان کو خلیفۃ اللہ فرمایا ہے اور اسی طرح اولوالعزم (پیغمبر) حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام کے اصحاب جو کہ سابقین میں سے ہیں اور اس شریعت کی متابعت کی وجہ سے حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کے اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ملحق ہیں متاخرین کی اسی بزرگی کے باعث ممکن ہے کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ نے یہ فرمایا ہے "لَا یَدْرِیْ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ" (ترمذی شریف) (نہیں معلوم کہ (اس امت کے) اول لوگ بہتر ہیں یا آخر کے) مختصر یہ کہ حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ولایت میں بہت بڑی شان اور بلند درجہ رکھتے ہیں اور آپ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے) ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ کو لطیفہ سر کی راہ سے آخری نقطہ تک پہنچایا ہے اور اس دائرہ کے سرحلقہ ہیں اس

بیان سے کوئی شخص یہ وہم نہ کرلے کہ چونکہ حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ولایت محمدیہ ﷺ کے سرحلقہ ہیں اس لئے وہ تمام اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ ولایت محمدیہ ﷺ تمام ولایتوں سے بلند ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس ولایت محمدیہ ﷺ کے سرحلقہ ہیں جو لطیفۂ سرکی راہ سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے نہ کہ مطلق اس ولایت کے سرحلقہ ہیں جس سے ان کی (تمام اولیاء پر) افضلیت لازم آئے یا ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق ولایت محمدیہ ﷺ کے سرحلقہ ہونے سے ان کی افضلیت لازم نہیں آتی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا بھی کمالات نبوت محمدیہ ﷺ میں تبعیت اور وراثت کے طریق پر پیش قدمی حاصل کئے ہوئے ہو اور ان کمالات کی وجہ سے افضلیت اس کیلئے ثابت ہو (اس عبارت میں اشارہ اپنی طرف ہے یعنی حضرت سلطان العارفین امام شریعت و طریقت الشیخ احمد علیہ الرحمۃ آپ نے کمالات محمدی ﷺ میں تبعیت وراثت کے طور پر حاصل کیا) حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے مریدوں کی ایک جماعت شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ) کے حق میں بہت زیادہ غلو کرتی ہے اور محبت کی وجہ سے افراط کی طرف چلے جاتے ہیں جیسا کہ خلیفۂ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبین ان کی محبت میں افراط کرتے ہیں اس جماعت کی گفتگو اور کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پہلے اور ان کے بعد کے تمام اولیاء سے افضل جانتے ہیں اور انبیاء کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے علاوہ معلوم نہیں کہ کسی دوسرے کو حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ پر فضیلت دیتے ہوں یہ حد سے زیادہ محبت کی وجہ اور اگر یہ کہا جائے کہ خوارق وکرامات جس قدر حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے وجود میں آئے ہیں کسی دوسرے ولی سے ظہور میں نہیں آئے اس لئے فضیلت انہی کیلئے ہوئی۔ لہذا ہم یہ کہتے ہیں کہ خوارق کے ظہور کی کثرت افضلیت کی دلیل نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ کسی ولی سے کوئی خوارق ظہور میں نہ آئے لیکن وہ اس ولی سے افضل ہو جس سے خوارق وکرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ عوارف المعارف میں مشائخ کے خوارق وکرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ”یہ سب کچھ (خوارق وکرامات) اللہ تعالیٰ کی بخشش وعطا ہے جو بعض لوگوں پر (بطور مکاشفہ) ظاہر کرتا ہے اور ان کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ساتھ عزت بڑھاتا ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو مرتبہ میں ان سے بڑھ کر ہیں لیکن ان کو (خوارق وکرامات سے) کچھ بھی حاصل نہیں کیونکہ کرامات یقین کی تقویت کا باعث ہیں اور جس کو صرف یقین عطا کیا گیا ہو اس کو ذکر قلبی اور ذکر ذات کے علاوہ ان کرامات کی کچھ حاجت نہیں“۔

خوارق کے ظہور کی کثرت کو افضلیت کی دلیل قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل کی کثرت کی وجہ سے خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ان کے افضل ہونے کی دلیل بنائے کیونکہ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل ومناقب ظہور میں نہیں آئے (جس قدر کہ خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ظہور میں آئے ہیں)۔

ای برادر! بشنو، خوارق عادات بر دو نوع است، نوع اول علوم و معارف الهی است۔ جل سلطانه۔ که به ذات و صفات و افعال واجبی۔ جل وعلا۔ تعلق دارد و وراء طورِ نظر عقل است و خلاف متعارف و معتاد است، که بنده هائی خاص خود را به آن ممتاز ساخته است۔ و نوع ثانی، کشف صور مخلوقات است و اخبار از مغیبات که به عالم تعلق دارد۔

نوع اول مخصوص به اهل حق و ارباب معرفت است و نوع ثانی شامل محق و مبطل است، زیرا که اهل استدراج را نیز نوع ثانی حاصل

است۔ نوع اول نزد خدا۔ جل و علا۔ شرافت و اعتبار دارد که به اولیاء خود مخصوص ساخته است و اعدائ (دشمنان) را در آن شرکت نداده و نوع ثانی نزدِ عوام خلایق معتبر است و در انظار ایشان معزز و محترم۔ این معنی اگر چه از اهل استدراج به ظهور آید، نزدیک است، که از نادانی او را پرستش نمایند و به هر رطب و یابس (تر و خشک۔) که او ایشان را تکلیف نماید، مطیع و منقاد او گرداند، بلکه این محجوبان، نوع اول را از خوارق نمی دانند و از کرامات نمی شمرند۔ خوارق نزد ایشان منحصر در نوع ثانی است و کرامات به زعم، این، محجوبان، مخصوص به کشف صور مخلوقات است و اخبار از مغیبات ایشان۔ زهی بی خردان علمی که به احوال مخلوقات حاضر یا غائب تعلق دارد، کدام شرافت و کرامت در وی حاصل است، بلکه این علم شایان آن است که به جهل مبدل گردد تا نسیان از مخلوقات و احوال ایشان حاصل آید۔

معرفتِ واجبی است حق۔ تعالی و تقدس۔ که به شرافت و کرامت سزاوار است و به اعزاز و احترام شایان۔

پری نهفته رخ و دیو در کرشمه و ناز		بسوخت عقل ز حیرت کاین چه بو العجبی است

وقریب مما ذکرنا ما قال شیخ الاسلام الهروی و الامام الانصاری فی منازل السائرین و شارحه و الذی ثبت عندی بالتجربة ان فراسة اهل المعرفة انما هی فی تمییز هم من یصلح لحضرة الله جل و علا ممن لا یصلح و یعرفون اهل الاستعداد الذین اشتغلوا بالله سبحانه و وصلوا الی حضرة الجمع فهذه فراسة اهل المعرفة و امام فراسة اهل الریاضة بالجوع و الخلوة و تصفیة الباطن من غیر وصلة الی جانب الحق تعالیٰ فلهم فراسة کشف الصور۔ و الاخبار بالمغیبات المختصة بالخلق فانهم لا یخبرون الا عن الخلق لانهم محجوبون عن الحق سبحانه و اما اهل المعرفة فلاشتغالهم بما یرد علیهم من معارف الحق تعالیٰ لا یکون اخبارهم الا عن الله تعالیٰ۔

ولما کان العالم اکثرهم اهل انقطاع عن الله سبحانه و اشتغال بالدنیا مالت قلوبهم الی اهل کشف الصور۔

و الاخبار عما غاب من احوال المخلوقات فعظموهم و اعتقدوا انهم اهل الله و خاصته و اعرضوا عن کشف اهل الحقیقة و اتهموهم فیما یخبرون عن الله سبحانه و قالوا لو کان هؤلاء اهل الحق کما یزعمون لا خبرونا عن احوالنا و احوال المخلوقات و اذا کانوا لا یقدرون علی کشف احوال المخلوقات فکیف یقدرون علی کشف امور اعلی من هذه و کذبوهم بهذا القیاس الفاسد و عمیت علیهم الانباء الصحیحة ولم یعلموا ان الله تعالی قد حمی هولاء عن ملاحظة الخلق و خصهم و شغلهم عما سواه حمایة لهم و غیرة علیهم و لو کانوا ممن یتعرض الی احوال الخلق ما صلحوا للحق سبحانه۔

و قد راینا اهل الحق اذا التفتوا ادنی التفات الی کشف الصور ادرکوا منها ما لا یقدر غیرهم علی ادراکه بالفراسة التی یثبتها اهل المعرفة وهی الفراسة فیما یتعلق بالحق سبحانه و ما یقرب منه۔

و اما فراسة اهل الصفاء الخارجین المتعلقین بالخلق فلا یتعلق بجناب الحق سبحانه و لا ما یقرب منه و یشترک المسلمون و النصاری و الیهود سائر الطوائف فیها لانها لیست شریفة عند الله سبحانه فیختص بها اهله۔

ترجمه: ونزدیک است به آنچه ما ذکر کردیم، آنکه ((شیخ الاسلام هروی)) و ((امام انصاری))۔ رحمه الله۔ در کتاب خود ((منازل السائرین)) و شارح آن فرموده و چیزی که نزد من به تجربه ثابت شده است، آن است که هر آیینه زیرکی و فهم ارباب معرفت حق تعالیٰ

همین در تمیز کردن ایشان است۔ آنان را که صالح حضرت حق اند۔ جل و علا۔ از آنان که صالح آن نیستند و ایشان می شناسند اهل استعداد را که به حق۔ سبحانه۔ در شدند و به حضرت جمع در رسیدند۔ همین است فراست اهل معرفت۔ و اما آنانکه مرتاض اند به گرسنگی و عزلت و تصفیۂ باطن، به غیر از وصول به حق تعالیٰ۔ پس ایشان را فراستی است در کشف مخلوقات و اخبار از مغیبات مختصه، به خلق۔ پس ایشان خبر نمی دهند مگر از خلق، زیرا که ایشان از حق سبحانه محجوب اند۔

و اما اهل معرفت، پس خبر نمی دهند مگر از حق تعالیٰ از جهت اشتغال ایشان به آنچه وارد می شود بر ایشان از معارف و علوم که متعلق اند به، حق تعالیٰ۔

و هر گاه اکثر افراد در عالم منقطع اند از حق۔ سبحانه۔ و مشغول اند به دنیا، قلوب شان به سوی ارباب کشف صور مغیبات و اهل اخبار از احوال غائبۂ مخلوقات، مایل گشته است۔ از اینجاست که معظم داشتند اهل کشف و اخبار را و اعتقاد نمودند که ایشانند اهل الله و خاصة الله و رو گردانیدند از کشف اهل حقیقت و متهم ساختند ایشان را در چیزی که از حق سبحانه خبر می دهند و گفتند که اینان اگر اهل، حق می بودند چنانکه گمان دارند، البته خبر می دادند ما را از احول ما و احوال مخلوقات۔ وقتی بر کشف احوال مخلوقات قدرت ندارند، بر کشف امور بالا تر از آن، چگونه قدرت دارند، پس اینها را تکذیب نمودند با این قیاس فاسد خویش۔

و مخفی ماند بر ایشان اخبار صحیحه و ندانستند که حق تعالیٰ مصون داشته است ایشان را از ملاحظه خلق و مخصوص کرده است به خود۔ بر گردانیده است ایشان را از غیر خود، از جهت حمایت ایشان و رشک بردن بر ایشان و اگر می بودند ایشان از میل کنند گان به سوی خلق، شایان حق۔ سبحانه۔ نمی بودند۔

و هر آینه دیده ایم اهل حق را چون به جانب کشف صور، ادنی التفاتی نمودند، یافتند از آن چیزی را که غیر ایشان بر در کش قدرتی ندارد۔ و فراستی که اهل معرفت داشته اند فراستی است در چیزی که به حق سبحانه تعلق دارد و در چیزی که قریب به وی است۔ عز اسمه۔ و اما فراست ارباب صفا که خارج اند و متعلق به خلق پس نه به جناب حق سبحانه مر او را تعلقی است و نه به چیزی که قریب است به وی۔ جل سلطانه۔ و شریک اند در وی اهل اسلام و نصاری و یهود و طوائف دیگر از خلق، زیرا که وی را نزد حق۔ سبحانه۔ منزلتی نیست که مخصوص کند آن را به اهل خود۔

خوارق عـادات کی دو اقسام ہیں:

قسم اول:

وہ علوم و معارف الٰہی جل سلطانہ ہیں کہ جن کا تعلق ذات وصفات اور افعال واجبی جل وعلا کے ساتھ ہے اور وہ نظر عقل کے دائرے سے ماوراء ہیں اور متعارف ومعتاد (جانا پہچانا اور عرف وعادات) کے خلاف ہیں لہٰذا (حق تعالیٰ نے) اپنے خاص بندوں کو ان کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے۔

قسم دوم:

مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور ان عینی (غیبی) باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں نوع اول کا تعلق

اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع دوم میں محق اور مبطل (سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگ) شامل ہیں کیونکہ دوسری قسم اہل استدراج کو بھی حاصل ہے قسم اول خدائے جل وعلا کے نزدیک بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے اس کو (قسم اول کو) اپنے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور دوسری قسم عام خلائق کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں معزز و محترم ہے یہی باتیں (یعنی خرق عادت) اگر چہ استدراج والوں سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن ممکن ہے کہ عام لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے ان کی پرستش شروع کر دیں اور جو رطب و یابس (وہ تصنع سے کریں) اس کی وجہ سے اس کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ بلکہ یہ مجوبان (عام لوگ) قسم اول کو خوارق سے نہیں جانتے اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم دوم میں منحصر ہے اور کرامات ان ناواقف لوگوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیب کی خبروں سے متعلق ہے ان بے وقوفوں پر افسوس ہے جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت و کرامت پائی جاتی ہے بلکہ یہ علم تو اس قابل ہے کہ وہ جہالت سے بدل جائے تا کہ مخلوقات سے اور ان کے احوال سے نسیان حاصل ہو جائے وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت کے لائق ہے اور اعزاز و احترام بھی اسی کے شایان شان ہے۔

پری نہفتہ رخ ودیو در کرشمہ و ناز		بسوخت عقل زحیرت کااین چہ بو العجبی است

ترجمہ: پری چھپی ہے دکھاتا ہے دیو ناز و ادا عجب معاملہ ہے عقل جس سے حیراں ہے۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ تقریباً وہی ہے جو حضور سیّدی شیخ الاسلام شیخ عبداللہ انصاری ہروی علیہ الرحمہ اپنی کتاب منازل السائرین میں اور اس کے شارح نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک جو بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے کہ وہ لوگ تمیز کر لیتے کہ کون شخص حضرت حق (جل وعلا) کی بارگاہ کے شایان ہے اور کونسا نہیں اور ان اہل استعداد کو بھی پہچان لیتے ہیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں مقام جمع تک پہنچے ہوئے ہیں اور یہی اہل معرفت کی فراست ہے لیکن اہل ریاضت جن کو بھوک گوشہ نشینی اور تصفیۂ باطن کے ذریعہ وصول الی الحق کے بغیر فراست حاصل ہوتی ہے ان کی فراست یہ ہے کہ مخلوقات کی تصویروں کے کشف کرتے اور غیب کی خبریں دیتے ہیں جو مخلوقات سے مختص ہیں لہٰذا یہ لوگ صرف مخلوقات ہی کی خبریں دے سکتے ہیں (اس کا حق سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی سے کوئی واسطہ نہیں) کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے محجوب (حجاب میں) ہوتے ہیں اور چونکہ اہل معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مشغول رہتے ہیں اور جو علوم و معرفت ان پر وارد ہوتے ہیں (ان کی روشنی میں) وہ جو خبریں دیتے ہیں وہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے دیتے ہیں اور چونکہ اکثر دنیا داروں کے دل حق سبحانہ وتعالیٰ سے منقطع ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں ہمہ تن مشغول ہیں اس لئے ان کے دل ارباب کشف اور غیب کی خبریں دینے والوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان کو بزرگ جانتے ہیں اور یہ اعتقاد کر لیتے ہیں کہ یہ لوگ اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے منہ موڑ لیتے ہیں اور وہ (اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)) جو کچھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ان کو بتاتے ہیں اس کے ساتھ انہیں اتہام لگاتے ہیں اور اہل دنیا کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں تو یہ ضرور ہمارے احوال اور مخلوقات کے احوال سے ہم کو خبر دیتے اور یقیناً جب یہ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قدرت نہیں رکھتے تو امور اعلیٰ کے کشف پر کس طرح قادر ہو سکتے ہیں اہل دنیا اس خام خیالی کی وجہ سے ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور صحیح خبروں سے ناواقف رہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو خلق کے ملاحظہ سے محفوظ کر کے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اپنے ماسوا سے ان کی حمایت پر شک کرنے کی وجہ سے ان کو دور کر دیا ہے اگر وہ لوگ مخلوق کی طرف رغبت کرنے والے ہوتے تو وہ حق

سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہوتے اور یقیناً ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ صورتوں کے کشف کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کرتے ہیں تو وہ کچھ پالیتے ہیں جو دوسرے ان کی فراست کے ادراک پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے جیسی کہ اہل معرفت رکھتے ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ اور ان چیزوں سے جو اس کے قریب ہیں تعلق رکھتی ہے لیکن ارباب صفا جو اس خصوصیت سے خارج ہیں اور مخلوق سے متعلق ہیں ان کی فراست نہ ہو تو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے قرب رکھنے والی چیزوں سے اور اس فراست میں مسلمان نصاریٰ یہودی اور دوسرے گروہ بھی شامل ہیں کیونکہ اس فراست میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک کوئی بزرگی نہیں ہے جس سے وہ اپنے خاص بندوں کو مخصوص فرماتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۹۳، ج ۱، ص، ۱۴۷، تا ۱۹، ۷، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال اول آنکہ حق تعالیٰ درشان حضرت ابراھیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میفرمایدانی جاعلک للناس اماما ونیز فرمودہ واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا پس بمقتضائے این ھر دو کریمہ حضرت ابراھیم علیہ السلام مقتدیٰ ومتبوع بودندو پیغمبر ما علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تابع باشند وحال آنکہ پیغمبر ما علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بالقطع افضل اندو ھمین اشکال درمادۂ افسر آدم علیہ السلام مہتر، آید حق تعالیٰ میفرمایدانی جاعل فی الارض خلیفۃ فلزم فی ھذہ الا یہ مالزم فی الآیۃ السابقہ جواب درکریمۂ انی جاعل فی الارض، خلیفہ ھیچ اشکال نیست چہ این حکم خلافت مرنوع انسان راست خصوصیت بحضرت آدم علیہ السلام ندارد چنانچہ جواب، ملائکہ بران دلیل ست کہ اتجعل فیھا من یفسدفیھا ویفسک الدمآء چہ فساد و سفک دماء درنوع انسان ست نہ درآدم علیہ السلام دبرتقدیر تسلیم این خلافت خاص بوقت حضرت آدم علیہ السلام بودہ نہ خلافت مویدہ تا اشکال متصور شود چنانچہ درشان حضرت داؤد علیہ السلام فرمودہ یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ودرشان حضرت مھدی علیہ الرضوان واردشدہ فان فیھم خلیفہ اللہ المھدی وازین قبیل ست قطب ارشادوغوث و قطب مدار کہ درھروقت میباشند کہ قطبیت وسائر مناصب مخصوص بازمنہ، ایشانست وھمچنین قدمی علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کہ حضرت شیخ عبدالقدر جیلانی قدس سرہ فرمودہ است مخصوص باولیاء آن وقت ست علیٰ ماحقق آرے کہ کریمہ انی ا جعلک للناس اماماً حکم عام وموبدست قال القاضی فی تفسیرہ وامامتہ عامۃ مؤبدۃ اذلم یبعث، نبی بعدہ الا کان من ذریتہ ماموراباتباعہ چنانچہ کریمہ اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً دلالت بران دارد لیکن این آیات قدح درافضلیت آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ندارد مفسران گفتہ اند یعنی پیروی وے کن درتوحید یادرروش دعوت بحق جل وعلا چنانچہ اویرفق ومدارا بدلائل یکے بعد دیگرے و مجادلہ بقدرفھم برکس دعوت مینمود (مینمودند) تو نیز چنان کن صاحب تیسیرآوردہ کہ ارتباع سلوک بسبیل مسلوک متبوع ست پس اتباع آنسرور مرمھترابراھیم را علیھما الصلوٰۃ والسلام بسبب آن بود کہ بعداز و مبعوث شدہ، نہ بجھت آنکہ دون اوبودہ وبحکم انا اکرم والا ولین والا خرین علی اللہ مقررست کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ازھمہ انبیا اکرم، وافضل است ونصیب اودرفضیلت (افضلیت) ازمجموع انبیا واصفیا اجزل واشمل وازین قبیل ست آنچہ واردشدہ است فبھذھم اقتدہ ازین امردرافضلت علیہ الصلوٰۃ والسلام ھیچ قدح لازم نیست باآنکہ گوئیم کہ گاہ ست کہ فاضل را امر بمتابعت مفضول کنند وازین امر بمتابعت ھیچ قصورے در فاضلیت اولولازم نیاید قال اللہ تعالیٰ لنبیہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام وشاورھم فی الامرامر

بمشورت باصحاب (اصحاب) کرام خالی از تضمن امر بمتابعت شان نیست والآمشورت راچه فائده باشد وتحقیق این مقام و حقیقت این معامله را حضرت ایشان ماقدسنا اللہ سبحانه بسره از راه کشف و عرفان در مکاتیب خود نوشته اند از انجا ملاحظه نمایند۔

پہلا سوال یہ ہے کہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرات ابراہیم (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کی شان میں فرمایا ہے

اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

ترجمه: بیشک میں آپ کو لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں) (سورۃ البقرۃ، ۱۲۴)

اور نیز فرمایا ہے

وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا

ترجمه: آپ یکسو ہو کر ملت ابراہیم کا اتباع کیجئے (سورۃ البقرۃ، ۱۲۵)

پس ان دونوں آیتوں کے مقتضی کے مطابق حضرات ابراہیم علیہ السلام مقتدیٰ (جس کی اقتداء کی جائے) اور متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) ہوئے اور ہمارے پیغمبر ﷺ تابع (اتباع کرنے والے) ہوئے، اور حالانکہ ہمارے پیغمبر ﷺ (تمام مخلوقات سے) یقینی طور پر افضل ہیں اور یہ اشکال حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی پیش آتا ہے،

حق تعالیٰ فرماتا ہے

اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمه: تحقیق میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ (سورۃ البقرۃ، ۳۰)

پس اس آیت شریفہ سے وہی اشکال لازم آتا ہے جو کہ مذکورۂ سابق آیت سے لازم آتا ہے۔ یعنی فضلیت آدم علیہ السلام

جواب: آیہ کریمہ

اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (سورۃ البقرۃ، ۳۰)

میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ خلافت کا یہ حکم نوع انسان کے لئے ہے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا جیسا کہ ملائکہ کا جواب کہ

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (سورۃ البقرۃ، ۳۰)

ترجمه: کیا آپ اس کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کریگا۔

اس پر دلیل ہے، کیونکہ فساد اور خونریزی نوع انسان میں ہے نہ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام میں، اور خلافۃ الہیہ کی خصوصیت حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ مان لینے کی صورت میں یہ خلافت حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ خاص ہوگی نہ کہ دائمی خلافت کہ جس سے اشکال کا تصور ہو سکے جیسا کہ (اللہ تعالیٰ نے) حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے،

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ

ترجمہ: اے داؤد علیہ السلام! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ (بادشاہ) بنایا۔ (سورہ ۳۸، ۲۶)

اور حضرت سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی شان میں

فَإِنَّ فِيهِمْ خَلِيفَةَ اللهِ الْمَهْدِيَّ

ترجمہ: پس بیشک ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے۔ وارد ہوا ہے اور اسی قسم سے قطب ارشاد وغوث وقطب مدار ہیں جو کہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں کہ (ان کی) قطبیت اور تمام مناصب انہی کے زمانوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، اور اسی طرح قَدَمِي عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللهِ (میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) جو کہ حضور سیدی غوثِ الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے (یہ بھی) تحقیق شدہ قول کی بناء پر اس وقت کے اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، ہاں آیت کریمہ اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا حکم عام اور دائمی ہے۔ حضرت سیدی امام قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور ان (حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اسی لئے کہ ان کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو ان کی ذریت میں سے نہ ہو اور ان کی اتباع کا مامور نہ ہو (اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو فی جمیع الاحکام نہ ہو)

جیسا کہ آیہ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (سورۃ البقرۃ، ۱۲۵) اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آیتیں رحمت دو جہاں نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں (کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل وعلا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر جیسا کہ وہ نرمی و مدارات کے ساتھ پے در پے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔ صاحب مفسر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی) کرنا اس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کی اتباع کی جائے) چلا ہے۔ پس رحمت دو جہاں نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ (حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں ان سے کم ہیں اور اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِينَ وَلَاٰخِرِينَ عَلَى اللهِ (میں اللہ کے نزدیک اولین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں) کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلّم ہے کہ رحمت دو جہان نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکرم وافضل ہیں اور فضلیت میں آپکا حصہ تمام انبیاء علیہم السلام واصفیاء (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ **ترجمہ:** پس آپ ان (انبیاء علیہم السلام کی روش کی پیروی کریں) (سورۃ ۶، آیت ۹۱) وارد ہوا یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس امر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (سورۃ الاعمران، ۱۵۸)

ترجمہ: (آپ ان اپنے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کام میں مشورہ کرلیا کریں) اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ (حالانکہ حضرت سیدنا شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے افضل ہونا اور صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا مفضول ہونا مسلمہ امر ہے) اس مقام کی تحقیق اور اس معاملہ کی حقیقت کو ہمارے حضرت عالی سلطان العارفین منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف وعرفان کے طریق سے اپنے مکتوبات مجددیہ میں لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر سوم، مکتوب، ۲۴، ص ۵۱، ۵۲، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرت سیّدنا امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

وقال علیه الرحمة فی المنن: ولعمری من یری فی طول عمره مثل سیدی محمد البکری، ویسمع ما یتکلم به من العلوم والاسرار التی تبهر العقول مع صغر سنه ولم یعتقده، فهو محروم من مدد اهل العصر کله، فان سیدی محمدا هذا کسیدی عبد القادر الجیلی فی عصره من حیث الناطقیة عن المرتبة۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا اما شعرانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المنن میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے قسم ہے جو آدمی اپنی طویل عمر میں حضرت سیّدنا سیدی محمد بکری علیہ الرحمہ جیسے شخص کی زیارت کرتا ہے اور وہ علوم واسرار ان کی زبان سے سنتا ہے جنہیں سن کر عقلیں حیرت میں ڈوب جاتی ہیں حالانکہ آپ کی عمر شریف بہت تھوڑی ہے اور پھر آپ کا معتقد نہیں ہوتا وہ سب اہل زمانہ کی مدد سے محروم کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت سیّدنا محمد بکری علیہ الرحمہ اپنے زمانے میں مرتبہ وعظمت کی شان ناطقہ میں اسی طرح ہیں جس طرح حضور سیّدی عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں تھے۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج۱، ص۲۸۴، ۲۸۵، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

باب نمبر ۲۷

(بطورِ اعتراض) خاتم الولایت ابن عربی۔

سوال: (۵۸) اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور سیّدی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سالاسی سے کہ فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجار، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت و نسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی یزیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خاتمِ ولایت محمدیہ شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امامِ اعظم و غوثِ اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے اُلجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابر محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع و اقدس،

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ وصحبہٖ واولیائہٖ وعلمائہٖ واھلہٖ وحزبہٖ اجمعین، اٰمین،

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۱۰، ص، ۲۰۱، ۲۰۲، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

الجواب: مقامِ ختمیت کی نفیس بحث

حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

قال المحبی: وشھد له اولیاء وقته بانه الامام الفرد کالشیخ ایوب الدمشقی فانه کتب الیه کتبا یقول فی بعضھا: انی لاعلم ان فی کل وقت صمدا، وانک واللہ صمد ھذا الوقت۔ وله نحو خمسین مؤلفا من انفع المؤلفات۔ قال المحبی: ووصل الی مقام الختم فی عصرہ، فقد قال حینما وجد بخطه علی ھامش رسالة العارف باللہ سالم بن احمد بن شیخان باعلوی المسماۃ بشق الجیب فی معرفة

رجال الغیب عند قوله والختم: وهو واحد فی کل زمان یختم به الولایة الخصة وهو الشیخ الاکبر اھ۔ مانصه۔ الذی تحقق هو ان الختمیة الخاصة مرتبة الهیة ینزل بها کل احد تأهل لها حسب وقته وزمانه، غیر منقطعة ابد الآباد الی ان لا یبقی علی وجه الارض من یقول الله الله لعدم خلو المراتب الالٰهیة عن القائمین بها حتی یصیر القائم بها۔

ترجمہ: حضرت کے وقت کے اولیاء نے اعتراض کیا کہ آپ فردِ وقت اور امام عصر ہیں ان شاہدوں میں شیخ ایوب دمشقی بھی شامل ہیں انہوں نے حضرت کو کوئی خط لکھے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں مجھے بالیقین معلوم ہے کہ ہر وقت میں ایک شخص مقام صمدیت پر فائز ہوتا ہے اور اللہ کی قسم اس وقت کے مقامِ صمدیت پر فائز ہونے والے انسان آپ ہیں'' آپ کی تقریباً پچاس بڑی مفید تصنیفات ہیں۔ بقول محبی آپ اپنے زمانے میں مقام خاتمیت تک جا پہنچے تھے حضرت نے مشق الحبیب فی معرفة رجال الغیب (مولفة عارف ربانی سالم بن احمد بن شیخان باعلوی) کے حاشیہ پر اپنی تحریر سے والختم کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ صاحب ختم ہر زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے ولایت خاصہ اسی پر ختم ہوتی ہے اور وہی دور کا شیخ اکبر ہوتا ہے، مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات متحقق ہے کہ ختمیت خاصہ ایک مرتبہ الٰہیہ ہے جو اسے عطا ہوتا ہے جو اپنے وقت اور زمانے میں اس کا اہل ہوتا ہے یہ سلسلہ دنیا میں ابد الآباد تک جاری رہے گا حتی کہ دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے کیونکہ مراتب الٰہیہ کے قائم کرنے والوں سے دنیا خالی نہ ہوگی جو ان مراتب کو قائم کرتا ہے۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، ص ۴۹۸، المکتبة العصریة، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

پس بهر دورے ولیے قائم ست		تا قیامت آزمائش دائم ست

ترجمہ: پس ہر زمانے میں ایک نہ ایک ولی قائم رہتا ہے (جس کے کمالات اور قبولِ عام بدطینت لوگوں کے لئے باعثِ حسد ہو جاتے ہیں اور اس طرح حاسد وغیر حاسد کا امتحان ہو جاتا ہے اور) قیامت تک یہ سلسلہ امتحان ہمیشہ رہنے والا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۲۶۴)

پس امامِ حیّ قائم آن ولی ست		خواه از نسلِ عمر رضی اللہ عنہ خواه از علی رضی اللہ عنہ ست

ترجمہ: پس امام زندہ اور قائم (اگر کوئی ہے تو وہ) وہی ولی ہے خواہ وہ (فاروقی یعنی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو۔ یا علوی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۲۶۶)

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

نقل کردند که از حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه سوال کردند که بعضی از مشایخ طریقت فرموده اند که ولایت محمدیه بر ما ختم شده است، خواجه فرمودند که ایشان ختم ولایت زمان خود بوده اند۔ امثال این تأویل حضرت خواجه ما در تأویلات آیات و احادیث بسیار است۔

نقل کردند خواجه علاء الحق والدین روح الله روحه از حضرت خواجهٔ ما قدس الله سره که می فرمودند: جماعتی، این شام از اقطاب زمان و اوتاد زمین حاضر شدند۔ و مرا در نمد سفیدی نشاندند۔ و اطراف آنرا گرفتند و مرا بر تختی بزرگ نشاندند۔ و هر آینه بعد از ین مراهیج

نمی نخواھد بود۔

حضرت خواجہ شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا ابن عربی اپنے وقت کے خاتم الولایت ہیں:

انہوں نے بیان کیا ہمارے حضور سیّدی خواجہ خواجگان بہاؤالدین والدین نقشبند علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ بعض مشائخ طریقت فرماتے ہیں ولایت محمدیہ ہم پر ختم ہو چکی ہے، حضور سیّدی خواجگان بہاالدین والدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا وہ اپنے زمانے کے ختم ولایت ہوئے ہیں، حضور سیّدی خواجۂ خواجگان بہا الدین والدین نقشبند علیہ الرحمۃ کی اس تاویل کی مثالیں آیات واحادیث کی تاویلوں میں بہت زیادہ ہیں۔

حضرت خواجہ قطب وقت علاؤالدین عطار علیہ الرحمۃ نے ہمارے حضور سیّدی خواجہ خواجگان بہاؤالدین والدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے، زمانے کے اقطاب اور زمین کے اوتاد کی ایک جماعت حاضر ہوئی انہوں نے مجھے ''نمد سفید'' پر بٹھایا اور پھر اس کی اطراف کو پکڑ کر ایک ''تخت بزرگ'' پر بٹھایا، بلاشبہ اس کے بعد مجھے کوئی غم نہ آیا۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص، ۳۵، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

وھمچنین حضرت شیخ ابن عربی را خاتم ولایت محمدی تعیین کردن از تمام پیران نقشبندیۂ خود سلب آن ولایت نمودن است جرأت باین امور نمودن از بلند فطرتان در کمال استبعاد است۔

ترجمہ: اسی طرح معارف آگاہی سیدی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو خاتم ولایت محمدی متعین کرنا اپنے تمام پیران نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے، ان امور کی جرأت کرنا بلند فطرت حضرات سے نہایت ہی مستبعد ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۳۰، ص، ۴۱۴، ۴۱۵، گارڈن ویسٹ، کراچی)

مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

سوال: (۵۹) بطورِ اعتراض آپ نے لکھا ہے: ''جو شخص نہ بریلی کا رہنے والا ہو نہ بریلویوں کا مقلد ہو، نہ ان کا شاگرد ہو، نہ انکا مرید ہو، اس کا بریلوی کہلانا چار دفعہ جھوٹ اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ (صفحہ ۸۳)

حالانکہ اہل حق کو اہل باطل کے اختلاط ومغالطہ سے بچانے کے لئے بریلویت ایک عاشق رسول، امام برحق اور امام اہلسنت کے ساتھ عقیدت کی نسبت اور فصل ممیز ہے فرمایئے۔ شرعاً اس میں کیا قباحت ہے۔ اور اس کو جھوٹ اور گناہ کبیرہ قرار دینے کی کیا دلیل ہے؟

الجواب: اگر ہم بریلویت کا اقرار کریں اور عقیدت کا دم بھریں تو تمام نقشبندی بزرگوں کا انکار کرنا ہوگا کیونکہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک ابن عربی خاتم الولایت ہے جو تمام نقشبندیوں مجددیوں کا انکار ہے لہٰذا ہم اپنے پیروں کا انکار نہیں کرتے۔

ولی کو نبی پر جزئی فضیلت ہونا:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منہا ۵۷: ولی ہر کمالے کہ می یابد و بہر درجہ کہ می رسد بطفیل متابعت نبی خود ست علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر متابعت نبی نمی بود

نفس ایمان رونمی نمود وراہ بدرجات علیا از کجا می کشود پس اگر ولی را فضلے از فضائل جزئیہ حاصل شود کہ نبی را حاصل نبودہ و درجۂ خاص از درجات عُلیا میسر شود کہ نبی نہ داشتہ باشد نبی را نیز ازان فضل جزئی وازان درجۂ خاص نصیب کامل است چہ حصول آن کمال بواسطۂ متابعت آن نبی است و نتیجہ است از نتائج اتباع سنت او پس ناچار نبی را ازان کمال بهرۂ تمام باشد، کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام، من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا۔ لیکن ولی در حصول این کمال سابق ست و در وصول باین درجۂ مقدم و این قسم، فضل ولی، را بر نبی جائز داشتہ اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد و آنچہ صاحب فصوص می گوید کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام علوم ومعارف را از خاتم الولایت اخذ می کند راجع باین معرفت است کہ اینفقیر را بآن ممتاز ساختہ اند و سرا سر موافق شریعت است و شراح فصوص در تصحیح آن تکلف نمودہ اند و گفتہ اند کہ خاتم الولایت خزینہ دار خاتم النبوت است اگر پادشاہ از خزینۂ خود چیزے بگیرد هیچ نقص لازم نیاید، وحقیقۃ الامر ما حققتہ ومنشأ التکلف عدم الوصول بحقیقۃ المعاملۃ واللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلھا والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر وآلہ الاطھر۔

منہا نمبر: ۵۷ ولی جو کمال بھی حاصل کرتا ہے اور جس درجہ تک بھی پہنچتا ہے وہ اپنے نبی ﷺ کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے اگر نبی ﷺ کی متابعت اور پیروی نہ ہوتی تو خود ایمان بھی حاصل نہ ہوتا۔ بلند ترین درجات تک راہ تو کہاں کھل سکتی تھی۔ لہٰذا اگر ولی کو جزئی فضیلتوں میں سے کوئی ایسی فضیلت حاصل ہو جائے، جو نبی کو حاصل نہیں تھی، اور اسے بلند درجات میں سے کوئی خاص درجہ میسر ہو جائے جو نبی ﷺ کو میسر نہیں تھا، تو یقیناً نبی ﷺ کو بھی اس جزئی فضیلت اور اس خاص درجہ سے پورا پورا حصہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ولی میں اس کمال کا حصول اس نبی ﷺ کی پیروی ہی کے واسطہ سے ہے اور یہ سب کچھ اس نبی ﷺ کی اتباعِ سنت کے نتائج ہی کا ایک نتیجہ ہے۔ پس لامحالہ نبی ﷺ کو اس کمال سے مکمل حصہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا (کسی نے اچھے طریقے کی بنیاد رکھ دی تو اسے خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور ان لوگوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر عمل کریں گے۔ البتہ ولی اس کمال کے حصول میں پیشرو ہوگا اور اس درجے تک پہنچنے میں مقدم ہوگا۔ اور ولی کی نبی پر اس قسم کی فضیلت حاصل ہونے کو علماء نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ جزئی فضیلت ہے، جسے کلی فضیلت کا مقابلہ کرنے کی مجال نہیں ہے اور وہ جو صاحبِ فصوص الحکم (شیخ ابن عربی ؒ) نے فرمایا ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ علوم و معارف کو خاتم الولایت سے حاصل فرماتے ہیں، تو وہ بھی اسی معرفت کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اس فقیر (حضور والا محبوب سبحانی مجدد الف ثانی ؒ) کو اس معرفت کے ساتھ ممتاز فرمایا گیا ہے اور سراسر شریعت کے موافق ہے۔ اور فصوص کے شارحوں نے جو اس بات کو صحیح قرار دینے کے لئے تکلف اختیار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ خاتم الولایت دراصل خاتم النبوت کا خزینہ دار اور خزانچی ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ خود اپنے خزانہ سے کوئی چیز لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ خزانچی ہی سے لے گا اس سے بادشاہ کے مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے حقیقتِ واقعہ وہی ہے جو میں نے تحقیق کر کے بیان کر دی ہے۔ اور اس تکلف کا منشاء محض یہ ہے کہ وہ لوگ معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے۔ اور اللہ سبحانہ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود وسلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ ﷺ کی آلِ اطہر ؓ پر۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۵۷، ص،، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

ولی کی ولایت، نبی کی ولایت ہی کا حصہ ہوتی ہے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۵۸۔منہا: ولایت ولی جزوے ست از اجزائے ولایت نبی او علیہ الصلوٰۃ والسلام ولی را ہر چند درجات علیا میسر شود آن درجات جز وے ست از اجزائے درجات آن نبی خواہد بود جزو ہر چند عظمت پیدا کند کمتر از کل خواہد بود کہ "الکل اعظم من الجزء" قضیۂ بدیہیہ است احمقے باشد کہ کلانئ جزو را تخیل نمودہ از کل افزون داند کہ کل عبارت از ان جزء و از اجزائے دیگر است۔

منہا نمبر ۵۸: ولی کی ولایت اپنے (نبی ﷺ) کے اجزائے ولایت کا ایک حصہ ہے۔ ولی کو کتنے ہی بلند ترین درجات نصیب ہو جائیں وہ سب درجات، اس نبی ﷺ کے اجزائے درجات میں سے ایک جزو ہی ہوں گے جزو کتنی ہی عظمت پیدا کرے کُل سے کمتر ہی ہوگا کیونکہ اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجزْءِ۔ (یعنی کُل، جز سے بڑا ہوتا ہے) قضیہ بدیہیہ ہے۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو کسی جزو کی بڑائی کا خیال کر کے اسے کُل سے زیادہ جانے۔ کیونکہ کُل کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ دوسرے اجزاء کے علاوہ اس میں یہ جزو بھی موجود ہے۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۵۸، ص،، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال: نبی ہر چند افضل است از ولی اما لازم ہست کہ ہر چہ ولی می داند از معارف نبی را نیز معلوم باشد یا نہ، و ایضاً ہر معارفے کہ نبی را باشد لازم ہست کہ مرسل را باشد یا نہ الخ۔ جواب فضل کلی مر انبیا راست علیہم الصلوات والتسلیمات بر اولیا و ہیچ ولی بمرتبہ ہیچ نبی نرسد لیکن در فضل جزئی مناقشہ نیست اگر بعضے از مزایا و معارف خاص بہ ولی باشد موجب فضل کلی نبود مجوز است بلکہ واقع است ہر گاہ در ولی و نبی فضل جزوی واقع باشد اگر نبی نسبت بر سول بہ بعضے از مزایا و معارف مخصوص بود بطریق اولی جائز باشد ہر چند فضل کلی مرسل را بود چنانچہ قصہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام خود نوشتہ اند۔

سوال: نبی اگر چہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں۔۔۔ الخ

جواب: کلی فضیلت تو انبیائے کرام (علیہم الصلوات والتسلیمات) کو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) پر ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (یہ) جائز بلکہ واقع ہے، جب ولی و نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا اگر چہ کلی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت سیدنا موسیٰ و حضرت سیدنا خضر (علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

(مکتوباتِ معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۳۶، ص، ۶۸، گارڈن ویسٹ، کراچی)

سوال: (۶۰) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

اہل السنت والجماعت کے متفقہ عقائد و مسائل پر کار بند رہنے کی توفیق عطا فرمائیں؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۹)

سوال:(۶۱) پیر سیف الرحمن پیرارچی نے مولوی احمد رضا کی حسام الحرمین سے اتفاق کیا اور اس بناء پر بریلویت کا نام اپنے لیے پسند کرلیا؟

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۱۰)

جواب: کسی کے فتوے کیساتھ اتفاق کرلینا ضروری نہیں کہ بریلویت کو اپنا لینا ہے۔حضور سیّدی مبارک ﷺ کل بھی حنفی تھے آج بھی حنفی ہیں حضور سیّدی مبارک ﷺ کل بھی ماتریدی تھے آج بھی ماتریدی ہیں۔

سوال:(۶۲) ہمارے خیال میں پیر صاحب کا یہ دھوکہ تھا، وہ کل بھی بریلوی تھے اور آج بھی۔ یہ سب کچھ انہوں نے لوگوں کو ورغلانے کے لیے کیا تاکہ لوگ ان کے دام تزویر میں پھنس جائیں جب لوگ پھنس گئے تو پیر صاحب دوبارہ اسی بریلویت کو چاہنے اور ماننے لگ گئے جو تقیہ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی وہ اتار دی گئی؟

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۱۰)

سوال:(۶۳) حیرت اور افسوس اس بات پر ہے کہ جس بریلویت کو کل تک وہ یہ کہتے تھے کہ اگر میں اپنے آپ کو بریلوی کہوں تو چار جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوجاؤں گا۔آج وہی لفظ بریلویت اور بریلویت کا نام ونشان حسام الحرمین، جسے بریلوی قرآن پاک جتنی عظمت دیتے ہیں تسلیم کرلیا؟

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۱۰)

جواب: مولانا صاحب کب اور کہاں لکھا یا کہا ہے حضور سیّدی مبارک ﷺ نے کہ میں بریلوی ہوگیا ہوں۔حضور سیّدی مبارک ﷺ نے حضرت امام احمد رضا خان ﷺ کے فتوے کی تصدیق کی جبکہ وہ فتویٰ آپ کے سامنے فارسی زبان میں پڑھا گیا جو گستاخ رسول گستاخ صحابہ اور گستاخ اولیاء کے بارے میں ہے۔

جواب: حضور سیّدی مبارک صاحب ﷺ ہمیشہ حق اور سچ کا پیکر بن کر رہے اگر جان جاتی جانے دیتے لیکن حق کو کبھی نہیں چھوڑا۔حضور سیّدی مبارک صاحب ﷺ ہمیشہ روس کیخلاف جہاد کرتے رہے۔حضور سیّدی مبارک صاحب ﷺ نے ہمیشہ وہابی جبریوں کیخلاف جہاد بالسیف، جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کیا ہے۔

باب نمبر ۲۸

سیّد قطب

سوال: (۶۴) بطورِ اعتراض، مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

آپ کا یہ مبارک قول مقام رفیع پر دال ہے اور وہ مقام قطب الارشاد ہے جیسے قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ اپنی تفسیر مظہری کی جلد دوم صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔

قلت اشار النبی ﷺ الی اهل البیت لانهم اقطاب الارشاد فی الولایات اولهم علی علیه السلام ثم ابناءه الی الحسن العسکری واخرهم غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی الله عنهم اجمعین لا یصل احد من الاولین والاخرین الی درجته الولایته الا بتوسطهم کذا قال المجدد رضی الله عنه

میں قاضی ثناء اللہ کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے اپنی اہل بیت کی طرف اشارہ دیا ہے کہ تمام اولیاء کے قطب الارشاد ان ہی میں ہوں گے۔ پہلے حضرت علی علیہ السلام تھے پھر ان کے بیٹے حسن و حسین (علیہما السلام) حضرت حسن عسکری تک اور آخری ان کے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تھے۔ اولیاء متقدمین اور اولیاء متاخرین نے ولایت میں جو درجہ بھی پایا ہے وہ ان ہی کے واسطہ و وسیلہ سے پایا ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد صاحب نے فرمایا۔

اب سیفی اندازہ لگالیں:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے صاف تصریح کر دی ہے کہ ولایت و مقبولیت اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے بغیر ناممکن ہے۔ "لایصل احد من الاولین والاخرین" عبارت میں نکرہ خیز نفی میں واقع ہے جو عند الاصولین عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ معلوم ہو گیا ولایت قیامت تک جس کو ملے گی اس پر مہر تصدیق اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے کسی فرد کی ہو گی۔ ان کے واسطہ کے بغیر ولایت کا دعویٰ محض ڈھونگ اور رسمی قرار پائے گا۔ پھر کتنا ظلم ہو گا کہ کوئی رسمی پیر اپنی ولایت کا رعب و دبدبہ بڑھانے کیلئے اہل بیت کرام سے افضل بنے اور اپنا غوث پاک رضی اللہ عنہ سے پچھے درجہ اوپر ہونے کا ملعون قول کرے۔ بالفاظ دیگر اپنا قدم غوث پاک رضی اللہ عنہ کی گردن پر بتائے۔ جو کہ سچے سید اور آل رسول ﷺ ہیں اور قطب الارشاد ہیں۔ پیر سیف الرحمان! پہلے اگر ولی اللہ بھی تھا تو اس خواب کی تصدیق کے بعد ولایت اس سے بھاگ چکی ہے اور اب محض رسمی پیر رہ گیا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

(الفتنۃ الشدیدۃ صفحہ ۸۷)

سوال: (۶۵) بطورِ اعتراض، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا

ترجمہ: تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

اس آیت سے دو مسئلہ معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نبوت اور علمِ دین اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہیں کہ رب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل میں اس کا ذکر فرمایا۔

دوسرا یہ کہ نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں خاص کردی گئی کہ کوئی غیر ابراہیمی نبی نہ ہو لہذا مرزا قادیانی نبی نہیں کیونکہ وہ سیّد نہیں بلکہ وہ مغل تھا۔

تیسرا یہ کہ بزرگوں کی اولاد ہونا اور اعلیٰ خاندان سے ہونا بھی خدا کی نعمت ہے۔

دیکھو حضور ﷺ کے بعد خلافت قریش سے مخصوص کردی گئی کہ فرمایا **الخلافة فی القریش، بلکہ صواعق محرقہ** میں ہے کہ قطب الاقطاب ہمیشہ سیّد ہی ہوگا، امام مہدی سیّدوں میں سے ہوں گے۔

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ النساء، الآیہ ۵۴، ص ۱۳۶)

سوال: (۶۶) بطورِ اعتراض، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ

ترجمہ: اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوّت اور کتاب رکھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوّت ان کی اولاد کے ساتھ خاص کردی گئی۔ لہٰذا مرزا نبی نہیں۔ کیوں کہ اولاد ابراہیم علیہ السلام سے نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد ہونا بھی رب تعالیٰ کی نعمت ہے جب کہ ایمان کے ساتھ ہو۔

صواعقِ محرقہ میں ابنِ حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

کہ قیامت تک قطب الاقطاب سیّد ہوگا۔ یہ درجہ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اولاد کے ساتھ خاص کردیا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حسنی حسینی سیّد ہیں

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ العنکبوت آیت ۲۷، ص ۶۳۷)

الجواب:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

ترجمہ: اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نجات مدار نسب پر نہیں اور بے دلیل کسی قوم میں ہدایت کا منحصر ماننا طریقہ کفار ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۂ بقرہ تحت الآیہ ۱۱۱، ص ۲۶)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

پس بهر دورے ولیے قائم ست		تا قیامت آزمائش دائم ست

ترجمہ: پس ہر زمانے میں ایک نہ ایک ولی قائم رہتا ہے (جس کے کمالات اور قبولِ عام بدطینت لوگوں کے لئے باعثِ حسد ہو جاتے ہیں اور اس طرح حاسد وغیر حاسد کا امتحان ہو جاتا ہے اور) قیامت تک یہ سلسلہ امتحان ہمیشہ رہنے والا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۲۶۴)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

واما من قال ان الامام من اولاد الحسين او من اولاد الحسن وكان معلما من الله تعالى او من جبرئيل قلنا هذا لا يصح لان الحسن والحسين قد فوضنا الامامة لمعاوية وبايعاه ولو كان لا يجوز بغيرهما او بدون اولادهما لكان ذلك خطاء او كفرا منهما لان نصب الامام من غير حق يكون كفرا ثم تعليم الامام من الله او من جبرئيل يوجب النبوة لان تعليم الله او تعليم جبرئيل يكون وحيا ومن يرى الوحي والنبوة لاحد بعد محمد غير عيسى بن مريم عليهما السلام فانه يصير كافرا فثبت ان الامر كما ذكرنا۔

ترجمہ: بعض نے کہا کہ امام کا اولاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے ہونا ضروری ہے اور براہ راست خدا سے تعلیم یافتہ ہوں یا جبرائیل کے واسطہ سے، انہوں نے خدا سے علم سیکھا ہو بہرحال ان کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں اس لیے کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امامت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی اور دونوں نے حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو اگر امام کا اولاد حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے ہونا ضروری تھا اور بغیر اولاد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے امام نہیں ہو سکتا تو یہ خطاء اور معاذ اللہ کفر ہوگا، اس لیے کہ امام قائم کرنا بغیر حق کے کفر ہوگا (اور ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اولاد حسنین رضی اللہ عنہما سے نہیں تو وہ مستحق امامت بھی نہیں، غیر مستحق کو حق دینا کفر ہوگا۔ العیاذ باللہ)۔

علاوہ بریں امام کا تعلیم یافتہ ہونا خدا سے یا جبرئیل سے مستوجب نبوت ہے کیونکہ تعلیم الٰہی یا تعلیم جبرئیل وحی ہوتی ہے اور جو حضور ﷺ کے بعد نبوت یا وحی تشریعی باستثناء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی کے لیے جائز سمجھے وہ کافر ہے تو ثابت ہوا کہ حقیقت امر وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

(تمھید ابی شکور السالمی، ص ۱۵۹، ۱۶۰، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

یہ محض باطل ہے، پیر ہونے کے لئے وہی چار شرطیں درکار ہیں، سادات کرام سے ہونا کچھ ضرور نہیں، ہاں ان شرطوں کے ساتھ سید بھی ہو تو نور علیٰ نور۔ باقی اسے شرط ضروری ٹھہرانا تمام سلاسل طریقت کا باطل کرنا ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ سلسلۃ الذہب میں سیدنا امام علی رضا اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان جتنے حضرات ہیں کوئی سادات کرام سے نہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تو امیر المومنین مولیٰ علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے بعد ہی سے امام حسن بصری ہیں کہ نہ سید نہ قریشی نہ عربی، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی

حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے، اسی طرح دیگر سلاسل (رضوان اللہ تعالیٰ علیٰ مشائخہا اجمعین)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۶، ص۵۷۶، ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

پس امامِ حیّ قائم آن ولی ست		خواہ از نسلِ عمر رضی اللہ عنہ خواہ از علی رضی اللہ عنہ ست

ترجمہ: پس امام زندہ اور قائم (اگر کوئی ہے تو وہ) وہی ولی ہے خواہ وہ (فاروقی یعنی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو۔

یا علوی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص۲۶۶)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ عَلَى الصَّلَاةِ بِقُبَاءٍ، فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَغَيْرُهُمْ مِنْ كُبَرَاءِ قُرَيْشٍ. وَرَوَى الصَّحِيحُ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ بِعُسْفَانَ، وَكَانَ عُمَرُ يَسْتَعْمِلُهُ عَلَى مَكَّةَ فَقَالَ: مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلَى هَذَا الْوَادِي؟ قَالَ: ابْنُ أَبْزَى. قَالَ: وَمَنِ ابْنُ أَبْزَى؟ قَالَ: مَوْلًى مِنْ مَوَالِينَا. قَالَ: فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى! قَالَ: إِنَّهُ لَقَارِئٌ لِكِتَابِ اللهِ لأنه لَعَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ- قَالَ- أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ قَدْ قَالَ: (إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبا میں حضرت سالم جو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہیں نماز کے لئے امام بنایا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کرتے جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دیگر کبار قریش ہوتے تھے۔ صحیح عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی کہ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عسفان میں ملے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ پر عامل بنایا ہوا تھا، پوچھا: تو نے اس وادی پر کس کو عامل بنایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ابن ابزی رضی اللہ عنہ کو۔

پوچھا ابن ابزی رضی اللہ عنہ کون ہے؟ عرض کی: ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام۔ پوچھا: تو نے غلاموں میں سے ایک غلام کو ان پر عامل بنایا ہے؟ عرض کی: وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، وہ علم فرائض کو جانتا ہے۔ فرمایا: خبردار تمہارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کئی لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کئی کو پست کرتا ہے"۔

(کنز العمال: جلد:۱: صفحہ:۵۱۲: حدیث نمبر:۲۲۷۵) (تفسیر القرطبی، سورۃ الاحزاب، تحت الآیۃ:۵۷، ج۱۴، ص۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (پارہ ۵ سورۃ النساء، آیت ۵۹) وقوله عليه السلام اسمعوا وأطيعوا ولو كان عبداً حبشياً كان رأسه زبيبة۔ (بخاری فی الاذان باب ۵۴، ابن ماجہ باب ۳۹) فمختصة بما لم يخالف أمرهم الشارع۔

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور امیروں کی جو تم میں ہوں سنو اگر چہ امیر تمہارا حبشی غلام ہو تو اِن نصوص سے مراد مطلق طاعت نہیں ہے خواہ جائز ہو یا ناجائز بلکہ اُن ہی امور میں طاعت مراد ہے جو شرع کے مخالف نہیں

(التفسیر المظہری، ج۱، ص۱۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر ملی تو آپ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرمایا:

''آہ! اے بلال ہمارے سردار! بلال رضی اللہ عنہ تو بھی داغِ مفارقت دے گیا۔؟''

ایک اور روایت میں ہے کہ جب وصال بلال رضی اللہ عنہ کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آج ہمارا سردار فوت ہو گیا۔''

(حزب الرحمٰن، ص، ۲۱۴)

حضرت علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(وعن عطاء بن أبی رباح) بفتح الرائ، قال المؤلف کان جعد الشعر أسود أفطس أشل أعور ثم عمی وکان من أجل الفقهاء تابعی مکی، قال الاوزاعی مات یوم وهو أرضی أهل الأرض عند الناس، وقال أحمد بن حنبل: العلم خزائن یقسمه الله لمن أحب لو کان یخص بالعلم أحداً لکان بنسب النبی ﷺ أولی کان عطاء بن ابی رباح حبشیاً۔

تشریح: عطاء بن ابی رباح: رَبَاح را کے فتحہ کے ساتھ، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ گھنگھریالے بالوں والے سیاہ فام چپٹی ناک والے، بیمار ہاتھ والے جن کی انگلیاں کٹی ہوئیں، کالے اور پھر نابینا ہو گئے تھے۔ اُجل فقہاء میں سے تھے، مکی تابعی تھے۔ حضرت سیدنا اوزاعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وہ جس دن فوت ہوئے وہ لوگوں کے ہاں اہل زمین میں سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم کے خزانے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں تقسیم کرتا ہے جو اس کے محبوب ہیں یعنی اپنے محبوب لوگوں میں تقسیم کرتا ہے اگر چہ کسی کو علم کے ساتھ خاص کرتا تو رسول اللہ ﷺ کا خاندان اس کا زیادہ حقدار ہوتا عطاء بن ابی رباح حبشی النسل رضی اللہ عنہ تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص، ۶۴، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ)

غلاموں کی سماجی حیثیت:

اسلام نے جہاں ارشاد و ہدایت کے موئے قلم سے تاریخ عالم کے نقش و نگار درست کئے اور تہذیب و اخلاق کے دیگر نشانات اجاگر کئے، وہیں غلاموں کو بھی معاشرتی زندگی میں آزاد لوگوں کے ساتھ برابر کی حیثیت عطا فرمائی۔

وحدت انسانی کی یہ تعلیم عام ہے، جو آپ کو جابجا ملے گی اور جس کا حاصل یہ ہے کہ سب انسان برابر ہیں ان میں رنگ و نسل، حاکمیت و محکومیت اور آقائی و غلامی کا امتیاز کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بناء پر کوئی شخص دوسرے کے ساتھ غیر مساویانہ اور حقارت انگیز رویہ روا رکھے۔ اسلامی تعلیم نے غلاموں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت میں جو تبدیلی پیدا کر دی تھی اسی کا اثر تھا۔

أَخبرنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا. يَعْنِي بِلَالًا.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر خلیفہ فرمایا کرتے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی ’’حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو

(الطبقات الکبری، ابن سعد، ج۳، ص۱۷۵، دارالکتب علمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ’’موذن دربار رسالت‘‘ ہونے کا شرف و منصب تو حاصل تھا ہی مگر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا جسے دیکھ کر قریش مکہ جل بھن کر رہ گئے۔ بڑے بڑے نامور عربوں کے ہوتے ہوئے بھی۔

أَخبرنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ مُلَيْكَةَ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يُؤَذِّنَ يَوْمَ الْفَتْحِ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ فَأَذَّنَ عَلَى ظَهْرِهَا وَالْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ وَصَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ قَاعِدَانِ. فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: انْظُرْ إِلَى هَذَا الْحَبَشِيِّ. فَقَالَ الْآخَرُ: إِنْ يَكْرَهْهُ اللهُ يُغَيِّرْهُ.

ترجمہ: فتح مکہ کے دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب یہ اعزاز بخشا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیں، تو حارث بن ہشام اوصفوان بن امیہ نے غضبناک ہو کر کہا، کیا دیکھو اس حبشی کی طرف (یہ حبشی غلام کعبۃ اللہ کی چھت پر بھی کھڑا ہو کر اذان دے گا) دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس کو اگر ناپسند کیا تو تبدیل کر دے گا۔

(الطبقات الکبری، ج۳، ص۱۷۷، دارالکتب علمیہ، بیروت)

اسلام نے غلاموں کو جو اعزاز بخشا اور مسلم معاشرہ میں انہیں جو مقام عطا کیا اسی کا اظہار تھا کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے ایام میں، شام کی مہم کے لئے جو لشکر ترتیب دیا، اس کی قیادت اعلیٰ کا منصب آپ نے ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ’’اپنے غلام زادے‘‘ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ حالانکہ اس لشکر میں اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے، (مگر سب نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی)۔ پھر خلیفہ اسلام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دور تک اس لشکر کو الوداع کرنے کے لئے اس شان سے تشریف لے گئے کہ خود امیر المومنین پیدل تھے اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے رہے کہ آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی پیدل چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں! اللہ کی قسم نہ تم گھوڑے سے اترو گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا۔

(طبقات ابن سعد، المغازی، ص۱۳۷)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پوری روئے زمین پر بسنے والی آبادی جب غلاموں کو انسانی حقوق دینے سے گریزاں تھی، اس وقت اسلام نے ہی حریت کا نعرہ بلند کیا اور غلاموں کو ذلت اور پستی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر آزاد انسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

لما فرغ أبو سبْرة من السوس خرج في جنده حتى نزل على جندى سابور، وزر بن عبد الله بن كليب محاصرهم، فأقاموا عليها

يغادونهم ويراوحونهم القتال، فما زالوا مقيمين عليها حتى رمي إليهم بالأمان من عسكر المسلمين، وكان فتحها وفتح نهاوند في، مقدار شهرين، فلم يفجا المسلمين إلا وأبوابها تفتح، ثم خرج السرح، وخرجت الاسواق، وانبث أهلها، فأرسل المسلمون: ان مالكم؟ قالوا: رميتم إلينا بالأمان فقبلناه، وأقررنا لكم بالجزاء على أن تمنعونا فقالوا: ما فعلنا، فقالوا: ما كذبنا، فسأل المسلمون فيما بينهم، فإذا عبد يدعى مكنفا كان أصله منها، هو الذي كتب لهم فقالوا: إنما هو عبد، فقالوا: إنا لا نعرف حركم من عبدكم، قد جاء أمان فنحن عليه قد قبلناه، ولم نبدل، فإن شئتم فاغدروا فأمسكوا عنهم، وكتبوا بذلك إلى عمر، فكتب إليهم: إن الله عظم الوفاء، فلا تكونون اوفياء حتى تفوا، مادمتم في شك أجيزوهم، وفوا لهم فوفوا لهم، وانصرفوا عنهم.

ترجمہ: سواس کی مہم سے فراغت کے بعد حضرت ابوسبرۃ ﷺ لشکر کو لئے ہوئے جندیسار پور پہنچے تو دیکھا کہ رز بن عبداللہ بن کلیب نے پہلے ہی وہاں کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ اب دونوں نے مل کر جہاد شروع کر دیا۔ صبح وشام لڑائی ہوتی، اسی اثناء میں مسلمانوں کے ایک (مکنف نامی) غلام نے شہر والوں کے پاس امن کا پروانہ لکھ کر بھیج دیا۔ مسلمان اس سے بے خبر تھے۔ کفار نے امن پا کر قلعہ کے دروازے کھول دیئے اور بے تکلفانہ باہر چلے آئے۔ مسلمانوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے کہ تم تو ہمیں امن دے چکے ہو، اس کے باوجود لڑائی پر تلے ہوئے ہو۔

مسلمانوں کو جب اصل واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بعض نے کہا کہ چونکہ وہ امن غلام کا دیا ہوا ہے لہٰذا معتبر نہیں۔ اہل ''جندیسار پور'' بولے، ہم تو تمہارے آزاد اور غلام میں کوئی فرق نہیں دیکھتے۔ جب تمہارے ہی ایک فرد نے امن دیا ہے تو وہ معتبر ہونا چاہئے۔

مسلمانوں نے پورے واقعہ کی اطلاع حضرت عمر فاروق اعظم ﷺ کو بھیجی تو آپ ﷺ نے غلام کے دیئے ہوئے امن کو برقرار رکھا اور تمام مسلمانوں کو اسے تسلیم کرنے کا حکم جاری فرمادیا۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے غلام کے امن کو معتبر قرار دیکر باقی رکھا اور واپس چلے آئے۔

(تاریخ الطبری، ج، ۳، ص، ۴۹۰، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

جنگ کی حالت میں دشمن کو امن دینے کا معاملہ کتنا اہم ہے؟ مگر اسلام کی عبدنوازی دیکھئے کہ اس معاملہ میں بھی غلام کے قول کو وہی حیثیت دی ہے جو کسی آزاد آدمی کے قول کی ہوسکتی ہے۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق ﷺ فرماتے ہیں۔

ان عبدالمسلمين من المسلمين وذمتهم يجوز امانه

ترجمہ: مسلمانوں کا غلام مسلمانوں میں سے ہے اور اس کا عہد بھی دیگر مسلمانوں کے عہد کی طرح ہے، اس کا کسی کو امن دینا جائز ہے۔ (طبری جلد ۴ ذکر فتح سوس)

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ نَافِعًا، أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ يَؤُمُّ المُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ، وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَأَبُو سَلَمَةَ، وَزَيْدٌ، وَعَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قباء میں مہاجرین اولین اور نبی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی امامت فرمایا کرتے تھے، جن میں حضرت ابوبکر وعمر، ابوسلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہوتے تھے۔

(صحیح بخاری، باب استقضاء الموالی، رقم الحدیث: ۷۱۷۵، ص، ۱۳۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

گویا غلام میں اگر اہلیت وقابلیت ہو تو وہ امت مسلمہ کی امامت جیسے عظیم منصب پر بھی فائز ہوسکتا ہے۔ نماز کی امامت دینی کاموں میں سب سے بڑا اور اہم کام ہے۔ جب غلام اس عظیم الشان شرف کا مستحق سمجھا جاسکتا ہے تو امور دنیا کے دیگر مناصب مثلاً سپہ سالاری، گورنری، تحصیلداری وغیرہ ایسے عہدہ پر بھی بدرجہ اولیٰ فائز ہوسکتا ہے۔

(فتح الباری، کتاب الاحکام باب استقضاء الموالی واستعمالھم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی جلد ۱۳ ص ۲۰)

حضرتا سیّدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا قاضی ومعلم بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جو آزاد کردہ غلام تھے کوفہ کا امام اور اسلامی فوج کا سالار بنا دیا۔

اہل کوفہ کے نام آپ نے حسب ذیل فرمان جاری فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ أَمِيرًا وَابْنَ مَسْعُودٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيرًا.

ترجمہ: میں حضرت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر اور حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔

(طبقات الکبریٰ، ج، ۳، ص، ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یہی وہ حکیمانہ انداز تھا جس نے غلاموں کو آزاد معاشرے کا حصہ بننے بلکہ اس کی امامت وسیادت کرنے کا اہل بنا دیا۔ انہیں علم وفضل اور ادب وہنر حاصل کرنے میں پوری آزادی تھی اور پھر علم وکمال کے زیور سے آراستہ ہوکر جو غلام معاشرے کے سامنے آئے، ان کی کماحقہ تعظیم کی گئی۔ غلامی ان کے فضل وکمال کے لئے حجاب نہیں بن سکی۔ امارت وسیادت کے لئے صرف حسن قابلیت اور اس عہدہ کی اہلیت ولیاقت شرط تھی، غلام اور آزاد کا اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔

قال الزهري قدمت على عبد الملك بن مروان قال من اين قدمت يا زهري قلت من مكة قال فمن خلفت فيها يسود أهلها قال قلت عطاء بن رباح قال فمن العرب أم من الموالي قلت من الموالي قال بم سادهم قلت بالديانة والرواية قال ان اهل الديانة والرواية ينبغي، ان يسودوا الناس قال فمن يسود اهل اليمن قلت طاووس بن كيسان قال فمن العرب أم من الموالي قلت من الموالي قال فبم سادهم قلت بما ساد به عطاء قال من كان كذلك ينبغي ان يسود الناس قال فمن يسود اهل مصر قلت يزيد بن ابى حبيب قال فمن العرب أم من الموالي قلت من الموالي فقال كما قال فى الأولين ثم قال فمن يسود اهل الشام قلت مكحول الدمشقي فقال من العرب أم من الموالي قلت من الموالي عبد نوبى أعتقته امرأة من هذيل فقال كما قال ثم قال فمن يسود اهل الجزيرة قلت ميمون بن مهران قال، فمن العرب أم من الموالي قلت من الموالي فقال كما قال ثم قال فمن يسود اهل حرمنا قلت الضحاك بن مزاحم فقال من العرب، أم من، الموالي قلت من الموالي فقال كما قال ثم قال فمن يسود اهل البصرة قلت الحسن بن ابى الحسن قال من العرب أم من

الموالي قلت من الموالي قال ويلك فمن يسود أهل الكوفة قلت ابراهيم النخعي قال من العرب أم من الموالي قلت من العرب قال ويلك يا زهری فرجت عنی والله ليسودن الموالي على الأكابر حتى يخطب لها على المنابر وان العرب تحتها قال قلت يا امير المؤمنين انما هو امر الله ودينه فمن حفظه ساد ومن ضيعه سقط۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا ''مکہ مکرمہ سے'' اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

عبدالملک: تمہاری (مکہ مکرمہ سے) روانگی کے وقت اہل مکہ کا سردار کون تھا؟

زہری: حضرت سیّدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ!

عبدالملک: وہ عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام

عبدالملک: تو پھر عرب کا سردار کیسے بن گیا؟

زہری: دیانت اور روایت کی وجہ سے!

عبدالملک: بے شک اہل دیانت وروایت ہی سیادت کے مستحق ہیں۔

پھر عبدالملک نے پوچھا۔ اچھا! تو اہل یمن کا سردار کون ہے؟

زہری: طاؤس بن کیسان!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام!

عبدالملک: تو پھر یمن کا سردار کیونکر ہو گیا؟

زہری: جس بنا پر حضرت سیّدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ اہل مکہ کا سردار ہے!

عبدالملک بے شک جو شخص حضرت سیّدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی طرح صاحب دیانت وروایت ہو اسی کو سرداری کا حق ہے۔

''اچھا اہل مصر کا سردار کون ہے''؟

زہری: حضرت سیّدنا یزید بن حبیب رضی اللہ عنہ!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام

اس پر عبدالملک نے پھر وہی کہا کہ غلام ہو کر عرب کا سردار کیسے بن گیا؟ زہری نے بھی حسب سابق وہی جواب دیا۔ اسے سن کر عبدالملک نے پھر کہا بے شک

سرداری ایسی شخصیت کو ہی زیبا ہے۔ عبدالملک نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

عبدالملک: اہل شام کا سردار کون ہے؟

زہری: حضرت سیّدنا مکحول دمشقی ﷫!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام! اور غلام بھی ایسا کہ حبشی ہے، قبیلہ ہزیل کی ایک عورت کا آزاد کردہ ہے۔

عبدالملک: اہل جزیرہ کا سردار کون ہے؟

زہری: حضرت سیّدنا میمون بن مہران ﷫!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام!

عبدالملک: اچھا تو اہل حرم کا سردار کون ہے؟

زہری: حضرت سیّدنا ضحاک بن مزاحم ﷫!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام!

عبدالملک: بصرہ کا سردار کون ہے؟

زہری: حضرت سیّدنا حسن بن ابی الحسن ﷫

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: غلام!

عبدالملک: اچھا اہل کوفہ کا سردار کون ہے؟

زہری: حضرت سیّدنا ابراہیم نخعی ﷫!

عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

زہری: عرب!

عبدالملک نے جب حضرت سیّدنا ابراہیم نخعی ﷫ کا نام سنا جو عرب تھے تو فرط مسرت میں کہنے لگا۔ زہری تو برباد ہو! اب تو نے میری تشویش کو دور کیا ہے۔ پھر خود ہی کہا۔ "اللہ کی قسم غلاموں کو بڑے بڑے لوگوں پر سردار ہونا چاہئے، یہاں تک کہ ان کے نام کے خطبے برسر منبر پڑھے جائیں اور عرب ان کے نیچے بیٹھے ہوں"۔ زہری کہتے ہیں: میں نے کہا ہاں، بے شک اے امیر المومنین، سرداری اللہ کا حکم اور اس کا دین ہے۔ جو اس کی حفاظت کرے گا وہی سردار ہوگا۔ اور جو اسے

ضائع کر دیگا وہ ذلیل وخوار ہوگا۔ (احکام القرآن، جلال الدین قادری ج ۷، ص ۱۲۶ تا ۱۳۲)

(روح البیان، ج ۳، ص ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ۷، ص ۲۱، الدولۃ الامویۃ عوامل لازدھار، ج ۲، ص ۴۲۷)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي۔ فَإِنَّكُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی "میرا غلام" اور "میری باندی" نہ کہے۔ تم سبھی مملوک ہو، رب تو سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔

(سنن ابو داو، رقم الحدیث ۴۹۷۵، ص ۹۱۴، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

یہ صرف اسلام کی ہی خاصیت ہے کہ اس نے غلاموں کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال بھی پسند نہیں فرمایا جن سے کسی کی حقارت مترشح ہوتی ہو یا جن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ غلام باقی مسلمانوں کے علاوہ کوئی ادنیٰ قوم ہے۔

(احکام القرآن، جلال الدین قادری ج ۷، ص ۱۲۶ تا ۱۳۲)

حضرت سیّدنا علامہ اسماعیل حقی حنفی ﷫ متوفی ۱۱۲۷ھ، لکھتے ہیں:

حکی۔أن بعض السادات لما رأی عبد اللہ بن المبارک فی عزۃ و رفعۃ مع جماعۃ قال: انظروا الی حال آل محمد و عزۃ ابن المبارک فقال ابن المبارک: ان سیدنا لما یراع سنۃ جدہ ذل و ابن المبارک لما أطاع النبی علیہ السلام و سار سیرتہ أعطاہ اللہ عزاً و شرفاً

ترجمہ: حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مبارک ﷫ کو کسی سیّد صاحب نے بڑی عزت ورفعت کے ساتھ ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ لوگو! سادات آلِ محمد ﷺ کے حال کی طرف دیکھو اور یہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک ﷫ کیسے عزت سے جا رہا ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک ﷫ نے فرمایا: حضرت سادات کرام نے جب اپنے نانا جان ﷺ کی سنت کی پرواہ نہ کی تو ذلّت کا منہ دیکھا اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک ﷫ نے چونکہ محبوب خدا ﷺ کی اطاعت کی اور سیرت کو اپنایا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے عزت وشان سے نوازا۔

(تفسیر روح البیان، ج ۵، ص ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مجدّد الفِ ثانی ﷫ کے والد کا اہل بیت ﷡ سے محبت:

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

اس فقیر (امام مجدّد الف ثانی ﷫) کے والد بزرگوار جو ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت ﷡ سے محبت رکھنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے لہٰذا اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے ان کی مرضِ موت میں یہ فقیر (امام مجدّد الف ثانی ﷫) حاضر وموجود تھا جب ان کا معاملہ آخر وقت کو پہنچا اس جہان کا شعور واحسان کم رہ گیا تو فقیر (امام مجدّد الف ثانی ﷫) نے اس وقت ان کو ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے متعلق استفسار کیا آپ نے اس بےخودی کے عالم میں فرمایا میں اہل بیت ﷡ کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت خدائے ﷻ کا شکر بجا لایا گیا۔ اہل بیت ﷡ کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۳۶، ج ۲، ص ۹۴ تا ۹۵ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

فی فضائل اھل بیت الرسول علیه وعلیٰ اله واصحابه علیهم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات۔

ترجمہ: احادیث متفقہ فضائل اہل بیت (علیہم الرضوان)

روی ابن عبدالبر انه قال علیه وعلی اله الصلوٰة والسلام من احب علیًا فقد احبنی و من ابغض علیًا فقد ابغضنی و من آذی علیًا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله

ترجمہ: عبدالبر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا۔ اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا ﷻ کو اذیت پہنچائی۔ کتاب الاستیعاب۔

واخرج الترمذی والحاکم وصححم عن بریدة قال قال رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وسلم ان الله أمرنی بحب اربعة واخبرنی أنه یحبهم قیل یا رسول الله سمهم لنا قال علی منهم یقول ذٰلک ثلثا وآبو ذر والمقداد وسلمان۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بروایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے چار افراد سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور یہ بھی خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ان کے نام بتائیں فرمایا علی رضی اللہ عنہ ان چار میں سے ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ اور مقدار اور سلیمان (فارسی) رضی اللہ عنہم (ترمذی وحاکم اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے)۔

اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود رضی الله عنه أنه قال قال النبی صلّی الله علیه وسلّم النظر الیٰ علی عبادة اسناده، حسن

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (طبرانی وحاکم باسنادِ حسن)

واخرج الشیخان عن البرآء رأیت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم والحسن علی عاتقه وهو صلّی الله علیه وسلّم یقول اللّٰهم انی أحبه

ترجمہ: حضرت سیّدنا براء رضی اللہ عنہ سے بروایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ کے کندھے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے اور آپ ﷺ فرمارہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (بخاری ومسلم)

وأخرج البخاری عن ابی بکر قال سمعت رسول الله صلّی الله علیه وسلّم علی المنبر والحسن اله جنبه ینظر الی الناس مرة والیه مرة ویقول ان ابنی هذا السید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا جب کہ سامنے منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے ایک پہلو میں تھے۔ اور آپ ﷺ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ کہ بیشک میر بیٹا سید ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دوگروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ (بخاری)

اخرج الترمذی عن أسامة بن زید قال رأیت النبی صلّی الله علیه وحسن وحسین علی ورکه فقال هذا ان ابنای وابنا بنتی، اللّٰهم

انی احبہما و أحب من یحبہما (ترمذی شریف)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کی دورانوں پر تھے تو آپ نے فرمایا میرے یہ بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔اے اللہ عزوجل میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے اور جوان دونوں سے محبت کرے محبت کر۔

اخرج الترمذی عن أنس قال سئل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ای اهل بیتک احب الیک قال الحسن والحسین

ترجمہ: حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے آپ نے فرمایا حسن اور حسین سے۔(ترمذی شریف)

وروی المسور ابن مخرمة ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال فاطمة بضعة منی فمن ابغضها ابغضنی وفی روایة یریبنی ماأرابها ویؤذینی ماآذاها

ترجمہ: حضرت سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔اور ایک روایت میں ہے جو چیز حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کرتی ہے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے رنجیدہ کرتی ہے مجھے بھی رنجیدہ کرتی ہے۔(بخاری ومسلم)۔

واخرج الحاکم عن أبی هریرة ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لعلی فاطمة أحب الیّ منک وأنت أعز علی منها

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے۔اور تو اس سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔(حاکم)

وعن عائشة رضی اللہ عنها قالت ان الناس کانوا یتحرون بهدایاهم یوم عائشة بذلک مرضاة رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وقالت ان نساء رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کن حزبین فحزب فیه عائشة وحفصة وصفیة وسودة والحزب الآخر ام سلمة وسائر نسآء رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فکلم حزب ام سلمة فقلن لها کلمی رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم یکلم الناس فیقول من اراد ان یهدی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلیهد الیه حیث کان فکلمته فقال لها لاتؤذینی فان الوحی لم یاتنی، وانا فی ثوب امرأة الا عائشة فقالت اتوب الی اللہ سبحانه من ذاک یا رسول اللہ ثم انهن دعون فاطمة فارسلن الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکلمتهٔ فقال یابنیة الا تحبین ماأحب قالت بلیٰ قال فاحبی هذه۔

ترجمہ: حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیشک لوگ حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ہدیے بھیجنے کا قصد کرتے تھے۔جس سے ان کا مقصد پیغمبر خدا ﷺ کی رضا جوئی ہوتا ہے۔اور وہ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات دو گروہوں میں منقسم تھیں۔ایک گروہ وہ تھا جس میں حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا تھیں۔اور دوسرا گروہ حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات کا تھا۔تو حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ آپ لوگوں سے فرمائیں جو

شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہے وہ وہاں ہی بھیج دیا کرے۔ جہاں حضور تشریف فرما ہوں چنانچہ حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کر دی اس پر آپ نے فرمایا۔ اے حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا مجھے تکلیف نہ دے کیونکہ مجھ پر حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کپڑوں (بستر) کے سوا کسی عورت کے کپڑوں میں وحی نازل نہیں ہوتی۔ حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے جا کر یہ بات عرض کی اس پر آپ نے فرمایا اے میری بیٹی کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی جسے میں محبوب رکھتا ہوں آپ نے عرض کیا ہاں تو فرمایا پھر تو بھی حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھ۔ (بخاری ومسلم)

وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت ما غرت علی احد من نسآء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه واله وسلم ما غرت علی خدیجة وما رأیتها ولکن کان یکثر ذکرها وربما ذبح شاة ثم یقطعها اعضآء ثم یبعثها فی صدآئق خدیجة فربما قلت له کأنه لم یکون فی الدنیا امرأة الا خدیجة فیقول انها کانت وکانت وکان لی منها ولد۔

ترجمہ: حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر رشک نہیں آیا سوائے حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے۔ اور میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں لیکن حضور ﷺ ان کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ ایک بکری ذبح فرماتے پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کرتے پھر حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے تو میں حضور ﷺ سے بہت دفعہ کہتی تھی کہ شاید دنیا میں حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہوئی۔ تو آپ فرماتے حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میں یہ خوبیاں تھیں۔ اور اسی سے میرے اولاد ہوئی۔ (بخاری ومسلم شریف)۔

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وسلم العباس منی وانا منه۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔ (ترمذی شریف)

واخرج الدیلمی عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ الهی وسلم قال اشتد غضب اللہ علیٰ من اذانی فی عترتی۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ جل جلالہ اس شخص پر سخت ناراض ہے جس نے میری عترت (اہل بیت) کے بارے میں مجھے اذیت دی۔ (دیلمی شریف)۔

واخرج الحاکم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وسلم قال خیرکم خیرکم لاھلی من بعدی۔ اخرج ابن عساکر عن علی کرم اللہ وجهه ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وسلم قال من صنع الی اهل بیتی براکافأته علیها یوم القیمة۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا برتاؤ کرے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے اہل بیت سے نیک سلوک کیا قیامت کے روز میں اسے اس پر بدلہ دوں گا۔ (ابن عساکر)

اخرج ابن عدی و الدیلمی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و سلم قال اثبتکم علی الصراط اشد کم حبا لاھل بیتنی و لا صحابی

ترجمہ: حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا۔ جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (ابن عدی و دیلمی)

الٰھی بحق بنی فاطمہ		کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول		من و دست و دامانِ آل رسول

ترجمہ: اے اللہ ﷻ! اولاد فاطمہ کے طفیل مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرنا

تو میری دُعا رد کر یا قبول میں ہوں میرا ہاتھ ہے اور آل رسول ﷺ کا دامن ہے

و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیھم و علی جمیع اخوانہ من الانبیاء و المرسلین و الملئکۃ المقربین و علیٰ سائر عباداللہ الصالحین اجمعین

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۳۶، ج ۲، ص ۱۱۳ تا ۱۱۶ مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((شیخ عبدالوھاب بخاری)) در اظهار محبت۔ چند گاہ است که دل را محبتی نسبت به ملازمان شما پیدا شده است، غیر آن ارتباطی که سابقاً متحقق بود بناء علیه به دعاء ظهر الغیب (دعا در حالت حضور نداشتن شخص، همچنان که پیامبر اکرم ﷺ فرموده دعا برای غایب مستجاب است۔) بی اختیار مشغول است و چون سرور کائنات و مفخر موجودات علیه و علیٰ اله الصلوات والتسلیمات والتحیات فرموده اند که ((من احب اخاه فلیعلم ایاه)) (هر کس برادر دینی خود را دوست دارد، این دوستی را اظهار نماید۔)، اظهار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست و به این محبت که نسبت به قربای آن حضرت علیه الصلوۃ والسلام والتحیة پیدا شده است، رشتۂ امیدواری تمام به دست آورده است۔ حق۔ سبحانه وتعالیٰ۔ بر محبت ایشان استقامت ارزانی فرماید۔ بحرمة سید البشر علیه وعلیٰ اله الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: اظہار محبت میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔ کچھ عرصہ سے پہلے ربط وتعلق کے علاوہ دل کو آپ سے مزید محبت پیدا ہو چکی ہے اس بنا پر فقیر آپ کے لیے غائبانہ دعا میں مشغول ومصروف ہے اور جب کہ سرور کائنات، فخر موجودات (علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات) نے فرمایا ہے: **من احب اخاہ فیعلم ایاہ،** (جو مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے اس سے واقف کر دے) آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا۔ اور اس محبت کے سبب جو حضور ﷺ کے اقرباء (سادات کرام) سے پیدا ہو چکی ہے، امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ان (سادات کرام) کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔ (بحرمة سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۵۵، ج ۱، ص ۱۸۵، مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

باب نمبر ۲۹

غوث اعظم رضی اللہ عنہ افضل یا مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ افضل

سوال: (۶۷) کیا مجدد الف ثانی نے خود کو غوثِ اعظم سے افضل کہا ہے؟

عرض: کیا حضرت مجدد اَلف ثانی علیہ الرحمہ نے کہیں حضور غوثِ اَعظم رضی اللہ عنہ پر اپنی تَفْضِیل (یعنی فضیلت) بھی لکھی ہے؟

ارشاد: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۱)

ترجمہ: وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پُرسش نہ ہوگی۔

سوال: (۶۸) پھر فرمایا: مکتوبات کی اَوّل دو جلدوں میں تو ایسے اَلفاظ ملیں گے جن میں حضور غوثِ اَعظم رضی اللہ عنہ کی تو کیا گنتی! تیسری جلد میں فرماتے ہیں: (جو کچھ فُیُوض و برکات کا مجمع ہے، وہ سب سرکارِ غوثیت سے ملے ہیں۔) نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ چاند کی روشنی سورج کے نور سے مستفاد ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۱۲۳، ج ۲، ص ۱۴۵) اسی میں لکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اَگلی جلدوں میں کہا صحو سے (یعنی بیداری کی حالت میں) کہا! نہیں بلکہ زیادہ سُکر (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے۔

اب اگر کوئی مُجَدِّدی (یعنی پیروکار) ان کے قول سے اِستدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے (یعنی بیداری کی حالت میں) بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شُیُوخ (یعنی بزرگوں) نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سُکر (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں (یعنی دو سبب) سے ہوتی ہیں یا ناواقفی یا سُکر۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۴۲۲، ۴۲۳، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

سوال: (۶۹)

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں		خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا

(حدائق بخشش، ص، ۲۷)

سوال: (۷۰) مسئلہ ۲۹۱: از ایلپا کاٹھیاواڑ مرسلہ سید قاسم علی قادری مورخہ ۴/ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

مخدومی ومطاعی بندہ قبلہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں قادریہ خاندان میں مرید تھا مگر چونکہ اب

حضرات نقشبند کے بزرگ سرہند شریف سے یہاں آتے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خاندان نقشبند میں اب بیعت ہوتے جاتے ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا ہے۔ مجھے بھی لوگوں نے مجبور کیا ہے کہ میں بھی بیعت اس خاندان میں کروں۔ مجھے مکتوبات امام ربانی الف ثانی کی اردو تینوں جلدیں دی گئی ہیں ان کو پڑھ کر میں ان کا خلاصہ آپ سے طلب کرتا ہوں کہ اس خاندان میں بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور مکتوبات اور دیگر کتب خاندان نقشبندیہ پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے یا نہیں؟

الجواب: ہمارے نزدیک خاندان عالیشان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ وافضل ہے اور تبدیل شیخ بلاضرورت شرعیہ جائز نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوا: من رزق فی شیئ فلیلزمہ۔ جسے کسی شے میں رزق دیا جائے تو وہ اس کو لازم پکڑے۔

(شعب الایمان، حدیث ۱۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲/۸۹)

مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے اور تفصیل عقائد اہلسنت وبیان مسائل نفیسہ فقہ وکلام کے سبب بہت کتب پر مزیت ہے البتہ سیدنا امام مالک ﷺ وغیرہ ائمہ دین کا ارشاد کل ماخوذ من قولہ۔ الخ (ہر ایک اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے الخ۔)

(الیواقیت والجواہر، بحوالہ الامام مالک، المبحث التاسع والاربعون، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲/۴۷۸)

سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنےٰ، نہ فتوحات ومکتوبات وملفوظات۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۶، ص ۵۷۶، ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال: (۷۱) تعلیمات مجدد الف ثانی وامام احمد رضا (مجموعہ مقالات)، مصنف، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

پہلا مقالہ مجدد الف ثانی کانفرنس میں پیش کیا تو اس مجلس کے صدر مخدوم ومحترم پیر طریقت پیر فضل الرحمٰن مجددی (ساکن ماڈل کالونی کراچی) نے راقم کو نہ صرف دعائیں دیں بلکہ ماتھے کو چوما اور فرمایا کہ آپ نے امام ربانی کے ادب اور امام احمد رضا کے ادب کو بہت عمدگی سے پیش کیا اور دونوں بزرگوں کو ایک رنگ میں رنگ دیا۔

(تعلیمات مجدد الف ثانی وامام احمد رضا، ص ۱۲)

سوال: (۷۲) ڈاکٹر پروفیسر مجید اللہ قادری اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو صرف صدی کا مجدد کہا اور مکتوبات کے بارے میں لکھا کہ اول، دوم جلد حالات سکر میں ہیں، کیا یہ حقیقت ہے؟ (اس سوال کا جواب مجدد اعظم علیہ الرحمہ میں موجود ہے)

الجواب:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

حضرت خواجۂ ماموٗید الدین الرضی قدس سرہٗ فرمودہ اند کہ توحید کوچہ تنگ ست شاہراہ دیگر است ازین عبارت شریفہ دو چیز مستفاد است یکے آنکہ توحید از مطالب نیست راہ مطلوب ست چہ مطلوب ورائے کوچہ وشاہراہ است۔

ترجمہ: ہمارے خواجہ حضور سیدی قطب الارشاد مؤید الدین الرضی باقی باللہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہی ہے۔ اس عبارت شریفہ سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ توحید (وجودی) مطالب میں سے نہیں ہے (بلکہ) مطلوب کا راستہ ہے کیونکہ مطلوب کوچہ وشاہرہ کے ماوراء ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۵۶، ص، ۳۱۳، گارڈن ویسٹ، کراچی)

محبتِ ذاتی ومحبتِ صفاتی کا فرق:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۳۷۔منہا: وقتے از اوقات با جمعے از درویشان نشستہ بودند این فقیر از محبت خود کہ نسبت بغلامان آن سرور داشتہ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات چنین گفت کہ محبت آن سرور ﷺ بر نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را بواسطۂ آن دوست، می دارم کہ رب محمد است حاضران ازین سخن در تحیر ماندند اما مجال مخالفت نداشتند این سخن نقیض سخن رابعہ است کہ گفتہ آن سرور ﷺ را در خواب گفتم کہ محبت حق سبحانہ وتعالیٰ بر نہجے استیلا یافتہ است کہ محبت شما را جا نماندہ است این ہر دو سخن ہر چند از سُکر خبر می دھد اما سخن من اصالت دارد او در عین سخن سُکر گفتہ ومن در ابتدائے صحو وسخن او در مرتبۂ صفات ست وسخن من بعد از رجوع از مرتبۂ ذات زیرا کہ در مرتبۂ ذات تعالیٰ این قسم محبت را گنجائش نیست جمیع نسب را از ان مرتبۂ کوتھی است آنجا ہمہ حیرت ست یا جہل بلکہ بذوق نفئ محبت در ان مرتبہ می کند بھیچ وجھے خود را شایان محبت او نمی داند محبت، ومعرفت در صفات ست وبس محبت ذاتی کہ گفتہ اند مراد از ان ذات احدیت نیست بلکہ ذات با بعضے از اعتبارات ذات است پس محبت رابعہ در مرتبۂ صفات است۔ واللہ سبحانہ الملھم للصواب والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر وآلہ الاطھر۔

منہا نمبر ۳۷: ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس فقیر (حضور والا محبوب سبحانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنی اس محبت کے متعلق جو آں سرور (علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات) کے غلاموں کے ساتھ نسبت رکھتا ہے کچھ اس طرح کہدیا کہ سرورِ کون ومکان ﷺ کی محبت اس درجہ غالب ہوگئی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو بھی میں اس واسطہ سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ربِّ (محمد ﷺ ہے)،، حاضرین میری اس بات سے حیرت میں رہ گئے لیکن انھیں مخالفت کی مجال نہیں تھی۔ میری یہ بات حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا)) کی بات کے بالکل برعکس ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں نے سرور کائنات ﷺ سے خواب میں کہا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت نے اس طرح غلبہ پالیا ہے کہ آپ ﷺ کی محبت کے لئے جگہ ہی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سُکر کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انھوں نے وہ بات عین سُکر میں کہی تھی اور میں نے سُکر سے نکلنے کے بعد ابتدائے صحو (ہوش آنے کے شروع) میں کہی ہے۔ ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے لوٹ آنے کے بعد ہے کیونکہ مرتبہ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام نسبتیں اس مرتبہ سے نیچے ہی رہ جاتی ہیں۔ وہاں تو سراسر حیرت ہے یا جہالت ہے بلکہ اس مرتبہ میں آدمی ذوق کے ساتھ محبت کی نفی کرتا ہے۔ کسی طرح بھی اپنے کو خدا کی محبت کے لائق نہیں سمجھتا۔ محبت اور معرفت صرف مرتبہ صفات میں ہوتی ہے (مرتبہ ذات میں نہیں ہوتی) پس جسے لوگوں نے محبتِ ذاتی کہا ہے اس سے مراد صرف ذاتِ احدیت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ ذات ہے جس کے ساتھ ذات کے کچھ اعتبارات بھی شامل ہوں۔ لہذا حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وہ محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والے ہیں اور درود وسلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہر رضی اللہ عنہم پر۔

(مبدأ ومعاد، منہا، ۳۷، ص، ۵۹، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و آنچه این فقیر در بعضی مکاتیب خود نوشته است که حقیقت حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ وجود محض است، از نار سیایی خود نوشته است به حقیقت این معامله۔ و از این قبیل است بعضی از معارف که در توحید وجودی وغیر آن نوشته، سرش عدم اطلاع بوده است بر حقیقت کار و چون از حقیقت کار آگاه ساختند، از آنچه در ابتدا و وسط نوشته است و گفته، نادم (پشیمان۔) و مستغفر گشت۔ استغفر الله و اتوب الی الله من جمیع ما کره الله سبحانه و تعالیٰ

ترجمہ: اور یہ جو اس فقیر (حضرت امام مجدّ دالف ثانی علیہ الرحمہ) نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں۔ وہ بھی اس قسم سے ہیں۔ ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے۔ جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر (حضرت امام مجدّ دالف ثانی علیہ الرحمہ) کو آگاہ کیا جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا اور استغفار کیا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰، ج، ۱، ص ۵۲۶، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ھیں

کمینهٔ امت او را از این قسم معرفت که اوائل حاصل شده بود، ندامت و استغفار است و آن شهود را در رنگ حلولِ نصاری از آن جناب قدس نفی می نمایند۔

حضرت ((خواجه نقشبند))۔ قدس سره۔ می فرماید: هرچه دیده شد و شنیده شد و دانسته شد، آن همه غیر است، به حقیقت کلمهٔ لا نفی، باید کرد۔ پس شهودِ وحدت در کثرت نیز شایان نفی گشت و هرچه شایان نفی است، از آن جناب قدس منتفی است۔ این کلام حضرتِ خواجه، مرا از این شهود بر آورده است و از گرفتارهای مشاهده و معاینه، نجات بخشیده و رخت را از علم به جهل کشیده و از معرفت، به حیرت برده (است)۔ جزاه الله سبحانه عنی خیر الجزاء

ترجمہ: حضور ﷺ کی امت میں کا یہ کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اول حاصل ہوئی تھی ندامت واستغفار کرتا ہے۔ اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔ حضور سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الحق عرف والدین نقشبند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے پس کثرت وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اور اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دور ہے۔ حضور سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الحق عرف والدین نقشبند علیہ الرحمہ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جزاه الله سبحانه عنی خیر الجزاء، اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۲، ج، ۱، ص، ۶۰۷ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و علامت وصول حقیقتِ حق الیقین، مطابقت علوم و معارف آن مقام است به علوم و معارف شرعیه و تاسر موی مخالفت است، دلیل

است بر عدم وصول به حقیقت الحقائق۔

وهر خلافی که به شریعت در علم و عمل، از هر که واقع شده است از مشایخ طریقت، مبنی بر سکر وقت است، و سُکر وقت نمی باشد الادر اثناء راه، منتهیانِ نهایت النهایة را همه صحو است۔ وقت، مغلوب ایشان است، حال و مقام تابع کمال شان۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال		لیک صافی فارغ است از وقت و حال

پس متحقق شد که خلاف شریعت، علامت عدم وصول است به حقیقت کار

ترجمہ: اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم ومعارف شرعی علوم معارف کے بالکل مطابق ہوجاتے ہیں۔ جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم وعمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سُکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال		لیک صافی فارغ است از وقت و حال

ترجمہ: صوفی تو حال ووقت کا تابع ہوتا ہے، مگر صافی (حق الیقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت اور حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ثابت ہوگیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقتِ کار تک عدم وصول کی علامت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۸۴، ج ۱، ص، ۲۳۸، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

فقیر در کتب و رسائل خود نوشته است و تحقیق نموده که کمالات نبوت، حکم دریای محیط دارد و کمالات و لایت در جنب آن قطره ای، است محقر، اماچه تو ان کرد جمعی از نارسایی به کمالات نبوت، گفته اند الولایة افضل من النبوة و جمعی دیگر در توجیه آن گفته، اند که ولایت نبی افضل است از نبوت او۔ این هر دو فریق حقیقت نبوت را نا دانسته، حکم بر غائب کرده اند۔ نزدیک به این حکم است، حکم به ترجیح سکر بر صحو۔ اگر حقیقت صحو را می دانستند هر گز سکر را به صحو نسبت نمی دادند

چه نسبت خاک با عالم پاک

مانا که صحو خواص را مماثل صحو عوام دانسته، سکر را بر آن ترجیح داده اند۔ کاش سکر خواص را نیز مماثلِ سکر عوام دانسته، جرأت به این حکم نمی نمودند۔ چه مقرر عقلا است که صحو بهتر از سکر است۔ اگر صحو و سکر مجازی است، این حکم ثابت است و اگر حقیقی است، نیز این حکم ثابت۔

ولایت را از نبوت افضل گفتن و سکر را بر صحو ترجیح دادن، در رنگ آن است که کسی کفر را بر اسلام ترجیح دهد و جهل را از علم بهتر داند، زیرا که کفر و جهل مناسب مقام ولایت است و اسلام و معرفت، مناسب مرتبۂ نبوت۔ منصور۔ رحمه الله۔ گوید

کفرت بدین الله والکفر واجب		لدی وعند المسلمین قبیح

و محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ و علی الہ و سلم۔ از کفر استعاذہ می نماید (قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ) (اسراء/۸۴) چنانچہ در عالم مجاز، اسلام بہتر از کفر است، در حقیقت نیز اسلام را از کفر بہتر باید دانست۔ فان المجاز قنطرۃ الحقیقۃ

اگر گویند کہ در مقام ولایت چنانچہ در مرتبہ جمع، کفر و سکر و جہل ثابت است، در مرتبۂ فرق بعد الجمع، اسلام و صحو و معرفت نیز متحقق۔ پس کفر و سکر و جہل را بہ مقام ولایت مناسب گفتن بہ چہ معنی بود؟

گوییم کہ صحو و مانند آن در مرتبہ فرق اثبات نمودن نسبت بہ مرتبۂ جمع است، کہ سراسر سکر و استتار است و الا صحو آن مرتبہ نیز ممتزج بہ سکر است و اسلام آن مختلط بہ کفر و معرفت مشوب بہ جہل۔

اگر در کتابت گنجایش می دانست احوال و معارف مرتبۂ فرق را بہ تفصیل ذکر کردہ، امتزاج سکر و مانند آن را در آن مرتبہ بیان می نمود۔ ارباب فطانت شاید این معنی را بہ تفرس نیز دریابند۔ العجب کل العجب۔

ترجمہ: فقیر (حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم۔ لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے انہوں نے کہا ہے کہ: **الولایۃ افضل من النبوۃ**، ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور ایک جماعت نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔

ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ترجمہ: خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ہے۔

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو، سکر سے بہتر ہے۔ اگر صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔ کیونکہ کفر و جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت کے مناسب۔ منصور کہتا ہے۔

کفرت بدین اللہ والکفر واجب		لدی عند المسلمین قبیح

ترجمہ: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور کفر کرنا واجب ہے، مسلمانوں کے نزدیک قبیح ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے ہیں۔ **قل کل یعمل علی شاکلتہ**، کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے۔ جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہیے۔ **فان المجازۃ قنطرۃ الحقیقۃ** مجاز حقیقت کا پل ہے۔ اگر کہیں کہ مقام ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے۔ تو کفر و سکر و جہل کو مقام ولایت کے مناسب کہنا کس معنیٰ کے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فوق ثابت کرنا مرتبہ جمع کی نسبت سے ہے جو سراسر سکر واستتار ہے ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس کا اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر (حضرت امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا دانا لوگ شاید اس معنی کو دانائی سے بھی معلوم کر لیں گے۔ **العجب کل العجب** نہایت ہی تعجب ہے کہ یہ لوگ کمالات نبوت سے کیسے بے خبر رہے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۸ ج ۱، ص ۵۹۵ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وعوام، معنی تخلق را به رنگ دیگر فهمیده اند، ناچار در تیهٔ (بیابان و صحرا۔) ضلالت فرو نشسته اند، خیال کرده اند که ولی را احیای جسدی در کار است و اشیای غیبی می باید که اکثر بر وی منکشف شود امثال اینها۔ وهو کما تری من الظنون الفاسیدة (۔واین چیزی که ذکر شده همان طور که می بینی از گمانهای فاسد است۔) (ان بعض الظن اثم) (حجرات/۱۲)۔

وایضاً خوارق، منحصر در احیا و اماتت (۔میراندن و زنده کردن۔) نیست، علوم و معارف الهامیه، از اعظم آیات است و ارفع خوارق، لهذا معجزه قرآنی از سایر معجزات اقویٰ و ابقی آمد۔

چشم بکشایند که این همه علوم و معارف که در رنگ ابر نسیان می ریذند، از کجاست، علوم به این همه کثرت بتمامها۔ موافق علوم شرعیه اند، سر مویی مخالفت را گنجایش نیست، این خصوصیت، علامت صحت علوم است۔

حضرت خواجه ما۔ قدس سره۔ نوشته بودند که علوم شما همه صحیح است۔ اما چه فایده که سخن حضرت خواجه، بر شما حجت نیست، هر چند خود را هبر پرست نامید۔

زیاده چه نوشته آید و این اسولۂ شما اولاً هر چند گران نمود، اما چون باعث چندین علوم و معارف گشته و این همه سخن به تقریب آنها در گفت آمده است، نیک است۔

هیچ زشتی نیست کو را خوبی همراه نیست	**زنگی شب رنگ را دندان چو دُر و گوهر است**

ترجمہ: عوام نے تخلق کی معنی کچھ اور سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں ولی کے لیے احیاء جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاءِ غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے۔ غیر سالک حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں اور بعض گمان گناہ ہیں۔ نیز خوارق صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم نشانات اور بلند درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقویٰ اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے آ رہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شرعیہ کے مطابق و موافق ہیں، ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔

یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔ ہمارے خواجہ (قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) نے لکھا تھا کہ تمہارے (حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔ لیکن (قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ (قطب الارشاد محمد باقی

باللہ ﷺ) کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔

اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمانِ شیخ (حضرت امام مجدّ دالف ثانی ﷺ) خیال کرتے ہیں زیادہ کیا لکھے۔ آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم و معارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر سب باتیں دائرہ تحریر میں آ گئیں تو ٹھیک اور بہتر ہو گیا۔

هیچ ز شتے نیست کورا خوبی ہمراه نیست		زنگیِ شب رنگ را دندان چون درو گوهر ست

ترجمہ: کوئی بھی بری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خوبی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے حبشی کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب، ۱۰۷، ج ۱، ص، ۲۷۶، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ولی چون شه مرا بر داشت از خاک		سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ابتداء عالم صحو و بقا، از اواخر ماه ربیع الآخر است و تا حال به بقای خاص در هر یک مدتی مشرف می سازند، ابتدا از تجلی ذاتی حضرت ((شیخ محی الدین)) است قدس سره، در صحو می آرند، باز به سکر می برند و در نزول و عروج (توضیح این اصطلاحات در بخش تعلیقات آمده است، بدانجا مراجعه شود۔) علوم غریبه و معارف عجیبه، افاضه می فرمایند و به احسان و شهود خاص، در هر مرتبه که مناسب بقای آن مقام است، مشرف می سازند۔

ولی چون شه مرا بر داشت از خاک		سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ترجمہ: لیکن جب شاہ مجھے خاک سے اوپر اُٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔

عالم صحو و بقا کی ابتداء اواخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقاء خاص ہر لحظہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت سیّدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین (قدس سرہ) کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲، ج ۱، ص، ۵۷، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

الحال معارفی که به این کمینه فائض اند، اکثر تفصیل معارف شرعیه است و بیان آنها و علم استدلالی، کشفی و ضروری می گردد و مجمل، مفصل می شود۔

ترجمہ: اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائض و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شرعیہ پر مشتمل ہیں اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور مجمل مفصل ہو جاتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲، ج ۱، ص، ۵۸، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به پیر بزرگوار خود در بیان احوالی که به بقا و صحو تعلق دارند عرضداشت کمترین بندگان، احمد، آنکه از آن زمان که به صحو آورده اند

و بقا بخشیده اند، علوم غریبه و معارف نادره غیر متعارفه، به تواتر و توالی فائض و وارداند، اکثر آنها به بیان قوم و اصلاح متداول شان موافقت ندارند

ترجمہ: ان حالات کے بیان میں جو بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ بزرگوار کو لکھا۔ کمترین غلام احمد (حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگا تار فائز اور وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۸، ج ۱، ص ۶۸، مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و کسی که سیرش در اسماء بالتفصیل واقع شده، در صفات و اعتبارات محبوس مانده و شوق و طلب از او زائل نگردیده و وجد و تواجد از او مفارقت ننموده۔ پس نباشند ارباب شوق و تواجد، مگر اصحاب تجلیات صفاتیه، و مادامی که در شوق و وجداند، از تجلیات ذاتیه ایشان را بهره نیست۔

اگر کسی گوید که چیست مراد از مشتاق بودن حق۔ سبحانه۔ حال آنکه از او سبحانه چیزی مفقود نیست۔

گویم محتمل است که آوردن لفظ شوق اینجا از قبیل صنعت مشاکلت بود و ذکر شدت در حدیث بدین جهت باشد که هر چه به خداوند عزیز جبار نسبت کرده شود، شدید و غالب بود بر آنچه به بندۂ ضعیف اضافت نموده آید، و این جوابی است به طریق علماء و این بندۂ ضعیف را در جواب اشکال مذکور وجوهات دیگر اند، مناسب به طریقۂ صوفیه و لیکن بیان آن وجوهات نوعی از سکر می خواهد و بدون سکر، ذکر شان مستحسن، بلکه جائز نیست چه سکارای معذور اند و ارباب صحو مسئول و بالفعل حال من صحو صرف است۔ پس ذکر آن وجوهات مناسب حال من نیست۔ والحمدلله اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی نبیه دائماً و سرمداً۔

ترجمہ: اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محسوس رہتا ہے اور اس سے شوق وطلب زائل نہیں ہوتا اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہٰذا اربابِ شوق و تواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت مشاکلت کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبد ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ سکر چاہتے ہیں۔ سکر کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر ارباب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے لہٰذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب نہیں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ دائماً و سرمداً۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۶، ج ۱، ص ۱۲۱، مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

باید دانست کہ ہر چہ حکم سکریہ است، از مقام ولایت است و ہر چہ از صحو است، بہ مقام نبوت تعلق دارد، کہ کمل تابعان انبیا را۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ بہ واسطہ صحو از این مقام بہ طریق تبعیت نیز نصیب است۔

((بسطامیہ)) سکر را بر صحو تفضیل می دہند۔ لہذا ((شیخ ابو یزید بسطامی))۔ قدس سرہ۔ می گوید: لوائی ارفع من لواء محمد لواء خود را لواء ولایت می داند و لوای محمد لوای۔ علیہ الصلوات والتسلیمات۔ [را] نبوت۔ لوای ولایت را کہ رو بہ سکر دارد، ترجیح می دہد بر لوای نبوت کہ رو بہ صحو دارد، و از این عالم است سخن بعضی کہ گفتہ اند: الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت، برتر از نبوت است، مولانا جامی می فرماید: ((ولایت، باطنِ نبوت است)))۔

می دانند کہ در ولایت، رو بہ حق دارند و در نبوت رو بہ خلق و شک نیست کہ رو بہ حق افضل است از رو بہ خلق۔ و بعضی در توجیہ این سخن گفتہ اند کہ، ولایت نبی افضل است از نبوت او۔

نزد این حقیر، امثال این سخنان دور از کار می نمایند، چہ در نبوت رو بہ خلق فقط نیست، بلکہ با این توجہ (توجہ بہ خلق) رو بہ حق نیز دارو باطنش با حق است سبحانہ و ظاہرش با خلق، و آنکہ تمام رو بہ خلق دارد، از مدبران (جمع مدبر بہ معنای پشت دادہ شدہ، بخت برگشتہ، بدبخت) است انبیاء۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ بہترین جمیع موجودات اند، بہترین دولت بہ ایشانان مسلم داشتہ اند۔

ولایت، جزو نبوت است نبوت کل است، لاجرم، نبوت افضل باشد از ولایت، خواہ ولایت نبی باشد، خواہ ولایت ولی، پس صحو، افضل است از سکر، چہ، در صحو، سکر مندرج است، ہمچو اندراج ولایت در نبوت۔

صحو تنہا کہ عوام الناس راست، از مبحث خارج است، بر آن صحو ترجیح دادن معنی ندارد، و صحوی کہ متضمن سکر است، البتہ افضل است از سکر

ترجمہ: یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام (علیہم الصلوات والتسلیمات) کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام ﷺ کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار سکر کو صحو سے افضل قرار دیتے ہیں اسی لیے سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **لوائی ارفع من لواء محمد** صلی اللہ علیہ وسلم، میرا جھنڈا احمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔ یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں اور حضرت محمد (علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات) کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ پھر لوائے ولایت کو جس کا رُخ سکر کی طرف ہے اسے لوائے نبوت پر جس کا تعلق صحو سے ہے ترجیح دیتے ہیں۔ اسی قبیلہ سے ہے یہ جملہ جو بعض سے صادر ہوا ہے۔ **الولایۃ افضل من النبوۃ**، ولایت نبوت سے افضل ہے۔ یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رُخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور نبوت کا مخلوق کی طرف اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رُخ مخلوق کی طرف رُخ ہونے سے افضل ہے۔ اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ لیکن اس فقیر (حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک اس طرح کی باتیں دور از کار ہیں۔ کیونکہ نبوت میں رُخ صرف مخلوق کی طرف نہیں، بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے۔ نبی ﷺ کا باطن

خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل غیر متعلق ہو، ایسا شخص بدقسمت ہوتا ہے۔ انبیاء کرام (علیہم الصلوات والتسلیمات) تمام موجودات سے افضل ہیں۔ لہٰذا بہترین دولت ونعمت بھی انہی کا حصہ ہے۔ ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہٰذا نبوت ہی افضل ہے، خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو ثابت ہوا کہ صحو سکر سے افضل ہے۔ کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے۔ جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا ایک بے معنیٰ امر ہے۔ لیکن وہ صحو جو سکر کو متضمن ہے البتہ سکر سے افضل ہے۔

علم شرعیہ جن کا مصدر ومنبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سکر سے ہے۔ صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علم ہیں سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت رکھے۔ ان علوم کے سرچشمہ اور مصدر پر صلوٰۃ وسلام اور تحیات کا نزول ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے: **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن،** میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا۔ ہاں میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔ تو گنجائش سے مراد مرتبہ وجوب کی صورت گنجائش ہے۔ حقیقت رب کا سمانا مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں حلول کرنا محال ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ قلب کا لامکانی ذات کو شامل ہونا لامکانی کے صورت کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت کے لحاظ سے۔ حقیقت کے لحاظ سے عرش اور جو کچھ اس میں ہے اس کی ذات واجب کے سامنے کچھ مقدار اور حیثیت نہیں۔ یہ حکم لامکانی ذات کی حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۹۵، ج ۱، ص ۲۴۹، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

علامت درستی علوم لدنیه مطابقت است با صریح علوم شرعیه۔ اگر سر مو [از شرع] تجاوز است، از سکر است۔ والحق ما حققه العلمآء من اهل السنة والجماعة وما سوی ذلک اما زندقة والحاد او سکر وقت وغلبۂ حال (۳) و این تمام مطابقت در مقام عبدیت میسر است' در ماورای این' نحوی از سکر متحقق است۔

گر بگویم شرح این بیحد شود

ترجمہ: علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت وموافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور یا سکر وقت غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبدیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر موجود رہتا ہے۔

گر بگویم شرح این بیحد شود

ترجمہ: اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۳۰، ج ۱، ص ۱۳۱، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و باید دانست که طایفۂ اول از ارباب سکر اند و ثانی از ارباب صحو و شرافت، اول راست و فضیلت دیگری را۔ و مقام اول، مناسب است به ولایت، و ثانی به نبوت

ترجمہ: اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ اربابِ سُکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسبِ حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۲، ج،۱، ص، ۱۰۹، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

عجب کاری است، اولاً هر بلا و مصیبت که واقع می شد، باعث سرور و فرحت می شد و {هل من مزید} می گفت و هر چه از امتعۂ دنیویه کم می شد، خوش می آمد و این قسم را آرزو می کرد۔ حالا که به عالم اسباب، فرود آوردند و نظر بر عجز و افتقار خود افتاد، اگر اندک ضرری لاحق می شود، در اول وهله نوعی از حزن رو می دهد، هر چند به سرعت زائل می شود و هیچ نمی ماند۔ و همچنین اگر دعا می کرد، از برای دفع بلا و مصیبت، مقصود از و نه رفع آن بود، بلکه امتثال امر {ادعونی} بود۔ حالا مقصود از دعا رفع بلیه و مصائب است و خوف و حزنی که زائل شده بودند، باز رجوع کردند، و معلوم شد که آن از سکر بود۔ در صحو هر چه عوام الناس راهست، این را (نیز) هست۔ از عجز و افتقار و خوف و حزن و غم و شادی۔

در ابتدا هم که مقصود از دعا رفع بلا نبود، دل را این معنی خوشی نمی آمد، لیکن حال غالب بود۔ به خاطر می گذشت که دعاء انبیاء از این قبیل نبود که حصول مراد بخواهند۔ حالا که به آن حالت مشرف ساختند و حقیقت کار را واضح گردانیدند، معلوم شد که دعاها بر انبیاء۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ از سر عجز و افتقار و خوف و حزن بود، نه به مجرد امتثال امر۔ بعضی امور که رو می دهد، به حسب امر، گاه گاه، به عرض آن گستاخی می نماید۔

ترجمہ: عجیب بات ہے، پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی، فرحت و سرور کا باعث تھی اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا اور جس قدر سامان دنیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کی آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تھوڑا سا ضرر لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم وحزن محسوس ہوتا ہے، اگرچہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہِ الٰہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم ادعونی کی بجا آوری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مقصود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحو میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز، محتاجی، اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود رفع بلا و مصیبت نہیں تھی، دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام ﷺ کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام ﷺ کی دعائیں عجز و محتاجی، خوف و غم

کے تحت تھیں، صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔ بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کرجاتا ہوں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۶، ج ۱، ص ۶۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت سیّدنا مجدد الف ثانی ﷺ کی تصنیفات کا مقام:

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ایک اور عالم باعمل اور پرہیزگار اس مجلس میں آ گیا۔ اس نے حضرت قیوم اوّل مجدد الف ثانی ﷺ کی تصنیفات کے بارے میں کہا کہ لوگوں کی کتب و رسائل یا تصنیف ہوتے ہیں یا تالیف۔ تالیف یہ ہے کہ اپنے حاصل کردہ اسرار اور علوم کو لکھا جائے۔ مدت ہوئی جہاں سے تصنیف کا سلسلہ گم تھا صرف تالیف ہی تالیف رہ گئی تھی۔ گو میں آنجناب کا مرید ہوں لیکن انصاف یہ ہے کہ اس آخری زمانے میں جو حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کے مکتوبات اور رسائل ہیں سب تصنیفات ہیں۔

(حضرت سیّدنا مجدد الف ثانی ﷺ کی جو تصانیف اہل علم کی نظروں میں آج تک سامنے آئی ہیں ان میں سے مکتوبات مجدد الف ثانی ﷺ کے علاوہ آپ کی ابتدائی عمر کی تصانیف یہ ہیں۔ رسالہ تہلیلیہ' رسالہ اثبات نبوت' رسالہ رد روافض (یہ رسالہ عبداللہ خاں اوزبک والیٔ توران کی گزارش پر لکھا گیا تھا) اور یہ جواب تھا محمد بن فخر الدین علی رستمداری مدرس اعلیٰ مشہد کی کتاب مجالس المومنین کا) رسالہ مبداء المعاد' مکاشفات عینیہ' آداب المریدین' معارف لدنیہ' تعلیمات العوارف' شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ۔)

نہ کہ تالیفات: میں نے بہت غور کیا ہے کہیں آپ نے کسی اور کے کلام کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنے حاصل کردہ علوم و اسرار بیان فرمائے ہیں اور یہ علوم و اسرار گزشتہ اولیاء کے علوم و اسرار سے بدرجہا بہتر ہیں اور شریعت غرا کے مطابق ہیں۔ اسی اثنا میں ایک اور عالم نے جو بہت سے اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور جس نے اس طریقہ کی باتیں سنی ہوئی تھیں۔'' اس مجلس کی قیل و قال سنی۔ اس وقت حضور سیّدنا مجدد الف ثانی ﷺ کے بہت سے دشمن وہاں موجود تھے جو حضور سیّدنا مجدد الف ثانی ﷺ کے کلام پر واہی تباہی نکتہ چینی کررہے تھے۔ اس نے کہا کہ یارو! کچھ تو انصاف کرو کہ جو شخص ایک ادب کے ترک کرنے کو حرام سمجھتا ہو کیا اس کا کلام عین شریعت کی حقیقت نہیں ہوسکتا۔ ان کے کلام اور شریعت میں بال بھر کا فرق نہیں۔ وہ کتب فقہ اور مجتہدین کے کلام کے عین مطابق ہے لیکن بات یہ ہے کہ اہل زمانہ کا مزاج اس بزرگ کے حقائق سمجھنے سے قاصر ہے اگر یہ عزیز زمانہ گزشتہ میں ہوتا تو اس کی قدر و منزلت بدرجہ کمال ہوتی اور اس کا کلام نہایت معتبر سمجھا جاتا اور متاخرین اس کے کلام کو بطور سند اور استدلال پیش کرتے اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔ آج کل کے لوگوں کی ذہانت کا اس کی باتوں کو سمجھنا اس زمانہ کے مقابلہ میں یہ حال ہے جیسا ایک کوتہ اندیش کا دانا کے مقابلہ میں۔

یہ حکایت یوں ہے کہ ''ایک دفعہ کسی دانا نے بادشاہ کی مجلس میں کہا کہ میں نے ایک ایسا جانور دیکھا ہے جو آگ کھاتا ہے۔ جن اہلِ مجلس نے اسے نہیں دیکھا تھا تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور نہ ان کی سمجھ میں آیا۔ اس لئے جھگڑنے لگے اور اسے جاہل اور بے وقوف بنایا مگر جب جانور بادشاہ کے روبرو لایا گیا اور اس نے انگارے کھائے تو سب کو یقین ہوگیا۔'' بعد ازاں وہ امیر معہ تمام حاضرین مجلس اپنے سابقہ اعتقاد سے تائب ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوا۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۲۴۵)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

درجه ۳۵:عالمے عاملے پرہیز گارے مقتدائے عصرے درباب تصانیف شریف حضرت ایشان می گفت که کتب و رسائل قوم تصنیف است یا تالیف' تالیف آن است که ایشان سخنان مردم را بترتیب نیکو جمع نمایند و تصنیف آنکه علوم و اسرار و نکات و مقامات حاصله خود در اینگارند۔ مدتها بود که تصنیف از عالم ساقط شده بود و همین تالیف مانده۔ هر چند من مرید ایشان نیستم اما حق و انصاف آن ست که درین جزو زمان مکاتیب و رسائل ایشان تصنیفات ست نه تالیفات زیرا که هر چند بران عبور نمودیم از دیگران و از آنجا نقلے ندیدیم الابندرت و ضرورت۔ بیشتر مکشوفات و ملهمات خاصه ایشان است و همه عالی و زیبا و منطبق بر شریعت غراء جزاه الله تعالی خیر الجزاء۔

درجہ نمبر ۳۵:ایک باعمل عالم جو پرہیز گار بھی تھے اور مقتدائے عصر بھی تھے (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کی تصانیف کے سلسلے میں کہا کرتے تھے کہ ہماری قوم کی کتابیں یا تو تصنیف تھیں یا تالیف تھیں، یعنی تالیف تو وہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی باتوں کو اچھی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا جائے اور تصنیف وہ ہے کہ خود کے حاصل کیے ہوئے علوم واسرار اور نکات ومقدمات کو لکھا جائے تو مدت ہوئی کہ دنیا سے تصنیف ختم ہو چکی ہے اور صرف تالیف رہ گئی ہے، اگر چہ میں آپ (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کا مرید نہیں ہوں لیکن حق وانصاف کی بات یہ ہے کہ اس زمانے میں آپ علیہ الرحمہ کے مکتوبات اور آپ علیہ الرحمہ کے رسالے سب کے سب تصنیفات ہیں، تالیفات نہیں ہیں، کیونکہ بہت کچھ میں نے مطالعہ کیا دوسروں کی کوئی بات آپ علیہ الرحمہ کے یہاں تحریر نہیں ہوئی سوائے ندرت اور ضرورت کے زیادہ تر آپ علیہ الرحمہ کے مکشوفات اور ملہمات ہی ہیں جو سب کے سب بہت بلند، درست اور شریعت مطہرہ کے مطابق ہیں جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا الجزاء

(حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۶۲، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

مکاشفه ۵۴:چون دفتر اول مکتوبات قدسی آیات بر عدد سیصد و سیزده موافق عدد اصحاب بدر تمام گشت بعضے اصحاب بعرض اقدس رسانیده، که اگر حکم شود، مکاتیب که بعد صدور باید جمع کرده شود و شروع در دفتر ثانی نموده آید۔ فرمودند که این همه علوم و معارف که تحریر یافته در ان متردد م که مقبول و مرضی باشد یانه؟

درین اثناء انکسار و افتقار بجناب قدس قدوسی و توجه خاص درین باب اتفاق افتاد ندا از درگاه اله جل و علا در رسید که این همه علوم و معارف که نوشته بلکه هر چه در گفتگوئے تو در آمده، همه مقبول و مرضی ست بلکه چنان اشارت می کنند که این همه را من گفته ام و کلا من است۔ و می فرمودند که در آن وقت این علوم را تفصیلا و اجمالاً ملاحظه نمودم، علی المخصوص بعضے علوم که در آن تردد داشتم هم، در آن حکم داخل یافتم و بجمع دفتر ثانی مامور گشتم۔

مکاشفہ نمبر ۵۴:حضور سیّدی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (دفتر اول) جب اصحاب بدر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی تعداد کے مطابق (۳۱۳) ہو چکے تو بعض حضرات نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو جائے تو بعد کے مکتوبات بھی جمع کر لیے جائیں اور دفتر دوم شروع کر دیا جائے فرمایا کہ وہ تمام علوم ومعارف جو ان مکتوبات میں

تحریر ہوئے ہیں کیا معلوم کہ وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ومنظور ہیں یا نہیں، اسی اثناء میں آپ ﷺ نے انکسار وتضرع کے ساتھ اور خاص توجہ سے بارگاہ الٰہی میں عرض کی تو آواز آئی کہ یہ تمام علوم ومعارف جو تم نے تحریر کیے ہیں بلکہ وہ سب جو تمہاری گفتگو میں آئے ہیں

ہمارے نزدیک مقبول ومنظور ہیں بلکہ اس طرح بھی اشارہ ہوا کہ یہ سب ہمارا کلام ہے، اور آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ اس وقت تفصیلات اور اجمالا ان علوم کا میں نے ملاحظہ کیا اور بالخصوص ان علوم کا بھی ملاحظہ کیا جن سے متعلق مجھے تردد تھا تو وہ سب اسی حکم میں داخل پائے گئے اور مجھے دفتر دوم کے جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔

(حضرات القدس، ج۲، ص۱۱۱، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ملفوظ ۲۹: روزے حضرت ایشان قدس سره فرمودند که: اگرچه از صوفیه علیه منافع بسیار بدین محمدی علیه السلام رسیده است که بسیارے از فاجران این امت ببرکات افاضات ایشان بکمالات پیوسته اند و از انوار صحبت این عزیزان ظلمت بدعت مندفع گشته و بسا اسرار غامضه کتاب و سنت بکشف ایشان بعرصه ظهور آمده، لیکن مضار (۔نقصانات۔) بسیار از ارباب سکر این طبقه علیه بدین متین لاحق گشته و ناقصان بے باک راتکیه گاه امده است، و سکریات و شطحیات (۔سخنان خلاف ظاهر شریعت۔) ایشان موجب ضلالت جمع کثیر شده۔ حق راسبحانه بظهور این کلمات از ایشان حکم (۔حکمهتا و مصلحتها۔) و مصالح خواهد بود۔

بلکه زبان این اکابر بحکم "تخلقوا باخلاق الله" بر سنت الٰهی جریان یافته، چه در کلام مجید نیز متشابهات چون ید و استوی علی العرش وساق و غیرها واقع شده است که جمعے او را تعالیٰ جسمے ثابت کردند و بضلالت افتادند، با آنکه خدائے تعالیٰ دانا بود بضلالت اینها، ازان الفاظ۔ بلکه اتباع نبوی نیز ازان برگزیدگان سرزده که "ضحک (۔خدا خندیه۔) الله۔ و ان الله خلق آدم علی صورته۔ و رأیت ربی فی سکک المدینة علی صورة امرد شاب۔ ووضع (خدائے تعالیٰ دست خود بر دوش من نهاد، بس من خنکی آن دست دریافتم۔) الله یده علی کتفی فوجدت بردها" ازان حضرت علیه السلام نیز آمده با آنکه انبیاسیما (۔خصوصا۔) خیر الرسل علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات در غایت صحو بودند۔ پس از صوفیه علیه صدور این قسم کلمات و ظهور این نوع شطحیات موجب طعن و لعن نبود۔ بعد ازان فرمودند: "ما که همگی خود را بشریعت در آورده ایم و بخدمت سنت سنیه مصطفویه علی صاحبها الصلوٰة والسلام همیشه برپا ایستاده ایم از زبان قلم مانیز بعض کلمات سکر سمات جریان (۔سکر نشان یعنی الفاظے که معانی ظاهر آن مراد نیست۔) یافته است تا ظاهر بینان چه دریابند؟

ملفوظ نمبر ۲۹: ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ دین محمدی ﷺ کو صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی وجہ سے بہت سے فائدہ حاصل ہوئے ہیں کہ اس امت کے بہت سے گناہ گار لوگ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے افاضات وبرکات کی بدولت درجہ کمالات کو پہنچ گئے ہیں اور ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے انوار صحبت سے ان کی ظلمت بدعت دور ہوگئی ہے، اور قرآن وسنت کے بہت سے اسرار بزرگوں کے مکشوفات سے ظہور میں آئے ہیں لیکن صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے ارباب سکر کی وجہ سے اس دین متین کو نقصانات بھی پہنچے ہیں، اور غیر محتاط بے باک ناقص لوگوں کیلئے وہ ہدف بن گئے ہیں، اور ان

کے سکر آمیز اقوال اور خلاف شریعت کلام سے بہت لوگوں کو گمراہی ہوئی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے کلمات کے ظہور میں حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ **تخلقو باخلاق اللہ** (اللہ تعالیٰ کی عادات کو اپناؤ) کے حکم کے مطابق ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اپنی زبان سنت الٰہیہ کیلئے کھولی ہے کیونکہ قرآن پاک میں بھی جو متشابہات آتے ہیں جیسے **یداستوی علی العوش**، ساق وغیرہ تو ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کیلئے جسم ثابت کر کے گمراہی مول لی، اور اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے ان کے گمراہ ہونے کو خوب جانتا ہے گو کہ حضور انور ﷺ کی پیروی بھی ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کی جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ (۱) خدا ہنسا (۲) خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، (۳) میں نے اپنے رب کو بصورت امرد جوان، مدینے کی گلیوں میں چلتے پھرتے دیکھا، اور (۴) اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا تو میں نے اس کی خنکی پائی یعنی ایسے کلمات حضور انور ﷺ کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوئے ہیں، حالانکہ انبیاء ﷺ اور خصوصاً حضور انور ﷺ تو کمال صحو میں تھے پس ان صوفیہ سے ایسے کلمات سکر اور خلاف شرع الفاظ کا ادا ہونا بھی موجب طعن ولعن نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور سیّدی مجدد الف ثانی ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے خود کو شریعت میں ڈال دیا ہے اور حضور انور ﷺ کی روشن سنت کی خدمت میں ہم قائم ہیں، اب اگر ہمارے قلم کی زبان سے بھی بعض سکر آمیز کلمات صادر ہوئے ہیں تو ظاہر بین لوگوں کو ان سے کیا ملے گا۔

(حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۱۵۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت سیّدنا علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

بدانند که حضرت ایشان قدس سره باوجود صحو و نهایت اتباع سنت سنیه از زبان خامۂ عنبرین شمامه ایشان در بعضے اوقات کلمات سکر آمیز از غلبه وقت سرزده است، چنانکه بعضے (میرزا حسام الدین احمد رحمه۔) مشائخ بخدمت ایشان نوشته اند که باوجود (این عبارت مفهوم کلام مرزا حسام الدین احمد رحمه الله است وهم جواب آن بالمعنی المفهوم با بعض عبارات آنحضرت نگاشته اند (مکتوب صدو بست ویکم، دفتر سوم)۔ آنکه آنحضرت سراپا صحو اند کلمه سکریه از ایشان چون سرزند؟ در جواب نگارش فرموده اند که صحو خالص نصیب عوام کالانعام است، ابن طائفه زاهر چند صحو بود، بے مزج سکرے نیست و صحو اظهار ابن همه علوم را برنتابد و نیز آنحضرت در اظهار آن مامور بوده اند چون این سابقه را دانستی این را بشنو۔

ترجمہ: واضح ہو کہ حضور سیّدی مجدد الف ثانی ﷺ سے کمال صحو اور نہایت اتباع سنت کے باوجود کبھی کبھی غلبہ حال کی وجہ سے زبان خامہ عنبریں شمامہ سے سکر آمیز کلمات بھی نکل گئے ہیں چنانچہ بعض مشائخ نے آپ ﷺ کی خدمت میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ سراپا صحو ہیں پھر سکر آمیز کلمات آپ سے کیونکر ادا ہوئے آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ صحو خالص تو عوام کو ہوتا ہے جو چوپایوں کی طرح ہیں لیکن اس جماعت (صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین)) کو ہر چند صحو ہوتا ہے لیکن وہ بغیر سکر کے نہیں ہوتا اور صحو ان تمام علوم کے اظہار کی تاب نہیں لاسکتا، اور آپ ﷺ تو اس اظہار کیلئے مامور بھی تھے، جب وہ بات تم نے جان لی تو یہ بھی سن لو

(حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۱۱۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

صحو میں تھوڑا سکر ایسا ہے جیسے نمک طعام میں:

حضرت سیّدنا علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

وهم معترض گفته بود که اگر ارباب سکر این قسم مخنان شطح آمیز نویسند گنجائش دارد، اما از ارباب صحو این قسم سخن بسیار مستعد است، ایشان در جواب نوشته اند: "مخدوما! هر که این قسم سخنان نوشته است منشا آن سکر ست و بے مزج (آمیزش حال بے هوشی رستی۔) سکر درین باب دست بقلم نبرده، غایة مافی الباب در سکر مدارج کثیره است۔ هر چند سکر بیشتر شطح (سخنے خلاف شرع ظاهر گفتن۔) غالب تر۔ سکر بسطامی علیہ الرحمۃ باید که بے تحاشی قول "لوائی ارفع من لواء محمد" ازان بوجود آید۔ پس هر که صحو دارد، گمان نکنند که سکر همراه او نیست که آن عین قصور ست۔ صحو خالص نصیب عوام (در نسخۂ خطی: عوام کالانعام۔) است، هر که صحو را ترجیح داده است مرادش غلبه صحو است، نه صحو صرف و همچنین هر که سکر را ترجیح می دهد مرادش غلبه سکر ست نه، سکر خالص که آن آفت ست۔ جنید قدس سره که رئیس ارباب صحو ست و صحو را بر سکر ترجیح می دهد، چندان عبارات سکر آمیز دارد که چه تعداد آن نماید، فرموده اند: "هو (هم اوست تعالیٰ شناسنده و شناخته شده۔) العارف والمعروف" و گفته "لون (رنگ آب بیان ست که رنگ ظرف آن ست۔)

الماء لون انائه" و فرموده "المحدث (حادث چون باقدیم اتصال یابد از ان هیچ اثرے نماند۔ اذا قورن بالقدیم لم یبق له اثر۔"

و صاحب عوارف که از کمل ارباب صحو ست، در کتاب او چندان معارف سکریه است که چه شرح دهد و این فقیر در ورقے بعضے معارف سکریه او را قدس سره جمع کرده است۔

از بقایائے سکر ست که تجویز افشاء اسرار نموده می آید و از سکر است که مباهات و افتخار کرده می شود و از سکر ست که مزیت خود بر دیگرے اظهار کرده می آید۔ اگر صحو خالص باشد افشاء اسرار آنجا کفر بود و خود را از دیگرے بهتر دانستن شرک باشد۔ بقیه سکر در صحو در رنگ نمک ست که مصلح طعام است، اگر نمک نباشد طعام معطل و بے کار بود:

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے	چندین سخن نغز که گفتے شنودے؟

این فقیر که این همه دفاتر دربیان علوم و اسرار این طائفه علیه نوشته است، ظاهرا بخاطر شریف شما (میرزا حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ۔) قرار و یافته است که از روئے صحو خالص نوشته است، حاشا و کلا که آن حرام و منکر ست و گزاف و سخن بافی ست۔ سخن بافان که بصحو خالص متصف اند، بسیار اند، چرا این قسم سخنان نبافند و دلهائے مردم را از جا نبرند:

فریاد حافظ اینهمه آخر بهرزه نیست	هم قصه غریب و حدیث عجیب هست

"مخدوما! این قسم سخنان که منبی از افشائے اسرار باشد و از ظاهر مصروف بود هر وقتے از مشائخ طریقت قدس الله تعالیٰ اسرارهم بظهور آمده است و عادت مستمره این بزرگواران گشته۔ امرے نیست که این فقیر آن را ابتدا کرده باشد و اختراع نموده: "لیس (این اولین شیشه نیست که در اسلام شکسته شده باشد۔) هذا اول قارورة کسرت فی الاسلام"۔

پس این همه شور و غوغا چیست؟ اگر لفظے صادر شده است که ظاهرش مطابقت بعلوم شرعیه ندارد، آنرا باندک توجه از ظاهر صرف نموده مطابق باید ساخت و مسلمانے را متهم نباید کرد۔ اشاعت فاحشه و تفضیح فاسق هر گاه در شریعت حرام و منکر (ناپسندیده۔)باشد، تفضیح مسلمانے بمجرد اشتباه چه مناسب بود؟ و شهر بشهر بآن منادی کردن کدام تدین باشد؟ طریق مسلمانی و مهربانی آنست که کلمه که ظاهرش مخالف علوم شرعیه است، اگر از شخصے صادر شود باید دید که قائل آن کیست؟ اگر ملحد و زندیق بود در آن باید کرد و در اصلاح آن نباید کوشید و اگر قائل آن از مسلمانان بود و ایمانے بخدا و رسول داشته باشد، در اصلاح سخن او باید کوشید و محمل صحیح از برائے آن پیدا باید نمود یا از ان قائل حل آن باید طلبید، و اگر در حل آن عاجز آید نصیحتش باید کرد، و امر معروف و نهی منکر برفق اولیٰ ست که باجابت نزدیک است و اگر (این جمله در "حضرات القدس" منقول، اما چون تتمه جمله اولی بود، از مکتوب شریف آورده شد۔) مقصود اجابت نباشد و تفضیح مطلوب بود امر دیگر ست الله تعالیٰ توفیق دهاد)"۔ تم المکتوب۔

توجمه: اعتراض کرنے والے نے بھی لکھا تھا کہ اگر ارباب سکر اس قسم کی شطح آمیز باتیں لکھیں تو اس کی گنجائش ہے مگر ارباب صحو سے ایسی باتوں کا صادر ہونا تعجب ہے، حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی ﷺ نے اس بات کا جواب یوں دیا۔

میرے مخدوم جس شخص نے ایسا لکھا ہے سکر ہی کی وجہ سے لکھا ہے سکر کی آمیزش کے بغیر اس بارے میں کوئی کچھ نہیں لکھتا، حاصل کلام یہ ہے کہ سکر کے بہت سے درجے ہیں، جس قدر سکر زیادہ ہوگا اس قدر شطح غالب ہوگا، جس شخص کو سلطان العارفین بسطامی ﷺ جیسا سکر ہوگا تو وہ بے تحاشا کہہ بیٹھے گا کہ میرا جھنڈا حضور انور ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے صحو والے کے متعلق یہ خیال نہ فرمائیں کہ اسے کبھی سکر نہیں ہوتا، ایسا خیال کرنا بھی غلط ہے، خالص صحو (نراہوش) تو عام لوگوں کا حصہ ہے اور جس نے صحو کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبہ صحو ہے صرف صحو نہیں اسی طرح جس نے سُکر کو ترجیح دی ہے اُس کی مُراد غلبۂ سُکر ہے صرف سُکر نہیں کیونکہ صرف سکر تو سراسر آفت ہے سیّد الطائفہ سیّدی جنید بغدادی ﷺ جو ارباب صحو کے سردار ہیں اور جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں ان کی اس قدر سکر آمیز عبارتیں ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہی عارف ہے اور وہی معروف ہے اور فرماتے ہیں کہ پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے اور فرماتے ہیں کہ حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس میں حدوث کا اثر باقی نہیں رہتا اور صاحب عوارف المعارف (حضور سیّدی شیخ الشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی ﷺ) جو ارباب صحو میں کامل ترین ہیں ان کی اس کتاب میں بھی سکر والے معارف ہیں جن کی تفصیل کیا بیان کی جائے اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی ﷺ) نے ان کے بعض سکر آمیز معارف ایک جگہ جمع بھی کیے ہیں، چنانچہ یہ بات سکر ہی کی ہے کہ اسرار کو ظاہر کرنے کی تجویز کی جائے اور یہ بات بھی سکر کی ہے کہ کوئی بڑا اور فخر کی بات بیان کی جائے اور اپنے مراتب دوسروں پر ظاہر کیے جائیں اگر صحو خالص ہوتا تو ایسے مواقع پر اسرار کا افشاں کرنا کفر تھا، اور اپنے کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک تھا، صحو میں تھوڑا سکر ایسا ہے جیسے نمک، جو طعام کا مصلح ہے اگر نمک نہ ہو تو طعام بے مزہ ہو جاتا ہے۔

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے		چندین سخن نغز که گفتے شنودے

توجمه: گر نہ ہوتا عشق یا غم عشق کا، کون کہتا کون سنتا اس کی بات

اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے جو یہ دفتر اس جماعت کے علوم واسرار میں لکھے ہیں کہ آپ (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) سمجھتے ہیں کہ سکر کی آمیزش کے بغیر اور خالص صحو سے لکھے ہیں نہیں ہرگز نہیں ویسا لکھنا (یعنی بغیر سکر کے) محض حرام، منکر، لاف وگراف اور باتیں بنانا ہی ہوگا، اور بیہودہ باتیں بنانے والے جو خالص صحو والے کہلاتے ہیں بہت ہیں وہ کیوں ایسی باتیں نہیں کہتے جو لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرسکیں۔

فریاد حافظ اینهمه آخر بهرزه نیست		هم قصه غریب و حدیث عجیب هست

ترجمہ: حافظ کی کوئی بات بھی ہرگز نہیں فضول، نکتے جو اس میں ہیں وہ عجیب وغریب ہیں

میرے مخدوم ایسی باتیں جو افشائے اسرار اور خلاف ظاہر سے متعلق ہوں وہ ہر زمانے میں مشائخ سے ظاہر ہوتی رہی ہیں اور وہ ان کی عادت سی بن گئی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں جو اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے شروع کی ہو یا اس کا اختراع کیا ہو، یہ کوئی پہلا شیشہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا ہو، پھر یہ سب شور وغوغا کیوں ہے؟ اگر کوئی ایسا لفظ میرے قلم سے صادر ہوا ہے جو بظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو تھوڑی سی تاویل بھی مطابقت کیلئے کی جاسکتی ہے اور کسی مسلمان پر بہتان نہ باندھنا چاہیے، بری بات کی اشاعت اور فاسق کی فضیحت جب کہ شریعت میں حرام اور ممنوع ہے تو ایک مسلمان کی فضیحت محض ایک شبہ کی وجہ سے کہاں تک درست ہے اور پھر شہر بشہر اس کی منادی کرنا کہاں کی دین داری ہے مسلمانی اور نیکی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ بظاہر علوم شرعیہ سے ہٹا ہوا معلوم ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اس کا کہنے والا کون ہے اگر وہ ملحد اور زندیق ہے تو ضرور اس کی تردید چاہیے اور اس کی اصلاح کی کوشش نہ کرنی چاہیے لیکن اگر اس کلمے کا کہنے والا مسلمان ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور حضور انور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے تو اسکی بات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کیلئے محل صحیح پیدا کرنا چاہیے یا پھر اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہیے اور اگر وہ اس کا حل نہ کرسکے تو اس کو نصیحت کرنی چاہیے اور امر معروف اور نہی منکر کو نرمی کے ساتھ ہی کرنا بہتر ہے کیونکہ یہی بات قبولیت کے قریب ہے

(حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۱۳۵، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

مقالہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مکتوبات کے آئینہ میں صحو وسکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

موجِ دریائے حقیقت گہ چنیں گاہے چناں است		گاہ گویا باش گاہے گنگ چوں دیوانہ باش

سکر جذبہ کا حسن ہے، جذبہ کا نکھار ہے! جذبہ کا ابھار ہے، جذبہ کی پرواز ہے، جذبہ کا عروج ہے، جذبہ کی پکار ہے۔ صحو جذبہ کا نزول ہے، جذبہ کا ہبوط ہے، جذبہ کا سکوت ہے۔

کبھی رات، کبھی دن۔ کبھی دھوپ، کبھی چھاؤں۔ کبھی برسات، کبھی مطلع صاف۔ کبھی بہاؤ، کبھی ٹھہراؤ۔ کبھی دید ہی دید، کبھی شنید ہی شنید۔ کبھی روح مچلتی ہوئی، کبھی دل چمکتا ہوا۔ کبھی صبحِ وصال، کبھی شامِ فراق۔ کبھی اُدھر، کبھی اِدھر۔

سکر مقام محبوبیت ہے، صحو مقام عبدیت ہے۔ سکر مولیٰ کا ادراک ہے، صحو اپنا ادراک ہے۔ سکر نعمت کا ذکر ہے، صحو نعمت کا شکر ہے۔ سکر جلالِ نعمت ہے، صحو جمالِ نعمت۔ سکر مستی ہی مستی ہے، صحو بیداری ہی بیداری ہے۔ صحو حضوری کی ملاقات ہے، سکر غیبوبیت کی حضوری میں ہو تو یہ عالم ہوتا ہے:

شمع چپ پروانہ ششدر اہل محفل دم بخود		ہائے کیا تصویر کا عالم تری محفل میں ہے!

اس تصویر کے عالم میں کس کی زبان کھلتی ہے؟ سکر عیب نہیں، کھانے میں نمک ہے۔ ایک کیفیت ہے جو سرفراز ہوا وہی اس کی لذت سے آشنا ہے۔

کیا خوب کہا ہے:

در خیال حضرتِ جاناں ز خود بیزار باش		بے خبر از خویش باش و باخبر از یار باش

ترجمہ: محبوب کے خیال میں خود سے بیزار ہوجا، اپنے سے بے خبر اور یار سے آگاہ ہوجا

سکر کی کیفیت طاری نہیں کی جاتی، طاری ہوجاتی ہے۔ جب وہ طاری ہوتی ہے تو معانی کا ایک جہاں سامنے ہوتا ہے۔ سکر میں خالق کی طرف رجوع ہوتا ہے، صحو میں مخلوق کی طرف نزول ہوتا ہے۔ صاحب سکر غیر مکلف ہے، صاحب صحو مکلف ہے۔ اگر اہلِ باطن عاجزی وانکساری کرتے رہتے تو اہلِ ظاہر اپنے علوم کے گھمنڈ میں رہتے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو ایسی کیفیت سے گزارا کہ ان کی زبانیں خود بخود ان کے احوال و مقامات بیان کرنے لگیں اور اہلِ ظاہر حیران رہ گئے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے ؎

از خیالِ خویشتن بیخویش شو بیگانہ باش		در خیالِ حضرتِ جانانہ شو جانانہ باش

اور صحو و سکر کی اس کیفیت کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے ؎

دل سے جب دل کو راہ ہوتی ہے		آہ ہوتی ہے واہ ہوتی ہے

یہ آہ، سکر ہے اور یہ واہ صحو ہے۔ جب عجز وانکساری اور بندگی کے حجاب اٹھتے ہیں اور نعمتوں کے اصل چہرے سامنے ہوتے ہیں تو اہلِ باطن وہ جان لیتے ہیں، اہلِ ظاہر کو جن کی ہوا بھی نہ لگی۔

سچ یہ ہے کہ یہ کیفیات عطائے ربانی ہیں، جو اللہ کے خاص محبوبوں کی کیفیت قلبی کا عکس جمیل ہیں۔ جو ان کیفیات سے نہیں گزرا وہ ان کیفیات کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتا۔ ہر کیفیت کے سمجھنے کے لئے اس کیفیت سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح بلوغ کی کیفیت جاننے کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ ان کیفیات کا تعلق تعلیم سے کم ہے، تربیت سے زیادہ ہے۔ علم سے کم ہے، نظر سے زیادہ ہے۔ سکر و صحو کی کیفیات کو ہم ہو بہو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتے۔ مخصوص جذبات کے اظہار کیلئے مخصوص جذبات کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بغیر وہ بیان نہیں کئے جاسکتے، وہ ظاہر نہیں کئے جاسکتے، الفاظ کا دامن تنگ ہوجاتا ہے، معانی لفظوں میں نہیں سماتے۔

صحو اور سکر عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ سکر کے معنی ہیں مدہوشی، مستی، بے ہوشی، نشہ۔ ۱

اور صحو کے معنی ہیں۔ نشہ اتر جانا، افاقہ پانا، مستی سے ہوش میں آنا، ہوشیار ہونا۔ ۲

لیکن یہ خیال رہے کہ جب یہ الفاظ تصوف کے دائرے میں داخل ہوتے ہیں تو نئے معانی و مفاہیم، نئی کیفیات و واردات لے کر داخل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی لفظ سکر مختلف سورتوں میں آیا ہے۔ ۳

لیکن یہاں اس کے معنی لغوی ہی ہیں، متصوفانہ معنی نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں متعدد جگہ صحو و سکر کا ذکر فرمایا ہے۔ میر محمد نعمان کے نام ایک مکتوب شریف میں لکھتے ہیں: ''وہ صحو جو سکر سے پہلے ہوتا ہے وہ عوام کا حال ہے اور وہ صحو جو سکر کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ خواص کا بلکہ اخص الخواص کا مقام ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ عارف اگر چہ

اپنے آپ کو واجب تعالیٰ نہیں جانتا لیکن اس کا علم حضوری جس کا تعلق عارف کے اپنے نفس سے ہے واجب تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے، اور عارف کا اپنے نفس کا علم حضوری علم حصولی ہو جاتا ہے۔ عقلمند کی عقل اس باریکی کا سراغ نہیں لگا سکتی'' ۴

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ نے سکر کے مراتب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ خواجہ حسام الدین علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: ''سکر کے بہت سے مراتب ہیں جس قدر سکر زیادہ ہوگا اتنی ہی شطح زیادہ ہوگی۔ لہٰذا جو بھی صحو رکھتا ہے اس کے متعلق یہ گمان نہیں رکھنا چاہئے کہ اس کے ساتھ سکر نہیں ہے کہ وہ عین قصور ہے۔ کیونکہ صحو خالص عوام کا حصہ ہے جس نے بھی صحو کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبہ صحو ہے نہ کہ خالص صحو اور جو سکر کو ترجیح دیتا ہے اس کی مراد غلبۂ سکر ہے نہ کہ خالص سکر کہ وہ آفت ہے'' ۵

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ ایک مکتوب شریف میں سکر کو کھانے میں نمک سے تعبیر کرتے ہیں جس سے کھانے کی لذت وحسن بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ خواجہ حسام الدین کے نام ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں۔ ''صحو کی حالت میں سکر یہ باتیں کھانے میں نمک کی مانند ہیں، جو کھانے کو لذیذ کرتا ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا معطل و بیکار ہو جاتا ہے۔ ۶

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالمجید وشیخ محمد مفتی لاہوری کے نام ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں: ''پہلا گروہ (مستہلکین) سکر والوں میں سے ہے اور دوسرا گروہ (راجعین الی الدعوۃ) صحو والوں کا ہے اور عروج و بلندی پہلے گروہ کے لئے ہے، اور فضیلت دوسرے گروہ کیلئے اور پہلا مقام ولایت کے مناسب ہے دوسرا مقام نبوت کے مناسب''۔ ۷

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے حالت سکر میں جو بظاہر خلاف شرع باتیں سرزد ہوتی ہیں، ان کے بارے میں مقصود علی تبریزی کے نام ایک مکتوب میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے جس نے بھی شطحیات (خلافِ شرع باتیں) کے طور پر کلام کیا ہے، اور ظاہر شریعت کے خلاف باتیں کہی ہیں۔ یہ سب کفر طریقت کے مقام میں ہوا ہے جو کہ سکر و بے تمیزی کا مقام ہے۔ ایسا شخص اگر مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو کر ماسوی کا نسیان حاصل کر چکا ہے تو اس کا کلام مقبول ہے ورنہ الحاد و زندقہ ہے۔ ۸

ایسے مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے متعلق جن کو ماسوئ کا نسیان حاصل ہو چکا ہے، اور ان سے ایسے کلمات سرزد ہوئے ہیں ان کے بارے میں عبدالرحیم خان خاناں کے نام ایک مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں: ''اور یہ جو بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارتوں میں غلبہ سکر کی وجہ سے کفر کی تعریف، زنار باندھنے کی ترغیب اور اس قسم کی دوسری باتیں پائی جاتی ہیں، ظاہری مطلب سے پھیر کر ان کی تاویل و توجیہ کی جائے گی''۔ ۹

اسی حقیقت کو شیخ درویش کے نام ایک اور مکتوب میں یوں فرماتے ہیں: ''طریقت وحقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اثنائے راہ میں ایسے امور پیش آئیں جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوں تو وہ سکر وقت کی کیفیت اور وجد و حال کے غلبہ کے باعث ہوں گے۔ اگر ان کو اس مقام سے گزار کر صحو میں لے آئیں تو یہ شریعت سے مخالفت رفع ہو جاتی ہے''۔ ۱۰

اسی طرح اپنے مرشد کریم خواجہ باقی (باللہ علیہ الرحمہ) کے نام ایک مکتوب میں سکر یہ کلمات کی توجیہہ کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بعض صوفیہ وجود ظاہری شریعت کے خلاف کشفوں کو بیان کرتے ہیں، یہ صحو کی وجہ سے ہے یا سکر (مستی) کی وجہ سے۔ ورنہ باطن، ظاہر کے بالکل مخالف نہیں ہے۔ راہ سلوک طے کرنے کے دوران سالک کو جو مخالفت نظر آتی ہے ان اختلاف کی توجیہ کرنے اور ان میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے لیکن

حقیقی منتہی باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے''۔۱۱

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بعض سکریہ کلمات کے لئے توبہ استغفار کی تلقین فرماتے ہوئے شیخ درویش کے نام ایک مکتوب شریف میں فرماتے ہیں:

''غلبۂ حال اور سکر وقت میں ایسی بہت سی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جس سے آخر کار گزر جانا چاہئے اور توبہ واستغفار کرنی چاہئے''۔۱۲

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اولیاء اللہ اور مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کلمات سکریہ نقل فرمائے ہیں جس میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ، حضرت جنید بغدادی (علیہ الرحمہ)، حضرت شہاب الدین سہروردی (علیہ الرحمہ) اور حضرت محی الدین ابن عربی (علیہ الرحمہ) وغیرہم شامل ہیں۔

چنانچہ شیخ احمد بجواڑوی کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: ''ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ کے متبعین سکر کو صحو پر ترجیح دیتے ہیں، اسی لئے شیخ ابو یزید علیہ الرحمہ کہتے ہیں **لوائی ارفع من لواء محمد** بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا یہ کلام: **الولایت افضل من النبوۃ** بھی اسی قسم (یعنی سکر سے) ہے۔ بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اس کلام کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے''۔۱۳

خواجہ حسام الدین کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: ''حضرت جنید بغدادی ارباب صحو کے رئیس ہیں اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی بہت سے عبارتیں سکر آمیز ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ مثلاً: **(ھو العارف، ھو المعروف)**، **(لون الماء، لون اناءہ)**۔ **(المحدث اذا قورن بالقدیم، لم یبق لہ، اثر)**''

اور اسی مکتوب میں حضرت شہاب الدین سہروردی (علیہ الرحمہ) کا حوالہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صاحب ''العوارف المعارف'' قدس سرہ نے حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کے اس قول **قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی** کو سکر پر ہی محمول کیا ہے''۔۱۵

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (علیہ الرحمہ) کے متعلق لکھتے ہیں: ''صاحب ''العوارف المعارف'' نے جو ارباب صحو میں کامل ترین ہیں اپنی کتاب میں اس قدر سکریہ معارف لکھے ہیں کہ ان کی شرح کیا بیان کی جائے۔ اس فقیر نے ایک صفحہ میں آں قدس سرہ کے معارف سکریہ جمع کئے ہیں۔۱۶

شیخ عبدالعزیز جونپوری کے نام ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کی سکریہ باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''شیخ سے پہلے اس گروہ (صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) میں سے کسی نے ان علوم واسرار میں زبان نہیں کھولی اور اس بات کو کسی نے بھی اس انداز سے بیان نہیں کیا۔ اگرچہ توحید واتحاد کی باتیں غلبۂ سکر کی وجہ سے ان سے بھی ظاہر ہوئی ہیں، اور انا الحق اور سبحانی جیسے الفاظ کہے ہیں لیکن یہ حضرات اتحاد کی وجہ سے منشاء توحید معلوم نہ کر سکے۔ لہٰذا شیخ ہی اس گروہ متقدمین کی برہان اور گروہ متاخرین کے لئے حجت ودلیل ہیں لیکن ابھی اس مسئلے کے بہت سے نکات پوشیدہ رہ چکے ہیں۔ اور اس باب میں بہت سے پوشیدہ اسرار منصۂ شہود پر نہیں آئے ہیں کہ فقیر کو ان کے اظہار کی توفیق اور ان کو قید تحریر میں لانے کی بشارت ملی''۔۱۷

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: ''اور مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے بھی علم وعمل میں جو امر شریعت کے خلاف واقع ہوا ہے، وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت اس راستہ کے دوران ہی واقع ہوتا ہے۔ نہایۃ النہایہ کے منتہیوں کیلئے سب صحو ہے، وقت ان کا مغلوب اور حال ومقام ان کے کمال کا تابع ہے''۔۱۸

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین سے سکریہ کلمات سرزد ہونے پر ملامت واعتراض کو جائز قرار نہیں دیتے، اور اس سے انکار کو سالکین کیلئے مضر قرار

دیتے ہیں۔ چنانچہ میر محب اللہ مانکپوری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچادے اور حق تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ بغض وعداوت پیدا کردے۔ علماء حق کی آراء کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور صوفیہ کی کشفی باتوں کے ساتھ حسن ظن کے ساتھ سکوت اختیار کرنا چاہئے اور ''لا'' و ''نعم'' کی جرات نہ کرنا چاہئے''۔۱۹

حضرت مجددالف ثانی ﷺ خود بھی عالمِ سکر وصحو سے گزرے ہیں۔ چنانچہ اپنے مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس خادم کو عالم صحو وبقا کی ابتداء ربیع الآخر کے آخری دنوں سے حاصل ہے، اور اب تک ہر ایک مدت میں کسی خالص بقاء کے ساتھ مشرف فرما دیں۔ ابتداء حضرت شیخ محی الدین علیہ الرحمہ کی تجلی ذاتی سے ہوئی۔ کبھی صحو میں لاتے ہیں کبھی سکر میں لے جاتے ہیں اور اس نزول وعروج میں عمدہ اور نئے نئے علوم اور عجیب وغریب معارف کا فیضان ورود فرماتے ہیں، اور ہر مرتبہ میں خاص مشاہدہ اور احسان کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں''۔۲۰

صحو وسکر کی اس کیفیت سے پہلے جب آپ خالص سکر کی کیفیت میں تھے، شیخ صوفی کے نام ایک مکتوب شریف میں اس کیفیت کا حال یوں لکھتے ہیں: ''اور سکرِ وقت اور غلبۂ حال اس توحید (وجودی) میں اس حد تک حاصل ہوا کہ بعض عریضوں میں جو کہ فقیر نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ کی خدمت میں لکھے تھے، ان دو شعروں کو جو کہ سراسر سکر کے متعلق ہیں لکھا تھا ۲۱

اے دریغا کیں شریعت ملتِ اعمائی است		ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایمان زلف و روئے آن پری زیبائی است		کفر و ایمان ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

یہ حالت سالوں رہی یہاں تک کہ جو ظاہر ہونا تھا ظاہر ہوا۔ اور جب آپ سکر وصحو کی منزلوں سے گزر رہے تھے (جس کی طرف جلد اول مکتوب ۲ میں ارشارہ فرمایا ہے) غالباً اسی زمانے میں آپ نے ایک مکتوب ملا صالح کولابی بدخشی کے نام تحریر فرمایا جو آپ کے محب خاص، تربیت یافتہ اور خلیفہ تھے۔ یاد رہے کہ حضرت مجددالف ثانی ﷺ خاص باتیں عام محبین کو تحریر نہیں فرماتے ایسی باتیں خاص بلکہ اخص الخواص محبین اور صاحبزادگان کے نام تحریر فرماتے ہیں۔ جس مکتوب سے ہم آپ کے چند اقوال پیش کررہے ہیں اس کے بارے میں آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ: ''انہوں نے مستی کے سرچشمے سے جوش مارا اور عین صحو سے برآمد ہوئے''۔

یعنی سکر کی زمین سے پھوٹے ہیں اور صحو کی فضاؤں میں پھولے پھلے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ میں اللہ جل وعلا کا مرید بھی ہوں اور اللہ جل شانہ کی مراد بھی ہوں۔

۲۔ میری ارادت کا سلسلہ بے توسط اللہ تعالیٰ سے متصل ہے۔

۳۔ میرا ہاتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔

۴۔ میری ارادت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ واسطوں کو قبول نہیں کرتی۔

۵۔ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مرید بھی ہوں اور ان کا ہم پیرہ وتبع اور مقتدی بھی۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کی اس دولت کے اس دسترخوان پر اگرچہ میں طفیلی ہوں لیکن بن بلائے نہیں آیا۔

۷۔ اگرچہ ان کا تبع ہوں لیکن اصالت سے بے بہرہ نہیں ہوں۔

۸۔ اگر چہ میں امتی ہوں لیکن دولت میں ان کا شریک ہوں، لیکن یہ ایسی شرکت نہیں ہے جس سے ہمسری کا دعویٰ پیدا ہو کیونکہ وہ کفر ہے۔ بلکہ یہ وہ شرکت ہے جو خادم کو اپنے مخدوم کے ساتھ ہوتی ہے۔

۹۔ جب تک مجھے طلب نہیں کیا گیا اس دولت کے دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا اور جب تک انہوں نے نہیں چاہا اس دولت کی طرف میں نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا۔

۱۰۔ اگر چہ میں اویسی ہوں لیکن میں اپنا مربی، حاضرو ناظر رکھتا ہوں۔

۱۱۔ اگر چہ طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبدالباقی ہیں لیکن میری تربیت کا کفیل اللہ باقی ہے، میں نے اس کے فضل سے تربیت پائی ہے اور میں اجتباء کی راہ پر چلا ہوں۔

۱۲۔ میرا سلسلہ رحمانی سلسلہ ہے، کیونکہ میں عبدالرحمن ہوں۔ میرا رب رحمن ہے، میرا مربی ارحم الراحمین ہے۔

۱۳۔ میرا طریقہ سبحانی طریقہ ہے، کیونکہ میں تنزیہ کے راستے چلا ہوں، اور میں نے ذاتِ اقدس تعالیٰ کے سوا کسی کو اسم وصفت سے نہیں چاہا۔

۱۴۔ میرا یہ (سبحانی) کہنا وہ (سبحانی) نہیں ہے جس کے قائل (بایزید) بسطامی ہوئے ہیں کہ ان کو اس سے ارتباط ومساس نہیں ہے، بلکہ وہ انفس کے دائرے سے باہر نکلے ہی نہیں اور یہ (سبحانی کہنا) ماورائے انفس وآفاق ہے۔ اور وہ تشبیہ ہے جس نے تنزیہ کا لباس پہن لیا ہے۔ اور یہ تنزیہ وہ ہے جس کو تشبیہ کی گرد تک نہ پہنچی اور اس نے مستی کے سرچشمے سے جوش مارا اور عین صحو سے برآمد ہوا ہے۔

۱۵۔ ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب کو موقوف علیہ نہیں رکھا اور میری تربیت میں اپنے فضل کے علاوہ کسی دوسرے کو علتِ فاعلی نہیں بنایا اور اپنے کمال کرم سے اور اس غیرت کی وجہ سے جو حق تعالیٰ نے میرے حق میں رکھی ہے، کسی دوسرے کے فعل کو میری تربیت میں تجویز نہیں فرمایا، یا میں کسی دوسرے کے ساتھ اس معنی میں متوجہ ہوں۔

۱۶۔ میں اللہ جل شانہ کا پروردہ اور اس تعالیٰ کے بے انتہا فضل وکرم کا مجتبیٰ اور برگزیدہ ہوں۔ ۲۲

جو حضرات حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کے مقام ومرتبہ کو نہیں سمجھ سکے یا جن کے سامنے سابقین کے سکر یہ اقوال نہیں تھے، انہوں نے اس مکتوب پر اپنے اپنے فہم کے مطابق اعتراضات شروع کر دیئے جس کا تفصیلی جواب آپ نے خواجہ حسام الدین کے نام اپنے مکتوب نمبر ۱۲۱، ج ۳، میں تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے ان کو تحریر فرمایا: ''جو کوئی اس قسم کی باتیں لکھتا ہے وہ سکر کی وجہ سے لکھتا ہے اور سکر کی آمیزش کے بغیر اس نے قلم نہیں اٹھایا۔

پھر اسی مکتوب شریف میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''اس قسم کی باتیں جو افشاء راز پر مبنی ہوتی ہیں اور ظاہر کی طرف سے مصروف اور پھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ہر وقت مشائخ طریقت قدس اسرارہم سے ظہور میں آتی رہتی ہیں اور ان بزرگوں کی دائمی عادت بن گئی ہے، کوئی بات بھی ایسی نہیں جس کی ابتدا فقیر نے کی ہو اور اس کی اختراع کی ہو۔ لہٰذا یہ تمام شوروغوغا کیسا؟'' ۲۳

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ نے ایک بڑی دل لگتی بات فرمائی اور وہ یہ کہ کوئی ولی عالمِ صحو میں اپنے فضائل وکمالات بیان نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ حضوری کی کیفیت ہے۔ اور حضوری میں کون محب ہے جو محبوب کے سامنے اپنے فضائل وکمالات بیان کرے۔ ہاں سکر میں وہ خود سے غائب ہو کر اس کی زبان بن جاتا ہے، پھر وہی کہتا ہے جو کہلوایا جاتا ہے:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود		گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

اسی معنی ومفہوم کو حضرت مجدد الف ثانی ﷺ خواجہ حسام الدین کے نام محولہ بالا مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ سکر ہی ہے جس کی وجہ سے وہ فخر ومباہات کرتے ہیں، اور یہ سکر ہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگر صحو خالص ہوتا تو اسرار افشاء کرنا اس مقام پر کفر ہوتا اور خود کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک ہوتا''۔ ۲۴

غالباً اسی لئے قصیدۂ غوثیہ کے بارے میں بقول حضرت مجدد الف ثانی ﷺ بعض معاصرین کا خیال ہے کہ اس کے مطالب ومعانی سکر یہ ہیں کیونکہ یہ معانی ومفاہیم آپ کی کسی تصنیف میں نظر نہیں آتے۔ اور سکر یہ اقوال کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ بار بار نہیں دہرائے جاتے بس ایک دو بار۔ بہر حال بہت سے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا خیال ہے کہ آپ کے ارشادات سراسر صحو ہیں اور ان میں سکر کی آمیزش نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ ایک جگہ صراحۃً فرماتے ہیں: ''اس قسم کی باتوں کا صادر ہونا جو کہ مباہات وافتخار پر مبنی ہوں بغیر سکر کے ثابت نہیں ہیں کیونکہ صحو خالص میں اس قسم کی باتوں کا صادر ہونا دشوار ہے''۔ ۲۵

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کے اقوال اس لئے وزن رکھتے ہیں کہ آپ خود ان کیفیات سے گزرے ہیں اور ان مقامات کو خود محسوس کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ کیفیت سکر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے۔ چنانچہ شیخ العالم حاجی محمد لاہوری کے نام ایک مکتوب میں ایک سوال کا عالمانہ انداز میں جواب دینے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ جواب علماء کرام کے طریقہ پر ہے اور اس ضعیف بندہ (حضرت مجدد الف ثانی ﷺ) کے نزدیک مذکورہ اشکال کے جواب ہیں جو کہ صوفیاء کرام کے طریقہ کے مناسب ہیں۔ لیکن وہ جوابات ایک قسم کا سکر چاہتے ہیں اور سکر کے بغیر ان جوابات کا ذکر کرنا مستحسن (اچھا) نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے۔ کیونکہ سکر والے لوگ معذور ہیں اور حالتِ صحو (ہوش) والے پوچھے جائیں گے۔ اس وقت میری حالت محض صحو کی ہے۔ پس ان جوابات کا ذکر کرنا میرے حال کے مناسب ولائق نہیں ہے''۔ ۲۶

حضرت مجدد الف ثانی ﷺ اہل اللہ کے سکر یہ اقوال کی تاویل وتوجیہ کے قائل ہیں اور انکار کے قائل نہیں۔ چنانچہ خواجہ حسام الدین کے نام محولہ بالا مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہو گیا ہے جو ظاہر علوم شریعت سے مطابقت نہیں رکھتا تو اس کو تھوڑی سی توجیہ سے ظاہر سے پھیر کر شریعت کے مطابق بنا دینا چاہئے اور ایک مسلمان پر تہمت نہیں لگانی چاہئے فاحشہ کو رسوا کرنا اور فاسق کو خوار کرنا جب شریعت میں حرام ومنکر ہے، تو ایک مسلمان کو محض شبہہ کی بناء پر رسوا کرنا کہاں تک مناسب ہے، اور شہر شہر اس کی منادی کرنا کون سی دینداری ہے؟'' ۲۷

اور ایک مکتوب میں عبدالرحیم خان خاناں کے نام تحریر فرماتے ہیں: ''اور یہ جو بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارتوں میں غلبۂ سکر کی وجہ سے کفر کی تعریف، زنار باندھنے کی ترغیب اور اس قسم کی دوسری باتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا ظاہری مقصد سے پھیر کر ان کی تاویل وتوجیہ کی جائے گی''۔ ۲۸

آپ نے ایک بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے اور وہ یہ کہ اقوال سکر یہ کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر کوئی ولی کامل ہے تو ان اقوال کی تاویل وتوجیہ کی جائے گی، اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس پر فتویٰ لگایا جائے گا۔ چنانچہ خواجہ حسام الدین کے نام محولہ بالا مکتوب شریف میں فرماتے ہیں: ''مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جو بظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ اگر ملحد اور زندیق ہے تو اس کو رد کرنا چاہئے، اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر اس کا کہنے والا کوئی مسلمان ہے اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے، تو اس کے بیان میں

اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کا صحیح محمل پیدا کرنا چاہئے۔ اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہئے، اگر وہ اس حل میں عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور نرمی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے کیونکہ وہ اجابت وقبولیت کے نزدیک ہے۔ اگر مقصود تسلیم کرنا نہ ہو اور صرف رسوا کرنا مقصود ہو تو دوسری بات ہے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے''۔ ۲۹

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا مکتوب شریف کے آخری کلمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں، علماء کرام اور خصوصاً مفتیانِ عظام کے لئے درس ونصیحت ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس پر عمل فرمایا اور حضرات اولیاء اللہ (علیہم الرحمہ) کے اقوال سکریہ کی ایسی تاویل وتوجیہ فرمائی کہ ان کے دامن پر لگنے والے داغ بالکل دھل گئے۔ چنانچہ حسین بن منصور الحلاج جن کے قول انا الحق پر ایک طوفان اٹھا اس قول کی ایک ایسی دلپذیر توجیہ فرمائی کہ یہ طوفان سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ مولانا شیخ مودود محمد (علیہ الرحمہ) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''قول انا الحق کے معنی یہ ہوئے کہ میں کچھ نہیں ہوں، موجود حق تعالیٰ ہی ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں حق کے ساتھ متحد ہوں، یا حق تعالیٰ میں حلول کیلئے ہوئے ہوں کیونکہ یہ کفر ہے اور توحید شہودی کے منافی ہے، اس میں مشہود صرف واحد احد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے''۔ ۳۰

ایک عارف نے کیا خوب فرمایا ہے:

تا سراغ آشنا در خویشتن یابی امیر		دور شو از خویشتن و از خویشتن بیگانہ باش

صحو وسکر کی فضیلت میں اولیاء اللہ کا اختلاف ہے۔

بعض سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں جیسے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے: ''کہ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ کے متبعین سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں۔ ۳۱
لیکن بعض صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہیں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی اور شیخ شہاب الدین سہروردی (علیہما الرحمہ) صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہیں''۔ ۳۲

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سکر وصحو کو عوام وخواص میں تقسیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک مکتوب میں سکر کو صحو پر فضیلت دینے والوں کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''شاید ان لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کے مانند سمجھ کر سکر پر اس کو ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم کی جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات ثابت ومقرر ہے کہ صحو سکر سے بہتر ہے''۔ ۳۳
لیکن اس تقسیم کے باوجود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سکر کی کیفیت سے یکسر مبرا ہیں، ان کے ہاں صحو ہی صحو ہے۔ چنانچہ عبدالرحیم خان خاناں کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اور انبیاء کرام علیہم السلام کا علم خواہ وہ علم احکام ہو یا علم اسرار، سب کا سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس میں نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے''۔ ۳۴

الغرض صحو وسکر کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحو وسکر روحانی کیفیات ہیں جن سے سالکینِ طریقت گزرتے ہیں، سکر عیب نہیں بلکہ حسن ہے۔ جس طرح نمک کھانے کو لذیذ بناتا ہے اسی طرح سکر صاحب سکر کو خاص قسم کے معارف سے آشنا کرتا ہے:

۱۔ بعض معارف عین سکر میں صادر ہوتے ہیں اور بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں تو ایسے معارف کسی ولی کامل پر وارد ہوں۔ تو ان کی تاویل وتوجیہ

کر لینی چاہئے، کیونکہ سالک کا باطن ظاہر کے بالکل مخالف ہوتا۔اور کسی ملحد وزندیق سے سرزد ہوں تو ان کو رد کرنا چاہئے۔

۲۔ بعض معارف زمین سکر سے پھوٹتے ہیں اور صحو کی فضاؤں میں پھولتے پھلتے ہیں، ایسے معارف کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور زبانِ اعتراض دراز نہیں کرنی چاہئے۔

۳۔ بعض معارف عین صحو میں صادر ہوتے ہیں جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو ہی نہیں سکتے ہر حال میں قابلِ قبول ہوتے ہیں۔

۴۔ کیفیت سکر خود بخود طاری ہوتی ہے اس میں ارادے کو دخل نہیں۔سکر جتنا زیادہ ہوگا بظاہر خلافِ شرع امور کا اسی قدر ظہور ہوگا۔فخر ومباہات کا بھی عالم سکر ہی میں ظہور ہوتا ہے کیونکہ عالم صحو میں اسرار افشا کرنا کفر ہے اور خود کو دوسروں پر فضیلت دینا شرک ہے۔

۵۔ عوام کے سکر اور خواص کے سکر، خواص کے صحو اور عوام کے صحو میں بہت فرق ہے۔خواص کے صحو وسکر کو عوام کے صحو وسکر پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔سکر کے بعد صحو، خواص کا صحو ہے کیونکہ سکر والے جب صحو میں آتے ہیں تو شریعت کی مخالفت رفع ہو جاتی ہے۔

۶۔ جو بھی صحو رکھتا ہے اس کے ساتھ سکر ضروری ہے، کیونکہ صحو کے ساتھ سکر کا نہ ہونا عین قصور ہے۔صحو خالص عوام کا حصہ ہے۔جس نے صحو کو ترجیح دی اس کی مراد غلبہ صحو سے ہے نہ کہ خالص صحو سے، اور جو سکر کو ترجیح دیتا ہے اس کی مراد بھی غلبہ سکر سے ہے نہ کہ خالص سکر کہ وہ آفت ہے۔ارباب صحو سے سکر یہ اقوال سرزد ہوتے ہیں اس سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ صحو کے ساتھ سکر کا نہ ہونا عین قصور ہے۔جو صحو، سکر کے بعد ہوتا ہے وہ خواص کا سکر ہے اور جو صحو سکر سے پہلے ہوتا ہے وہ عوام کا صحو ہے۔

۷۔ صحو وسکر میں فضیلت صحو کو ہے، علماء بھی صحو کو فضیلت دیتے ہیں۔عروج وبلندی سکر والوں کے لئے ہے اور فضیلت صحو والوں کیلئے ہے، سکر والے مقامِ ولایت کے مناسب ہیں اور صحو والے مقام نبوت کے، کیونکہ انبیاء کرام ﷺ کے ہاں صحو ہی صحو ہے۔اس لئے حقیقی منتہی باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے، وقت اس کا مغلوب ہے، حال ومقام ان کے کمالات کا تابع۔اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے سکر یہ اقوال کا انکار نہ کرنا چاہئے بلکہ تاویل وتوجیہ کرنی چاہئے کہ مبادا یہ انکار دل میں اہل اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بغض وعناد پیدا کر دے۔

حواشی:

۱۔ المنجد، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۴۸۲۔ ۲۔ لغات کشوری، مطبوعہ لکھنو، ص ۲۵۵، ۲۸۹، ۵۵۸۔

۳۔ قرآن کریم: سورۃ النحل، آیت نمبر ۶۷۔سورۃ ق، آیت نمبر ۱۹۔سورۃ الحجر، آیت نمبر ۷۲۔سورۃ النساء، آیت نمبر ۴۳۔سورۃ الحج، آیت نمبر ۲۔

۴۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم (معرفۃ الحقائق)، مکتوب نمبر ۴، ترجمہ اردو سید زوار حسین شاہ، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۳ء۔

۵۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۳، مکتوب نمبر ۱۲۱۔ ۶۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۳، مکتوب نمبر ۱۲۱۔

۷۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، صفحہ اول، (درالمعرفت) ترجمہ اردو سید زوار حسین شاہ، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۸ء۔مکتوب نمبر ۲۲۔

۸۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم (نور الخلائق)، مکتوب نمبر ۹۵، ترجمہ اردو سید زوار حسین شاہ، ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء۔

۹۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۱ مکتوب نمبر ۲۳۔ ۱۰۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۱ مکتوب نمبر ۴۱۔

۱۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۱ مکتوب نمبر ۱۳۔ ۱۲۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۱ مکتوب نمبر ۹۷۔

۱۳۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۹۵۔
۱۴۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۱۵۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۱۶۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۱۷۔ مکتوبات امام ربانی، ج۲ مکتوب نمبر ۱۔
۱۸۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۸۴۔
۱۹۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۳۲۔
۲۰۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۔
۲۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۳۱۔
۲۲۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۸۷۔
۲۳۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۲۴۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۲۵۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۲۶۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۶۔
۲۷۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۶
۲۸۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۳۔
۲۹۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۳۰۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۱۹۔
۳۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۹۵۔
۳۲۔ مکتوبات امام ربانی، ج۳ مکتوب نمبر ۱۲۱۔
۳۳۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، (دار المعرفت)، مکتوب نمبر ۲۶۸، ترجمہ سید زوار حسین شاہ، ادارۂ مجددیہ، کراچی۔
۳۴۔ مکتوبات امام ربانی، ج۱ مکتوب نمبر ۲۶۸۔

(جہان امام ربانی، ج۲، ص۵۳۵، تا ۵۵۲)

تو وہ سکر کے عالم میں کہا ہوگا:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

حق الیقین عبارت از شہودِ اوست جل شانہ باو تعالی و یافتن او را سبحانہ عین خود و این در بقاباللہ صورت بندد کہ بعد از تحقیق بفنائے حقیقی حق سبحانہ او را از نزد خود بوجود موہوب حقانی مشرف گرداند و از سکر حال و بیخودی صحو و افاقت بخشد آنجا علم و عین، حجاب یکدگر نباشد در عین شہود عالم است و در عین علم شاہد و این تعین کہ آن را عین حق می دانند درین مرتبہ نہ تعین کونی است چہ اثرے از ان نماندہ است بلکہ حقانی است کہ نزد اکابر معبر بوجود موہوب حقانی است کما مر و آنکہ ارباب تجلیات صوری تعینات و صور خود را حق می دانند آن تعینات کونی است کہ فنائے بآن راہ نیافتہ و این فرق چون بر بعضے متوسطان راہ مخفی شدہ است خیال کردہ اند کہ در حق الیقین نیز ہمین تعینات کونی را حق می دانند و این جہل منجر بطعن اکابر قدس سرہ گشتہ است و گمان بردہ اند کہ این حق الیقین ما را در قدم اول کہ تجلیٔ صوری است و تعبیر از ان بکشف ملکوت می کنند حاصل می شود۔

ترجمہ: حق الیقین سے مراد حق تعالیٰ جل شانہ کا اس کی ذات کے ساتھ شہود ہے اور حق سبحانہ کو خود اپنا عین جاننا ہے۔ اور حق الیقین، بقاء باللہ کی صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ فنائے حقیقی کے متحقق ہو جانے کے بعد حق سبحانہٗ اسے اپنے پاس سے موہوبِ حقانی کے وجود سے مشرف فرما دیتا عطا فرما دیتا ہے اور اُسے حال کے سُکر مدہوشی اور بے خودی سے ہوش اور افاقہ عطا فرما دیتا ہے۔ یہاں پہنچ کر علم اور عین، ایک دوسرے کے حجاب نہیں رہتے۔ وہ عین شہود میں عالم ہوتا ہے اور عین علم میں شاہد (صاحبِ شہود) ہوتا ہے۔ اور یہ تعین جسے صوفیہ عین حق سمجھتے ہیں۔ اس مرتبہ میں تعین کونی نہیں ہے کیونکہ اس کا تو کوئی نشان ہی باقی نہیں رہا۔ بلکہ یہ تعین

،حقانی ہوتا ہے جسے اکابر کے ہاں، ، وجودِ موہوبِ حقانی، ، کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

اور وہ جو صوری تجلیات والے حضرات اپنی صورتوں اور تعینات کو حق جانتے ہیں، وہ تعینات کونی ہوتے ہیں کیونکہ ان پر کوئی فناطاری نہیں ہوئی اور یہ فرق چونکہ بعض متوسطین راہ پر واضح نہیں ہوسکا تو انھوں نے خیال کرلیا کہ اکابر صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حق الیقین میں بھی انھی تعیناتِ کونی کو حق جانتے ہیں۔ اور ان کی جہالت اکابر قدس اللہ اسرا اہم پر طعن کرنے کا باعث بن گئی ہے، اور انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہمیں پہلے ہی قدم میں جو تجلی صوری کا مقام ہے اور جسے کشفِ ملکوت سے تعبیر کرتے ہے یہ حق الیقین حاصل ہوجاتا ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۱۲، ص، ۱۷، ۱۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

دعوت کا کامل ترین مقام:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

باید دانست که این رجوع واصل که بکلیت واقع شود از اکمل مقامات دعوت ست این غفلت سبب حضورِ جمع کثیر ست، غافلان ازین غفلت غافل اند و حاضران ازین رجعت جاهل این مقام از قبیل مدح بما یشبه الذم است فهم هر کوته اندیش این جا نه رسد اگر کمالات این غفلت را بیان کنم هرگز کسے آرزوئے حضور نکند این آن غفلت ست که خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت بخشید این آن غفلت است که محمد رسول الله ﷺ را رحمت عالمیان گردانید این آن غفلت است که از ولایت به نبوت می رساند این آن غفلت است که از نبوت به رسالت می رساند این آن غفلت است که اولیائے عشرت را بر اولیائے عزلت مزیت می بخشد این، آن غفلت ست که محمد رسول الله ﷺ را بر صدیق اکبر رضی الله تعالیٰ عنه سبقت می دهد بعد ما کانا کاذنی فرس این آن غفلت ست، که صحو را بر سکر ترجیح می نماید این آن غفلت ست که نبوت را بر ولایت افضل می گرداند علی رغم القاصرین این آن غفلت ست، که بسبب آن قطب ارشاد از قطب ابدال افضلیت پیدا می کند این آن غفلت ست که صدیق اکبر رضی الله تعالیٰ عنه آرزوئ آن می نماید آنجا که می فرماید یا لیتنی کنت سهو محمد این آن غفلت ست که حضور کمینهٔ خادم اوست این آن غفلت است که وصول مقدمه حصول او ست این آن غفلت، ست که بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع این آن غفلت ست که خواص را بعوام مشتبه می سازد و قباب کمالات ایشان می گردد۔

ع

گر بگویم شرح این بے حد شود

القلیل یدل علی الکثیر و القطرة تنبئ عن البحر الغدیر، و السلام علی من اتبع الهدٰی و التزم متابعة المصطفیٰ علیه و علی اٰله من الصلوات و التسلیمات اتمها و اکملها۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ واصل شخص کا یہ رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے۔ یہ غفلت ایک کثیر جماعت کے حضور کا سبب بنتی ہے۔ غافل لوگ اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور جو صاحب حضور ہیں وہ اس رجوع سے لاعلم ہیں یہ مقام درحقیقت قابل مدح ہے لیکن

بظاہر مذمت کے مشابہ معلوم ہوتا ہے ہر کوتاہ اندیش کی فہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی اگر میں اس غفلت کے کمالات بیان کروں تو کوئی آدمی بھی قطعاً حضور کی خواہش اور آرزو نہ کرے یہ وہی غفلت تو ہے جو نوع انسانی کے خواص کو نوع ملائکہ کے خواص پر فضیلت بخشی ہے یہ وہی غفلت تو ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمت عالمین کے درجے پر فائز کر دیتی ہے یہ وہی غفلت تو ہے جو ولایت کے درجہ سے نبوت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے اور یہ غفلت وہی تو ہے جو نبوت سے رسالت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے یہ غفلت وہی ہے جو معاشرے میں رہنے والے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو گوشہ نشین اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر فضیلت بخشی ہے یہ وہی غفلت تو ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حضرت سیدنا امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت عطا کرتی ہے حالانکہ وہ دونوں ایک ہی گھوڑے کے دونوں کانوں کی طرح (یعنی بظاہر مساوی مرتبہ پر فائز) تھے یہ وہی غفلت تو ہے جو ہوشمندی (صحو) کو مستی (سکر) پر ترجیح دیتی ہے۔

یہ وہی غفلت تو ہے جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ اندیشوں کے خیال کے برخلاف یہ وہی غفلت ہے جس کی وجہ سے قطب ارشاد قطب ابدال پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے یہ وہی غفلت تو ہے جس کی حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آرزو فرماتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں **"یالیتنی کنت سہو محمد"** اے کاش حضرت محمد ﷺ کی ایک بھول ہو جاتا یہ وہی غفلت ہے کہ حضور اس کے سامنے ایک ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے ہاں یہ وہی غفلت تو ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش خیمہ ہے ہاں یہ وہی غفلت ہے جو بظاہر تنزل نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بلندی ہے ہاں ہاں یہ وہی غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور عوام کیلئے ان کمالات کے حجاب اور پردے بن جاتی ہے۔

ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

ترجمہ: جو اس کی شرح کروں بے حساب ہو جائے

"القلیل یدل علی الکثیر و القطرۃ تنبئی عن البحر الغدیر و السلام علی من اتبع الھدی و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ الہ من الصلوٰات و التسلیمات اتمھا و اکملھا"

تھوڑی سی بات سے زیادہ باتوں پر رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے اور ایک قطرہ بے پایاں سمندر کی خبر دیدیتا ہے اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰات و التسلیمات اتمھا و اکملھا) کی پیروی کو اپنے لئے لازم کر لیں۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۱۳، ص ۳۵، ۳۶، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری، قدس سرہ، متوفی ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

گفت: ایھا الشیخ، السُکرُ صِفَتانِ لِلعَبدِ، وَ مادامَ العبدُ محجوباً عَنْ رَبِّہٖ حتیٰ فَنِیَ أوْصافُہٗ. صحو و سکر دو صفتاند مر بندہ را، و پیوستہ بندہ از خداوند خویش محجوب است تا اوصاف وی فانی شود۔ جنید گفت، رضی اللہ عنہ: یا ابن منصور، أخطأتَ فی الصَّحْوِ و السُّکرِ، خطا کردی اندر صحو سکر، از آنچہ خلاف نیست کہ صحو عبارت از صحت حال است با حق، و این اندر تحت صفت و اکتساب بندہ اندر نایدو من یا پسر منصور اندر کلام تو فضول میبینم بسیار و عبارات بی معنی۔ و ھو اعلم۔

ترجمہ: حسین بن منصور نے کہا: "یا شیخ! سکر و صحو دو انسانی صفات ہیں اور جب تک یہ فنا نہیں ہوتیں، انسان حق تعالیٰ سے محجوب ہیں"۔

جنید نے فرمایا: یا ابن منصور! "تم غلط کہہ رہے ہو۔ صحو باری تعالیٰ کے سامنے صحت حال کا نام ہے اور سکر فرط شوق اور غائت محبت کو کہتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں انسانی صفات میں شامل ہیں اور کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ تمہارا کلام فضول اور بے معنی ہے"۔ واللہ اعلم۔

(کشف المحجوب، ص، ۲۳۵، ۲۳۶، کتب خانہ ملی، ایران)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:

گرچه ایں مستی چو بازِ اشهب ست		بر تر از وے بر زمینِ قدس هست

ترجمہ: اگر چہ یہ مستی (وسکر جس کی اوپر تعریف چلی آئی ہے بہتر وکمیاب ہونے میں) بازِ اشہب کی مانند ہے (لیکن سلوک کی) پاک زمین پر اس سے (بھی) اعلیٰ (مقام موجود) ہے (اور وہ صحو ہے)۔

مست زا برارو مقرب زوبه است		بر مقرب شیرِ او چون روبه است

ترجمہ: مست ابرار سے ہے (صاحب صحو مقرب سے) اور مقرب ابرار سے بہتر ہے (چنانچہ) مقرب کے آگے اس کا شیر (بھی) لومڑی کی مانند (کم رتبہ) ہے۔

مطلب: سکر کا درجہ ہر چند سلوک میں ایک اچھا درجہ ہے لیکن صحو کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے وہ ابرار کا درجہ ہے اور یہ مقربین کا اور ابرار و مقربین کا فرقِ مراتب حضرت سیّدنا شیخ المشائخ ابوسعید خراز علیہ الرحمہ کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ: **حسنات الابرار سیئات المقربین**۔ یعنی ابرار کی طاعات مقربین کے لئے بمنزلہ معاصی ہیں۔ کیونکہ مقربین کا درجہ ان طاعاتِ عالیہ کا متقاضی ہے جو مقامِ قرب کے لائق ہوں اور ابرار کے مقام کی طاعات پر اکتفا کرنا گویا ان کی تقصیر ہے اس لئے ایسی طاعات ان کے شان کے لائق نہ ہونے کے باعث بمنزلہ معصیت ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۴۸)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

این حقیر غفر الله ذنوبه میگوید که دران ایام که حضرت ایشان این کمترین را بطریق رابطه مشغول ساخته بودند و بنده را راهِ عشقبازیها بحضرت ایشان کشوده بود روزے رباعی بنظم آورده بسمع شریف رسانیدم و آن رباعی این بود

ای آنکه ملائک مگس قند تواند		دل سوختگان عشق اسپند تواند۔
کانِ نمک ازلعل تو آواره بکوه		عالم همه در شور شکر خند تواند۔

ایشان بمجرد استماع مصراع اول فرمودند که مدح کسے چنان نباید کرو که قدح بزرگ دیگرے لازم آید ملائکه بس بزرگ اندو جمهور اهل سنت بر انند که عوام ایشان از عوام بشر که أولیاء ومن دونهم باشند افضل اند مگس قند گفتن نا ملایم است بنده را براے استشهاد آن این بیت مولوی که از زبان شریف ایشان مذکور خواهد شد ور خاطر گذشت اما معروض داشتن آنرا نحوے معارضه دانسته خموش بودم درین اثنا فرمودند که مبادا بآن بیت مولوئ رومے قدس سرّه که

بی عنایاتِ حق و خاصان حق		گر ملک باشد سیاهش شد ورق

تکیه کرده باشی که مراد مولوی از خاصان أنبیاء صلوات الله علیهم خواهند بود یا از بس مبالغه بغرض محال فرموده باشد یا در سکر حال

ازمولاناسرزدہ بود۔

یہ حقیر (حضرت قدوۃ الاولیاء مولانا ہاشم کشمی علیہ الرحمہ) عرض کرتا ہے کہ جن ایام میں حضرت سلطان طریقت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مجھے طریق رابطہ (تصورشیخ) میں مشغول فرمایا تھا مجھے آپ (حضرت رازدارِ کمالاتِ صوفیاء مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) سے عشق پیدا ہوگیا تھا ایک دن میں نے ایک رباعی نظم کی اور آپ (حضرت مقبول یزدانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کی خدمت میں پیش کی وہ رباعی یہ تھی۔

ای آنکه ملائک مگس قند تواند		دل سوختگان عشق اسپند تواند۔
کانِ نمک ازلعل تو آواره بکوه		عالم همه در شور شکر خند تواند۔

آپ (حضرت ابوعیسیٰ قیوم اول مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے پہلا مصرع سنتے ہی فرمایا کہ: ''کسی کی تعریف اس طرح نہیں کرنی چاہیئے کہ جس سے کسی دوسرے بزرگ کی قدح لازم آئے فرشتے سب بزرگ ہیں اور جمہور اہل سنت کے نزدیک ان میں سے عام ملائکہ بھی عام انسانوں سے خواہ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہوں یا ان کے علاوہ ہوں افضل ہیں ''مگس قند'' ان کو کہنا مناسب نہیں ہے۔''

اس عاجز نے چاہا کہ اپنے مصرع کی حمایت کیلئے حضرت معارف آگاہی مولانا محمد جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کا شعر پیش کروں جو خود آپ (حضرت شہباز لامکانی غوث یزدانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) ہی زبان سے ادا ہونے والا تھا۔لیکن میں اسے معاوضہ سمجھ کر خاموش ہوگیا تو آپ (حضرت ابوسعید شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ: ''شاید تم نے حضرت معارف آگاہی شیخ المشائخ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کے اس شعر پر تکیہ کیا ہوگا کہ

بے عنایات حق وخاصان حق		گرملک باشدسیا هش شدودق

ترجمہ: لیکن یہاں خاصان حق'' سے حضرت معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کی مراد انبیاء علیہم السلام ہوں گے یاانہوں نے اگر مبالغہ سے کام لیا ہے اور بغرض محال ویسا ہی سمجھا ہے تو وہ سکر کے عالم میں کہا ہوگا''۔

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۲۷۵، ۲۷۶، المکتبۃ ایشق بشارع دارالشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

قلت وعلى تقدير كون المراد بقوله تعالى يبدّل الله سيئاتهم التائبين الذين صدر عنهم بعض الأمور التي لم يتزن بميزان الشرع لغلبة السكر والمحبة فبدلا الله سيئاتهم حسنات لاجل محبتهم جاز ان يكون المراد بالتائبين فى هذه الاية عباده الله الصالحين الذين لم يصدر عنهم شيء من تلك الأمور يعنى من رجع عن جميع ما كره الله ولم يعملوا شيئا منها ولو بلغته المحبة والسكر فانه يتوب الى الله متابا احسن من الأولين وهم اصحاب الصحو من الأولياء كالنقشبندية الذين هم على هيئة اصحاب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فى اتباع السنة والله اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آیت يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط میں وہ تائب مراد ہوں جن سے غلبۂ حال اور سکر ومحبت کے زیر اثر کبھی ایسی لغزشیں ہوگئی ہوں جو غیر شرعی ہوں معیار شرع پر پوری نہ اترتی ہوں پھر اس محبت کے غلبہ کی وجہ سے اللہ ان کی لغزشوں کو نیکیوں میں تبدیل کردے تو اس آیت میں وہ نیک بندے مراد

ہو سکتے ہیں جن سے کوئی غیر شرعی حرکت سرزد نہیں ہوئی نہ سکر اور غلبۂ حال کی وجہ سے نہ حالت صحو میں بلکہ ان بندوں نے تمام مکروہات و ممنوعاتِ شرعیہ سے رجوع کرلیا اور کبھی کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، ان اصحاب صحو کا رجوع اللہ کی طرف اصحاب سکر سے بہتر ہوگا جیسے نقشبندیہ ہیں جو بالکل صحابۂ کرام ﷺ کا نمونہ ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح سنت کے پیرو ہیں۔

(التفسیر المظہری، سورۃ، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۱، ج ۵، ص ۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سکر کے بارے سوال:

حضرت سیّدنا علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں:

وسئل رضی اللہ عنہ عن السکر فقال: ھو غلیان القلوب عند معارضۃ ذکر المحبوب، والخوف اضطراب القلوب مما علمت من سطوۃ المحبوب۔

ترجمہ: آپ سے سکر کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا: کہ محبوب کے ذکر کے معارضہ کے وقت دلوں میں جوش ہو جائے اور ''خوف'' محبوب کے غلبہ کے علم کی وجہ سے دلوں کے اضطراب کا نام ہے۔

(بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۲۳۷، موسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان)

باب نمبر ۳۰

سوال: (۷۳) ایک بزرگ کو دوسرے بزرگ پر فضیلت دینا

اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

منکرین افضلیت غوث الوریٰ پر امام احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل
بحکم اولیاء باطل ہے یا غوث

نیز بارگاہ غوث اعظم میں عرض کیا۔ آپ وہ ہیں جن کا قدم اولیاء عالم کی گردنوں پر ہے۔ جبکہ خواجہ اجمیری سلطان الہند عطاء الرسول نے عرض کیا کہ آپ کا قدم صرف گردن پر نہیں بلکہ میرے سر آنکھوں پر جو لوگ قدمی ہذہ کے فرمان میں بے جا تخصیص کرتے ہیں ان میں جو مخلصین اہل علم و فضل ہیں یہ ان کی لغزش ہے اور جو ضد و مقابلہ و عناد میں بہتان تراشی کرتے ہیں یہ ان کی ضلالت و گمراہی۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ ص ۸۵)

ان دلائل اور شواہد سے واضح ہو گیا کہ غوث اعظم کا کلام واقدامی علی عنق الرجال قیامت تک کے ولیوں کے گردن پر ہے۔ افغانی پیر تو ولی ہی نہیں تو غوث اعظم سے چھ مقامات میں فوقیت کیسے آ گئی۔ یا اسفاو یا عجبا افغانی پیر میں تو تنزل ہی تنزل ہے، تکبر ہی تکبر ہے، تحسر ہی تحسر ہے تجبر ہی تجبر ہے، کرامت کہاں؟ استقامت کہاں

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۲۲)

الجواب:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فلا یکون التفضیل الا لمن علم ذلک باعلام الهیٰ لا لغیرہ، فافهم۔ وقد قال الکامل المحقق الفاضل المدقق الشیخ محی الدین رضی اللہ عنه: (ان علی قدم کل نبی ولیا وارثا له فما زاد فلا بد ان یکون فی کل عصر مائة الف ولیٍ واربعة وعشرون الف ولی علی عدد الانبیاء، ویزیدون ولا ینقصون، فان زادوا قسم اللہ علم ذلک النبی علی من ورثه)، فاذا کان الامر علی هذا فکیف یفاضل ولم یحط بالجمیع ولم یعرفهم؟ فافهم، وتأمل قول الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنه لما سئل ایهما افضل الاسود ام علقمة؟ فقال رضی اللہ عنه: (واللہ ما نحن باهل ان نذکرهم، فکیف نفاضل بینهم)؛ فانظر ادبه رضی اللہ عنه فی الامساک عن الخوض

بلاعلم، وانظر احتقاره نفسه واسلک طریقه، والله یتولی هداک، وهو یتولی الصالحین۔

ترجمہ: پس ایک ولی کو دوسروں پر فضیلت دینا اسی شخص کا کام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے (بطور کشف صحیح یا الہام کے) بتلا دیا ہو، دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں اس کو سمجھو (یعنی اس اعتقاد کا مضائقہ نہیں کہ میری نظر اور میری تلاش میں اس سے زیادہ کامل کوئی نہیں ۱۲) اور محقق کامل مدقق فاضل شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولی یا زیادہ اس نبی کے وارث ہوتے ہیں پس ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کی شمار کے برابر ایک لاکھ چوبیس ہزار اولیاء رحمہم اللہ تو ضرور ہوں گے اس سے بڑھ تو سکتے ہیں مگر کم نہیں ہو سکتے۔ اگر زیادہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی ایک نبی کے علوم کو اس کے چند وارثوں پر تقسیم کر دیتے ہیں اور جب یہ قصہ ہے تو ہر دن تمام اولیاء رحمہم اللہ کو پہچانے ہوئے ایک کو دوسرے پر یوں کر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ خوب سمجھ لو۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں غور کرو کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اسود رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا علقمہ رضی اللہ عنہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ واللہ ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ ان حضرات کا ذکر بھی کر سکیں پھر ایک دوسرے پر فضیلت دینا تو بڑی بات ہے اس کے ہم کہاں اہل ہیں۔ عزیز من! امام صاحب کے ادب کو دیکھو کہ انہوں نے بے تحقیق بات کرنے سے اپنے کو کیسا بچایا اور یہ بھی دیکھو کہ انہوں نے اپنے نفس کو کیسا حقیر سمجھا اور تم بھی انہی کے طریقہ کو اختیار کرو۔ واللہ یتولی هداک وهو یتولی الصلحین۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، ص ۱۱۰، ۱۱۱، دار التقویٰ، دمشق)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان سیدی علی الخواص رضی الله عنه یقول: کم من کامل لا تصریف له، وکم من ناقص بالنسبة الیه یتصرف فی الوجود لیلا ونهارا فلا تظن، یا اخی ان صاحب التصریف اعلی مقاما ممن لم یتصرف۔

قال: وقد کان الشیخ محی الدین بن العربی رضی الله عنه یقول رحمۃ اللہ علیہ ان الشیخ ابا السعود بن الشبل اعلی مقاما من شیخه الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی الله عنه لانه عرض علیه مقام التصرف فابی، وقال: قد ترکنا الحق تبارک وتعالی یتصرف لنا، والشیخ عبد القادر عرض علیه مقام التصریف فتصرف، وکان الاولی له ان یترکه حتی یؤمر بالتصریف، فهناک یتصرف بامر انتهی۔

ترجمہ: اور حضور سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کئی کاملین کے لئے تصرف نہیں ہوتا اور ان سے کئی فروتر مقام والے دن رات کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ پس اے بھائی! گمان نہ کر کہ صاحب تصرف کا مقام اس سے اعلیٰ ہے جو تصرف نہیں کرتا۔ اور حضور سیدی معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو السعود بن الشبل رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اپنے غوث اعظم شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ ان پر مقام تصرف پیش کیا گیا تو آپ نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے حق تبارک وتعالیٰ کے لئے تصرف چھوڑ دیا۔ جبکہ غوث اعظم شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر مقام تصرف پیش کیا گیا تو آپ نے تصرف فرمایا اور آپ کے لئے زیادہ بہتر تھا کہ آپ اسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ مامور بالتصرف ہوتے۔ پس اس وقت امر کے ساتھ تصرف کرتے۔

(المنن الکبریٰ، الباب الرابع، ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیّدنا علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

":عدم الجزم بتفضيل احد من علماء العصر واوليائه على غيره، بل الواجب الادب مع كل من اقامه الله تعالىٰ فى رتبة من الرتب، واما حقائقهم عند الله تعالىٰ وتفضيله تعالىٰ لهم فلا علم لنا بذلک، ولا يلزم من الافضلية الظاهرة الافضلية الباطنة، ومالنا من حيث انفسنا الا المحبة للجميع، والوقوف عند ما امر الله تعالىٰ به من الطاعة لاولى الامر منا سواء كانوا امراء او اولياء، وفى الحديث (التقوىٰ ههنا) واشار الى قلبه۔ومعلوم ان القلب لا علم لنا بما فيه، انما ذلک خاص بالله عز وجل، وفى قوله ﷺ فى حديث آخر: (هلا شققت عن قلبه) كفاية فى رد علم الحقائق الى الله تعالىٰ۔وكان سيدى على الخواص عليه الرحمة يقول: ما رأينا قط اساء الظن بالفقراء، ووجد خيرا قط، انتهى۔وتقدم فى هذه المنن عن ابى عبد الله القرشى رضى الله عنه، انه كان يقول: من غض من عارف بالله، او ولى لله، ضرب فى قلبه بسهم مسموم، ولا يموت حتى يفسد معتقده، انتهى وتقدمت هذه المنة مرارا بعبارات اخرى، فالحمد لله رب العالمين

ترجمہ: علماء واولیاء زمانہ میں سے کسی کو دوسرے پر جزم کے ساتھ فضیلت نہ دینا۔ بلکہ ہر اس شخص کے ساتھ ادب واجب ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر قائم فرمایا ہو۔ رہے ان کے حقائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کا انہیں فضیلت دینا تو ہمیں اس کا علم نہیں اور افضلیت ظاہرہ سے افضلیت باطنہ لازم نہیں ہوتی۔ اور ہمارے لئے ہماری اپنی حیثیت کے اعتبار سے صرف یہی ہے کہ سب سے محبت کریں اور ہم میں سے اولی الامر کی اطاعت کے لئے وہیں ٹھہریں جہاں اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے۔ برابر ہے کہ وہ حکام ہوں یا اولیاء۔

اور حدیث میں ہے، التقویٰ ھٰھنا تقویٰ یہاں ہے اور آپ نے قلب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور یہ معلوم ہے کہ ہمیں کوئی علم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور دوسری حدیث پاک میں حضور ﷺ کے اس ارشاد میں علم الحقائق اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے میں کفایت ہے۔ یعنی تو نے اس کا قلب کیوں نہ چیرا۔ اور حضور سیّدی غوث یزدانی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے فقراء کے متعلق بدگمانی کی ہو اور اس نے کبھی خیر پائی ہو۔ انتہی۔ اور ان احسانات کے بیان میں ابو عبداللہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ جس نے کسی عارف باللہ یا ولی اللہ کی شان میں تنقیص کی اس کے قلب میں زہر آلود تیر پیوست کر دیا جاتا ہے اور وہ نہیں مرتا حتیٰ کہ اس کا عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے۔ انتہی۔

اور یہ احسان مختلف عبارات کے ساتھ کئی مرتبہ پہلے گزر چکا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

(المنن الکبریٰ، الباب، ص، ۵۰۵، ۵۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شیخ محمد خیر طعمہ حلبی البختری الشامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدنا سیّد الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو یزید منا بمنزل جبرئیل من الملائکة

ترجمہ: صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں حضور سیّدی سلطان العارفین ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی شان ایسی ہے جیسے فرشتوں میں جبریل علیہ السلام کی ہے۔"

(حزب الرحمٰن، ص، ۲۷۴، ۲۷۵)

باب نمبر ۳۱

مقام عبدیت وصدیقیت سے اوپر مقام، بطورِ اعتراض:

سوال: (۷۴) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

میں نے اس بات کو مکتوبات شریف میں کئی مقام پر پڑھا ہے یہاں تین مقام نقل کرتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتب نمبر ۳۰ میں رقم فرماتے ہیں۔" لہٰذا نہایت مراتب ولایت مقام عبدیت است۔ در درجات ولایت فوق عبدیت مقامی نیست" مکتوب نمبر ۳۰ جلد اول اس واسطے ولایت کے مرتبوں کی انتہاء مقام عبدیت ہے اور ولایت کے درجوں میں عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں ہے۔

ایک دوسرے مقام میں لکھا "پس لاجرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد"۔ (مکتوب نمبر ۹)

پس یقیناً مقام عبدیت تمام مقامات سے فوق ہے۔ تیسری جگہ لکھا "وآرام وانس بعبادات گرفتہ بمقام عبدیت کہ فوق آن مقام مقامے نیست در مقام ولایت" (مکتوب نمبر ۲۸۵)

سوال: (۷۵) (کامل ومکمل شخص) آرام وانس عبادات سے مقام عبدیت کیساتھ پکڑتا ہے کیونکہ مقامات ولایت میں عبدیت کے مقام سے اوپر کوئی مقام نہیں ہے۔

حضرت مجدد صاحب نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی بلکہ قرآن وحدیث سے اخذ شدہ ہے۔

(صفحہ ۷۴، ۷۵، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۷۶) تو پھر ان نصوص کا کیا مطلب ہے؟ جو سیفی نے بطور استشہاد کے پیش کیں

جواب: وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

کالفظی ترجمہ اس طرح ہے کہ اور ہر علم والے کے اوپر علم والا ہوتا ہے۔

اب ترجمہ سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں مقام عبدیت سے اوپر مقامات کی بات نہیں بلکہ علم سے اوپر علم کی بات ہے۔

معلوم ہوا سیفی کو علم اور مقام کا فرق بھی معلوم نہیں اگر پہلے مکتوبات شریف کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا تو اب کرلیں تاکہ تم پر فرق واضح ہو۔

کشف المحجوب پڑھ لیں باقی صوفیاء کی کتابیں پڑھیں۔ فقط لکھنا عالم ہونے کی علامت نہیں ہوتی بلکہ مسئلہ کو سمجھ کر لکھنا عالم ہونے کی نشانی ہوتی ہے۔

صرف پیر مبارک صاحب کو پیران پیر صاحب سے بلند واعلیٰ ثابت کرنے کے لئے تمہیں کتنے تضادات کا شکار ہونا پڑا۔

سوالات:

۱۔ اب ذرا ہمت کر کے یہ بتادیں کہ کس صحابی ﷺ نے اس آیت سے مقام عبدیت سے اوپر نبوت و رسالت کے علاوہ مقامات کو ثابت کیا؟

۲۔ کس تابعی نے ثابت کیا؟

۳۔ کس تبع تابعی نے ثابت کیا؟

۴۔ کس امام نے ثابت کیا؟

۵۔ کس مفسر نے ثابت کیا؟

۶۔ کس محدث نے ثابت کیا؟

۷۔ کس صوفی نے ثابت کیا؟

۸۔ ان مقامات کے نام کیا ہیں۔ فرداً فرداً نام بھی بتادو؟

اگر نہ ثابت کر سکو تو پھر اس آیت کی تفسیر بالرائے کا ثبوت ہوگا۔ جو کفر بواح اور ضروریات دین سے انکار ہے۔ اب تفسیر بالرائے کرنے والے کے متعلق نبی ﷺ کا فتویٰ سنئے۔ "من قال فی القران برایه فلیتبوا مقعده من النار او کما قال" (رواہ الترمذی)۔ جو قرآن میں اپنی رائے چلاتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (صفحہ ۸، ۷۸، ۷۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۷۷) چیلنج: اب سیفیوں اور ان کے پیر صاحب کو چیلنج ہے مقام عبدیت سے اوپر اور نبوت و رسالت سے نیچے ولایت کے مقام قرآن وحدیث سے ثابت کریں؟ (صفحہ ۷۶، الفتنۃ الشدیدۃ)

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

اور حضرت پیران پیر صاحب عبدیت کے مقام سے مشرف تھے اور سید مبارک صاحب نے چھ مقامات عبدیت کے مقام سے فوق (اوپر) طے کیے ہیں اور حضرت مبارک صاحب (سیف الرحمٰن) کا مقام پیران پیر کے مقام سے فوق ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (ہدایت السالکین، ۳۲۴) (الفتنۃ الشدیدۃ، ۱۰۵)

الجواب: اس شخص کی اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوسکتی ہے کہ اپنے آپ کو حضرت پیران پیر روشن ضمیر، غوث صمدانی قندیل نورانی محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ذات گرامی سے چھ مقامات عبدیت میں فوق ہونے کا دعویٰ کرے اور پیران پیر سیّد عبدالقادر جیلانی ﷺ کے مقام سے اپنے آپ کو فوق ہونے کا دعویٰ کرے اور اس عظیم ترین گستاخی کے بعد آیات قرآنیہ پڑھ کر مزید گستاخی پر مہر لگائے۔ جبکہ کسی ایک مسلمان نے بھی آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا۔ (صفحہ ۱۰۶، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۷۸) اب پیر صاحب نے اپنی رائے کو نص قطعی بنا کر مریدین پر ولایت مطلقہ کو مقید کیا اور تفسیر بالرائے کے مرتکب ہوئے اور وعید حدیث کے مستحق ٹھہرے من قال فی القران برایه فلیتبوا مقعده من النار او کما قال النبی ﷺ

ترجمہ: جس نے قرآن میں اپنی رائے چلائی اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔ تفسیر بالرائے کرنا شرعی یا اسلامی طریقہ وعمل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پیر صاحب کہیں کہ میں نے اپنی رائے کو نص قطعی قرار نہیں دیا تو جواب میں کہوں گا پھر سیفی اولیاء کی ولایت سے منکر پر حکم کفر کیوں دیا؟ کفر کا فتویٰ تو قطعی حکم کے انکار و ضروریات دین سے انکار پر لازم آتا ہے؟

آئی جان شکنجے اندر جیویں ویلنے وچ گنا		دسو سیفیو رل مل مینوں جند کیویں ہن کڈاں

(صفحہ ۵۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۷۹) مسلمانو! بتاؤ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو مانتے ہو یا سیفیوں کو؟ سیفی اولیاء کے نزدیک مقام عبدیت سے اوپر مقام موجود ہیں اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک اوپر کوئی مقام نہیں۔ میں تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو تسلیم کروں گا اس لئے کہ قرآن وحدیث بھی مقام عبدیت سے اوپر سوائے نبوت ورسالت کے کسی مقام کو بیان نہیں کرتے۔ دین سیفی اور شریعت سیفی سے ہزار بار توبہ کرتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو عارف باللہ ولی کامل مانتا ہوں۔ یہ بھی دیکھ لو کہ پیر صاحب کا یہ دعویٰ کہ میں حضرت مجدد صاحب کا بالواسطہ مرید ہوں اور انہیں اپنا مقتدیٰ جانتا ہوں۔ کتنا فریب اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جنہیں شیخ الحدیث حضرت پیر محمد چشتی صاحب مدظلہ العالی نے غیر اسلامی اور غیر شرعی عقیدہ وعمل قرار دیا ہے۔

سوال: (۸۰) مولانا ابوداؤد صادق نے لکھا:

لمحہ فکریہ! حضور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بھی جب اس قدر توضیح وتصریح فرمادی ہے کہ ''مراتب ولایت میں سے نہایت کا مرتبہ مقام عبدیت ہے اور ولایت کے درجوں میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی درجہ نہیں'' (مکتوبات شریف دفتر اوّل، ص ۷۲)

سوال: (۸۱) لہٰذا جب مقام عبدیت سے اوپر کوئی درجہ ہی نہیں تو پیر سیف الرحمٰن نے وہ چھ زائد مقامات کہاں سے دریافت کرلئے ہیں جو معاذ اللہ غوث اعظم پیران پیر تو طے نہیں کرسکے مگر چودہویں پندرہویں صدی کے پیر ارچی صاحب نے وہ چھ مقامات عبدیت ان سے فوق طے کرلئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ''ہدایت السالکین'' کی باتیں محض غلو وشخصیت پرستی کے لئے گھڑی گئی ہیں جن میں حقیقت وصداقت کچھ بھی نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۵۹)

سوال: (۸۲) سینہ زوری: ''ہدایت السالکین'' میں پیر صاحب نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنا چھ مقامات سے فوق ہونا جو نقل کیا ہے اس میں بالعموم سیفی حضرات انکار کے انداز میں گول مول گفتگو کرتے ہیں کہ کسی کا خواب ہے۔ پیر صاحب کا اپنا دعویٰ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اس کے برعکس صاحبزادہ محمد حمید جان سیفی نے کھل کر اس کا اقرار واعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ان (غوث پاک) کے قدم اُس وقت کے اولیاء کی گردنوں پر تھے بعد کے اولیاء کی گردنوں پر نہیں اور جو غوثیت کے مرتبہ سے عروج کرکے امامت کے مرتبہ پر پہنچ جائے۔ وہ اس زیر قدمی سے خارج ہے اور یہ جائز ہے کہ جو غوثیت کے مرتبہ سے آگے نکلے وہ ان کے برابر ہوجائے بلکہ ان سے بلند ہوجائے بلکہ ان سے بلند ہو تو کسی کا یہ قول کہ فلاں ولی اللہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے رتبہ میں بلند ہے، ناجائز نہیں۔ جائز بلکہ واقع ہے تو پھر ہمارے حضرت شیخ کے بارے میں یہ کہنا (جبکہ حضرت شیخ کیساتھ وہ کمال بھی ہے) کوئی جرم نہیں بلکہ اظہار حق ہے۔ الخ

(رسالہ احقاق الحق ص ۱۷، ۱۸)

مذکورہ: تقریر نے (اور وہ بھی صاحبزادہ صاحب کے قلم سے) واضح کردیا کہ سیفی حضرات کا (ہدایت السالکین) کے زیر بحث واقعہ کی گول مول تاویلات کرنا

اور اقرار سے شرمانا اور گول مول تاویلات سے پردہ پوشی کی ناکام کوشش کرنا سب غلط ہے۔

اصل بات: یہی ہے کہ جس کو پیر صاحب نے اپنے قلم سے نقل کیا ہے اور صاحبزادہ صاحب نے معاملہ واضح کر دیا ہے کہ واقعی سیفیوں کے نزدیک پیر سیف الرحمٰن کا مقام پیران پیر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مقام سے چھ مقامات فوق بلند و بالا ہے۔ صاحبزادہ حمید جان کے اقرار واعتراف کے یہ الفاظ پیر سیف الرحمٰن کی فوقیت وترقی اور حضور غوث اعظم کی تنقیص تنزلی کے متعلق بالخصوص قابل غور ہیں کہ "غوث اعظم کے قدم ان کے بعد موجودہ اولیاء کی گردنوں پر نہیں۔ یہ جائز ہے کہ مرتبہ امامت پر فائز ولی ان کے برابر ہو جائے بلکہ ان سے بلند ہو۔ کسی کا یہ قول کہ فلاں ولی اللہ حضرت غوث الاعظم سے رتبہ میں بلند ہے ناجائز نہیں جائز بلکہ واقع ہے۔ ہمارے حضرت (پیر سیف الرحمٰن) کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ غوث پاک سے بلند رتبہ ہیں کوئی جرم نہیں بلکہ اظہار حق ہے کیونکہ وہ غوث اعظم کے قدم کے نیچے نہیں بلکہ ان کے اوپر فوقیت و برتری رکھتے ہیں۔ (ملخصا) (خطرہ کا سائرن صفحہ ۵۹ تا ۶۱)

الجواب: (نمبر ۱)

مولانا بشیر القادری صاحب کیا کسی مسلمان نے بھی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے فوق ہونے کا دعویٰ آج تک نہیں کیا؟ کیا یہ عظیم ترین گستاخی ہے؟ یہ آپ کا دعویٰ کہاں تک سچا ہے درج ذیل عبارات پڑھ کر فیصلہ کریں۔

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول: کم من کامل لا تصریف له، وکم من ناقص بالنسبة الیه یتصرف فی الوجود لیلا ونهارا افلا تظن، یا اخی ان صاحب التصریف اعلی مقاما ممن لم یتصرف۔ قال: وقد کان الشیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ یقول رحمہ اللہ ان الشیخ ابا السعود بن الشبل اعلی مقاما من شیخه الشیخ، عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ لانه عرض علیه مقام التصرف فابی، وقال: قد ترکنا الحق تبارک وتعالی یتصرف لنا، والشیخ عبد القادر عرض علیه مقام التصریف فتصرف، وکان الاولی له ان یترکه حتی یؤمر بالتصریف، فهناک یتصرف بامر، انتهی۔

ترجمہ: اور حضور سیّدی امام العارفین سیّد علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کئی کاملین کے لئے تصرف نہیں ہوتا اور ان سے کئی فروتر مقام والے دن رات کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ پس اے بھائی! گمان نہ کر کہ صاحب تصرف کا مقام اس سے اعلیٰ ہے جو تصرف نہیں کرتا۔ اور حضور سیّدی معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو السعود بن الشبل رحمہ اللہ کا مقام اپنے پیران پیر شیخ المشائخ شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ ان پر مقام تصرف پیش کیا گیا تو آپ نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے حق تبارک وتعالیٰ کے لئے تصرف چھوڑ دیا۔ جبکہ پیران پیر شیخ المشائخ شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ پر مقام تصرف پیش کیا گیا تو آپ نے تصرف فرمایا' اور آپ کے لئے زیادہ بہتر تھا کہ آپ اسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ مامور بالتصرف ہوتے۔ پس اس وقت امر کے ساتھ تصرف کرتے۔

(المنن الکبری، الباب الرابع، ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی قدس سرہ، ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

وکان الشیخ محی الدین رضی اللہ عنہ یقول الشیخ ابو سعود عندی اکمل من الشیخ عبد القادر، وقد اطلعت علی مقامات کثیر من الرجال فی عرفت لہذا الرجل قرارا۔

ترجمہ: حضور سیدی عارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک حضرت شیخ ابو سعود رضی اللہ عنہ، حضرت پیران پیر شیخ الشیوخ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کامل تھے اور میں نے کافی اولیاء کے مقامات دیکھے ہیں لیکن اس شخص کے ایک مقام پر ٹھہراؤ کا پتہ نہیں چل سکا۔

(الجواہر والدرر، ص ۳۳۳، دار الکتب علمیہ بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی قدس سرہ، ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

فان قلت فہل القتل بالہمۃ والولایۃ والعزل الذی یقع من بعض الاولیاء کمال فیہم ام نقص فالجواب ہو نقص بالنسبۃ لما فوقہ من المقامات وعطی الشیخ ابو السعود ابن الشبل مقام التصریف فی الوجود فترکہ وقال نحن قوم ترکنا الحق تعالی یتصرف لنا فکان اکمل من الشیخ عبد القادر الجیلانی مع انہ تلمیذہ۔

ترجمہ: اگر تو کہے کہ ہمت اور ولایت کے ساتھ قتل کر دینا یا معزول کر دینا جو کہ بعض اولیاء سے واقع ہوتا ہے کمال ہے یا نقص؟ تو جواب یہ ہے کہ، فوق مقامات کے اعتبار سے یہ نقص ہے۔ حضور شیخ الشیوخ ابو سعود بن شبل علیہ الرحمہ کو مقام وجود میں تصریف کا مقام عطا فرمایا گیا تو آپ نے اسے ترک کر دیا اور فرمایا کہ ہم وہ قوم ہیں کہ ہم نے حق تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ ہمارے لیے تصرف فرمائے۔ لہذا آپ حضرت پیران پیر شیخ الشیوخ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے باوجود آپ کے تلمیذ ہونے کے زیادہ کامل و افضل تھے۔ (کبریت احمر، الفتوحات، الباب ثانی و ستعین ومائۃ، ص ۵۲، ۵۳)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی قدس سرہ، ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

ان موسی علیہ السلام فی مناجاتہ انا علی فی حملاتہ انا کل ولی فی الارض خلعتہ بیدی البس منہم من شئت وامرنی ان اخلع علی جمیع الاولیاء بیدی، فخلعت علیہم بیدی وقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابراھیم انت نقیب علیہم فکنت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخی عبد القادر خلفی وابن رفاعی خلف عبد القادر۔

ترجمہ: میں (حضرت سیدنا ابراہیم دسوقی علیہ الرحمہ) نے مناجات میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہوں اور اپنے حملوں میں علی ہوں تمام روئے زمین کے ہر ولی کو میں اپنے ہاتھ سے خلعت دیتا ہوں جسے چاہوں پہناؤں۔ اور مجھے حکم دیا کہ تمام اولیاء کو اپنے ہاتھ سے خلعت دوں تو میں نے اپنے ہاتھ سے خلعت پہنائی اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابراہیم! تو ان پر نقیب ہے تو میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے بھائی عبد القادر میرے پیچھے تھے اور ابن رفاعی عبد القادر کے پیچھے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ص ۵۵۵، ۵۵۶، دار الکتب علمیہ بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی قدس سرہ، ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

عن ابی الحسن الشاذلی رضی اللہ تعالی عنہ انہ کان یقول سیظہر بمصر رجل یعرف بشمس الدین الحنفی یکون فتحا لہذ

البیت ویشتھر فی زمانہ ویکون لہ شان عظیم ویقول الحنفی خامس خلیفۃ من بعدی

ترجمہ: حضور سیّدی شیخ ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب مصر میں ایک مرد ظاہر ہوگا جو حضور سیّدی شمس الدین الحنفی علیہ الرحمہ کے نام سے معروف ہوگا اور وہ اس گھر کو کھولنے والا ہوگا، اپنے زمانہ میں مشہور ہوگا اور اس کی عظیم شان ہوگی اور فرماتے تھے کہ حنفی میرے بعد پانچواں خلیفہ ہوگا۔

(الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان یقول (سیدنا ومولانا شمس الدین محمد الحنفی) وجدت مقام سیدی ابی الحسن الشاذلی رضی اللہ تعالی عنہ اعلی من مقام سیدی عبدالقادر الکیلانی رضی اللہ تعالی عنہ۔

ترجمہ: اور حضور سیّدی مولانا شمس الدین الحنفی علیہ الرحمہ فرماتے تھے میں نے حضور سیّدی ابوالحسن الشاذلی علیہ الرحمہ کا مقام سیدی غوث الاعظم عبدالقادر الگیلانی رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ پایا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وذکر وایوما عندہ (سیدنا، ومولانا شمس الدین محمد الحنفی) سیدی عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ فقال لو حضر عندنا عبدالقادر ھنا لکان تادب معنا۔

ترجمہ: ایک دن آپ حضور سیّدی مولانا شمس الدین الحنفی علیہ الرحمہ کے پاس سیدی غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر عبدالقادر یہاں ہمارے پاس حاضر ہوتے تو ہمارے ساتھ ادب سے پیش آتے۔

(الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ۴۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

وکان اول من اعطی ھذہ المرتبۃ سیدی عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ، ثم من بعدہ سیدی ابو یعزی المغربی رضی اللہ عنہ، ثم من، بعدہ سیدی ابو الحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ، ثم من بعدہ سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ

ترجمہ: سب سے پہلے (اولیاء امت میں سے) یہ مرتبہ حضرت سیدی غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا، پھر ان کے بعد اس مرتبہ پر حضرت سیدی ابویعزی مغربی رضی اللہ عنہ فائز ہوئے، پھر ان کے بعد یہ مرتبہ حضرت سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا، پھر ان کے بعد یہ مرتبہ حضرت سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۵، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی، قدس سرہ، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

یک بار حضرت خواجہ عرض کردند الٰہی از دریائے محبت خود کہ بر ارواحِ دوستان خود ریختی قطرۂ از آن بہ بھاؤ الدین بدہ ندا آمد کہ، اے دون ھمت از ما قطرہ مے طلبی پس طپاچہ سخت بر کلہ خود زدم کہ درد آن تا مدتہا یافتم گفتم اگر آخر سلطان بایزید بسطامی

اول، بهاؤ الدین نه باشد محبت خدا بر بهاؤ الدین حرام پس بمجاهدات قویه رسیدند آنجا که رسیدند آثار وانوار وحالات وکیفیات ولایت وتصرفات وخرق عادات که از حضرت خواجه نقشبند علیه الرحمة صدور یافته از دو صد سال از هیچ ولی مروی نیست۔

ترجمہ: ایک بار حضرت خواجہ نقشبند ﷺ نے عرض کیا ''الٰہی اپنی محبت کے دریا سے جو تو نے اپنے دوستوں کی ارواح پر گرایا ہے، اس میں سے ایک قطرہ بہاء الدین کو عطا فرما'' آواز آئی کہ اے کم ہمت ہم سے ایک قطرہ طلب کرتے ہو؟ (حضرت خواجہ نقشبند ﷺ فرماتے ہیں) پس میں نے اپنے رخسار پر سخت تھپڑ مارا، جس کا درد مدتوں محسوس کرتا رہا۔ میں نے کہا اگر سلطان بایزید بسطامی ﷺ کا آخر بہاء الدین ﷺ کا اول نہ ہو تو اللہ کی محبت بہاؤ الدین ﷺ پر حرام'' پھر آپ قوی مجاہدات تک پہنچے جہاں تک ہو سکے انوار و حالات اور ولایت کی کیفیات، تصرفات اور کرامات جو حضرت خواجہ نقشبند ﷺ سے ظاہر ہوئی ہیں وہ دو سو سال سے کسی ولی سے مروی نہیں ہے۔

(مکاتیب شریفہ، مکتوب، ہشتاد و ہفتم ص،۸۱، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ) (مکاتیب شریفہ، ص،۲۹۸)

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه و کل ولی له قدم وانی علی قدم النبي بدر الکمال و قوله قدمی هذه علی رقبة کل ولی، الله ومنه ما ذکر المجدد رضی الله عنه مما أعطاه الله سبحانه مدارج القرب من الولایات الثلاث و کمالات النبوة والرسالة واولی العزم ایضا بالتبعیة والوراثة وحقائق الأنبیاء کذلك وغیر ذلك و کونه مخلوقا فی طینة النبي صلی الله علیه وسلم و کونه مجددا و قیوما فمن أنکر علی ما هؤلاء الرجال فی مثل هذه المقال فکانه أنکر هذه الایة الکریمة من الله ذی الجلال غیر انه لا بد للتحدیث بمثل هذه الأقوال تنزه القائل عن صفات النفس بالکلیة فلا یجوز لکل أحد الاجزاء علی مثل هذه الأقوال کیلا یتردی فی ورطة انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین

ترجمہ: حضور غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ﷺ نے فرمایا: وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَاِنِّي عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ ہر ولی کا ایک قدم ہوتا ہے (جس پر وہ چلتا ہے) اور میں رسول اللہ ﷺ کے قدم پر (چلتا) ہوں۔ جو بدرِ کمال تھے۔ یہ بھی آپ کا قول ہے: قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى كُلِّ وَلِيِّ اللهِ۔ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی ﷺ کو اللہ نے ولایت کے تینوں مراتب عطاء فرمائے تھے نبوت کے کمالات بھی عنایت کیے تھے، اولو العزم رسولوں کے بھی۔ باتباع رسول بھی بوراثت (تخلیقی بلا عمل) بھی آپ کی فطری تخلیق نبی کی طینت سے ہوئی تھی آپ ﷺ مجدد اور قیوم تھے، غرض بڑے درجاتِ قرب پر اللہ ﷻ نے فائز کیا تھا آپ ﷺ نے ان تمام امور کا خود ذکر کیا ہے لیکن یہ تذکرہ (غرور نہیں، جھوٹا دعویٰ نہیں بلکہ) **تحدیثِ نعمت** ہے اگر کوئی شخص ان بزرگانِ انسانیت کے اس قسم کے اقوال کو خلافِ شرع قرار دیتا ہے تو وہ آیت کریمہ کا منکر ہے۔ ہاں **تحدیثِ نعمت** کے طور پر اس کی باتیں زبان سے نکالنے کی شرط یہ ہے کہ ان کا قائل نفسانی صفات (اور آلائشوں) سے یکسر پاک ہو ورنہ ایسی رندانہ جرأت قطعاً جائز نہیں کہیں شیطانی ورطۂ ہلاکت میں گر نہ جائے اور ابلیس کی طرح: اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ کہہ کر تباہ نہ ہو جائے۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الضحیٰ، تحت الآیۃ: ۱۱، ج،۷، ص،۴۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ولایت میں شیخ آدم بنوری ﷫ کا مقام:

اب ہم شیخ آدم بنوری ﷫ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہیں جن کی نسبت خود شیخ صاحب ﷫ نے نکات الاسرار میں فرمایا ہے کہ مجھے تہجد کے بعد الہام ہوا کہ ''اگر خواجہ قطب الدین اور شیخ فرید الدین اور نظام الدین (قدس سرہم العزیز) اس زمانے میں ہوتے تو مشیخیت چھوڑ کر میرے مریدوں سے آکر فیض حاصل کرتے۔'' (روضۃ القیومیہ، ج،۱ص،۵۶۱)

فصل ثانی:

الجواب: (نمبر،۲)

مقام عبدیت وصدیقیت کے اوپر مقام ہے:

حضرت سیّدنا شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سیّدنا عمر ابن الخطاب ﷛ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق ﷛ کی بیوہ سے اس لیے عقد نکاح کیا کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر ﷛ کی مشغولی کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ میں اس قدر جانتی ہوں کہ رات کا بیشتر حصہ آپ مشغول بحق رہتے تھے اور صبح کے وقت جب آہ نکالتے تو آپ کے سینہ مبارک سے جگر سوختہ کی بو آتی تھی۔ حضرت سیّدنا عمر ﷛ نے کہا میں دوسرے کاموں میں تو ان کی متابعت کر سکتا ہوں لیکن جگر سوختہ کہاں سے لاؤں یہ کہہ کر انہوں نے اسے طلاق دے دی اور کہا میں نے صرف یہی کچھ معلوم کرنے کی خاطر نکاح کیا تھا اور کوئی غرض نہ تھی حضرت سیّدنا صدیق اکبر ﷛ کے کمالات کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت سیّدنا عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ کاش کہ میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق ﷛ کے سینہ مبارک کے بالوں میں ایک بال ہوتا کہتے ہیں کہ قیامت میں ساری خلقت کو یکبارگی تجلی ہوگی اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر ﷛ کو علیحدہ ایک بار

(اقتباس الانوار، ص:۸۵)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و فوق آن، مقامی نیست الا النبوۃ۔ علی اہلہا الصلوات والتسلیمات۔ و نشاید کہ میان صدیقیت و نبوت، مقامی بودہ باشد، بلکہ محال است و این حکم بہ محالیت او، بہ کشف صریح صحیح معلوم گشتہ و آنچہ بعضی از اہل اللہ، واسطہ میان این دو مقام ثابت کردہ اند و بہ قربت نامیدہ اند، بہ آن نیز مشرف ساختند و بر حقیقت آن مقام اطلاع دادند۔

بعد از توجہ بسیار و تضرع بی شمار، اولاً ہمان طور کہ بعضی اکابر فرمودہ اند، ظاہر شد۔ آخر الامر حقیقت را معلوم فرمودند۔ آری حصول آن مقام، بعد حصول مقام صدیقیت است در وقت عروج۔ اما واسطہ بودن، محل تأمل است۔ بعد از ملازمت صوری، انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت را بہ تفصیل عرض خواہد کرد۔

آن مقام (قرب) بسی عالی است در منازل عروج۔ فوق آن مقام، مقامی معلوم نیست۔ و زائدیت وجود بر ذات۔ جل و علا۔ در این مقام، ظاهر می شود۔ چنان که مقرر علماء اهل حق است۔ شکر اللہ تعالی سعیهم (خداوند پاداش سعی و کوششان را بدهد۔)۔ و اینجا وجود هم در راه می ماند و فوق آن، عروج واقع می شود۔

ترجمہ: مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات ﷺ، صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف صریح صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تضرع اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر ہوا جس قدر بعض اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بیان کیا ہے۔ آخر الامر حقیقت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مقام کا حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے لیکن اس کا واسطہ بننا محل تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔

وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ منازل عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علماء حق **شکر اللہ تعالی سعیهم** کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۸، ج۱، ص، ۹۳، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

میں نے حضرت سیّد الرسل ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے آپ ﷺ کی توجہ گرامی کی برکت سے میں مقامات اولیاء کو عبور کرتا تھا اور انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا، یہاں تک کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کہ کوئی ولی اس جگہ سے نہیں گزر سکتا۔ میں نے عرض کی کہ فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر ناممکن بات جس کی طرف حضور اکرم ﷺ متوجہ ہوں ممکن ہو جاتی ہے، عجب نہیں کہ عدم استعداد کے باوجود اس مقصد کا چہرہ زیبا جلوہ گر ہو۔ پس آنحضرت ﷺ نے میری روح کو اپنی روح میں لے لیا اور مقام صدیقیت جو ولایت کی انتہا ہے سے گزار دیا گیا۔ (انفاس العارفین، ص، ۷۳)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

اقول: والتحقیق ان جملة اجلة الصحابة الکرام رضی اللہ تعالی عنهم اجمعین ارقی فی مراقی الولایة والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من کل من دونهم من اکابر الاولیاء العظام کائنین من کانوا۔ وشانهم رضی اللہ تعالی عنهم ارفع واعلی من ان یقصدوا باعمالهم غیر اللہ سبحنه وتعالی لکن المدارج متفاوتة والمراتب مترتبة وشیٔ دون شیٔ وفضل فوق فضل۔

ومقام الصدیق حیث انتهت النهایات وانقطعت الغایات ذاهو رضی اللہ تعالی عنه کما صرح به امام القوم سیدی محی الملة والدین ابن عربی قدس اللہ تعالی سره الزکی امام الائمة ومالك الازمة ومقامه فوق الصدیقیة ودون النبوة التشریعیة ولیس

احدبينه و بين مولاه الاكرم محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى اسم خاتم الرسالة ختمنا الرسالة، والحمدلله ،مولى الجلالة۔

ثم الكتاب على ثناء الهاشمی ختم الاله لنا علی اسم الخاتم سبحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ہ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْن وَالحمدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

اقول: (میں کہتا ہوں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلّہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) مراتبِ ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین) سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں۔ اور ان کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں۔ لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر ﷺ کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہوگئیں اس لیے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر ﷺ امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے۔ ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی نہیں۔ اور خاتم رسالت ﷺ کے نام ہم نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ ﷻ کے لیے حمد ہے جو مالک ہے جلالت کا۔ کتاب رسول ہاشمی ﷺ کی ثناء پر تمام ہوئی اور اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ فرمائے۔ خاتم النبین ﷺ کے نام پر۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ہ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷/۱۸۰ تا ۱۸۲)

(فتاوٰی رضویہ، ج۲۸، ص۶۸۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کر رہے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت سیّدنا شیخ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ حضرت سیّدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ سے افضل ہیں اور اور دوسرا حضرت سیّدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا ہم کو نہ چاہیئے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگر چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دینا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی جس وقت غوث پاک علیہ الرحمہ نے **قدمی علی رقاب اولیاء اللہ** فرمایا تو حضرت معین الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا **بل علی عینی**۔ یہ افضلیت غوث پاک علیہ الرحمہ کا ہے۔

اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب علیہ الرحمہ کی حضرت غوث علیہ الرحمہ پر ثابت ہوسکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا غوث علیہ الرحمہ اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے۔ اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت میں یعنی نزول میں اور نزول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص۳۶)

فصل ثالث:

جواب نمبر (۳)

دس مقامات کو طے کئے بغیر نہایت النہایت تک رسائی ممکن نہیں:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منہانمبر ۱۳: تمامیٔ این طریق و وصول بنہایت النہایت مربوط بطے مقامات عشرہ مشہورہ است کہ اولش توبہ است و آخرش رضا۔ ہیچ مقامے در مراتب کمال فوق مقام رضا متصور نیست حتیٰ کہ رؤیت اخروی نیز و حقیقت مقام رضا کما ینبغی در آخرت ظہور خواھد یافت و حصول مقامات دیگر در آخرت متصور نیست توبہ آنجا معنی ندارد و زھد گنجائش ندارد توکل صورت نہ بندد و صبر احتمال ندارد آرے شکر ہر چند در آنجا متحقق ست اما آن شکر از شعب رضا ست نہ امر مباین از رضا اگر پرسند کہ در کامل مکمل گاہ ہست کہ، رغبتے در دنیا مفہوم می گردد و منافیٔ توکل چیزھا دیدہ می شود و بے طاقتی کہ منافی صبرست مشھود می گردد و کراھت کہ ضدِ رضاست یافتہ می شود وجہ آن چہ باشد؟

در جواب گویم کہ حصولِ این مقامات مخصوص بقلب و روح ست و نسبت با خص خواص این مقامات در نفس مطمئنہ نیز حصولے می یابد اما قالب ازین معنی خالی و بے نصیب است ہر چند از سورت و شدت می ماند شخصے از شبلی پرسید کہ تو دعوائے محبت می کنی و این فربھیٔ تو منافی محبت است شبلی در جواب او این شعر خوانده

أَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَادَرٰی بَدَنِیْ		وَلَوْدَرٰی مَا اَقَامَ فِی السِّمَنِ

پس منافیٔ آن مقامات اگر در قالب کاملے ظھور کند ضرر ندارد در حصولِ آن مقامات نسبت بباطن آن بزرگ و در غیر کامل نقائص آن مقامات در کلیت ظھور می کند بباطن و ظاھر راغب دنیا می گردد و منافیٔ توکل صورت و حقیقت او را شامل می شود و بقلب و قالب بے طاقتی و اضطرار ظھور می نماید و بروح و بدن کراھت ظاھر می گردد و ھمین چیزھا ست کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ قباب اولیائے خود ساختہ است و اکثر مردم را از کمالات این بزرگواران محروم داشتہ و در ابقائے آن چیزھا در اولیاء حکمتے است غامض و آن عدم امتیازِ حق است از باطل کہ از لوازم این دارست کہ محل ابتلا است و حکمت دیگر در ابقائے این اشیا در اولیاء اگرچہ بحسب صورت باشد ترقی ایشان ست اگر این اشیا از اولیاء بالکل مرفوع شود راہِ ترقی مسدود می گردد و در رنگ ملک مجوس می مانند۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات اتمھا و اکملھا۔

منہانمبر ۱۳: اس راہ کی تکمیل اور نہایت النہایت (معرفت کے آخری نقطہ) تک وصول دس مشہور مقامات کو طے کر لینے پر منحصر ہے۔ ان میں سے پہلا مقام ،،توبہ،، ہے اور آخری مقام ،،رضا،، ہے مراتبِ کمال میں کوئی مقام بھی مقامِ رضا سے بڑھ کر نہیں ہے حتیٰ کہ رویتِ اخروی بھی (اس سے بڑھ کر نہیں ہے) مقامِ رضا کی حقیقت جیسا کہ چاہئے آخرت ہی میں ظہور پذیر ہوگی۔ دوسرے مقامات کا حصول آخرت میں نہیں ہوگا۔ وہاں ،،توبہ،، کوئی معنی نہیں رکھتی ،،زہد،، کی وہاں گنجائش نہیں، ،،توکل،، کی وہاں اگر چہ کوئی صورت نہیں بنتی۔ ،،صبر،، کا وہاں کوئی احتمال نہیں ہاں ،،شکر،، اگر چہ وہاں پایا جاتا ہے لیکن وہ شکر بھی

رضا ہی کی ایک شاخ ہے، رضا سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

سوال: اگر لوگ دریافت کریں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خود کامل اور دوسروں کو کامل بنانے والی ہستی میں دنیا کی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔ اور ان کی بہت سی ایسی باتیں مشاہدہ میں آتی ہیں جو توکل کے منافی ہیں۔ بے صبری بھی جو صبر کے منافی ہے ان میں نظر آتی ہے۔ اور ناپسندیدگی بھی جو رضا کی ضد ہے ان میں پائی جاتی ہے تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔؟

جواب: اس کے جواب میں میں (حضور والا محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ان تمام مقامات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے اور خاص ہے اور خاص الخاص لوگوں کے متعلق ان مقامات کا حصول نفسِ مطمئنہ میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن جہاں تک قالب اور جسم کا تعلق ہے وہ اس حقیقت سے خالی اور محروم ہی رہتا ہے۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ تیزی اور شدت ٹوٹ جاتی ہے۔ کسی شخص نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آپ کی یہ فربہی تو محبت کے منافی ہے۔ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

اَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَادَرٰی بَدَنِی		وَلَوْدَرٰی مَا اَقَامَ فِی السِّمَنِ

ترجمہ: دل اسیر عشق تھا لیکن بدن تھا بے خبر، ورنہ خود اپنے موٹاپے سے اُسے ہوتا حذر

لہٰذا اگر کسی کامل کے قالب (یعنی جسم) میں ان مقامات کے منافی چیزیں ظہور کریں تو اس بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے باطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان مقامات کے حصول میں یہ چیزیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں اور غیر کامل (ناقص) آدمی میں ان مقامات کے نقائص اس کی کلیّت (مجموعی حیثیت) میں یعنی باطن اور ظاہر دونوں میں ظہور کرتے ہیں اور ایسا آدمی ظاہر و باطن میں دنیا کا راغب بن جاتا ہے اور توکل کے خلاف چیزیں اس کی صورت اور حقیقت دونوں میں پائی جاتی ہیں اور اس کے قلب اور قالب جسم دونوں میں بے صبری اور اضطرار ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اور اس کے روح اور بدن دونوں میں کراہت (ناپسندیدگی) ظاہر ہونے لگتی ہے۔ یہی چیزیں ہیں جنہیں حضرتِ حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لئے حجابات بنا دیا ہے

اور اکثر لوگوں کو ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کمالات سے محروم رکھا ہے اور ان چیزوں کو اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اندر باقی رکھنے میں ایک دقیق حکمت ہے اور وہ حکمت حق کا باطل سے ممتاز نہ ہونا ہے جو کہ اس دنیا کے لئے جو ابتلاء اور آزمائش کا مقام ہے لازمی ہے اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اندر ان چیزوں کو باقی رکھنے میں دوسری حکمت ان کی ترقی ہے اگرچہ یہ چیزیں ان میں محض صورت کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں اگر یہ چیزیں اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بالکل ہی مرفوع ہو جائیں (یعنی ان میں نہ پائی جائیں) تو ان کی ترقی کا راستہ بند ہو جائے اور وہ بھی ملائکہ کی طرح ایک ہی مقام علیہم السلام پر مقید ہو کر رہ جائیں سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد ﷺ کی پیروی کو لازم جانے اور آپ ﷺ کی آل علیہم السلام پر کامل ترین اور مکمل ترین درودیں اور سلام ہوں۔

(مبدأ و معاد، منہا ۳۱، ص ۵۴، تا ۵۶، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ومنها امر اصحاب النخوة النفسانية او العلمية او النسبية من بعض مريديه ببعض الخدم الكاسرة لها كحمل الماء وعمل الطين وكنس الزاوية وامثال ذلک قائلين ان في هذا اسقاطا للمروؤة ورد القبول شهادة فاعليه من ذوى الهيئات۔ فنقول لا مروة اعلا من

مروات الانبیاء والاصحاب الکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ولا ھیئۃ ارفع من ھیئاتھم مع صدور کثیر من ذلک منھم۔

کما قال العلامۃ المحقق محمد افندی الرومی البرکلی الحنفی علیہ الرحمہ فی الطریقۃ المحمدیۃ وینبغی ان یستعمل التواضع المحمود کما فعلہ الصحابۃ والاخیار۔

ترجمہ: بعض منکرین اعتراض کرتے ہیں کہ بعض علماء وسادات کرام کو بعض خدمات (جوان کی شان وعظمت کے خلاف ہیں) کا حکم کرتے ہیں جیسے پانی بھر کرلانا، گارا بنانا، کسی جگہ جھاڑو دینا وغیرہ یہ تمام کام ان کے ساتھ مروّت ومحبت اوران کی حیثیت کے خلاف ہیں۔

پس ہم (صاحب کتاب) کہتے ہیں کہ انبیاء علیٰ نبینا ﷺ اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی مروّت ومحبت سے کوئی مروّت اعلیٰ نہیں، نہ ہی کسی کی ہیئت ان کی ہیئت سے بلند وبالا ہے حالانکہ مذکورہ افعال اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بہت زیادہ صادر ہوئے ہیں۔

علامہ محقق محمد آفندی رومی برکلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں فرمایا: ضروری ہے کہ مرید اچھی تواضع استعمال میں لائے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور بزرگانِ دین تواضع فرماتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۱۱۷، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

علامہ محمد بن پیر علی برکلی آفندی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۸۱، ھ، لکھتے ہیں:

مُبَاشَرَةُ أَعْمَالِ الْبَيْتِ وَحَاجَاتِهِ كَكَنْسِ الْبَيْتِ وَطَبْخِ الطَّعَامِ وَحَمْلِ الْمَتَاعِ مِنَ السُّوقِ إِلَى الْبَيْتِ وَلُبْسِ الْخَشِنِ وَالْخَلَقِ وَالْمُرَقَّعِ وَالْمَشْيِ، حَافِيًا وَلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَ الْقَصْعَةِ وَأَكْلُ مَا سَقَطَ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الطَّعَامِ وَالْتِقَاطِ دَقَائِقِ الْخُبْزِ وَنَحْوِهَا مِنَ السُّفْرَةِ وَالْحَصِيرِ وَالْأَرْضِ وَمُجَالَسَةِ الْمَسَاكِينِ وَمُخَالَطَتِهِمْ أَنْوَاعَ الْكَسْبِ مِنَ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَإِجَارَةِ نَفْسِهِ لِلْأَعْمَالِ الْمُبَاحَةِ كَرَعْيِ الْغَنَمِ وَسَقْيِ الْبُسْتَانِ وَالْكَرْمِ وَعَمَلِ الطِّينِ وَالْبِنَاءِ وَحَمْلِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَإِنَّ كُلَّ ذَلِكَ وَأَمْثَالَهُ تَوَاضُعٌ فَعَلَهُ الْأَنْبِيَاءُ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - وَالْأَوْلِيَاءُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَأَكْثَرُهُ صَدَرَ عَنْ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجْمَعِينَ وَصَحَابَتِهِ الْمُكَرَّمِينَ - رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَالتَّجَنُّبُ مِنْهُ وَالتَّأَنُّفُ عَنْهُ كِبْرٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْجَبَّارِينَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِجَهْلِهِمْ يَعْكِسُونَ الْأَمْرَ۔

ترجمہ: گھر کے کام کرنا اور گھریلو ضروریات جیسے جھاڑو دینا، روٹی پکانا، بازار سے سامان اٹھا کر گھر لے کر آنا، کھردرا، پھٹا پرانا اور پیوند والا لباس پہننا اور ننگے پاؤں چلنا اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا، کھانے کے برتن کو انگلی کے ساتھ صاف کرنا اور زمین پر گری ہوئی کھانے کی چیز کو، اور روٹی کے ٹکڑے اور اس کی مثل چیز کو زمین اور چٹائی اور دسترخوان سے اٹھا کر کھالینا، مساکین کی مجلس اور ان کے ساتھ خلط ملط ہونا اور کسب کی اقسام، خرید وفروخت کرنا، جائز کاموں کی مزدوری کرنا، جیسے بکریوں کو چرانا، باغ کو سیراب کرنا، مٹی کا کام کرنا، بنائی کا کام کرنا، لکڑیوں کا بار پیٹھ پر اٹھانا، یہ تمام کام، اور اس کی مثل تواضع ہی ہیں، یہ تمام کام انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ نے کیے ہیں بالخصوص سید المرسلین ﷺ اور اصحاب کرام صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے اس قسم کے کام صادر ہوئے ہیں ان کاموں سے اعراض کرنا یا مکروہ جاننا تکبر ہے۔ لیکن بہت سے جاہل لوگ معاملہ اس کے برعکس (الٹ) کرتے ہیں۔

(طریقہ محمدیہ، ج، ۱، ص، ، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ کوئٹہ) (الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص، ۱۱۷، ۱۱۸، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۵۴۔منہا: مقام رضا فوق جمیع مقامات ولایت است و حصول این مقام عالی بعد از تمامئ سلوک و جذبہ است اگر پرسند کہ رضا از ذات، حق سبحانہ و از صفات او تعالیٰ و از افعال او سبحانہ واجب ست و در نفس ایمان ماخوذ پس عامۂ مؤمنان را از ان چارہ نبود پس حصول آنرا بعد از تمامی سلوک و جذبہ معنی چہ باشد؟۔

در جواب گوئیم کہ رضا را صورتے ست و حقیقتے در رنگ سائر ارکان ایمان در اوائل تحقق صورت ست و در نہایت تحقق حقیقت و دون منافی رضا ظاہر نشود ظاہر شریعت حکم بحصول رضا می فرماید در رنگ تصدیق قلبی کہ چون منافئ تصدیق یافتہ نشود حکم بحصول تصدیق می کنند، و ما نحن بصدرہ حصول حقیقۃ الرضا لا صورتہ و اللہ سبحانہ اعلم۔

منہا نمبر ۵۴: مقامِ رضا، تمام مقاماتِ ولایت سے اوپر ہے اور اس بلند مقام کا حصول، سلوک اور جذبہ کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔

سوال: اگر لوگ دریافت کریں کہ ذاتِ حق سبحانہ اور صفاتِ حق تعالیٰ اور افعال حق سبحانہ سے رضا تو واجب ہے اور خود ایمان ہی میں ملحوظ ہے لہٰذا عام مسلمانوں کو بھی اس سے چارہ نہیں ہے۔ تو سلوک وجذبہ کی تکمیل کے بعد اس کا حاصل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔؟

جواب: اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ رضا کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسا کہ باقی ارکانِ ایمان کی صورت اور حقیقت ہوا کرتی ہے۔ ابتدائی حالات میں صورت کا تحقق ہوتا ہے۔ اور انتہا میں حقیقت کا تحقق ہوتا ہے۔

جب آدمی سے کوئی بات رضا کے خلاف ظاہر نہ ہو تو ظاہر شریعت فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس شخص کو رضا حاصل ہے، تصدیقِ قلبی کی طرح کہ جب تصدیق کے منافی کوئی بات نہ پائی جائے تو حصولِ تصدیق کا فیصلہ کر دیتے ہیں لیکن ہم سالکین و عارفین جس چیز کے درپے ہیں وہ حقیقتِ رضا کا حصول ہے محض صورت کا نہیں۔ اور اللہ سبحانہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۵۴، ص، ۷۷، ۷۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

مقام رضا:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مقرر قوم است کہ مقام رضا فوق جمیع مقامات است اول مقامات توبہ گفتہ اند و آخر آن رضا پس ارتقا از مقام رضا چگونہ متصور گردد۔ گوئیم کہ این انتہائے مقامات سلوک است کہ حصول آن بکسب و ریاضت مربوط است نہ منتہائے مقامات عروج مطلق۔

ترجمہ: قوم (صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ مقام رضا تمام مقامات سے اوپر ہے، ان حضرات نے مقامات میں سے پہلا مقام توبہ کو اور ان میں سے آخری مقام رضا کو کہا ہے، تو پھر مقام رضا سے ترقی کس طرح متصور ہوگی۔

ہم (خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ) کہتے ہیں کہ یہ سلوک کے مقامات کا منتہا (آخری مقام) ہے کہ جس کا حاصل ہونا کسب و ریاضت سے وابستہ ہے یہ مطلق مقامات عروج کا منتہا نہیں ہے۔

(مکتوباتِ معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۸۵، ص، ۲۰۳، گارڈن ویسٹ، کراچی)

رضا دو قسم پر ہے:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

نوشته بودند که انبیا علیهم الصلوات والبرکات در مقام رضا بودند اندپس آیۂ کریمه ولسوف یعطیک ربک فترضی بچه معنی ست مخدوما رضا بردو گونه است رضائیست پیش از وجود عطیه انبیارا علیهم الصلوات والبرکات امروز این رضا حاصل ست عطیه و عدم عطیه و نعمت و نقمت درین رضا مستوی است هر چه ازان طرف میرسد و قضاء ازلی بران رفته است بآن راضی اند و رضائیست بعد وجود عطیه پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم درروز قیامت چون عطیات و انعامات بیشمار شود از قبول شفاعت ومغفرت امت و اجلاس برعرش و جزآن پیغمبر فرمایند علیه الصلوٰة والسلام بس ست من راضی شدم از امام محمد باقر منقول ست که گفت اهل عراق شمامیگویند که ارجی آیة در قرآن مجید لا تقنطوا من رحمة اللہ ست و ما اهل بیت برآنیم که امید در آیة ولسوف یعطیک، ربک فترضی بیشتر ست چه حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم راضی نشود که یکے از امت اوور دوزخ باشند گویم که میتواند که ارجی آیه نسبت بعامۂ خلق آیۂ اولی بود و ارجی نسبت باین امت آیۂ ثانیه بود و این تباین دو رضا در رنگ تباین علمین ست باعتبار تباین حال معلومین چه حق سبحانه جمعی اشیاء را بعلم ازلی میداند مع ذلک میفرماید ولیعلم اللہ من ینصره و رسله بالغیب فلیعلمن اللہ الذین صدقو ولیعلمن الکذبین و امثال ذالک علم ازلی علم ست بعد وجود اشیاء و این هر دو علم مباین اند باآنکه گویم که معنی فترضی زیادتی رضاست اصل رضا پیشتر بود والحال زیادت رضا حاصل شود اگر گویند که آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم، بدوام رضا موصوفست پس قول امام که راضی نشود که یکے از امت او بدوزخ رود بچه معنی بود و رضا و عدم رضا دریک محل، چگو نه جمع شود گویم معنی راضی نشود آن ست که منفرح و خوشوقت نشود و عدم انفراح که حزن باشد منافی رضا بقضانیست، تادریک وقت جمع نشوندچه در مصائب سخت مومن منفرح نیست بلکه مغموم و مخزون ست مع ذلک رضا بقضا دارد العین تدمع والقلب یحزن و انا بفراقک یا ابراهیم لمحزونون قول (۳) قول نبی ست صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم و در سورۂ طه رضابه مین معنی ست لعلک ترضی یعنی شاید که تو خوشنود شوی وورسورۂ الضحیٰ هم اگر رضا بمعنی فرح و خوشنودی گرفته شود اصل سوال مندفع میگردد۔

آپ نے لکھا تھا کہ انبیاء (علیہم الصلوٰت والبرکات) کا مقام رضا میں تھے تو پھر آیۂ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

ترجمہ: اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائیگا پس آپ خوش ہوجائیں گے۔ (سورۃ ۳۹، آیت ۵) کس معنی میں ہے۔

میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے ایک وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیاء ﷺ کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ وعدم عطیہ اور نعمت ونقمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیر ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ انبیاء ﷺ اس پر راضی ہیں، اور ایک رضا عطیہ کے بعد ہے، تاجدارِ حرم نورِ مجسم ﷺ کو قیامت کے روز جب بے شمار عطیات و انعامات یعنی امت کی شفاعت ومغفرت کا قبول ہونا اور عرش پر جلوس فرمانا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر ﷺ فرمائیں گے ''بہت ہے میں راضی ہوا''۔ حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ ''اے اہل عراق تم کہتے ہو کہ قرآن

مجید میں سے سے زیادہ امید والی آیت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ترجمہ: تم اللہ ﷻ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ (سورۃ ۳۹، آیت ۳۵) اور ہم اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کے قائل ہیں کہ امید وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورۃ ۳۹، آیت ۵) میں زیادہ ہے کیونکہ تاجدارِ حرم نورِ مجسم ﷺ (اس بات سے) راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں رہے'۔ میں کہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو۔ دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اسلئے کہ حق سبحانہٗ تمام اشیاء کو علم ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود فرماتا ہے

وَلِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے۔ (سورۃ ۵۷، آیت ۲۵)

نیز فرماتا ہے:

فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ

ترجمہ: پس اللہ ﷻ (آزمائش کے ذریعہ) البتہ ان لوگوں کو معلوم کریگا جو سچے تھے۔ (سورۃ ۲۹ آیت ۳)

اور البتہ ان لوگوں کو بھی (معلوم کریگا جو جھوٹے تھے) وغیرہ علم ازلی وجود اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے اور دوسرا علم وجود اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ فَتَرْضٰى کے معنی رضا میں اضافہ ہیں۔ اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہوجایگا اگر یہ کہا جائے کہ سرکارِ مدینہ احمد مصطفیٰ ﷺ دائمی رضا کے ساتھ متصف ہیں تو پھر حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول کہ "سرکارِ مدینہ احمد مصطفیٰ ﷺ راضی نہیں ہوں گے کہ ان کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے"۔ کس معنی میں ہے؟ اور رضا و عدم رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادمان و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بالقضا کے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مومن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بالقضا رکھتا ہے: آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور اے ابراہیم بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) سرکارِ مدینہ احمد مصطفیٰ ﷺ کا قول ہے اور سورہ طٰہٰ میں رضا اسی معنی میں ہے **لعلک ترضی** یعنی شاید کہ تو خوش ہوجائے اور سورہ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو سرور و خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال رفع ہوجاتا ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، سوم، مکتوب، ۱۰۷، ص، ۲۲۱، ۲۲۲، گارڈن ویسٹ، کراچی)

باب نمبر ۳۲

سوال: (۸۳) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں

فیض کے واسطے:

''منصب مذکور اس بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی (قدس سرہٗ) کے سپرد ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں (حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ، حضرات حسنین بارہ امام ﷺ اور حضرت شیخ (قدس سرہٗ) کے درمیان کوئی شخص اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا۔ تمام اقطاب ونجباء کو فیوض و برکات کا پہنچنا شیخ (قدس سرہٗ) ہی کے وسیلہ شریف سے مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز شیخ (قدس سرہٗ) کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اسی واسطے شیخ (قدس سرہٗ) نے فرمایا:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا		اَبَداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبْ

شمس (سورج) سے مراد ہدایت وارشاد کے فیضان کا آفتاب ہے۔ چونکہ شیخ رشد وہدایت کے پہنچنے کا واسطہ ووسیلہ ہو گئے۔ اور جب تک فیضان کے وسیلہ کا معاملہ برپا ہے۔ شیخ کے توسل وتوسط ہی سے ہے۔

اس لئے (یہ کہنا) درست ہوا کہ

ہوا سورج غروب پہلوں کا		پر نہ سورج ہمارا ماند ہوا

مجدد الف ثانی سے مراد (بھی) اس مقام میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (قدس سرہٗ) کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت وقائم مقامی کے باعث یہ معاملہ اس پر وابستہ ہے۔ (اس مدت میں جس قسم کا فیض اقطاب واوتاد وابدال ونجباء کو پہنچتا ہے اس کے وسیلہ سے پہنچتا ہے)

الحاصل: (مجدد الف ثانی کا حضرت شیخ کا نائب وقائم مقام ہونا ایسا ہے) جیسے کہتے ہیں: **نور القمر مستفاد من نور الشمس** یعنی چاند کا نور سورج کے نور سے (اس کی طفیل) حاصل ہوا۔ ملخصاً۔ (مکتوبات دفتر سوم ص ۳۴۸)

کثرت کرامات: اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے مگر جس قدر خوارق وکرامات حضرت سید محی الدین جیلانی (قدس سرہٗ) سے ظاہر ہوئے ہیں ویسے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے''۔ (جلد ا صفحہ ۳۶۱)

تقدیر میں تبدیلی: ''حضرت سید محی الدین جیلانی (قدس سرہٗ) نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی مجال نہیں ہے۔ مگر مجھے

اگر چاہوں تو اس میں بھی تصرف کروں''۔ ملخصاً۔ (جلد ا، صفحہ ۳۶۵)

شانِ عظیم و درجۂ بلند: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (قدس سرہٗ) ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں۔ ولایت خاصہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والثنا) کو سیر کی راہ سے آخر نقطہ تک پہنچایا ہے اور اس دائرہ کے سرِ حلقہ ہوئے ہیں''۔ (جلد ا، صفحہ ۶۶۹)

سبحان اللہ!

بایں علم وفضل اور جلالت شان امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ﷫ نے کس قدر وضاحت وصراحت سے حضور غوث اعظم کے مقام اعظم اور آپ کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ اور مجدد الف ثانی ہونے کے باوجود خود کو حضور غوث پاک کا نائب وقائم مقام اور آپ سے مستفیض ہونا ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس کی مثال سے واضح وظاہر ہے جب ایسی عظیم المرتبت مسلمہ شخصیت اپنے آپ کو غوث پاک کا نائب وقائم مقام اور نور القمر کی طرح آپ سے مستفیض ہونا بیان کرے تو اور کون ہے جو غوث اعظم سے اپنا بالا و برتر مقام ہونے کے زعم اور گھمنڈ میں مبتلا ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۴۶ تا ۴۸)

الجواب:

محمد ہاشم کشمی ﷫ متوفی ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

حضرت شیخ الانس و الجنّ سید عبد القادر جیلانی را رضی الله عنه در معامله دیدم که در حق من عنایات بلانهایات نمودند زبان مبارک خود در دبان من کرده فرمودند که مردم ذر معنیٔ این بیت ما که

افلت شموس الاولین و شمسنا		ابداً اعلیٰ افق العلی لا تقرب

وآن قول ما که قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله حیر انند شماحل آن بنویسید که ازین ضعف صحت ست و لیکن حضرت ایشان را از انجاکه، درین بیماری شوق لقای او سبحانه استیلا نموده بود و از کمال آن شوق گریه بر ایشان غالب میشد و همیشه در آن ضعف بدعای ماثورۂ اللّهم بالرفیق الاعلیٰ رطب اللسان می بودند و میفرمودند اگر طبیب گوید که مرض تو علاج پذیر نیست ویرا اشکر اُلله بفقرا مبلغها بدهیم لاجرم از وفور این شوق و اشتیاق شرح این

بیت

و آن کلام قطب الآفاق نیامد

اما چون لفظ صحت در حق آنحضرت از زبان شریف آن بزرگ رضی الله عنهما رفته بود درین میان چند روزے صحت گونه روی نموده و ریش دل خستگان رایحۂ مرهمی شنو دورین چند روزۂ صحت شدایدِ ایام آلام ضعف و سقام را بشوق تمام یاد کرده میفرمودند که در هجوم مرارت ضعف حلاوتی و نعمتی یافتم که درین چند روزۂ صحت معلوم نمیکردو

''حضرت شیخ الجن والانس سید عبد القادر جیلانی ﷛ کو میں نے مراقبے میں دیکھا کہ مجھ پر بہت زیادہ عنایت فرمائیں اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں دے دی اور فرمایا کہ لوگ میرے شعر اور میرے اس قول پر حیرت کرتے ہیں۔''

شعر یہ ہے

افلت شموس الاولین و شمسنا		ابداً اعلیٰ افق العلی لا تقرب

ترجمہ: متقدمین کے سورج ڈوب گئے لیکن ہمارا سورج ابد تک اونچے افق پر درخشاں رہے گا۔

قول یہ ہے:

قدمی هذه علی رقبه کل ولی اللہ

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

آپ اس شعر اور اس قول کا حل لکھ دیں کہ اس ضعف سے صحت ہو جائے گی۔

لیکن آپ ﷺ پر چونکہ اس بیماری میں اللہ پاک کی دیدار کا شوق غالب تھا، اور اس شوق کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری تھا، اور اس ضعف کی حالت میں مسلسل آپ اللهم بالرفيق و علی کی دعا پڑھ رہے تھے۔ اس لئے فرماتے تھے کہ:

''اگر کوئی طبیب یہ کہہ دے کہ تمہارا یہ مرض اب علاج پذیر نہیں ہے۔ تو میں شکریہ کے طور پر فقراء کو روپے تقسیم کروں۔''

غرض کہ اس شوق اور اشتیاق کی شدت کی وجہ سے حضور سیّدی عبدالقادر جیلانی (قدس سرہ) کے حکم پر وہ شرح نہ لکھ سکے لیکن چونکہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی زبان مبارک سے آپ کے حق میں لفظ صحت ادا ہوا تھا اس لیے اس درمیان میں چند روز کے لیے صحت ہو گئی تھی اور اس طرح فقہ دل متعلقین کو کچھ راحت مل گئی تھی لیکن اس چند روز صحت کے زمانے میں آپ اپنے سابق امراض اور شدائد کو بہت اشتیاق کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ:

''اس ضعف کی شدت میں مجھے ایسی لذت اور حلاوت حاصل تھی کہ اس چند روز صحت میں نصیب نہیں۔''

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۲۸۶، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

فیوض و برکات کے دو راستے ایک قرب نبوت دوسرا قرب ولایت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

راه هایی که به جناب قدس موصل اند، دواند، راهی است که به قرب نبوت تعلق دارد۔ علی اربابها الصلوٰة والسلام۔ و موصلِ اصل الاصل، است۔ واصلانِ این راه بالا صالة انبیااند۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ وصحابۂ ایشان و از سایر امتان تا کرا به این دولت بنوازند۔ اگرچه قلیل بوند، بلکه اقل و در این راه توسط و حیلولت نیست۔ هر که از این واصلان فیض می گیرد، بی توسط احدی، از اصل، أخذ می نماید و هیچ یکی، دیگری را حائل نیست۔

و راهی است که به قرب ولایت تعلق دارد۔ اقطاب و اوتاد و بدلا و نجبار علامۂ اولیاء اللہ به همین راه واصل اند۔ و راه سلوک عبارت از این راه است، بلکه جذبه متعارفه نیز داخل همین است و توسط و حیلولت در این راه کائن است۔

و پیشوای واصلان این راہ و سر گروہ اینها و منبع فیض این بزر گواران، ((حضرت علی مرتضی)) است۔ کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم۔ و این منصب عظیم الشان به ایشان تعلق دارد۔ در این مقام گویاهر دو قدم مبارک ان سرور۔ علیه وعلیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ بر فرق مبارک اوست۔ کرم اللہ تعالیٰ وجهه۔ ((حضرت فاطمه)) و ((حضرات حسنین)) (حضرت حسین و حضرت حسین۔ رضی اللہ عنهما) رضی اللہ تعالیٰ عنهم۔ در این مقام با ایشان شریک اند۔

انگارم که ((حضرت امیر)) رضی اللہ تعالیٰ عنه قبل از نشأۂ عنصری نیز ملاذ و ملجأ این مقام برده اند، چنانچه بعد از نشأه عنصری (این گونه اند)۔

و هر کرا فیض و هدایت از این راہ می رسید، به توسط ایشان می رسید، چه ایشان نزد نقطۂ منتهای این راہ اند و مرکزِ این مقام به ایشان تعلق دارد۔

و چون دورۂ ((حضرت امیر)) تمام شد، این منصب عظیم القدر به ((حضرات حسنین)) ترتیباً مفوض و مسلم گشت و بعد از ایشان، همان منصب به هریکی از ائمۂ اثنا عشر (ائمۂ دوازده گانه۔) علی الترتیب و التفصیل قرار گرفت۔ و در اعصار این بزر گواران و همچنین بعد از ارتحال ایشان، هر کرا فیض و هدایت و هدایت می رسید، به توسط این بزر گواران بوده و به حیلولت ایشانان۔ هر چند اقطاب و نجبای وقت بوده باشند۔ و ملاذ و ملجأ همه ایشان بوده اند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

وہ راستے جو جناب قدس (اللہ تعالیٰ) کی طرف پہنچنے والے ہیں دو ہیں، ایک راستہ وہ ہے جس کا تعلق قرب نبوت (علی اربابها الصلوٰۃ والسلام)۔ کے ساتھ ہے ۔اور اصل الاصل تک پہنچانے والا ہے اس راہ کے واصلین بالاصالت انبیاء (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) ہیں اور ان کے اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگر چہ وہ قلیل بلکہ اقل (بہت کم) ہیں ۔اور اس راہ میں توسط اور حیلولہ نہیں ہے جو کوئی بھی ان وحیلوں میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی توسط کے اصل سے اخذ کرتا ہے اور کوئی ایک دوسرے کے لئے حائل نہیں ہے (یہ وہ پہلا راستہ ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت عالی امامِ ربانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد ؒ کو بھی حصہ ملا ہے یعنی واصل ہوئے)

اور دوسرا راستہ قرب ولایت کے ساتھ تعلق ہے اقطاب اوتاد ابدال۔ ونجبا۔ اور عام اولیاء اللہ تعالیٰ سب اسی راہ سے واصل ہوئے ہیں ۔اور راہ سلوک سے مراد یہی راہ ہے بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور توسط اور حیلولہ بھی اسی راہ میں ثابت ہے ۔اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا۔ اور اس کے سر گروہ۔ اور ان بزرگوں ۔کے فیض کا منبع ۔خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ عظیم شان منصب آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں گویا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کے دونوں مبارک قدم آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے سر مبارک پر ہیں اور حضرت (خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امام حسنین رضی اللہ عنہما بھی اس مقام میں ان کے شریک ہیں ۔میں (حضرت عالی امامِ ربانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد ؒ) سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نشاء عنصری سے پیشتر بھی اس

مقام کے ملجاو ماوی تھے جیسا کہ آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نشاء عنصری کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی اس راہ (قرب ولایت) سے فیض وہدایت پہنچتی ہے وہ آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہی کے توسط سے پہنچتی ہے کیونکہ آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) اس راہ کے نقطہ منتہی کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز آپ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کا دور ختم ہو گیا تو یہ منصب عظیم القدر حضرت امام حسنین رضی اللہ عنہ کو بالترتیب سپرد اور مسلم ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر (یعنی)

(۱)	حضرت امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	(۲)	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
(۳)	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	(۴)	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
(۵)	حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	(۶)	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
(۷)	حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	(۸)	حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ
(۹)	حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ	(۱۰)	حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ
(۱۱)	حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ	(۱۲)	حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ

میں ہر ایک کو علی الترتیب اور تفصیل وار قرار پایا اور ان بزرگوں کے زمانے میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد بھی جس کسی کو فیض اور ہدایت پہنچتی رہی وہ ان ہی بزرگوں کے توسط (وسیلہ) سے اور ان ہی کے حیلولہ سے پہنچتی رہی خواہ وہ اقطاب ونجباء وقت ہی کیوں نہ ہوں سب کے ملجاو ماوی یہی بزرگوار ہیں

چہ اطراف را غیر از لحوق بہ مرکز چارہ نیست۔ تا آنکہ نوبت بہ ((حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی)) رسید۔ قدس سرہ۔ و چون نوبت بہ این بزرگوار شد، منصب مذکور بہ او۔ قدس سرہ۔ مفوض گشت و مابینِ ائمۂ مذکورین و ((حضرتِ شیخ)) ہیچ کس بر این مرکز مشہود نمی گردد و وصول فیوض و برکات در این راہ بہ ہر کہ باشد، از اقطاب و نجبا، بہ توسط شریف او مفہوم می شود، چہ این مرکز غیر او را میسر نشدہ (است)۔

از اینجاست کہ فرمودہ:

ابدا علی افق العلی لا تغرب		اقلت شمٔوس الاولین وشمسنا

کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ لاحق ہونے کے بغیر چارہ نہیں ہے یہاں تک کہ حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ تک یہ نوبت پہنچ گئی اور جب یہ نوبت ان بزرگوار رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو منصب مذکور آپ (حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ) کے سپرد ہو گیا آئمہ مذکورین اور حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے درمیان اس مرکز پر کوئی اور مشہود نہیں ہوتا۔ اور اس راہ میں فیض وبرکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب نجباء ہوں آپ (غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ) ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ اسی لئے آپ (حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ) نے

فرمایا ہے۔

اقلت شمُوس الاولین وشمسنا		ابدا علی افق العلی لا تغرب

ترجمہ: سورج تمام اگلوں کے جب ہو گئے غروب، سورج ہمارا روشنی دے گا ابد تلک

مراد از شمسِ آفتابِ فیضان هدایت و ارشاد است و از افول آن عدمِ فیضان مذکور (است)۔ و چون به وجود ((حضرت شیخ)) معامله که به اولین تعلق داشت به او قرار گرفت و واسطهٔ وصول رشد و هدایت گردید، چنانچه پیش از وی اولین بوده اند و نیز تا معاملهٔ توسطِ فیضان برپاست، بتوسل اوست۔ ناچار راست آمد که ((افلت شموس الاولین وشمسنا...الخ))۔

سؤال: این حکم منتقض است به مجدد الف ثانی، زیرا که در بیان معنی مجدد الف ثانی در مکتوبی از مکتوبات جلد ثانی اندراج، یافته است که هر چه از قسم فیض در آن مدت به امتان برسد، به توسط او باشد، هر چند که اقطاب و اوتاد باشند و بدلا و نجباء وقت بوند۔

جواب: گوییم که مجدد الف ثانی در این مقام، نائب مناب ((حضرت شیخ)) است و به نیابت ((حضرت شیخ)) این معامله به او مربوط است، چنانکه گفته اند: نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور۔

شمس سے مراد فیضان ہدایت وارشاد کا آفتاب ہے اور افول (ٹوٹ جانے والا ہے) سے مراد فیضان مذکور کا نہ ہونا ہے اور چونکہ وہ معاملہ جو پہلے حضرات سے متعلق تھا اب حضرت شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کے سپرد ہوا اور آپ (حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) رشد وہدایت کے وصول کا واسطہ بن گئے جیسا کہ آپ (حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) سے پیشتر پہلے حضرات تھے اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے آپ (حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) ہی کے توسل سے ہے لہٰذا لازمی طور پر یہ درست ہوا کہ "أَفَلَتْ شمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَشَمْسنا"

سوال: یہ حکم مجدد الف ثانی کے ساتھ منتقض (ٹوٹ جانے والا ہے) کیونکہ مکتوبات کے دفتر دوم کے مکتوب (۴) میں مجدد الف ثانی کے معنی کے بیان میں اندراج ہے کہ "جو کچھ بھی فیض کی قسم سے اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے وہ اسی کے توسط سے پہنچتا ہے اگر چہ وہ اقطاب واوتادھوں یا ابدال ونجباء وقت ہوں۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ مجدّد الف ثانی (مقبول یزدانی شہباز لامکانی الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) اس مقام میں حضرت شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کے نائب مناب ہیں اور حضرت شیخ (حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ) کی نیابت ہی سے معاملہ ان کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ھے "نُوْرُالْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ" (چاند کا نور سورج کے نور سے فیضیاب ہے) اس میں کیا قباحت ہے۔

سؤال: معنی مجدد الف که بالا مذکور شد، مشکل است، زیرا که در مدت مذکوره ((حضرت عیسی))۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ خواهند نزول فرمود و ((حضرت مهدی))۔ علیه الرضوان۔ نیز خواهند ظهور نمود و معامله این بزرگواران برتر از آن است که به توسط احدی أخذ فیوض نمایند۔

جواب: گوییم که معاملهٔ توسط مربوط به راه دومی است از دو راه مذکور که عبارت از قرب ولایت است و در راه اول که عبارت از قرب نبوت است، معامله توسط مفقود است، هر که به آن راه واصل گشته است، هیچ حائلی و متوسطی در میان ندارد و بی توسط

احدی أخذ فیوض و برکات می نماید۔

توسط و حیلولت در راه اخیر است فقط، معامله آن موطن علاحده است۔ چنانچه گذشت۔ و ((حضرت عیسی))۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔ و ((حضرت مهدی)) علیه الرضوان۔ به راه اول واصل اند، چنانچه ((حضرات شیخین))۔ رضی الله تعالیٰ عنهما۔ به راه اول واصل گشته، در ضمن آن سرور اند۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔ و آنجا شأن خاص دارند۔ علیٰ تفاوت درجاتهما۔

سوال: مجدّد الف کے معنی جو اوپر مذکور ہوئے مشکل ہیں کیونکہ اس مدت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا ﷺ بھی نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی (علیہ الرضوان للہ تعالیٰ اجمعین) بھی ظہور فرمائیں گے اور ان بزرگوں کا معاملہ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی کے توسط سے اخذ فیوض کریں۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ توسط کا معاملہ مذکورہ بالا راستوں سے دوسری راہ (قرب ولایت) کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ قرب ولایت سے مراد ہے اور راہ اول (قرب نبوت) سے جو کہ قرب نبوت سے مراد ہے۔ جس میں توسط کا معاملہ مفقود (اس مکتوب کے شروع میں گزرا) ہے جو کوئی بھی اس راہ (قرب نبوت) سے واصل ہوا ہے وہ کوئی حائل اور توسط درمیان میں نہیں رکھتا اور بغیر کسی توسط کے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے توسط اور حیلولت دوسرے راستے (قرب ولایت) میں ہیں۔ ان کا معاملہ علیحدہ مقام سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا ﷺ۔ اور حضرت مہدی (علیہ الرضوان) راہ اول (قرب نبوت) سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما راہ اول (قرب نبوت) سے اور محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کے ضمن میں واصل ہوئے ہیں اور وہ وہاں اپنے درجات کے مطابق ایک خاص شان رکھتے ہیں۔

تنبیه: باید دانست رواست که شخصی از راه قرب ولایت به قرب نبوت برسد و در هر دو معامله شریک باشد و به طفیل انبیاء علیهم الصلوات و التسلیمات۔ او را آنجا هم جا بدهند و کار خانه به او مربوط سازند و اینجا هم معامله به او منوط گردانند۔

خاص کند بنده (ای) مصحلت عام را

۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سوره: الجمعة آیه ۴)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الصفت ۳۷/۱۸۰ تا ۱۸۲)

تنبیہ: جاننا چاہیئے کہ ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص قرب ولایت کی راہ سے قرب نبوت تک پہنچ جائے اور دونوں معاملات میں شریک ہو۔ اور انبیاء (علیہم الصلوٰات والتسلیمات) کے طفیل اس کو وہاں بھی جگہ دیدی جائے اور کارخانہ کو اس سے وابستہ کر دیں اور اس جگہ کا معاملہ بھی اس سے متعلق کر دیا جائے (اس میں حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی علیہ الرحمہ نے اشارہ حضرت عالی امام ربّانی کمالات نبوّت و ولایت الشیخ احمد علیہ الرحمہ کی طرف کیا ہے)

خاص کند بنده مصلحت عام را

ترجمه: خاص کرتا ہے کسی کو تا کہ سب ہوں مستفید

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمه: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (سورہ: الجمعة آیہ ۴)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: پاک ہے تمہارا رب عزت والا ان صفات سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو مرسلین ﷺ پر اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ﷻ ہے۔(الصفت ۳۷/۱۸۰ تا ۱۸۲)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۱۲۳، ج، ۲، ص، ۱۱۷، تا، ۱۱۴، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

حضرت (خواجه نقشبند)۔قدس سره۔نصیبی از ولایت انبیاء۔علیهم الصلوات والتحیات۔به تبعیّت و وراثت فرا گرفته اند که گفته، مانهایت را در بدایت درج می کنیم۔این فیقر، این قدر می داند که نسبت و حضور نقشبندیه چون به کمال برسد، به ولایت کبری می پیوندد و از کمالات آن ولایت حظّ وافر می گیرد به خلاف طرق دیگر که نهایت کمال شان تا تجلی برقی است۔

ترجمہ: حضور سیّدی خواجہ نقشبند (قدس سرہ)، نے تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء (علیہم الصلوات والتحیات) کی ولایت سے حصہ پایا تھا اسی بناء پر آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ یہ فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) اس قدر جانتا ہے کہ نقشبندی نسبت اور حضور جب کمال کو پہنچتا ہے تو ولایت کبریٰ سے مل جاتا ہے۔اور اس ولایت کے کمالات سے وافر حصہ حاصل کر لیتا ہے۔بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کے کمال کی نہایت تجلی برقی تک ہے۔جاننا چاہیے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۳، ج، ۲، ص، ۱۶ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

باید دانست که پیران من و به خدار هنمایان من که به توسل ایشان در این راه چشم وا کرده ام و به توسط شان از این مقوله لب کشاده و در طریقت سبق الف و باء از ایشان گرفته ام و ملکۂ مولویت از توجه شریف شان حاصل کرده ام، اگر علم دارم، طفیلی ایشان است، و اگر معرفت است، هم از اثر التفات ایشان۔طریق اندراج النهایة فی البدایة را از این بزرگواران آموخته ام و نسبت انجذاب به جهت قیومیت از ایشان أخذ نموده و به یک نظر ایشان، آن دیده ام که مردم در اربعین نبینند و به یک کلام شان، آن یافته ام که دیگران در سنین نیابند۔

آنکه به تبریز یافت یک نظر شمس دین		طعنه زند هر دهه سخره کند برچله

خوش گفت، آنکه گفت:

نقشبندیه عجب قافله سالا رانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را

از علو فطرت و سمو همت، ابتدای طریقت را از سیر انفسی قرار داده اند و سیر آفاقی را در ضمن آن سیر قطع نموده (اند) (سفر در وطن) در عبادات ایشان، کنایت از این سیر است، در طریق این بزرگواران، راه اقرب است و به وصول نزدیک تر، و نهایت سیر دیگران، بدایت سیر ایشان است، لهذا فرموده اند: مانهایت را در بدایت درج می کنیم۔بالجمله طریق این بزرگواران در میان سایر

طرق مشایخ۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار جمعیم۔ بسیار بسیار عالی است و خضور و آگاهی ایشان، توان گفت که فورق آگاهی های اکثر شان، از اینجاست که فرموده اند نسبت ما، فوق همهٔ نسبت هاست و ازاین نسبت حضور و آگاهی مراد داشته اند، لیکن چون در ماوراء آفاق وانفس ووراء سلوک و جذبه، ولایت اولیا را قدمگاهی نیست و گذر گاهی نه، ناچار این بزر گواران از بیرون آفاق وانفس کبر نداده اندو از ماورای جذبه سلوک سخن نرانده اند، به اندازۂ کمالات ولایت می فرمایند، اهل اللہ بعد از فنا و بقا هرچه می بینند، در خود می بینند و هرچه می شناسند، در کود می شناسند و حیرت ایشان در وجود خود است (وفی انفسکم فلاتبصرون) للہ سبحانه الحمد والمنة که این بزر گواران هر چند از بیرون انفس خبر نداده اند، اما گرفتار انفس هم نیند، می خواهند که انفس را نیز در رنگ آفاق تحت (لا) سازند و به، علت غیریت، نفی آن نمایند، حضرت خواجۂ بزرگ۔ قدس سره۔ می فرمایند: هرچه دیده شد و شنیده شد و دانسته شد، آن همه غیر است، به حقیقت کلمۂ (لا) نفی آن باید کرده۔

نقش بندند ولی بند بهر نقشد نیند		هردم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند
نقشبندانی ولیک از نقش پاک		نقش ماهم گرچه پاک از لوح خاک

اینجا سری است، باید دانست که نفی غیریت دیگر است و انتفای غیریت، دیگر۔ شتان مابینهما۔ و آنکه گفتم که ولایت را بیرون جذبه وسلوک و آفاق وانفس، قدمگاهی نیست، زیرا که ماورای این ارکان اربعۂ ولایت، مبادی و مقدمات کمالات نبوت است که ولایت را از آن شجرۂ بلند و بالا دست، کوتاه است۔ اکثری از اصحاب انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ و اقلی از سایر امهم، به تبعیت وروراثت، انبیاء علیهم الصلوات والتحیات۔ به این دولت مهتد گشته اندو

جاننا چاہیے کہ میرے پیر اور بخدا میرے رہنما جن کے توسل سے میں نے اس راستے میں آنکھیں کھولی ہیں اوران کے توسط سے طریقت میں لب کشائی کی ہے اور طریقت میں الف وبا کا سبق انہی سے لیا ہے اور مولویت کا ملکہ بھی میں نے انہی کی توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کے طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کے التفات کا اثر ہے۔ میں نے اندراج النہایہ فی البدایہ کا طریقہ انہی سے سیکھا ہے۔ اور قبولیت کے طریقہ پر نسبتِ انجذاب بھی انہی سے اخذ کی ہے۔ اوران کی ایک نگاہ سے میں نے وہ کچھ دیکھا ہے۔ کہ لوگ چالیس دن کے چلہ میں نہیں دیکھ سکتے۔ اوران کے ایک التفات سے میں نے وہ کچھ پایا کہ دوسرے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

آنکه به تبریز یافت یک نظر شمس دین		طعنه زند بر ده سخره کند پر چله

ترجمہ: شمس دین نے تبریز میں جو کچھ ایک نگاہ میں پایا، وہ دس روزہ خلوت پر طعنہ زن اور چالیس روزہ چلّے کا مذاق اڑاتا ہے

اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے۔

نقشبندیه عجیب قافله سالار اند		که برند از راهِ پنهان بحرم قافله را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں، کہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں

ان نقشبندی بزرگوں نے علوِ فطرت اور بلند ہمت کی بناء پر طریقت کی ابتداء سیر انفسی سے قرار دی ہے۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کیا ہے۔ ان بزرگوں

کی عبارات میں ''سفر در وطن'' اسی سیر سے کنایہ ہے۔ان بزرگوں کے طریق میں راہ بہت قریب اور وصول بہت نزدیک ہے۔اور دوسروں کی سیر کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء ہے اس لیے انہوں نے فرمایا ہے۔ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔الغرض تمام طرق مشائخ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین) کے درمیان ان بزرگوں کا طریقہ بہت بلند ہے۔اور یہ کہنا روا ہے کہ دوسروں کی اکثر آگاہیوں سے ان کا حضور اور ان کی آگاہی فائق اور رافع ہے۔اسی بناء پر انہوں نے فرمایا ہے۔کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے اور اس نسبت سے مراد ان کی یہی حضور و آگاہی ہے۔لیکن چونکہ ولایت اولیاء کی قدم گاہ وگزرگاہ آفاق و انفس اور سلوک وجذب کے ماورا اور ماسوا نہیں اس بنا پر مجبوراً ان بزرگوں نے آفاق وانفس سے باہر کی خبر نہیں دی اور جذبہ وسلوک سے اوپر کے متعلق گفتگو نہیں کی یہ بزرگ کمالاتِ ولایت کے اندازہ کے مطابق فرماتے ہیں اہل اللہ فنا وبقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں۔اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہوتی ہے۔

وَفِی أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ،

ترجمہ: اور تمہارے جانوں میں نشانی ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔(سورۃ الذاریات:۲۱)

اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ان بزرگوں نے اگرچہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی تاہم انفس میں گرفتار بھی نہیں ہیں۔چاہتے ہیں کہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے نیچے لائیں اور غیریت کی وجہ سے اس کی بھی نفی کر دیں۔حضور سیّدی خواجہ بہاء الدین والدین نقشبندؒ فرماتے ہیں جو کچھ دیکھا گیا ہے یا سنا گیا یا جانا گیا سب غیر ہے۔اور کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

نقش بندند ولی بند بهر نقشد نیند		هردم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند
نقشبندانی ولیک از نقش پاک		نقش ماهم گرچه پاک از لوح خاک

ترجمہ: نقشبند کہلاتے ہیں ،مگر کسی نقش میں بند نہیں ہیں ،اپنے کمال اور ابوالعجبی سے ہر ساعت عمدہ نقش پیش کرتے ہیں

نقشبند کہلاتے ہیں لیکن ہر نقش سے پاک ہیں۔اگرچہ ہمارا نفس بھی لوحِ خاک سے پاک ہے۔

یہاں ایک سِر ہے جاننا چاہیے کہ غیریت کی نفی کرنا اور ہے اور غیریت کا خود بخود منتفی ہو جانا امر دیگر۔ان دونوں میں بہت فرق ہے۔اور میں نے جو کہا ہے کہ ولایت کے لیے جذبہ وسلوک اور آفاق وانفس سے باہر قدم گاہ نہیں۔اس لیے کہا ہے کہ ولایت کے ان ارکانِ اربعہ سے اوپر کمالات نبوت کے مبادی اور مقدمات ہیں کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند و بالا درخت تک نہیں پہنچ سکتے۔انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کے اکثر اصحاب اور اصحاب کے علاوہ امتیوں میں سے بہت کم لوگ انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات) کی تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مستفید ہوئے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۴۲، ج، ۲، ص ۱۳۳ تا ۱۳۵ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

جواب: بدانند که حل این مشکل منوط به صحبت است و موقوف به خدمت۔ سخنی که در این مدت کسی نگفته است، به یک نوشتن چگونه معقول شما خواهد شد، اما چون سوال کرده اید، از جواب گفتن چاره ندارد و به ضرورت به وجه اجمال حل آن می نماید، استماع، نمایند۔

قربی که منوط به فنا و بقا و سلوک و جذبه است، قرب ولایت است که اولیای امت به آن مشرف گشته اند و قربی که اصحاب کرام را در صحبت خیر الانام۔ علیه و علیهم الصلوۃ و السلام۔ میسر می شد، قرب نبوت است که به تبعیت و وراثت، ایشان را حاصل می گشت۔ و درین قرب نه فنا است، نه بقا، نه جذبه است، نه سلوک۔ و این قرب به مراتب از قرب ولایت، اعلیٰ و افضل است، چه این قرب، قرب اصالت است و آن قرب، قرب ظلیت۔ شتان مابینهما، اما فهم هر کس به مذاق این معرفت نرسد۔ نزدیک است که خواص، در فهم این معرفت به عوام مشارک باشند

گر بوعلی نوای قلندر نواختی		صوفی بدی هر آنکه به عالم قلندر است

آری! اگر به ذوره کمالات قرب نبوت به راه قرب ولایت عروج واقع شود، از فنا و بقا و جذبه و سلوک چاره نباشد، که اینها مبادی و معدات آن قرب اند و اگر این راه رفته نشود و شاهراه قرب نبوت اختیار افتد، فنا و بقا و جذبه و سلوک هیچ در کار نباشد۔
اصحاب کرام به شاهراه قرب نبوت رفته اند که به جذبه و سلوک و فنا و بقا کار ندارند۔ بیان این معرفت از مکتوبی که به نام "مولانا امان الله" نوشته است، طلب نمایند و این فقیر هر جا در مکتوبات و رسائل خود نوشته است که معامله من به ماوراء سلوک و جذبه است و وراء تجلیات و ظهورات است۔ مراد از آن، همین قرب است۔
در ملازمت حضرت خواجهٔ خود بودم ـ قدس سره۔ که این دولت رو به ظهور آورده بود، به این عبارت به خدمت ایشان عرض کرده بودم، که برای من امری ظاهر شده است که سیر انفسی نسبت به آن امر، همچو سیر آفاقی است نسبت به سیر انفسی۔ زیاده بر این عبارت، در خود قدرت تعبیر از آن دولت نمی یافتم۔ بعد از سال ها چون این معاملهٔ عجیبه منقح و محرر گشت، به عبارات مجمله در تحریر آورد۔ (الحمدلله الذی هدانا لهذا و ما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق)۔
پس عبارت فنا و بقا و جذبه و سلوک محدث باشد و از مخترعات مشایخ بود۔ "مولوی جامی"۔ علیه الرحمة۔ در "نفحات" می نویسد که اول کسی که دم از فنا و بقا زده است، "ابو سعید خراز" است قدس سره"

جواب۔ خواجہ محمد ہاشم جان لیں کہ اس مشکل کا حل صحبت سے وابستہ ہے۔ اور خدمت پر موقوف ہے اس لیے کہ جو بات اس مدت میں کسی نے بیان نہیں کی۔ وہ ایک ہی بار لکھنے سے تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ لیکن چوں کہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس لیے جواب سے چارہ نہیں۔ ضرورتاً اجمال کے طور پر اس کا حل کرتا ہوں۔ کان لگا کر سنیں۔ وہ قرب جو فنا و بقا اور سلوک و جذبہ سے وابستہ ہے قرب ولایت ہے کہ اولیائے امت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور جو قرب صحابہ کرام ﷺ کو صحبتِ خیر الانام ﷺ میں میسر آیا۔ قرب نبوت ہے جو تبعیت اور وراثت کے طور پر انہیں حاصل ہوا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ جذبہ ہے اور نہ سلوک۔ اور یہ قرب قرب ولایت سے کئی مرتبے اعلیٰ اور افضل ہے۔ کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے ادراک تک نہیں پہنچ سکتا۔ نزدیک ہے کہ خواص بھی اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں۔

گر بو علی نوائے قلندر نواختے		صوفی بدے ہر آنکہ بہ عالم قلندر است

ترجمہ: گر بوعلی قلندرانہ آواز سے نغمہ سرائی کرتا تو جہاں میں ہر قلندر صوفی بن جاتا

ہاں اگر قرب نبوت کے کمالات کی بلندی کی طرف قرب ولایت کے راستے سے عروج واقع ہو تو فنا و بقا اور جذبہ وسلوک سے چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ اس قرب کے مقدمات اور اسباب ہیں۔ اور اگر اس راہ سے نہ چلے اور شاہراہ قرب نبوت سے گئے ہیں۔ اس لیے وہ جذبہ وسلوک اور فنا و بقا سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اس معرفت کا بیان میرے اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کے نام لکھا ہے۔ تلاش کریں۔ اور اس فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنے مکتوبات ورسائل میں جہاں جہاں یہ لکھا ہے کہ میرا معاملہ سلوک وجذبہ سے وراء تجلیات وظہورات سے بھی وراء ہے۔ اس سے یہی قرب مراد ہے۔ میں اپنے خواجہ (حضرت قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں تھا کہ اس دولت نے ظہور فرمایا۔ اس عبارت کے ساتھ حضرت ایشاں کی خدمت میں میں نے عرض کیا تھا تو مجھ پر ایک چیز ظاہر ہوئی کہ سیر انفسی اس عمل کی نسبت سیر آفاقی کی طرح ہے۔ اس عبارت سے زیادہ اس دولت کی تعبیر کے لیے طاقت نہیں پاتا تھا۔ سالہا سال کے بعد یہ عجیب معاملہ صاف ہوا۔ اور مجمل عبارتوں کے ساتھ تحریر میں لایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ (سورۃ الاعراف: ۴۳)

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ ﷻ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔

پس عبارت فنا و بقا اور جذبہ وسلوک نئی پیدا شدہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ چیز ہے۔ معارف آگاہی مولوی عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنا و بقا کا لفظ زبان سے نکالا ہے۔ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ ہیں۔

حاصل سوال دوم آنکہ در طریقۂ علیہ نقشبندیہ، التزام متابعت سنت است و حال آنکہ آن سرور۔ علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام۔ ریاضات عجیبہ و گرسنگی ہای شدیدہ کشیدہ اند و در این طریق از ریاضات منع می نمایند، بلکہ ریاضات را بہ واسطۂ ظہور کشوف صوریہ، مضر می دانند، عجب می نماید کہ در متابعت سنت، چگونہ احتمال ضرر متصور شود؟

جواب: محبت اطوارا! کہ (چہ کسی۔) گفتہ است کہ ریاضات در این طریقہ ممنوع اند و از کجا شنیدید کہ ریاضات را مضر می دانند۔ در این طریق، دوام محافظت نسبت و التزام متابعت سنت۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ۔ و سعی در ستر احوال و اختیار توسط حال و مراعات حد اعتدال در مطاعم و ملابس، از ریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ است۔

سوال دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ میں متابعت سنت کا التزام ہے۔ حالانکہ آں سرور ﷺ نے عجیب ریاضتیں اور شدید قسم کی بھوک برداشت کی ہے۔ اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ ریاضتوں کو صورتوں سے تعلق رکھنے والے کشفوں کے ظہور کی وجہ سے مضر جانتے ہیں۔ یہ معاملہ عجیب دکھائی دیتا ہے کہ متابعت سنت میں نقصان کا احتمال کیسے متصور ہوسکتا ہے۔؟

جواب: اے محبت کے نشانات والے کس نے کہا ہے کہ اس طریقے میں ریاضتیں ممنوع ہیں۔ اور آپ نے کہاں سے سن لیا ہے کہ یہ بزرگ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں اس لیے کہ اس طریقہ میں نسبت کی دوام محافظت متابعت سنت (علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ) کا التزام اور احوال کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش اعتدال کو اختیار کرنا۔ اور خورد و نوش اور لباس وغیرہ میں حد اعتدال کی رعایت ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ میں سے ہے۔

غاية ما فی الباب: عوام کالا نعام این امور را از ریاضات نمی شمرند و از مجاهدات نمی دانند۔ ریاضت و مجاهده نزد ایشان منحصر در گرسنگی است و کثرت جوع در نظر شان عظیم القدر است، زیرا که خوردن نزد این بهائم صفتان از اهم مهام است و از اعظم مقاصد، پس ناچار ترک آن، ریاضت شاقه بود و مجاهد شدیده باشد به خلاف دوام محافظت نسبت و التزام متابعت سنت۔ علی صاحبها الصلوۃ و التحیة۔ و امثال آنهارا در نظر عوام قدری نیست و اعتدادی نه، تاترک اینهارا از منکرات دانسته، تحصیل این امور را از ریاضات شمرند۔ پس لازم است بر اکابر این طریقت که در ستر احوال می کوشند۔

ترک ریاضتی که در نظر عوام عظیم القدر است و باعث قبول خلق است و مستلزم شهرت است که متضمن آفت است و مثمر شرارت نمایند۔ قال علیه و علی اله الصلوۃ و السلام بحسب امرء من الشر ان یشار الیه بالاصابع فی دین او الامن عصمه الله۔

نزد فقیر گرسنگی های دور و دراز از مراعات حد اعتدال در ماکولات، بسیار آسان است و یسر تمام دارد و می باید که ریاضت مراعات توسط حال، از ریاضت کثرت جوع زیاده است۔

حضرت والد بزرگوار۔ قدس سره۔ می فرمودند که در علم سلوک رساله (ای) دیده ام که در آنجا نوشته که در مأکولات، مراعات اعتدال نمودن و حد وسط نگاهداشتن، در وصول به مطلوب کافی است۔ با این مراعات هیچ احتیاج به ذکر و فکر نیست و الحق که در مطاعم و ملابس، بلکه در جمیع امور، توسط حال و میانه روی چه بلا (بسیار۔) زیبا است۔

نه چندان بخور کز دهانت برآید		نه چندان که از ضعف جانت برآید

غاية مافی الباب یہ ہے کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضات میں شمار نہیں کرتے۔ اور مجاہدات میں سے نہیں جانتے۔ اس لیے ان کے نزدیک ریاضت ومجاہدہ بھوک میں منحصر ہے اور زیادہ بھوکا رہنا ان کی نگاہ میں بہت زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ان حیوان صفت لوگوں کے نزدیک کھانا پینا ہی تمام ضروری امور سے زیادہ ضروری ہے۔ اور بڑے مقاصد میں سے ہے تو اس کا چھوڑ دینا ان لوگوں کے نزدیک ریاضت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ متصور ہوتا ہے۔ بخلاف نسبت کی ہمیشہ حفاظت اور متابعت سنت (علی صاحبہ الصلوٰۃ والتحیۃ) کی پابندی اور اس طرح کی اور باتوں کی عوام کی نظر میں کوئی قدر و وقعت نہیں۔ ان کے ترک کو برا جانتے ہوئے ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتیں قرار دیں۔ پس اس طریقے کے اکابر پر لازم ہے کہ اپنے احوال کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اس ریاضت کو ترک کردیں۔ جو عوام کی نظر میں عظیم القدر ہے۔ اور قبولیت خلق کا باعث اور شہرت کو مستلزم اور اپنے اندر فتنے کو چھپائے ہوئے اور خرابی پیدا کرنے کا باعث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: برائی میں سے یہ بات انسان کے لیے کافی ہے کہ انگلیوں سے دین میں یا دنیا میں اس کی طرف اشارے کیے جائیں مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (مشکوٰۃ شریف) فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کے نزدیک بہت زیادہ بھوک برداشت کرنا کھانے پینے کی اشیاء میں حدِ اعتدال کی رعایت رکھنے کی نسبت زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور یہ فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ حد اعتدال کی رعایت کی ریاضت کثرت جوع کی رعایت سے زیادہ ہے۔ حضرت والد بزرگوار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے۔ جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ کھانے پینے کی اشیا میں اعتدال کی رعایت کرنا اور درمیانی حد کو نگاہ رکھنا مطلوب تک پہنچنے کیلیے کافی ہے۔ اس رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کسی ذکر وفکر کی

حاجت نہیں۔ بلاشبہ کھانے پینے اور کپڑوں بلکہ تمام امور میں حد اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہنا بہت ہی اچھا ہے۔

نہ چندان بخور کز دهانت بر آید		نہ چندان کہ از ضعف جانت بر آید

ترجمہ: نہ اتنا زیادہ کھا کہ منہ سے باہر آنے لگے اور نہ اتنا کم کہ کمزوری سے جان ہی نکل جائے

حضرت حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ حضرت پیغمبر ما را۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ و السلام۔ قوت چھل مرد عطا فرمودہ بود کہ با آن قوت تحمل بار گرسنگی ھای شاقہ می نمودند و اصحاب کرام نیز بہ برکت صحبت خیر البشر۔ علیہ و علیھم الصلوۃ و السلام و التحیۃ۔ تحمل این بار می فرمودند۔ ھیچ فتوری و خللی در اعمال و افعال ایشان واقع نمی شد، با وجود گرسنگی، قدرت بر محاربۂ اعداء بر نھجی داشتند کہ قدرت سیر شکمان بہ عشر آن نرسد۔ از اینجا بودہ کہ بست (بیست۔) کس از صابران، بر دویست کس از کفار غالب می آمدند و صد کس بر ھزار کس غلبہ می نمودند۔ و جوع کشان (آنانی کہ گرسنگی را تحمل می کنند۔) غیر از صحابہ، نزدیک است کہ در اتیان آداب و سنن عاجز آیند، بلکہ بسا است کہ از عھدہ اداء فرایض بہ تکلف بر آیند، بی قدرت، در این امر تقلید اصحاب کرام نمودن، در اتیان سنن و فرایض خود را عاجز ساختن است۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے پیغمبر ﷺ کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی اور آپ اس قوت کی وجہ سے سخت بھوک کو برداشت کر لیتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی خیر البشر (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا لیتے تھے اور ان کے اعمال و افعال میں کسی قسم کی سستی اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح کی شدید بھوک کے باوجود دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ایسی قدرت رکھتے تھے کہ پیٹ بھر کر کھانے والے اس کے دسویں حصے کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے یہ بات تھی کہ صبر کرنے والے بیس (۲۰) صحابہ ﷺ دو (۲) سو پر غالب آئے تھے۔ اور غیر صحابہ ﷺ میں سے بھوک کی مشقت اٹھانے والے نزدیک ہے۔ کہ سنتیں اور مستحبات ادا کرنے سے بھی عاجز رہیں بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بمشکل ادائے فرائض سے عہدہ برآ ہوں قدرت کے بغیر اس بارے میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا دراصل سنتوں اور فرائض کی ادائیگی سے اپنے آپ کو عاجز کرنا ہے۔

منقول است کہ حضرت صدیق۔ رضی اللہ عنہ۔ تقلید آن سرور۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ و السلام۔ نمودہ، صوم و صام اختیار کردند و از ضعف و ناتوانی، بی اختیار بر زمین افتادند، آن سرور بہ طریق اعتراض فرمودند۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ و السلام۔ کیست از شما مثل من نزد پروردگار خود، بیتوتت (شب گذاری۔) می کنم و طعام و شراب از آنجا می خورم۔ پس بی قدرت، تقلید نمودن مستحسن نداشتند۔ وایضاً اصحاب کرام بہ برکت صحبت خیر الانام۔ علیہ و علیھم الصلوۃ و السلام۔ از مضرت ھای خفیۂ کثرت جوع، محفوظ و مأمون بودند و دیگران را این حفظ و امن، میسر نیست۔

بیانش آن است کہ کثرت جوع البتہ صفابخش است۔ جمعی را صفای قلب می بخشد و جمع دیگر را صفای نفس۔ صفای قلب، ھدایت افزای و نوربخش است و صفای نفس، ضلالت نماست و ظلمت افزا۔

منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق ﷺ نے ختم المرسلین رحمت دو عالم ﷺ کی تقلید میں صوم وصال اختیار فرمایا۔ اور ضعف و کمزوری سے بے

اختیار زمین پر گر پڑے۔ حضور ﷺ نے بطور اعتراض فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہوسکتا ہے میں رات کو اپنے پروردگار کے پاس ہوتا ہوں۔ کھانا پینا وہاں کھاتا ہوں تو آپ نے قدرت کے بغیر تقلید کرنا اچھا قرار نہ دیا۔ نیز صحابہ کرام ﷺ حضرت خیر الانام ﷺ کی صحبت کی برکت سے کثرت بھوک کے خفیہ نقصانات سے محفوظ اور مامون تھے۔ اور دوسروں کو یہ حفظ و امن میسر نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کثرت جوع (بھوک) بے شک صفائی بخش ہے۔ ایک گروہ کو قلب کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے گروہ کو نفس کی صفائی۔ قلب کی صفائی۔ ہدایت اور نور میں اضافہ کرتی ہے اور نفس کی صفائی گمراہی اور تاریکی میں اضافہ کرتی ہے۔

فلاسفۂ یونان و "براهمه" و "جوگیه هند"، همه را ریاضت گرسنگی، صفای نفس بخشیده و به ضلالت و خسارت دلالت نموده۔ "افلاطون" بی خرد، اعتماد بر صفای نفس خود نموده، صور کشفیه خیالیۂ خود را مقتدای خود ساخته، عجب ورزید و به "حضرت عیسی روح الله" ـ علی نبینا و علیه الصلوة و السلام ـ که در آن وقت مبعوث شده بود، نگروید و گفت: نحن قوم مهدیون لا حاجة بنا الی من یهدینا۔ اگر این صفای ظلمت افزای نمی داشت، صور کشفیه خیالیه، سد راه او نمی گشتند و از وصول به مطلب مانع نمی آمدند۔ او به مظنۂ این صفا، خود را نورانی یافت۔ ندانست که این صفا از پوست رقیقۂ امارۂ او نگذشته است و امارۂ او بر همان خبث و نجاست خود است بیش از این نیست که نجاست مغلظه را به شکر، غلاف رقیق نمایند۔

قلب که فی حد ذاته، پاکیزه است و نورانی، بر روی او زنگی از مجاورت نفس ظلمانی نشسته است، به اندک تصفیه به حالت اصلی رجوع می نماید و نورانی می گردد و به خلاف نفس که فی حد ذاتها، خبیث است و ظلمت، صفت ذاتی اوست، تا زمانی که به سیاست قلب، بلکه به متابعت سنت و اتباع شریعت ـ علی صاحبها الصلوة و السلام و التحیة ـ بلکه به محض فضل خداوندی ـ جل سلطانه ـ مزکی و مطهر نگردد و خبث ذاتی او زایل نگردد، فلاح و بهبود از وی متصور نیست۔

فلاسفہ یونان اور ہندوستان کے جوگیوں اور برہمنوں سب کو بھوک کی ریاضت نے صفائی نفس عطا کی۔ اور گمراہی اور نقصان کا راستہ دکھایا۔ بے عقل افلاطون نے اپنی صفائی نفس پر اعتماد کرتے ہوئے خیالی اور کشفی صورتوں کو اپنا پیشوا ٹھہرایا۔ اور خود بینی اختیار کی۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا ﷺ پر جو اس وقت خدا ﷻ کی طرف سے نبی برحق تھے۔ ایمان نہ لایا اور کہنے لگا۔ ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں۔ اگر اس کے نفس کی یہ صفائی ظلمت اور تاریکی میں اضافہ کرنے والی نہ ہوتی تو کشفی خیالی صورتیں اس کے لیے راستے کی رکاوٹ نہ بنتیں اور اسے مطلب تک پہنچنے سے نہ روکتیں۔ لیکن اس نے اپنی اس صفائی کے گمان میں پڑ کر اپنے آپ کو نورانی تصور کرلیا افلاطون نے یہ نہ جانا کہ یہ صفائی نفس امارہ کے باریک چھڑے سے آگے نہیں گزر سکی اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی نجاست اور خباثت پر قائم ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ نجاست غلیظہ پر شکر کا باریک غلاف چڑھ گیا۔

قلب جو اپنی ذات میں پاکیزہ اور نورانی ہے اس کے چہرے پر زنگ اور میل کچیل تاریک نفس کی ہمسائیگی سے بیٹھ گیا تھوڑی سی صفائی سے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور نورانی ہوجاتا ہے۔ بخلاف نفس کے چوں کہ وہ اپنی فطرت اور جبلت میں خبیث ہے۔ تاریکی اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی ریاست کے تحت بلکہ مطابقت سنت اور اتباع شریعت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے مزکی

مطہر (پاک صاف) نہ ہو۔ اس کا خبث ذاتی دور نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی فلاح و بہبود متصور نہیں ہوسکتی۔

"افلاطون" از کمال جهل، صفای خود را که به امارۂ او تعلق داشت، در رنگ صفای قلب "عیسوی" انگاشت ناچار خود را نیز مهذب و مطهر در رنگ او خیال کرده، از دولت متابعت او۔ علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام۔ محروم ماند و به داغ خسارت ابدی متسم گشت۔ اعاذنا الله سبحانه من هذا البلاء۔

و چون این مضرت در نهاد جوع مکمون بوده، اکابر این طریقه۔ قدس الله تعالیٰ اسرارهم۔ ریاضت جوع را ترک نموده، در مطعومات به ریاضت اعتدال و مجاهدۂ توسط حال، دلالت نموده و منافع جوع را به احتمال این ضرر عظیم الخطر ترک کردند و دیگران منافع جوع را ملاحظه نموده، چشم از مضار آن پوشیدند و به جوع ترغیب نمودند۔

مقرر عقلاست که به احتمال ضرر، منافع کثیره را می توان گذاشت۔ نزدیک به این مقاله است، آنچه علما فرموده اند۔ شکر الله تعالیٰ۔ که، اگر امری دایر باشد میان سنت و بدعت، ترک بدعت بهتر است از اتیانِ سنت، یعنی در بدعت احتمال ضرر است و در سنت، توقع منافع۔ پس احتمال ضرر را بر توقع منافع ترجیح داده، ترک بدعت باید نمود، پس عجیب نباشد که در اتیانِ سنت، ضرری از راه دیگر پیدا شود۔ حقیقت این سخن آن است که آن سنت گویا موقت به آن قرن است، چون توقیت آن را نه واسطۂ دقت و خفا جمعی در نیافته اند، مبادرت در تقلید آن نموده اند و جمع دیگر آن را موقت دانسته، تقلید نورزیده اند۔ و الله سبحانه اعلم بحقیقة الحال۔

افلاطون نے کمال نادانی کے باعث اپنی صفائی کو جو نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی، صفائی قلب عیسوی کی طرح خیال کیا۔ اس بنا کی پر خوانخواہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہذب اور پاک خیال کرلیا۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام کی دولت متابعت سے محروم رہا۔ اور نقصان ابدی کے داغ سے داغدار ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہمیں اس بلا سے پناہ میں رکھے۔

اور جب یہ نقصان بھوک کی تہہ میں پوشیدہ ہے تو اس طریقہ کے اکابر (قدس اللہ و اسرارہم) نے ریاضت بھوک کو ترک کر کے کھانے پینے کی چیزوں میں ریاضت اعتدال اور میانہ روی کے مجاہدے کا راستہ دکھایا اور بھوک کے فائدوں کو اس عظیم الخطر نقصان کے احتمال کے باعث ترک کردیا دوسرے لوگوں نے بھوک کے فوائد کا ملاحظہ کرتے ہوئے اس کے نقصانات سے آنکھ بند کرلی۔ اور بھوک کی ترغیب دینے میں مصروف ہوگئے۔ عقل مندوں کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ نقصان کے احتمال کی خاطر منافع کثیرہ کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ اسی گفتگو کے نزدیک ہے وہ بات جو علمائے کرام شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے فرمائی ہے۔ کہ اگر ایک کام سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو ادائے سنت سے ترک بدعت بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں نقصان کا احتمال ہے اور سنت میں نفع کی توقع۔ تو ضرر کے احتمال کو نفع کی توقع پر ترجیح دیتے ہوئے بدعت کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ کوئی عجب نہیں کہ ادائے سنت میں کسی اور راستے سے نقصان واقع ہوجائے۔ اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت گویا حضور علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ وقت کی اس تعین کو باریکی اور خفا کے سبب ایک گروہ نے پایا تو اس کی تقلید میں سبقت کرنے لگے۔ اور دوسرے گروہ نے اس تعین کو جانتے ہوئے اس کی تقلید سے کنارہ کشی اختیار کی۔ و اللہ سبحانہ اعلم بحقیقة الحال۔

حاصل سوال سیوم آنکه در کتب اکابر این طریقۂ علیه است که نسبت ما به "حضرت صدیق"۔ رضی الله عنه۔ منسوب است به خلاف سایر طرق۔ اگر مدعی گوید که اکثر طرق به "امام جعفر صادق"۔ رضی الله عنه۔ می رسند و "حضرت امام" به "حضرت صدیق" منسوب

است۔ پس سلاسل دیگر چرا به "حضرت صدیق" منسوب نباشند؟

جواب آنکه "حضرت امام" نسبتی هم از "حضرت صدیق" دارد و هم از "حضرت امیر"۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ و با وجود اجتماع این دو نسبت علیه در "حضرت امام"، کمالات هر نسبت در ایشان جدا است و از یکدیگر متمیز است۔

جمعی به واسطهٔ مناسبت صدیقی از "حضرت امام" نسبت "صدیقیه" اخذ نموده اند و به حضرت صدیق منسوب گشته و جمعی دیگر هم به واسطهٔ مناسبت "امیری" نسبت "امیریه" را اخذ نموده، به حضرت امیر منسوب گشته اند۔

این فقیر به تقریبی در "پر گنه بنارس" رفته بود که آنجا آب گنگ و آب جمن جمع اند و با وجود آن اجتماع، محسوس می گردد که آب گنگ علاحده است و آب جمن علاحده، بر نهجی که گویا در میان برزخی مانده اند، که آپ یکی به دیگری خلط نشود، جمعی که به جانب آب گنگ واقع شده اند، از همان آب مجتمع، آب گنگ می خورند و جمعی دیگر که به جانب آب جمن اند، از آب جمن می خورند۔

تیسرے سوال کا خلاصہ اس بلند طریقہ کے اکابر کی کتابوں میں ہے۔ کہ ہماری نسبت حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے اگر کوئی مدعی یہ کہے۔ کہ اکثر طریقے حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔ اور حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ تو دوسرے سلسلے کیوں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیّدنا امام جعفر و حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما، سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی اور حضرت امام میں ان دو بلند نسبتوں کے اجتماع کے باوجود ان میں ہر نسبت جدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہے۔ ایک جماعت نے مناسبت صدیقی کے واسطے سے حضرت امام سے نسبت صدیقی اخذ کی ہے۔ اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت نسبت امیری (حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) کے واسطہ سے نسبت امیری اخذ کر کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہوئی ہے۔

یہ فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) ایک تقریب کے سلسلے میں ضلع بنارس میں گیا ہوا تھا۔ جہاں گنگا اور جمنا کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اور اس اجتماع کے باوجود محسوس ہوتا ہے۔ کہ گنگا کا پانی الگ ہے۔ اور جمنا کا الگ۔ ایسے طور پر کہ گویا دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہے۔ کہ ایک کا پانی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتا۔ جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کے جانب واقع ہیں۔ وہ اس جمع شدہ پانی سے دریائے گنگا کا پانی پیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ جو دریائے جمنا کی جانب رہتے ہیں وہ جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

اگر گویند که "حضرت خواجه محمد پارسا"۔ قدس سره۔ در رسالهٔ قدسیه تحقیق نموده است که حضرت امیر، چنانچه از حضرت رسالت خاتمیت۔ علیه و علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة و التحیة۔ تربیت یافته اند، از حضرت صدیق نیز تربیت یافته، پس نسبت حضرت امیر، عین نسبت حضرت صدیق باشد و فرق چه بود؟

گوییم که با وجود اتحاد نسبت، خصوصیات تعدد محال به حال خود است۔ یک آب به واسطهٔ تعدد محال، خصوصیات متمیزه پیدا میکند۔ پس رواست که نظر به خصوصیت هر یکی طریقی به او منسوب شود۔

سوال: اگر کہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا (قدس سرہ) نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے۔ کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت (علیہ وعلی الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) سے تربیت حاصل کی ہے۔ اسی طرح حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی تربیت پائی۔ لہٰذا نسبت حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ عین حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے اور ان دونوں میں کیا فرق کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اتحاد نسبت کے باوجود جگہوں کے تعداد کی خصوصیات اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی متعدد جگہوں کے واسطے سے الگ الگ خصوصیات پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے۔ کہ ہر ایک کی خصوصیت کی نظر سے ایک ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو

حاصل سوال چهارم آنکه در مکتوب "ملا محمد صدیق" نوشته اند که شخصی که استعداد و لایت موسوی دارد, معلوم نیست که صاحب تصرف او رابه استعداد و لایت محمدی تواند آورد و در مکتوب درویش زادهٔ کلان قدس سره نوشته اند که شمار ااز و لایت موسوی به و لایت محمدی آورد, وجه توفیق چه باشد؟

جواب آنکه در مکتوب ((ملا محمد صدیق)) واقع شده است که از و لایت موسوی به و لایت محمدی بردن معلوم الوقوع نیست۔ در آن وقت علم به وقوع این امر نبوده بعد از آنکه این امر را معلوم ساختند, قدرت تغییر و تبدیل دادند د, نوشته که شما را از این و لایت به آن و لایت برده زمانه متحد نیست, تاتناقض متصور شود۔

چوتھے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ تم نے ملا محمد صدیق کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہو۔ معلوم نہیں کہ پیر صاحب تصرف اسے ولایت محمدی کی استعداد کی طرف لے آئے۔ اور درویش زادہ کلاں (حضور سیّدی خواجہ محمد صادق قدس سرہ) کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لایا ہوں۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کیسے ہو سکتی ہے؟ جواب میں کہتا ہوں) کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں جو واقع ہوا ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لانا معلوم الوقوع نہیں ہے۔ اس وقت اس بات کے وقوع کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد جب کہ یہ بات بتادی گئی اور تغییر وتبدیل پر قدرت دے دی۔ تو لکھا کہ تمہیں اس ولایت سے اس ولایت کی طرف لایا گیا ہے دونوں باتوں کی تحریر کا زمانہ ایک نہیں ہے۔ حتی کہ تناقض متصور ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۱۳، ج ۱، ص ۷۶۹، تا ۷۷۴ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

باید دانست که فرق اُصالت و تبعیت در میان انبیاء ماتقدم و کمل تابعان این امت۔ علیٰ نبینا و علیهم و علیٰ اممهم الصلوٰة و السلام و التحیة۔ موجب افضلیت انبیاء است۔ علیٰ نبینا و علیهم الصلوات و التحیات۔ چه اصل, مقصودی است و تابع, طفیلی۔ هر چند بر تابعان, اطلاق وصل عریان و تجلیِ ذات صحیح است و در متبوعان, این اطلاق نیست, اما طفیلی را چه یارا که به مقصودی مساوات جوید؟ چگونه مساوات میسر شود که آن دولت در اصل, بر وجه اتم و اکمل است و در تابع, به وجه اسم و رسم, اما این قدر هست که مناسبت, تصحیح تشبیه می نماید و تابع را همچو متبوع می سازد۔ لهذا خاتم الرسل۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ علماء امت خود را همچو انبیاء بنی اسرائیل فرمود۔

پس از این بیان لازم آمد که حصول تجلیِ ذات مر اولیاء این امت را، موهم فضل نباشد بر انبیاء که تجلی ذات ندارند۔ فافهم فانه من مزلة الاقدام وانصف فان هذه العلوم استاثر الله سبحانه هذا العبد بها بصدقة حبیبه محمد علیه وعلیٰ اله الصلوة والسلام

سؤال: مقرر است که مقصود از آفرینش، خاتم الرسل است۔ علیه وعلیهم الصلوات و التسلیمات۔ دیگران در نفس وجود و حصولِ کمالات، طفیلی اویند و به تبعیت او به درجات علیا می رسند، لهذا در روز قیامت، آدم و من دونه (حضرت آدم و غیر او (علیهم الصلاة والاسلام))، تحتِ لوائ(زیر پرچم او۔) او علیه و علیهم الصلوات و التحیات۔ خواهند بود و تو گفتی دولتِ وصول مر سایر انبیاء۔ علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ به طریق اصالت است نه به طریق تبعیت۔ وجه آن چه باشد؟

جواب: همچنان که ((محمد رسول الله))۔ را۔ صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وسلم۔ از راه حقیقتِ خود طریقی است به حضرت ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ انبیاء دیگر را۔ علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات۔ نیز راههاست از حقایق خود به حضرت ذات۔ تعالیٰ شانه۔ در این، وصول تبعیتی نیست به خلاف امتان که به تبعیت انبیاء از راه حقایق ایشان که مناسب استعداد هر کدام است، به مطلب می رسند۔ اصالت در حقِ ایشان مفقود است۔

غاية ما فی الباب: چون وصل دیگران۔ اگر چه به اصالت باشد۔ وصل عریانی نیست، چه حقیقت خاتم الرسل۔ علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات۔ پیراهن شعر مطلوب گشته است، پس ناچار اول فیضی که می رسد، به آن حقیقت اتصال می یابد، بعد از آن به توسط او به دیگران می رسد و معنی تبعیت همین حصولِ توسط است۔ پس آن اصالت با این تبعیت جنگ ندارد، نیک باید دریافت تبعیتی که در حقِ امتان گفته شده است، ورائِ این تبعیت است که منافی اصالت است کما مر غیر مرة فافترقا۔

سؤال: اگر گویند که در مراتبِ عروج، از مرتبۂ صفة الحیٰوة نیز نصیب کمل ست، یا نه؟

جواب: گویم که هست۔ اگر گویند که در بالا مذکور شد که در نهایت، این صفت را اضمحلال و تلاشی است در حضرت ذات۔ تعالیٰ وتقدس۔ پس نصیبِ کمل از مقام محو و تلاشی چه بود؟

جواب: در بالا گفته شده که تعیناتِ حقایق را اضمحلال عینی نیست، اگر هست نظری است، که اضمحلال عینی به الحاد و زندقه می رساند؟

سوال: در صورتی که اضمحلال عینی نیست، حجاب موجود است و با وجود حجاب، اصول کامل نیست۔

جواب: اضمحلالِ عینی چه در کار (است)، اضمحلالِ نظری کافی است۔ اگر چه در این اضمحلال، مراتب متفاوته باشد۔ فافهم والله سبحانه اعلم بحقیقة الحال والسلام علی من اتبع الهدیٰ و التزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ اله الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

ترجمه: جاننا چاہیے کہ پہلے انبیائے کرام اور اس امت کے کامل پیروکاروں (علی نبینا وعلیہم وعلی اممہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے درمیان اصالت اور تبعیت کا فرق انبیائے کرام (علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کی افضلیت کا موجب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود ہوتا ہے اور تابع طفیلی اگرچہ پیروکاروں پر وصل عریاں اور تجلی ذات کا اطلاق صحیح ہے۔ اور متبوع حضرات میں یہ اطلاق درست نہیں لیکن طفیلی کی کیا حیثیت کہ مقصودی کے ساتھ مساوات

اور برابری دکھائے۔ طفیلی کو مساوات کیسے میسر آ سکتی ہے۔ کیونکہ قرب حق کی دولت اصل کے لیے اتم اور اکمل طریقہ پر ہے۔ اور تابع میں اسم اور رسم کے طور پر لیکن اس قدر ہے کہ یہ مناسبت تشبیہ کو صحیح کر دیتی ہے۔ اور تابع کو متبوع کی مانند کر دیتی ہے۔ اسی لیے خاتم الرسل (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔ پس اس بیان سے لازم آیا کہ اس امت کے اولیاء کے لیے تجلی ذات کا حصول انبیاء پر جو تجلی ذات نہیں رکھتے فضیلت کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔ اس کو سمجھو کہ قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اور انصاف سے کام لو۔ کیونکہ اللہ ﷻ نے ان علوم کے ساتھ بصدقہ اپنے حبیب پاک حضرت محمد (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات) اسی بندے کو مخصوص فرمایا ہے۔

سوال: یہ بات طے شدہ ہے کہ آفرینش کائنات سے مقصود حضرت خاتم الرسل (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کی ذات مقدسہ ہے۔ دوسرے سب نفس وجود اور حصول کمالات میں آپ کے طفیل ہیں اور آپ کی پیروی کی وجہ سے درجات علیا تک پہنچتے ہیں۔ اسی بناء پر قیامت کے دن حضرت آدم اور تمام دوسرے علی نبینا (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تو نے کہا ہے کہ دولت وصول دوسرے انبیاء علی نبینا (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات) کو بطریق اصالت ہے نہ بطریق تبعیت اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب جس طرح حضرت محمد الرسول ﷺ کے لیے حضرت تعالیٰ وتقدس کی طرف اپنی حقیقت سے ایک راہ ہے اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علی نبینا (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کے لیے بھی حضرت ذات تعالیٰ شانہ کی طرف اپنی حقیقتوں سے راہیں ہیں۔ اس وصول میں تابع ہونے کا معنی ملحوظ نہیں ہے۔ بخلاف امتوں کے کہ انبیاء (وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کی پیروی کے ذریعے اپنی حقائق کی راہ سے جو ان میں ہر ایک کی استعداد کے مناسب ہے مطلب تک پہنچتے ہیں امتیوں کے حق میں اصالت مفقود ہے غایۃ مافی الباب جبکہ دوسروں کا وصل اگرچہ باصالت ہو وصل عریانی نہیں ہے۔

کیونکہ حقیقت خاتم الرسل (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات) ایک باریک بال کی مانند درمیان میں حائل اور مطلوب ہے اس لیے بہرصورت پہلا جو پہنچتا ہے وہ اس حقیقت سے متصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ کے توسط سے دوسروں کو پہنچتا ہے اور تبعیت کے معنی ہی توسط کا حصول ہے لہٰذا وہ اصالت اس تبعیت کے ساتھ کچھ مخالفت نہیں رکھتی اچھی طرح جاننا چاہئے کہ وہ تبعیت جو امتیوں کے متعلق کی گئی ہے اس تبعیت کا غیر ہے جو اصالت کے منافی ہے۔ جس طرح پہلے کئی بار مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا دونوں کے درمیان فرق ہو گیا۔

اگر یہ سوال کریں کہ مراتب عروج میں صفۃ الحیوٰۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ تو میں کہتا ہوں کہ ضرور حصہ ملتا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ یہ بتا... ہے نہایت پر پہنچ کر پر یہ صفت حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے لیے لاشے اور نابود ہو جاتی ہے اور کاملین کو مقام محو اور لاشے سے کیا حصہ ملتا ہے حالانکہ تو نے کہا ہے کہ حقائق کے تعینات کے لیے عینی نابود ہونا نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف نظری ہے کیونکہ اضمحلال (نابود ہونا) عینی کا قول الحاد اور بے دینی تک لے جاتا ہے۔

جواب: اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے۔ اضمحلال نظری ہی کافی ہے۔ اگرچہ اس اضمحلال (نیست ہو جانے) میں مختلف مراتب ہیں اسے سمجھ لو۔ اور اللہ سبحانہ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے اور ان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔ جو ہدایت کے پیروکار اور متابعت مصطفیٰ (علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا) کی پابندی کرتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۹۴، ج ۱، ص ۲۰۵ مرکز نقشبندی زاهدان خیابان خیام صدیقی تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((مولانا امان الله)) در بیان قرب نبوت و قرب ولایت و راههایی که به قرب نبوة موصل اندو...

بسم الله الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد و الصلوٰة معلوم فرزندی ((مولانا امان الله)) باد که نبوت عبارت از قرب الهی است۔ جل سلطانه۔ که شائبۂ ظلیت ندارد۔ عروجش رو به حق دارد۔ جل و علا۔ و نزولش رو به خلق۔

این قرب، بالا صالت نصیب انبیا است۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و این منصب مخصوص به این بزرگواران است۔ علیهم الصلوات، و البرکات۔ و خاتم این منصب، سید البشر است۔ علیه و علیٰ اله الصلوة و السلام۔ حضرت عیسیٰ۔ علی نبینا و علیه الصلوة و التحیة۔ بعد از نزول، متابع شریعتِ خاتم الرسل خواهد بود۔ علیهما الصلوٰة و السلام۔

غایة مافی الباب، متابعان و خادمان را از دولت و الش (آنچه از غذای امرا و پادشاهان می ماند که به نوکران و زیر دستان می دهند۔) صاحبان، نصیب است۔ پس از قربِ انبیائ۔ علیهم الصلوات و التحیات۔ کمل تابعان را هم نصیب بود و علوم و معارف و کمالات آن مقام به طریق وراثت نیز نصیب تابعان باشد۔ خاص کند بنده (ای) مصلحت عام را۔ پس حصولِ کمالاتِ نبوت مر تابعان را به طریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل۔ علیه و علیٰ اله و علیٰ جمیع الانبیاء و الرسل الصلوات و التحیات۔ منافی خاتمیت او نیست۔ علیه و علی اله و علی الصلوٰة و السلام۔ فلا تکن من الممترین۔

بدان اسعدک الله تعالیٰ راههایی که به کمالات نبوت موصل اند، دو است، راهی است که مربوط به طی کمالات مفصله مقام ولایت است، و منـ ط ات به حصول تجلیات ظلیه و معارف سکریه که مناسب مرتبۂ ولایت اند۔ بعد از طی این کمالات و حصولِ این تجلیات، قدم در کمالات نبوت نهاده می آید۔ در این مقام وصول به اصل است و التفات به ظلیت، ذنب (گنداه۔) (است)۔

و راه دیگر آن است که بی توسط حصول این کمالات ولایت، وصول به کمالات نبوت میسر می گردد و این راه دویم، شاهراه است و اقرب است به وصول۔ و هر که به کمالات نبوت رسیده است الا ماشاء الله تعالیٰ به این راه رفته است۔ از انبیاء کرام۔ علیهم الصلوٰة والسلام۔ و از اصحاب کرامِ ایشان به تبعیت و وراثت ایشان۔ علیهم و علیٰ اصحابهم الصلوة و السلام و التحیة۔

و راه اول، دور و دراز است و متعسر الحصول و متعذر الوصول۔ جمعی از اولیا در مقام ولایت که به شرف نزول مشرف گشته اند، کمالاتی که به مقام نزول تعلق داشته، کمالات نبوت خیال کرده اند و رو به خلق را که مناسب مقام دعوت است، از خصایص مقام نبوت انگاشته (اند)۔ نه این چنین است، بلکه این نزول در رنگ عروج آن هر دو از ولایت اند۔ عروج و نزول دیگر است، فوقِ مقامِ ولایت که به نبوت تعلق دارد و این توجه به خلق، غیرِ آن توجه به خلق است که به نبوت مناسب است، و این دعوت و غیر آن دعوت است که، از کمالات نبوت شمرده اند۔

چه کنند که قدم از دائرۂ ولایت بیرون نه نهاده اند و حقیقت کمالات نبوت را در نیافته، نصف ولایت را که جانب عروج اوست، تمام، ولایت انگاشته اند و نصف دیگر آن را که جانب نزول اوست، مقام نبوت تصور کرده اند۔

چو آن کرمی که در سنگی نهان است	زمین و آسمان او همان است

ترجمہ: مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا۔قرب نبوت وقرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچا دیتی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت قرب الٰہی جل شانہ سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں۔اس کے عروج کا رخ حق جل وعلا کی طرف ہوتا ہے اور اس کے نزول کا رخ مخلوق کی طرف۔یہ قرب بالاصالۃ انبیاء (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) کا حصہ ہے اور یہ رتبہ وعہدہ ان بزرگوں (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) کے ساتھ مخصوص ہے۔اور اس رتبہ ومنصب کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں۔حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوت والسلام والتحیۃ) نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کریں گے۔غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ پیروکاروں کو بھی حصہ حاصل ہے۔اور اس مقام کے علوم ومعارف اور کمالات سے بطریق وراثت پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

ع

خاص کند بنده مصلحتِ عام را

ترجمہ: مصلحت عام کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے

تو خاتم المرسلین (علیہ وعلی الہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتسلیمات) کی بعثت کے بعد اس کے کامل تابعداروں بطریق وراثت وتبعیت آپ ﷺ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اے فرزند (اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے) کہ کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے اور تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ جو مرتبہ ولایت کے مناسب ہیں کے حصول پر موقوف ہیں ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاسکتا ہے اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے۔اور ظلیت کی طرف التفات وتوجہ گناہ ہے، اور دوسرے راستہ وہ ہے جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آجاتا ہے اور یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور ان صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے انبیاء کی وراثت اور تبعیت کے طور پر جو کمالات نبوت تک پہنچا ہے اسی راستہ سے پہنچا ہے الّا ماشاء اللہ پہلا راستہ دور و دراز اور متعسر الحصول اور مشکل الوصول ہے اولیاء ایک جماعت مقام ولایت میں شرفِ نزول سے مشرف ہوئی ہے۔انہوں نے ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں کمالاتِ نبوت خیال کر لیا ہے اور مخلوق کی طرف رُخ کرنیکو جو مقام دعوت کے خصائص سے ہے مقام نبوت گمان کر لیا ہے۔بلکہ یہ نزول اس کے عروج کی دونوں ولایتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔مقام ولایت سے اوپر ایک عروج ونزول ہے جو نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور مخلوق کی یہ توجہ اس توجہ تخلق کا غیر ہے جو نبوت کے مناسب ہے اور یہ دعوت اس دعوت کا غیر ہے۔جس کو کمالات نبوت سے شمار کیا گیا ہے۔یہ گمان کرنے والے کیا کریں۔کیونکہ انہوں نے دائرہ ولایت سے قدم باہر نہیں رکھا۔اور کمالات نبوت کی حقیقت کو نہیں پا سکے۔نصف ولایت کو جو اس جانب عروج ہے پوری ولایت گمان کر لیا ہے۔اور اس کے دوسرے نصف کو جو جانب نزول ہے مقام نبوت تصور کر لیا ہے۔

چون آن کرمی که درسنگی نهان است		زمین و آسمان او همان است

ترجمہ: جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے۔ اس کا زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔

و ممکن است که شخصی به راہِ اول وصول پیدا کند و جمعِ کمالاتِ مفصلۂ ولایت و نبوت نماید و تمیز در میان کمالات این دو مقام۔ کماینبغی۔ حصول فرماید و عروج و نزول هر کدام را جدا سازد و حکم نماید به آنکه نبوت نبی بهتر است از ولایتِ او۔

باید دانست که بعد از وصول به راہ دویم، هر چند کمالاتِ مفصلۂ مقامِ ولایت به حصول نپیوسته است، اما زبده و خلاصۂ ولایت، به وجه احسن میسر گشته است۔ توان گفت که اهل ولایت از کمالاتِ ولایت پوست به دست آورده اند و این واصل، مغزِ آن را حاصل کرده (است۔)

آری! بعضی از علوم سکریه و ظهورات ظلیه که ارباب ولایت را حاصل شده است و آن واصل از آن علوم و ظهورات قلیل النصیب است، این معنی موجب مزیت نیست، بلکه آن واصل را از این علوم و ظهورات ننگ و ناموس است۔ جای آن دارد که آن را ذنب و سوءِ ادب داند۔ بلی واصلِ اصل از ظلال آن اصل گریزان و مستغفر است۔ گرفتاری به ظل تا زمان عدم وصول است به اصل آن ظل۔ بعد از وصول، به اصلِ ظل، بی ماحصل است و توجه به ظل سوءِ ادب۔

ای فرزند! حصولِ کمالات نبوت مربوط به موهبت محض است و منوط به مکرمتِ صرف۔ کسب و تعمل را در حصولِ این دولتِ عظمیٰ هیچ مدخلی نیست، کدام عمل و کسب است که منتج این دولت عظمیٰ باشد و کدام ریاضت و مجاهده است که مثمر این نعمتِ اسنیٰ (روشن تر و بالاتر۔) بود به خلاف کمالاتِ ولایت که مبادی و مقدمات آن کسبی است و حصولِ آن مربوط به ریاضت و مجاهده است۔ هر چند روا است که بعضی را بی مؤنتِ کسب و عمل نیز به این دولت مهتد سازند۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص پہلے راستے سے بھی وصول حاصل کرے اور کمالات مفصلہ ولایت ونبوت دونوں کو جمع کر لے اور ان دونوں مقام کے کمالات کے درمیان جیسا کہ چاہیے فرق وتمیز حاصل کرے۔ اور ہر ایک عروج ونزول کو جدا کر لے اور حکم لگائے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔ جاننا چاہیے کہ دوسرے راستے سے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ حاصل نہیں ہوتے تاہم خلاصہ اور نچوڑ ولایت بطریق احسن میسر آجاتا ہے۔ یوں کہنا درست ہے کہ اہل ولایت وکمالات ولایت سے پوست اور چھلکا حاصل کرتے ہیں اور یہ واصل اس کا مغز حاصل کرتا ہے۔ ہاں بعض علوم سکریہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہوتے ہیں وہ واصل ان سے کم حصہ حاصل کرتا ہے یہ معنی فضیلت کا سبب نہیں بلکہ اس واصل کو ان علوم وظہورات سے شرم وعار آتی ہے۔ بلکہ وہ تو ان کو گناہ اور سوء ادب جانتا ہے ہاں اصل تک پہنچنے والا واصل اصل کے ظلال سے دور بھاگتا اور استغفار کرتا ہے۔ ظل کے ساتھ گرفتاری اس ظل کے اصل تک نہ پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اصل تک وصول کے بعد ظل بے قاعدہ ہوتا ہے اور ظل کی طرف توجہ بے ادبی ہے۔

اے بیٹے کمالات نبوت کا حصول محض بخشش اور اس کی نوازش ومہربانی پر موقوف ہے کسب وکوشش کو اس دولت عظمیٰ کے حصول میں کچھ دخل نہیں۔ کون سا عمل اور کسب ہے جس کا نتیجہ یہ دولت عظمیٰ ہو اور کون سی ریاضت ومجاہدہ ایسا ہے جو اس اعلیٰ ترین نعمت کا پھل دے۔ بخلاف کمالات ولایت کے کہ ان کے مبادی اور مقدمات کسبی ہیں۔ اور ان کا حصول ریاضت ومجاہدہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ یہ بھی روا ہے کہ کسی کو کسب وعمل کی محنت کے بغیر ہی اس دولت سے واصل [illegible]۔

وفنا و بقا که ولایت عبارت از آن است نیز موهبت است که بعد از کسب مقدمات به فضل و کرم، هر کرا خواهند به دولت فنا و بقا مشرف سازند و ریاضات و مجاهدات آن سرور۔ علیه و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علیٰ ملائکۃ المقربین و علیٰ اهل طاعته اجمعین الصلوات والتسلیمات۔ پیش از بعثت و بعد از بعثت، نه از برای تحصیل این دولت بوده، بلکه منافع و فواید دیگر منظور بوده، مثل قلت حساب و کفارت زلات بشریت و ارتفاع درجات و مراعات صحبت فرشتۂ مرسل که از اکل و شرب پاک است و کثرت ظهور خوارق که مناسب مقام نبوت اند و امثال آن۔

باید دانست که حصولِ این موهبت در حق انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ بی توسط است و در حق اصحاب انبیاء۔ علیهم الصلوات والتحیات۔ که به تبعیت و وراثت به این دولت مشرف گشته اند، به توسط انبیاست۔ علیهم الصلوات والبرکات۔ بعد از انبیاء و اصحاب ایشان۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ کم کسی به این دولت مشرف گشته است۔ هر چند جایز است که دیگری را نیز به تبعیت و وراثت، به این دولت مهتد سازند۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید		دیگران هم بکنند، آنچه مسیحا می کرد

انگارم که این دولت در کبار تابعین نیز پرتوی انداخته است و در اکابرِ تبع تابعین نیز سایه افگنده، بعد از آن رو به استتار آورده تا آنکه نوبت به الفِ ثانی (هزارۂ دوم از ظهور اسلام۔) از بعثت آن سرور۔ علیه و علیٰ اله الصلوات والتسلیمات۔ رسیده در این وقت نیز آن دولت به تبعیت و وراثت، بر منصه ظهور آمده و آخر را با اول مشابه ساخته (است۔)

اگر بادشه بر در پیرزن		بیاید تو ای خواجه سبلت مکن

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ والتزام متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ اله الصلوات والتسلیمات اتمها و اکملها

اور فنا و بقا کہ ولایت انہی سے عبارت ہے بھی وہی ہیں کہ کسب مقدمات کے بعد فضل و کرم سے جسے چاہتے ہیں اس دولت فنا و بقا سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور آں سرور (علیه وعلیٰ جمع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکة المقربین وعلی اهل طاعته اجمعین الصلوات والتسلیمات) کے بعثت سے قبل کے ریاضات ومجاہدات اس دولت کے حصول کرنے کے لیے نہ تھے۔ بلکہ ان سے دوسرے منافع اور فوائد منظور نظر تھے جیسے حساب کی کمی۔ بشری لغزشوں کی تلافی، درجات کی بلندی، اور فرشتہ مرسل کی صحبت کی رعایت جو کھانے پینے سے پاک ہے اور کثرت سے ظہور خوارق جو مقام نبوت کے مناسب ہیں اور اسی طرح کے اور اغراض ومصالح۔

جاننا چاہیے کہ اس عطا کا حصول انبیاء (علیهم الصلوٰۃ والتسلیمات) کے لیے بلا واسطہ ہے۔ اور انبیاء کرام کے صحابہ (علیهم الصلوات والتسلیمات) کے حق میں جو تبعیت ووراثت سے اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں بواسطہ انبیاء سے (علیهم الصلوات والتسلیمات) ہے۔ انبیاء کرام اور ان کے صحابہ (علیهم الصلوات والتسلیمات) کے بعد کم ہی کوئی ایسا ہے جو اس دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اگرچہ روا ہے کہ کسی اور کو بھی تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولت تک پہنچا دیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید		دیگران هم بکنند آنچه مسیحا می کرد

ترجمہ: روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد کرے، تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

میرا گمان ہے کہ اس دولت نے کبار تابعین میں بھی پرتو ڈالا تھا۔ اور اکابر تبع تابعین رحمہم اللہ پر بھی یہ دولت سایہ فگن ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ دولت روپوش ہوگئی۔

یہاں تک کہ آنسرور (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات) کی بعثت کے بعد دوسرا ہزار آ پہنچا اس وقت بھی وہ دولت تبعیت ووراثت کے طور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور آخر زمانہ کو اول زمانے کے مشابہ کر دیا ہے۔

اگر پادشاہ بردر پیر زن		بیاید تو اسے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بادشاہ از راہ عنایت بڑھیا کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ اے صاحب تو حسد سے اپنی داڑھی نہ اکھاڑ

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۱، ج، ۱، ص، ۳۸۷ تا ۴۷۷ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

این فقیر ظاهر ساخته اند که کمالات ولایت رانسبت به کمالات نبوت هیچ اعتدادی نیست۔ کاش حکم قطره داشت، نسبت به دریای محیط۔ پس مزیتی که از راه نبوت آید، به اضعاف زیاده خواهد بود از آن مزیت که از راه ولایت حاصل شود۔ پس افضلیت مطلق مر انبیاء را بود۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ وفضل جذئی مر ملائکۂ کرام راست۔ علی نبینا وعلیهم الصلوات والتسلیمات۔ فالصواب ماقال الجمهور من العلماء شکر الله تعالیٰ سعیم۔

ترجمہ: اور اس فقیر (امام مجدد الف ثانی ؒ) پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ مگر نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو راہ نبوت سے حاصل ہو وہ اس فضیلت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ لہٰذا افضلیت مطلق انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا حصہ ہے۔ اور فضل جزئی ملائکہ کرام کے لیے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علماء شکر اللہ تعالیٰ سعی ہم نے کہا ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۶، ج، ۱، ص ۵۷۵ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

باید دانست که مراد از این ولایت که مذکور شد، ولایتِ ظلی است که به ولایت صغریٰ معبر است و ولایت اولیا است، اما ولایت انبیا که، از ظل گذشته است دیگر است، آنجا مطلوب نفی متعلقات سوء صفات بشریت است، نه نفی اصل این صفات۔ وچون نفی متعلقات سوء صفات حاصل گشت، ولایت انبیا۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ به حصول پیوست۔ بعد از آن، عروجی که واقع شود متعلق به کمالات نبوت خواهد بود۔

از این بیان لائح گشت که نبوت را از اصلِ ولایت چاره نبود، زیرا که ولایت از مبادی و مقدمات اوست، اما ولایت ظلی در وصول کمالات نبوت هیچ در کار نیست، بعضی را اتفاق افتد و بعضے دیگر را اصلاً به آن عبوری واقع نشود فافهم۔ وشک نیست که نفیِ اصل، صفات، متعسر است۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اس ولایت سے مراد جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ ظلی ولایت ہے۔ جسے ولایت صغریٰ اور ولایت اولیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انبیاء

(علیہم السلام) کی ولایت جو ظل سے گزر چکی ہے امر دیگر ہے۔اس مقام میں صفات بشریت کی برائی کے متعلقات کی نفی مطلوب ہے نہ اصل ان صفات کی نفی۔اور جب سوء صفات کے متعلقات کی نفی حاصل ہوگئی ولایت انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) بھی حاصل ہوگئی۔اس کے بعد جو عروج واقع ہوگا وہ کمالات نبوت سے متعلق ہوگا۔اس بیان سے واضح ہوگیا کہ نبوت کے لیے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے ہاں کمالات نبوت تک پہنچنے میں ولایت ظلی کی کوئی ضرورت نہیں۔بعض کے لیے تو اتفاق ہوجاتا ہے۔لیکن بعض دوسروں کا اس طرف بالکل گزر نہیں ہوتا۔ خوب سمجھ لو اور اس بات میں شک نہیں کہ ان صفات کی برائی کے متعلقات کی نفی کی نسبت اصل صفات کی نفی دشوار ہے۔پس کمالات ولایت کی نسبت کمالات نبوت کا حصول آسان تر اور نزدیک تر ہے۔اور آسانی اور قرب کی یہی نسبت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۲، ج ۱، ص، ۴۴۳ مرکز تحقیق: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بدانند کہ ولایت موسوی، جانب یمین (سمت راست) ولایت محمدی واقع شدہ است و ولایت عیسوی جانب یسار (سمت چپ) آن ولایت، وچون حضرت امیر، حامل بار ولایت محمدی بودہ اند، اکثر سلاسل اولیا بہ ایشان منتسب گشت و کمالات حضرت امیر بیش از کمالات حضرت شیخین بر اکثر اولیاءِ عُزلت کہ بہ کمالات ولایت مخصوص اند، ظاہر شد۔ اگر نہ اجماع اہل سنت بر افضلیت شیخین بودی، کشف اکثر اولیاءِ عُزلت بہ افضلیت حضرت امیر حکم کردی، زیرا کہ کمالات حضرات شیخین شبیہ بہ کمالات انبیاء است۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ دست ارباب ولایت از دامان آن ولایت کوتاہ است و کشف اربابِ کشوف بہ واسطۂ علو درجات آنہا در راہ کمالات ولایت، در جنب آن کمالات کالمطروح فی الطریق اند، کمالات ولایت زینہ ھا اند (زینہ، نردبان، پلکان، درجہ۔) از برای عروج بہ کمالات نبوت، پس مقدمات را از مقاصد چہ خبر بود و مبادی را از مطالب چہ شعور۔

امروز این سخن بہ واسطۂ بعدِ عہدِ نبوت، بر اکثری گران است و از قبول دور۔ لیکن چہ توان کرد۔

در پش آیینہ، طوطی صفتم ساختہ اند		**ہر چہ استاد ازل گفت، ہمان می گویم**

ترجمہ: اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی ﷺ کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسوی اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ولایت محمدی ﷺ کے حامل ہیں۔اس لیے مشائخ واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔اور حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کمالات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کی نسبت اگر اولیائے عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔اگر شیخین کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کردیتا۔کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیائے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے کمالات کے مشابہ ہیں۔اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے۔اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں۔ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں **مطروح فی الطریق** (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے۔اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور آج یہ بات عہد نبوت کے بعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے

دور معلوم ہوتی ہے۔لیکن کیا کیا جائے۔

در پس آئینه طوطی صفتم داشته اند		هر چه استاد ازل گفت همان میگویم

ترجمہ: مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا گیا ہے جو کہ استادازل نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۵۱، ج ۱، ص ۴۹۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کو تبعیت اور وراثت سے تمام کمالات حاصل ہیں:

حضرت شیخ (قدوۃ السالکین شیخ العرفاں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے ایام وصال کے قریب فرمایا کہ سوائے نبوت کے جو کمالات نوعِ انسان میں ممکن ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے مجھ (قدوۃ السالکین شیخ العرفاں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کی تبعیت اور وراثت سے عطا فرمائے ہیں۔سبحان اللہ۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۴۱۲)

ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ جس سے غوث الاعظم علیہ الرحمہ واصل ہوئے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۲۲۔معرفت: اعلم ان الولاية الخاصة المحمدية على صاحبها الصلوٰة والسلام مخصوصة بالمجذوبين السالكين الذين سموا بالمرادين وليس للمريدين بحسب استعداداتهم الذاتية منها نصيب ونعنى بالمريدين الذين تقدم سلوكهم على جذبتهم الا ان يربى المراد المحبوب المريد المحب ويتصرف فيه ويجذبه بكمال تصرفه نحو جذبه كما هو حال امير المؤمنين علىّ بن ابى طالب كرّم اللّٰه تعالىٰ وجهه فانه سالک مجذوب وصل الىٰ ولايته الخاصة بتربيته عليه وعلىٰ اٰله الصلوٰة والسلام و كمال تصرفه فيه و جذبه اياه بخلاف الخلفاء الثلاث المتقدمة عليه فان جذبهم مقدم على سلوكهم كما هو حال حضرة الرسالة المصطفوية عليه وعلىٰ اٰله الصلوات والتسليمات فان جذبه عليه الصلوٰة والسلام مقدم على سلوكه ﷺ ولا يتوهم ان كل مجذوب سالک يصل الىٰ تلک الولاية كلا بل لو وجد واحد من الوف منهم كذٰلک بعد قرون متطاولة لاغتنم وجوده ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ (سورہ: الجمعۃ آیہ ۴) وصلى اللّٰه تعالىٰ على سيدنا محمد و اٰله وسلم۔

ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ: جاننا چاہیئے کہ خالص ولایت محمدیہ ﷺ آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) پر درود و سلام ہوں مجذوبوں سالکوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو ''مرادین'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ''مرادین'' کو ان کی ذاتی استعدادوں کے مطابق اس ولایت میں کوئی حصہ نہیں ملتا ''مرادین'' سے ہماری مراد وہ حضرات ہیں جن کا سلوک ان کے جذب پر مقدم ہو بجز اس کے کہ ''مراد محبوب'' کسی مرید محب کی خصوصی تربیت فرمائے اور اس میں تصرف سے کام لے اور اسے اپنے کمال تصرف سے ایسا جذب عطا کردے جو خود اس مراد کے جذب کے مثل ہو جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا کیونکہ بیشک وہ بھی سالک مجذوب تھے لیکن وہ آنحضرت ﷺ کی تربیت اور ان میں آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے کمال تصرف کی وجہ سے تھا اس وجہ سے کہ آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) نے ان کو جذب فرمالیا تھا ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ گئے تھے برخلاف باقی خلفائے ثلثہ کے جو حضرت

امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا جذب ان کے سلوک پر مقدم ہے بعینہ اسی طرح جیسا کہ حضرت رسالت مصطفویہ ﷺ کا حال ہے کیونکہ آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ) کا جذب بھی آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ) کے سلوک پر مقدم ہے اور اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہر مجذوب سالک اس ولایت خاصہ تک پہنچ سکتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اگر ان ہزار ہا مجذوب سالکین میں سے ایک آدمی بھی کئی صدیوں کے بعد ایسا ہو جائے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہیے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا فضل وانعام ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔ (سورہ: الجمعۃ آیہ، ۴)

اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد مصطفی ﷺ اور آپ (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ) کی آل علیہم السلام پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۲۲، ص، ۳۶، ۳۷، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

استدراک:

حضرت محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اولیائے عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں منفرد نظر آتی ہے قدرت نے جو آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) سے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام کی جگہ کام لیا وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے اور تاریخ میں اس کی مثال نظر نہیں آتی دوسری جانب دیکھیں تو حضرت عالی امام ربانی محبوب صمدانی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جن علوم ومعارف اور سربستہ اسرار ورموز کی نقاب کشائی فرمائی آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) سے پہلے ان چیزوں کو کسی دوسرے نے اس طرح بیان نہیں فرمایا اور ایسا معلوم ہوتا ہے قسام ازل نے یہ معاملات آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) ہی سے وابستہ فرما دیئے تھے۔

مذکورہ امور کو دیکھتے ہیں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور ائمہ مجتہدین کے بعد حضرت سلطان طریقت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ہی سر خیل جملہ اولیاء ہیں اور کوئی ولی خواہ وہ حضرت شیخ الجن والانس سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہو آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پر فضیلت نہیں رکھتے اس خیال کو اس وقت اور بھی تقویت پہنچتی ہے جب حضرت عالی امام ربانی سلطان طریقت محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ وضاحت سامنے آتی ہے۔

حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت میں عظیم شان ہے اور انھیں بلند ترین درجہ حاصل ہے ولایت محمدیہ خاصہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو لطیفہ کے راستے سے انھوں نے آخری نقطے تک پہنچایا ہے اور اس دائرے کے سرحلقہ ہوئے ہیں یہاں سے کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ جب حضرت شیخ الجن والانس سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ولایت محمدیہ خاصہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سرحلقہ ہیں تو سب اولیاء اللہ سے افضل ہوں گے کہ ولایت محمدیہ جملہ انبیاء علیہم السلام سے فوقیت رکھتی ہے اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس ولایت محمدی ﷺ کے سرحلقہ ہیں جو لطیفہ کے راستے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ مذکور ہوا نہ کہ مطلق ولایت کے سرحلقہ کہ جس سے افضلیت لازم

آئے علاوہ بریں ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مطلق ولایت محمدیہ ﷺ کا سرحلقہ ہونا بھی افضلیت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا تبعیت ووراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ ﷺ میں پیش قدم ہواوران کمالات کے باعث افضلیت اس کیلئے ثابت ہو۔

اس عبارت کے آخری الفاظ سے ہر پڑھے لکھے قاری کا ذہن اسی طرح بنا جاتا ہے کہ حضرت محبوب صمدانی کاشف رموزات سبحانی شیخ احمد فاروقی سر ہندی علیہ الرحمۃ نے تبعیت و وراثت کے طریقے پر کمالات نبوت میں پیش قدمی رکھنے کا اشارہ اپنی جانب ہی فرمایا ہے کیونکہ اگر کوئی دوسری ہستی مراد ہوتی توصراحت کے ساتھ ان کا ذکر فرمادینے سے کوئی امر مانع نہیں تھا اس عبارت سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عالی امام ربانی سلطان طریقت محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کی نظر میں انھیں حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی افضلیت حاصل ہے علاوہ بریں جب یہ چیز سامنے آتی ہے کہ حضرت عالی امام ربانی کاشف رموزات سبحانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں زیادہ ولایت محمدیہ ﷺ کا سرحلقہ ہونا تسلیم کیا ہے لیکن اپنے متعلق کتنے ہی مکتوبات میں تصریح فرمائی ہے کہ آپ، (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کو تبعیت ووراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ ﷺ سے وافر حصہ ملا ہے اور یہ بھی آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے متعدد مکاتیب عالیہ میں تصریحاً فرمایا ہے کہ کمالات نبوت کو کمالات ولایت پر بہت زیادہ برتری حاصل ہے بلکہ ان کے مقابلے میں یہ کمالات ایسے ہیں جیسے راستے میں پھینکی ہوئی چیزیں۔ ان تصریحات کی روشنی میں یہ خیال ذہنوں میں اور بھی جاگزیں ہوجاتا ہے کہ حضرت عالی امام ربانی سلطان طریقت محبوب صمدانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کو حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی افضلیت حاصل ہے اور آپ ہی سرخیل جملہ اولیاء ہیں۔

(تجلیات امام ربانی، ۲۳۷ تا ۲۳۹)

باب نمبر ۳۳

سوال: (۸۴) مسئلہ ۲۹۱: از ایلٹا کاٹھیاوار مرسلہ سید قاسم علی قادری (مورخہ ۴/ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ)

مخدومی ومطاعی بندہ قبلہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں قادریہ خاندان میں مرید ہوا تھا مگر چونکہ اب حضرات نقشبند کے بزرگ سرہند شریف سے یہاں آتے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خاندان نقشبند میں اب بیعت ہوتے جاتے ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا ہے۔

مجھے بھی لوگوں نے مجبور کیا ہے کہ میں بھی بیعت اس خاندان میں کروں۔ مجھے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی اردو تینوں جلدیں دی گئی ہیں ان کو پڑھ کر میں ان کا خلاصہ آپ سے طلب کرتا ہوں کہ اس خاندان میں بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور مکتوبات اور دیگر کتب خاندان نقشبندیہ پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے یا نہیں؟

الجواب: ہمارے نزدیک خاندان عالیشان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ وافضل ہے اور تبدیل شیخ بلاضرورت شرعیہ جائز نہیں۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ۔

ترجمہ: جسے کسی شے میں رزق دیا جائے تو وہ اس کو لازم پکڑے۔

(شعب الایمان، حدیث ۱۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲/۸۹)

مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے اور تفصیل عقائد اہلسنت وبیان مسائل نفیسہ فقہ وکلام کے سبب بہت کتب پر مزیت ہے البتہ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ ائمہ دین کا ارشاد

کل ماخوذ من قولہ۔۔۔ الخ (ہر ایک اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے الخ۔)

(الیواقیت والجواہر، بحوالہ الامام مالک، المبحث التاسع والاربعون، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲/۴۷۸)

سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنیٰ، نہ فتوحات ومکتوبات وملفوظات۔

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۵۷۶، ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

الجواب:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سیفیہ کی فضیلت:

حضرت آقائی مولانا جلال الدین، رومی بلخی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

ھر کہ در روزِ الست آں شیر خورد		ھمچو موسیٰ شیر را تمییز کرد

ترجمہ: جس شخص نے روزِ الست میں وہ (ذوقِ خاص کا دودھ) نوش کرلیا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح (اہل اللہ کے) شیرِ (کمال) کو پہچان لیا۔

گر تو بر تمییزِ طفلت مؤلعی		ایں زماں یا آمِ موسیٰ ارضعی
تاببیند طعمِ شیرِ مادرش		تا فرو ناید بدایہ بدسرش

ترجمہ: اگر تم (بھی) اپنے طفل (قلب) کے (حق و باطل میں) تمیز کرنے کے خواہش مند ہو تو اے امِ موسیٰ (یعنی اے صاحب دل اب (اس کو مجاہدہ و ریاضت کا) دودھ پلاؤ تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا ذائقہ پہچان لے اور) پھر (کسی) بُری دایہ کے دودھ پر مائل نہ ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۸۶۸)

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار		ھر کہ باشد گر پیادہ و سوار

ترجمہ: پس یارانِ طریقت کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا لازم سمجھو خواہ کوئی پیادہ ہو یا سوار ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۶۶۷)

حضرت سیدنا امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

وقال: اطلعنی اللہ علی اسماء من یدخلون فی سلسلتنا من الرجال والنساء الی یوم القیامۃ، وان نسبتی ھذہ تبقی بواسطۃ اولادی الی یوم القیامۃ، حتی ان الامام المھدی سیکون علی ھذہ النسبۃ الشریفۃ۔

وقال قدس اللہ سرہ: کنت مرۃ فی حلقۃ الذکر مع اصحابہ، فخطر لی انی فی قصور ونقص، فالقی الیّ فی الحال انی قد غفرت لک ولمن توسل الیک بواسطۃ او بغیر واسطۃ الی یوم القیامۃ۔

ترجمہ: ارشاد ہوتا ہے اللہ کریم نے قیامت تک ہمارے سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں شامل ہونے والے مردوں اور عورتوں کے نام مجھے (حضور امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) بتائے ہیں اور میری یہ نسبت میری اولاد کے ذریعے قیامت تک قائم رہنے کی بھی اطلاع دی ہے۔

اور امام مہدی علیہ السلام بھی اس نسبت شریفہ پر ہی ہوں گے۔

فرماتے ہیں میں احباب کے ساتھ حلقہ ذکر میں تھا میرے دل میں کھٹکا گزرا کہ مجھ میں قصور و نقص ہے اسی وقت مجھے القاء ہوا میں نے تمہیں اور قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ تمہارا وسیلہ پکڑنے والوں کو بخش دیا ہے۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج ۱، ص ۴۹۵، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

ان سلاسل المشائخ منسوبة الى الامام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ وللامام نسبتان نسبته من ابائه الکرام منتهیته الی علی کرم اللہ وجهه الکریم ونسبته من اجداده من جانب الام ماخوذة من الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ وباعتبار هاتین الولادتین الصوریة والمعنویة قال الامام ولدنی ابوبکر مرتین وکلتا النسبتین فی الامام متمیزتان ووصل الی المشائخ النقشبندیه من الامام نسبته الصدیق الاکبر وللمشائخ سائر السلاسل منه النسبته الماخوذه من علی کرم اللہ وجهه

ترجمہ: مشائخ (کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) کے سلسلے حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) کے لئے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آبائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی طرف سے ہے جو حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے اُن کے اجداد (ننہیال کے واسطہ سے) حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مجھ کو حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ جنا ہے اور (یہ) دونوں نسبتیں امام (حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) میں ممتاز ہیں اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مشائخِ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تک حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کیلئے اُن حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۵۹، ص، ۱۰۱، گارڈن ویسٹ، کراچی)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ، معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

ثم الدلیل علی ان ابا بکر کان افضلهم ما روی عن النبی ﷺ انه قال لم یفضلکم ابو بکر بکثرة صلوته ولا بکثرة صیامه وانما هو شئ وقر فی قلبه وروی ان الصحابة اجتمعوا علی باب رسول اللہ ﷺ ولم یکن فیهم ابو بکر فذکروا الفضل کل احد یری فضل نفسه فارتفعت اصواتهم فخرج رسول اللہ ﷺ وقال فیم کنتم قد ارتفعت اصواتکم فقالوا فی کذا فقال علیه السلام هل فیکم ابوبکر فقالوا لا فقال اذا لا افضل لکم فان قیل بان علیا کان افضل من ابو بکر لانه ما اشرک بالله وما عبد الصنم کافرا قلنا لیس کذلک فان علیا کان کافرا حکما قبل الاسلام تبعا لابویه ولو لم یکن کافرا لکان لا یحتاج الی الدعوة بالاسلام والنبی عرض علیه السلام دل انه کان کافرا ثم لما اسلم وصح اسلامه دل ان کفره کان صحیحا بالتبعیة فنقول ان ابا بکر افضل الصحابة ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنهم ثم بعد هؤلاء الاربعة کان افضل الناس اهل البیت وهم اهل بیت رسول اللہ ﷺ ثم الذین شهد لهم بالجنة ثم اهل البدر ثم اهل الحدیبیة ثم الصحابة افضل من الامة ثم تابعین ثم تبع تابعین لما روی عن النبی انه قال خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشوا الکذب الخبر بطوله۔

ترجمہ: اس کی دلیل کہ حضرت سیّدنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں، وہ حدیث ہے کہ حضور سیّدی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو

فضیلت زیادہ نمازیں پڑھنے اور کثرت سے روزے رکھنے کی وجہ سے نہیں ہے یعنی کثرت صوم وصلوٰۃ ان کی وجۂ فضیلت نہیں ہے بلکہ (ان کی وجۂ فضیلت) ایک چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بھر دی ہے۔ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷡ حضور ﷺ کے در اقدس پر جمع ہوئے اور ان میں حضرت سیّدنا ابوبکر ﷜ نہیں تھے، ہر ایک اپنی فضیلت بیان کرتا تھا جب آوازیں بلند ہوئیں۔حضور ﷺ کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: کیا باتیں کرتے تھے کہ تمہاری آواز بلند ہوئی؟ عرض کیا: ہم فضیلت کا ذکر کرتے تھے، فرمایا کہ تم میں حضرت سیّدنا ابوبکر ﷜ بھی تھے یا نہیں؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: پھر تم میں کسی کو فضیلت نہیں۔ اگر کہا جائے کہ حضرت سیّدنا علی ﷜ ابوبکر ﷜ سے افضل تھے، اس لیے کہ انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا اور بت پرستی نہیں کی۔

جواباً ہم کہیں گے کہ یہ صحیح نہیں، حضرت سیّدنا علی ﷜ **تبعاً للوالدین** پہلے مسلمان نہ تھے اور اگر وہ غیر مسلم نہ تھے تو دعوت اسلام کی ضرورت نہ ہوتی حالانکہ حضور ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا، اگر وہ مسلمان ہوتے تو اسلام پیش کرنے کی حاجت نہیں ہوتی، پھر جب ان کا اسلام صحیح ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ ان کا کفر ثابت ہے والدین کی تبعیت میں۔

تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابوبکر ﷜ افضل الصحابہ ہیں، پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق ﷜، پھر حضرت سیّدنا عثمان غنی ﷜ پھر حضرت سیّدنا علی ﷜۔ پھر چاروں خلفاء راشدین کے بعد افضل الناس اہل بیت ﷡ ہیں اور اہل بیت ﷡ وہ حضور کے گھر والے ہیں اور پھر وہ جن کو جنت کی بشارت وشہادت دی، پھر اہل بدر، پھر اہل حدیبیہ پھر بقیہ صحابہ کرام ﷡ تمام امت سے افضل ہیں۔ پھر تابعین، پھر تبع تابعین جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا: "خیر القرون قرنی" یعنی بہترین زمانہ میرا ہے، پھر صحابہ کا، پھر تابعین کا، پھر تبع تابعین ﷡، پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا کہ کذب و دروغ گوئی پھیل جائیں گے (یہ طویل حدیث ہے)۔

(تمہید ابی شکور السالمی، ص، ۱۶۵، ۱۶۶، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، حنفی معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

ولو قلنا بان علیا ما کان منهم یکون منقصه فی حقه فصح ما قلنا قال المهتدی ابو شکور السالمی کنت ابتلیت بین قوم من الشیعة فسألونی عن افضل الناس بعد رسول الله ﷺ وکنت ارتعد منهم بالضرب فقلت افضل الناس من الصحابة ابو بکر ومن اهل البیت علی ففرحوا لان من زعمهم ان علیا ما کان من الصحابة وکان من اهل البیت وہم افضل الصحابة ومن زعمی ان علیا کان من الصحابة وکان من اهل البیت وابو بکر افضل منه والخلفاء افضل من اهل البیت وروی ان رافضیا جاء الی ابی یوسف القاضی وقال ما تقول فی اربعة خامسهم النبی خمسة سادسهم جبرئیل صلوات الله تعالیٰ علیه اراد به اصحاب الکساء فعرف ابو یوسف انه اراد به طعنا فی ابی بکر فقال ما تقول فی اثنین ثالثهما الله جل جلاله وهو قوله تعالیٰ ثانی اثنین اذ هما فی الغار وقوله تعالیٰ ان الله تعالیٰ معنا واجمعنا علی ان من قال بان ابا بکر ما کان صاحبه فانه یکفر لانه انکر النص وهو قوله تعالیٰ: اذ یقول لصاحبه لا تحزن۔ وهو قول الشافعی وروی عن محمد بن الحسن ایضا کذلک وقال بعض الفقهاء بانه لا یکفر لانه لم یرد

فی النص بانه قال لابی بکر وروی انه لما نزلت هذه الآیة فقال النبی ﷺ لابی بکر لقد بلغت من الله تعالیٰ مبلغ الافتخار حیث اثنی، علیک، الملک الجبار بقوله: ثانی اثنین اذهما فی الغار۔ ثم العرب افضل من الموالی بثلثة اشیاء اولها القرآن نزلت بلغتهم وان اهل الجنة یتکلمون بالعربیة وان النبی کان منهم وکان من ربیعة ومضر وکان من القریش فزادهم شرفا وروی عن النبی انه قال لسلمان، الفارسی لا تبعضنی فتدخل النار فقال کیف ابغضک یا رسول الله ﷺ وقد هدانا الله بک فقال اذا ابغضت العرب فقد ابغضتنی وقال النبی حب العرب من الایمان فنحن نحبهم لاجل الله تعالیٰ ولاجل رسوله ﷺ انه بعث منهم۔

ترجمہ: اور اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان میں داخل نہیں تو اس میں ان کی توہین ومنقصت ہے تو صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا کہ حضرت سیّدنا ابوشکور سالمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں رافضیوں میں پھنس گیا اور میں ان سے زدوکوب کے خطرہ سے کانپ رہا تھا، انہوں نے مجھ سے پوچھا: حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں، یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اس لیے کہ وہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اصحاب میں داخل نہیں مانتے۔ علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رضی اللہ عنہم میں داخل مانتے ہیں اور اہل بیت افضل الصحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ میرا عقیدہ (دل میں گمان) یہ تھا کہ علی اصحاب رضی اللہ عنہم میں داخل ہیں اور اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی ہیں اور حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے افضل ہیں اور خلفاء راشدین اہل بیت سے افضل ہیں اور روایت ہے کہ ایک رافضی قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ان چار کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ پانچویں ان کے نبی، چھٹے ان کے جبریل (صلوات اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ اس کی مراد اصحاب نہیں تھے، ابو یوسف قاضی رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا کہ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے تو آپ نے برجستہ فرمایا: تو ان دو کے بارے میں کیا کہتا ہے جن کا تیسرا خدا ہے،

وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

''ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ''

ترجمہ: دونوں میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ (التوبہ:۴۰)

اور فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ:۴۰)

اور ہم سب کا اجماع ہے کہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرکار دوعالم ﷺ کا صحابی نہ مانے وہ کافر ہے، اس لیے کہ وہ اس نص قرآنی کا منکر ہے کہ

اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ''

ترجمہ: جب آپ فرمارہے تھے اپنے ساتھی (صحابی) سے کہ غم نہ کر۔ (التوبہ:۴۰)

اور یہی قول حضرت سیّدنا اما شافعی علیہ الرحمہ کا ہے اور محمد ابن حسن رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

اور بعض فقہاء کافر نہیں کہتے، اس لیے کہ نص میں یہ وارد نہیں کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضیلت ابو بکر رضی اللہ عنہ. آیت مصداق ابو بکر رضی اللہ عنہ میں اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سیّدی نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لقد بلغت من اللہ مبلغ الافتخار حیث اثنی علیک الملک الجبار"

بقولہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ یعنی اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم مبلغ افتخار کو پہنچے کہ ملک جبار (اللہ جل جلالہٗ کے فرشتے) جل جلالہٗ نے فرمایا: ان دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے۔

عربوں سے محبت کی تین وجوہ:

یہ اظہر من الشمس اور اجلی من الامس ہے کہ غارِ ثور میں بالاتفاق ہجرت کے دن حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی حضور سیّدی نبی کریم ﷺ کے ہم رکاب اور رفیق سفر تھے۔ پھر عرب، موالی سے تین وجوہ سے افضل ہیں:

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور سیّدی نبی کریم ﷺ بھی عربی ہیں۔

(۳) اور حضور سیّدی نبی کریم ﷺ ربیعہ ومضر سے تھے اور پھر قریش سے تھے، اس لیے بھی عرب کو شرف وبزرگی حاصل ہے۔

عربوں سے محبت رکھنے والا جنتی اور بغض رکھنے والا دوزخی ہے:

اور حضور سیّدی نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ جہنم میں جاؤ گے۔ حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور سیّدی نبی کریم ﷺ! میں کس طرح بغض رکھ سکتا ہوں؟ خدا عزوجل نے آپ کی بدولت مجھ کو ہدایت بخشی ہے۔ فرمایا: جب تو عرب سے بغض رکھے گا تو گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے اور حضور سیّدی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عرب کی محبت ایمان کا حصہ ہے تو ہم عرب سے محبت رکھتے ہیں اللہ (عزوجل) کے لیے اور رسول ﷺ کے لیے کہ وہ (رسول ﷺ) انہی سے بھیجے گئے۔

(تمہید ابی شکور السالمی، ص، ۱۶۶، ۱۶۷، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

گمراہ بد مذہب ہے۔ سبحان اللہ، اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت امام الاولیاء مرجع العرفاء امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے بھی اکرم وافضل واتم واکمل ہیں جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی، رافضی مانتے ہیں، نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی تفضیل (عہ) دینی کہ معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ وخرق اجماع امت مرحومہ ہے: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۸، ص، ۴۱۹، ۴۲۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حافظ عمر بن محمد ملا علیہ الرحمہ اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقفاً مع علی بن ابی طالب اذا اقبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعانقہ، و قبل فاہ فقال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا ابا الحسن منزلۃ ابی بکرٍ عندی کمنزلتی عند ربی۔

ترجمہ: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں حضور سیّدی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب جل جلالہ کے حضور۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۸، ص ۶۰۳، تا ۶۱۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فاقول اولاً کانت الجاھلیۃ تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب ھو الافضل فجاءت کلمۃ الاسلام برد کلمۃ الجاھلیۃ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم، فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لافی صفتہ وھذا کما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمۃ فقال قائل الحامض الذ، فنقول رداعلیہ الابل الذھا احلاھا فانما ترید ان الاحلی ھو الالذ والوجہ ان الاتقی فی الاٰیۃ کالاحلی فی قولک ھذہ مراۃ لملاحظۃ الذات والاکرم حکم علیہ کالالذ وانما الخبر ماحکم بہ لاماحکم علیہ ولقد دری من لہ قلیل ممارسۃ بکلام العرب ان الذھن اول ماتلقی الیہ امثال ھذا الکلام لایسبق الا الی ان المراد مدح الاتقیاء والترغیب فی التقوی والوعد الجمیل بان من یتقی، یکن کریما علینا عظیما لدینا وھکذا فھم المفسرون فھذا الزمخشری النکتۃ فی الادب الشامۃ فی معرفۃ کلام العرب یقول فی، تفسیرہ المعنی ان الحکمۃ التی من اجلھا رتبکم علی شعوب وقبائل ھی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلایعتزی الی غیر اٰبائہ، لاان تتفاخروا بالاٰباء والاجداد وتدعوا التفاوت والتفاضل فی الانساب، ثم بین الخصلۃ التی بھا یفضل الانسان غیرہ ویکتسب الشرف والکرم عنداللہ تعالٰی فقال ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم وقریٔ ان بالفتح کانہ قیل لایتفاخر بالانساب فقیل لان، اکرمکم عنداللہ اتقاکم لاانسبکم۔ الخ

فاقول (میں کہتا ہوں) اولاً اہل جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔

تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے [illegible] الذھا احلاھا [illegible] الذھا احلاھا سب سے زیادہ

مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقٰی تمہارے اس قول ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے میں احلی کی مثل ہے اور اکرم محکوم علیہ ہے جیسے الذ ۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقوی کی رغبت دلاتا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقوی اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت وکرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء واجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء واجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوی کرو پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت وبزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ اور ایک قراءت ان فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسبت پر فخر کیوں نہ کیا جائے، تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ۔ (الکشاف تحت آیۃ ۴۹/ ۱۳ دارالکتب العربی بیروت ۴/ ۳۷۵)

وبمثلہ قال الامام النسفی فی المدارک۔ اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

(مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱۳ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۳)

واقول ثانیاً القرآن انما نزل لبیان الاحکام التی لایطلع علیھا الا اطلاع اللہ سبحنہ وتعالٰی کالنجاۃ والھلاک والکرامۃ والھوان والردوالقبول والغضب والرضوان لالبیان الامور الحسیۃ وکون الرجل تقیا اوفاجرا مما یدرک بالحس ففی جعل الاکرم موضوعاً کقلب الموضوع ولقد کان ھذا الوجہ من اول ماسبق الیہ فکری حین استماع الشبھۃ ثم فی اثناء تحریر الرسالۃ لما راجعت، مفاتیح الغیب رأیت الفاضل المدقق تنبہ للشبھۃ ودندن فی الجواب حول ما اومانا الیہ حیث یقول فان قیل الاٰیۃ دلت علٰی ان کل من کان اکرم کان اتقی وذٰلک لایقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم، قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاھد ووصف کونہ افضل غیر معلوم ولامشاھد والاخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھو الطریق الحسن، اما عکسہ فغیر مفید، فتقدیر الاٰیۃ کانہ وقعت الشبھۃ فی ان الاکرم عنداللہ من ھو؟ فقیل ھو الاتقٰی، واذاکان کذٰلک کان التقدیر اتقٰکم اکرمکم عنداللہ۔ انتھی

اقول ثانیاً قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحانہ وتعالٰی کے اطلاع کئے بغیر نہیں ہوسکتا جیسے کہ نجات وہلاکت، عزت وذلت اور مردود ومقبول ہونا اور غضب ورضائے الٰہی، یہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیزگار یا بدکار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہ کو سن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر مفاتیح الغیب دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس

کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا، اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصف معلوم محسوس ہے اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے، اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی أَتْقَاكُمْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ ۳۱/۲۰۵)

قلت و لعلک لا یخفی علیک مابین التقدیرین من الفرق و مابین ھذا الوجہ و وجوھنا الباقیۃ من التفاوت العظیم ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

ترجمہ: قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ (القرآن الکریم ۵/۵۴)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

ثم اقول عسی ان یزعجک الوھم الصؤل فیلجئک ان تقوم تقول الیس التقوٰی من افعال القلوب،

قال اللہ سبحٰنہ و تعالٰی أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقوٰی افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کا ارشاد ہے: یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔ (القرآن الکریم ۴۹/۳)

وقال تعالٰی وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

ترجمہ: اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (القرآن الکریم ۲۲/۳۲)

و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، یشیر الی صدرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اخرجہ مسلم۔ وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ترجمہ: اور نبی ﷺ نے فرمایا: تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے۔ حضور ﷺ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۷)

وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکل شیئ معدن و معدن التقوٰی قلوب العارفین خرجہ الطبرانی۔ عن ابن عمر و البیھقی عن

الفاروق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما

ترجمہ: اور حضور ﷺ سے مروی ہے: ہر شے کے لئے کان ہے اور تقوٰی کی کان اولیاء کے دل ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۳)

فکیف قلتم انہا من المحسوسات۔

تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقوٰی محسوسات سے ہے۔

قلت بلی ان التقوٰی مقامہا القلب وعن ہذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقی الامۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفہا باللہ تعالٰی لکن القلب امیر الجوارح فاذا استولی علیہ سلطان شیئ اذعنت لہ الجوارح طرّا ولعمت علیہا آثارہ جہرًا وھذا مشاھد فی الحیاء والحزن والفرح والغضب وغیرذٰلک من صفات القلب قال المصطفٰی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجہ الشیخان۔ عن نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ

ترجمہ: قلت (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بے شک تقوٰی کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیاء و غم، خوشی و غضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفٰی ﷺ فرماتے ہیں: خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ قلب ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳) (صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۸)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشہدوا لہ بالایمان اخرجہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیہقی۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ: اور حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم و بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۹/ ۱۸ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۵، سنن ابن ماجۃ کتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۸، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۸، المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۲، السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۶۶، موارد الظمآن الی زوائد الظمآن باب الجلوس فی المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰ المطبعۃ السلفیۃ ص ۹۹)

(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۸، ص ۶۱۸، تا ۶۲۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اعلٰی حضرت فرماتے ہیں، ابوبکر صدیق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ صدیق اصغر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام اعلٰی صدیقیت سے بلند و بالا ہے، نسیم الریاض

شرح شفائے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

اما تخصیص ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ فلانہ الصدیق الاکبر الذی سبق الناس کلھم لتصدیقہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولم یصدر منہ غیرہ قط وکذا علی کرم اللہ تعالی وجھہ فانہ یسمی الصدیق الاصغر الذی لم یتلبس بکفر قط ولم یسجد لغیر اللہ مع صغرہ وکون ابیہ علی غیر الملۃ ولذا خص بقول علی کرم اللہ تعالی وجھہ۔

ترجمہ: لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تخصیص اس لئے کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو تمام لوگوں میں آگے ہیں کیونکہ انہوں نے جو حضور ﷺ کی تصدیق کی وہ کسی کو حاصل نہیں اور یونہی علی رضی اللہ عنہ کا نام صدیق اصغر ہے جو ہرگز کفر سے ملتبس نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا باوجودیکہ وہ نابالغ تھے اور ان کے والد ملت اسلامیہ پر نہ تھے، اسی وجہ سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے قول کو خاص طور پر لیا۔

(نسیم الریاض شرح شفاء امام عیاض، الباب الاول، الفصل الاول، دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۴۲)

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ فتوحات مکیہ شریفہ میں فرماتے ہیں:

فلو فقد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی ذلک الوطن وحضرہ ابوبکر لقام فی ذلک المقام الذی اقیم فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لانہ لیس ثم اعلی منہ یحجبہ عن ذلک فھو صادق ذلک الوقت وحکمہ وماسواہ تحت حکمہ (ثم قال) وھذا المقام الذی اثبتناہ بین الصدیقیۃ ونبوۃ التشریع الذی ھو مقام القربۃ وھو للافراد ھو دون نبوۃ التشریع۔ وفوق الصدیقیۃ فی المنزلۃ عند اللہ والمشار الیہ بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر ففضل بہ الصدیقین اذ حصل لہ مالیس فی شرط الصدیقیۃ ولا من لوازمھا فلیس بین ابی بکر وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رجل لانہ صاحب الصدیقیۃ وصاحب سر۔

ترجمہ: یعنی اگر حضور سید عالم ﷺ اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوں تو حضور اقدس ﷺ کے مقام پر صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے وہ اس وقت کے صادق وحکیم ہیں، اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیر حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں ہے، یہ مقام قربت فردوں کے لئے ہے، اللہ کے نزدیک نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے۔

اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ ان کے قلوب میں وہ رازِ الٰہی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وہ تو صدیقیت والے بھی ہیں اور صاحب راز بھی۔

(الفتوحات المکیۃ، الباب الثالث والسبعون، دار احیائی، التراث العربی، بیروت، ۲/ ۲۵)(فتاوی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۶۸۰، ۶۸۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی سبقت کی چہار وجوہات:

خیثمہ طرابلسی وابن عساکر ابو الزناد سے راوی، ایک شخص نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! کیا بات ہوئی کہ مہاجرین وانصار نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تقدیم دی حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر اور اسلام وسوابق پیشتر، فرمایا: اگر مسلمان کے لئے خدا کی پناہ نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا، افسوس تجھ پر، ابوبکر رضی اللہ عنہ چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے، افشائے اسلام میں مجھ سے پہلے، ہجرت میں مجھ سے سابق، صحبت غار میں انہیں کا حصہ، نبی ﷺ نے امامت کے لئے انہیں کو مقدم فرمایا:

ویحک ان اللہ ذم الناس کلھم و مدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ۔ (الآیۃ)

ترجمہ: افسوس تجھ پر بیشک اللہ تعالیٰ نے سب کی مذمت کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔

(جامع الاحادیث بحوالہ خیثمہ وابن عساکر حدیث ۶۸۹۷، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۹)

مدح فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں نے اسے مکہ سے باہر کیا دوسرا ان دو کا جب وہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتا تھا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا تقدم:

خطیب بغدادی وابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق رضی اللہ عنہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

سألت اللہ ثلثا ان یقدمک فابی علی الا تقدیم ابی بکر۔

ترجمہ: اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھنا۔

(تاریخ بغداد، حدیث، ۵۹۲۱، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۱/ ۲۱۳، کنز العمال بحوالہ ابی طالب العشاری وغیرہ حدیث ۳۵۶۸۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۲/ ۵۱۵)

(فتاوی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۶۸۶، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اہل سنت کی فضیلت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

زیرا کہ ہر مبتدع و ضال، مقتدای معتقدات خود را کتاب و سنت می داند و بہ اندازۂ افہام رکیکۂ خود، از آن (از کتاب و سنت۔)، معانی غیر مطابقہ می فہمد (۔یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْراً وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْراً) (بقرہ/۲۶)۔

و آنکہ گفتم کہ معانی مفہومۂ علماء اہل حق معتبر است و خلاف آن معتبر نیست، بنابر آن است کہ آن معانی را از تتبع آثارِ صحابہ و سلفِ صالحین۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ أخذ کردہ اند و از انوارِ نجومِ ہدایت شان اقتباس فرمودہ اند۔ لھذا نجات ابدی، مخصوص ایشان گشت و فلاح سرمدی، نصیب ایشان آمد۔ (أُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) (مجادلہ/۲۲)

ترجمہ: کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے۔ اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا

ترجمہ: اللہ ﷻ اس کے ساتھ بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ (سورۃ البقرہ/۲۶)

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معانی صحابہ اور سلف صالحین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں اور ان کی ہدایت کے ستاروں کے انوار سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجات ابدی انہیں کے ساتھ مخصوص ہوگئی اور فلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی۔

أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، (مجادلہ/۲۲)

ترجمہ: یہی لوگ اللہ ﷻ کا گروہ ہیں سن لو کہ اللہ ﷻ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۸۶ ج ۱، ص ۶۴۹ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

مدار طریقه مابرین سه چیز است رسوخ بر عقائد اهل سنت و جماعت۔ و دوم آگاهی و عبادت هر کرا دریکی ازین هافتوری رفت از طریقه مابر آید فنعوذ بالله من الذل بعد العزو من الرد بعد القبول۔

ترجمہ: ہمارے طریقہ کا مدار ان تین چیزوں پر ہے۔

(اوّل) اہل سنت وجماعت کے عقیدوں پر پکا ہونا۔

(دوسرا) دوام حضور۔

(تیسرا) عبادت۔

جس کسی میں ان تینوں میں سے ایک میں فتور آ گیا۔ وہ ہمارے طریقہ سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ عزت دیکر پھر ذلیل نہ کرے اور قبول کر کے رد نہ کرے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات، ص، ۲۵، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی قسمیں

حضرت محمد ہاشم کشمی بدخشی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

از روی معامله و سلوک منقسم به سه قسم اند۔ قسمتی آنان اند که از بدایت تا نهایت معاملهٔ ایشان جز بر عزیمت امور و کمال اتباع سنت سنیه نبوده و از شوایب رخصت فضلاً عن البدعة اجتناب تمام نموده اند و این قسم سخت نادر باشد و قسمتی آنان اند که در بدایت کار بنابر بعضی مقتضیات احوال عمل به رخصت نموده اند و در اواخر به کلیه متوجه عزیمت گشته اند و قسمتی آنان اند که از ابتدا تا انتهاء معاملات ایشان از مزج تجویزات و رخص خالی نبوده اما آن کسی که از آغاز تا انجام بعد از ادای فرایض و واجبات معامله را بر رخصت

بنا نهاده و از عزیمت دور افتاده اگر چه از بعضی احوال اولیاء او را بهره رسیده باشد، عرفای متمکنین وی را از کاملان اولیاء نشمارند۔ بل، ملتزم دوام رخصت را از خلط بدعت تهی ندانند۔

و ایضاً از کلام صاحب، عوارف، و بعضی عرفا رحمهم اللہ چنان مفهوم می گردد که بعضی از کمل اولیاء را به احوال بلند بنوازند و حال آنکه ایشان را تکثیر عمل بر طبق عزیمت و اولی کمتر داده باشند و معاملۂ بعضی آخر عکس آن بود و سر آن سابقاً مجملاً ذکر یافت و برخی را عمل کثیر بخشند و احوال عظیم نیز عطا کنند اما خوارق عادات از ایشان کمتر به ظهور رسد و بعضی را قدرت ظهور خوارق که، متعلق بود به کونیات و اخبار از مغیبات، داده اند اما قوت تصرف اکمال ناقصان در ایشان کمتر نهاده اند و بعضی بر عکس آنند و برخی جامع این و آن و هذا قلیل۔

چون این قدر از تمهید شنیدی و این در گرانبها را در گوش هوش کشیدی اکنون از مدحت و منقبت خواجه بزرگوار شمه ای بشنو۔ آن غوث روزگار از بدایت تا نهایت کار با وجود قربت قیامت عمل بر عزیمت و غایت اتباع سنت نموده اند که اندر ابتدای سلوک و بدایت، جذبۂ پیر روحانیت ایشان خواجۂ جهان، خواجۂ عبدالخالق۔ قدس اللہ سرهما۔ ایشان را به تاکید امر نموده بودند که چنگ در حبل المتین سنت و عزیمت و از رخصتها و بدعتها بکلی دور باشی و از علماء دین دار تفحص آثار پیغمبر و اصحاب آن سرور۔ علیه، و علیهم الصلوۃ و السلام و التحیات الی یوم المحشر نماید۔

حضرت خواجه بزرگ۔ رضی اللہ عنه۔ چه به حکم این اشارت و چه از دیگر اشارات غیبی و الهامات لا ریبی چنین کرده اند و تا آخر حیات، بر آن بوده اند و هر روز در دقایق متابعت مصطفیٰ و ایتان عزیمت و اولی در همه امور افزوده تا بجایی که یکی از ایشان پرسیده که، شمار را به چه توان شناخت؟ فرموده اند: به متابعت حضرت رسالت۔ علیه الصلوۃ و التحیة۔

و وقت دیگر فرموده اند

طریقۂ ما عروۂ وثقی است

همگی چنگ در ذیل متابعت سنت مصطفی۔ صلی اللہ علیه وسلم۔ زدن است۔ و اقتدا به آثار صحابه۔ رضی اللہ عنهم۔ نمودن هر که از طریقه ما رو گرداند خطر دین دارد۔

ترجمہ: اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی پہلی قسم وہ اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں جن کا معاملہ از ابتداء تا انتہا عزیمت اور کمال اتباع سنت پر ہوتا ہے اور یہ حضرات بدعت تو کجا رخصت پر عمل کرنے سے بھی کامل اجتناب کرتے ہیں اور اس طرح کے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کم ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی دوسری قسم وہ اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں جو ابتداء رخصت پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن آخر میں بالکلیہ عزیمت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تیسری قسم وہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں جن کے معاملات از ابتدا تا انتہا تجویزات و رخصت کی ملاوٹ سے خالی نہیں ہوتے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد شروع سے آخر تک اپنا معاملہ رخصت ہی پر رکھا اور عزیمت سے دور جا پڑے اگرچہ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کچھ حصہ انہیں بھی مل جائے۔ تاہم حضراتِ عارفین و متمکنین انہیں کاملین میں نہیں شمار کرتے بلکہ رخصت پر ہمیشہ عمل کرنے

والے کو بدعت کے اختلاط کے باعث تہی دامن سمجھتے ہیں اور صاحب عوارف المعارف (شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے کلام سے کچھ ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) مختلف طرح سے نوازے جاتے ہیں۔ بعض کاملین اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے طبقہ کے مقابلہ میں ان کا عمل اتنا زیادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا معاملہ ان کے برعکس ہوتا ہے اور اس کا راز پہلے مختصراً بیان کیا جاچکا ہے۔ بعض اولیاء ایسے ہیں جنہیں عملِ کثیر بخشتے ہیں اور احوال بھی عطا فرماتے ہیں لیکن خوارقِ عادت اور کرامتوں کا ظہور اُن سے کم ہی ہوتا ہے۔ بعض اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ انہیں ایسے خارقِ عادت کے ظہور کی قدرت دی جاتی ہے جس کا تعلق کونیات سے ہے اور غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں لیکن ان سب کے باوجود کمزوروں، گنہگاروں کو بذریعہ ہدایت کامل و مکمل کردینے کی قوتِ تصرف انہیں کم درجہ میں دی جاتی ہے۔ بعض اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کے برعکس ہیں۔ یعنی انہیں کرامتیں کم دی جاتی ہیں اور غیب کی خبریں بھی اتنی نہیں دی جاتیں مگر کثیر مخلوق اُن سے فیضیاب ہو کر کامل و مکمل ہو جاتی ہے اور بعض اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایسے ہیں جو ان دونوں صفتوں کے جامع ہوتے ہیں اور یہ دونوں ہی چیزیں انہیں عطاء کی جاتی ہیں۔

جب یہ تمہید تم نے سن لی اور یہ باتیں جو گراں قدر موتی کی مانند ہیں تمہارے کانوں میں پڑ گئیں۔ اب حضرت خواجۂ بزرگوار حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ کی مدحت و منقبت کے بارے میں کچھ سنو۔ باوجود قرب قیامت کے حضرت خواجۂ بزرگ (حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ) نے از ابتداء تا انتہا اپنے عمل کی بنیاد عزیمت و اتباع سنت نبوی ﷺ پر رکھی تھی۔ خواجۂ جہاں حضور سیّدی شہباز لامکانی خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ کی روحانیت نے ابتداء سلوک و بدایت جذبہ ہی میں آپ کو بتا کید اس کا حکم فرمایا تھا کہ ہر حال میں سنت و عزیمت کی مضبوط رسی کو پکڑے رہیں اور بدعت و رخصت سے کلیۃً دور رہیں اور دیندار علماء سے احادیث رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار برابر دریافت کرتے رہا کریں۔ چنانچہ حضرت خواجۂ بزرگ (حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ) کچھ تو اسی اشارہ کے باعث اور کچھ ایسے ہی دوسرے اشاراتِ غیبی والہاماتِ لاریبی کی بنا پر اپنی آخر زندگی تک اِس طریقہ پر کاربند رہے۔

حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ روزانہ حضور انور ﷺ کی اتباع کے باریک باریک نکتوں اور تمام کاموں میں عزیمت و اولیٰ و بہتر کو ملحوظ رکھتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ کسی نے حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس چیز سے شناخت کریں اور کیسے پہچانیں۔ حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا حضرت رسالت پناہ ﷺ کی اتباع اور پیروی سے۔ ایک دوسرے موقعہ پر آپ (حضرت سیّدی خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ) نے ارشاد فرمایا

طریقۂ ماعروۂ وثقی است

ترجمہ: ہمارا طریقہ عروۂ وثقیٰ ہے یعنی مضبوط رسی۔

سنت نبوی کی متابعت کی کوشش اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتداء و پیروی۔ جو کوئی اِس سے روگردانی کریگا اس کے دین کو خطرہ ہے۔

(نسمات القدس من حدائق الانس، ص، ۱۷۱ تا ۲۲۲، تصحیح و تدوین منیر جہاں، ۲)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

حضرت ((خواجہ نقشبند))۔قدس سرہ۔فرمودہ اند: مافضلیانیم (نسبت فضل بہ حق۔جل و علا۔داریم۔)۔بلی تافضل نباشد، نہایتِ دیگران در بدایتِ ایشان چگونہ مندرج گردد۔(ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ)۔(جمعہ/۴)

ترجمہ: حضور سیّدی امام الطریقہ خواجہ محمد نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔مافضلیانیم، یعنی ہم اللہ کے فضل والے لوگ ہیں۔ہاں ہاں اگر فضل نہ ہوتو دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں کیسے درج ہو۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔(سورۃ الجمعۃ/ ۴)

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۲، ج ۱، ص ۴۴۷ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت محمد ہاشم کشمی بدخشی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

گویند حضرت خواجہ بزرگوار۔قدس سرہ۔با آن ہم جذبات و غلبات و فنا و استہلاک بحفظ اللہ سبحانہ و کرمہ در دقایق سنت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم تا بحدی می کوشیدند کہ ہمہ می خواستند از سنن عادتی نیز امری را فرو نگذارند تا روزی فرمودند:

"ہر سنتی کہ از علماء دیندار شنیدیم مہما امکن بجا آوردیم
مگر یک سنتی ماند۔زود بیائید تا آں را نیز بعمل آریم"

حضور سیّدی امام الطریقہ خواجہ محمد نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ ان تمام غلبات وجذبات وفنا واستہلاک کے باوجود سید الابرار ﷺ کی باریک باریک سنتوں پر عمل کے بارے میں حد درجہ کوشش فرماتے تھے۔آپ کی خواہش تھی کہ سنتوں میں سے کوئی سنت بھی آپ سے ترک نہ ہو۔

چنانچہ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

"ہر سنتی کہ از علماء دیندار شنیدیم مہما امکن بجا آوردیم
مگر یک سنتی ماند۔زود بیائید تا آں را نیز بعمل آریم"

ترجمہ: علماء دیندار سے جب بھی ہم نے کسی سنت کے بارے میں سنا جہاں تک ممکن ہوا اسے بجالائے۔مگر ایک سنت رہ گئی ہے۔اسے بھی جلد بجالائیں گے"۔

(نسمات القدس من حدایق الانس، ص ۲۹، تصحیح وتدوین، منیر جہان ملک)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

دوشنبہ بیست و پنجم ذی القعدہ سنۃ تسع و الف سعادت زمین بوس حاصل شد سخن در ترقی بعد الموت افتاد فرمودند کہ شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ کفتہ است کہ اگر کسے بہ نیت صحیح و اعتقاد درست در راہ حق سبحانہ در آید و آداب شریعت کماحقہ بجا آردو اورا از اذواق و مواجید این طائفہ در حین حیات نصیبے نباشد البتہ بعد از موت احوال و اذواق این طائفہ اشبد دھند حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ پارۂ تامل کردند و فرمودند بلک این چنیں کس را ھم درین عالم وقت احتضار باین دولتش مشرف سازند بعد ازین سخن

فرمودند که اعتقاد درست و رعایت احکام شریعت و اخلاص و دوام توجه بجناب حق سبحانه بزرگ ترین دولتے هست هیچ ذوقے و وجدانے به این برابر نیست این باید که داشته باشی دیگر هیچ چیز گو مباش۔

ترجمه: بروز سوموار ۲۵۔ذیقعد ۱۰۰۹ھ کو زمین بوسی کی سعادت حاصل کی۔موت کے بعد کی ترقی میں گفتگو شروع ہوئی۔فرمایا۔کہ حضرت معارف آگاہی شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔کہ اگر کوئی شخص درست نیت اور صحیح اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں داخل ہو جائے اور شریعت کے آداب کو اچھی طرح بجا لائے۔اور زندگی میں اُس کو صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے ذوق اور وجد کچھ حاصل نہ ہو۔تو موت کے بعد اس کو ضرور یہ سب کچھ دے دیں گے۔حضرت ایشان رضی اللہ عنہ نے کچھ تامل کر کے فرمایا۔کہ ایسے شخص کو اسی جہان میں موت کے حاضر ہونے کے وقت اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔بعد ازاں فرمایا۔کہ اعتقاد کا درست ہونا اور احکام شریعت کی پابندی اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توجہ کا دائمی ہونا نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے۔کوئی ذوق اور وجد اس کے برابر نہیں۔اگر یہ حاصل ہو۔تو پھر کسی اور شے کی حاجت نہیں۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، ص، ۳۶، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (مولانا مهمد افضل) دربیان معنی آنکه گفته اند در آن حضرت، ذوق یافت است، نه یافت و در تحقیق اندراج النهایة فی البدایة که خاصۂ این طریقۂ علیه است و بیان افضلیت این طریقه بر طرق دیگر

الحمدلله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ

در عبارات مشایخ این طریقۂ علیه۔قدس الله تعالیٰ اسرارهم۔واقع شده است که در آن حضرت۔جل سلطانه۔ذوق یافت است، نه یافت این سخن مناسب مقام اندراج نهایت در بدایت است، که موطن جذبۂ خاص این بزرگواران است۔در آن مقام، حقیقت یافت نیست که مخصوص به انتهاست، لیکن چون چاشنی از نهایت در بدایت درج کرده اند، ذوق یافت آنجا میسر است و چون از جذبه، معامله بیرون رود و از ابتدا به توسط آید، ذوق یافت نیز در رنگ یافت، رو به عدم آرد، نه یافت باشد و نه ذوق یافت و چون کار به نهایت رسد، یافت میسر گردد و ذوق یافت، مفقود بود و چون ذوق یافت در منتهی مفقود است، ناچار التذاذ و حلاوت در حق وی کمتر است۔ذوق و حلاوت را در قدم اول گذاشته است و در آخر محمول زاویۂ بی حلاوتی و بی مزگی گشته کان رسول الله تعالی علیه و علیٰ أله و صحبه و سلم و بارک متواصل الحزن دائم الفکر۔

سوال: چون منتهی را یافت مطلوب میسر شد، ذوق یافت چرا مفقود گشت و مبتدی چون از یافت بی نصیب است، ذوق یافت از کجا یافت؟

جواب: دولت یافت، نصیب باطن منتهی است که بعد از انقطاع تعلق او که به ظاهر خود داشت، به این دولت مشرف گشته است و چون اطن او را به ظاهر او تعلق کمتر مانده است، ناچار نسبت باطن به ظاهر سرایت نکند و از یافت باطن، ظاهر ذوق نگیرد و ملتذذ نشود، پس، باطن منتهی را یافت مطلوب حاصل بود و ظاهر او را ذوق آن یافت نباشد۔باقی ماند ذوق، باطن، که یافت نصیب اوست، چون باطن

نصیبی از بی چونی یافته است، آن ذواق او نیز از عالم بی چونی خواهد بود و در درک ظاهر که سراسر چون است، نخواهد در آمد۔ پس، بساست که ظاهر، نفی ذوق از باطن می نماید و باطن را نیز در رنگ خود بی حلاوت داند، چه ذوق چون دیگرست و ذوق بی چون دیگر، و چون ظاهر منتهی از ذوق باطن او خبر ندارد، عوام ظاهربین از باطن منتهی چه خبر خواهند داشت و غیراز انکار نصیب سان، چه خواهد بود، ذوقی که به فهم شان در آید، ذوق ظاهر است که از عالم چون است۔ از اینجاست، که سماع و رقص و صحیه و اضطراب و امثال اینها، که از احوال ظاهر است و از اذوق صورت، نزد ایشان عزیز الوجود است و عظیم القدر، بلکه بسیار است که اذوق، و مواجید را منحصر در این امور دانند و کمالات و لایت را در غیر این امور نه انگارند۔ هداهم اللہ سبحانه سوآء الصراط۔ احوال ظاهر نیست به احوال باطن، حکم (چون) دارد نسبت بی (بی چون)۔ پس ثابت شد که باطن منتهی هم یافت دارد و هم ذوق یافت۔ غایة مافی الباب: چون آن ذوق از عالم بی چونی نصیبی دارد به درک ظاهر او نمی در آید، بلکه ظاهر به نفی آن ذوق، حاکم است هر چند به یافت باطن، ظاهر اطلاع دارد، اما ذوق آن یافت را نمی تواند دریافت پس نظر به ظاهر توان گفت که منتهی را یافت میسر است، اما ذوق یافت مفقود است۔ و درمبتدی رشید این طریق عالی که ذوق یافت اثبات می نماید باوجود فقدان یافت به واسطۂ ان است که این بزرگواران در ابتدا چاشنی از انتها درج می نمایند و به طریق انعکاس، پرتوی از نهایت در باطن مبتدی رشید می انداز دو چون ظاهر مبتدی، به باطن او مرتبط است و قوت تعلق در میان ظاهر و باطن او ثابت است، ناچار آن برتو نهایت و آن چاشنی و لایت از باطن به ظاهر مبتدی می دود و ظاهر را به رنگ باطن او منصبغ می سازد ذوق یافت، بی اختیار در ظاهر او پیدا می گردد، پس راست آمد که در مبتدی حقیقت یافت، مفقود است و ذوق یافت حاصل است۔ از این بیان علو طریقه اکابر نقشبندیه۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارهم۔ و رفعت نسبت علیۂ ایشان معلوم می شود و حسن تربیت و کمال اهتمام این بزرگواران در حق مریدان و طالبان مفهوم، می گردد و در قدم اول، آنچه خود دارند به اندازۂ حوصلۂ مرید رشید به طالب صادق عطا می فرمایند و به علاقۂ ارتباط حبی به التفات و انعکاس، تربیت او می نمایند

ترجمہ: مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا۔ اس معنی کے بیان میں کہ اس بارگاہ میں ذوقِ یافت ہے یافت نہیں اور اندراج النہایہ فی البدایہ کے معنی میں جو اس بلند طریقہ کا خاصہ ہے اور اس کی دوسرے طریقوں پر افضلیت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس بلند طریقہ کے مشائخ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ کہ اس حضرت جل سلطانہ میں ذوق یافت ہے نہ کہ یافت۔ یہ بات نہایت کی بدایت میں اندراج کے مناسب ہے۔ جو ان بزرگوں کے جذبہ خاص کے مقام کے مناسب ہے۔ وہ اس مقام یافت کی حقیقت ہے کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن جب کہ نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی چاشنی ان بزرگوں نے اس میں ڈال دی ہے۔ اس لیے ذوق یافت یہاں میسر آجاتا ہے۔

اور جب جذبہ سے معاملہ باہر آتا ہے اور ابتدا سے وسط میں آتا ہے۔ تو ذوقِ یافت بھی یافت کی طرح عدم کی جانب رخ کر لیتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے اور ذوق یافت اور جب کام نہایت تک پہنچتا ہے تو یافت میسر آجاتی ہے۔ اور ذوق یافت مفقود ہو جاتا ہے۔ اور جب منتہی کے حق میں ذوق یافت مفقود ہے تو التذاذ او رحلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہے۔ منتہی ذوق وحلاوت کو اول قدم میں ہی چھوڑ چکا ہے۔ اور آخر کار بے حلاوتی اور بے مزگی کے گوشہ گمنامی میں چلا جاتا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم وبارک متواصل الحزن دائم الفکر،

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے۔ سوال: جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر آ گئی تو ذوق یافت کیوں مفقود ہو گیا۔ اور جب مبتدی جب کہ یافت سے بے بہرہ ہے تو اسے ذوقِ یافت کہاں سے میسر آ گیا۔ جواب یافت کی دولت منتہی کے باطن کے لیے ہے۔ جس سے اپنے ظاہر سے تعلق منقطع کرنے سے مشرف ہوا ہے اور جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر سے تعلق بہت کم رہ گیا ہے تو لازماً باطنی نسبت ظاہر میں سرایت نہیں کرتی اور باطن کی یافت سے ظاہر کو کچھ ذوق ولذت نصیب نہیں ہوتی۔ پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے ظاہر کو ذوقِ یافت نہیں ہوتا باقی رہا ذوق باطن کہ یافت اس کا حصہ ہے جب باطن نے بے چونی سے حاصل پایا ہے تو اس کا وہ ذوق بھی بے چونی کے جہاں سے ہوگا اور ظاہر کے ادراک میں جو سراسر چون ہے نہیں آئے گا۔ لہٰذا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن کے ذوق کی نفی کرتا ہے۔ اور باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے۔ کیونکہ چوں کا ذوق اور ہے اور بے چوں کا ذوق اور جب کہ منتہی کا ظاہر بھی اس کے باطن سے بے خبر ہے۔ تو ظاہر بین عوام منتہی کے باطن سے کیا واقف ہوں گے۔ اور انکار کے سوا ان کے حصے میں کیا آئے گا۔ جو ذوق ان کے فہم میں آتا ہے ظاہر کا ذوق ہے جو عالم چوں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماع، رقص ہاؤ ہو اور بے قراری وغیرہ جو ظاہر کے احوال اور صورت کے اذواق ہیں ان کے نزدیک بڑے نادر الوجود اور عظیم القدر ہیں۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ اذواق و مواجید کو انھیں مذکورہ امور میں منحصر جانیں۔ اور ولایت کے کمالات صرف انہی امور کو گمان کریں اللہ سبحان انھیں سیدھی راہ دکھائے۔ ظاہر کے احوال باطنی احوال کی نسبت اس طرح ہیں جس طرح چوں بے چوں کے سامنے تو ثابت ہو گیا کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور ذوقِ یافت بھی صرف اتنی بات ہے کہ جب وہ ذوق بے چونی کے عالم سے بہرہ ور رہے تو اس کے ظاہر کے ادراک میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگرچہ یافت باطن کی ظاہر کو اطلاع ہے۔ لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا۔ پس نظر بہ ظاہر کہا جا سکتا ہے۔ کہ منتہی کو یافت میسر ہے لیکن ذوقِ یافت مفقود ہے۔ اور اس بلند طریقہ سے سمجھ دار مبتدی کے لیے جو فقدانِ یافت کے باوجود ذوق یافت ثابت کرتے ہیں تو وہ اس وجہ سے ہے کہ بزرگ ابتداء میں انتہا کی چاشنی درج کرتے ہیں۔ انعکاس کے طور پر مبتدی رشید کے باطن میں نہایت کا پرتو ڈالتے ہیں اور جب کہ مبتدی کا ظاہر اس کے باطن سے مرتبط ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں قوتِ تعلق ثابت ہے تو لازماً نہایت کا وہ پرتو اور وہ چاشنی ولایت باطن سے مبتدی کے ظاہر کی طرف دوڑ آئی ہے اور ظاہر کو اس کے باطن کی طرف رنگین کر دیتی ہے۔ اور یافت کا ذوق بے اختیار اس کے ظاہر میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ تو یہ بات درست ہو گئی کہ مبتدی میں حقیقت یافت مفقود اور ذوق یافت موجود ہے۔ اس بیان سے اکابر نقشبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی بلندی اور ان کی بلند نسبت کی رفعت معلوم ہوتی ہے۔ اور مریدوں اور طالبوں کے حق میں ان بزرگوں کے حسنِ تربیت اور کمال اہتمام کا پتہ چلتا ہے اور پہلے قدم میں ہی جو کچھ خود رکھتے ہیں طالبِ صادق مرید رشید کو حوصلے کے مطابق عطا کر دیتے ہیں۔ اور ربطِ حبی کے تعلق کی بناء پر التفات وانعکاس سے اسکی تربیت کرتے ہیں۔

بعضی از مشایخ سلاسل دیگر۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم۔ از سخن اندراج النھایة فی البدایة کہ از این بزرگوران صادر شدہ است، در اشتباہ اند و در حقیقت این سخن، تردد دارند و تجویز نمی کنند کہ مبتدی این طریق، برابر منتھی طرق دیگر باشد، عجب است کہ مساوات مبتدی این طریق بامنتھی طرق دیگر از کجا فھمیدہ اند؟ بیش از اندراج نھایت در بدایت از این بزرگواران سر بر نزدہ است و این عبارت دلالت بر مساوات ندارد و مقصود شان آن است کہ در این طریق، شیخ منتھی بہ توجہ و تصرف خود، چاشنی از دولت نھایت خود بہ طریق

انعکاس، به مبتدی رشید عطا می فرماید و در بدایت او، نمک نهایت خود امتزاج می نماید۔ مساوات کجاست و محل اشتباه کدام است؟ و در حقیقت آن چه گنجایش تردد است۔ و این اندراج، دولتی است بس عظیم مبتدی این طریق هر چند حکم منتهی ندارد، اما از دولت نهایت بی نصیب نیست فرصاً اگر این متبدی را فرصت قطع طریق وصول و طئ منازل آن ندهند، از دولت نهایت، بی نصیب نخواهد رفت و آن ذرۂ نمک، کلیت او را ملیح و نمکین خواهد ساخت به خلاف مبتدیان طرق دیگر که از نهایت دور از کار اندو در قطع منازل و لی مسافات، زیر بار (اند)۔ وای! هزار وای! اگر ایشان را فرصت این قطع ندهند و طی مسافات در حق ایشان تجویز ننمایند و چون در میان مبتدی این طریق و مبتدیان طرق دیگر فرق واضح گشت و مزیت این متبدی بر دیگر ارباب بدایت، لائح شد، باید دانست که در میان منتهیان این طریق و طرق دیگر، همین قدر فرق است و مزیت این منتهی بر منتهاین طرق دیگر، همان مقدار ثابت است، بلکه نهایت این طریقۂ علیه، وراء وراء نهایت سایر طرق مشایخ است۔ این سخن را از من باور دارند یا نه، اگر بر سر انصاف آیند، شاید باور رانند، نهایتی که بدایت او نهایت آمیز باشد، از نهایات دیگر البته امتیاز خواهد داشت و ناچار نهایت آن نهایات خواهد بود

سالی که نکوست از بهارش پیداست

ترجمہ: دوسرے سلاسل کے بعض مشائخ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کو ان بزرگوں علیہم الرحمۃ کے صادر شدہ قول یعنی اندراج النهاية فی البدایہ۔ میں اشتباہ ہے۔ اور انھیں اس بات کی حقیقت میں شک وتردد ہے۔ اور وہ اس کو جائز قرار نہیں دیتے۔ کہ اس طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے برابر ہوجائے۔ تعجب ہے کہ اس طریقہ کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے مساوات انہوں نے کہاں سے سمجھی ہے۔ نقشبندی بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ اور یہ عبارت مساوات پر دلالت نہیں کرتی۔ اور (اس قول سے ان بزرگوں کا) مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ میں شیخ منتہی اپنی توجہ وتصرف سے انعکاس کے طور پر اپنی نہایت کی دولت کی چاشنی سے مبتدی رشید کو عطا فرماتا ہے۔ اور اس کی ہدایت میں اپنی نہایت کا نمک ملا دیتا ہے۔ مساوات کی جائے اشتباہ کہاں ہے۔ اور اس کی حقیقت میں شک کی کیا گنجائش ہے۔ اور اندراج بڑی دولت ہے۔ اس طریق کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا۔ تاہم نہایت کی دولت سے بےنصیب نہ رہے گا۔ اور نمک کا وہ ذرہ اسے مکمل طور پر ملیح اور نمکین کرے گا بخلاف دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے کہ نہایت سے بہت دور ہیں۔ اور منزلوں اور مسافتوں کے طے کرنے میں زیر بار ہیں۔ افسوس ہزار افسوس اگر انھیں ان منازل کے قطع کرنے کی فرصت نہ دیں اور مسافتوں کے طے کرنے کو ان کے حق میں تجویز نہ کریں۔ اور جب اس طریق کے مبتدی اور دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے درمیان فرق واضح ہوگیا اور اس مبتدی کی فضیلت دوسرے ارباب بدایت پر ظاہر ہوگئی۔ تو جاننا چاہیے کہ اس طریق کے منتہیوں اور دوسرے طرق کے منتہیوں میں بھی اسی قدر فرق ہے اور اس منتہی کی دوسرے طرق کے منتہیوں پر اسی مقدار میں ثابت ہے۔ بلکہ اس طریقہ بدایت کی نہایت دوسرے تمام طرق کے مشائخ کی نہایات سے وراء الوراء ہے۔ میری اس بات کا انھیں یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر انصاف سے کام لیں گے تو شاید باور کرلیں۔ وہ نہایت جس کی بدایت نہایت آمیز ہو دوسروں کی نہایات سے البتہ ممتاز ہوگی۔ اور بہرحال باقی تمام نہایت ہوگی۔

سالیکه نکوست از بهارش پیدا است

ترجمہ: سال کی خوبی اور تازگی اس کی بہار کے دم قدم سے ہے۔

جمعی از متعصبان سلال دیگر، به مامی گویند که نهایت ما وصول به حق است۔ سبحانه۔ و آن را سما بدایت خود می گویید، پس از حق به کجا خواهید رفت و نهایت شما وراء حق، چه خواهد بود؟ گوییم که ما از حق به حق می رویم۔ جل سلطانه۔ و از شائبۂ ظلیت گریخته، به اصل الاصل می پوییم و از تجلیات اعراض نموده، متجلی را می جوییم و ظهورات را واپس گذاشته، ظاهر را در ابطن بطون می خواهیم وچون در ابطنیت، مراتب متفاوته است، ازیک ابطنیت به ابطنیت دیگر می رویم و از آن ابطنیت دیگر، به ابطنیت ثالث قدم می نهیم الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت حق ۔ سبحانه وتعالیٰ۔ هر چند بسیط حقیقی است، اما واسع است نیز، نه به آن وسعت که طول و عرض دارد که، از امارات امکان و علامات حدوث است۔ وسعت او تعالیٰ در رنگ او۔ سبحانه۔ بی چون وبی چگونه است و سیری که در آن وسعت، واقع می شود نیز بی چون وبی چگونه است و صاحب سیر نیز باوجود چونی و چندی، به قوت بی چونی وبی چگونگی، قطع آن منازل بی چون می نماید و از چون به بی چن می گراید۔ بیچارگان بی سروبرگ، از حقیقت معامله چه دریابند و گرفتاران عالم چون، از بی، چون چه خبر دارند، نارسایی خود را اعتراض می انگارند و به نادانی خود، مباهات می نمایند۔

بے خردی چند ز خود بی خرد		عیب پسندند به زعم هنر

ترجمہ: دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کی ایک جماعت ہمیں کہتی ہے کہ ہماری نہایت وصول بحق سبحانہ ہے۔ اور تم اسے اپنی بدایت کہتے ہو۔ تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے۔ اور حق سے آگے تمہاری نہایت کیا چیز ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم حق سے حق جل سلطانہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور شائبہ ظلیت سے بھاگ کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں اور تجلیات سے اعراض کر کے متجلی کو طلب کرتے ہیں اور ظہورات کو پیچھے چھوڑ کر ظاہر کو ابطن بطون میں چاہتے ہیں اور جب کہ ابطنیت میں مختلف مراتب ہیں۔ اس لیے ایک ابطنیت سے دوسری ابطنیت کی طرف جاتے ہیں اور اس دوسری ابطنیت سے تیسری ابطنیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ اسطرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جہاں تک اللہ چاہیے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اگر چہ بسیط حقیقی ہے۔ لیکن فراخ بھی ہے نہ وہ وسعت جس میں طول وعرض ہو۔ کیونکہ وہ تو نشانات امکان اور علامات حدوث میں سے ہے بلکہ اس بلند ذات کی وسعت اس سبحانہ کی طرح بے چوں و بے چگون ہے۔ اور جو سیر اس وسعت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی بے چون و بے چگون ہے۔ اور صاحب سیر بھی چونی اور چندی کے باوجود بے چونی اور بے چگونی کی قوت سے ان بے چونی کی منازل کو قطع کرتا ہے اور چوں سے بے چوں میں آجاتا ہے۔ بے سروسامان بے چارے حقیقت معاملہ کو کیا پائیں۔ عالم چوں میں گرفتار بے چوں سے کیا خبر دے سکتے ہیں۔ اپنی نارسائی کو اعتراض گمان کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے فخر ومباہات کرتے ہیں۔

بے خردی چند ز خود بے خبر		عیب پسند ند بزعم هنر

ترجمہ: چند بے عقل اپنے آپ سے بے خبر اپنے زعم میں عیب کو کمال خیال کرتے ہیں

این قدر نمی فهمند که نهایت انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ بلکه نهایت خاتم الرسل۔ علیه وعلیهم الصلوات والتحیات۔ نیز حق است۔ سبحانه۔ و نهایت اینان با نهایت این بزرگواران۔ علیم الصلوات والتحیات۔ متحد نیست، بلکه بایکدیگر هیچ مناسبت ندارند۔ پس تواند بود که جمیع را نهایتی میسر شده باشد که وراء نهایت اینان بود و دون نهایت آن بزرگواران۔ علیهم الصلوات والتحیات۔ باشد

ترجمہ: اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی نہایت بلکہ خاتم الرسل (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات) کی نہایت بھی حق سبحانہ ہے۔ اور اعتراض کرنے والوں کی نہایت ان بزرگوں انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی نہایت کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ بلکہ دونوں نہایتیں ایک دوسری سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ پس ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت کو ایسی نہایت میسر آچکی ہو جو ان اعتراض کرنے والوں کی نہایت سے وراء ہو۔ لیکن ان بزرگ جو انبیاء (علیہم الصلوات والتحیات) کی نہایت سے نیچے ہو۔

پس راست آمد که نهاتی همه، حق است ـ سبحانه ـ وتفاوت در میان طوایف ـ علیٰ تفاؤت درجاتهم ـ ثابت است ـ یا آنکه گوییم که همه نهایت خود را وصول به حق می دانند ـ جل سلطانه ـ لیکن بسیاری هستند که ظلال و ظهورات حق راهم حق می دانند ـ تعالیٰ وتقدس ـ باوجود تفاوت درجات آن ظلال و ظهورات پس نهایات جمیع ارباب نهایت، (در) ـ سبحانه ـ پس اگر ابتدایکی ظلال و ظهورات حق، باشند ـ تعالی وتقدس ـ که ماوراء آن ظلال و ظهورات است، چرا مستبعد بود و چرا محل انکار و اشتباه باشد؟

قاصری گرکند این طائفه را طعن قصور		حاش لله که برآرم به زبان این گله را
همه شیران جهان بسته این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (بقرہ آیہ ۲۵۰) والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

تو درست ہو گیا کہ سب کہ نہایت حق سبحانہ ہے۔ اور گروہوں کے درمیان ان کے درجات کے مطابق فرق وتفاوت ہے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ سب اپنی نہایت وصول بحق جل سلطانہ ہی سمجھتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جو حق کے ظلال اور ظہورات کا ان ظلال وظہورات کے تفاوت کے باوجود حق تعالیٰ وتقدس سمجھ لیتے ہیں۔ پس تمام ارباب نہایات کی نہایتیں نفس الامر میں وصول بحق تعالیٰ وتقدس نہیں ہے۔ بلکہ ایک کے گمان کے مطابق اس کا منتہا حق سبحانہ ہے۔ جس کے ماوراء بھی ظلال اور ظہورات ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں اور یہ بات کس طرح انکار واشتباہ کا محل ہوسکتی ہے۔

قاصرے گر کند این طائفه را طعن قصور		حاش لله که بر آرم بزبان ایں گله را
همه شیرانِ جهان بستهٔ این سلسله اند		رو به از حیله چسان بگسد این سلسله را

ترجمہ: کوئی کوتاہ فکر اس گروہ میں نقص وکمی کا عیب نکالے تو حاشا اللہ کہ میں اس گلے کو زباں پر لاؤں۔

جہاں کے تمام شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں، لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کیسے درہم برہم کرسکتی ہے

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر، (بقرہ آیہ ۲۵۰) والسلام علی من اتبع لہدیٰ۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۴۳، ج، ۲، ص ۱۴۰ تا ۱۴۴ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

الجمله نظر همت بزگوار ان طریقهٔ علیه بلند افتاده است به هر زراقی (ـ ریاکاری) ورقاصی نسبت ندر اند ـ لهذا نهایت دیگران در بدایت ایشان مندرج گشته است و مبتدی طریقهٔ ایشان، حکم منتهی طرق دیگر یافته واز ابتدا، سفر ایشان در وطن مقرر شده است و (خلوت در

انجمن) به حصول پیوسته و دوام حضور، نقد وقت شان آمده (است)۔ایشانند که تربیت طالبان، مربوط به صحبت علیه ایشان است وتکمیل ناقصان، منوط به توجه شریف شان (می باشند) نظر شان شافی امراض قلبیه است و التفات شان دافع علل معنویه (است) یک توجه ایشان، کار صد اربعین (چله کشیدن که بعضی از مشایخ طرایق آن را تجویز می نمایند) می کند ویک التفات شان، برابر ریاضات، و مجاهدات سنین (سال ها)

نقشبندیه عجب قافله سالا رانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را

مختصر یہ کہ اس بلند مرتبہ طریقہ کے بزرگوں کی نظر ہمت بہت بلند واقع ہوئی ہے کسی ریا کار اور رقاص کے ساتھ یہ لوگ نسبت نہیں رکھتے۔اسی لیے دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔اور اس طریقے کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کا حکم رکھتا ہے۔اور ان کا سفر ابتدا سے ہی وطن میں مقرر ہو چکا ہے۔اور خلوت در انجمن ان کو حاصل ہو چکی ہے۔اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے۔یہی ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی بلند صحبت سے وابستہ ہے اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریف سے متعلق ہے۔ان کی نظر امراضِ قلب کو شفا بخشتی ہے۔اور ان کا التفات معنوی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ان کی ایک توجہ سو چلوں کا کام کرتی ہے۔اور ان کی ایک التفات سالہا سال کے ریاضات ومجاہدات کے برابر ہے۔

نقشبندیه عجب قافله سالا رانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را

نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں

سعادت آثارا! از این بیان کسی توهم نکند که این اوصاف و شمایل، جمیع اساتذه و تلامذهٔ طریقهٔ علیه نقشبندیه را حاصل است، کلا، بلکه این شمایل، مخصوص به اکابر اکابر این طریقهٔ علیه است، که کار را به نهایة النهایة رسانید و اند و (همچین) مبتیدیان رشید (ی که) به این اکابر نسبت ارادت درست کرده اند و مراعات آداب نموده اند، اندراج نهایت در بدایت در حق ایشان ثابت است، به خلاف مبتدی از این طریق که به شیخ ناقص این طریق برسد، اندراج نهایت در حق او متصور نیست، چه شیخ او به نهایت نرسیده است، در حق مبتدی، نهایت چگونه متصور شود۔

اے سعادت کے آثار والے اس بیان میں سے کوئی وہم نہ کرے کہ یہ اوصاف وشمائل تو اس بلند طریقہ نقشبندیہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو حاصل ہیں ہرگز یہ بات نہیں بلکہ یہ شمائل وعادات اس بلند طریقہ کے اکابر کے اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ خاص ہیں۔جنہوں نے کام کو نہایۃ النہایہ تک پہنچا دیا ہوا ہے اور مبتدیان رشید نے ان اکابر کے ساتھ نسبت ارادت درست کی ہوئی ہے۔اور آداب کی رعایت کی ہے۔نہایت کا بدایت میں درج ہونا ان کے حق میں ثابت ہے۔بخلاف اس طریقہ کے اس مبتدی کے جو اس طریقہ کے شیخ ناقص کے ذریعہ پہنچتا ہے۔کہ اس کے حق میں یہ اندراج ثابت نہیں۔کیونکہ ان کا شیخ بھی نہایت کو نہیں پہنچا ہوا تو مبتدی کے حق میں نہایت کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔

از کوزه همان برون تراود که در اوست۔نجابت آثارا! طریق این اکابر، طریق اصحاب کرام است۔علیهم الرضوان۔و این اندراج نهایت در بدایت، اثر آن اندراج است که در صحبت خیر البشر میسر می شد۔علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام۔زیرا که در اول صحبت آن سرور۔علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام۔آن میسر می شد که در انتها، کم است که دیگر آن را میسر گردد و این فیوض و برکات، همان

فیوض وبرکات است که در قرن اول به ظهور می پیوست، هر چند در ظاهر، آخر از اول دور است نسبت به وسط، اما فی الحقیقت آخر به اول، از وسط نزدیکتر است و منصبغ به صبغ آن متوسطان، آن راباور دارند یا نه، بلکه اکثری از متأخران نیز معلوم نسیت که به حقیقت این معامله وارسند۔ والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ اٰله الصلوات والتسلیمات العلی۔

کوزہ سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔ اے نجابت آثار! ان اکابر کا طریقہ اصحاب کرام (علیہم الرضوان) کا طریقہ ہے۔ اور یہ نہایت کا بدایت میں اندراج اس اندراج کا اثر ہے۔ جو صحبتِ خیر البشر (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام) میں میسر آیا۔ اس لیے کہ آنسرور (علیہ وعلیہ آلہ والصلوٰۃ والسلام) کی اول صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا جو بہت کم ہے کہ انتہا میں بھی دوسروں کو میسر ہو۔ اور یہ فیوض وبرکات وہی فیوض وبرکات ہیں جو زمانہ صحابہ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اگرچہ ظاہر میں آخر اول سے وسط کی نسبت دور ہے۔ لیکن فی الحقیقت آخر وسط کی نسبت اول سے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس کے رنگ کے ساتھ رنگین ہے۔ متوسط حضرات اسے باور کریں یا نہ کریں۔ بلکہ متاخرین میں اکثر کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچتے ہیں یا کہ نہیں۔

والسلام علیکم وعلی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلیٰ آله الصلوات والتسلیمات العلی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۲۳، ج، ۲، ص ۷۳ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ثانیه آنکه اخوی (میان شیخ نور محمد) از جانب ایشان ظاهر ساختند که می فرموند: مارا از مشایخ سلاسل اجازت هاست، از جانب نقشبندیه نیز اجازتی می خواهم۔ مخدوما مکرما! پیری و مریدی در طریقۂ علیه نقشبندیه، به تعلیم و تعلم طریقه است، نه به کلاه و شجره، در سلاسل دیگر متعارف است، طریق این بزرگواران (نقشبندیه) صحبت است، و تربیب ایشان، انعکاسی (انعکاس اطوار و اخلاق شیخ کامل و مکمل در مرید) است لا جرم در بدایت ایشان، نهایت دیگران اندراج یافته است و راه، اقرب گشته، نظر ایشان، شافی امراض قلبیه است و توجه شان، دافع علل معنویه۔

نقشبندیه عجب قافله سالا رانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را

معذور خواهند داشت، والعذر عند کرام الناس مقبول (والسلام)

اخوی میاں شیخ نور محمد نے آپ کی طرف سے ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمیں دوسرے سلاسل کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے اجازتیں ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ کی جانب سے بھی میں چاہتا ہوں۔ مخدوم ومکرم! پیری ومریدی طریقہ نقشبندیہ طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا طریقہ صحبت ہے اور انکی تربیت انعکاسی ہے اس بناء پر ان کی بدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے۔ اور ان کا راستہ بالکل قریب ہے ان کی نظر امراض قلبیہ کو شفا دیتی ہے اور انکی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

نقشبندیه عجب قافله سالا رانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را

ترجمہ: نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں

امید ہے کہ معذور جانیں گے۔ نیک لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۱۸، ج، ۲، ص ۵۶ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

شکر این نعمت عظمیٰ به کدام زبان به جا آرد که حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ مافقرا را بعد از تصحیح عقاید به موجب آراء صائبۂ اهل سنت و جماعت۔ شکر الله تعالیٰ سعیهم۔ به سلوک طریقۂ علیه نقشبندیه مشرف ساخت و از مریدان و منتسبان این خاندان بزرگ گردانید۔

نزد این فقیر، یک گام در این طریق زدن، بهتر از هفت گام طرق دیگر است۔ راهی که به کمالات نبوت به طریق تبعیت و وراثت گشاده می شود، مخصوص به این طریق عالی است۔ منتهای طریق دیگر تا نهایت کمالات ولایت است، از آنجا راهی به کمالات نبوت نکشانده اند۔ از اینجاست که این فقیر در کتب و رسائل خود نوشته است که طریق این بزرگواران، طریق اصحاب کرام است۔ علیهم الرضوان۔ چنانچه اصحاب کرام به طریق وراثت از کمالات نبوت حظ وافر گرفته اند، منتهیان این طریق نیز از آن کمالات به طریق تبعیت، نصیب کامل می یابند۔

مبتدیان و متوسطان که ملتزم این طریق اند و محبت کامل به منتهیان این طریق دارند نیز امیدوارند۔ المرء مع من احب بشارتی است دور افتادگان را۔

ترجمہ: اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسروں طریقوں میں سات قدم آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف دوسرے کمالات ولایت کی انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔

یہی وجہ ہے کہ اس فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا طریق ہے۔ جس طرح اصحاب کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کیے۔ اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور ان کمالات سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں۔ وہ بھی امیدوار ہیں۔

المرء مع من احب۔ ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۸۱، ج ۱، ص ۳۶۵ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

حضرت ((خواجه نقشبند))۔ قدس سره۔ فرموده اند: طریق ما اقرب طرق است، اما التزام سنت کار مشکل است۔ فطوبی لمن توسل بهم و اقتدی بهدیهم (بشارت و مژده باد به آنکس که به ایشان متوسل شد و به سیرت و روش ایشان اقتدا نمود۔)۔

للمولوی الجامی:

نقشبندیه عجب قافله سالارانند		که برند از ره پنهان به حرم قافله را
از دل سالک رہ، جاذبۂ صحبت شان		می برد وسوسۂ خلوت و فکر چله را
قاصری گر کندا این طائفه را طعن وقصور		حاشالله که برآرم به زبان این گله را
همه شیران جهان بستۂ این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

ترجمہ: اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ (قدس سرہم) کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں رحمہم اللہ نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا عزوجل کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ حضوری سیّدی خواجہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے۔

فطوبیٰ لمن توسل بهم و اقتدیٰ بهدی

ترجمہ: تو مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

حضور سیّدی معارف آگاہی شیخ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

نقشبندیه عجب قافله سالار انند		که برند از رهِ پنهان بحرم قافله را
از دل سالک ره جاذبۂ صحبت شان		می برد وسوسه خلوت و فکر چله را
قاصرے گر کند ایں طائفه را طعن وقصور		حاش لله که برارم بزبان این گله را
همه شیرانِ جهاں بستۂ ایں سلسله اند		رو به از حیله چساں بکسلد این سلسله را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو چپکے سے قافلہ کو حرم پہنچا دیتے ہیں

سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلّہ کشی سے بے فکر کر دیتی ہے

اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں

جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۸، ج، ۱، ص ۲۳۲، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

مخدوما مکرما! احداثی که در طریقت پیدا کنند، نزد فقیر کم از بدعتی نیست که در دین احداث کنند۔ برکات طریقت تا زمانی فائض است که احداثی در طریقت پیدا نشده است و چون امر محدث در طریقت پیدا شد، راه فیوض و برکات آن طریق مسدود گشت۔ پس محافظت طریقت از اهم مهام آمد و اجتناب از مخالفت طریقت، از ضروریات گشت۔ پس هر جا از هر که مخالفت طریقت خود بینند، به زجر و مبالغه منع آن فرمایند و ترویج و تقویت آن طریقت کنند۔ والسلام والاکرام

ترجمه: میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی ﷺ) کے نزدیک بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی مخالفت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زجر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں۔ اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ (والسلام والاکرام)۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۷، ج،۱،ص ۵۹۳ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔

که صحبت با همرازان، سنت مؤکده این طریقهٔ علیه است۔ حضرت ((خواجه نقشبند)) ۔ قدس سره۔ فرموده اند۔ که طریق ماصحبت است، که در خلوت شهرت و در شهرت، آفت۔

مراد از صحبت، صحبت موافقانِ طریق است، نه مخالفان طریق، زیرا که نفی در یکدیگر شرط صحبت داشته اند، که بی موافقت میسر نمی شود

ترجمه: ہم رازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقۂ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔ حضور سیّدی خواجہ نقشبند ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت۔ اور صحبت سے مراد موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی، شرط ہے جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۵، ج،۱،ص ۵۵۲ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

این حقیر را به آن طریق ممتاز ساخته است۔ از بدایت تا نهایت و بنیادش نسبتِ نقشبندیه است که متضمن اندراجِ نهایت در بدایت است۔ بر این بنیاد، عمارت ها ساخته اند و کوشکها (قصرها و کاخ ها۔) بنا فرموده (اند)۔ اگر این بنیاد نمی بود، معامله تا اینجا نمی افزود۔ تخم از ((بخارا)) و ((سمرقند)) آورده در زمین ((هند) که مایه اش از خاک ((یثرب)) و ((بطحا)) ست کشتند و به آب فضل سال ها آن را سیراب داشتند و به ترتیب احسان مربی ساختند۔ چون آن کشت و کار به کمال رسید، این علوم و معارف ثمرات بخشید۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا أَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

ترجمه: جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی ﷺ) کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے۔ جس کی ابتدا میں

دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، بویا۔ اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰ ج ۱، ص ۵۴۰ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ھیں:

افادہ و استفادہ، انعکاسی و انصباغی است۔ مرید بہ رابطۂ محبت کہ بہ شیخ مقتدا دارد، ساعۃ فساعۃ بہ رنگ او منصبغ می گردد و بہ طریق انعکاس بہ انوار او منور می شود۔ در این صورت علم چہ در کار بود ھم در افادہ و ھم در استفاہ۔ خربزہ کہ بتابش خورشید ساعۃ فساعۃ پختہ می گردد و بہ مرور ایام می پزد، چہ در کار است کہ او را علم بہ پختگی خود بود و یا آفتاب داند کہ آن را پختہ می سازد۔ آری! علم از برای سلوک و تسلیک اختیاری در کار است کہ بہ سلاسل دیگر مربوط است و در طریقۂ ما کہ طریقہ اصحاب کرام است۔ علیم الرضوان۔ علم سلوک و تسلیک ھیچ در کار نیست، ھر چند شیخ مقتدا کہ ھمچو بانی آن طریقہ است، بہ کمال علم و فور معرفت، متحقق است۔ پس ناچار در این طریق عالی در حق وصول، احیاء و اموات وصبیان و شیوخ و جوان و کھول مساوی باشند، کہ بہ رابطہ محبت یا بہ توجہ صاحبِ دولت بہ منتھای مقاصد بر سند۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ)

امام بدانند کہ منتھی ھر چند صاحب علم نبود، اما از ظھور خوارق چارہ نباشد۔ گاہ باشند کہ او رادر آن ظھور اختیار نبود، بلکہ بساست، کہ علم ظھور آن نیز نباشد۔ مردم از وی خوارق بینند و او را از آن اطلاع نہ و آنکہ گفتہ شد کہ منتھی صاحب علم نبود۔ مراد از عدمِ علم، علمِ تفصیل احوال است، نہ عدمِ علم مطلقاً بہ حیثیتی کہ از احوال خود ھیچ نفھمد کما مرت الاشارۃ الیہ و این نور ھدایت او در مریدان او بی واسطہ و بہ واسطہ و بہ وسائط تا زمانی ساریست کہ طریقۂ مخصوص او رابہ لوث تغییرات و تبدیلات ملوث نساختہ اند و بہ الحاق مخترعات و مبتدعات خراب نگر دانیدہ (باشند۔) (اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ) (رعد/ ۱۱۔) عجب آنکہ جماعہ (ای) از اینھا، این تبدیلات را تکمیلاتِ آن طریقہ گمان می برند و آن الحاقات را تتمیات آن نسبت تصور می نمایند۔ نمی دانند کہ تتمیم و تکمیل، کار ھر بی سر انجامی نیست و الحاق و اختراع، فراخور ھر بی سر و بر گی، نہ۔

ھزار نکتہ باریک تر از موا اینجاست		نہ ھر کہ سر بتراشد قلندری داند

نورِ سنت سنیہ را علی صاحبھا الصلوۃ و السلام و التحیۃ۔ ظلماتِ بدعت ھا مستور ساختہ اند و رونقِ ملت مصطفویہ را۔ علی مصدرھا الصلوۃ و السلام و التحیۃ۔ کدورات امور محدثہ ضائع گردانیدہ۔ عجب تر آنکہ جمعی آن محدثات را امور مستحسنہ می دانند و آن

بدعت ھا را حسنات می انگارند و تکمیل دین و تتمیم ملت از آن حسنات می جویند و در اتیانِ آن امور، ترغیبات می نمیند۔ ھداھم الله سبحانہ سواء الصراط۔

مگر نمی دانند کہ دین پیش از این محدثات کامل شدہ بود و نعمت تمام گشتہ و رضاء حضرت حق۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہ حصول پیوستہ (بود۔) کما قال اللہ تعالیٰ: (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا)(مائدہ/۳۔) پس کمالِ دین از این، محادثات جستن فی الحقیقت انکار نمودن است بہ مقتضای این (آیۃ) کریمہ۔

اند کہ پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

علمائ مجتھدین اظھارِ احکام دین فرمودہ اند، نہ احداثِ مالیس منہ(آنچہ جزو دین نیست۔) پس احکام اجتھادیہ از امور محدثہ نباشند، بلکہ از اصولِ دین بوند۔ لان الاصل الرابع ھو القیاس (چرا کہ اصل چھارم در استباط احکام شرعیہ، قیاس است۔)۔

ترجمہ: ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے دم بدم اس کا رنگ، پکڑتا جاتا ہے اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے۔ اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے۔

خربوزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے۔ اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں اختیاری سلوک وتسلیک کے لیے جو دوسرے سلسلوں سے مربوط ہے اس کے لیے علم درکار ہے اور اور ہمارے طریق میں جو اصحاب کرام (علیہم السلام) کا طریق ہے۔ سلوک وتسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے۔ اگرچہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے کمال علم اور وفور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور درمیانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ،

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ منتہی اگرچہ صاحب علم نہیں ہوتا، لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ اس وقت تک جاری وساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے۔ اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ،

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ (رعد/۱۱)

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں۔ اور ان الحاقات کو اس نسبت کے تتمیمات تصور کرتے ہیں۔ اور یہ

نہیں جانتے کہ اس کی تتمیم و تکمیل ہر بے سرانجام کا کام نہیں ہے۔ اور الحاق و اختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں ہے۔

هزار نکته باریک تر از موا اینجاست		نه هر که سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ: یہاں بال سے بھی باریک ہزار نکتہ ہے، ہر سر منڈا قلندری نہیں جانتا۔

سنت سنیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور ملت مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجالانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا۔ (مائدہ/۳)

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے دل کا غم تھوڑا سا بیان کیا ہے، ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے۔ اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس کلام اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں بلکہ اصول دین میں سے ہیں۔ کیونکہ اصول دین میں سے کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے۔

(مکتوبات امام ربانی ، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰، ج،۱،ص ۵۴۱ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و آنکه گفته اند الولایة افضل من النبوة (ولایت از نبوت برتر است۔) [این کلام] از ارباب سُکر است و از اولیاءِ غیر مرجوع که نصیب وافر از کمالات مقام نبوت ندارند۔ به نظر شما درآمده باشد که فقیر در بعضی از رسائل خود تحقیق نموده است که نبوت افضل از ولایت است، اگرچه ولایتِ آن نبی باشد و حق همین است و آنکه بر خلاف آن گفته از جهالت کمالات مقام نبوت است، چنانچه بالا گذشت۔

و معلوم است که سلسلهٔ علیه نقشبندیه در میان سایر سلاسلِ اولیاء، منتسب به حضرت صدیق رضی الله عنه۔ است پس نسبت صحو در ایشان غالب باشد و دعوت ایشان اتم بود و کمالات حضرت صدیق۔رضی الله عنه۔ بر ایشان بیشتر ظاهر شود۔ و ناچار نسبت ایشان، فوقِ جمیع نسبت های سایر سلاسل باشد۔ پس دیگران به کمالات ایشان چه پی برند و از حقیقت معاملهٔ ایشان، چه دریابند۔ نمی گویم که جمیعِ مشایخ نقشبندیه در این معامله متساوی اند کیف بل لو وجد واحد من الالوف علی هذه الصفة لاغتنم انگارم که حضرت مهدی

موعود کہ بہ اکملیت ولایت معہود است، نیز بر این نسبت خواہند بود و تتمیم و تکمیل این سلسلۂ علیہ خواہد فرمود۔ چہ نسبت جمیع ولایات دون این نسبت علیہ است، زیرا کہ نصیبۂ ولایات از کمالاتِ مرتبۂ نبوت قلیل النصیب اند و این ولایت بہ واسطۂ انتساب بہ حضرت صدیق۔ رضی اللہ عنہ۔ از آن کمالات حظ وافر دارد۔ کمامر انفاً بہبین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

ای برادر! حضرت امیر۔ رضی اللہ عنہ۔ چونکہ حامل بار ولایت محمدی اند۔ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃ۔ تربیت مقام اقطاب و ابدال و اوتاد۔ کہ از اولیاءِ عُزلت اند و جانب کمالات ولایت در ایشان غالب است، مفوض بہ امداد و اعانت آن حضرت است ۔ سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است۔ زیر قدم اوست۔ قطب مدار بہ حمایت و رعایت او، مہمِ خود را سر انجام می نماید و از عہدہ مداریت، بر می آید۔ حضرت فاطمہ و امامین نیز در این مقام با حضرت امیر۔ رضی اللہ تعالی عنہم۔ شریک اند۔

ترجمہ: اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں۔ جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیا کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی۔ اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کامل جائے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی۔ اور اس سلسلہ علیہ کی تیمم و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔ اور یہ ولایت حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔

ع

بہ بیبں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا،

ترجمہ: دیکھ دونوں راستوں میں کس قدر فرق ہے۔

اے بھائی چونکہ حضور سیّدی امام اولیاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ولایت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لیے اقطاب وابدال واوتاد (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت حضور سیّدی امام اولیاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امداد واعانت کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضور سیّدی امام اولیاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت ورعایت

سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امامین علیہم السلام بھی اس مقام میں حضور سیّدی امام اولیاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۵۱، ج، ۱، ص، ۴۹۷، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

نوشته بودند که دو شیخ زاده آمده بودند که تلقین ذکر بگیرند۔۔۔ الخ۔

مخدوما! استخاره در هر امر مسنون است و مبارک۔ لیکن در کار نیست که بعد از استخاره امری ظاهر شود، در خواب یا در واقعه یا در بیداری که دلالت بر فعل یا ترک نماید، بلکه بعد از استخاره، رجوع به قلب باید نمود۔ اگر اقبال به آن امر زیاده از پیش است، دلالت بر فعل دارد و اگر اقبال، همان قدر است که سابق داشت و نقصان پیدا نکرده، هم منع نیست۔ در این صورت استخارها را مکرر سازند تا زیادتی اقبال مفهوم شود و نهایت تکرار استخارها تا هفت مرتبه است و اگر بعد از ادای استخاره، نقصانی در اقبال سابق مفهوم شد، دلالت بر منع است۔ در این صورت نیز اگر استخارها مکرر سازند، گنجایش دارد، بلکه بر هر تقدیر استخارها مکرر ساختن اولی و انسب است و احتیاط است در اقدام و عدم اقدام در آن امر۔

ترجمہ: آپ نے لکھا تھا دو شیخ زادے آئے تھے تاکہ ذکر کی تلقین حاصل کریں۔ الخ۔ میرے مخدوم استخارہ ہر کام میں مسنون و مبارک ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ استخارہ کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر درست کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہیے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کے پہلے تھی اور کچھ کم نہ ہوئی تب بھی منع نہیں ہے اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہوجائے استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے اس صورت میں بھی اگر استخارہ کرے گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۹، ج، ۱، ص، ۴۷۸، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

(رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ) (نور، ۳۷) بیان حال شان است، مع ذلک طریق ایشان اقرب طرق است و البته موصل است و نهایت دیگران در بدایت این بزرگواران مندرج و نسبتِ ایشان که به حضرت صدیق رضی الله عنه۔ منسوب است، فوقِ همهٔ نسبت های مشایخ است، اما فهم هر کس به مذاق این اکابر نرسد۔ نزدیک است که قاصرانِ این طریقهٔ علیه نیز از بعضی کمالات ایشان انکار نمایند

قاصری گر کند این طائفه را طعن قصور	حاش لله که برآرم به زبان این گله را

شاعر عرب فرماید:

أولیک ابائی فجئنی بمثلهم		اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت ((خواجه احرار)) ـ قدس سره ـ فرموده اند که خواجگانِ این سلسلۂ علیه ـ قدس الله تعالی اسرارهم ـ به هر زراقی و رقاصی نسبت ندارند، کارخانه ایشان بلند است۔

حیف باشد شرح او اندرجهان		همچو راز عشق باید در نهان
لیک گفتم وصف او تا را برند		پیش از آن کز فوتِ آن حسرت خورند

اگر دفاتر در بیان خصائص و کمالات این برگزیدگان ثبت نموده آید، حکم قطره باشد از دریای بی نهایت۔ دادیم تراز گنج مقصود نشان۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔

ترجمہ: وہ ایسے مرد ہیں کہ تجارت اور خرید وفروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی ۔ (نور، ۳۷) ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور ضرور موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت جو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے تمام مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگوار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مذاق تک نہیں پہنچتا بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔

قاصرے گر کندایں طائفہ را طعن قصور		حاش لله که برارم بزبان این گله را

ترجمہ: کوئی کوتاہ اندیش اگر اس گروہ نقش بندیہ پر اعتراض کرے تو کرتا رہے۔ میں تو ہرگز ان کا گلہ زبان پر نہیں لاسکتا۔

شاعر عرب فرماتا ہے

شعر:

أولیک ابائی فجئنی بمثلهم		اذا جمعتنا یا جریر المجامع

ترجمہ: میرے آباء واجداد تو یہ ہیں تو بھی ان کی مثل لے آ۔ جبکہ مجالس منعقد ہوں۔ حضور سیّدی خواجہ خواجگان عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر زراق اور رقاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے۔

حیف باشد شرح او اندر جهان		هم چو راز عشق باید در نهان
لیک گفتم وصف او تاره برند		پیش ازان کزفوت حسرت آن خورند

ترجمہ: اس کی شرح جہاں میں نہیں ہوسکتی اور وہ رازِ عشق کی طرح پوشیدہ ہے لیکن میں نے اس کی صفت بیان کی ہے تا کہ لوگ اس کا سراغ لگائیں اس سے قبل

کو ہاتھ سے نکل جانے کے بعد افسوس کریں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۴۳، ج ۱، ص، ۴۸۲، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((میرزا حسام الدین احمد)) در بیان آنکه طریق ما، همان طریق حضرت ایشان است و نسبت، همان نسبت لیکن تکمیل صناعت و تتمیم نسبت به تلاحق افکار و تعاقب انظار است۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی۔ مراسلات شریفه که نامزد مخلص مشتاق خود ساخته بودند، پی در پی رسید، موجب ازدیاد فرحت و باعث افراط محبت گشت۔ جزاکم الله سبحانه عنا خیر الجزاء۔

مجملاً حل بعضی از شبهات و تردیدات که اندراج یافته بود، آنکه طریق ما، همان طریق حضرت ایشان (حضرت خواجه باقی الله قدس سره استاد و مرشد حضرت مجدد قدس سره۔) است۔ قدس الله تعالی سره الاقدس۔ و نسبت، همان نسبت شریفه آن حضرت۔

کدام طریق از آن طریق عالی و کدام نسبت از آن نسبت علیه اولی و انسب است که کسی آن را اختیار نماید۔

غایة ما فی الباب، تکمیل صناعت و تتمیم هر نسبت به تلاحق (۔به هم ملحق شدن۔) افکار و تعاقب انظار (نظرها و آرائی که پشت سر هم بیاید۔) است مثلاً ((نحو)) ی (علم نحو، یکی از علوم زبان عربی است۔) که در زمان ((سیبویه)) بوده، به تلاحق افکار متأخران، دو صد زیاده گشته است و محرر و منقح شده، مع ذلک همان نحوِ سیبویه است که افکار متأخران بیش از مشاطگی (آرایش دادن، زیبا ساختن) و تزئین آن، ننموده است (کار دیگری نکرده اند۔)۔

مقولهٔ شیخ علاء الدوله۔ قدس سره۔ به سمع شریف رسیده باشد که فرموده هر چند وسائط بیشتر بود، راه نزدیکتر و روشن تر گردد۔

این، قسم زیادتی بر آن نسبت علیه که به طریق مشاطگی و تزیین پیدا شده باشد و در گفت آمده، جمعی را در تخیلات انداخته است۔

حقیقت معامله این است که بی تکلف و تصنع نموده آمد۔ مکتوبات و رسائل این نسبت را فوق همه مدلل ساخته و مداحی این طریق عالی و اکابر این طریق را برنهجی نموده است که هیچ کس از خلفای این خانواده بزرگ به ایراد عشر عشیر آن موفق نگشته و ایضاً این فقیر در روز مره، و در نشست و برخاست، رعایت آداب و لوازم این طریق بر وجه اتم می نمایند و سر مویی مخالفت احداث تجویز نمی کنند۔

عجب است که این همه هنرها از نظر مستور مانده است و اگر بالفرض در ایام آزار نسبت به بعضی یاران در کلمه و کلام سخن ناملائم واقع، شده باشد، در نظر در آمده۔ عجب تر آنکه شما امثال این سخنان را باور می دارید و به مجرد شنیدن از جامی روید۔ اگر حسن ظن است چرا مخصوص به آن جماعت است۔ ما مگر قابل حسن ظن نیستیم۔

بالجمله اگر مدار بر گفت و شنود است، از دست سخن چینان خلاصی متصور نیست و اخلاص متوقع نه، از گفت و شنود بگذرند و از امور گذشته یاد نکند۔ تا اخلاص متصور شود و رفع کلفت دیرینه گردد۔

ترجمہ: میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہٖ حضرت ایشاں (یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے، پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے،

جزاکم اللہ سبحان عنا خیر الجزاء

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

مجمل طور پر بعض شبہات اور تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں (یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت آنحضرت (یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) ہی کی شریف نسبت ہے اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کون سا طریق ہے۔ اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کون سی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تتمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہوگئی ہے۔ اور یہ علم بہت کامل اور صاف ہوگیا ہے۔ حالاں کہ یہ وہی سیبویہ کی نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے۔

حضور سیّدی شیخ علاء الدولہ (قدس سرہ) کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر راستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبت علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہوگئی ہے۔ بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل مناظر یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے۔ اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں علیہم الرحمۃ کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں۔ اور نیز یہ فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) روز مرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب ولوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔ اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے سب ہنر نظر انداز کر دیے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ وکلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔ الغرض اگر گفت وشنود پر ہی مدار ہے۔ تو پھر چغلخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت وشنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۲۹، ج ۱، ص ۴۵۱، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و ثالثاً، سلوک طریق صوفیه هم در کار است نه از برای آن غرض صور و اشکال غیبی را مشاهده نمایند و انوار و الوان را معاینه فرمایند، این، خود داخل لهو و لعب است۔ صور و انوار حسی چه نقصان دارد که کسی اینها را گذاشته به ریاضات و مجاهدات، هوس صور و انوار غیبی نماید۔ این صورت و انوار، آن صور و انوار هر دو مخلوق حق اند سبحانه و از آیات داله بر صانعیت او تعالی۔
نور آفتاب و ماهتاب که از عالم شهادت است به وجوه مزیت دارد بر آن انوار که در عالم مثال بینند، اما چون این دید دائمی است و خواص، وعوام در آن شرکت دارند از نظر اعتبار ساقط ساخته، هوس انوار غیبی می نمایند، بلی، آبی که رود پیش درت تیره نماید۔ بلکه مقصود از سلوک طریق صوفیه، تحصیل از دیاد یقین است در معتقدات شرعیه تا از مضیق استدلال به فضای کشف آیند و از اجمال، به تفصیل گرایند۔ مثلاً وجود واجب الوجود تعالی و تقدس و وحدت او سبحانه، اول به طریق استدلال یا به تقلید معلوم شده بود و به اندازهٔ او یقین به، هم رسیده و چون سلوک طریق صوفیه میسر شود، آن استدلال و تقلید به کشف و شهود مبدل می گردد و یقینِ اکمل حاصل می شود۔ علی هذا القیاس سائر الاعتقادیات۔

وایضاً مقصودِ تحصیل، یُسر است در اداءِ احکام فقهیه و ازالهٔ عُسر۔ که از امارگی نفس می خیزد۔ ویقین این فقیر آن است که طریق صوفیه فی الحقیقت خادم علوم شرعیه است نه امری مبائن از شریعت و این معنی را در کتب و رسائل خود تحقیق نموده است و از برای حصول این غرض، اختیار طریقهٔ نقشبندیه در میان سایر طرق صوفیه اولی و انسب است، چه این بزرگواران التزام متابعت سنت نموده اند و اجتناب از بدعت فرموده۔ لهذا اگر دولت متابعت دارند و از احوال هیچ ندارند، خرسندند و اگر با وجود احوال در متابعت فتور دانند، آن احوال را نمی پسندند۔

حضرت خواجه احرار۔ قدس الله تعالی سره۔ فرموده اند که اگر احوال و مواجید را به ما بدهند و حقیقت ما را به اعتقاد اهل سنت و جماعت ننوازند، جز خرابی هیچ نمی دانیم و اگر اعتقاد اهل سنت و جماعت را بدهند و از احوال هیچ ندهند، غم نداریم و ایضاً در این طریق اندراج نهایت در بدایت است۔ پس در اول قدم آن می یابند که دیگران در نهایت یابند۔ اگر فرق است به اجمال و تفصیل است و شمول و عدمِ شمول۔ همین نسبت بعینها نسبت اصحاب کرام است۔ علیهم الرضوان۔ چه در اول صحبت خیر البشر۔ علیه و علی اله الصلوات و التسلیمات۔ آن یافته اند که اولیاء امت را معلوم نیست که در نهایت میسر شود۔ از اینجاست که ((اویس قرنی))۔ قدس سره۔ که خیر التابعین است به مرتبهٔ ((وحشی)) قاتل حضرت حمزه۔ علیهم الرضوان۔ که یک بار به صحبت خیر البشر۔ علیه و علی اله، الصلوات و السلام۔ رسیده، نرسد، زیرا که فضلِ صحبت، فوق جمیع فضائل و کمالات است، چه ایمان ایشان شهودی است و دیگران را هرگز این دولت میسر نشده است۔ شنیده کی بود مانند دیده

ترجمه: اور تیسرے طریقہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لیے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں او

رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔

حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں چاند و سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے ان انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لیے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں۔

ع

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ: جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے تا کہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں۔ مثلاً واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کا وجود جو اول استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا اور اسکے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال وتقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے۔ اور نیز طریقہ صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے۔

اور اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی ﷜) کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اگر فرق ہے تو صرف اجمال وتفصیل اور شمول وعدم شمول کا ہے۔

یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام (علیہم الرضوان) کی نسبت ہے کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر ﷺ کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہ جو خیر التابعین ہے حضرت امیر حمزہ ﷛ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا ۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔ کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان شہودی

ہے اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔

ع

شنیده کے بود مانند دیده

ترجمہ: سنی ہوئی کبھی دیکھی ہوئی کی مثل نہیں

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۱۰، ج، ا، ص، ۴۰۹، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((سید حسین مانک پوری)) در بیان خصائص و کمالات طریقه علیه نقشبندیه مثل افضلیت این طریق و اندراج نهایت در بدایت آن بابیان نهایت این طریق و مثل سفر در وطن و خلوت در انجمن و تقدم جذبه بر سلوک و ابتدای سیر از عالم امر و بودن این طرق اقرب طُرق، که البته موصول است و بودن این طریق بر نهجی که در ابتدای آن حلاوت و وجدان است و در انتهای بی مزگی و فقدان که از لوازم یأس است، و همچنین در ابتدای این طریق قرب و شهود است و در انتها بعد و حرمان و اکابر این طریقه علیه احوال و مواجید را تابع احکام شرعیه ساخته اند و اذواق و معارف را خادم علوم دینیه داشته و در این طریق پیری و مریدی به تعلیم و تعلم طریقت است نه به کلاه و شجره، و در این، طریق ریاضات و مجاهدات با نفسِ اماره به اتیان احکام شرعیه است و التزام متابعت سنت سنیه۔ عَلیٰ صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلامِ وَالتَحِیَة۔ و در این طریق تسلیک طالب مربوط به تصرف شیخ مقتداست و این بزرگواران همچنان که قدرت کامله بر اعطای نسبت دارند، در سلب آن نسبت نیز قدرت تامه دارند و در این طریق بیشتر افاده و استفاده به سکوت است و آن سکوت از لوازم طریق ایشان است و ماینا سک ذلک۔ الحمدللہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و اله الطاهرین و علیهم اجمعین۔

اخوی اعزی سیادت پناهی ((میر سید حسین)) دور افتادگان را فراموش نکرده باشند و رعایت آداب این طریقه علیه را که از سایر طرق مشایخ کرام، به وجوه امتیاز دارد از دست نداده باشند که فرصت ملاقات شما بسیار اندک بود۔ بنابر ملاحظۀ این معنی بعضی از خصائص و کمالات این طریقۀ علیه را در ضمن علوم بلند و معارف ارجمند در معرض تحریر می آرد۔ هر چند می داند که ادراک این قسم، علوم و معارف بالفعل از اذهان مستمعان بعید است، اما اظهار این چنین معارف به دو ملاحظه است، یکی آنکه مستمع را استعداد این، علوم هست اگرچه بالفعل دور از کار او می نماید و دویم آنکه اگرچه در ظاهر مخاطب معین است، اما فی الحقیقت مخاطب کسی است که محرم این معامله است السیف للضارب (۔شمشیر مرزننده راست۔) مثل مشهو است۔

ای برادر! سر حلقۀ این طریقۀ سنیه ((حضرت صدیق اکبر)) است۔ رضی اللہ تعالی عنہ۔ که به تحقیق، افضل جمیع بنی آدم است بعد از انبیاء۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و به همین اعتبار در عبارات اکابر این طریقه واقع شده است که نسبت مافوقِ همۀ نسبت هاست، چه نسبت ایشان که عبارت از حضور آگاهی خاص است، همان نسبت و حضورت حضرت صدیق است که فوق سایر

آگاھیھاست و در این طریق، اندراجِ نہایت در بدایت است۔ حضرت ((خواجہ نقشبند)) ۔ قدس سرہ۔ فرمودہ اند کہ: ما نہایت را در بدایت درج می کنیم۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: سید حسین مانک پوری کی طرف صادر فرمایا: طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالات کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کی انتہا کے بیان میں۔ اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے اور یہ طریقہ موصلِ الی اللہ طریقوں میں سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے۔ اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان جانا اُمیدی کے لوازم سے ہے اور ایسے ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم قرار دیا ہے اور اس طریقہ میں پیری و مریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریقہ میں نفسِ امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے لازم پکڑنے سے ہیں اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ اور خاموشی اس طریق کے لوازمات سے ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ الطاھرین و علیھم اجمعین۔

میرے عزیز بھائی سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ اور اس طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام رحمہم اللہ کے تمام طریقوں سے کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لیے مطلب کو مدنظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔ اگر چہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے۔ لیکن ایسے معارف اختیار کرنا دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگر چہ اس کو بالفعل دور از کار دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر چہ ظاہر میں مخاطب معین ہے۔ لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ السیف للضارب (تلوار مارنے والے کے لیے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر اس بلند طریق کے سرحلقہ حضرت سیّدنا امیر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہ حضرت سیّدنا امیر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔

حضور سیّدی خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔

ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

ترجمہ: میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کرلو۔

اگر پرسند که چون نهایت دیگران در بدایت ایشان مندرج شد، پس نهایتِ ایشان چه خواهد بود و ایضاً نهایت دیگران هر گاه وصول به حق باشد۔ سبحانه۔ پس سیر ایشان از حق به کجا خواهد شد؟ لیس وراء العبادان قریة (۔ بالاتر از ((عبادان)) هیچ روستایی وجود ندارد۔ عبادار جزیره ایست که از دو طرف به وسیلۀ دجله محدود شده است۔) مثل مشهور است۔

جواب گوییم که نهایت این طریقۀ علیه۔ اگر میسر شود۔ وصل عریان است که علامت حصول آن، حصول یأس است از حصول مطلوب۔ فافهم فان کلامنا اشارة لایدرکها الا الاقل من الخواص بل من اخص الخواص علامت حصول آن دولت عظمیٰ را برای آن مذکور ساخت، که جمعی از این طائفه دم از وصل عریان زده اند و طائفه دیگر به یأس از حصولِ، مطلوب قائل گشته اما جمع این دو دولت را اگر بر ایشان عرض کرده شود، نزدیک است که آن را جمع ضدین انگارند و از جملۀ محالات شمارند

جمعی ادعاء وصل می نمایند۔ یأس را حرمان می دانند و جماعت (۔جمعاعتی۔) که مدعی یأس اند وصول را عین فصل می انگارند۔ این همه، علامت نارسائی است به آن منزلت علیا غایة مافی الباب؛ پرتوی از آن مقام عالی بر باطن ایشان تافته است۔ جمعی آن را وصل انگاشته اند۔ جمعی دیگر یأس۔ این تفاوت از راه استعداد هر کدام می خیزد و مناسب استعداد طائفه [ای] وصل است و موافق استعداد طایفۀ دیگر یأس۔

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے تو پھر ان کو حق سے آگے سیر کہاں تک میسر ہوگا۔

حالاں کہ لیس وراء العبادان قریة۔

ترجمہ: جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے

مثل مشہور ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس طریقہ عیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس سے سمجھ لے۔ کیونکہ ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں۔ اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے۔ اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے کہ ان کے جمع ہونے کو جمع ضدین خیال کریں اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعویٰ کرتی ہے یاس کو حرمان جانتی ہے اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہے وصل کو عین فصل خیال کرتا ہے۔ یہ سب

کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتو ان کے باطن پر چمکا ہے۔ جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

نزد این حقیر استعداد یأس نیکوتر است از استعداد وصل۔ هر چند آنجا وصل و یاس ملازم یکدیگرند و جواب اعتراض دویم نیز از این جواب لائح گشت، چه (چراکه۔) وصل مطلق دیگر است و وصول عریان دیگر۔ شتان ما بینهما (فرق است بین این دو (وصل عریانی و وصل مطلق)۔) ونعني بالوصل العرياني رفع الحجب كلها و زوال الموانع باسرها و لما كان اعظم الحجب اقواها هي التجليات المتنوعة والظهورات المختلفة لاب د ان تقضي و تتم تلك التجليات و الظهورات بتمامها سواء كان التجلي و الظهور في مرايا الا مكانية و ا المجالي الوجوبية فانهما في حصول نفس الحجب سواء و ان كان التفاوت بينهما في الشرف و الرتبة و هو خارج عن نظر الطالبا گر پرسند که از این بیان لازم می آید که تجلیات را نهایت باشد و حال آنکه مشایخ طریقت تصریح کرده اند که تجلیات را نهایت نیست۔ جواب گوییم که بی نهایتی تجلیات بر تقدیریست که سیر در اسماء و صفات به تفصیل واقع شود و بر این تقدیر وصول به حضرت ذات۔ تعالی و تقدس۔ میسر نیست و وصل عریان حاصل نه۔

وصول به حضرت ذات۔ تعالی و تقدس۔ منوط به طی اسما و صفات است بر سبیل اجمال۔ پس تجلیات را نهایت باشد۔ اگر گفته شود که تجلیات ذات را نیز بی نهایت گفته اند چنانکه حضرت ((مولوی جامی))۔ قدس سره۔ در ((شرح لمعات)) به آن تصریح نموده است، پس تجلیات را نهایت گفتن به کدام وجه راست آید؟

جواب گوییم که آن تجلیات ذاتیه را نیز بی ملاحظۀ شیون و اعتبارات نیست، که تجلی بی آن ملاحظه ممکن نیست و آنچه ما در صدر بیان آنیم، امری است ماورای تجلیات، چه صفاتی باشند آن تجلیات یا ذاتی۔ چه اطلاقِ تجلی در آن موطن جایز نیست هر تجلی که باشد۔ زیرا که تجلی عبارت از ظهور شيء است در مرتبه ثانی یا ثالث یا رابع الٰی ماشاء اللہ تبارک و تعالی و اینجا مراتب همه ساقط گشته است و مسافت به تمام طی شده [است]۔

اگر پرسند که آن تجلیات را ذاتی به کدام اعتبار گفته شود؟ گوییم که تجلیات اگر به ملاحظه معانی زائده است، تجلیات صفات است۔ و اگر به ملاحظۀ معانی غیر زائده، تجلیات ذات [است]۔ لهذا ظهور وحدت را که تعین اول است و زائد بر ذات نیست۔ تعالی۔ تجلی ذات گفته اند و مطلب ما حضرت ذات است۔ تعالی و تقدس۔ که ملاحظه معانی را در آن موطن اصلاً گنجایش نیست، زائد باشد آن معانی یا غیر زائد۔ زیرا که معانی به تمام به طریق اجمال طی شده، به حضرت ذات۔ تعالی و تقدس۔ وصول میسر شده است۔

باید دانست که وصل در آن موطن، در رنگ مطلب بی چون و بی چگونه است۔ اتصالی که عقل آن را فهم کند، از مبحث خارج است، و شایان آن جناب قدس نیست، زیرا که چون را به بی چون راه نیست۔ لا یحمل عطایا الملک الا مطایاه۔

اتصالی بی تکیف بی قیاس		هست رب الناس را به جان ناس

ترجمہ: اس حقیر (حضور مجدد الف ثانی ﷺ) کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہوگیا۔ کیونکہ وصل مطلق اور ہے اور وصل عریاں اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اُٹھ جائیں۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہوجائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں۔ اس لیے ان سب تجلیات وظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی وظہور امکانی آئینوں میں ہو۔ خواہ وجوبی مظہروں میں کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے۔ اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر یو پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت علیہ نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماوصفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے۔ اور وصل عریانی حاصل نہیں۔ بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماوصفات کو مجمل طور پر کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہوگی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے۔ چنانچہ حضور سیّدی معارف آگاہی مولوی عبدالرحمٰن جامی علیہ نے شرح لمعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور اور جس کا ہم ذکر کررہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی۔ کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لیے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے شے کا ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور یہاں سب مراتب ساقط ہوگئے ہیں اور تمام مسافت طے ہوچکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات صفات ہیں۔ اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے ہیں۔ تو تجلیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اول ہے۔ اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ وتقدس ہے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہوکر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بے چون اور بے چگون ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ **لا یحمل عطایا لملک الا مطایاہ**، بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اتصالی بی تکیف بی قیاس		هست رب الناس را به جان ناس

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جان سے بے کیف اور بے قیاس اتصال ہے۔

هیچ کس از مشایخ این طریقهٔ علیه، از نهایت طریق خود خبر نداده است۔ از ابتدا طریقت خود خبر گفته اند که نهایت را در آن اندراج

است۔ ہر گاہ بدایت ایشان نہایت آمیز باشد، نہایت هم باید که مناسب آن بدایت باشد و آن همان است که این فقیر به اظهار آن امتیاز یافت۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن		بیاید تو ای خواجه سبلت مکن

لله سبحانه الحمد و المنة علی ذلک۔ ای برادر! واصلان این نہایت، از این طریق و از طرق دیگر، اقلِ قلیل اند۔ اگر تعداد افراد آن نماید، نزدیک است که نزدیکان دوری جویند و از انکار بعیدان خود چه استبعاد نماید۔ کل ذلک لکمال الوصول الی نهایة النهایة بصدقة حبیبه علیه و علی اله الصلوات و التسلیمات اتمها اکملها۔ و از جمله خصائص این طریقه علیه، سفر در وطن است که عبارت از سیر انفسی است، هر چند سیر انفسی در جمیع طرق مشایخ ثابت است، اما آن سیر در نہایت میسر می شود بعد از قطع سیر آفاقی و در این طریق ابتدا از این سیر است و سیر آفاقی در ضمن این سیر قطع می یابد۔ پس منشأ این سیر که در ابتدا حاصل می گردد اندراج النهایت فی البدایت گشت۔ و خاصه دیگر (۔ خصوصیت دیگر این طریقه۔)، خلوت در انجمن است که متفرع است بر سفر در وطن، هر گاه که سفر در وطن میسر شد، پس در انجمن تفرقه نیز در خلوت خانه وطن، سفر نماید و تفرقه آفاق به حجره انفس راه نیابد۔ این خلوت هر چند منتهیان طرق دیگر را نیز میسر است، اما در این طریق چون در ابتدا دست می دهد، از خواص این طریق گشت۔

باید دانست که خلوت در انجمن بر تقدیری است که درهای خلوت خانه وطن را بر بسته باشد و روزنه ها را مسدود ساخته، یعنی در انجمن تفرقه ملتفت احدی نگردد و متکلم و مخاطب نباشد، نه آنکه چشم را بپوشد و حواس را به تکلف معطل سازد، که آن منافی این طریق است۔

اس طریقہ عالیہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کسی نے اپنی نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ سب نے اپنے طریق کے ابتداء کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے جب ان کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو۔ تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہیے اور وہ وہی ہے۔ جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے امتیاز حاصل کیا ہے

اگر بادشاہ بر درِ پیر زن		بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اے خواجہ اگر بڑھیا کے دروازہ پر بادشاہ تشریف لائے تو تجھے غصہ میں آ کر اپنی ڈاڑھی نہیں نوچنی چاہیے۔

لله سبحانه الحمد و المنة علی ذالک

ترجمہ: اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اے برادر اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں تو نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔ اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے۔ جو سیر انفسی سے مراد ہے۔ اگر چہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں ثابت ہے۔ لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے۔ اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے۔

پس اس سیر کا منشاء جو ابتداء میں حاصل ہوتا ہے۔ ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ خلوت درانجمن ہے۔ جو سفر در وطن پر متفرع و مرتب ہے جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ خلوت درانجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا۔ پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ میں ڈالتا اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ خلوت درانجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے۔ لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لیے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

ای برادر! این همه تمحل (۔مکر کردن، فریفتن، حیله، چاره جویی۔) و تکلف در ابتدا و در وسط است و در انتها از این تمحلات هیچ در کار نیست و در عین تفرقه، به جمعیت است و در نفسِ غفلت، حاضر۔ از اینجا کسی گمان نکند که تفرقه و عدم تفرقه در حق منتهی مطلقاً مساوی است، لا بلکه مراد آن است که تفرقه و عدم تفرقه، در نفسِ جمعیتِ باطن او برابر اند، مع ذلک اگر ظاهر را باطن جمع سازد و تفرقه را از ظاهر دفع نماید، اولیٰ و انسب خواهد بود۔

قَالَ اللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی امر النبیه عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (مزمل/۸۔)

باید دانست که در بعضی اوقات از تفرقه ظاهر چاره نبود، که حقوق خلق ادا یابد، پس تفرقه ظاهر نیز در بعضی اوقات مستحسن گشت، اما تفرقه باطن در هیچ وقتی از اوقات جائز نیست، که آن خالص از برای حق است۔ سبحانه۔ پس سه حصه از عباد مسلم از برای حق شد۔ تعالی۔ باطن به تمام و نصفی از ظاهر و نصف دیگر از ظاهر از برای ادای حقوق خلق باقی ماند، اما در ادای آن حقوق، هر گاه امتثالِ او امر حق است۔ سبحانه۔ آن نصف دیگر نیز راجع به حق گشت۔ سبحانه۔ إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (هود، ۱۲۳)

و در این طریق، تقدمِ جذبه است بر سلوک ابتدا سیر از عالم امر است، نه از عالم خلق، به خلاف اکثر طرق دیگر و قطع منازل سلوک در ضمن طیِ معارج جذبه مندرج است و سیر عالم خلق در تحت سیر عالم امر میسر۔ پس اگر با این اعتبار در این طریق اندراج البدایت فی النهایت هم بگویند، گنجایش دارد۔ پس معلوم شد که سیر ابتدا در این طریق در سیر انتها مندرج است نه آنکه از انتها برای سیر ابتدا فرود آیند و بعد از تمام سیر نهایت در بدایت سیر کنند۔ از اینجا باطل شد زعم کسی که می گوید که نهایت این طریق، بدایت طرق سایر مشایخ است۔

ترجمہ: اور جاننا چاہیے کہ خلوت درانجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور متکلم ومخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر یہ سب حیلہ وتکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔ اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ وتکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت ہے اور نفس غفلت میں حاضر ہے۔ اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ وعدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ تفرقہ وعدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت کے برابر ہیں اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا،

ترجمہ: اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ (مزمل،۸)

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تا کہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لیے ہے

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لیے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لیے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لیے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ،

ترجمہ: سب کام اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔ (ہود،۱۲۳)

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے۔ تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کی سیر اس طریق میں انتہا کی سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتدا کی سیر کے لیے اتر آتے ہیں اور نہایت کا سیر تمام کرنے کے بعد بدایت کا سیر کرتے ہیں۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی انتہا دوسرے مشائخ کے طریقوں کی ابتدا ہے۔

اگر کسی گوید که در عبارت بعضی از مشایخ این طریقه واقع شده است که ایشان را سیر در اسما و صفات بعد از تمامی نسبت ایشان واقع می شود، پس درست آمد که نهایت ایشان، بدایت دیگران شد(باشد) چه سیر در اسماء و صفات در ابتدا است نسبت به سیر د تجلیات ذاتیه در جواب گوییم که ایشان را سیر در اسماء و صفات، بعد از سیر در تجلیات ذاتیه نیست، بلکه در ضمن همین سیر، آن سیر هم واقع می شود۔

غایة ما فی الباب، چون سیر اسمائی و صفاتی به سبب عروض بعضی از عوارض ظهور می کند و سیر تجلیات ذاتی مستور می گردد متخیل می شود که آن سیر را تمام کرده، داخل تجلیات اسمائی و صفاتی گشته است و نه چنین است، آری! بعد از تمامی سیر در مدارج ولایت، رجوعی به عالم واقع می شود از برای دعوت خلق به حق۔ جل و علا۔ اگر آن رجوع را نهایت ایشان دانسته، بدایت خود تصور کرده باشند، بعید نیست، اما چه می گوید مشایخ او نیز در نهایت همین رجوع دارند، و ایضاً مراد از نهایت و بدایت، بدایت و نهایت ولایت است و این سیر رجوع به ولایت تعلق ندارد و نصیبی است از مرتبۂ دعوت و تبلیغ، و این طریق اقرب طرق است و البته موصل حضرت ((خواجه نقشبند)) قدس سره۔ فرموده اند طریق ما اقرب طرق است و فرموده اند از حق۔ سُبحَانَهٗ وَتَعالٰی۔ طریقی خواستم که البته موصل باشد و این خواست ایشان به اجابت مقرون گشته است۔ چنانچه در ((رشحات)) از حضرت ((خواجه احرار))۔ قدس

سرہ۔ نقل کردہ است۔ چرا کہ اقرب نباشد و موصل نبود کہ انتہا در ابتدا آں اندراج یافتہ است۔ خیلی بی دولتی باشد کہ در این طریق داخل شود و استقامت نورزد و بی نصیب برود

خورشید نہ مجرم ار کسی بینانیست

ترجمہ: اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ رحمہم اللہ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسماو صفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی بدایت ہے کیونکہ اسماء وصفات کا سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت عین ابتدا ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کا سیر اسماء وصفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے۔ بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی وصفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے۔ اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارضہ کے باعث تجلیات اسمائی وصفاتی میں داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لیے عالم کی طرف رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصور کیا ہو تو بعید نہیں۔ لیکن فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کیا کہے۔ جب کہ اس کے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں اور نیز نہایت و بدایت سے مراد ولایت کا نہایت بدایت ہے۔ اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبۂ دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور بیشک مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

حضور سیدی امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے۔ اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ رشحات میں حضور سیّدنا امیر حلقہ خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہوا اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو۔

آری! اگر طالبی بہ دست ناقصی افتد، گناہ طریق چیست و تصیر طالب کدام؟ زیرا کہ فی الحقیقت راہبر این طریق موصل است نہ نفس این طریق، و در این طریق، در ابتدا حلاوت و وجدان است و در انتہا بی مزگی و فقدان کہ از لوازم یأس است، بہ خلاف طرق دیگر کہ در ابتدا بی مزگی، و فقدان دارند و در انتہا حلاوت و وجدان، وھمچنین در این طریق، در ابتدا قرب و شہود است و در انتہا بعد و حرمان، بہ خلاف طرق سایر مشایخ کرام۔ تفاوت طرق از اینجا قیاس باید کرد و بزرگی این طریق عالی را باید دریافت، چہ قرب و شہود و حلاوت و وجدان، از دوری و مہجوری خبر می دہد و بعد حرمان و بی حلاوتی و فقدان، از نہایت قرب۔ فہم من فہم (۔فہمید، آنکہ درک می

فهمد۔)۔

در شرح این سر این قدر وامی نماید که هیچ کس از نفس خود به خود نزدیکتری ندارد و نسبت قرب و شهود و حلاوت و وجدان در حق نفس خود او ررا مفقود است و نسبت به غیرِ خود که با او مباینت دارد، این نسبت ها موجود۔ فالعاقل تکفیه الاشارۃ۔ واکابر این طریقۂ علیه، احوال و مواجیدرا تابع احکام شرعیه ساخته اند و اذواق و معارف را خادمِ علومِ دینیه داشته [اند]، جواهر نفیس شرعیه را در رنگ طفلان به جوز (۔گردو، گردکان۔) و مویزِ وجد و حال، عوض نمی کنند و به ترهات (سخنانی که در وقت سکر از زبان صوفیه جاری می شود و بیشتر مخالف طاهر شریعت اند۔) صوفیه مغرور و مفتون نمی گردند۔

احوالی که به ارتکاب محظورات شرعیه و خلافِ سنت سنیه حاصل شود، قبول ندارند و نخواهند، از اینجاست که سماع و رقص را تجویز نمی نمایند و به ذکر جهر اقبال نمی فرمایند۔ حال ایشان بر دوام است و وقت ایشان بر استمرار۔

آن تجلیِ ذاتی که دیگران را کالبرق است، ایشان را دائمی است۔ حضوری که غیبت در قفای آن باشد، نزد این بزرگواران از حیز اعتبار ساقط است، بلکه کارخانۂ ایشان از حضور و تجلی بلندتر است، چنانکه اشارتی به آن رفته [است]

ترجمہ: ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے۔ نہ نفس طریق۔ اور اس راہ میں ابتدا میں حلاوت ووجدان ہے اور انتہا میں بیمزگی اور فقدان جو نا امیدی کے لوازمات میں سے ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت ووجدان اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب وشہود ہے اور انتہا میں بُعد وحرمان برخلاف دوسرے مشائخ کرام ﷭ کے طریقوں کے۔

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیے کیونکہ قرب وشہود اور حلاوت دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں۔ اور بُعد وحرمان اور بحلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں عقلمند اس بات کو سمجھتے ہیں۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے لیے اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے اور قرب وشہود اور حلاوت ووجدان اس کے لیے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔

فالعاقل تکفیه الاشارۃ،

ترجمہ: پس عقلمند کے لیے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق ومعارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے اخروٹ ومنقہ کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ ﷭ کے کلمات سکریہ پر مغرور ومفتون نہیں ہوتے۔ اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سماع ورقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برق خاطف کی

طرح ہے۔ ان کے نیے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے برتر ہے جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت ((خواجہ احرار)) ۔ قدس سرہ۔ فرمودہ اند کہ خواجگان این سلسلہ علیہ۔ قدس اللہ تعالی اسرارھم۔ بہ ہر زراقی و رقاصی نسبت ندارند، کار خانۂ ایشان بلند است۔ و در این طریق پیری و مریدی بہ تعلیم و تعلم طریقہ است، نہ بہ کلاہ و شجرہ کہ در اکثر طرق مشایخ رسم شدہ است، حتی کہ متأخران ایشان، پیری و مریدی را منحصر بہ کلاہ و شجرہ ساختہ اند، از اینجاست کہ تعدد پیر تجویز نمی نمایند و معلم طریقت را مرشدی نامند و پیر نمی دانند و رعایت آداب پیری را در حق او جای نمی آرند۔ این از کمال جہالت و نارسائی، ایشان است۔ نمی داند کہ مشایخِ ایشان، پیر تعلیم و پیرِ صحبت را نیز پیر گفتہ اند و تعدد پیر تجویز فرمودہ اند، بلکہ در حین حیات پیرِ اول، اگر طالبی رشد خود در ادر جایی دیگر بیند، بی انکارِ پیر اول، جائز است کہ پیرِ ثانی اختیار کند،

ترجمہ: حضور سیّدی خواجہ عبید اللہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کام اس سے بلند تر ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اکثر طریقوں میں مروّج ہے حتی کہ ان میں متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجر پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے اور طریق سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے۔ اور آداب پیری کو اس کے حق میں مدنظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے۔ اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اول کی حین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت ((خواجہ نقشبند)) ۔ قدس سرہ۔ در باب تجویز این معنی از علمای ((بخارا)) فتوی درست فرمودہ بودند۔

آری! اگر از پیری، خرقہ ارادت گرفتہ باشد، از دیگری خرقہ ارادت نگیرد و اگر گیرد خرقۂ تبرک گیرد۔ از اینجا لازم نمی آید کہ پیرِ دیگر اصلاً نگیرد، بلکہ رواست کہ خرقۂ ارادت از یکی گیرد و تعلیمِ طریقت از دیگری و صحبت، با ثالث دارد و اگر این ہر سہ دولت از یکی میسر گردد، چہ نعمتی است [عظیم و مبارک]۔ و جائز است کہ [برای] تعلیم و صحبت، از مشایخ متعددہ استفادہ نماید

ترجمہ: حضور سیّدی امام بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے اس بات کی تجویز کے لیے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے۔ بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے۔ اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔

و باید دانست کہ پیر آن است کہ مرید را بہ حق۔ سبحانہ۔ رھنمائی فرماید۔ این معنی در تعلیمِ طریقت بیشتر ملحوظ است و واضح تر است۔ پیر تعلیم ہم استاد شریعت است و ہم رھنمای طریقت، بہ بخلاف پیر خرقہ، پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتہ بجا باید آورد و

به اسم پیری، او احق باشد۔

و در این طریق، ریاضات و مجاهدات با نفسِ اماره به اتیان (۔انجام و عملی نمودن۔) احکام شرعیه است و التزام متابعت سنت سنیه۔ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام وَالتَّحِیَّۃ۔ زیرا که مقصود از ارسال رسل و انزال کتب، رفع هواهای نفس اماره است که به معاودات (۔دشمنی وستیز۔) مولای خود۔ جل سلطانه۔ منتصب گشته است۔ پس رفعِ هواهای نفس، مربوط به اتیان احکام شرعیه گشت۔ هر قدر که در شریعت راسخ تر باشد، از هوای نفس بعیدتر بود۔

پس هیچ چیز بر نفس اماره شاق تر (۔سخت تر و دشوارتر۔) از امتثال اوامر و نواهی شریعت نبود و خرابی او جز در تقلید صاحب شریعت متصور نباشد، ریاضات و مجاهدات که به ماوراء تقلیدِ سنت، اختیار کنند، معتبر نیست، که(۔چارا که۔) ((جوگیه)) و ((براهمۂ)) هندو فلاسفۂ یونان، در این امر شرکت دارند و آن ریاضات در حق ایشان جز ضلالت نمی افزاید و غیر خسارت راه نمی نماید

و در این طریق تسلیک طالب، مربوط به تصرف شیخ مقتداست بی تصرف او کار نمی کشاید، چه اندراج نهایت در بدایت، اثرِ توجه شریفِ اوست و حصول معنی بی چونی و بی چگونگی، نتیجۂ کمال تصرف او، کیفیت بی خودی که آن را راه مخفی اعتبار کرده اند، حصول آن در اختیار مبتدی نیست و توجهی که معرا (۔خالی وتهی۔) از شش جهت است، وجود آن در خور حوصله طالب نه (۔نباشد۔)۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ برخلاف پیر خرقہ کے۔ پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیے اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے۔ اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ (علی صاحبہاالصلوۃ والسلام) کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے۔ جو اپنے مولائے جل شانہ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکامِ شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا اسی قدر خواہش نفس سے دور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں۔ اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی اور ہندو اور برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تائید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بےخودی کی وہ کیفیت جس کے انہوں نے مخفی راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور وہ توجہ جو شش جہت سے معرا ہے۔ اس کا وجود طلب کے حوصلہ سے باہر ہے۔

نقشبندیه عجب قافله سالارانند		که برند از ره پنهان، به حرم قافله راه

این بزرگواران همچنان که قدرت کامله بر اعطاء نسبت دارند و حضور و آگاهی را در اندک وقت به طالبِ صادق، عطا می فرمایند، در سلبِ آن نسبت نیز قدرت تامه دارند و به یک بی اتفاقی، صاحب نسبت را مفلس می سازند۔ بلی آنها که می دهند، می ستانندهم۔ اعاذنا الله

سبحانه من غضبه و غضب اولیاء الکرام و در این طریقهٔ علیه بیشتر افادہ و استفاده به سکوت است۔ فرموده اند هر که از سکوت ما منتفع نشد، از کلام ما چه نفع خواهد گرفت و این سکوت را به تکلف اختیار نکرده اند، بلکه از لوازم طریق ایشان است، چه از ابتدا توجه این بزرگواران به احدیت مجرده است۔ از اسم و صفت، جز ذات نمی خواهند و معلوم است که مناسب آن توجه و ملائم آن مقام، سکوت خرس است۔ من عرف الله کل لسانه مصداق این سخن است۔

و اختم هذه المقالة بحمد الله سبحانه و بصلوة حبیبه الحمد لله رب العلمین و الصلوة و السلام علی سید المرسلین و اله الطاهرین و علیهم اجمعین و السلام۔

نقشبندیه عجب قافله سالارانند		که برند از ره پنهان، به حرم قافله راه

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

یہ بزرگوار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے غضب سے بچائے۔

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے۔ اور اسم وصفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا ہے۔ من عرف الله کل لسانه، (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس بات کی مصداق ہے۔ اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کے صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰة و السلام علی سید المرسلین و علی آله الطاهرین علیهم اجمعین

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور سید المرسلین ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پاک ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۲۱، ج ۱، ص ۴۳۱ تا ۴۴۰، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما، اکابر طریقهٔ نقشبندیه قدس الله تعالی اسرارهم همین راه نامسلوک را اختیار کرده اند و آن راه نامعهود در طریقهٔ این بزرگواران، راه معهود گشته است و عالم عالم را از این راه به توجه و تصرف، به مطلب می رسانند، این طریق را وصول لازم است۔ اگر مراعات آداب پیر مقتدا نموده آید۔ چه در این طریق پیر و جوان در وصول برابرند و نساء و صبیان، متساوی، بلکه موتی نیز از این دولت امیدوار اند۔

حضرت خواجه نقشبند قدس سره فرموده اند که از حق سُبحَانَهٗ وَتَعَالٰی طریقی خواسته ام که البته موصل باشد و حضرت خواجه

علاؤ الدین عطار قدس سرہ کہ خلیفۂ نخستین ایشان است، در این معنی این بیت می خواند۔

گر نشکستی دل دربان راز		قفل جهان را همه بکشادمی

ثبتنا اللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاء الاکابر والسلام۔

ترجمہ: میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اسی نا مسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ راستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بیشمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ و تصرف کے ساتھ مطلوب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لیے وصول لازم ہے بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔ حضور سیّدی خواجہ امام بہاء الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بلاشبہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے۔ اور حضرت سیّدنا شیخ المشائخ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ نے جو حضور سیّدی خواجہ امام بہاء الدین علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اول ہیں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے۔

گرنشکستی دل دربانِ راز		قفل جهان را همه بکشاد می

ترجمہ: اگر راز و بھید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تمام جہان کے تالے کھول دیتا۔

ثبتنا اللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاء الاکابر، اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۰۰، ج ۱، ص ۳۸۹، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمۃ متوفی ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

ومی فرمودند: طالب می باید کہ اول مدتی بہ یاران ما صحبت دارد، تا او را قابلیت صحبت ما پیدا شود۔

نبینی وقت سفتن مرد حکاک		به شاگردان دهد در خطرناک؟

ومی فرمودند: طریقہ ما از نوادر است وعروۂ وثقی است۔ چنگ در ذیل متابعت سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زدن است و اقتدا بہ آثار صحابۂ کرام او نمودن۔ درین راہ ما را از در فضل در آوردہ اند۔ از اول تا آخر ہمہ فضل حق مشاہدہ کردہ ایم، نہ عمل خود۔ و درین طریقہ، بہ اندک عملی فتوح بسیار است۔ اما رعایت متابعت سنت کار بغایت بزرگ است۔

ومی فرمودند: ہر کہ از طریقۂ ما روی گرداند، خطر دین دارد۔ از حضرت خواجۂ ما قدس اللہ روحہ سوال کردند کہ حضرت شما را بچہ، توان یافت؟ فرمودند: بہ متابعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ومی فرمودند: طریقۂ ما صحبت است و در خلوت شہرت است و شہرت آفت است۔

اور فرمایا کرتے، طالب کو چاہیے کہ وہ پہلے کچھ دیر ہمارے دوستوں کی صحبت میں رہے تا کہ اس میں ہمارے صحبت کی قابلیت پیدا ہو سکے۔

نبینی وقت سفتن مرد حکاک		به شاگردان دهد در خطرناک

ترجمہ: اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ نوادر میں سے ہے اور مضبوط سہارا ہے۔ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کے دامن میں ہاتھ مارنا ہے اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتداء کرنا ہے۔ اس راہ میں (وہ) ہمیں بذریعہ فضل لائے، اول سے آخر تک ہم نے ہمہ فضل حق کو مشاہدہ کیا ہے۔ اپنا عمل نہیں۔

اس طریقہ میں مختصر عمل کے ساتھ بھی زیادہ فتوح ملتی ہے لیکن متابعت سنت کی رعایت بہت ہی بزرگ کام ہے۔ اور فرمایا کرتے، جو کوئی ہمارے طریقے سے روگردانی کرتا ہے۔ خطر دین میں پڑتا ہے۔

حضور سیّدی خواجہ امام بہاء الدین والدین نقشبند علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا، ''آپ ﷺ کی حضوری کیسے مل سکتی ہے'' فرمایا ''متابعت رسول ﷺ سے'' اور فرمایا کرتے، ہمارا طریقہ ''صحبت'' ہے۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص ۵۶، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا) (انیس الطالبین، ص ۹۲، ۹۳)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

احکام شرعیہ، عملاً و اعتقاداً بر وفق آرای علماء اھل سنت و جماعت۔ شکر اللہ تعالی سعیھم۔ باطن خود را به ذکر الھی۔ جل سلطانہ۔ معمور دارند و سبقی که در طریقۂ علیه اکابر نقشبندیه۔ قدس اللہ تعالی اسرارھم۔ اخذ کرده اند، تکرار فرمایند که در طریق این بزرگواران اندراج نهایت در بدایت است و نسبت ایشان فوق همۂ نسبت هاست۔

کوته اندیشان این سخن را باور دارند یا نه، مقصود ترغیب و تشویق دوستان است، مخالفان خارج از محبث اند۔

هر کس افسانه بخواند، افسانه است		و آنکه دیدش نقد خود مردانه است

بالجمله فلاح اخروی را مربوط به ذکر کثیر داشته اند۔ [آیهٔ] کریمهٔ (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (۔جمعه / ۱۰۔) شاهد این معنی است، پس به ذکر کثیر باید قرار داد و هرچه منافی این دولت است، آن را دشمن باید داشت۔ علاج رستگاری این است مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغ

ذکر گو ذکر تا تو را جان است		پاکی دل، ز ذکر رحمان است

(أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) (رعد / ۲۸) نص قاطع است۔ المسئول من اللہ سبحانه التوفیق علی ذلک والثبات والاستقامة علیه فانه ملاک الامر والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

جامۂ فرجی که در اوقات نیک مکرر پوشیده شده است، مرسل داشته، خواهند پوشید عواقب جمیع امور به خیر باد۔ بالنبی واله الامجاد علیه وعلیهم الصلواة والسلام۔

ترجمہ: چاہیے کہ اہلِ سنت و جماعت شکر اللہ تعالی سعیھم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الہٰی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ علیہ نقشبندیہ (قدس سرہم) سے اخذ کیا ہے اس کا تکرار کریں۔ کیونکہ ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریق میں انتہاء ابتدا میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کا مقصود دوستوں کو رغبت اور اور شوق دلانا ہے مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

هر که افسانه بخواند افسانه است		هر که نقدش دید خود مردانه است

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (جمعہ، ۱۰)

اس مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہیے۔ نجات کا علاج یہی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است		پاکی دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یادالٰہی میں لگے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکرِ رحمان پر منحصر ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلَاغُ

ترجمہ: قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سن لو اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (رعد /۲۸)،

نص قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفى عليه وعلى آله الصلوات والتسليمات اتمها واكملها

ترجمہ: اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔ جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور ان کی آل پاک کے طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۰۶، ج،۱، ص،۳۹۶، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((خواجه محمد قاسم)) در بیان علو سلسلۂ علیۂ نقشبندیه و شکایت از حال جماعه [ای] که محدثات و مخترعات در این طریقۂ شریفه لاحق کرده اندو۔

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين واله الطاهرين اجمعين اما بعد، دعوات موفوره (۔کثیره، فراوان۔) و تحيات نا محصوره به عالی جناب سلالة المشايخ الکرام، نتيجة الاولياء العظامِ خدمت مخدومزاده مستقيم بر جاده سلمه الله تعالی سبحانه و ابقاء، تبليغ نموده، اظهار اشتياق و آروزمندی می نمايد۔

كيف الوصول الى سعاد و دونها		قلل الجبال و دونهن خيوف

معلوم شریف مخدومزادگی باد که علو این طریقۂ علیه و رفعت طبقۂ نقشبندیه به واسطۂ التزام سنت است و اجتناب از بدعت۔ لهذا اکابر این طریقه علیه، از ذکر جهر اجتناب فرموده، به ذکر قلبی دلالت نموده اند و از سواع و رقص و وجد و تواجد که در زمان آن سرور۔ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام۔ و در زمان خلفای راشدین نبوده۔ علیهم الرضوان۔ منع فرموده و خلوت و اربعین که در صدر اول نبوده، به جای آن ((خلوت در انجمن)) اختیار کرده، لاجرم نتائج عظیمه بر این التزام مترتب گشته است و ثمرات کثیره بر آن اجتناب، متفرع شده، از

اینجاست که نهایت دیگران در بدایت این بزرگواران مندرج است و نسبت ایشان فوق همه نسبت ها آمده، کلام ایشان دواء امراض قلبیه است و نظرشان شفاء علل معنویه و توجه وجهیه ایشان، طالبان را از گرفتاری کونین نجات می بخشد، همت رفیع شان مریدان را از حضیض امکان، به ذروۂ وجوب می برد۔

نقشبندیه عجب قافله سالارانند		که برند از ره پنهان بحرم قافله را
از دل سالک ره جاذبه صحبت شان		می برد وسوسه خلوت و فکر چله را

لیکن در این اوان که آن نسبت شریفه عنقاء مغرب گشته است و رو به استتار آورده۔ جمعی از همین طبقه از نایافت آن دولت عظمی و از فقدان آن نعمت قصویٰ دست و پا بهر سوزده اند و از جواهر نفیسه به خزف ریزه چند خرسند گشته و در رنگ طفلان به جوز و مویز آرام یافته، از غایت اضطراب و حیرانی طریق اکابر خود را گذاشته گاهی به جهر تسلی می جویند و زمانی به سماع و رقص آرام می طلبند و چون در انجمن ایشان را خلوت میسر نشده، اربعین خلوت اختیار می نمایند۔

عجب تر آنکه این بدعت ها را متهم و مکمل این نسبت شریفه می انگارند و این تخریب را عین تعمیر می شمرند۔ حضرت حق۔ سُبْحَانَہ وَتَعَالٰی۔ ایشان را انصاف دهاد و شمه از کمالات اکابر این طریقه به مشام جان های ایشان رساناد بالنون والصا بحرمة النبی واله الامجاد علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات و چون این محدثات در آن دیار شیوعی پیدا کرده است به حدی که طریق اصل اکابر را پوشیده ساخته و وضیع و شریف آنجا، وضع محدث و جدید را اختیار نموده اند و از طریق اصل و قدیم اعراض نموده، به از خاطر ریخت که شمه [ای] این ماجرا به خادمان آن عتبۂ علیه اظهار نماید و به این وسیله درد دل، بیرون اندازد۔ نمی داند که انیس مجلس خدمت مخدومزادگی از کدام طایفه است و مونس محفل از کدام فرقه۔

خوابم بشد از دیده در این فکر جگر سوز		کاغوش که شد منزل و آسایش خوابت

والمسئول من الله سبحانه ان یعصم جناب قدسکم عن عموم هذه البلوی وان یحفظ عتبة شرفکم عن شمول هذا الابتلاء

مخدوما مکرما! احداث و ابداع را در این طریقۂ علیه به حیثیتی رواج داده اند که اگر مخالفان گویند که در این طریق التزام بدعت است واجتناب از سنت هم گنجائش دارد۔ نماز تهجد را به جمعیت تمام ادا می نمایند و این بدعت را در رنگ سنت ترایح، در مساجد رواج و رونق می بخشند و این عمل را نیک می دانند و مردم را بر آن ترغیب می کنند و حال آنکه اداء نوافل را به جماعت، فقهاء۔ شکر الله تعالی سعیهم۔ مکروه گفته اند، اشد کراهت، و جمعی از فقها که تداعی شرط کراهت در جماعت نفل داشته اند، جواز جماعۂ نفل را مقید به ناحیۂ مسجد ساخته اند و زیاده از سه کس را به اتفاق مکروه گفته اند و ایضاً نماز تهجد را با این وضع سیزده رکعت می انگارند، که دوازده، رکعت ایستاده می گذارند و دو رکعت نشسته که حکم یک رکعت پیدا کند از آنجا گرفته اند که ثواب قاعد، نصف ثواب قائم، است و این علم و عمل نیز مخالف سنت است۔ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامِ وَالتَّحِیَّة۔ حضرت پیغمبر که سیزده رکعت ادا فرموده، اند، همراه وتر است و فردیت در رکعات نماز تهجد از فردیت رکعات وتر پیدا شده است لا کما زعم هولاء العظام

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

عجب است کہ در بلاد ماوراء النہر کہ مأوای علماء اہل حق است، این قسم بدعت ھا رواج یافتہ و این نوع مخترعات شیوع پیدا کردہ وحال آنکہ ما فقیران علوم شرعیہ را از برکات ایشان استفادہ می نمائیم۔ واللہ سبحانہ الملہم للصواب ثبتنا اللہ سبحانہ وایاکم علی جادۃ الشریعۃ المصطفویۃ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ ویرحم اللہ عبداً قال امینا۔

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ محمد قاسم علیہ الرحمۃ کی طرف صادر فرمایا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ ہونے اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ کے ساتھ کئی طرح کی محدثات اور مخترعات لاحق کردی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی سید المرسلین والہ الطاہرین اجمعین۔

بعد دعوات کثیرہ اور تحیات نامحصورہ بعالی جناب مشائخ کرام نتیجہ اولیاء عظام حضرت مخدوم زادہ راہ حق پر مستقیم اللہ تعالیٰ اسے سلامتی اور عمر دراز عطا کرے اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔

شعر

کیف الوصول الی سعاد و دونہا		قلل الجبال ودونہن خیوف

سعاد معشوق کا وصال کس طرح ممکن ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی اونچی چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ علیہ الرحمۃ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے اس لیے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے۔ اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے۔ اور سماع، رقص، وجد و تواجد سے جو آنسرور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں۔ اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ان کا کلام امراض قلبیہ کے لیے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے۔ اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند		کہ بر نداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبہ صحبت شان		برد وسوسہ خلوت وفکر چلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

سالک راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقائے نایاب کی طرح ہو چکی ہے۔ اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے۔ اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت قصویٰ کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں۔ اور بچوں کی طرح

اخروٹ ومنقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب وحیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع ورقص سے آرام سے حاصل کرتے ہیں۔ اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار کیے عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا متمم ومکمل گمان کرتے ہیں۔ اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے۔ اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کی جانوں کے دماغ تک پہنچائے ن اور ص کی برکت اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے اور جبکہ ان بدعات ومحدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں۔ اس حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور وہاں کے ہر شریف وکمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے۔ اور اصل اور قدیم راستہ سے روگردان ہو چکے ہیں۔ دل میں گزرا کہ اس کا کچھ تھوڑا ماجرا اس بلند آستانہ کے خادموں کی خدمت میں اظہار کرے۔ اور وسیلہ وبہانے سے اپنے دردِ دل کو باہر پھینکے مجھے معلوم نہیں کہ مخدوم زادہ کی مجلس میں کون سا گروہ ہوتا ہے اور مونس محفل کون سا فرقہ ہے۔

خوابم بشد از دیده دریں فکر جگر سوز		کاغوش که شد منزل و آسائش خوابت

ترجمہ: اس جگر سوز فکر میں میری نیند اڑ گئی ہے کہ تیری منزل اور تیری آسائش بھری نیند کا مقام کس کی آغوش میں ہے۔

اللہ سبحانہ سے التجا ہے کہ وہ آپ کی جناب قدس کو اس ہر جگہ پھیلی ہوئی وبا سے محفوظ رکھے۔ اور اس ابتلا وآزمائش سے متاثر ہونے سے آپ کے آستانہ شریف کو بچائے۔ ہمارے مخدوم ومکرم لوگوں نے اس طریقہ عالیہ میں نئی نئی باتوں کو اس قدر رواج دے دیا ہے کہ اگر مخالف لوگ یہ کہیں کہ اس طریقہ میں تو بدعت کی پابندی اور سنت سے اجتناب ہے تو انہیں یہ کہنے کی گنجائش ہے۔ نماز تہجد کو جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں ادا کرتے ہیں اور رونق بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک خیال کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اسے مکروہ تحریمہ کہا ہے۔ اور جن فقہانے کراہت کے لیے تداعی کو شرط کو قرار دیا ہے۔ وہ بھی اس نفل نماز کی جماعت کے جواز کو ایک گوشہ مسجد کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ اور تین سے زیادہ افراد کے اجتماع کو فقہاء نے بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد کو تیرہ رکعت شمار کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر اور ان دو کو ایک کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس سے نکالی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ لیکن یہ علم وعمل بھی سنت کے خلاف ہے (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ)۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے جو تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں وہ وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں اور رکعات تہجد کا طاق ہونا وتروں کی رکعات کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اس طرح نہیں جو ان لوگوں کا گمان ہے۔

اند کی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم		که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے تھوڑا سا غم دل تیرے آگے بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

عجب ہے کہ ماوراء النہر کے شہروں میں جو علماء حق کا مرکز ہیں اس قسم کی بدعات رواج پا چکی ہیں اور اس طرح کی نئی نئی باتیں شائع اور عام ہو چکی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیروں نے علوم شرعیہ کو ان ہی علماء کی برکات سے استفادہ کیا ہے اور کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ درست بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے راستے پر ثابت رکھے اور جو بندہ اس پر آمین کہے اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے نوازے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۶۸، ج، ا، ص، ۳۴۴ تا ۳۴۶، مرکز پخش: ز اھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به((ملاعبدالرحمن مفتی))

دربیان آنکه مشایخ طریقه عالیه نقشبندیه (قدس الله تعالی اسرارهم) ابتدا سیر از عالم امر اختیار کرده اند و دربیان سیر عدم تاثر بعضی از متبدیان این طریق به سرعت۔

ثبتنا الله سبحانه وایّاکم علی جادة الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوٰة والسلام والتحیة ویرحم الله عبداً قال امینا۔

مشایخ طریقه نقشبندیه۔ قدس الله تعالی اسرارهم۔ ابتدا سیر از عالم امر اختیار کرده اند و عالم خلق را در ضمن آن سیر، قطع می نمایند، به خلاف مشایخ سایر طرق که ابتدا سیر ایشان از عالم خلق است، بعد از طی عالم خلق، قدم در عالم امر می نهند و به مقام جذبه می رسند۔ لهذا طریق نقشبندیه، اقرب طرق آمد ولا جرم نهایت دیگران در بدایت ایشان مندرج گشت۔ قیاس کن ز گلستان من بهار مرا۔

جمعی باشند از طلاب این طریقه علیه که با آنکه ابتدا سیر ایشان از عالم امر است، به سرعت متأثر نشوند و التذاذ و حلاوت، که مقدمۂ جذبه است به زودی پیدا نکنند۔۔ وجهش آن است که عالم امر در ایشان نسبت به عالم خلق ضعیف افتاده است و همین ضعف، سد راه سرعت تأثیر و تأثر شده و این بُطوء (درنگ کردن و بر کردن، کندی و آهستگی۔) تأثر، تازمانی متحقق است که عالم امر در ایشان بر عالم خلق قوت پیدا کند و امر منکعس گردد و علاج این ضعف، مناسب این طریقۂ علیه، تصرف تام است مر صاحب تصرف تام را، و علاج که مناسب طرق دیگران است، تقدیم تزکیۂ نفس است و ریاضات و مجاهدات شاقه، که موافق شریعت واقع شوند۔ علی صاحبها الصلوٰة والسلام والتحیة۔

باید دانست که بطوءِ تأثر، علامت نقصان استعداد نیست، گروهی باشند تام الاستعداد که به این بلا مبتلا گردند۔ وَالسَّلام۔

ترجمہ: ملاعبدالرحمن مفتی علیہ الرحمہ کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ (قدس سرہم) نے ابتدائے سیر عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس راز کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کے راستہ پر ثابت رکھے۔ اللہ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) نے اپنی سیر کی ابتداء امر عالم سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس ضمن میں طے کیا ہے بخلاف دوسرے سلاسل کے مشائخ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہوتی ہے۔

عالمِ خلق طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ اور دوسروں کی انتہاء ان کی ابتداء میں درج ہے۔

ع

قیاس کن ز گلستانِ من بهار مرا

ترجمہ: میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔

اس بلند طریقہ کے کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے۔ تاہم وہ جلد اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور لذت وحلاوت جو

جذبہ اور کشش کا ہراول دستہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالمِ امر عالمِ خلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے۔اور یہی ضعف وکمزوری جلد اثر پذیری میں رکاوٹ اور سدراہ ہوتی ہے۔اثر پذیر ہونے میں یہ تاخیر اور دیر اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک ان میں عالم امر عالم خلق پر غلبہ اور قوت حاصل نہ کرلے۔اور معاملہ برعکس نہ ہوجائے۔

اس ضعف کا علاج اس طریقہ کے مناسب یہ ہے کہ مکمل تصوف والا مرشد پورے تصرف سے کام لے۔اور دوسرے طریقوں کے مناسب اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے تزکیہ نفس کیا جائے اور ریاضات ومجاہدات شاقہ موافق شریعت اختیار کیے جائیں (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ)۔یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ دیر سے اثر پذیر ہونا استعداد کے ناقص ہونے کی علامت نہیں۔مکمل استعداد والے گروہ کے متعلق بھی یہ ممکن ہے کہ اس بلا میں مبتلا اور گرفتار ہو۔والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر،اوّل، مکتوب ۱۴۵،ج،۱،ص،۳۱۳،مرکز بخش: زاھدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی، ۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

امروز، حصول این دولت عظمیٰ وابسته به توجه و اخلاص به این طبقۂ علیه نقشبندیه است، به ریاضات شاقه و مجاهدات شدیده، آن میسر نگردد که به یک صبحت ایشان حصول یابد، چه در طریق این بزرگواران، اندراج نهایت در بدایت است۔ در اول صبحت آن می بخشند که منتهیان را در نهایت به دست می افتد۔

طریق این بزرگواران، طریق اصحاب کرام است که ایشان را در اول صبحت خیر البشر۔ علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات۔ آن کمالات میسر می شد که اولیاء امت را در نهایت شاید میسر شود۔ و این به طریق اندراج نهایت در بدایت است فعلیکم بمحبة هولاء الاکابر فانها ملاک الامر۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔

ترجمہ: آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آجاتی ہے۔

کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت بدایت میں درج ہے۔یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں۔جو منتہیوں کو انتہاء پر جا کر میسر آتی ہے۔ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کا طریقہ صحابہ کرام ﷺ کا طریقہ ہے۔کہ صحابہ کرام ﷺ کو خیر البشر (علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات) کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آگئے جو اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں اور یہ چیز نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنا لازم ہے۔کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دارومدار ہے۔آپ پر اور تمام ہدایت کے پیروکاروں اور مصطفیٰ (علیه وعلیٰ آله الصلوٰۃ والسلام) کی متابعت کرنے والوں پر رحمت وسلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر،اوّل، مکتوب ۹۰،ج،۱،ص، ۲۴۴،مرکز بخش: زاھدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی، ۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

به ((خان اعظم)) در مداحی طریقه علیه نقشبندیه قدس الله تعالیٰ اسرارهم و مناسبت این طریق به طریق اصحاب کرام علی صاحبهم و علیهم الصلوٰة والسلام و بیان افضلیت اصحاب کرام بر دیگران اگرچه ((اویس قرنی)) باشد یا ((عمر مروانی))

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

طریق حضرات خواجگان۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارهم۔ مبنی بر اندراج نهایت در بدایت است، حضرت ((خواجه نقشبند))۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔ فرمودہ اند که: مانهایت را در بدایت درج می کنیم و این طریق بعینه طریق اصحاب کرام است۔ رضی اللہ تعالیٰ عنهم۔ چه این، بزرگواران در اول صحبت آن سرور۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ آن میسر می شد که اولیاء امت را در از آن کمال دست نهایت النهایت شمه (ای) می دهد۔

لهذا ((وحشی)) قاتل ((حضرت حمزه)) رضی اللہ عنه۔ که یک مرتبه در بدو اسلام خود به شرف صحبت سید اولین و آخرین۔ علیه و علی اله الصلوات و التسلیمات و التحیات۔ مشرف شده بود، از ((اویس قرنی)) که خیر التابعین است، افضل آمد و آنچه ((وحشی)) را در اول صحبت خیر البشر۔ علیه و علی اله الصلوٰة و السلام۔ میسر شد، ((اویس قرنی)) را به آن خصوصیت، در انتها میسر نشد۔ لاجرم بهترین قرون، قرن اصحاب گشت۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیهم۔

کلمه ثم (اشاره به حدیثی است که پیامبر ﷺ فرمود: خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔) کار دیگران را در پس انداخت و اشارت به بعد درجه نمود، شخصی از (عبداللہ بن مبارک)) قدس سرہ۔ سوال کرد: ایهما افضل معاویة ام عمر بن عبدالعزیز قال الغبار الذی دخل، انف فرس معاویة مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم خیر من عمر بن عبدالعزیز کذا مرة۔

پس ناچار سلسلهٔ این حضرات سلسلة الذهب آمد و مزیت این طریقه عالی بر سایر طرق، در رنگ مزیت قرن اصحاب کرام بر سایر، قرون مبرهن گشت۔ جماعه را (ای) که از کمال فضل در آغاز شربی از آن جام ارزانی دارند، اطلاع بر حقیقت کمالات ایشان، غیر ایشان را متعذر است، نهایت ایشان فوق نهایت دیگران خواهد بود۔ (قیاس کن ز گلستان من بهار مرا)) ((سالی که نکوست از بهارش پیداست)) (ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) (جمعه/۴۔)

حضرت ((خواجه نقشبند)) می فرمودند که ما فضلیانیم۔

جعلنا اللہ سبحانه و ایاکم من محبی هولاء الاکابر و متابعی اثارهم بحرمة النبی القرشی علیه و علی اله من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها۔

ترجمہ: یہ مکتوب بھی خان اعظم کی طرف صادر فرمایا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارهم) کی مدح وثنا اور اس طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے صاحب اوران پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مناسبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام دوسروں پر افضلیت کے بیان میں، اگرچہ اویس قرنی یا عمر بن عبدالعزیز مروانی رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہو۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضرت خواجگان نقشبندیہ (قدس اللہ تعالیٰ سرهم) کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو حضور سرور عالم (وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا کہ اولیاء امت کو نہایۃ النہایۃ میں

جا کر اس کمال کا تھوڑا سا حصہ ہاتھ آتا ہے۔لہٰذا وحشی علیہ الرحمۃ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتدائے اسلام میں صحبت سید اولین و آخرین (علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات) کا شرف نصیب ہوا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں افضل قرار پایا اور وحشی کو حضور خیر البشر (علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام) کی اوّل صحبت میں جو کچھ میسر آیا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اپنی خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔تو لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔کلمہ ثم نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔اور ان کے درجے کی دوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک (قدس سرہ) سے سوال کیا۔امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تو آپ نے جواب دیا وہ غبار جو حضور ﷺ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل و بہتر ہے۔تو ناچار ان حضرات کا سلسلۃ الذہب قرار پایا۔اور اس طریقہ (نقشبندیہ) عالی کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلسلوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کی دوسروں کے زمانہ پر فضیلت کی طرح مضبوط دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔وہ جماعت جسے آغاز ہی میں کمال فضل سے حصہ عطا کر دیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا مطلع اور آگاہ ہونا مشکل ہے۔ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔

ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کر لو

ع

سالے کہ نکوست از بہار ش پیدا است

ترجمہ: سال کی خوبی اس کی بہار کے باعث ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (جمعہ/۴)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے،اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

حضرت سیّدی بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرماتے تھے ہمارے سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ بحرمت نبی قرشی (علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا) ہمیں اور تمہیں ان اکابر سے دوستی رکھنے والوں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں میں سے کرے۔

(مکتوبات امام ربانی،دفتر اوّل، مکتوب ۶۶،ج۱،ص ۲۰۳، مرکز تحقیقات: زاھدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی ۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

چنانچہ در حدیث قدسی وارد شدہ: دشمن دار نفسِ خود را زیرا کہ بہ درستی آن نفس ایستادہ است بہ دشمنی من۔

پس از طریق مشایخ۔ قدس اللہ تعالی اسرارھم۔ ہر طریقی کہ مراعات احکام شرعیہ در آن زیادہ تر است، نزدیکترین طُرق موصلہ بہ حق

باشد۔ سبحانہ۔ از راہ تحقُّق کثرت مخالفت بانفس۔ آگاہ باشد و بدانید کہ این چنین طریق، طریق مشایخ نقشبندیہ است۔

از اینجاست کہ فرمودہ است آقای ما و قبلۂ ما شیخ اجل ((شیخ بہاؤ الدین)) مشہور بہ ((خواجہ نقشبند)) قدس سرہ۔ طریقی را یافتم کہ، نزدیکترین طرق موصلہ است بہ حق۔ سبحانہ۔ یعنی از راہ تحقق زیادت مخالفت نفس۔

و اَمّا بیان زیادت مُراعات شریعت اندر این طریق، پس مخفی نیست بر منصف زیرک خوض کنندہ در طُرقِ مشایخ دیگر۔ قدس اللہ تعالی و اسرارھم۔ مَعَ ذٰلِکَ بیان نمودہ ام من آن را در بعض رسائل خود بہ وضاحت تمام۔ خدای پاک داناتر است بہ حقیقت حال و خدای پاک، کافی است مرا و بہترین کارساز است۔

و صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد و الہ و صحبہ و سلم و بارک و کرم۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔

ترجمہ: حدیث قدسی میں آیا ہے "اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے" تو طرق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی۔ اللہ تعالی کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے طریقہ نقشبندیہ۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار اور قبلہ شیخ اجل شیخ بہاؤ الدین مشہور بہ نقشبند علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے "میں نے اللہ تعالی کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین طریقہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔"

باقی رہا معاملہ اس طریقہ میں شریعت کی زیادہ رعایت کا تو یہ ایک ایسی بات ہے جو کسی انصاف پسند ذہن اور طریق مشائخ میں غور کرنے والے آدمی پر مخفی نہیں ہے اور اس کے باوجود میں نے اس کو بعض رسائل میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی ہی حقیقت حال کو خوب جانیں اور اللہ سبحانہ و تعالی ہی مجھے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہے۔

و صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و سلم و بارک و کرم و السلام علی من اتبع الھدی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۹، ج، ۲، ص، ۳۵۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((خواجہ عمک)) در بیان مداحی طریقۂ علیہ نقشبندیہ و علو نسبت این بزرگواران

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

مرحمت نامۂ گرامی کہ از روی کرم، نامزد این مخلص ساختہ بودند، بہ ورود آن مبتھج و مسرور گردید۔ سلامت باشند۔ نمی خواھد کہ تصدیع ایشان بدھد، بہ غیر آنکہ مداحی این سلسلۂ علیہ نقشبندیہ نماید۔

مخدوما! در عبارات اکابر این سلسلۂ علیہ۔ قدس اللہ تعالی اسرارھم۔ واقع شدہ است کہ نسبت ما فوق ھمہ نسبت ھاست۔ (منظور) از نسبت، حضور و آگاھی خواستہ اند و حضوری کہ نزد ایشان معتبر است، حضور بی غیبت است کہ تعبیر از آن بہ یاد داشت نمودہ اند۔

پس نسبت این عزیزان عبارت از یادداشت باشد و یادداشت کہ بہ فہم قاصر این فقیر قرار یافتہ است، مبنی بر این تفصیل است

تجلی ذاتی عبارت از ظہور حضرت ذات است تعالی و تقدس و حضور آن۔ سبحانہ۔ بی ملاحظۂ اسما و صفات و شیون و اعتبارات۔ و آن تجلی را برقی گفتہ اند۔ یعنی لمح یسیر، ارتفاع شیون و اعتبارات متحقق می شود و باز در پردۂ شیون و اعتبارات متواری می گردد۔

پس بر این تقدیر، حضور بی غیبت متصور نباشد، بلکه لمح یسیر حضوز است و اغلب اوقات غیبت، پس این نسبت نزد این عزیزان معتبر نباشد، و حال آنکه این تجلی را مشایخ سلاسل دیگر، نہایۃ النہایۃ گفتہ اند۔

و ہر گاہ این حضور دوام پذیر د اصلاً استتار قبول نکند و ہموارہ بی پردۂ اسما و صفات و شیون و اعتبارات متجلی شود، حضور بی غیبت خواہد بود۔

پس نسبت این اکابر را با نسبت ہای دیگر ان قیاس باید نمود و بی تکلف، فوق ہمہ باید داشت۔ این قسم حضور اگر چہ پیش اکثر مردم مستبعد می نماید، اما

ہنیئاً لارباب النعیم نعیمہا		وللعاشق المسکین ما یتجرع

این نسبت علیہ بر نہجی غرابت پیدا کردہ است کہ اگر فرضاً پیش ارباب ہمین سلسلہ بزرگ گفتہ شود، یحتمل کہ اکثر آنہا در مقام انکار آیند و باور ندارند۔ نسبتی کہ الحال در میان ارباب این خانوادۂ بزرگ متعارف شدہ است، عبارت از حضور حق است۔ سبحانہ و تعالیٰ بر وجہی کہ از وصف شاہدی و مشہودی منزہ باشد و توجہی است معرا از جہات ستہ متعارفہ۔ اگر چہ جہت فوق متوہم باشد و ظاہر دوام پذیرد۔ این نسبت در مقام جذبہ فقط، نیز متحقق می گردد۔ فوقیت آن را وجہی ظاہر نیست، بہ خلاف یادداشت، بہ معنی سابق کہ حصول آن بعد از تمامی جہت جذبہ و مقامات سلوک است و علو درجۂ آن بر ہیچ احدی مخفی نیست۔ اگر خفایی ہست، در حصول او ست و بس حاسدی اگر از حسد انکار نماید و ناقصی از نقص خود، جحود نماید، معذور ست۔

قاصری گر کند این طائفہ را طعن قصور		حاش للہ کہ برآرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند		روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

ترجمہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا اوران بزرگوار قدس سرہم کی نسبت کی بلندی کے بیان میں۔ خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا،

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مرحمت نامہ گرامی جواز روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا۔ یہ حقیر (حضور سیّدی امام مجدّ دالف ثانی علیہ الرحمہ) اس کے آنے سے مسرور اور خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے دردسر کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثناء میں لکھتا ہے۔ مخدوم ومحترم اس سلسلہ عالیہ کے اکابر (قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم) کی عبارات میں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور وآ گاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے۔ جس کو انہوں نے ''یادداشت'' سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا ان عزیزوں کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پا چکی ہے وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ظہور، نیز حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لحہ بھر کے لیے شیون داعتبارات اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر شیون واعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اس تقریر و بیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہوسکتا، بلکہ لحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے اور اغلب واکثر اوقات غیبت رہتی ہے۔ اسطرح کی وقتی

نسبت ان بزرگوں کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے اور ہمیشہ اسماء، صفات، شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے تو یہ حضور بے غیبت کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق واعلیٰ جاننا چاہیے۔ اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن

هنيئا لارباب النعيم نعيمها		وللعاشق المسكين ما يتجرع

ترجمہ: یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہیں عاشق مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر نادر وقلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور ومتعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے۔ جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ومنزہ ہے اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائمی ہوتی ہے اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنیٰ سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کند ای طائفہ را طعنِ قصور		حاش للہ کہ برارم بزبان اینگلہ را
ہمہ شیران جہان بستہ اند بایں سلسلہ اند		روبہ از حیلہ چساں بگسلد این سلسلہ را

ترجمہ: کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصور وار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ، بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ بہانہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب، ۲۷، ج، ۱، ص، ۱۲۲ تا ۱۲۴، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت سیّدنا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

ب ۳۵: فرمودہ اند طریقۂ انجذاب و محبت الهیہ موصل ست و اذرا روی خبر بسوی ذات حق سبحانہ نیست بخلاف طرق دیگر کہ روی بجانب انوار نیز دارند لاجرم بعضے بھمان انوار باز میمانند و این انجذاب و محبت در جمیع افراد انسانی ست اما پوشیدہ اهل این سلسلۂ علیۂ نقشبندیہ تربیت همان انجذاب میکند

ترجمہ: ب (۳۵) آپ (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ انجذاب (جذب) اور محبت الٰہیہ ہی کا طریقہ اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لئے (بہت مفید) ہوتا ہے اور اس کا رخ خدائے ذات حق نے کسی اور طرف نہیں۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا رخ انوار کی طرف بھی ہوتا ہے اس طرح بعض سالکین انوار تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب اور محبت تمام انسانوں میں ہوتی ہے لیکن مخفی نہ رہے کہ اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت فرماتے ہی

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۵۸، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

حضرت سیدنا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ متوفی ، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

حضرت ایشان از زبان مبارک حضرت مخدوم قدس سرهما نقل میکردند ومے فرمودند چُنان معلوم ما گردیده که مرکز این دائره و شاهراه این بادیه بدست این طائفۂ علیۂ نقشبندیه افتاده و نسبت ایشان فوق همه نسبهاظاهرمے کردو نیزمے فرمودند باوجود که از رسائل اکابرآن طریق سینه براوضاع و اطوار و اسرار ایشان بهره یافته اما همواره از خواهان آنیم که یکے از کارشناسان دراه نمایان این سلسله راحق سبحانه بدیارمارساندیامارابدیاراوبردتاازبرکات صحبت او اقتباس انوار ایشان نمائیم

ترجمہ: حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) اپنے والد ماجد کی زبانی یہاں فرماتے تھے۔ ''مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرہ (سلوک) کا مرکز اور اس بادیہ کی شاہراہ اس سلسلۂ نقشبندیہ کے حوالے کردی گئی ہے۔'' اور اس کی نسبت کو تمام نسبتوں سے اوپر بتایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ: ''ہر چند ہم نے اس طریقہ (نقشبندیہ) کے اکابر رحمہم اللہ کے رسائل سے ان کے طور طریقے اور ان کے اسرار معلوم کیے ہیں۔ لیکن ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ اللہ پاک اس سلسلے کے کسی راہ نما اور کارشناسا کو ہمارے شہر میں پہنچادے یا ہم ہی اس کے شہر میں پہنچ جائیں تا کہ اس کی صحبت کی برکتوں سے ہم اقتباس انوار کرسکیں۔''

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۱۱۶، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

قبر مبارک میں حوروں کو کیا جواب دیا:

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمۃ متوفی ، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

نقل کردند از خدمت برکه الزمان قطب عزلتیان القدوس عبد الوهاب که گفت: چون حضرت خواجۂ ما را دفن فرمودند از طرف روی مبارک ایشان: به حکم: (القبر روضة من رياض الجنة)، دریچۂ از جنت در قبر منور ایشان گشاده شد ودو حور در آمدند وسلام کردند و گفتند: ما از آن شماییم، از آن وقت که حضرت کریم علی الاطلاق جلت الطافه مارا آفریده است منتظر خدمت شماییم۔ حضرت خواجه فرمودند: مرا به حضرت حق سبحانه وتعالیٰ عهدیست که تا به دیدار بی چون وبی چگونۂ او جل جلاله مشرف نگردم وجمیع آن کسانرا که به من پیوسته اند و کلمۂ حقی که از من شنوده اند وبآن عملکرده اند، شفاعت نکنم به هیچ چیز وبه هیچ کس اصلا مشغول نگردم۔

ترجمہ: برکت زمان، قطب عزلتیان القدس حضرت عبدالوہاب علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو لوگوں نے دفن فرمایا تو آپ کے روئے مبارک کی طرف سے ''القبر روضة من رياض الجنة'' یعنی قبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ کے حکم کے مطابق آپ کی قبر منور میں ایک دریچہ جنت کھل گیا۔ اور دو حوریں اندر داخل ہوئیں۔ انہوں نے سلام عرض کیا اور کہا ''ہم آپ کی ملکیت ہیں، جس وقت سے حضرت کریم مطلق جلت الطافہ نے ہمیں تخلیق فرمایا ہے، ہم آپ کی خدمت کی منتظر ہیں'' حضور سیدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا ''میرا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے وعدہ ہے کہ جب تک میں اس کے بے چوں اور بے چگون دیدار سے مشرف نہ ہو جاؤں اور ان تمام لوگوں کہ جو مجھ سے پیوستہ رہے ہیں اور جنہوں نے مجھ سے کوئی کلمہ حق سنا ہے اور اس پر عمل کیا ہے، کی شفاعت نہ کرلوں میں کسی چیز اور کسی شخص کی طرف ہرگز مشغول نہ ہوں گا''۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص، ۱۹۹، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

غوث کا خرقہ اور نقشبندی بزرگوں کی برکت:

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

شاہ سکندر کیتھلی علیہ الرحمۃ جن کے پاس حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کا خرقہ بطور امانت تھا اور حکم تھا کہ جب اس کا وارث ملے اسے دے دینا اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ خرقہ اپنے پوتے اور خلیفہ قائم مقام شاہ سکندر علیہ الرحمۃ کے حوالے کیا اور وصیت کی کہ جب اس خرقہ کا وارث مبعوث ہو اُسے دے دینا۔ شاہ سکندر علیہ الرحمۃ نے وہ خرقہ شاہ کمال علیہ الرحمۃ کے مزار پر رکھ دیا تھا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے تجدید اور قیومیت کی خلعت پہنی اور آنجناب کا طنطنہ روئے زمین پر اور آسمان تک پھیل گیا تو شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے خواب میں شاہ سکندر علیہ الرحمۃ کو فرمایا کہ اب یہ خرقہ قیومیت مآب کو پہنچا دو۔ شاہ سکندر علیہ الرحمۃ نے خرقہ کو دینے میں قدرے تامل کیا کہ گھر کی نعمت غیر کو کیونکر دُوں۔ شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے دوبارہ تاکید کہ کہ پرائے حق کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ جلدی یہ خرقہ انہیں پہنچا دو۔ پھر شاہ سکندر علیہ الرحمۃ نے دیدہ دانستہ غفلت کی تو شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے نہایت ناراض ہو کر فرمایا کہا گر اپنی خیریت چاہتے ہو تو یہ خرقہ اس کے وارث کو دو۔ ورنہ نسبت سلب ہو جائے گی۔ شاہ سکندر علیہ الرحمۃ اب وہ خود خرقہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لائے۔ حضور صبح کی نماز کے بعد حلقہ احباب میں مراقبہ کئے بیٹھے تھے کہ شاہ سکندر علیہ الرحمۃ خرقہ لائے۔ آنحضرت علیہ الرحمۃ نے مراقبہ سے فارغ ہو کر وہ خرقہ پہنا اور قادریہ نسبت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں نسبت قادریہ نے اس قدر غلبہ کیا کہ نقشبندیہ نسبت دب گئی پھر نسبت نقشبندیہ ابھری اور قادریہ نسبت مستور ہو گئی۔ چند مرتبہ ایسا ہی ہوا کبھی وہ نسبت غالب آجاتی اور کبھی یہ۔ اتنے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تمام پیروں اور اپنے طریقہ کے تمام خلیفوں، مریدوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رکاب میں تشریف فرما ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ بھی تمام پیروں اور اپنی طریقہ کے تمام خلیفوں اور مریدوں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں تشریف لائے۔ اس مجلس میں حضرت خواجہ باقی باللہ بیرنگ علیہ الرحمۃ بھی موجود تھے۔ ان تمام ارواحِ قدسیہ نے اسی شاندار تقریب میں گفتگو فرمائی۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مرد بزرگ یعنی قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے لڑکپن میں ہماری نسبت لی۔ یعنی لڑکپن میں شاہ کمال علیہ الرحمۃ کی زبان چوس کر تمام قادریہ نسبت لے لی۔

اس لئے سب سے ہمارا حق فائق ہے اور مناسب ہی کہ یہ عزیز ہمارے سلسلے کو رواج دے اور اس کی خدمت کرے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اب وہ ہمارے سلسلہ ارشاد کا مسند نشین ہے اور جو نسبت معہود جناب پیغمبر خدا ﷺ سے بطور امانت پہنچی ہے وہ اسے ہمارے وسیلے سے پہنچی ہے۔ اس پر ہمارا حق ہے کہ وہ ہمارے سلسلہ کو رواج دیں۔ اتنے میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگ علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم بھی اس امر میں شریک ہیں کیونکہ اس مردِ خدا کے آباؤ اجداد ہمارے سلسلہ چشتیہ سے تھے اسی طرح سلسلہ سہروردیہ اور کبرویہ وغیرہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بھی تشریف لائے اور اصرار کرنے لگے کہ انہیں ہمارے سلسلہ تصوف کی ترجمانی پر لگایا جائے۔ غرضیکہ ہر سلسلہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) آنجناب (امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کو اپنی طرف کھینچتے تھے تا کہ ان کے سلسلے کو رواج دیں۔

خواجہ ہاشم اور ملا بدرالدین علیہ الرحمۃ اپنی مستند تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ اس قدر اولیائے امت کی روحیں سرہند شریف میں جمع ہوئیں کہ تمام گھر، کوچے بازار بلکہ شہر کا گردونواح اور آس پاس کے گاؤں اور شہر پُر ہو گئے اور چاروں طرف انوار کی بارشیں ہوتی دکھائی دیتی تھیں اور صبح سے ظہر کی نماز تک یہی مقالات و مذاکرات

ہوتے رہے۔ آخر سب نے جناب سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں رجوع کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ازراہِ لطف و کرم ہر ایک کی تسلی کی اور دلاسا دیا کہ تم سب اپنی اپنی نسبت اس عزیز کو دے دو۔ جو شخص اس سلسلے میں داخل ہوگا اس کا اجر تمہیں بھی مل جائے گا اور اس کے ہاتھ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو زیادہ رواج ہوگا کیونکہ اسے نسبت معبود میری سنت کی اتباع کی استقامت اسی سلسلہ سے ہاتھ آئی ہے اور اسی سلسلہ کے سردار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بعد باقی تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ نیز اس طریقہ میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی اور امور بدعت سے کنارہ کشی حد سے زیادہ پائی جاتی ہے اس سے دوسرے درجہ پر اس عزیز سے سلسلہ قادریہ کو رواج بھی ہوگا کیونکہ اس سلسلہ کا حق بھی اس پر ثابت ہے۔ باقی سلسلے مثلاً چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ وغیرہ کو بھی اس سے کچھ فائدہ ہوگا۔ بعد ازاں تمام سلسلوں کے مشائخ رحمہم اللہ نے جناب سرور کائنات ﷺ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی نسبت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی نظر کیمیا اثر میں گزاری۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے ان کی نسبتوں کو اپنے طریقہ میں ملا لیا اور اپنی نسبت خاصہ کو جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرما دیا۔ ان نسبتوں پر ڈالا جس کے سبب وہ ساری نسبتیں منور ہو گئیں۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۱۹۳)

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ولایت اور ولایت: حضرت خواجہ باقی باللہ بیرنگ علیہ الرحمہ نے اپنی ایک کتاب میں چار دائرے کھینچے اور ہر ایک دائرہ میں انتہائی کمالات الٰہی درج فرمائے جو کسی ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوئے۔ ایک دائرہ میں ولایت اور دوسرے میں ولایت لکھا۔ (واؤ کی زبر اور زیر سے) تیسرے میں کمال باطنی اور چوتھے میں کمال مطلق۔ ان چاروں دائروں میں سے ہر ایک میں کئی ہزار مشائخ کے نام لکھے جو اولیاء امت میں سے افضل ہیں۔ حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو چاروں دائروں کے حلقہ کے شروع میں لکھا ہے (سب کا سردار مانا ہے) یعنی وہ تمام اولیائے امت کے سردار ہیں۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۲۰۲)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

راقم این حروف۔ عفی اللہ عنہ گوید کہ از حضرت ایشان۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔ شنفتم کہ فرمودند: مردم گویند در طریقہ نقشبندیہ ریاضات و مجاہدات نیست۔ ندانستہ اند کہ بنای این طریقہ علیہ بر دور بودن است از مناہی و بدعتہا بل رخصت ہا۔ وہیچ ریاضت نفس، را صعب تر از اجتناب این امور نیست کہ محققان فرمودہ اند کہ نفس را ریاضتی کہ از قبیل ترک بود دشوار تر است از ریاضتی کہ، از قبیل فعل بود۔

راقم الحروف (ہاشم کشمی) کہتا ہے کہ اپنے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ میں ریاضتیں اور مجاہدے نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس طریقۂ عالیہ کی بنیاد مناہی اور بدعات بلکہ رخصت سے بھی دور رہنا ہے (مناہی، وہ بری چیزیں جن سے شریعت میں روکا گیا ہے۔ بدعات دین میں وہ اضافے جن کا شریعت میں کوئی ثبوت موجود نہیں۔ رخصت وہ شرعی حکم جس کی بعض حالات میں اجازت دے دی گئی ہو اگرچہ اس کے بالمقابل اصل حکم یعنی عزیمت پر عمل کرنا افضل ہو) اور کوئی ریاضت نفس کے لیے اتنی مشکل اور دشوار نہیں جتنا ان چیزوں سے بچنا۔ محققین نے فرمایا ہے کہ جو ریاضت از قبیل ترک ہے جہاں کسی چیز کو چھوڑنے یا اس سے بچنے کو کہا گیا ہے وہ نفس کے لیے اس ریاضت سے زیادہ مشکل ہے جو از قبیل فعل ہے یعنی جہاں کسی چیز کے کرنے کو کہا گیا۔

(نسمات القدس من حدائق الانس، ص ۱۳۰ تا ۱۳۱، تصحیح و تدوین، منیر جہان ملک)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

و این حقیر بی مقدار را از پر تو آن گفتار و الا اعتبار و نیز از مقولہ جدیدہ عظیمہ حضرت پیر بزرگوار۔ قدسنا اللہ بسرہ الاقدس۔ وجهۂ دیگر در بیان آن دوبیت بخاطر او فتادہ کہ هم این وجهات مذکورہ را مؤید می تو اند شدو هم علیحدہ دلیلی می تواند گشت۔ و آن این است کہ حضرت ایشان ما۔ قدس سرہ۔ در مکتوبی نگارش فرمودہ اند کہ کمالات نبوت عبارت از قرب الهی است بی شایبہ ظلیت کہ عروجش رو بہ حق است و نزولش رو بہ خلق و آن بالا صالت مخصوص انبیاء است۔ علیهم الصلوۃ والتسلیمات۔ و بالتبعت و الوراثت۔ بهرہ از ان کمل تابعان ایشان را است۔ رضی اللہ عنهم۔ و راهی کہ موصل است کمل را بہ کمالات نبوت دو است۔ راهی است، مربوط بہ، طی کمالات مفصلہ مقام ولایت ومنوط بہ حصول این تجلیات ظلیہ و معارف سکریہ کہ مناسب قرب ولایت اند۔ بعد از طی این کمالات، و حصول این تجلیات قدم در اقتباس کمالات نبوت نهادہ می آید۔ درین مقام وصول بہ اصل است و التفات بہ ظلیت ذنب و راہ دیگر است کہ بی توسط حصول کمالات و لایات وصول بہ کمالات نبوت میسر گردد و این راہِ دوم شاهراہ است و موصل و اقرب بہ وصول وهر کہ بہ کمالات اقتباس نبوت رفتہ است۔ الاّ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ بہ این راہ رفتہ است۔

از انبیا کرام۔ علیهم الصلوۃ و السلام۔ و از اصحاب عظام ایشان۔ رضی اللہ عنهم۔ راہ اوّل دور و دراز است و متعسر الوصول و متعذر الحصول و راہ دوّم اقرب و اوضح و اوثق و اوفق۔ اما بعد از انبیاء۔ علیهم السلام۔ و کبار اصحاب ایشان۔ رضی اللہ۔ عنهم۔ درین میان از کمل اقل قلیل ازین راہ بہ آن دولت رسیدہ اند۔ بعد از وصول بہ این راہِ دوّم هر چند کمالات مفصلہ مقام ولایت کمتر بہ حصول پیوستہ امّا، زبدہ و خلاصۂ آن بہ وجہ احسن میسر گشتہ۔ بل مغز آن بہ دست این و اصل آمدہ۔ علوم سکریہ و ظهور ظلیہ کہ ارباب ولایت را حاصل، است۔ دون مرتبہ این واصلہ است و سلوک بہ این راہِ ثانی موهبت پروردگار است کہ کسب و تعمل را دران کمتر بار است۔ بخلاف راہ اوّل کہ مبادی و مقدمات آن بہ کسب و مکاسبت است و حصول آنها مربوط بیشتر بہ ریاضت و مجاهدہ ا۔ انتهی ما اخذت من، کلام الشریف اختصاراً و اقتصاراپس بہ حکم این تحقیق حقیق حضرت ایشان ۔ قدس سرہ۔ می تواند بود کہ حضرت خواجۂ بزرگ، را طاب تربتہ ازین راہ ثانی در آوردہ باشند دو شاهد عدل بر این مدعا این دو قول حضرت خواجہ بزرگست۔ قدس اللہ سرہ۔ کہ فرمودند: ((طریق ما اقرب طرق است)) و نیز فرمودند: ما فضلیانیم کہ ما را از راہ فضل در آوردہ اند و از اول تا آخر همین فضل حق مشاهدہ کردہ ایم و ایضاً آنکہ آن حضرت خواجہ۔ رضی اللہ عنہ۔ روزی خلیفہ الخلفای خود حضرت خواجہ علاء الدین عطار۔ عطر اللہ تربتہ۔ را فرمودند کہ از ولایت در گذر و حضرت خواجہ علاء الدین بہ توجہ عالی ایشان از ولایت در گذشتہ اند۔ چنانکہ در مقامات ایشان مسطور است، مؤید این بیان است۔

ترجمہ: اس حقیر بے مقدار کے دل میں گزشتہ ارشادات عالیہ کے علاوہ بھی پیر بزرگوار حضرت مجدد قدسنا اللہ سرہ الاقدس کا ایک ارشاد آیا ہے جو وجہات مذکورہ کا موید بھی ہے اور ایک مستقل دلیل بھی۔ اور وہ یہ ہے آپ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نبوت قرب الٰہی سے عبارت ہے جس میں ظلیت کا کوئی شائبہ نہیں اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف ہے اور نزول مخلوق کی طرف اور وہ حضرات انبیاء ﷺ کے ساتھ بالا صالۃ مخصوص ہے اور بطور تبعیت و وراثت اس

کا حصہ کامل متبعین کے لیے بھی ہے (رضی اللہ عنہم)۔ کمالات نبوت کی طرف دو راستے جاتے ہیں ایک راستہ وہ ہے جو مقام ولایت کے کمالات مفصلہ کو طے کرنے کا راستہ ہے اور وہ مرتبۂ ولایت کے مناسب تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حصول سے مربوط ہے۔ ان کمالات کو طے کرنے اور ان تجلیات کو حاصل کرنے کے بعد کمالات نبوت کے اقتباس کی طرف قدم بڑھتا ہے اور اس مقام پر اصل کیساتھ وصول ہے۔ اور ظلیت کی طرف التفات گناہ ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں حصول کمالات ولایت کے دوران کمالات نبوت کا وصول میسر ہو جاتا ہے اور دوسرا راستہ ایسی شاہراہ ہے جو پہنچانے والا اور وصول کے زیادہ قریب ہے اور جو کوئی اقتباس نبوت کے کمالات کو پہنچا الا ماشاء اللہ وہ اسی راہ سے پہونچا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے اصحاب عظام رضی اللہ عنہم سے۔ اور پہلا راستہ دور و دراز کا ہے جس میں وصول مشکل ہے اور جس کا حصول دشوار اور دوسرا راستہ زیادہ قریب کا ہے۔ زیادہ واضح۔ زیادہ موافق اور زیادہ بھروسہ کا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت اس راہ سے پہنچی ہے۔ اس دوران امتوں میں سے کم بطریقۂ تبعیت وراثت اس راہ سے اس دولت تک پہنچے ہیں جاننا چاہئے کہ دوسرے راستہ سے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ کا حصول نہیں ہوتا تاہم ولایت کی روح اور اس کا عطر بطریق احسن میسر ہو جاتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ کمالات ولایت سے بعض اہل ولایت کے حصہ میں صرف پوست آتی ہے (یعنی کھال اور محض ظاہر) جبکہ اس واصل کی مغز (روح و باطن) تک رسائی ہے۔ جن بعض ارباب ولایت کو علم کا کچھ حصہ سکریہ و ظہورات ظلیہ کا حصول ہو جاتا ہے۔ وہ مرتبہ میں اس واصل سے کم ہیں بلکہ اس واصل کو تو ایسے علوم و ظہورات سے ننگ و ناموس ہے (یعنی یہ اس کے لیے باعث عار ہیں)۔ وہ ایسے مقام پر ہے کہ ان چیزوں کو گناہ اور بے ادبی سمجھتا ہے۔

کمالات نبوت کا حصول عطیہ الٰہی اور صرف حق تعالیٰ کا کرم ہے کسب و عمل کو اس دولت کے حصول میں کوئی دخل نہیں بخلاف کمالاتِ ولایت کہ اس کے مبادی و مقدمات کسبی ہیں اور ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک حضرت مجدد (الف ثانی رضی اللہ عنہ) کے ارشاد کا خلاصہ نقل کیا گیا۔

تو حضرت مجدد (الف ثانی رضی اللہ عنہ) کی اس تحقیق کی رو سے ممکن ہے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس دوسری راہ سے یہ کمالات ملے ہوں۔ اسی کی وضاحت غالباً حضرت خواجۂ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی:

"مافضلیا نیم که مارا ازراه فضل درآور دند		اول تاآخر همیں فضل حق مشاهده کردیم"

ترجمہ: ہم فضلی ہیں کہ ہمیں راہ فضل سے لائے ہیں۔ اول سے آخر تک ہم نے حق تعالیٰ کے اسی فضل کا مشاہدہ کیا ہے۔

مخفی نماند که اقسام ولایت را اکابر سه قسم گفته اند: ولایت صغری، ولایت کبری، ولایت علیا۔ بعد از طی این اقسام ثلثله ولایت مرتبہ، اقتباس کمالات خاصه نبوت است که آنجا ولایت به تحت ماند و اشاره حضرت به خواجه بزرگ به خواجه علاء الدین۔ قدس سرهما۔ به تحقیق این مرتبه است۔ پس هر گاه به تحقیق سابق حضرت خواجه۔ رضی الله عنه۔ را از بدایت به آن راه اقتباس که ولایات به آن، منتهی شود، برده باشند درست آمد آن قول عظیم ایشان که اول بهاء الدین و آخر ابویزید۔

پس چون معامله چنین بود و از سکه یثربی که مراد به آن کمالات نبوت است ایشان را بهره مخصوص از وجه خاص علی طریق الاقتباس، رسیده باشد۔ چرا نتوان گفت که جز دل بی نقش شه نقشبند۔ و عبارت بی نقشی نیز درین مصراع ایمای می نماید به آن مرتبه که، از شایبۂ ظلیت مبراست و به صفت بی رنگی مستثنی فهم من فهم۔

ترجمہ: نیز ایک روز حضرت خواجۂ بزرگ علیہ الرحمۃ نے خواجہ علاء الدین علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ ولایت سے آگے گزر جا (''از ولایت درگزر'') اور حضرت کے مقامات میں مرقوم ہے کہ آپ ولایت سے آگے گزر گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ بزرگوں نے ولایت کی تین قسمیں بتائی ہیں:۔

۱۔ ولایت صغریٰ

۲۔ ولایت کبریٰ

۳۔ ولایت علیا

ان تین اقسام کی ولایات کو طے کرنے کے بعد نبوت کے کمالات خاصہ کے اقتباس کا مرتبہ ہے اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری علیہ الرحمۃ نے خواجہ علاء الدین علیہ الرحمۃ سے جو ارشاد فرمایا تھا ''از ولایت درگزر'' (ولایت سے گزر جا'') وہ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ تھا۔

اس تحقیق سابق سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جب ابتداء ہی سے حضرت خواجۂ بزرگ علیہ الرحمۃ اس مرتبۂ اقتباس کمالات خاصۂ نبوت کی طرف گامزن ہیں کہ جہاں ولایت ختم ہوجاتی ہے تو آپ کے اس عظیم الشان ارشاد کی بھی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے جس میں آپ نے فرمایا:۔

اول بهاء الدين آخر ابويزيد

ترجمہ: بہاء الدین کا اول بایزید کا آخر ہے۔

تو جب بات اس طرح ہے تو سمجھ لو کہ گزشتہ اشعار میں ''سکہ کہ در یثرب وبطحا زوند'' سکہ یثربی کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد مرتبۂ نبوت ہے جس کا خصوصی حصہ علیٰ طریق الاختصاص حضرت خواجۂ بزرگ علیہ الرحمۃ کو پہنچا۔ یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ گزشتہ اشعار میں جہاں کہا گیا۔

ع

جزدل بے نقشه نقشبند

ترجمہ: اس میں لفظ ''بے نقش'' میں بھی اشارہ ہے اس مرتبہ کی طرف جو شائبۂ غیب سے مبرا ہے اور یہ صفت بیرنگی متشی۔ فهم من فهم (سمجھا جس نے سمجھا)

(نسمات القدس من حدائق الانس، ص، ۱۷ تا ۲۲ تصحیح وتدوین، منیر جہان ملک)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

کرامت ۷۰: وهم وے گفته که والد من وصیت کرده بود که نعش مرا بخدمت ایشان بری و عرض نمائی که مرا داخل طریقۂ خود سازند۔ و طریقۂ ایشان بود که اموات را (هم) اعطائے نسبت خود می فرمودند۔ من بعد ارتحال والد خود بر حسب وصیت او عمل کردم، جنازۂ پدر را بخدمت ایشان برائے نماز آوردم و التماس والد نیز معروض داشتم۔ فرمودند که فردا در حلقۂ ذکر معلوم خواهی کرد۔ روز دیگر در حلقۂ ذکر نشسته بودم، غیبتم در ربود، دیدم که حضرت ایشان نشسته اند و پدر من در حلقۂ ذکر بخدمت ایشان بفاصلۂ یک کس نشسته است و در شغل سر گرم ست، شکر کدا بجا آوردم۔

ترجمہ: کرامت نمبر ۷۰: وہی صاحب بیان کرتے تھے کہ میرے والد نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ میری نعش کو حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے جانا

اورعرض کرنا کہ مجھے سلسلے میں داخل فرمالیں، آپ ﷺ کا طریقہ بھی تھا کہ مردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرمادیا کرتے تھے میں نے والد صاحب کے انتقال کے بعدان کی وصیت پرعمل کیا والد کا جنازہ آپ ﷺ کی خدمت میں نماز جنازہ کیلئے لایا اور والد کی وہ التماس بھی عرض کی فرمایا کہ کل حلقہ ذکر میں معلوم کرلینا، چنانچہ دوسرے دن جب میں حلقہ ذکر میں بیٹھا ہوا تھا مجھے استغراق ہوگیا میں نے دیکھا کہ حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور میرے والد اس حلقہ ذکر میں حضرت ﷺ سے ایک آدمی کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ذکر میں مشغول ہیں میں شکر خدا بجالایا۔

(حضرات القدس، ج،۲،ص،۱۹۷، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا سلوک:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((ملامحمد هاشم)) در بیان طریقی که حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ حضرت ایشان را در اوائل حال به آن طریق مخصوص گردانیده است و به تسلیک آن مر طالبان راموفق ساخته و در بیان طریقهٔ علیهٔ نقشبندیه و اندراج نهایت در بدایت که از لوازم این طریق است و حضوری که نزد اکابر این طریق معتبر است و معبر است به نسبت نقشبندیه باذکر بعضی از احوال و اذواق و علوم و معارف که در طریقهٔ نقشبندیه و غیرها دست داده و در بیان جذبات این بزرگواران و ماینا سب ذلک

بسم الله الرحمن الرحیم۔

الحمدلله رب العلمین و الصلوٰة و السلام علی سید المرسلین و اله و اصحابه الطیبین الطاهرین

بدان که طریقی که اقرب است و اسبق و اوفق و اسلم و احکم و اصدق و ادل و اعلیٰ و اجل و ارفع و اکمل، طریقهٔ علیهٔ نقشبندیه است۔ قدس الله تعالیٰ ارواح اهالیها و اسرار موالیها۔ این همه بزرگی این طریق و علوشأن این بزرگواران، به واسطهٔ التزام متابعت سنت سنیه است۔ علی صاحبها الصلوٰة و السلام و التحیة۔ و اجتناب از بدعت نامرضیه۔ ایشانند که در رنگ اصحاب کرام۔ علیهم الرضوان من الملک المنان۔ نهایت کار در بدایت شان مندرجه گشته است و حضور و آگاهی ایشان دوام پیدا کرده و بعد از وصول به درجهٔ کمال، فوقِ آگاهی های دیگران شده (اند۔)

ترجمہ: ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا۔ اس طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اوائل حال ہی میں مخصوص فرمادیا تھا۔ اوراس پر چلنے کی طالبانِ حق کو توفیق عطا فرمائی۔ اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے بیان میں جو اس طریقہ کے لوازم میں سے ہے۔ اور اس حضور کے بیان میں جو اس طریقہ کے اکابر کے نزدیک معتبر ہے۔ اور جسے نسبت نقشبندیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض ان احوال اذواق اور علوم و معارف کا بیان جو طریقہ نقشبندیہ وغیرہ میں حاصل ہوئے اور ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے جذبات اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین، وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب وسنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی فرمانے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے۔ وہ صرف بلند طریقہ نقشبندیہ ہے۔ (قدس اللہ اروح اھا الیھا واسرار موالیھا)۔

اس طرح۔ اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی یہ بلند شان روشن سنت (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی سنت کی متابعت کی پابندی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔ یہ نقشبندی بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہی ہیں جو صحابہ کرام (علیھم الرضوان من الملک المنان) کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہے۔ اور ان کے حضور اور آ گاہی نے دوام پیدا کیا ہوا ہے۔ اور درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آ گاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔

ای برادر! ارشدک اللہ تعالیٰ الی سواء الصراط این درویش راچون ھوس این راہ پیدا شد، عنایت خداوندی۔ جل و علا۔ ھادی کار او گشتہ، بہ خدمت ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، ھادی طریق اندراج النھایۃ فی البدایۃ والی السبیل الموصل الی درجات الولایت مؤید الدین الرضی شیخنا و مولانا و امامنا الشیخ محمد الباقی۔ قدس اللہ تعالیٰ۔ سرہ۔ کہ یکی از خلفای کبار خانوادۂ حضرات اکابر نقشبندیہ۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم۔ بودہ اند، رسانید و ایشان این درویش را ذکر اسم ذات۔ جل سلطانہ۔ تعلیم فرمودند و بہ طریق معھود توجہ نمودند، تا التذاذ تمام در من پیدا شد و از کمال شوق، گریہ دست داد و بعد از یک روز، کیفیت بی خودی۔ کہ نزد این اکابر معتبر است، و مسمی است بہ غیبت۔ رو نمود و در آن بی خودی یک دریای محیط می دیدم و صور و اشکال عالم را در رنگ سایہ در آن دریا می، یافتم و این بی خودی رفتہ رفتہ استیلای پیدا کرد و بہ امتداد کشید۔ گاھی تا یک پھر (پارہ۔) روز می کشید و گاھی تا دو پھر و در بعضے اوقات استیعاب شب می نمود۔

و چون این قضیہ را بہ حضرت ایشان رسانیدم، فرمودند نحوی از فنا حاصل شدہ است و از ذکر گفتن منع فرمودند و بہ نگاھداشت آن آگاھی امر نمودند و بعد از دو روز مرا فنای مصطلح حاصل شد، بہ عرض رسانیدم۔ فرمودند کہ تمام عالم را یکی می بینی و متصل واحد می یابی؟ عرض کردم کہ: بلی۔ فرمودند کہ معتبر در فنای فنا آن است کہ باوجود دید آن اتصال، بی شعوری حاصل شود۔

درھمان شب فنائی بہ آن صفت حاصل شد۔ بہ عرض رسانیدم و حالتی کہ بعد از فنا حاصل شد، نیز بہ عرض رسانیدم و گفتم کہ، من علم خود را نسبت بہ حق۔ سبحانہ۔ حضوری می یابم و اوصافی کہ بہ من منسوب بودہ، بہ حق۔ سبحانہ۔ منسوب می یابم۔ بعد از آن، نوری کہ محیط ھمہ اشیا است، ظاھر گشت و من آن را حق دانستم۔ جل و علا۔ و آن نور، رنگ سیاہ داشت، بہ عرض رسانیدم۔ فرمود کہ حق، مشھود است۔ جل سلطانہ۔ اما در پردۂ نور و نیز فرمودند کہ این انبساط کہ در آن نور می نماید، در علم است بہ واسطۂ تعلق، ذات۔ جل شانہ۔ بہ اشیاء متعددہ کہ در بالا و پست واقع شدہ اند، منبسط می نمایند، نفی انبساط باید کرد۔ بعد از آن نور سیاہ منبسط رو بہ انقباض آورد و تنگ شدن گرفت، تا آنکہ ب نقطہ کشید۔ فرمودند: آن نقطہ را ھم نفی یابد کرد و بہ حیرت آمد۔ ھمچنان کردم کہ آن نقطہ موھوم ھم از میان زائل شد و بہ حیرت انجامید، کہ در آن موطن شھود۔ حق سبحانہ۔ خود بہ خود است، چون بہ عرض رسانیدم۔ فرمودند کہ ھمین حضور نقشبندیہ است۔

و نسبت نقشبندیہ عبارت از این حضورت است و این حضور را، حضورِ بی غیبت نیز می گویند و اندراج نہایت در بدایت در این موطن صورت می بندد و حصول این نسبت مر طالب را در این طریق، در رنگ اخذ کردن طالب است در سلاسل دیگر اذکار و اورادرا از پیر تا بر آن (بدان) عمل نماید و پی بہ مقصود برد۔

قیاس کن ز گلستان من، بہار مرا

ترجمہ: اے برادر اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اس درویش (مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو جب اس راستے کی آرزو اور ہوس پیدا ہوئی تو خداوند جل وعلا کی مہربانی اس کام کی ہادی بنی۔ اور اسے ولایت پناہ، حقیقت آگاہ نہایت کو بدایت میں درج کرنے والے طریقے کے ہادی اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے راستے کے راہنما پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے مولیٰ اور امام الشیخ محمد الباقی (قدس اللہ تعالیٰ سرہ) کی خدمت میں لے گئی جو اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرات نقشبندیہ کے خانوادہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ اور آپ علیہ الرحمہ نے اس درویش (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو اسم ذات جل سلطانہ کا ذکر تعلیم فرمایا۔ اور اپنے معروف طریقے کے مطابق توجہ فرمائی۔ یہاں تک کہ مجھ میں مکمل لذت پیدا ہوگئی اور کامل شوق سے رونا نصیب ہوا۔ اور ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت جو ان اکابر رحمہم اللہ کے نزدیک معتبر ہے اور غیب کے نام سے موسوم ہے۔ میسر آ گئی۔

اور اس بے خودی میں میں نے ایک دریائے محیط دیکھا اور سارے جہان کی شکلوں اور صورتوں کو میں نے اس دریا میں سائے کی طرح پایا اور یہ بے خودی رفتہ رفتہ مجھ پر غالب آ گئی اور کافی وقت تک رہی کسی دن تو ایک پہر تک رہتی تھی اور کسی دن دو پہر تک۔ اور بعض اوقات اسی کیفیت میں رات پڑ جاتی۔ اور میں نے اپنے اس حال کو جب اپنے پیر و مرشد (حضور سیّدی محمد باقی علیہ الرحمہ) کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں فنا کی ایک قسم حاصل ہو چکی ہے۔ اور مجھے ذکر کرنے سے منع فرما دیا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا۔ دو روز کے بعد مجھے ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی معروف اور مصطلح فناء حاصل ہوئی۔ جب میں نے یہ کیفیت بھی آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کیا تو سارے جہان کو ایک اور متصل واحد دیکھتا اور پاتا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ صحن فنا میں وہ فنا معتبر ہے جو اس بے شعوری اتصال کی دید کے ساتھ حاصل ہو۔ اسی رات بے شعوری کی صفت کے ساتھ وہ فنا بھی حاصل ہوگئی۔ آپ کی خدمت میں اس کے متعلق بھی عرض کیا اور فنا کے بعد جو حالت حاصل ہوئی وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہ کی نسبت علم حضور پاتا ہوں اور وہ اوصاف جو مجھ سے منسوب تھے، حق سبحانہ کے ساتھ منسوب پاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام اشیاء کو گھیرا ہوا تھا۔ میں نے اسے حق جلہ وعلا اور اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جل وعلا تمہارے مشاہدہ میں آ چکا ہے لیکن نور کے پردہ میں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کشادگی اور انبساط جو اس نور میں ظاہر ہوا ذات حق تعالیٰ جل شانہ کے متعدد اشیاء کے ساتھ جو بلندی اور پستی میں واقع ہیں تعلق کی وجہ سے پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمہیں اس انبساط اور فراخی کی نفی کرنی چاہیے۔

اس کے بعد اس سیاہ نور نے جو پھیلا ہوا تھا سکڑنا اور تنگ ہونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ صرف ایک نقطہ رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیے اور حیرت کے مقام میں آنا چاہیے میں نے اسی طرح کیا تو وہ موہوم نقطہ بھی درمیان سے زائل ہوگیا، اور معاملہ حیرت کے مقام تک جا پہنچا۔ جہاں حق سبحانہ کا شہود خود بخود ہوتا ہے۔ نور کے پردے کا واسطہ درمیان میں نہیں رہتا۔

جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض خدمت کی تو آپ نے فرمایا یہی حضور نقشبندی بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا حضور ہے اور نسبت نقشبندی اسی حضور سے عبارت ہے۔ اور اس حضور کو حضور سے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کی صورت اس مقام میں ہوتی ہے۔ اور طالب حق کے لیے اس نسبت کا حضور اس طریقہ میں دوسرے سلسلے میں طالب کے پیر سے اذکار و اوراد شروع کرنے کی مانند ہے۔ تاکہ طالب اس پر عمل کرے اور اپنے مقصود کا سراغ لگائے

ع

قیاس کن ز گلستانِ من بهار مرا

ترجمہ: میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

و این درویش را این نسبت عزیز الوجود بعد از دو ماه و چند روز از ابتدا زمان تعلیم ذکر حاصل شده بود و بعد از متحقق شدن این نسبت، فنای دیگر که آن را فنای حقیقی می گویند، حاصل گشت و دل را آندر قدر وسعت پیدا شد که تمام عالم را از عرش تا مرکز زمین، در جنب، آن وسعت مقدار خردله قدری نبود۔ بعد از آن خود را و هر فرد عالم را، بلکه هر ذره را، حق می دیدم۔ جل و علا۔ بعد از آن هر ذره عالم، را افرادی فرادی، عین خود دیدم و خور را عینِ همه اینها، تا آنکه تمام عالم را دریک ذره گم یافتم۔ بعد از آن خود را بلکه هر ذره را آن، قدر منبسط و وسیع دیدم که تمام عالم را بلکه اضعاف عالم را در آن گنجایش باشد، بلکه خود را و هر ذره را نوری یافتم منبسط که در هر ذره ساری است و صور و اشکـال عالم در آن نور مضمحل و متلاشی۔

بعد از آن خود را، بلکه هر ذره را مقوم تمام عالم یافتم، چون به عرض رسانیدم۔ فرمودند که مرتبه حق الیقین در توحید، همین است و جمع، الجمع عبارت از اینمقام است۔ بعد از آن صور و اشکال عالم را چنانکه اول حق می یافتم، این زمان موهوم دیدم و هر ذره را که حق می، یافتم بی تفاوت و بی تمیز همان ذره را موهوم یافتم۔ به غایت، حیرت دست داد۔ در این اثناء عبارت ((فصوص)) که از پدر بزرگوار۔ علیه الرحمة۔ شنیده بودم، به یاد آمد که فرموده است: ان شئت قلت انه ای العالم حق و ان شئت قلت انه خلق و ان شئت قلت انه حق من وجه، و خلق من وجه و ان شئت قلت بالحیرت لعدم التمیز بینهما (اگر می خواهی بگو که عالم، حق است، و اگر می خواهی بگو که او خلق، و اگر می خواهی بگو که به حقیقت او از یک جهت حق است و از یک جهت، و اگر می خواهی بگو با حیرت تمام به خاطر نبودن قوۂ تمیز بین این دو۔) این عبارت فی الجمله مسکن آن اضطراب گشت۔

بعداز آن در ملازمت ایشان رفته، عرض حال خود نمودم۔ فرمودند که هنوز حضور تو صاف نشده است، به کار خود مشغول باش تا تمیز موجود از موهوم ظاهر شود و عبارت ((فصوص)) را که مشعر بر عدم تمیز بود خواندم۔ فرمودند که سیخ بیان حال کامل نکرده است۔ عدم تمیز همنسبت به بعضے ثابت است، حسب الامر به کار خود مشغول گشتم۔

حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ به محض توجه شریفِ حضرت ایشان، بعد از دور روز تمییز در موجود و موهوم ظاهر گردانید، تا موجود حقیقی از موهوم متخیل ممتاز یافتم و صفاف و افعال و آثار که از موهوم می نمایند، از حق۔ سبحانه۔ دیدم و این صفات و افعال را نیز

موهومِ محض یافتم و در خارج جز یک ذات، موجود ندیدم۔

چون این حالت را به عرض اشرف رسانیدم۔ فرمودند که مرتبۂ فرق بعد الجمع همین است و نهایت سعی تا اینجاست۔ بیش از این، آنچه در نهاد و استعداد هر کس نهاده اند، ظاهر می شود و این مرتبه را مشایخ طریقت، مقام تکمیل گفته اند۔

ترجمہ: اور اس درویش (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائے وقت سے دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہوگئی۔

اس نسبت کے ساتھ موصوف ہونے کے بعد دوسری فنا جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں حاصل ہوگئی۔ اور دل کو اس قدر فراخی اور کشادگی حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک جہان میں جو کچھ ہے۔ اس کشادگی کے سامنے ایک رائی کی مقدار بھی حاصل نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور عالم کے ہر فرد بلکہ ہر ذرے کو حق جل وعلا دیکھا۔ اس کے بعد عالم کے ہر ذرے کو الگ الگ میں نے اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان تمام چیزوں کا عین پایا۔ یہاں تک کہ میں نے تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر فراخ اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم کو بلکہ اس عالم کے کئی گنا جہانوں کی اس میں گنجائش ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرے کو ایک فراخ نور پایا۔ جو ہر ذرے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور جہان کی شکلوں اور صورتوں کو اس نور میں مٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والا پایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو سارے جہان کو قائم رکھنے والا پایا۔ اپنے پیر کی خدمت میں جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا مرتبہ یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام سے عبارت ہے۔

اس کے بعد عالم کی شکلوں اور صورتوں کو جیسا کہ پہلے حق پاتا تھا اس وقت درجہ وہم میں دیکھا اور ہر ذرے کو کہ میں حق محسوس کرتا تھا، بلا فرق اور بلا تمیز اسی ذرے کو درجہ وہم میں پایا۔ اس سے سخت حیرت لاحق ہوئی۔ اس دوران میں فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے والد بزرگوار (شیخ المشائخ پیر عبد الاحد علیہ الرحمہ) سے سنی تھی یاد آئی کہ صاحب فصوص (حضور شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ) نے فرمایا ہے۔ اگر تو چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہان حق سبحانہ ہے اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہان مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو اس طرح کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسکین کا باعث بن گئی۔ بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار (خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا ابھی تک تیرا حضور صاف نہیں ہوا۔ اپنے کام میں مشغول رہ تا کہ موجودگی موہوم سے تمیز ظاہر ہو جائے۔ اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی تھی آپ کے سامنے پڑھی تو پیر بزرگوار (خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ شیخ محی الدین عربی علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں کامل کا حال بیان نہیں فرمایا۔ عدم تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے۔

حسب الامر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیر بزرگوار (خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی محض توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان فرق ظاہر فرما دیا۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور صفات اور افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ حق سبحانہ سے صادر ہوتے دیکھا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں ایک ذات کے سوا کسی شے کو موجود نہ دیکھا۔ جب یہ حالت بھی خدمت اشرف میں عرض کی تو فرمایا کہ فرق بعد الجمع کا مرتبہ یہی ہے۔ اور کوشش کی انتہا اسی مقام تک ہے اس سے زیادہ جو کچھ کسی کی طبیعت اور استعداد میں رکھ دیا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبے کو مشائخ طریقت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے مقام تکمیل کے نام سے موسوم کیا ہے

باید دانست که این درویش رادر مرتبه اولی چون از سکر به صحو آوردند و از فنابه بقامشرف ساختند، چون در هر ذره از ذرات وجود خود نظر کرد، جز حق را نیافت و هر ذره رامرآت شهود او یافت۔ از آن مقام باز به حیرت بردند، چون به خود آورند، حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ راباهر ذره از ذرات وجود یافت، نه دروی۔ و مقام سابق نسبت به این مقامِ ثانی فروتر در نظر درآمد، باز به حیرت بردند و چون به افاقات (هوش و بیداری۔) آوردند، در این مرتبه، حق را۔ سبحانه۔ نه متصل عالم یافت و نه منفصل، نه داخل عالم و نه خارج، نسبت معیت و احاطه و سریان بر نهجی که اول می یافت، بالکلیه منتفی گشت مع ذلک به همان کیفیت مشهود شد، بل کانه محسوس و عالم نیز در این وقت مشهود بود، اما باحق۔ سبحانه۔ از این نسبت مذکوره هیچ نداشت۔ باز به حیرت بردند، چون به صحو آوردند، معلوم گشت که حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ را به عالم نسبتی است وراء این نسبت مذکوره و آن نسبت مجهول الکیفیت است۔ او۔ تعالیٰ۔ مشهود شد به نسبت مجهول الکیفیت۔ باز به حیرت بردند و نحوی از قبض در این مرتبه رو داد۔ چون باز به خود آوردند، او۔ تعالیٰ۔ مشهود گشت به غیر آن نسبت مجهول الکیفیت، به طوری که هیچ نسبت به عالم ندارد، نه معلوم الکیفیت و نه مجهول الکیفیت۔ و در این وقت، عالم مشهود بود به همان خصوصیت و در آن وقت علمِ خاص عنایت شد که به سبب آن علم هیچ مناسبتی در میان خلق و حق تعالیٰ نماند با وجود حصول هر دو شهود۔

و در این وقت معلوم گردانیدند، که این مشهود با این صفت، به این تنزیه، نه ذاتِ حق است۔ سبحانه و تعالیٰ عن ذلک۔ بلکه صورتِ مثالی، تعلق تکوینِ اوست۔ سبحانه۔ که وراء تعلقات کونی است۔ معلوم الکیفیت باشد آن تعلق یا مجهول الکیفیت۔ هیهات هیهات۔

کیف الوصول الی سعاد و دونها		قلل الجبال و دونهن خیوف

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اس درویش (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کو مرتبہ اولیٰ میں جب سُکر سے صحو کی طرف لایا گیا، اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف کیا گیا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے میں اندر نظر ڈالتا تھا، سوائے حق کے کچھ نہیں پاتا تھا اور ہر ذرے کو حق تعالیٰ کے شہود کا آئینہ پاتا تھا۔ اس مقام سے مجھے پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ جب مجھے اپنے آپ میں لایا گیا تو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ اور جب مجھے ہوش میں لایا گیا تو اس مرتبہ میں حق سبحانہ کو میں نے نہ تو عالم کے ساتھ متصل پایا اور نہ منفصل۔ اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج۔ معیت اور احاطہ وسریان جیسے کہ پہلے پاتا تھا بالکل زائل ہو گئے۔ اس کے باوجود اسی کیفیت کے ساتھ مشاہدہ کرایا گیا۔ بلکہ گویا کہ محسوس کرا دیا گیا۔ اور جہان بھی اس وقت مشہود تھا۔ لیکن حق سبحانہ کے ساتھ اس نسبت مذکور سے کچھ نہیں رکھتا تھا۔

مجھے پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ جب ہوش کی طرف لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ جو اس نسبت مذکورہ کے علاوہ ہے۔ اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے۔ وہ بلند ذات میرے مشاہدے میں آئی لیکن مجہول الکیفیت نسبت کے ساتھ۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے اور اس مرتبہ میں قبض کی ایک قسم لاحق ہوئی۔ جب پھر مجھے اپنے آپ میں لائے تو وہ بلند ذات اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر مشہود ہوئی۔ ایسے طور پر کہ عالم کے ساتھ اسے کوئی نسبت نہ تھی۔ نہ معلوم الکیفیت اور نہ مجہول الکیفیت۔ اور اس وقت عالم اسی خصوصیت کے ساتھ مشہود تھا۔ اور اس وقت مجھے ایک خاص علم عنایت ہوا۔ کہ

اس علم کے سبب مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان دونوں شہود حاصل ہونے کے باوجود کوئی مناسبت نہ رہی۔ اور اس وقت میں مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ مشہود اس صفت اور اس تزبیہ کے ساتھ ذات حق سبحانہ نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند ہے۔ بلکہ یہ مشہود اللہ تعالیٰ کے تعلق تکوین کی مثالی صورت ہے جو کوئی تعلقات سے ورا ہے۔ چاہے وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی دور ہے۔

کیف الوصول الیٰ سعاد ودونہا		قلل الجبال و دونہن خیوف

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک، راہ میں ہیں پر خطر دشت و بیاں سعاد (معشوقہ) کا وصال کیسے ممکن ہے
جبکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

ای عزیز! اگر قلم را در تفصیل احوال و تبیینِ معارف جاری سازم، بہ تطویل انجام و بہ اطنان کشد۔ علی الخصوص معارفِ توحیدِ وجود علوم ظلیتِ اشیا اگر در بیان آید، جماعۃ (ای) کہ عمرہا در توحید وجود گذرانیدہ اند، معلوم نمایند کہ قطرہ از آن دریای بی نہایت حاصل نکردہ اند۔ عجب آن است کہ ہمان جماعت، این درویش را از ارباب توحیدِ وجود نمی انگارند و از علماء منکرین توحید می شمارند و از کوتہ نظری پنداشتہ اند کہ اصرار بر معارف توحیدی، از کمال است و ترقی از آن مقام، از نقص۔

بیخردی چند ز خود بی خبر		عیب پسندند بہ زعم ہنر

ترجمہ: اے عزیز اگر قلم کو تفصیل احوال اور شرح معارف میں جاری کروں تو معاملہ دراز اور بات لمبی ہو جائے گی۔ خاص کر توحید وجودی کے معارف اور اشیاء کی ظلیت کے علوم اگر بیان میں لائے جائیں تو وہ جماعت جس نے اپنی ساری عمر توحید وجودی حاصل کرنے میں گزاری ہے یوں معلوم کریں کہ انہوں نے تو بے نہایت دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید وجودی والوں میں سے شمار نہیں کرتی۔ بلکہ توحید وجودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے اور اپنی کوتاہ نظر سے ان لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ توحید وجودی کے معارف پر ہی اڑے رہنا کمال ہے۔ اور اس مقام سے ترقی کرنا نقص میں داخل ہے۔

بے خردے چند ز خود بے خبر		عیب پسندند بزعمِ ہنر

ترجمہ: جب چند بے عقل اپنے آپ سے بے خبر عیب کو ہنر خیال کرتے ہوئے پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں

مستشہد این جماعۃ در این امر، اقوال مشایخ ماتقدم است کہ در توحید و جودی واقع شدہ اند۔ حضرت حق۔ سبحانہ و تعالی۔ ایشان را انصاف دہاد۔ از کجا دانستہ اند کہ آن مشایخ را از آن مقام، ترقی واقع نشدہ است و محبوس آن مقام ماندہ اند۔
سخن در نفسِ حصول معارفِ توحیدی نیست کہ آن البتہ واقع است، بلکہ سخن در ترقی از آن مقام است، اگر صاحب ترقی را منکر توحید گویند و بر آن اصطلاح بندند، چہ مناقشہ است۔
بر سر اصل سخن رویم و گوییم کہ چون قلیل را بر کثیر دلالت است و قطرہ را بہ بحر غدیر، اشارت۔ اقتصار بر قلیل نمودم و اکتفا بہ قطرہ ای (کردم)۔

ترجمہ: اس جماعت کی اس مسئلے میں دلیل پہلے مشائخ کے وہ اقوال ہیں جو توحید وجودی کے بارے میں واقع ہوئے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس جماعت

کو انصاف کی توفیق عطا کرے، انہوں نے کیسے جان لیا کہ ان مشائخ کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی اور وہ اسی مقام پر رکے رہے ہیں۔ گفتگو معارف توحید وجودی کے نفس حصول میں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو بالیقین واقع ہے۔ بلکہ گفتگو اس مقام سے آگے ترقی کرنے میں ہے۔ اگر صاحب ترقی کو توحیدِ وجودی کا منکر قرار دیں۔ اور یہ اصطلاح قائم کرلیں تو اس میں کیا جھگڑا ہے۔ ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی طرف اشارہ کرتا ہے تو میں نے اس مسئلے کے بیان میں تھوڑے کلام اور قطرے پر ہی کفایت کی ہے۔

ای برادر! چون حضرت خواجه، مرا کامل مکمل دانسته، اجازت تعلیم طریقه فرمودند و جمعی از طالبان را حوالۂ من نمودند۔ مرا در آن وقت در کمال و تکمیلِ خود ترددی بود، فرمودند جاری تردد نیست که مشایخ عظام، این مقامات را مقام کمال و تکمیل فرموده اند، اگر ترددی در این مقام پیدا شود، ترددی در کمالیت آن مشایخ لازم آید۔

حسب الامر، شروع در تعلیم طریقت نمودم و توجهات در کار طالبان مرعی ساختم۔ در مستر شدآن اثرهای عظام محسوس شد، حتی که، کار سنین (سال ها۔) به ساعات قرار یافت۔ یک چندی (چند وقتی۔) به این امر سر گرمی داشتم، آخر الامر باز علم به نقص خود پیدا شد و ظاهر ساختند که تجلیِ ذاتیِ برقی که اکابر مشایخ، آن را نهایت گفته اند، هیچ در این راه پیدا نشد و سیر الی الله و سیر فی الله نیز معلوم، نشد که چیست۔ پس، از تحصیلِ امثال این کمالات چاره نبود۔ این زمان علم به نقص خود مبرهن گشت۔ طالبانی که در گرد من بوده اند، جمع کرده، حدیث نقص خود گفتم و وداع همه خواستم، اما طالبان، اینمعنی را بر تواضع محمول داشته از آنچه داشتند، برنگشتند۔

بعد از چند گاه حضرت حق۔ سبحانه و تعالی۔ احوال منتظره راه محصل گردانید بصدقة حبیبه علیه و اله الصلوات و التسلیمات۔

ترجمہ: اے برادر جب (حضور سیّدی قطب الارشاد رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے اس فقیر (امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو کامل مکمل جانا تو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت میرے حوالے کی۔ اس وقت مجھے اپنے کمال وتکمیل میں تردد اور شک تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شک کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ مشائخ عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے ان ہی مقامات کو مقام کمال وتکمیل فرمایا۔ اگر اس مقام میں بھی تردد اور شک پیدا ہو تو مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے کامل ہونے میں شک لازم آئے گا حسب الامر میں نے طریقت کی تعلیم دینا شروع کردی اور طالبوں کے کام میں توجہات دینا شروع کیں۔ چنانچہ ان طالبوں میں بڑے بڑے اثر محسوس ہوئے حتیٰ کہ ان کا سالہا سال کا کام چند گھڑیوں میں ہوگیا کچھ وقت میں اسی کام میں سرگرم رہا۔ آخر الامر پھر مجھے اپنے نقص کا علم ہوا اور مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جسے اکابر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ بھی معلوم نہ ہوئی کہ کیا ہے۔ ان کمالات کی طرف چیزیں حاصل کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اس وقت اپنے نقص کا علم پختہ ہوگیا۔ اور وہ طالب جو میرے گرد جمع ہو چکے تھے میں نے ان سب کو اکٹھا کیا اور اپنی کمی ان کے سامنے بیان کی اور ان سے اپنے آپ سے چلے جانے کی درخواست کی۔ لیکن یہ طالبانِ حق میری اس بات کو تواضع اور کسر نفسی پر محمول کرتے ہوئے جو اعتقاد میرے متعلق رکھتے تھے۔ اس سے نہ پھرے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے بصدقہ اپنے حبیب پاک (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات) وہ احوال عطا فرما دیے جن کا انتظار تھی۔

فصل: بدان که حاصل طریقۂ حضرات خواجگان۔ قدس الله تعالیٰ اسرارهم۔ اعتقاد اهل سنت و جماعت است و اتباع سنت سنیۂ

مصطفویه۔ علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام والتحیة۔ واجتناب است از بدعت وهوای نفسانیه وعمل به عزیمت امورِ مهما امکن و احتراز از عمل به رخصت و استهلاک و اضمحلال است، اولاً در جهت جذبه و این استهلاک رابه عدم تعبیر کرده اند و بقایی که در این جهت پیدا شود، بعد از تحقق این استهلاک معبربه وجود عدم است، یعنی وجودی وبقای که مترتب است بر عدم، که استهلاک است و این استهلاک و اضمحلال نه عبارت از غیبت از حس است، بلکه به این استهلاک بعضی راغیبت از حس اتفاق افتد و بعضی دیگر رانه۔ و صاحب این بقا ممکن است که به صفات بشریه رجوع کند و به اخلاق نفسانیه عود نماید به خلاف بقایی که بر فنا مترتب است که عود از آن جائز نیست۔

تواند بود که حضرت خواجۂ بزرگ۔ قدس اللہ تعالیٰ سره الاقدس۔ به همین معنی فرموده باشند که وجود عدم به وجود بشریت عود می کند، اما وجود فنا به وجود بشریت هرگز عود نمی کند، چه باقی به بقای اول هنوز در راه است ورجوع از راه ممکن است۔

و ثانی واصل و منتهی است۔ و واصل را رجوع نمی باشد۔ بزرگی می فرماید: ما رجع من رجع الا من الطریق و من وصل الیه لا یرجع۔ باید دانست که صاحبِ وجودِ عدم، هرچند در راه است، اما از نهایت کار به حکم اندراج النهایة فی البدایة آگاه است۔ آنچه منتهی را در آخر میسر است، خلاصۂ آن، این را در این جهت اجمالاً حاصل است و این نسبت چون که در منتهی شمول پیدا کرده است و عمومِ سرایت آن در روحانیت و جسمانیت او حاصل گشته و در وجود عدم، مقصود بر خلاصۂ قلب است ولو فی الجمله و ان کان علی سبیل الاجمال

ترجمہ: فصل: جاننا چاہیے کہ حضرت خواجگان (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے طریقے کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد، روشن سنت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) کی اتباع، اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکامِ شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز اور جہت جذبہ میں اولاً فنا اور اضمحلال ہے اور اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ بقا جو اس جہت میں اس فنا کے ثبوت کے بعد پیدا ہوتی ہے اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ وجود اور بقا جو عدم یعنی فنا پر مرتب ہوتا ہے اور یہ فنا اور اضمحلال حس سے غائب ہونے کا اتفاق ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ اس بقا والے کے لیے ممکن ہے کہ صفات بشریہ کی طرف رجوع کرے۔ اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے بخلاف اس بقا کے جو فنا پر مرتب ہوتی ہے کہ اس سے لوٹنا جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (بہاؤالدین نقشبند (قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس)) نے اسی معنیٰ کی بنا پر فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف ہرگز لوٹ کر نہیں آسکتا۔ کیونکہ وجود عدم کے ساتھ باقی ہونے والا ابھی راستے میں ہے اور راستے میں لوٹ آنا ممکن ہے۔ اور وجود فنا والا واصل اور منتہی ہو چکا ہے۔ واصل کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ جو بھی واپس لوٹا وہ راستے میں ہی تھا۔ تب ہی واپس لوٹا۔ اور جو اپنے مقصود تک پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا۔

جاننا چاہیے کہ وجود عدم والا اگرچہ راستے میں ہے لیکن نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے مطابق نہایت معاملہ سے بھی آگاہ ہے۔ جو کچھ منتہی کو آخر میں جا کر میسر آتا ہے اس کا خلاصہ اس کو اجمالی طور پر ابھی سے حاصل ہے اور چونکہ یہ نسبت منتہی میں شمول پیدا کر چکی ہے۔ اور اس کا عام اثر اس کی

روحانیت اور جسم میں حاصل ہو چکا ہے اور وجود عدم میں اگر چہ کچھ اور ہی بطور اجمال ہی سہی خلاصہ قلب میں بند ہے۔

لا جرم منتهی، صاحب تفصیل است و رجوع او به صفات جسمانیه ممتنع، چه سریان آن نسبت در مراتب جسمانیه، او را از صفات آن بر آورده است و فانی ساخته و این فنا موهبت محض است و رجوع از موهبتِ محض لایلیق (لایق و شایسته نیست به جناب قدس او تعالیٰ۔) ب جناب قدسه تعالیٰ و تقدس به خلاف صاحبِ وجودِ عدم، که این سرایت در حق او مفقود است۔

غایة مافی الباب، چون این مراتب تابع قلب اند، آن نسبت به طریق تبعیت در اینها نیز فی الجمله ساری شده است و از سورت باز داشته و مغلوب ساخته، لیکن تا فنا و زوال نرسانیده فیمکن الرجوع منه اذ المغلوب قد یغلب بعروض بعض العوارض ولحوق الموانع والزائل لایعود کمامر (یعنی رجوع صفات بشیره ممکن است برای صاحب وجود عدم، زیرا که مغلوب گاهی نیز از به خاطر پیش آمدن بعضی از عوارض و لاحق شدن بعضی موانع غالب می آید۔ و آنچه زائل شده باز نمی گردد، همانطور که قبلاً ذکر شد۔)

بدان که بعضے از مشایخ این سلسلۂ علیه۔ قدس اللہ تعالیٰ ارواحهم۔ بر استهلاک و اضمحلال مذکور و بقایی که بر آن مترتب است، اطلاق فنا و بقا کرده اند و تجلی ذاتی و شهودِ ذاتی نیز در این مرتبه اثبات نموده و این باقی را واصل گفته اند۔

و یادداشت که عبارت از دوامِ آگاهی است، به جناب قدس حق۔ سبحانه۔ نیز در اینجا متحقق می دانند و کل ذلک باعتبار اندراج النهایة فی البدایة والا فالفناء والبقاء لایکونان الا للمنتهی و هو الواصل والتجلی الذاتی مخصوص به و دوام الحضور مع اللہ سبحانه لایکون الا للمنتهی الواصل اذ لا رجوع له اصلا۔

ترجمہ: اس وجہ سے منتہی صاحب تفصیل ہے اور اس کا صفات جسمانیہ کی طرف لوٹ کر آنا ممتنع ہے کیونکہ اس نسبت کے مراتب جسمانیہ میں سرایت کرنے سے اس کی صفات سے باہر نکال دیا ہے اور فانی کر دیا ہے۔ اور یہ فنا خالص عطائے الٰہی ہے اور خالص عطائے الٰہی سے لوٹنا اس کی جناب قدس تعالیٰ وتقدس کے لائق نہیں۔ بخلاف وجود عدم والے کے کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ غایة مافی الباب جبکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں تو وہ نسبت بھی بطریق تبعیت ان میں سرایت کر چکی ہے۔ اور تیزی سے روک چکی اور مغلوب کر چکی ہے۔ لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچا سکی۔ اس بنا پر اس سے رجوع ممکن ہے۔ کیونکہ مغلوب چیز بعض دفعہ بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے کی وجہ سے غالب آ جاتی ہے۔ اور جو چیز بالکل زائل ہو چکی ہو۔ وہ واپس نہیں لوٹ سکتی۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

جاننا چاہیے کہ اس بلند سلسلہ کے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحهم نے مذکورہ فنا اور اضمحلال اور اس پر مرتب ہونے والی بقا پر فنا اور بقا کا اطلاق کیا ہے۔ اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا بھی اس مرتبہ میں اثبات فرمایا ہے۔ اور اس بقا والے کو واصل کہا۔ اور یادداشت کو بھی جو جناب قدس حق سبحانہ کی جناب میں دوام آگاہی سے عبارت ہے۔ اس جگہ میں حاصل جانا ہے اور یہ سب کچھ نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے اعتبار سے ہے ورنہ فنا اور بقا منتہی کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے اور منتہی شخص درحقیقت واصل ہے اور تجلی ذاتی اسی کے ساتھ مخصوص ہے اور اللہ (عزوجل) کے ساتھ دوام حضور بھی منتہی واصل کو ہی نصیب ہے کیونکہ اس کے لیے بالکل رجوع نہیں۔

اما اطلاق اول هم به اعتبار مذکور صحیح است و مبنی بر وجه وجیه۔ از این قبیل است فنا و بقا و تجلی ذاتی و شهود ذاتی و وصل و یاداشت

که در کتاب ((فقرات)) حضرت ((خواجه احرار))۔ قدس اللہ تعالیٰ سره الاقدس۔ واقع است۔

عزیزی می فرمود که مبنای آن کتاب که مکتوب و رسائل است به بعضی از مخلصان ایشان، درایت و معرفت من ارسلت الیه است تکلمو الناس علی قدر عقولهم در آنجا مرعی است و نیز از این قبیل است رسالۂ (سلسلة الاحرار)) که بر طریق کلام حضرت ((خواجه احرار)) واقع شده است و رباعیات مشرحه است که حضرت ((خواجه ما)) مؤید لادین الرضی شیخنا و مولانا ((محمد الباقی))۔ سلمه اللہ تعالیٰ۔ نوشته اند و این بقار ابلکه هر بقایی که در جهت جذبه پیدا شود و آن را رو در توحید وجود است۔

و لهذا بعضی از مشایخ، حق الیقین را بر نهجی بیان کرده اند که مآلش به توحید وجود است و بعضی را همین بیان در اشتباه انداخت که حق الیقین ایشان عبارت از تجلی صوری است و کار به طعن و تشنیع انجامید و حق آن است که این حق الیقینِ ایشان در جهت جذبه پیدا شده است و این معرفت، مناسب آن مقام است۔ تجلی صوری چیزی دیگر است، کما لایخفی علی اربابه و شهود وحدت در مرآت کثرت، برنهجی که مرات به تمام مخفتی شود و مشهود جز وجهه باقی هیچ نماید، این مقام را به یادداشت مناسب دانسته، اطلاق یادداشت بر این مرتبه کرده اند و این تجلی را ذاتی و شهود ذاتی نیز می گویند و این مقام راه، مقام احسان می فرمایند و آن گم شدن را به وصل معبر ساخته اند۔

تو در او گم شو وصال این است و بس و این اصطلاح مخصوص است به حضرت ناصر الدین ((خواجه عبید اللہ))۔ از مشایخ متقدمینِ این سلسله هم کسی به این اصطلاح تکلم نفرموده است۔

هر چه خوبان کنند خوب آید

ترجمہ: لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ اعتبار سے صحیح ہے۔ اور ایک عمدہ وجہ پر مبنی ہے۔ اسی قسم میں سے ہے وہ فنا و بقا اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو حضور سیّدی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کی کتاب فقرات میں واقع ہے ایک بزرگ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا مبنیٰ جو کہ خطوط رسائل کی شکل میں ہے حضرت سیّدی قطب الارشاد خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کے بعض مخلصین کی عقل و دانش اور معرفت کے مطابق ہے۔ لوگوں سے ان کے اندازۂ عقل کے مطابق گفتگو کرو کہ اس میں خاص رعایت کی گئی۔ نیز اس قسم میں سے ہے۔

رسالۂ سلسلۃ الاحرار جو کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کے کلام کے طریقہ پر واقع ہوا ہے۔ اور باشرح رباعیات ہیں جو ہمارے حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے شیخ و مولا محمد الباقی علیہ الرحمۃ نے لکھی ہیں۔ اور اس بقا بلکہ ہر بقا جو جہت جذبہ میں پیدا ہوتی ہے کا رُخ توحید وجودی کیطرف ہے اسی لیے بعض مشائخ نے حق الیقین کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ جن کا حال توحید وجودی ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو اس طرح کے بیان نے اشتباہ میں ڈال دیا کہ ان کا حق الیقین تجلی صوری سے عبادت ہے۔ اور اس طرح انہوں نے عیب گیری اور طعن وتشنیع شروع کردی۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا۔ اور یہ معرفت اس مقام کے مناسب ہے تجلی صوری ایک دوسری چیز ہے جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں ہے اور کثرت میں وحدت کا شہود ایسے طریقہ پر کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہوجائے۔ اور اس ذات باقی کے سوا کوئی چیز مشہود نہ رہے اس مقام کو یادداشت کے مناسب جانتے ہوئے یادداشت کا اخلاق اس مرتبہ پر کردیا۔ اور اس کو تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں۔ اور اس مقام کو مقام احسان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس گم

ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں۔

ع

تو درو گم شو وصال ایں است وبس

ترجمه: تو اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے

اور یہ اصطلاح حضور سیّدی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) متقدمین میں سے کسی نے یہ اصطلاح بیان نہیں فرمائی۔

هرچه خوبان کنند خوب آید

ترجمه: جو کچھ اچھے لوگ کرتے ہیں وہ اچھا ہوتا ہے۔

از کلماتِ قدسیِ سماتِ ایشان است که زبان ما مرآت دل است و دل، مرآت روح و روح' مرآت حقیقت انسانی و حقیقتِ انسانی، مرآت حق۔ سبحانه و تعالی۔ حقایق غیبیه، از غیبِ ذات، قطع مسافاتِ بعیده کرده، بر زبان می آید و آنجا صورت لفظی پزیر فته، به مسامع، مستعدان حقایق می رسد۔ و نیز فرموده اند بعضی از اکابر راکه ملازمت کردم، دو چیز مرا کرامت کردند، یکی آنکه هر چه نویسم، جدید بود، نه قدیم۔ دویم آنکه، هرچه گویم، مقبول بود، نه مردود۔

و از این کلماتِ قدسیه، بزرگیِ ایشان و علو منزلت معارف شان مفهوم می گردد و واضح می گردد که ایشان در آن سخنان در میان نیستند و مراتی بیش نیند۔ واللہ سبحانه اعلم بحقیقة حاله و ماعنده من علو درجته و منزلة کماله این مثنویات را مناسب حال خود می خواندند۔

هرکسی ازظن خود شد یار من		از درون من نجست اسرار من
سر من از ناله من دور نیست		لیک گوش و چشم را این نور نیست

ترجمه: آپ کے کلمات قدسی سمات سے یہ ہے کہ ہماری زبان دل کا شیشہ ہے اور دل روح کا آئینہ ہے اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے اور حقیقتِ انسانی حق سبحانہ وتعالیٰ کا آئینہ ہے۔ غیبی حقائق غیبی ذات سے بڑی دور دراز مسافتیں طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور زبان سے صورت لفظی اختیار کر کے حقائق کی استعداد رکھنے والوں کے کانوں تک پہنچتے ہیں۔

حضور سیّدی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے جن کی خدمت میں میں رہا مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں وہ نیا ہو۔ پرانا نہ ہو۔ دوم یہ کہ میں جو کچھ کہوں، حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو مردود نہ ہو، اور ان کلمات قدسیہ سے آپ کی بزرگی اور آپ کے معارف کی بلندی مرتبہ سمجھ میں آتی ہے۔ اور واضح ہوتا ہے کہ حضور سیّدی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ ان باتوں کے کرنے میں درمیان میں نہیں ہے بلکہ صرف آئینہ ہے اور اللہ سبحانہ اس کی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے نزدیک اس بزرگ کا بلند درجہ اور مرتبہ کمال ہے۔ اس کو بھی وہی جانتا ہے۔ آپ مثنوی شریف کے ان اشعار کو اپنے حال کے مناسب پڑھا کرتے تھے۔

مثنوی

هر کسی ازظن خود شد یار من		از درون من نجست اسرار من
سر من از ناله من دور نیست		لیک گوش و چشم را این نور نیست

ترجمہ: ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا، لیکن میرے باطنی اسرار کو نہ پا سکا میرا راز میرے نالے سے دور نہیں ہے بلکہ نزدیک ہے لیکن ظاہری کان اور آنکھ کو اس کا نور نہیں ہے، کہ ظاہری کان اُسے سُن سکے یا ظاہری آنکھ اُسے دیکھ سکے

این حقیر شمه (ای) از حقیقت علوم و معارفِ ایشان در آخرِ این مکتوب به اندازۂ فهم قاصر خود خواهد نوشت و الامر عندالله سبحانه و اگر حق۔ سبحانه۔ به کمالِ عنایتِ خویش، بعضے ایشان را بعد از حصولِ جذبه و تمامی آن جهت به دولتِ سلوک مشرف گرداند، به، مددِ جذبه، مسافتِ بعیده را که تقدیر به پنجاه هزار ساله راه کرده اند و در (آیۂ) کریمۂ (تعرج الملئکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة) (معارج/۴۔) رمزی است به این تقدیر، با اندک مدت تواند قطع نمود و به حقیقت فنا فی الله و البقاء به، تواند رسید، منتهای سلوک تا نهایتِ سیر الی الله است که به فنای مطلق معبر است و بعد از آن باز مقامِ جذبه است که آن را به سیر فی الله و البقاء تعبیر کرده اند۔

سیر الی الله عبارت از سیر تا اسمی است که سالک مظهر آن است۔ و سیر فی الله، سیر در آن اسم است، چه هر اسم، جامعِ اسماء بی نهایت است۔ پس سیر در آن نیز بی نهایت باشد۔

و این درویش را در این مقام، معرفتِ خاص است، در این نزدیکی ذکر خواهد یافت اِنشاء الله تعالیٰ۔ و این اسم در مراتبِ عروج، فوقِ عینِ، ثابته است، زیرا که عین ثابتۂ سالک، ظل همان اسم است و صورت علمیۂ آن۔ و جماعه (ای) که به فضل ایزدی۔ جل شانه۔ مخصوص اند، از آن اسم نیز عروج می فرمایند و ترقیات بی نهایت الیٰ ماشاء الله می نمایند۔

ومن بعد هذا ما یدق صِفَاتُه		وماکتَمه احظیٰ لَدَیهِ واجمل

۲۔ و بعد از این چیزی است که وصف و بیان آن بسیار دقیق و حساس است۔ و چیزی است که پوشیدنش نزدوی بسیار محظوظ تر و لذیذ تر است۔

ترجمہ: یہ حقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ان کے معارف اور حقیقت علوم کا تھوڑا سا ذکر اپنے فہم قاصر کے مطابق اس مکتوب کے آخر میں لکھے گا اور ہر طرح کا اختیار صرف اللہ سبحانہ کو ہے۔ اور اگر حق سبحانہ اپنی کمالِ مہربانی سے ان بزرگوں میں سے بعض کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ کو جس کا اندازہ پچاس ہزار سالہ راستہ لگایا گیا ہے اور آیت کریمہ

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

ترجمہ: چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ (المعارج، ۴)

میں اسی اندازے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہوسکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے۔ جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر جذبے کا مقام ہے۔ جسے سیر فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس سیر سے عبارت ہے جو اس اسم تک ہوتی ہے۔ جس کا سالک مظہر ہوتا ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہٰذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہوگی۔ اور اس درویش کو اس مقام میں خاص معرفت حاصل ہے۔ عنقریب ہی ان شاء اللہ اسکا ذکر ہوگا۔ اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورتِ علمیہ ہے۔ اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اس اسم سے بھی عروج فرماجاتی ہے اور بے نہایت ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے حاصل کرتی ہے۔

شعر

ومن بعد هذا ما يدق صِفَاته		وماكتَمه احظى لَدَيهِ واجمل

ترجمہ: بعدازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں ملتا پتہ، اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

هر چند و اصلانِ سایر اربابِ سلوک در جهت ثانی با ایشان مشارکند و به فنای فی الله و البقاء به، متحقق، لیکن مسافتی که اربابِ سلوک، به ریاضات و مجاهدات قطع می کنند و در ازمنۀ طویله به منتهای آن می رسند، اکابرِ این خانوادۀ بزرگ با التذاذ دولتِ شهود و ذوقِ یافت، مقصود آن مسافت را به زمان اکابرِ این خانوادۀ بزرگ بالتذاذ دولتِ شهود و ذوقِ یافت، مقصود آن مسافت را به زمان قلیل قطع می فرمایند و به کعبۀ مطلوب می رسند و بعد از رسیدن ترقیات بی نهایت می نمایند که منتهیان ارباب سلوک از آن ترقی و قرب، قلیل النصیب اند، چه تقدم جذبه بر سلوک، نحوی از معنی محبوبیت می طلبد۔ تا مراد نباشد، جذب نمی کنند و چون بکشند، هر آینه نزدیک تر افتد و قرب بیشتر پیدا کند۔ از خواسته شده، تا خواهنده فرق بسیار است ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (جمعه/۴۔)

عشق معشوقان نهان است و ستیر		عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقان تن زه کند		عشق معشوقان خوش و فربه کند

اگر گویند که مرادانِ سلاسلِ دیگر هم در این ترقی و قرب شریکند، چه جذب بر سلوک شان مقدم است، پس مزیت این طریق بر طرق دیگر چه باشد و اقرب طرق برای چه گفته شود؟

جواب آن است که طرق دیگر موضوع از برای حصولِ این معنی نیستند، بلکه بعض ایشان را بر سبیل اتفاق، این دولت دست، می دهد و این طریق موضوع از برای حصول این دولت است و یادداشت که در عبارت اکابر این سلسله علیه واقع می شود، بعد از تحقق هر دو جهت جذبه و سلوک صورت می بندد و نهایت گفتن او را به اعتبار نهایت مراتب شهود و آگاهی است و الا نهایت مطلق وراء وراء است۔

اگرچہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ شریک ہیں۔ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضات اور مجاہدات کے ساتھ طے کرتے ہیں۔ اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی

نہایت تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولتِ شہود کی لذت اور مقصود کے ذوقِ یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں۔ اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں بے نہایت ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچنے جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے۔ جب تک کوئی شخص مراد نہ ہوا سے جذب عطا نہیں کرتے اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں تو بہت نزدیک جا پڑتا ہے۔ اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے (مطلوب ومراد) اور خود چاہنے والے (طالب ومرید) میں بہت فرق ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے عظیم فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعۃ، ۴)

عشق معشوقان نهان است وستير		عشق عاشق باد دوصد طبل ونفير
ليک عشق عاشقان تن زه کند		عشق معشوقان خوش وفربه کند

ترجمہ: معشوقوں کا عشق مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے عاشق کا عشق دوسو ڈھول یعنی شہرت اور اعلان سے ہوتا ہے
لیکن عشق عاشقوں کے جسم کو تو لاغر اور کمزور کرتا ہے اور معشوقوں کو وہی عشق خوش اور فربہ کرتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے مراد ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں۔ کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی۔ اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریقے اس معنی کے حصول کے لیے وضع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بر سبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آجاتی ہے۔ اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لیے کیا گیا ہے اور یادداشت جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبارت میں واقع ہے۔ ان دونوں جہت وجذبہ وسلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے۔ اور اسے نہایت کہنا شہود آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ مطلق نہایت وراء الوراء ہے۔

تفصیلش آن است که شهود یا در مرآت صورت است، یا در مرآت معنی یا وراء صورت و معنی۔ این شهود بی پرده را برقی گفته اند۔ یعنی حصولِ آن سهود کالبرق است۔ باز در پرده می شود، همین شهود اگر به محض فضل ایزدی۔ جل سلطانه۔ دوام پذیرد و به تماماز ضیق پردهها برآید، از آن به یادداشت می فرمایند که حضور بی غیبت است، چه هر گاه شود در پرده آمد، غیبت متحقق گشت، مادام که دوام بی،پرده گی پیدا نکند نام یادداشت بر آن اطلاق نمی شود۔ اینجا دقیقه ای است، باید دانست که سر هر واصل را رجوع نمی باشد و آگاهیش، دائمی است، اما سریان آن نسبت در کلیۂ (یعنی تمامی ایشان مانند سر او می شوند۔) او کالبرق است به خلاف محبوبان را که جذبه بر سلوک شان مقدم است و این سریان دائمی است و کلیۂ ایشان حکم سر گرفته است و کار سرمی کند کما مرت الاشارة الیه لانت،اجسادهم کما لانت ارواحهم حتی صارت ظواهرهم بواطنهم و بواطنهم ظواهرهم۔ پس لا جرم غیبت را در آگاهی ایشان گنجای، نباشد، پس این نسبت فوق همۂ نسبت ها باشد و به همین معنی در کتب و رسائل این حضرات، آن عبارت شایع است، چه نسبت عبارت از آگاهی است و نهایت مراتب آگاهی آن است که بی پرده میسر شود و دوام پذیرد و مشایخ این طریقه که این نسبت را به خود

مخصوص می دانند به اعتبار وضع طریق است از برای حصولِ آن دولت۔ کمامر و الا بعضے اکابر سلاسل دیگر راهم اگر میسر شود، جائز است، بلکه واقع (است)۔

ترجمہ: اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا تو صورت کے آئینہ یا معنیٰ کے آئینہ میں ہوگا۔ یا صورت و معنیٰ سے باہر ہوگا اس بے پرواہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کو جو حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے پھر پردے میں روپوش ہوجاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہ سے دوام پذیر ہوجائے اور مکمل طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آجائے تو اسے یادداشت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لیے کہ جب بھی شہود پردے میں ہوگا غیبت موجود ہوگی۔ جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کرسکتے۔ یہاں ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ اور اسکی آگاہی دائمی ہوتی ہے۔ لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سرایت کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے جذبہ آگاہی ان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے۔ اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے۔ اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار کرچکا ہوتا ہے۔ اور باطن کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ ان کے جسم نرم ہوچکے ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی روحیں نرم ہوچکی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ظاہر ان کے باطن کی طرح ہوچکے ہوتے ہیں۔ اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح۔

پس لازمی طور پر غیب کے لیے ان کی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اور اس معنیٰ کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے۔ کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے۔ اور آگاہی کے مراتب کی نہایت یہ ہے کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔ اور اس طریقہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جو اس نسبت کو اپنے ساتھ مخصوص جانتے ہیں۔ اس دولت کے حصول کے لیے اس طریقے کی وضع کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے اکابر کو بھی اگر میسر آجائے تو ممکن بلکہ حاصل ہے

قدوۂ اکابرِ اهل الله ((شیخ ابو سعید ابو الخیر))۔ قدس الله تعالیٰ سره۔ از این آگاهی رمزی می نماید و از استاد خود تحقیق آن می فرماید آنجا که می پرسد که این حدیث دائمی باشد؟ اوستاد (استاد۔) در جواب می فرماید: (دائمی) نباشد۔ شیخ باز تکرارِ آن مسئله می نماید وهمان جواب می یابد و مرتبۂ سیوم باز تکرار آن سؤال می کند۔ اوستادش در جواب می فرماید: که اگر باشد، نادر است۔ شیخ به رقص درآمده و گفته که این از آن نادر ها است۔ و آنکه گفته بودم که نهایت مطلق، وراء وراءاست۔ بیانش آن است که اگر بعد از تحقق این آگاهی، اگر عروجی واقع شود در گرداب حیرت می افتد و این آگاهی را در رنگ سایر مراتبِ عروج واپس می گذارد، همیں حیرت است که مسمیٰ به حیرت کبریٰ است که مخصوص به اکابر الاکابر است۔ کماوقع فی کتب القوم۔

بزرگی در این مقام می فرماید:

حسنِ تو مرا کرد چنان زیر و زبر		کز خال و خط و زلف توام نیست خبر

دیگر می فرماید:

عشق بالائے کفر و دین دیدم		برتر از شک و از یقین دیدم

کفر و دین و یقین وشک هر چار	همه باعقل همنیشن دیدم
چون گزشتم ز عقلِ صدعالم	چون بگویم که کفر و دین دیدم
هرچه هستند سد راهِ تواند	سد اسکندری همین دیدم

عزیزی دیگر می فرماید:

لا و هوازن سرائے روز بھی	باز گشتند جیب و کیسه تهی

ترجمہ: اکابر اہل اللہ کے پیشوا شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ اس آگاہی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور اپنے استاد سے اس کی تحقیق فرماتے ہیں۔ جبکہ ان سے پوچھتے ہیں کیا یہ بات دائمی ہوتی ہے۔ استاد جواب میں فرماتے ہیں نہیں؟ شیخ مذکور پھر اس سوال کا تکرار فرماتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کرتے ہیں تو ان کے استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ آگاہی دائمی ہو تو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سن کر شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ رقص میں آگئے اور فرمایا کہ یہ انہیں نوادرات میں سے ہے۔

اور وہ جو میں نے کہا ہے، کہ مطلق نہایت وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے پائے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہو تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے جس کا نام حیرت کبریٰ ہے۔ جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ قوم کی کتابوں میں واقع ہو چکا ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں۔

حسن تو مرا کرد چناں زیروزبر	کز خال وخط زلف تو ام نیست خبر

ترجمہ: تیرے حسن نے مجھے اس طرح زیروزبر کر دیا ہے، کہ تیرے خال اور خط اور زلف کی مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں

عشق بالائے کفر ودیں دیدم	بر تر از شک واز یقیں دیدم
کرو دین ویقین وشک هر چار	همه با عقل هم نشیں دیدم
چون گزشتم ز عقل صد عالم	چون بگویم که کفر ودین دیدم
هرچه هستند راه تو اند	سد اسکندری همیں دیدم

ترجمہ: میں نے عشق کو کفر اور دین سے بلند و بالا دیکھا اور شک و یقین سے اسے برتر فرمایا

میں نے کفر و دین اور شک اور یقین ان چاروں کو عقل کا ہم نشین دیکھا۔

جبکہ میں سو جہاں سے مصروف رہنے والی عقل سے آگے گزر چکا ہوں تو میں کیسے کہوں کہ میں نے کفر اور دین کو دیکھا ہے (بلکہ مرتبہ عقل سے گزرنے کے بعد نہ کفر دکھائی دیتا ہے اور نہ دین وایمان) یہ جو کچھ بھی ہے تیرے راستے کی رکاوٹیں ہیں، میں تو سدّ (دیوار) سکندری اسے ہی دیکھتا ہوں۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

لا و هوزن سرائے روز بهی		باز گشتند جیب و کیسه تهی

ترجمہ: لا اور ہو (نفی و اثبات اس مبارک سرا سے واپس لوٹ آئے اور ان کا گریبان اور کیسہ خالی تھا

بعد از حصولِ این حیرت، مقام معرفت است۔ تا کرا به این دولت مشرف سازند و به حصول ایمانِ حقیقی بعد از کفرِ حقیقی که مقام حیرت است، بنوازند۔ نهایتِ مطلوب محققان در این ایمان است و مقام دعوت و کمال متابعت حضرتِ صاحب شریعت۔ علیه الصلوٰة والسلام والتحیة۔ که (اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ)(یوسف/۱۰۸) در این مقام است و آن سرور دین دنیا۔ علیه الصلوٰة والسلام۔ این ایمان رامی طلبدو می فرماید اللهم اعطنی ایماناً صادقاً و یقینا لیس بعده کفر و از کفر حقیقی، که مقام حیرت است، استعاذه می فرماید که اعوذبک من الفقر و الکفر این مرتبه، نهایت مراتب حق الیقین است۔ اینجا علم و عین، حجاب یکدیگر نیستند۔

هنیئا لارباب النعیم نعیمها		وللعاشق المسکین مایتجرع

ترجمہ: اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے دیکھیں کہ اس دولت سے کس کو مشرف فرماتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ جو مقام حیرت ہے نوازتے ہیں۔

اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت ﷺ کہ

اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ

ترجمہ: میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیروکار کامل بصیرت پر ہیں۔ اسی مقام میں ہے۔ (یوسف/۱۰۸)

اور وہ سرور دین و دنیا ﷺ اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

اللهم اعطنی ایمانا صادقا و یقینا لیس بعده کفر **ترجمہ:** اے اللہ مجھے ایمان صادق عطا فرما اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو۔ اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے پناہ پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اعوذبک من الفقر و الکفر **ترجمہ:** اے اللہ میں فقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی نہایت ہے اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے

شعر

هنیئا لارباب النعیم نعیمها		وللعاشق المسکین مایتجرع

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی ہے جو وہ غم گھونٹ گھونٹ کر پی رہا ہے

هذا، بدان ارشدک اللّٰه تعالیٰ که جذبهٔ این عزیزان دو نوع است، نوع اول که از حضرتِ صدیقِ اکبر۔ رضی اللّٰه عنه۔ رسیده است و به همین اعتبار طریقِ ایشان منسوب به آن حضرت است۔ کبر۔ رضی اللّٰه عنه۔ و حصول آن به توجهٔ به وجه خاص است که قیوم جملهٔ موجودات است و استهلاک و اضمحلال در آن۔ نوع دویم که مبداء ظهور آن در این طریق، حضرت ((خواجه نقشبند)) اند و آن از راه معیت ذاتیه می خیزد و آن جذبه از حضرت خواجه، به خلیفهٔ نخستینِ ایشان، ((خواجه علاؤالدین)) رسید و چون ایشان قطب ارشاد و قت خود

بودند، از برای حصول این قسم جذبه نیز طریقی وضع کردند و آن طریق در خلفای خانواده ایشان به طریقۂ ((علائیه)) مشهور است۔ در عبارت ایشان واقع می شود که اقرب طرق، طریقۂ علیه علائیه است، هر چند اصل این جذبه از حضرت ((خواجه نقشبند)) است، اما وضعِ طریق از برای تحصیل آن، مخصوص به ((خواجه علاؤ الدین)) است۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار هما۔ و الحق که این طریق، کثیر البرکت است۔ اندکِ آن طریق، انفع تر از بسیارِ طرق دیگران است

ترجمہ: اس تحقیق کو ذہن نشین کرلو۔ جان لو اللہ تعالیٰ تم کو سیدھی راہ دکھائے۔ کہ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اول جو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے۔ اور اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا طریقہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے۔ اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔
دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبدأ حضور سیّدی امام بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ ہیں۔ اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے۔ اور وہ جذبہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے ان کے خلیفہ اول خواجہ علاؤ الدین علیہ الرحمۃ کو پہنچا۔

اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع فرمایا۔ اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے۔ ان کی عبارت میں واقع ہے۔ کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل آغاز حضور سیّدی امام بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ سے ہے لیکن اس جذبہ کے حصول کے لیے طریقے کا وضع کرنا حضرت خواجہ علاؤ الدین علیہ الرحمۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے۔ اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ منافع ہے۔

تا این وقت خلفای مشائخ خانوادۂ ((علائیه)) و ((احراریه)) به این دولت عظمیٰ بهره مندند و به طالبان از این راه، تربیت می فرمایند۔ حضرت ((خواجه احرار)) به این دولت عظمیٰ از خدمت ((مولانا یعقوب چرخی))۔ علیهما الرضوان۔ که از خلفای حضرت ((خواجه علاؤ الدین)) است، رسیده است۔

نوع اول از جذبه که به حضرت صدیق۔ رضی اللہ عنه۔ منسوب است، طریق علاحده از برای آن موضوع است و آن طریق، وقوف عددی است و سلوکی که بعد از حصول این جذبه متحقق می شود هم دو نوع است، بلکه انواع است: نوعی است که حضرت صدیق۔ رضی اللہ عنه۔ از آن طریق به مقصود پیوسته اند و حضرت رسالت خاتمیت۔ علی صاحبها الصلوۃ و السلام و التحیة۔ نیز از همین خانۂ جذبه، به همین طریق رسیده اند و حضرت صدیق۔ رضی اللہ عنه۔ به جهت کمال اخلاص که به آن سرور داشتند و فانی به ایشان بودند از میان سایر اصحاب۔ رضوان اللہ تعالیٰ و تقدس علیهم اجمعین۔ به این خصوصیت طریق، مخصوص گشته اند و همین نسبت جذبه و سلوک تا به حضرت ((امام جعفر صادق))۔ رضی اللہ عنه۔ به همین خصوصیت رسید و چون والدۂ امام، از اولادِ کرام حضرت صدیق اکبر است۔ رضی اللہ عنه۔ امام به اعتبار این هر دو جهت فرموده اند که ولدنی ابوبکر مرتین و چون حضرت ((امام)) از آبای کرام خود هم نسبتی جدا گرفته اند، جامع این هر دو طریق گشته اند و آن جذبه را با سلوک ایشان جمع فرمودند و با این سلوک به مقصود پیوستند۔
و فرق درمیان این دو سلوک آن است که سلوکِ حضرت امیر۔ رضی اللہ عنه۔ به سیر آفاقی قطع می شود و سلوک حضرت

صدیق۔رضی۔اللہ عنہ۔ بہ آفاقی چندانی تعلق ندارد، بہ آن می ماند کہ نقبی از خانۂ جذبہ کندہ باشند و بہ مطلوب رسانیدہ۔ در سلوکِ اول، تحصیل معارف است و در ثانی، غلبۂ محبت۔ لاجرم حضرت امیر۔رضی اللہ عنہ۔ باب مدینۂ علم آمد و حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، قابلیت خلت آن سرور۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پیدا کرد۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: لو کنت متخذ احدا خلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا (اگر کسی را بہ عنوان دوست و محبوب خویش انتخاب می نمودم، بہ طور قطع ابوبکر را بر می گزیدم۔)

ترجمہ: اس وقت تک مشائخ خانوادہ علائیہ اور احراریہ اس دولت عظمیٰ سے بہرہ ور ہیں اور طالبوں کی اس راستے سے تربیت کر رہے ہیں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کو یہ دولت عظمیٰ مولانا یعقوب چرخی علیہما الرضوان سے جو حضرت خواجہ علاؤ الدین علیہ الرحمہ کے خلفاء میں سے ہیں پہنچی ہے۔ جذبہ کی نوع اول جو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اسکے حصول کے لیے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے۔ اور وقوف عددی کا راستہ ہے۔ اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے۔ اور حضرت رسالت خاتمیت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) بھی جذبہ اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک ﷺ سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین) کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ اور یہی نسبت جذبہ وسلوک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی۔ اور جب کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام رضی اللہ عنہ سے تھیں۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں جہتوں کے اعتبار سے فرمایا کہ مجھے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبار جنا ہے۔ اور جب کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی۔ تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے۔ اور اس جذبے کو آپ نے ان کے سلوک کے ساتھ جمع فرمادیا۔ اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے۔ اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے۔ اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا۔ اور مطلوب تک پہنچے۔ حضرت سیّدی امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے اسی بنا پر لازماً حضرت سیّدی امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ دوستی اور خلت کی قابلیت پیدا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو کنت متخذا احدا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا، اگر میں نے کسی کو اپنا خالص دوست بنانا ہوتا تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

و حضرت ((امام)) بہ اعتبارِ جامعیت جہت جذبہ، کہ مبنای آن محبت است و جہت سلوک آفاقی، کہ منشأ علوم و معارف است، نصیبی وافر از محبت و معرفت حاصل کردند۔ بعد از آن، ((امام)) این نسبت مرکبہ را بہ طریق و دیعت بہ ((سلطان العارفین))۔ قدس سرہٗ۔ سپردہ اند۔ گویا این بارِ امانت را بر پشتِ ایشان ماندہ اند (نہادہ اند۔) تا بہ تدریج بہ اہل آن برسد۔ و روی توجہ شان جانب دیگر است،

پیش از تحمل آن امانت به این نسبت مناسب ندارند و در این تحمل نیز حکمت هاست هر چند حاملان از این نسبت، قلیل النصیب اند، اما این نسبت را از انوار آن بزرگواران، نصیب وافر است۔ مثلاً نوعی از سکر که در این نسبت مندمج است از آثارِ انوار ((سلطان العارفین)) است، آن سکر، مبتدیان را از حس غائب می سازد و از هوش می برد۔ بعد از آن به تدریج رو به استتار می آرد و به اعتبار غلبۂ صحو، این نسبت در مراتبِ صحو مندمج می گردد و در ظاهر صحو است و در باطن سکر۔ این بیت در بیان حال ایشان است۔

از درون شو آشنا و از برون بیگانه وش		این چنین زیبا روش کم می بود اندر جهان

ترجمہ: اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا منتہی محبت ہے۔ اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم و معارف کا منشا ہے۔ محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا۔ اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی (قدس اللہ تعالیٰ سرہ) کے سپرد کیا۔ گویا آپ نے امانت کا یہ بوجھ اپنی پشت پر اٹھائے رکھا یہاں تک کہ یہ امانت بتدریج امانت کے اہل تک پہنچائی۔ اور ان کی توجہ کا رخ اس امانت کے اٹھانے سے پہلے دوسری جانب تھا۔ اس نسبت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور اس امانت کے اٹھانے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ اگر چہ اس نسبت کے اٹھانے والوں نے اس نسبت سے بہت کم حصہ پایا ہے۔ لیکن اس نسبت کو ان بزرگوں کے انوار سے وافر حصہ ملا ہے۔ مثلاً سکر کی ایک قسم جو اس نسبت میں ملی ہوئی ہے۔ سلطان العارفین بایزید علیہ الرحمہ کے انوار کے نشانات میں سے ہے یہ سکر مبتدیوں کو حس سے غائب کر دیتا ہے اور ہوش کو لے جاتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ سکر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور صحو کے غلبہ کے اعتبار سے وہ نسبت مراتب صحو میں مل جاتی ہے۔ ظاہر میں صحو ہوتا ہے اور باطن میں سکر یہ بیت ان کے حال کے بیان کے مناسب ہے۔

از دروں شو آشناو از بروں بے گانہ وش		ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

ترجمہ: اندر سے آشنا ہو اور باہر سے بے گانوں کی طرح، اس طرح کی بہتر روش جہاں میں بہت کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

علیٰ ھذا القیاس۔ از ھر بزرگی نوری فرا گرفته، تا به اھل خود رسیده و آن عارف ربانی، حضرت ((خواجه عبدالخالق غجدوانی)) است که سر حلقۂ سلسلۂ حضرات خواجهاست۔ قدس اللہ تعالیٰ و تبارک اسرارھم۔ در این وقت باز این نسبت علیه از سر طراوت گرفته، در عرصۂ ظهور آمد۔ بعد از ایشان در این سلسله، جانب سلوک آفاقی باز مختفی شد۔ بعد حصول جذبه به راههای دیگر سلوک نمودند و عروج پیدا کردند، تا زمانی که حضرت ((خواجه نقشبند))۔ قدس اللہ تعالیٰ سره الاقدس۔ به عالم ظهور آمدند آن نسبت به آن جذبه و سلوک آفاقی باز ظاهر گشت و به آن هر دو جهت، جامع کمال معرفت و محبت گشتند۔ با وجودِ آن، یک قسم جذبه دیگر که از راه معیت می خیزد نیز ایشان را عطا فرمودند، چنان که بالا گذشت و از کمالات ایشان نصیب وافر نائب منابِ ایشان را، اعنی خدمت (حضرت) ((خواجه علاؤ الحق والدین)) حاصل گشت و به دولتِ هر دو جذبه و سلوک آفاقی مشرف گشتند و به مقام قطبیت ارشاد رسیدند و همچنین خدمت ((خواجه محمد پارسا)) از کمالاتِ ایشان بهرۂ تام یافتند و حضرت خواجه در آخر حیات، در حق ایشان فرمودند که هر که میل دیدن من بکند، ((محمد)) را ببیند و نیز از ایشان منقول است که می فرمودند: مقصود از وجود ((بهاؤ الدین)) ظهور ((محمد)) است۔ و خدمت ((خواجه پارسا)) را با وجود این کمالات نسبت فردیت، ((مولانا عارف دیک کرانی)) در

آخر حیاتِ خود عطا فرمودند و غلبۂ همین نسبت، ایشان را مانع شیخی و تکمیل طلبه گشت و الا در کمال و تکمیل، درجۂ علیا داشتند۔ حضرت ((خواجه نقشبند)) در شأن ایشان فرمودند: اگر او شیخی کند، عالم از وی منور شود۔ و ((مولانا عارف)) این نسبت فردیت را از ((مولانا بهاؤ الدین)) که پدرِ ایشان بود، یافته بودند، علیٰ هذا القیاس

ترجمہ: اس نسبت نے ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے اس کے اہل تک پہنچا یا۔ اور وہ عارف ربانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی عليه الرحمة ہیں۔ جو حضرات خواجگان کے سلسلہ کے سرحلقہ ہیں۔ (قدس اللہ تعالیٰ وتبارک اسرارھم) اور اس وقت میں اس بلند نسبت نے پھر تازگی پائی اور میدان ظہور میں آئی ان کے بعد اس سلسلے میں سلوک آفاقی کا پہلو پھر پوشیدہ ہو گیا۔ اور جذبے کے حصول کے بعد مشائخ کرام دوسرے راستوں پر چل پڑے۔ اور عروج حاصل کیا۔ یہاں تک کہ حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند عليه الرحمة اقدس عالم ظہور میں جلوہ گر ہوئے تو وہ نسبت اس جذبے اور سلوک آفاقی کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی۔ اور ان دونوں جہتوں کی وجہ سے آپ معرفت اور محبت کے کمال کے جامع ہو گئے۔ اس جامعیت کے باوجود جذبے کی ایک دوسری قسم جو معیت کی راہ سے سامنے آتی ہے وہ بھی آپ کو عطا فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اور آپ کے قائم مقام یعنی حضرت خواجہ علاؤ الدین عليه الرحمة کو بھی آپ کے کمالات سے وافر حصہ ملا۔ اور جذبہ وسلوک آفاقی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے۔ اور مقام قطب ارشاد تک پہنچے۔

اور اسی طرح حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة نے بھی ان کے کمالات سے مکمل حصہ پایا اور حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند عليه الرحمة نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة کے حق میں فرمایا کہ جسے مجھے دیکھنے کی رغبت ہو وہ حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة کو دیکھ لے۔ اور نیز حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند عليه الرحمة سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہاء الدین یعنی خود میرے وجود سے حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة کا ظہور مقصود ہے۔ اور حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة کو ان کمالات کے باوجود فردیت کی نسبت مولانا عارف دیک کرانی عليه الرحمة نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عطا فرمائی اور نسبت کا یہی غلبہ آپ کے لیے پیر بننے اور طالبوں کی تکمیل کرنے سے رکاوٹ بن گیا۔ ورنہ آپ کمال اور تکمیل میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند عليه الرحمة حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضور سیّدی سلطان العارفین خواجہ محمد پارسا عليه الرحمة پیری شروع کر دے تو سارا عالم ان سے روشن ہو جائے۔

مولانا عارف عليه الرحمة نے فردیت کی یہ نسبت مولانا بہاؤ الدین قشلاقی عليه الرحمة سے جو آپ کے دادا تھے حاصل کی تھی۔

باید دانست که نسبتِ ((فردیت)) را تمام رو به حق است۔ سبحانه۔ و به شیخی و تکمیل و دعوت، کاری ندارد و اگر آن نسبت با نسبت قطب ارشاد، که مقام دعوت و تکمیل خلق است، جمع شود باید دید که اگر نسبتِ فردیت غالب است، پلۂ ارشاد و تکمیل در این صورت، زبون است و الا صاحب آن دو نسبت در حد اعتدال است۔ ظاهرش به تمام با خلق است و باطنش بالکلیه با حق۔ تعالیٰ و تقدس۔ درجۂ علیا در مقامِ دعوت خلق، صاحب این دو نسبت راست، هر چند نسبت قطبیت ارشاد نیز تنها در دعوت خلق، صاحب این دو نسبت راست، هر چند نسبت قطبیت ارشاد نیز تنها در دعوت کفایت می کند، اما این بزرگواران را در این مقام، مرتبۂ دیگر است۔ نظر ایشان شافی امراض قلبیه است و صحبت شان دافع اخلاق نامرضیه۔ سید الطائفه ((جنید البغدادی)) به این دولتِ عظمیٰ مستسعد شده بود و

به این منزلت مشرف گشته، نسبت قطبیت ایشان را از ((شیخ سری سقطی)) حاصل شده بود و نسبت فردیت از ((شیخ محمد قصاب))۔ از سخنان قدسی نشان ایشان است، مردم می دانند که من مرید ((سرّی)) ام، من مرید ((محمد قصاب)) ام۔ نسبت فردیت را غالب ساخته، نسبت قطبیت را فراموش کرده، در جنب آن معدوم دانسته است

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ فردیت کی نسبت کا رخ مکمل طور پر حق سبحانہ کی طرف ہوتا ہے اور پیر بننے اور مخلوق کو کمال تک پہنچانے اور لوگوں کو دعوت دینے سے کوئی سروکار نہیں رکھتی اور اگر یہ نسبت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو مخلوق کی دعوت اور تکمیل کا مقام ہے جمع ہوجائے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے تو ارشاد اور تکمیل کا پلہ اس صورت میں کمزور ہوگا ورنہ ان دونسبتوں والا حد اعتدال میں ہوگا۔ اس کا ظاہر مکمل طور پر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور باطن بالکلیہ حق تعالیٰ وتقدس کے ساتھ مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینے کے مقام میں بلندترین درجہ ان دونسبتوں والے کے لیے ہے اگرچہ قطبیت ارشاد کی نسبت اکیلی ہی دعوت کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے اس مقام میں ایک دوسرا ہی مرتبہ ہے ان بزرگوں کی نگاہ دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی صحبت غیر پسندیدہ عادات واخلاق کو بالکل دور کردیتی ہے۔ حضور سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ اس دولت عظمیٰ سے سعادت منداور اس مرتبہ سے مشرف ہوچکے تھے۔ حضور سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو نسبت قطبیت حضرت سیّدنا امام شیخ سری سقطی علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئی تھی۔ اور فردیت کی نسبت حضرت سیّدنا شیخ محمد قصاب علیہ الرحمہ سے آملی۔ آپ کی قدسی نشان باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں سری علیہ الرحمہ کا مرید ہوں میں تو حضرت سیّدنا شیخ محمد قصاب علیہ الرحمہ کا مرید ہوں۔ نسبت فردیت کو غالب کرکے آپ نے نسبت قطبیت کو فراموش کردیا اور اسے نسبت فردیت کے پہلو میں معدوم جانا ہے۔

بعد از خلفاء حضرت ((خواجه نقشبند)) چراغ این خاندان بزرگ، حضرت ((خواجه احرار)) بودند۔ جذبۂ خواجه ها را اتمام نموده، متوجه سیر آفاقی گشتند و تا اسم سیر را رسانیده، بی آنکه در اسم در آمده، استهلاک و فنا در آن پیدا کنند باز به خانۂ جذبه در آمدند و استهلاک و اضمحلال خاص در همین جهت پیدا کردند و بقایی هم در همین جهت یافتند۔ بالجمله شأن عظیم در این جهت داشتند و علوم و معارف که از فنا و بقا دست می دهد، ایشان را در همین مقام میسر شد، اگرچه در علوم به واسطۂ تغایر جهتین تفاوت پیدا است، یکی از تفاوت ها اثبات توحید وجود است و عدم آن و همچنین است اثبات اموری که مناسب توحید مذکور اند من الاحاطة والسریان والمعیة الذاتیات و شهود الوحدة فی الکثرة مع اختفاء الکثرة بالکلیة بحیث لایرجع کلمة انا علی السالک اصلا و امثال ذلک بخلاف العلوم التی تترتب علی البقاء الذی بعد الفناء المطلق فانها لیست کذلک بل علومهم مطابقة لعلوم الشریعة الحقة غیر محتاجة الی التمحلات والتکلفات و الاسولة والاجوبة (آن امور مناسب احاطه ذاتی حق است مر خلق را و همچنین سریان و معیت ذاتی او و مشاهده وحدت در کثرت همراه استتار کثرت به طور کامل طوری که سالک هیچگاه لفظ ((انا)) را نخواهد گفت و امثال اینها، به خلاف علوم، و معارفی که در اثر بقایی که بعد از فنا رو می دهد، حاصل می شوند چرا که آنها این چنین نیستند بلکه علوم و معارف ایشان مطابق و موافق علوم شریعت هستند۔ و نیازی به حیله ها و تکلفات و پرسش و پاسخ ها ندارند۔) بالجمله بقایی که در جهت جذبه است۔ هر نوع جذبه که۔ باشد۔ از سکر نمی برآرد و در صحو نمی آرد۔ لهذا با وجود بقای ((انا)) بر باقی رجوع نمی کند و اشارت به او نمی افتد، چه در جذبه غلبۂ محبت است و غلبه محبت را سکر لازم است۔ پس به هیچ وجه سکر از وی منفک نشود، پس ناچار علوم آن نیز سکر آمیز باشند کالقول بوحدة الوجود فان مبناها علی السکر وغلبة المحبة بحیث لایبقیٰ فی نظره الا المحبوب فیحکم بنفی ماسواه۔ و اگر

به، صحو می آمد، شهود محبوب، مانع شهود ماسواء او نمی شد و حکم به وحدت وجود نمی کرد و بقایی که بعد از فنا مطلق و نهایت سلوک است، منشأ صحو و مبدأ معرفت است۔ سکر را در آن موطن مدخلی نیست۔ آنچه از سالک در حالت فنا گم شده بود، همه رجوع، کرده، اما منصبغ به رنگ اصل (است) وهو المعنی بالبقاء بالله پس ناچار در علوم شان سکر را مجال نباشد۔ پس علوم ایشان مطابق علوم انبیاء باشد۔ علیهم الصلوات و التسلیمات و التحیات و البرکات الی یوم الدین

ترجمہ: حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ کے خلفاء کے بعد اس بزرگ خاندان کے چراغ خواجہ خواجگان قطب الارشاد ناصر الدین احرار علیہ الرحمہ تھے۔ آپ خواجگان کے جذبہ کو مکمل طور پر طے کرنے کے بعد سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اور نام میں آنے یعنی شہرت حاصل کیے بغیر سیر کو اسم تک پہنچایا تھا۔ اور اس میں استہلاک اور فنا پیدا کی اور پھر جذبہ کے گھر میں آئے اور اس جہت میں آپ نے خاص استہلاک اور اضمحلال پیدا کیا اور اسی جہت میں بقا بھی پائی ۔مختصر یہ کہ آپ اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے اور وہ علوم ومعارف جو فنا وبقا میں میسر آتے ہیں آپ کو اسی مقام میں میسر آ گئے۔ اگر چہ دو جہتوں کے تغایر کے واسطے سے علوم میں فرق موجود ہے۔ ان میں سے ایک فرق توحید وجودی کا اثبات اور اس کا عدم ہے۔ اور اسی طرح ان امور کا اثبات ہے۔ جو توحید وجودی کے مناسب ہیں۔ جیسے احاطہ اور سریان اور معیت ذاتی اور کثرت کے بالکلیہ پوشیدہ ہونے کے باوجود وحدت کا کثرت میں شہود اس طرح کہ سالک پر کلمہ انا بالکل لوٹ کر نہ آئے۔ اور اسی طرح کے اور دوسرے امور ہیں۔ بخلاف ان علوم کے جو اس بقا پر مرتب ہوتے ہیں۔ جو فنائے مطلق کے بعد ہے۔ کیونکہ وہ علوم ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے مطابق ہیں۔ اور یہ علوم حیلوں بہانوں اور تکلفات اور سوالات وجوابات کے محتاج نہیں ہیں۔

مختصر یہ کہ جو بقا جہت جذبہ میں ہے چاہے کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے باہر نہیں لا سکتی اور صحو میں داخل نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کلمہ انا کے باقی رہنے کے باوجود باقی پر رجوع نہیں کر سکتی اور اس کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جذبہ میں محبت کا غلبہ ہے اور غلبۂ محبت کے لیے سکر لازم ہے۔ پس کسی طرح بھی سکر اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے لازمی طور پر اس کے علوم سکر آمیز ہوتے ہیں۔ جیسے وحدت الوجود کا قائل ہونا کیونکہ وحدت الوجود کا منبٰی سکر اور غلبۂ محبت ہے اس طور پر کہ اس کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ تو وہ ماسوا کی نفی کا حکم لگاتا ہے۔ اور اگر ایسا شخص صحو کی طرف آتا تو محبوب کا شہود اس کے لیے ماسواء کے شہود کے مانع نہ ہوتا۔ اور وحدت وجود کا حکم نہ لگاتا اور وہ بقا جو فنا مطلق اور نہایت سلوک کے بعد ہوتی ہے صحو کا منشاء اور معرفت کا مبدأ ہوتی ہے۔ سکر کا اس جگہ کچھ دخل نہیں۔ علوم ومعارف میں سے حالت فنا میں سالک سے جو کچھ گم ہوا تھا وہی سب کچھ رجوع کر آتا ہے۔ لیکن اصل کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے اور بقاء باللہ سے یہی مراد ہے۔ اس لیے لازماً ان کے علوم میں سکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ پس ان کے علوم انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات الی یوم الدین) کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

۔ وایضاً از عزیزی شنیده ام که حضرت خواجه نسبتی از آباء مادری خود که صاحب احوال غریبه بودند و جذبه های قویه داشتند، نیز حاصل کرده بودند و از مقام ((اقطاب اثنا عشر)) که تأیید دین به ایشان مربوط است و در محبت، شان عظیم دارند، حضرت خواجه را نصیب وافر بود۔ تأیید شریعت و نصرت دین ایشان را از آنجا بود و شمه از احوال گرامی ایشان بالا مذکور شده است، بعد از آن احیای طریقت این بزرگواران و اشاعت آداب این عزیزان علی الخصوص در ممالک ((هندوستان)) که اهل آن از کمالات ایشان بی بهره

بودند، به ظهور ارشاد پناهی، معارف آگاهی مؤید الدین الرضی شیخنا و مولانا ((محمد الباقی))۔ سلمه الله تعالیٰ۔ متحقق گشت۔ خواست که شمه (ای) از کمالات ایشان نیز در این مکتوب درج نماید، چون رضای ایشان در این باب مفهوم نگشت، از جرأت در این باب تقاعد نمود۔

ترجمہ: اور نیز ایک بزرگ علیہ الرحمہ سے میں نے سنا ہے کہ خواجہ خواجگان قطب الارشاد ناصر الدین احرار علیہ الرحمہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے آباء کرام سے بھی جو عجیب احوال کے مالک اور جذبہ قوی رکھتے تھے نسبت حاصل کی تھی اور بارہ اقطاب کے مقام سے بھی کہ دین کی تائید وتقویت ان سے وابستہ ہے۔ اور جو محبت میں بھی عظیم شان رکھتے ہیں۔ وافر حصہ رکھتے تھے۔ خواجۂ خواجگان قطب الارشاد ناصر الدین احرار علیہ الرحمہ کو تائید شریعت اور نصرت دین میں جو خاص مقام حاصل تھا۔ وہ اسی نسبت کی وجہ سے تھا اور آپ کے احوال گرامی کا کچھ تھوڑا سا ذکر (اسی مکتوب میں) پہلے ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ان بزرگوں کے طریقے کا احیاء اور عزیزوں کے آداب کی اشاعت علی الخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کے کمالات سے بہرہ ور ہیں۔ ارشاد پناہی معارف آگاہی پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ ومولا محمد الباقی (سلمہ اللہ تعالیٰ) کے ظہور سے ہوئی۔ اس فقیر (امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے چاہا کہ آپ کے کمالات کا تھوڑا سا حصہ اس مکتوب میں درج کرے۔ لیکن جب اس بارے میں آپ کی رضا مفہوم نہ ہوئی تو اس باب میں جرأت کرنے سے سستی کی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب، ۲۹۰، ج،۱، ص،۶۸۶ تا ۷۰۲ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وایضا ان السالک المجذوب ینتهی الی الفناء وهذا ینتهی الی البقاء والصحو بعد الفناء وهذا اکمل من الاول لانه مقام الانبیاء ووارثیهم من المرشدین المکملین اذ مقام الارشاد لا یصح ولا یصلح الا لمن تحقق بالبقاء بعد الفناء فلابد للقسم الاول من الرجوع الی هذا المقام حتی یصح منه الارشاد وغالب طریقة السادة النقشبندیة الجذب اولا ثم السلوک وهذا یعرفه من ذاق طریقهم فاجتهد ایها الاخ فی تحصیلها تکن من الملوک انتهی۔

ترجمہ: اسی طرح سالک مجذوب کے عروج کی انتہا فنا تک ہے اور مجذوب سالک کے عروج کی انتہاء فنا کے بعد بقا وصحو تک ہے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے کامل ہے تو اس لیے ہے کہ فنا کے بعد بقا کی نعمت سے مشرف ہونا انبیاء علیہم السلام اور ان کے وارثین جو کامل ومکمل رہنما، ہیں کا مقام ہے جس کو فنا کے بعد بقا حاصل نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ مقام رشد وہدایت پر بیٹھ جائے اور نہ ہی رشد وہدایت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو سالک مجذوب کے لیے ضروری ہے کہ وہ فنا سے بقا کی طرف رجوع کرے تا کہ اس سے اخذ فیض ورہنمائی حاصل کرنا درست ہو اور طریقہ نقشبندیہ میں جذب کا غلبہ ہوتا ہے پھر سلوک کی یہ بات وہ شخص جان سکتا ہے جس نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ سے کچھ چکھا ہو تو اے میرے بھائی: تو اس طریقہ (نقشبندیہ) کو حاصل کرنے میں کوشش کرتا کہ تو بادشاہ بن جائے۔

(الحدیقة الندیة فی الطریقة النقشبندیة، ص،۱۸، المکتبة الحقیقة، استانبول، ترکیا)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

سؤال: سر این جمع متنافیین چیست و وجودِ احد المتنافیین سبب وجود متنافیِ دیگر چرا باشد؟

جواب: استحالهٔ جمع متنافیین، مشروط به اتحاد محل است و در ما نحن فیه محل متعدد است۔ بالا رونده ها لطائف عالم امر است از

انسان، کامل و فرود آیندهها از عالم خلق او۔ لطائف عالم امر هر چند بالاتر روند، بی مناسب تر می گردند به عالم خلق۔ وهمان بی مناسبتی، سبب پایان تر آمدن عالم خلق است۔ و عالم خلق هر چند پایان تر می آید، سالک را بی حلاوت تر می سازد ودید عیوب و نقائص، رازیاده، تر می کرداند۔

از اینجاست که منتهیانِ مرجوع (برگشته)، آرزوی آن التذاذ و حلاوت دارند که در ابتدا ایشان را میسر شده بود و در انتها از دست رفته وبی مزگی به جای آن نشسته [است] وهم از اینجاست که کافرِ فرنگ را، عارف از خود بهتر می داند، زیرا که در کافر نورانیتی هست به، واسطهٔ امتزاج عالم امر او به عالم خلق او و در عارف این زمتزاج زائل شده است، عالم خلق تنها که((انا)) از عارف بروی می افتد، جدامانده است، که سراسر پر از ظلمت و کدورت است و هر چندلطائف عالم امر فرود می آیند، با عالم خلق اختلاطی ندارند و امتزاجی، حاصل نمی کنند، چنانچه در ابتدا داشتند۔

ترجمہ: سوال: ان دومتنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سر ہے اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب: دونوں متنافی چیزوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے۔اسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے۔ اور عیوب وقصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت وحلاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی اور انتہا میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آگئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے۔کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے۔اور عارف میں یہ ملاوٹ دور ہو چکی ہے۔عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے انا سرزد ہوتا ہے، جدا رہ گیا ہے۔جو سراسر ظلمت وکدورت پر ہے۔اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے۔اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے۔ جیسے کہ ابتدا میں رکھتے تھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۲۲، ج،۱، ص، ۲۴۲، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بدان ای فرزند! چون در طریقه نقشبندیه، ابتدا سیر از قلب بوده۔ که از عالم امر است۔ابتدا سخن از عالم امر نموده آمد، به خلاف سایر طرق مشایخ کرام که شروع در تزکیهٔ نفس می نمایند و تطهیر قالب می فرمایند، بعد از آن به عالم امر در می آیند والی ماشاء الله تعالیٰ، آنجا، عروج می نمایند۔ از اینجاست که نهایت دیگران در بدایت این بزرگوران اندراج یافته است واین طریق اقرب طرق گشته است، چه حصول تزکیه و تطهیر در ضمن این سیر ایشان رابه وجه احسن میسر شده است و مسافت کوتاه گشته، لاجرم این بزرگوران سیر عالم خلق راقصداً ضائع دانسته اند وبیکار شمرده اند، لا، بلکه مضر و مانع وصول به مطلب، یقین نموده اند، زیرا که سالکان طریق به، ریاضات شاقه و مجاهدات شدیده، قطع بادیه های صورت عالم خلق نموده، چون شروع در سیر عالم امر فرمایند و در انجذابِ قلبی والتذاذ روحی افتند، بسا است که با این انجذاب قناعت کنند و به این التذاذ کفایت ورزند و مظنه لامکانیت این عالم دامنگیر شان شود

وشائبه بی چونی آن عالم از بی چون حقیقی باز داردمگر (شاید) در اینمقام سالکی گفته است که سی سال روح رابه خدایی پرستیدم ودیگری گفته که سر استوا و ظهور تنزیه فوق العرش، از معارف غامضه است۔

ترجمہ: اے فرزند جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں اور بعد از اں عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اس میں عروج کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی بدایت میں مندرج ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ وتطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہوجاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بے کار ہی نہیں جانا، بلکہ مطلب کے پانے میں مضر ومانع یقین کیا ہے۔ کیونکہ سالکان طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور تزکیہ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کر کے جب عالم امر کا سیر شروع کرتے ہیں اور انجذاب قلبی اور التذاذ روحی میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرتے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں۔ اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان دامن گیر ہوجاتا ہے۔ اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔ شاید اس مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا اور دوسرے نے کہا ہے کہ استویٰ کا سر اور عرش پر تنزیہ کا ظہور معارف غامضہ سے ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۰، ج،۱، ص ۵۲۷، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

نوشته بودند که بعضی از طالبان، طریقهٔ قادریه را التماس می نمایند، باید که غیر از طریقهٔ نقشبندیه به هیچ کس، هیچ طریقه تعلیم نکنند، که خلطِ دو طریقه نشود، اما اگر کلاه و شجره طلبند و استخاره راه دهد، مرید بگیرند و نصیحت فرمایند۔

ترجمہ: آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں چاہیے کہ طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں تا کہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ شجرہ طلب کریں۔ اور استخارہ کی اجازت دیں تو مرید بنالیں

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۸، ج،۱، ص،۷۷۴، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وایضاً پرسیده بودند که منع از ذکرِ جهر می کنند که بدعت است، باآنکه ذوق و شوق می بخشد، چرا از چیزهای دیگر که در زمان آن سرور۔ علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات۔ منع نمی کنند، مثل لباس فرجی و ... و سر ... ؟

مخدوما! عمل آن سرور۔ علیه وعلی اله الصلوات والسلام۔ بر دو نوع است؛ بر سبیل عبادت است یا بر طریق عرف و عادت، عملی، که بر سبیل عبادت بوده، خلاف آن را از بدعت های منکر (مذموم۔) می دانیم و در منع آن مبالغه می نمائیم، که احداث در دین است، و آن مردود است (۔ اشاره به حدیث ((من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد))) و عملی که بنابر عرف و عادت است، خلاف آن را

بدعت منکر نمی دانیم و در منع آن مبالغه نمی نمائیم، که (چراکه۔) به دین تعلق ندارد، وجود و عدم آن، مبنی بر عرف و عادت است، نه بر دین و ملت، چه عرف بعضی بلاد خلاف عرف بعضی از بلاد دیگر است و همچنین در یک بلده به اعتبار تفاوت ازمنه، تفاوت عرف واقع، است۔ مع ذٰلک رعایت سنت عادی نیز مثمر نتائج است و منتج سعادات۔

ترجمہ: نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالاں کہ ذوق وشوق بخشتا ہے۔اور چیزوں سے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔ میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر، کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے۔اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۳۱، ج، ا، ص، ۴۵۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

نظم خواجہ احمد حسین نقشبندی نے لکھی:

کیا سلسلوں میں سلسلہ نقشبند ہے		جو نقشبند ہے وہ یقین حق پسند ہے
جس کو حصول سلسلہ نقشبند ہے		واللہ ارجمند ہے وہ ارجمند ہے
طالب کو استواری ایمان ہے نصیب		جس کے سبب سے مرتبہ اس کا دو چند ہے
جو لانگہ شریعت غرّا میں دیکھئے!		کس زور کس قیام سے ان کا سمندر ہے
ایوانِ معرفت کی ترقی کے واسطے		سب سے سواء سائے میں اُنکے کمند ہے

(جواہر مجددیہ، ص، ۱۸)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی، ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

از ذکر بعض احوال و اقوال خانوادهٔ خواجگان و بیان روش طریقت ایشان، به تخصیص خدمت خواجه بهاؤ الدیّن و اصحاب ایشان قدّس، الله تعالی اسرارهم معلوم شد که طریقهٔ ایشان اعتقاد اهل سنت و جماعت است و اطاعت احکام شریعت و اتباع سنن سیّد المرسلین، صلی الله علیه و سلم و دوام عبودت که عبارت است از دوام آگاهی به جناب حقّ سبحانه بی مزاحمت شعور به وجود غیری. پس گروهی که نفی این عزیزان کنند، به واسطهٔ آن تواند بود که ظلمت هویٰ و بدعت ظاهر و باطن ایشان را فرو گرفته است و رَمَد حسدو عصبیت دیدهٔ بصیرت ایشان را کور ساخته، لاجرم انوار هدایت و آثار ولایت ایشان را نبینند و این نابینایی خود را، انکار آن انوار و آثار که از مشرق تا مغرب گرفته است، اظهار کنند، هیهات هیهات!

ترجمہ: اب یہاں پر خانوادۂ خواجگان کے احوال واقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کے روشن طریقہ کا بھی۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اسی سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کا طریقہ یعنی اہلسنت وجماعت کا اعتقاد (یعنی عقیدہ) ہے شریعت کے احکام کی اتباع کرنا حضرت سید المرسلین ﷺ کی نسبت کی پیروی کرنا ہمیشہ عبادت کرنا کہ جس سے وجود غیر کی مزاحمت کے شعور کے بغیر حق سبحانہ کی ہمیشہ معرفت حاصل کرنا ہے اب جو گروہ ان عزیزوں کی نفی کرتا ہے تو وہ اس سبب سے ہوگا کہ بدعت کی ظلمت نے ان کے ظاہر و باطن کو گھیر لیا ہے حسد اور تعصب کی آلائش کے غبار نے ان کی بصیرت کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے اس لئے ہدایت کے ... روایت کے آثار ان کو نظر نہیں آتے اور یہ لوگ ان انوار و آثار کے انکار کرنے سے جنہوں نے مشرق سے مغرب تک (ہر چیز کو) گھیر رکھا ہے اپنے اندھے پن کا اظہار کرتے ہیں۔

افسوس قطعہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند		کہ برنداز رہ پنہا ن بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبۂ صحبت شان		می برد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گرزند این طائفہ را طعن قصور		حاش للہ کہ بر آرم بہ زبان این گلہ را
ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند		روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو چپکے سے قافلہ کو حرم پہنچا دیتے ہیں
سالک کے دل کو ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیاز کر دیتی ہے
اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں
جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص،۴۱۶، ۴۱۷، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

عارف محقق شیخ محمد مراد ازبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان الطریقۃ النقشبندیۃ، طریقۃ الصحابۃ الکرام باقیۃ علی اصلھا لم یزیدوا ولم ینقصوا وھی عبارۃ عن دوام العبودیۃ ظاھرا وباطنا، بکمال الالتزام بالسنۃ والعزیمۃ، وتمام اجتناب البدعۃ والرخصۃ فی جمیع الحرکات والسکنات من عادات ومعاملات مع دوام الحضور مع اللہ تعالی علی طریق الذھول والاستھلاک۔

ترجمہ: طریقہ نقشبندیہ دراصل طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہے نہ تو اس میں کچھ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی اس میں کمی واقع ہوئی ہے اور وہ (طریقہ نقشبندیہ) ظاہری و باطنی طور پر دائمی عبادت سے عبارت ہے جس میں اتباع سنت کا کامل طور پر التزام کیا گیا ہے اور تمام حرکات وسکنات یعنی عادات و معاملات میں بدعت و رخصت سے بالکل اجتناب کیا گیا ہے اس طریقہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا حضور نصیب ہوتا ہے کہ غیر کا خیال بھول جاتا ہے اور مرید اپنی خودی کو ختم کر دیتا ہے

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص ۲۰، المکتبۃ الحقیقیۃ ... ترکیہ)

حضرت سیدنا علامہ ابن حجر ہیثمی علیہ الرحمہ سے منقول ہے:

الطریقة العلیة السالمة من کدورات جهلة الصوفیة هی الطریقة النقشبندیة۔

ترجمه: صرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہی ایسا سلسلہ ہے جو کہ جاہل صوفیہ کی کدورات سے سالم و پاک ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص۱۸، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

و می فرموده اند که: طریق ما عروۂ وثقی است، چنگ در ذیل متابعت حضرت رسالت صلّی الله علیه و سلم زدن است، و اقتدا به آثار صحابۂ کرام رضی الله تعالی عنهم کردن است و در این طریقه به اندک عمل، فتوح بسیار است، اما رعایت متابعت سنت کاری بزرگ است. هر که از طریق ما روی گرداند خطر دین دارد۔

ترجمه: بزرگ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ بہاء الحق والدین نقشبند علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقی ہے یعنی مضبوط کڑا۔ تاجدار مدینہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل کے ساتھ بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں لیکن سنت کے کام کی پیروی یہی بڑا کام ہے جو شخص اس طریقہ (نقشبندیہ) سے منہ پھیرے اس کے دین میں خطرہ ہے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص۳۹۲، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

یکی از متعلقان را گفت که مرا بر دوش گرفته پیش محفۂ محفوف به انوار ایشان داشت. ایشان التفات نمودند و یک سر نبات کرمانی عنایت فرمودند، و امروز از آن شصت سال است. هنوز صفای طلعت منور ایشان در چشم من است و لذت دیدار مبارک ایشان در دل من. و همانا که رابطۂ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبتی که این فقیر را نسبت به خاندان خواجگان قدّس الله تعالی ارواحهم واقع است، به برکت نظر ایشان بوده باشد. و امید می دارم که به یمن همین رابطه در زمرۂ محبان و مخلصان ایشان محشور گردم، بمنّه و جوده.

ترجمه: جس نے مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر ان کی ڈولی کے سامنے جو کہ نورانی انوار سے بھری تھی رکھی آپ نے توجہ فرمائی اور ایک سیر مصری کرمانی عنایت فرمائی۔ آج ساٹھ سال گزر چکے ہیں کہ اب تک ان کے چہرے مبارک کی صفائی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور ان کے دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں موجود ہے۔ بیشک اعتقاد ارادت محبت کا رشتہ جو فقیر (حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمہ) کو خواجگان (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے خاندان کے ساتھ ہے وہ ایک نظر مبارک کی برکت سے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ خدا کے احسان و کرم سے اسی تعلق کی برکت سے ان حضرات کے دوستوں اور مخلصوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ (سبحان اللہ)

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص۳۹۸، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

وقتی که حضرت خواجه به سفر مبارک میرفته اند، یکی از بزرگزادگان خراسان را تعلیم ذکر کرده بوده اند. در وقت مراجعت با ایشان

گفتند کہ فلان کس بہ تکرار سبَق ذکر کہ تعلیم گرفتہ بود، کم مشغولی کرد۔ فرمودند کہ باکی نیست، پس از وی پرسیدند کہ ما را ہیچ خواب دیدی؟ گفت: آری، فرمودند کہ ہمین بس است از این سخن معلوم می شود کہ ہر کہ را اندک رابطہ ای بہ این عزیزان می باشد، امید است کہ آخر الأمر ملحق بہ اینان گردد و آن سبب نجات و رفع درجات وی شود

ترجمہ: جس زمانہ میں کہ حضرت خواجہ امام الطریقہ سیدنا بہاء الحق والدین نقشبند علیہ الرحمۃ سفر مبارک میں گئے تھے خراسان کے ایک صاحبزادہ کو ذکر کی تعلیم فرمائی تھی لوٹنے کے وقت ان سے کہا گیا کہ فلاں شخص جس ذکر کے سبق میں تکرار کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اب اس نے مشغولی کم کردی ہے۔ فرمایا مضائقہ نہیں پھر اس سے آپ نے فرمایا کہ ہم کو کبھی تم نے خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کہ یہی کافی ہے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو تھوڑا سا تعلق بھی ان بزرگوں (خواجگان نقشبند) سے ہو، امید ہے کہ آخر الامر انہیں سے مل جائے گا اور یہ اس کی نجات اور بلندی درجات کا سبب ہو جائے گا۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۳۹۳، مرکز پخش: انتشارات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

نقشبندیوں کو دیگر سلاسل پر کئی وجوہ سے فضیلت ہے

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے دوسرے سلاسل طریقت (عالیہ قادریہ، عالیہ چشتیہ، عالیہ سہروردیہ) پر کئی وجوہ سے فضیلت دی ہے اس سلسلہ (نقشبندیہ) میں ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے یعنی جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضت کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ جذب میں جو ذکر قلبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے خدا خود اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان پیدل سفر کرے اور دوسرے کو کار یا جہاز خود لیجائے تو جس طرح دوسری صورت میں آسانی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں بھی آسانی اور جلدی ہے۔

(سندھ کے صوفیاء نقشبند، ج ۱، ص، ۳۰)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت مثالی طریقے سے

یافت اور ذائقہ یافت کی تمثیل (مثال) یہ ہے کہ جیسے کسی ہاتھ میں لیموں ہے اور کاٹ کر چکھتا بھی رہا ہے تو جس کہ ہاتھ میں لیموں ہے اس کو لیموں کی یافت حاصل ہے اور ذائقہ لیموں ہی میسر ہے اور جو کھڑا دیکھ رہا ہے لیموں کے کاٹنے سے اس کے منہ میں پانی آرہا ہے تو اس کو یافت نہیں لیکن ذائقہ کی یافت ضرور نصیب ہے اس میں طالب مبتدی وہ ہے جس کو صرف دور سے اثر ذائقہ سے منہ میں پانی آرہا ہے اور متوسط وہ ہے جس کہ ہاتھ میں لیموں ہے اور لیموں کا ذائقہ چکھتا بھی رہا ہے اور منتہی وہ ہے۔

جو ذات بے چون و بے چگون کے دریائے معرفت و حیرت میں حیران ہے اور اس کو مثل زنانۂ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار میں نہ ہاتھ کی خبر ہے نہ لیموں کی نہ چھری کی نہ زخم کی اور نہ درد کی اسی طرح قرب ذات حق میں نہ یافت کی خبر نہ ذائقۂ یافت یہی خاصہ نسبت نقشبندیہ مجددیہ کا ہے یہ مثال قرب رب تعالیٰ کے معاملہ میں بے مثالی کی مانند اور معاملات عقل و دانش سے وراء ہے۔

(مکتوب، ن، ۴۳ حاشیہ پر ہدایت علی)

نقشبندیوں کو پہچان اور نقشبندیوں کی حقیقت:

حضرت شیخ المشائخ زبدۃ الواصلین مولانا جلال الدّین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

تو نقشِ نقشبنداں راچہ دانی		تو شکل و پیکرِ جان راچہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں		تو خشکی قدرِ باراں چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست		حقائقھائے ایمان راچہ دانی

ترجمہ: تو نقشبندیوں کے نقش کو کیا جانتا ہے، تو خوبصورت شکل کو کیا جانتا ہے۔

سبزہ بارش کی قدر جانتا ہے، تو خشک ہے تو بارش کی قدر کیا جانتا ہے۔

ابھی تجھے کفر اور ایمان کی خبر نہیں، تو ایمان کی حقیقت کو کیا جانتا ہے۔

تشریح: تو حضراتِ نقشبندیہ کے بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اور ان کے نقش یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے اور دوسروں کو کرانے کے متعلق کیا جانتا ہے تجھے ان کے متعلق کچھ خبر نہیں تو ان حضرات (نقشبندیوں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)) کی متشرع شکل وصورت اور تعلق باللہ کے بارے میں کیا جانتا ہے تجھے ان کے حالات کا پتہ نہیں اے بے خبر سبز گھاس تو خود کو سرسبز اور برقرار رکھنے کیلئے بارش کی قدر و قیمت جانتا ہے کہ وہ اس کی بقاء کیلئے کس قدر ضروری ہے مگر تو تو خشک گھاس کی مانند ہے جس کیلئے بارش کا برسنا یا نہ برسنا برابر ہے اسلئے تو بارش کی قدر و قیمت کیا جانے اے غافل تو اب تک کفر و ایمان کی حقیقت سے بے خبر ہے اسلئے ایمان کی حقیقتوں کے بارے میں تو کیا جانے اگر تو کفر کے تباہ کن حالات اور ایمان کی دولت سے ملنے والی نعمتوں سے آگاہ ہوتا تو حضراتِ نقشبندیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی خدمت میں رہ کر کتاب (قرآن مجید) وسنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کر کے اور بدعات وکفر سے بچ کر اپنا ایمان بچا لیتا۔

حضرت شیخ العرفاء عارف نورالدّین عبدالرّحمٰن جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں!

قدر گل دمل بادہ پرستان جانند		نہ خود منشا ن و تنگدستان دانند
از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن		کیں نقش غریب نقشبنداں دانند

ترجمہ: گل یعنی عشق الٰہی کی قدر و قیمت بادہ پرستان یعنی عاشق جانتے ہیں نہ کہ خود بین و مفلس لوگ اس کو جانتے ہیں

نقش (ماسوا) سے بے نقش یعنی باری تعالیٰ کی طرف ہو سکنے کو اور اس کے نقش (طریقے) کو غریب نقشبند لوگ جانتے ہیں۔

اس ذرہ بے مقدار کو کیا طاقت وہمت کہ اس بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف کی چھت پر پرواز کرے یا اسکی خوبیوں کے مجموعہ کے فضائل وکمالات کے بارے میں لب کشائی کرے یعنی بات کرے لیکن اسقدر جانتا ہے کہ اس خاندان کے عزیزوں کی خاک اور نبوّت کی طینت کے کمالات کا پرورش کیا ہوا ہے ہر کمال جو اس سے ظاہر ہوتا ہے ان کمالات کا نمونہ و پرتو ہے جو کہ بہت زیادہ محبت اور پیروی رسول ﷺ کے سبب سے ان کے باطن پہ تجلی کرتا ہے اور پرتو ڈالتا ہے حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیدی بہاؤالدّین شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ سے منہ کا پھیر لینا دین کیلئے خطرہ کا سبب ہے۔ مزید یہی وجہ ہے کہ

عقلمندوں کی ایک جماعت نے حضرت شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ طریقۂ مجددیہ اختیار کرنے میں دوسرے مشائخ کے طریقوں (عالیہ قادریہ۔ عالیہ چشتیہ۔ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) سے کونسی فضیلت ہے آپ (حضرت شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ یہ طریقۂ مجددیہ جس کو میں نے کتاب وسنت پر عمل کے مطابق پایا ہے اسلئے کہ یہ ثبوت قطعی ہے یہ ہے کہ ہر چیز جو کہ قطعی پر منطبق (موافق و برابر) ہے وہ بھی قطعی ہے مزید اسی سبب سے فرمایا کہ ہماری نسبت قرونِ اولیٰ (یعنی اوّل زمانہ) کے حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مثل ومشابہ ہے اس راستہ میں بالکل تبدیلی نہیں ہوئی ہے اگر قطرہ ہے تو وہ بھی اسی چشمہ سے ہے اور اگر ایک گھونٹ پیئے تو وہ بھی اسی شراب خانہ (معرفت الٰہی) سے ہے۔

مزید یہی سبب ہے کہ حضرت عالی امام ربانی شہباز لامکانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) قیامت کے واقع ہونے تک ہوگا بشرطیکہ اس میں کسی (غیر شرعی) چیز کی ملاوٹ نہ ہو الحمد للہ اس زمانہ تک یہ بلند طریقۂ عالیہ نقشبندیہ جیسا کہ چاہیئے بدعت کے تمام طریقوں سے اب تک محفوظ ہے اور ان عزیزوں (بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام بدعت کے طریقوں سے قیامت تک محفوظ رہے گا جیسا کہ میرے حضرت شیخ المشائخ مخدوم مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ حضرات خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے گروہ کے ذکر کے بعد نفحات میں فرماتے ہیں کہ حضرات خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے خاندان کے بعض احوال واقوال اور ان کے روشن طریقہ کے بیان کے ذکر سے خصوصاً حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیدی بہاؤالدین شاہ نقشبند اور ان کے اصحاب (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی خدمت سے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ اہل سنت و جماعت کے اعتقاد شریعت کے احکام کی اطاعت اور سید المرسلین ﷺ کی سنتوں کی پیروی اور دوام عبودیت (ہمیشہ کی بندگی) کہ جس سے مراد دوام آگاہی (ذکر) غیر اللہ کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہے پر منحصر ہے پس ایک گروہ جوان بزرگ صوفیاء نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا انکار کرتا ہے اس سبب سے ہوسکتا ہے کہ ان کے ظاہر و باطن کو ہوس اور بدعت کی گمراہی نے پکڑ لیا ہے اور ان کی بصیرت کی آنکھ کو حسد و تعصب نے اندھا کر دیا ہو اس لئے ناچار وہ لوگ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی ہدایت کے انوار اور ولایت کے آثار نہ دیکھتے ہوں اور اپنے اس نابینا ہونے یعنی نہ دیکھنے کے سبب ان آثار وانوار کو جو کہ مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں کا دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند		کہ برنداز رہ پنہا ن بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبۂ صحبت شان		می بردو وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گرزنداین طائفہ را طعن و قصور		حاش للہ کہ بر آرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیران جہان بستۂ سلسلہ اند		روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

تشریح نقشبندی بزرگ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) عجیب قافلہ سالار ہیں کہ جو طریقت کے مسافروں کے قافلہ کو حرم کعبہ یعنی ہدایت وکامرانی تک پوشیدہ راستہ سے لے جاتے ہیں راستہ کے سالک یعنی مرید کے دل سے اپنی صحبت کے جذبہ یعنی کشش کے ذریعہ وسوسہ خلوت یعنی گوشہ نشینی اور فکر چلہ یعنی چلہ کشی سے باہر لے جاتے ہیں یعنی ان کی ضرورت نہیں رہتی ہے مقصود سوائے بغیر گوشہ نشینی اور چلہ کشی کے ان کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے وہ کوتاہ فہم جو اس گروہ کے اولیاء اللہ پر

قصور یعنی کمی کے بارے میں ملامت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ اگر میں ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں ان کے طعنے قابل التفات اور زبان پر لانے کے قابل نہیں جہان کے تمام شیر یعنی خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اس سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ) کو درہم برہم نہیں کر سکتی اور کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کے صحیح راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔

(معمولات مظہریہ، ص، ۳۲۱)

آتش دوزخ سے آزاد ہے۔ مجھے بشارت دی گئی ہے:

شیخ مجدد (حضرت ابو معصوم علیہ الرحمۃ جاں نثار سنتِ مصطفیٰ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ میرے سلسلہ کے تمام مرید اور خادم جو قیامت تک مجددیہ احمدیہ طریقہ میں داخل ہوں گے اس کی مجھے اطلاع کی جاچکی ہے اور سب کے نام مجھے بتا دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی بھی مجددی سلسلہ میں ہے آتش دوزخ سے آزاد ہے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ جب حضرت مہدی آخر الزمان مبعوث ہوگا تو وہ تیرے سلسلہ کی نسبت میں ہوگا۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، ۱۵۹)

جو کوئی اس راہ روشن (طریقہ سلسلہ نقشبندیہ) پر ہوگا میں نے ان سب کو بخش دیا:

از جملہ معائنات بصیرہ آنکہ چون حضرت خواجہ را نور اللہ مرقدہ عمر بآخر رسید بعضے از اصحاب بر سر بالین حضرت خواجہ بودیم وعدھا فرمودند و گفتند کہ اے یاران من! بشارت مر شمایان را کہ از حق تعالیٰ این بشارت رسید کہ ہر کہ بدین راہ روشن بود ھمہ را بیامرزم۔ جھد کن تا ازین راہ نمائید و دور نہ افتید و ساعتی بود کہ آواز غیبی آمد یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔

ترجمہ: بصیرت کے واقعات میں سے ہے کہ جب حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ (م ۵۵۲ھ) کی عمر آخر ہوئی بعض اصحاب (یعنی مریدین اور خلفاء حضرات) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت خواجہ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ) کے سرہانے موجود تھے نیک عمل کرنے کی وصیت کی اور فرمایا کہ اے میرے دوستو تم کو خاص طور سے بشارت ہو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی ہے کہ جو کوئی اس راہ روشن (طریقہ سلسلہ نقشبندیہ) پر ہوگا میں نے ان سب کو بخش دیا کوشش کرو کہ اس راہ (طریقہ عالیہ نقشبندیہ) پر چلو اور اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) سے دور نہ ہو جاؤ کچھ دیر بعد غیب سے آواز آئی "اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔"

(عارف نامہ، ص، ۲۵)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (مجددیہ) کی بخشش:

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

روزے در حلقۂ بامداد مراقبہ داشتند و دید قصور اعمال غالب گشتہ بود و انکسار و تضرع استیلا یافتہ بحکم "من تواضع للہ رفعہ اللہ" از حضرت غفار الذنوب ستار العیوب جل شانہ و عم سلطانہ خطاب مستطاب در رسید کہ "غفرت لک و لمن توسل بک بواسطۃ او

بلاواسطۃ الیٰ یوم القیامۃ" کہ تراو ھمۂ آنھارا کہ تاروز قیامت بتو متوسل گردند بیار زیدیم و باظہار آن مامور ساختند۔

ایک دن صبح کے حلقے میں آپ (حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) مراقب تھے اور آپ (حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) پر اپنے اعمال کی خامی کا تصور غالب تھا اور انکسار و تضرع کا غلبہ تھا۔

حدیث پاک: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو خدا کیلئے تواضع کرتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے۔ کے مصداق اللہ تعالیٰ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُیُوْبِ کی طرف سے خطاب ہوا کہ "میں نے تم کو بخش دیا اور اس کو بھی جو تمہارا وسیلہ اختیار کرے بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک سب کو بخش دیا" اور اس بشارت کے اظہار کا حکم بھی دے دیا گیا۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۱۰۴، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

غیب کی خبر:

حضرت عندلیب گلشن راز مقبول یزدانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی ہمارے طریقے (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) میں داخل ہوا اور داخل ہوگا قیامت تک بالواسطہ اور بلاواسطہ مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے وہ سب میری نظروں میں لائے گئے اور ان کا نام نسب مولد اور مسکن بھی مجھے بتایا گیا اگر چاہوں تو سب کو بیان کرسکتا ہوں۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص ۱۵۹)

باب نمبر ۳۴

سوال: (۸۴) چیلنج، مرغی کوذبح کروپکاؤکھاؤ، پھر زندہ کر کے دکھاؤ

مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

چیلنج: خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں اگر پیر صاحب مرغی کھانے کے بعد ہڈیوں کو جمع کر کے مجمع عام میں جس میں سیفی وغیر سیفی سب موجود ہوں زندہ کر دیں یا کوئی اور مردہ زندہ کر دیں تو میں تہہ دل سے ان کا مرید ہو جاؤں گا اور غوث پاک کی گیارہویں چھوڑ کر ان کی تیرھویں شروع کر دوں گا۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

(صفحہ، ۷۳، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب: اعلیٰ حضرت کے نزدیک مفتی محمد بشیر القادری بھان متی (یعنی مداری):

عرض: کسی کی کرامت (کسبی) (یعنی اپنی کوشش سے، ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے حاصل) بھی ہوتی ہے؟

ارشاد: کرامت سب کی (وَہبی) (یعنی محض اللہ کی طرف سے عطائی) ہوتی ہے۔ اور وہ جو کسب سے حاصل ہو بھان متی (یعنی مَداری) کا تماشا ہے، لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۴۴۴، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

قصۂ مشهور است که دریکی از بلاد (هندوستان)، شعبده بازان پیش سلطانی بنیاد شعبده بازی نموده بوند در این اثناء طلسم و شعبه، باغ، و درخت های (انبه) به نظو در آوردند و به نمود بی بود اینها راظاهر ساختند و درهمان مجلس نمودند که آن درخت های کلان شدندو بار آوردند و اهل مجلس از آن بارها تناول نمودند، در این وقت، آن سلطان حکم کر که شعبه بازان را به قتل رسانند، ده او شنیده بود که، بعد از ظهور شعبده، اگر شعبده باز را بکشند آن شعبده به قدرت خداوند ا ـ نوعی از میوه که شبیه گلابی درشت است، چه اما دارای هسته ای بزرگی می باشد، این میوه بیشتر در مناطق هندوستان و پاکستان و جدیدأنیز در جنوب شرق ایران به دست می آید جل سلطانه۔ به حال خود می ماند۔ اتفاقاً چون آن شعبده بازان را کشتند، آن درخت های انبه، به قدرت خداوندی۔ جل سلطانه۔ به حال خود ماندندو شنیده ام که آن درختها تا این زمان به حال خودندو مردم از میوههای آن می خورندو ماذلک علی الله بعزیز۔

ترجمہ: قصہ مشہور ہے کہ بلادِ ہندوستان میں چند شعبدہ بازوں نے ایک بادشاہ کے سامنے شعبدہ بازی کی۔اس درمیان میں طلسم وشعبدہ سے باغ اور آم کے درخت لوگوں کے سامنے لائے اور ایک عارضی نمود سے انہیں ظاہر کیا اور انہوں نے اسی مجلس میں یہ بھی دکھایا کہ وہ درخت بڑے ہوئے۔اور انھیں پھل بھی لگا۔ اور اہلِ مجلس نے ان پھلوں سے کچھ کھائے بھی۔عین اسی وقت بادشاہ نے ان شعبدوں بازوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ اگر ظہور شعبدہ کے بعد شعبدہ باز کو قتل کردیں تو وہ شعبدہ قدرت خداوندی جل سلطانہ سے اپنی حالت میں موجود رہتا ہے۔اتفاق سے جب ان شعبدہ بازوں کو قتل کردیا گیا۔تو آم کے وہ درخت قدرت خداوندی جل سلطانہ سے اسی حالت میں موجود رہے۔اور میں نے سنا ہے کہ وہ درخت اس وقت موجود ہیں۔اور لوگ ان کے میوے کھاتے ہیں اور اللہ کی ذات کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۴۴، ج،۲،ص ۱۵۰ تا ۱۵۱ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حکایت: ایک نامور درویش کسی دوسرے درویش کی ملاقات کے لیے شیر پر سوار روانہ ہوا جب اس درویش کی منزل گاہ پر پہنچا تو کہا اسلام علیکم اس درویش نے جواب دیا وعلیکم اسلام اے جابر رعنا اس درویش نے کہا آپ نے مجھے ظالم رعنا کیسے فرمایا۔ارشاد فرمایا کہ ظلم تو تیرا یہ ہے کے تو نے ایک ایسے جانور سے سواری کا کام لیا اور اپنا بوجھ لادا جس کی پشت کو اللہ تعالیٰ نے بار برداری سے آزاد پیدا فرمایا اور تیری رعنائی یہ ہے کہ مخلوق کو اپنی نمائش کراتا پھر رہا ہے۔

(نور علی نور،ص،۱۷۴)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وكان يقول: قد وضع الله تعالى ميزان الشرع بيد العلماء اهل التقوىٰ فهم ارباب التعديل والتجريح فما وقع على يد من ظهرت امارات اتباعه للشرع سموه كرامة وما وقع على يد غيره سموه شعرا وشعبذة غير ذلك ذكره الشيخ في الباب الخامس والثمانين ومأة قال: ولا يخفى ان الكرامة عند اكابر الرجال معدودة من جملة رعونات النفس الا ان كانت لنصرة دين او جلب مصلحة لان الله تعالى هو الفاعل عندهم لا هم هذا مشهدهم وليس وجه الخصوصية الا وقوع ذلك الفعل الخارق على يدهم دون غيرهم فاذا احيا كبشاً مثلا او دجاجة فانما ذلك بقدرة الله تعالى لا بقدرته واذا رجع الامر الى القرة فلا يعجب فتأمل۔

ترجمہ: اور شیخ (ابن عربی محی الدین علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے میزان شرع اہل تقویٰ علماء کے ہاتھ میں رکھی ہے۔پس وہ تعدیل وتجریح والے ہیں (یعنی قابل قبول قرار دینے والے اور رد کرنے والے) تو جو کچھ اس کے ہاتھوں واقع ہو جس کی اتباع شریعت کی نشانیاں ظاہر ہوں یہ حضرات اسے کرامات کا نام دیتے ہیں اور جو اس کے غیر کے ہاتھوں واقع ہوا ہے شعر یا شعبدہ وغیرہ کہتے ہیں۔اسے شیخ (ابن عربی محی الدین علیہ الرحمۃ) نے (۱۸۵) ویں باب میں ذکر کیا ہے، نیز فرماتے ہیں کہ مخفی نہ رہے مردان اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک کرامت رعونات نفس میں سے ہے مگر جبکہ دین کی حمایت یا کسی مصلحت کے حصول کے لئے ہو۔کیونکہ ان کے نزدیک فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔وہ خود نہیں ہیں۔یہ ان کا مقام شہود ہے۔اور خصوصیت کی وجہ صرف اس فعل خارق کا ان کے ہاتھ پر واقع ہونا ہے نہ کہ ان کے غیر کے ہاتھ پر۔تو جب وہ مثلاً مینڈھا یا مرغی زندہ کرے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ہے نہ کہ اس کی قدرت کے ساتھ۔اور جب امر قدر کی طرف لوٹا تو وہ خود بینی نہیں کرتا۔پس غور کر۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر،ص،۳۷۰،۱۷۳،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مسلیمہ کذاب شعبدہ باز بھی تھا:

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ: قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدُ بَنِي حَنِيفَةَ، فِيهِمْ مُسَيْلِمَةُ بْنُ حَبِيبٍ الْكَذَّابُ. وَقَالَ ابْنُ هِشَامٍ هُوَ مُسَيْلِمَةُ بْنُ ثُمَامَةَ، وَيُكَنَّى أَبَا ثُمَامَةَ. وَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ السُّهَيْلِيُّ: هُوَ مُسَيْلِمَةُ بْنُ ثُمَامَةَ بْنِ كَبِيرِ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ بْنِ هَمَّازِ بْنِ ذُهْلِ بْنِ الدُّوَلِ بْنِ حَنِيفَةَ، وَيُكَنَّى أَبَا ثُمَامَةَ، وَقِيلَ أَبَا هَارُونَ. وَكَانَ قَدْ تَسَمَّى بِالرَّحْمٰنِ، فَكَانَ يُقَالُ لَهُ: رَحْمٰنُ الْيَمَامَةِ. وَكَانَ عُمْرُهُ يَوْمَ قُتِلَ مِائَةً وَخَمْسِينَ سَنَةً، وَكَانَ يَعْرِفُ أَبْوَابًا مِنَ النِّيرَجَاتِ فَكَانَ يُدْخِلُ الْبَيْضَةَ إِلَى الْقَارُورَةِ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَكَانَ يَقُصُّ جَنَاحَ الطَّيْرِ ثُمَّ يَصِلُهُ، وَيَدَّعِي أَنَّ ظَبْيَةً تَأْتِيهِ مِنَ الْجَبَلِ فَيَحْلِبُ مِنْهَا.

ترجمہ: محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں مسلیمہ کذاب بن ثمامہ بن حبیب بن حارث بن عبد الحارث بن ہماز بن ذھل بن الزول بن حنیفہ تھا اس کی کنیت ہے ابوثمامہ یا ابوہارون اس نے اپنا نام رحمان تجویز کیا تھا رحمان الیمامہ کے نام سے پکارا جاتا تھا قتل کے روز اسکی عمر ۱۵۰ سال تھی اور وہ شعبدہ بازی کے کئی طریقے جانتا تھا چنانچہ وہ تنگ منہ والی بوتل میں انڈا داخل کر دیتا تھا۔ اور یہ اس کا موجد ہے، پرندے کے پر کاٹ کر جوڑ دیتا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پہاڑ سے ایک ہرنی آتی ہے اور وہ اس کا دودھ دوہتا ہے۔ ہم اس ملعون کے قتل کے حالات میں اس کے بارے میں باتیں بیان کریں گے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیر کی تصویر کا زندہ ہو جانا، مداری اور ولی میں فرق:

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمۃ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

''شواہد النبوت'' میں لکھا ہے کہ ہندوستان سے ایک مداری آیا اور خلیفہ متوکل کو اپنے فن کے عجیب و غریب کرشمے دکھایا کرتا تھا، متوکل نے اس سے کہا کہ اگر تو کوئی ایسا کرشمہ دکھائے کہ جس سے حضور سیّدی امام علی تقی رضی اللہ عنہ کو سراسیمگی ہو تو میں تجھے ایک ہزار دینار انعام دوں گا، اس نے کہا بہت اچھا، جب حضور سیّدی امام علی تقی رضی اللہ عنہ موصوف متوکل کی مجلس میں پہنچے تو وہ مداری آ کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرنے لگا۔ حضور سیّدی امام علی تقی رضی اللہ عنہ موصوف اس سے جس قدر بے پروائی سے پیش آئے، وہ باز نہ آتا تھا جس پر حاضرین مجلس ٹھٹھا مذاق کرنے لگے۔ اس مجلس میں ایک چادر لٹکی ہوئی تھی جس پر شیر کی تصویر تھی، حضور سیّدی امام علی تقی رضی اللہ عنہ نے اس شیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مداری کو پکڑ و آپ کے اشارے سے شیر میں جان آ گئی، اس نے ایک چھلانگ لگا کر مداری کو پکڑ لیا اور خلیفہ متوکل نے حضور سیّدی امام علی تقی رضی اللہ عنہ سے بہت درخواست کی کہ اس کی جان رہائی کرائی جائے لیکن کچھ بن نہ پڑا اور شیر اُسے ہلاک کر کے باہر چلا گیا، اس کے بعد اس کو کسی نے نہ دیکھا۔ اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے آپ رضی اللہ عنہ کو گھر پر بلایا، آپ اس کے پاس سر من رائے کے قریب ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ قید ہو گیا ہے۔

(اقتباس الانوار، ص: ۱۵۷)

کیا کرامت ولایت کے لئے شرط ہے؟

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی، علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

(قال الشیخ شہاب الدین السہروردی قدس سرہ وفوق اصحاب الکرامات بسبب وبلا سبب اقوام ارتفعت الحجب عن قلوبھم فاستغنوا عن السبب وظھور الکرامات والخوارق ولھذا لم ینقل عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا القلیل من ذلک لمباشرۃ صحیح الایمان قلوبھم انتھی قال شیخ الاسلام زکریا الانصاری من الاضواء البھجۃ فی شرح المنفرجۃ والکرامۃ امر خارق للعادۃ علی ید ولی غیر مقارن لدعوی النبوۃ منہ وفیھا تثبت لہ ولھذا ربما وجدھا اھل البدایات فی بدایاتھم وفقدھا اھل النھایات فی نھایاتھم لان ماھم علیہ من الرسوخ والتمکن لا یحتاجون معہ الی تثبت ولذلک قل ظھورھا علی ید السلف من الصحابۃ والتابعین وصاحب الکرامۃ لا یستانس بھا بل یشتد خوفہ مخافۃ ان یکون ذلک استدراجا والمستدرج یستانس بما ظھر علیہ وعند ذلک یستحقر غیرہ وینکر علیہ ویحصل لہ الامن من مکر اللہ وعقابہ فاذا ظھر شیء من ھذہ الاحوال علی من ظھر علیہ ذلک دل علی انہ استدراج لا کرامۃ ولذلک قال المحققون اکثر ما اتفق من الانقطاع عن حضرۃ الرب سبحانہ وتعالی انما وقع فی مقامات الکرامات ولذلک کانوا یخافون منھا ویعدونھا من اشد البلاء انتھی۔

ترجمہ: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے فرمایا، اصحابِ کرامات (علاوہ ازیں کہ ان کی کرامت کسی سبب کی بنا پر ہو یا نہ ہو) سے بلند مرتبہ والے ولی بھی ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے دلوں سے پردے اٹھ گئے ہیں وہ خوارق وکرامات کے ظاہر کرنے سے مستغنی ہوتے ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ سے کرامات کا ظہور بہت کم منقول ہے یہ اس لئے کہ ان کے دل صریح ایمان کے ساتھ آباد تھے۔" انتہی (یہاں تک شیخ مذکور کی بات ختم ہوئی)

شیخ الاسلام زکریا انصاری علیہ الرحمہ "الاضواء البھجۃ شرح المنفرجۃ" میں فرماتے ہیں کہ کرامت عادت کے خلاف کو کہتے ہیں جو ایک ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کرامت میں اس کو ثابت قدم رکھنا ہے یہ وجہ ہے کہ بسا اوقات بعض ولایت کے ابتداء ہی سے کرامت کو پالیتے ہیں اور ولایت کی انتہا کو پہنچنے والے کرامت کو انتہائی ولایت تک نہیں پاتے اس لئے کہ منتہی ولی رسوخ (پختگی) اور تمکن (قرار) کا مالک ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ کرامت کے ساتھ ثابت قدمی حاصل کرنے کا محتاج نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کرامت کا ظہور کم ہوا ہے

اور صاحبِ کرامت، کرامت کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا خوف اور بھی زیادہ شدید ہوتا ہے کہ کہیں یہ (کرامت) استدراج نہ ہو اور صاحبِ استدراج، استدراج کے ظہور کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور اس اُنس کی وجہ سے اس کی نظر میں غیر حقیر ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ (کا اس کے خلاف) خفیہ تدبیر اور عذاب سے خود کو محفوظ و مامون تصور کرتا ہے تو ان مذکورہ علامات کی بنا پر یہ علامات جس کسی میں موجود ہوں اور اس کے ہاتھ پر کوئی خلاف عادت کام ظاہر ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ کام استدراج ہے کرامت نہیں۔

اسی لئے محققین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات ولی کی توجہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت منقطع ہوتی ہے جب وہ کرامت کے مقامات

میں واقع ہو جائے اسی لئے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کرامت سے خوف زدہ ہوتے ہیں اور اس کو شدید بلا تصور کرتے ہیں۔انتہیٰ (یہاں تک شیخ الاسلام کی بات مکمل ہوئی)

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ،ص،۱۱۰،۱۱۱،المکتبۃ الحقیقۃ،استانبول،ترکیا)

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری،نقشبندی مجددی،علیہ الرحمۃ،متوفی،۱۲۸۴ھ،لکھتے ہیں:

اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔ برین مدعا شاھد عدل است۔ و گفته اند: عقوبة الانبیاء حبس الوحی و عقوبة الاولیاء اظهار الکرامات و عقوبة المؤمنین التقصیر فی الطاعات۔

ترجمہ: اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جو ہیں وہ میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا اس مدعا پر شاہد ہے نیز اسی واسطے کہا گیا ہے کہ، انبیاء علیہم السلام کے لیے وحی کا بند کرنا عتاب ہے اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لیے کرامات کا ظاہر کرنا باعث عتاب ہے اور مومنین کے لیے طاعت میں کوتاہی کرنا باعث عقوبت ہے۔

(مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری،مکتوب،چہارم،ص،۲۱،حافظ نصر اللہ خاکوانی زمیندار بستی قدیر آباد تحصیل وضلع بہاول نگر ڈویژن بہاولپور)

اِسی واسطے اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں

(کشف و کرامت نہ دیکھ،استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے)۔

حضرت خواجہ شیخ بہاؤ الحق والدین علیہ الرحمۃ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں۔آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں،حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں!فرمایا:اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت،ص،۴۴۳،مکتبۃ المدینہ،باب المدینہ،کراچی)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی،شافعی،قدس سرہ،متوفی،۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

اور یاد رکھو!عارف کی پہچان یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہے،چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں،(معلوم ہوا کہ جس قدر معرفت الٰہی بڑھتی جائے گی اسی قدر خوف بھی زیادہ ہوگا) پس عارف ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عفو و مغفرت نہ فرمائیں تو وہ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے قابل ہے۔

ایک مرتبہ فقراء کی ایک جماعت نے سیدی شیخ عبد العزیز دیرینی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی کہ کوئی کرامت ظاہر فرمائے جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو جائے اور آپ سے طریق سلوک حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو؟ آپ ذرا خاموش ہوئے،پھر فرمایا کہ میرے عزیزو!کیا ہم جیسوں کے لیے آج روئے زمین پر اس سے بھی زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر (صحیح سالم) چھوڑ رکھا ہے،اندر نہیں دھنسایا،حالانکہ ہم سالہا سال سے زمین میں گاڑ دینے کے قابل ہو رہے ہیں۔پھر فرمایا کہ قسم خدا کی جب زمین پر چلتا ہوں اور ایک قدم ڈال کر دوسرا اٹھاتا ہوں اور زمین کو اپنے پیر کے نیچے بدستور قائم پاتا

ہوں، تو ہر قدم پر حق تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ اس نے مجھ کو کس قدر مہلت دے رکھی ہے، پھر فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں سے سوختہ جگر کی بو آیا کرتی تھی، (کیونکہ خوف الٰہی سے ان کا جگر پک گیا تھا) تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیے۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے، ص،۱۰۹)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی، علیہ الرحمۃ، متوفی،۵۶۱،ھ، لکھتے ہیں:

قال بعضهم فی حقه: (الوافر)

قلوب العارفين لها عيون		ترى ما لا يراه الناظرون
واجنحة تطير بغير ريش		الى ملكوت رب العالمين

فهذا الطيران فی باطن العارف هو الانسان الحقيقی، وهو حبيب الله عز وجل ومحرمه وعروسه كما قال ابو يزيد البسطامی عليه الرحمة: اولياء الله هم عرائسه، لا يرى العرائس الا المحارم، فهم مخدرون عنده فی حجاب الانس، ولا يراهم احد فی الدنيا ولا فی الآخرة۔ غير الله تعالى كما قال الله تعالىٰ فی الحديث القدسی: اوليائی تحت قبابی لا يعرفهم غيری۔ ولا يرى الناس فی الظاهر من العروس الا ظاهر زينتها۔

قال يحيىٰ بن معاذ الرازی عليه الرحمة: الولی ريحان الله تعالىٰ فی ارضه، يشمه الصديقون، فتصل رائحته الى قلوبهم؛ فيشتاقون به الى مولاهم، وتزداد عبادتهم على تفاوت اخلاقهم۔ بحسب الفناء؛ لان زيادة القربة بزيادة فناء الفانی۔

فالولیّ هو الفانی فی حاله، والباقی فی مشاهدة الحق، ولم يكن له عن نفسه اختيار، ولا له مع احد غير الله قرار۔

والولیّ من ايده بالكرامات، وغيبت عنه لانه لا يرى الافشاء؛ فان افشاء سرّ الربوبية كفر كما ذكر صاحب المرصاد عليه الرحمة: اصحاب الكرامات كلهم محجوبون، والكرامة حيض الرجال، فالولی له الف مقام، اوله باب الكرامة من جاوزمنها نال الباقی۔

عارفین کے متعلق کسی نے کیا سچ کہا ہے:

قلوب العارفين لها عيون		ترى ما لا يراه الناظرون
واجنحة تطير بغير ريش		الى ملكوت رب العالمين

ترجمہ: عرفاء کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں وہ سب کچھ دیکھ لیتی ہیں جو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

ان (اہل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے پر ہیں لیکن یہ پرندوں کے سے پر نہیں ہیں۔ وہ ان پروں کے ساتھ پروردگار عالم کی بادشاہی کی طرف محو پرواز رہتے ہیں۔

یہ پرواز عرفاء کے باطن میں جاری و ساری ہے۔ عارف انسان حقیقی ہے۔ وہ اللہ جل جلالہ کا محبوب۔ محرم راز اور اس کی دلہن ہے جیسا کہ حضور سیّدی سلطان العارفین

ابو یزید (بایزید) بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)، اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں۔ دلہنوں کو محرموں کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اللہ تعالیٰ کے حضور حجاب انس میں مستور ہوتے ہیں۔ نہ انہیں کوئی دنیا میں دیکھ پاتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ ہاں صرف ایک آنکھ ان کے حق کا مشاہدہ کرتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آنکھ''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: ''میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا''

لوگ دلہن کی صرف ظاہری سج دھج کو دیکھ سکتے ہیں

حضور سیّدی یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ولی اللہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی خوشبو ہے جسے صرف صدیق سونگھ سکتے ہیں۔ یہ خوشبو صدیقوں کے دلوں تک پہنچتی ہے۔ اسی لیے وہ اپنے مولا کی طرف مشتاق رہتے ہیں۔ تفاوت اخلاق کے مطابق ان کی عبادت بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں یہ لوگ عبادت میں بڑھتے ہیں اسی قدر فنا میں بڑھتے جاتے ہیں۔ کیونکہ فانی جس قدر باقی کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر فنا ہوتا جاتا ہے''

ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فنا ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو۔ اسے اپنی ذات پر کوئی اختیار نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے غیرِ خدا کے ساتھ سکون نصیب ہو ولی وہ ہے جس کی تائید کرامات سے ہو۔ لیکن یہ مقام اس کی نگاہوں میں فروتر ہو۔ وہ خود افشاء کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ربوبیت کے راز کو افشاء کرنا کفر ہے جیسا کہ صاحب المرصاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اصحابِ کرامات تمام کے تمام پسِ پردہ ہیں۔ کرامت مردانِ خدا کے لیے بمنزلہ حیض کے ہے ولی کے لیے ہزار مقامات ہیں۔ پہلا مقام کرامت ہے۔ جو اس سے گزر گیا تمام مقامات پانے میں کامیاب ہو گیا

(سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، ص، ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہیے:

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، متوفی ۵۷۸، لکھتے ہیں:

أي أخي أخاف عليك من الفرح بالكرامة وإظهارها الأولياء يستترون من الكرامة كاستتار المرأة من دم الحيض

ترجمہ: عزیز من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو! (یاد رکھو!) اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے۔

(البرھان المؤید ص، ۲۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

وهو لم يشعر وجميع المرشدين نفروا المريدين من الميل الى اكرامات الغبانيه وقالوا انها حيض الرجال

ترجمہ: اور سب مرشد مریدوں کو نفرت دلاتے رہے ہیں کرامات عیانیہ کی رغبت سے اور کہا ہے کہ کرامات مردوں کا حیض ہے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۱۰۹)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ مے فرمود قدس الله سره العزيز :فرض الله تعالىٰ كتمان الكرامت على اوليائه كما فرض على انبيائه اظهار المعجزة، فرض كرده است الله تعالىٰ پوشيدن كرامت بر اولياے خود چنانچه فرض كرده است الله تعالىٰ بر انبياے خود ظاهر كردن معجزه را۔ پس اگر كسے كرامت اظهار كند ترك فرض كرده باشد چه بد كرده باشد وسلوک را صد مرتبه نهاده اند هفدهم مرتبه كشف و كرامت است اگر سالک هم دريں بماند هشتاد و سه مرتبه ديگر را كے برسد۔

ترجمہ: حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ: جس طرح خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر اظہار معجزہ فرض کیا ہے اسی طرح اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر کرامت کا چھپانا فرض کر دیا ہے پس اگر کوئی شخص اپنی کرامت ظاہر کرے گا وہ تارک فرض کہلایا جائے گا اور عنداللہ ماخوذ ہوگا۔ سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترہواں درجہ کشف وکرامت کا ہے اگر سالک اس میں رہ جاتا ہے تو اسے باقی کے تراسی درجے طے کرنے نصیب نہیں ہوتے۔

(سیرُ الاولیاء، باب، ششم ،ص، ۳۶۴، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری، قدس سرہ، متوفی، ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

سلطان العارفين ابو يزيد بسطامى قدس سره روحه در سفر خويش بر لب آبى رسد كه كشتى نار است در خاطر ش گذشت كه بى كشى جهت كزدم در حال راهى ميان آب بديد آمد فرياد بر آورد كه المكر و المكره و باز گشت و ازينجا سرى امت لطيفى و آن آنست صحت ولايت متعلق است باعراض از غير دوست و ترک ما دون الجيب و ترک اخذ ضدّ اند۔

ترجمہ: سلطان العارفین ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ ایک سفر میں دریا کے کنارے پہنچے۔ گھاٹ پر کشتی نہ تھی۔ یہ دیکھ کر دل میں خیال ہوا کہ بغیر کشتی کے کس طرح اس پار جاؤں، فوراً پانی دو حصہ ہو گیا، اور راہ نمودار ہوگئی، آپ چیخنے لگے۔ (اَلْمَكْرُ اَلْمَكْرُ) اور واپس چلے آئے، سبحان اللہ کرامت سے کیا بیزاری تھی، سنو اس میں ایک رمز ہے، وہ یہ کہ والایت اُسی وقت صحیح ودرست ہوگی جب دوست جانی اور حبیب قلبی کے سوا سب سے اعراض اور سب کا ترک ہوگا، کیونکہ ترک اور اخذ ایک دوسرے کا ضد ہے۔

(مکتوبات صدی، مکتوب، ۸، ص، ۵۷ خدا بخش اورنیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری، قدس سرہ، متوفی، ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

مارا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم كه سر همه صادقانست خبر داده است كه اندر آخر زمان دجّال خواهد آمد و دعوى خدائى خواهد كرد و كوه، آبكينه يكى بر راست و يكى بر چپ وى ميرود ايں كوه كه بر راست بود جايگاه نعم و آنكه بر چپ وى بود جايگاه عذاب بود گويد ايں بهشت است و ايں دوزخ هر كه بمن ايمان آرد اورا اندريں بهشت اندازم و هر كه بمن ايمان نيارد اورا اندريں دوزخ اندازم و حق تعالىٰ بدست وى يكى را بميراند و يكى را بزياند آن همه كه ياد كرديم مانند معجزه و كراماتست و خدائى تعالىٰ همه مردشمن را بدهد از بهر انک اينجا شبيه خفتد كه هر كه هست داند كه هر كه بو خر نئيند خدائى نبود و خورنده و خسپنده خدائى نبود بس ايں استدراج باشد و مكر معنى استدراج آن بود كه ايشاں هر جندبى حرمتى كنند ايشانرا بآسانى و بمراد گزاردتا در بى حرمتى و تمادى خويش

ہلاک، گویند جنانک با فرعون کرد اکر را او را آب رواں نکردی از دعوی خدائی باز کشتی ومعنی مکران باشد کہ نجاف نماید وہلاک آرد وعزنما ذل آرد ہدی نماید وضلال آرد باعدا صفت ایں باشد یعنی ہر گاہ کہ دشمن را چیزی ازیں معنی بدہند ہمہ استدراج، ومکر باشد بس ایں سہ گونہ آمد انبیاء علیہم الاالسلام را معجزات باشد و اولیاء رحمہم اللہ علیہ را کرامت باشد و اعدا را مکر واستدراج باشد۔

ترجمہ: ہمارے حضرت رسالت مآب ﷺ جو سچوں کے بادشاہ ہیں، آپ خبر دیتے ہیں کہ آخر زمانہ میں دجال آئے گا۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ شیشہ کے دو پہاڑ ایک اُس کے داہنی اور ایک اُس کے بائیں چلتے ہوں گے۔ جو پہاڑ کے داہنی طرف ہوگا نعمت کی جگہ ہوگی اور جو بائیں سمت ہوگا عذاب کی جگہ ہوگی۔ وہ کہے گا کہ یہ بہشت ہے۔ اور یہ دوزخ ہے جو شخص مجھ پر ایمان لائے گا میں اُسے بہشت میں داخل کردوں گا۔ اور جو ایمان نہ لائے گا اُسے میں اس دوزخ میں جھونک دوں گا۔ حق تعالیٰ نے اُسے یہ قوت بھی دی ہوگی کہ جس کسی کو چاہے گا مار دے گا۔ اور جس کسی کو چاہے گا زندہ کر دے گا۔ اب دیکھو، یہ باتیں بھی معجزہ و کرامت کی قسم سے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ نے یہ سب باتیں دشمن کو بھی دی ہیں۔ تاکہ صاحب عقل جان جائیں کہ جو گدھے پر سوار ہے خدا نہیں ہوسکتا۔ اور جو ایک چشمی ہے خدا نہیں ہوسکتا۔ اور جو کھاتا اور سوتا ہے خدا نہیں ہوسکتا۔

یہ معجزہ اور کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ومکر ہے۔ استدراج کے یہ معنی ہیں کہ صاحبِ استدراج ہر چند وہ بے حرمتی کرتا ہے اُس کو ڈھیل دی جاتی ہے۔ اُس کو اس کی مراد پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بے حرمتی اور دُوری کے ساتھ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ کیا۔ اگر اس کی خواہش کے مطابق پانی جاری نہ فرماتا، خدائی کے دعوے سے باز آجاتا۔ اور مکر کے یہ معنی ہیں کہ نجات دکھلائی دے ہلاکت اس کا ثمرہ ہو، عزت نظر آئے ذلت حاصل ہو۔ ہدایت معلوم ہو، گمراہی کا پھل ملے۔ دشمنوں میں یہ صفتیں ہوتی ہیں۔ یعنی دشمن کو اس قسم کی جو چیزیں دی جاتی ہیں، وہ سب کی سب استدراج ومکر ہوتی ہیں۔ پس اس قسم کی تقسیم تین طرح پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ اولیاء کو دی جاتی ہے اعداء کو دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو بات حاصل ہوتی ہے اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو جو عنایت ہوتی ہے اُسے کرامت کہتے ہیں۔ اور کفّار کو جو ملتی ہے اُسے استدراج ومکر کہتے ہیں۔

(مکتوبات صدی، مکتوب، دہم، در کرامت، ص، ۳۶،۳۶، خدا بخش اورنیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ)

حضرت خواجہ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، لکھتے ہیں:

بر لفظ مبارک راند کہ ای درویش کرامت اولیاء حق است چنانچہ معجزہ انبیاء اما در سلوک آمدہ است: فرض اللہ علی اولیاء کتمان الکرامۃ کما فرض علی انبیاء اظہار المعجزۃ۔ یعنی کسے کہ کرامت پیدا کند ترک فرض کردہ باشد۔

ترجمہ: (حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے) زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! اولیاء اللہ کی کرامت حق ہے جس طرح پیغمبروں کا معجزہ برحق ہے۔ لیکن سلوک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر کرامت کا چھپائے رکھنا ایسے ہی فرض کیا ہے کہ جیسا پیغمبروں پر معجزے کا ظاہر کرنا۔ مطلب یہ کہ جو شخص اظہار کرامت کرے گا۔ گویا وہ فرض کا تارک ٹھہرے گا۔

(اسرار الاولیاء، فصل بستم، در کشف وکرامت، ص، ۸۸، منشی نول کشور، کانپور)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُعْجِزَةِ وَالْكَرَامَةِ أَنَّ الْكَرَامَةَ مِنْ شَرْطِهَا الِاسْتِتَارُ، وَالْمُعْجِزَةُ مِنْ شَرْطِهَا الْإِظْهَارُ. وَقِيلَ: الْكَرَامَةُ مَا تَظْهَرُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَى وَالْمُعْجِزَةُ مَا تَظْهَرُ عِنْدَ دَعْوَى الْأَنْبِيَاءِ فَيُطَالَبُونَ بِالْبُرْهَانِ فَيَظْهَرُ أَثَرُ ذٰلِكَ.

ترجمہ: معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ کرامت کی شرط میں سے اس کا چھپانا ہے اور معجزہ کی شرط میں سے اس کا اظہار کرنا ہے۔ بعض نے فرمایا: کرامت وہ ہوتی ہے جو بغیر دعویٰ کے ظاہر ہوتی ہے اور معجزہ انبیاء علیہم السلام کے دعویٰ کے وقت ظاہر ہوتا ہے ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس کے بعد معجزہ وہ ظاہر کرتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الکہف، تحت الآیۃ: ۷۷، ج۱۱، ص۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کرامت ولی کے لیے شرط نہیں:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

یعنی آن در حقیقت فعل حق است کہ بر دست وے ظہور یافتہ چنانچہ معجزہ بر دست نبی صلی اللہ علیہ وسلم و در کلمہ قد اشارت است بانکہ ظہور کرامات و خرق عادات لازم مقام ولایت و شرط آن نیست باشد و ہم نباشد اگر باشد برائے مصلحت ارشاد و تحصیل یقین مریدان خواہد شد و تواند کہ برای فرید یقین و تثبیت و ترقی ولی نیز باشد۔

ترجمہ: یعنی درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے جو اس بندہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے جیسے معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اس عبارت سے ماقبل کو قد گزر گیا اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کرامات اور خرق عادات مقام ولایت کے ساتھ لازم اور اس کی شرط نہیں ہیں کہ کبھی ہوتی ہیں کبھی نہیں۔ اگر ہو تو مصلحتِ ارشاد کے لیے اور مریدوں کی یقین دہانی کے لیے۔ اور ولی کی مزید ترقی یقین اور پختگی کے لیے بھی ہوتی ہیں۔

(شرح فتوح الغیب، المقالۃ، ص۱۷۲، ۲۷۲، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۲۴ھ، لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا کہ کرامت ایک لطیف راز ہے۔ اور وہ راز یہ ہے کہ غیر دوست سے منہ پھیر لینا اور محبوب کے علاوہ سب سے کنارہ کش ہو جانا ولایت کی صحت کیلئے لازم ہے۔ اخذ اور ترک ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ اسی طرح اعراض اور اقبال (یعنی منہ پھیر لینا اور قبول کر لینا) ایک دوسرے کے مخالف ہیں ایسی صورت میں جس نے کرامات کی طرف رخ کیا، کرامات کو قبول کیا اور اس پر اعتماد کر لیا اس نے مکرم (یعنی کرامت عطا فرمانے والے عزت دینے والے) سے رخ موڑ لیا اور غیر دوست کو قبول کر لیا۔

آپ نے فرمایا کہ جو مکرم ہوتے ہیں یعنی جن پر کرم ہوتا وہ کرامات سے بھاگتے ہیں اس سے ڈرتے ہیں۔ نالہ و فریاد کرتے ہیں اور اپنے کو ذلیل اور خوار سمجھتے ہیں، اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کرامت ہی کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کی راہ ماری گئی۔

(مناقب الاصفیا، ص۲۸۴)

''مجالس الابرار'' میں کرامت کے ضمن میں اس طرح تحریر ہے:

''سچی کرامت وہ ہے جو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ کرامت کی غایت یہ ہے کہ انسان استقامت اور اس کے کمال کو حاصل

کرے۔ جو کرامات انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول اور تقویٰ و استقامت کی توفیق دے اس کے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔''

(مہر منیر، ص:۵۷۵)

بغیر نمک پتھر چاٹنا:

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور سیّدی قطب الارشاد مرزا مظہر جان جاناں رضی اللہ عنہ سے کسی نے میرے بارے میں کہا کہ وہ طالب ذوق اور کشف و کرامت ہے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص ایسے شعبدوں کا طالب ہو، اسے کہو کہ وہ ہماری خانقاہ سے چلا جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ جب یہ خبر مجھے پہنچی تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور نے یہ فرمایا ہے؟ جواب دیا: ہاں! میں نے عرض کیا، پھر کیا مرضی ہے؟'' فرمایا کہ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا، اگر یہ بے مزگی منظور ہے تو ٹھہرے رہو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۳۶۹)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

وقطب هروی جابر بن عبد الله انصاری درین معنی هم اشارتے فرموده است که چون گاه را وقت سر بریدن می شود بر خرمن این طائفه می گذارند وچون نردبان را وقت سوختن می شود بر دیوارِ این طائفه می نهند وچون یکے را می اندازید بر این طائفه می در اندازید وهر کرا دیدهٔ باطن بینا بود به این طائفه معترض نمی شود

نابینا را به چشمِ باطن چه خبر		وز عربده چه خبر دارد کر
واندر همه عمر خود بخوردی کاهے		گزلذت لوزینه نداشتے چه خبر

واین واسطه آن است که چشمِ دلِ او را کور گردانیده اند۔ ولے بدانید که اگر همه اولیاء الله در حیاتِ خود ولایت و کرامت نموده اند وازایشان ظاهر شده است۔ اما این فقیر را که در خاطر ست بعد از وفاتِ خود کرامت وولایت ننماید از برائے آنکه کرامتِ نمودن روا نیست۔ بلکه پوشیده داشتن آن واجب است واگر بے اختیار در وجود آید روا باشد بلکه پوشیده داشتن بهتر باشد۔

ترجمہ: قطب ہرات (حضرت) جابر بن عبداللہ انصاری الہروی علیہ الرحمۃ نے اس کی تشریح میں یوں اشارہ فرمایا ہے کہ جب گائے کی گردن کاٹنے کا وقت آتا ہے تو اُسے اس طائفہ (اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے خرمن پر پہنچاتے ہیں اور جب سیڑھی کے جلنے کا وقت آتا تو اُسے اس طائفہ (اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی دیوار کے ساتھ کھڑا کرتے ہیں۔ جب کسی کو گرانا چاہو تو اُسے اس طائفہ (اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر گراؤ اور جس کسی کی باطنی آنکھ بینا ہوتی ہے تو وہ اس طائفہ (اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)) پر اعتراض نہیں کرتا:

نابینا را به چشمِ باطن چه خبر		وز عربده چه خبر دارد کر
واندر همه عمر خود بخوردی کاهے		گزلذت لوزینه نداشتے چه خبر

ترجمہ: یعنی: اندھے کو باطن کی آنکھ کی کیا خبر؟ بہرے کو لڑائی جھگڑے کے بارے میں کیا معلوم؟

عمر بھر تو ایک گھاس کھاتا رہا، (اور) حلوہ کی لذت کو ہرگز نہ سمجھا کہ وہ کیا ہے؟

یہ اس سبب سے ہے کہ اس کے دل کی آنکھ کو اندھا بنا دیا گیا ہے۔ لیکن جان لو کہ اگر سب اولیا اللہ (اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اپنی زندگی میں ولایت و کرامت دکھائی ہے اور ان سے ظاہر ہوئی ہے تو (بھی) اس فقیر کا خیال ہے کہ وہ (ولی اللہ) اپنی وفات کے بعد بھی کرامت نہیں دکھاتا، کیونکہ کرامت دکھانا روا نہیں ہے، بلکہ اس کا پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔ اگر (یہ) بے اختیار ظاہر ہو جائے تو جائز ہے، لیکن (پھر بھی) پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۸۴، ۸۵، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

پس بر جوانان سعادتمند و طالبان ہوشمند لازم ست کہ ظاہراً و باطناً در اتباع او کوشند و ہر چہ منافی ایں دولت بود چشم سر و سر ازاں پوشند و بیقین یقین بدانند کہ اگر شخصے ہزاراں ہزار فضائل و خوارق داشتہ باشد و در متابعت مداھن بود صحبت و محبت او سم قاتل است و شخصے کہ ہیچ ازیں خوارق و فضائل ندارد و در اتباع قدم راسخ دارد صحبت و محبت او تریاق نافع۔

ترجمہ: پس سعادت مند نوجوانوں اور ہوش مند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں تاجدار مدینہ ﷺ کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباع رسولِ کریم ﷺ) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کرلیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزار ہا فضائل و خوارق کرامات رکھتا ہو اور تاجدار مدینہ ﷺ کی متابعت میں سستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہر قاتل ہے اور جو شخص کہ ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور تاجدار مدینہ ﷺ کے اتباع میں ثابت قدم ہو، اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق (مجرب) ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۰، ص، ۶۷، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما۔ ارادتے کہ سالک را بعد از فناء اختیار و ارادت عطا می فرمایند لازم نیست کہ بآن ارادہ ہر چہ خواہد بوقوع آید از کرامات و خوارق عادات چنانچہ زعم فاسد عوامِ خلائق است بلکہ جائز است کہ کاملے را این ارادت عطا فرمایند و از کرامات خوارقِ عادات ہیچ از وے بظہور نیارند۔ و نیز جائز است کہ صاحبِ این ارادہ اعلیٰ و ارفع باشد از صاحبِ ارادہ اولی۔ قال شیخ الشیوخ فی العوارف وقد یکاشف اللہ سبحانہ عبدہ بآیات و کرامات تربیۃ للعبد وتقویۃ لیقینہ وایمانہ وذکر بعدہ حکایات ارباب الکشوف والخوارق، ثم قال وکل ھذہ مواھب اللہ تعالیٰ وقد یکاشف بھا قوم ویعطی قد یکون فوق ھؤلآء من لایکون لہ شئ من ھذہ کلھا تقویۃ للیقین، ومن منح لہ صرف الیقین لا حاجۃ لہ الی شئ من ھذہ وکل ھذہ الکرامات دون ماذکرناہ من تجوھر الذکر فی القلب ووجود ذکر الذات۔

ترجمہ: اے مخدوم جو ارادت کہ سالک کو اختیار و ارادت کے فنا کے بعد عطا فرماتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ اس ارادہ کے ذریعہ جو کچھ کرامات اور خوارق عادات چاہے وقوع میں آئے جیسا کہ عوام خلائق کا گمان فاسد ہے بلکہ ممکن ہے کہ کسی کامل کو یہ ارادت عطا فرمائیں اور کرامات و خوارقِ عادات میں سے کچھ بھی ظاہر نہ کریں۔ اور یہ بھی ممکن ارادہ کا مالک اُس پہلے ارادہ کے مالک سے اعلیٰ و ارفع ہو۔ شیخ الشیوخ (شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) نے عوارف میں فرمایا

کہ ’’اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اپنے بندے پر آیات وکرامات کا مکاشفہ بندے کی تربیت اور اُس کی کیفیت اور ایمان کی تقویت کے لیے کرتا ہے۔اس کے بعد صاحب کشف وخوارق کی حکایات بیان کیں۔پھر فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور کبھی اس کا مکاشفہ کچھ لوگوں کو ہوتا ہے اور عطا ہوتا ہے۔حالانکہ ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو ان سے بلند مرتبہ ہوتے ہیں لیکن ان کو ان چیزوں میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا تاکہ یقین کی تقویت ہو۔اور جس کو یقین کامل عطا ہو چکا ہو اُس کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں اور یہ تمام کرامات قلب میں ذکر کے جاگزین ہونے اور ذکر ذات ہوجانے سے کم درجے کی ہیں۔

(مکاشفات عینیہ مجددیہ، مکاشفہ ۲۴، ص ۵۵، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی)

معتزلہ کے شبہ کا جواب:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومن شبه المعتزلة فی انکارها قولکم لو جوزنا وقوعها، علی ید الاولیاء لعجز الناس عن الفرق بینها وبین المعجزة۔ (والجواب): لا تعجز لان المعجزة هی التی تظهر وقت الدعوی بخلاف الکرامة، فان صاحبها لا یتحدی بها ولو اظهرها وقت الدعوی کانت شعبذة ثم ان ذلک یؤدی الی انکار کرامة السیدة مریم، ونقل عرش بلقیس ونحوهما مما ثبت فی الکتاب والسنة۔

ترجمہ: اور کرامات کے انکار کے متعلق معتزلہ کے شبہات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر ہم اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ہاتھوں ان کا واقع ہونا جائز قرار دیں تو لوگ ان کے درمیان اور معجزات کے درمیان فرق سمجھنے سے عاجز آجائیں گے۔اور جواب یہ ہے کہ کوئی عاجز آنا لازم نہیں آتا ہے۔

کیونکہ معجزہ تو وہ ہے جو کہ بوقت دعویٰ ظاہر ہوتا ہے بخلاف کرامت کے کہ کرامت والا اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔اور اگر اسے دعویٰ کے وقت ظاہر کیا تو شعبدہ ہے، پھر یہ سیدہ مریم ﷺ کی کرامت اور بلقیس کا تخت منتقل کرنے اور اس جیسے دیگر واقعات کے انکار تک لے جاتا ہے جو کہ کتاب وسنت میں موجود ہیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۳۶۵، ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابومنصور ماتریدی کے نزدیک معجزہ اور کرامت میں فرق:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان ابو منصور الماتریدی علیه الرحمة یقول: من الفرق بین المعجزة والکرامة ان صاحب المعجزة مامون من الاستدارج، وصاحب الکرامة لا یامن ان یکون حاله کحال بلعام بن باعوراء قال: وانما انکرت المعتزلة الکرامة بناء منهم علی ان الفعل انما یکون معجزة لخرق العادة، فحسب ولیس کذلک بل ینضم الی خرق العادة التحدی بالنبوة والاقتران بدعوة النبی الا تری ان آیات الساعة خارقة للعادة ولیس بمعجزة انتهی۔

ترجمہ: اور ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمۃ معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صاحب معجزہ قدر کی مخفی تدبیر سے امن میں ہوتا ہے۔جبکہ صاحب کرامت اس سے مامون نہیں کہ اس کا حال بلعام بن باعوراء کے حال جیسا ہو۔نیز فرمایا کہ معتزلہ نے کرامت کا انکار اپنی طرف سے اس بنیاد پر کیا ہے

کہ معجزہ صرف خراق عادت کی وجہ سے ہوتا ہے اور بس۔ جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خرق عادت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور نبی کی دعوت کا ساتھ ہونا بھی شامل ہوتا ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ قیامت کی آیات خارق عادت ہیں مگر معجزہ نہیں ہیں۔ انتہی۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کرامات اور جادو میں فرق

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(فان قلت): ان الكرامات قد تشبه السحر فما الفرق بينهما؟ (فالجواب): كما قاله الشيخ اليافعي عليه الرحمة وغيره من المحققين: الفارق بينهما كون السحر يظهر على يد الفساق الزنادقة والكفار الذين هم على غير شريعة ومتابعة، واما الكرامة فلا تقع الى على، يد من بالغ في الاتباع للشريعة حتى بلغ الغاية فهذا هو الفارق بينهما۔

ترجمہ: اگر تو کہے کہ کرامات کبھی جادو کے مشابہہ ہوتی ہیں تو ان دونوں کے مابین کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب حضور سیّدی ولی نعمت شیخ الیافعی علیہ الرحمۃ وغیرہ محققین کے مطابق یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا امر یہ ہے کہ جادو فاسقوں زندیقوں اور کافروں سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ شریعت اور متابعت کے خلاف گامزن ہوتے ہیں۔ رہی کرامت تو یہ صرف اسی کے ہاتھوں ظاہر ہوگی جو کہ اتباع شریعت میں مبالغہ کرے حتیٰ کہ اس کی انتہاء کو پہنچ جائے۔ تو یہ ہے ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا امر۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اقسام اولیاء:

شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی علیہ الرحمۃ، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

اولیا کرام کی دو قسمیں ہیں اولیائے مستورین اور اولیائے ظاہرین، قطب مدار، اقطاب، چالیس ابدال، چار اوتاد چالیس نجباء تین سو نقبا اور سات ولآیتوں کے ابدال سب اولیائے مستورین میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب عروہ وثقی میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو ہوا میں اڑنے اور پانی پر چلنے کی قدرت ہوتی ہے۔ یہ حضرات لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں لیکن بلند آواز سے تلاوت قرآن کرتے ہیں، گر یہ رقص و وجد کرتے ہیں لیکن ان کی آواز کوئی شخص نہیں سن سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ان کو پہچان سکتا سوائے ایک شخص کے، حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام ان کے ساتھ رہتے ہیں، آگ میں چلا جانا، پتھر کو سونے چاندی میں تبدیل کرنا اور غیب کے واقعات معلوم کر لینا ان کے لئے آسان ہوتا ہے۔

اولیائے ظاہرین کی بھی چند قسمیں ہیں۔

مثلاً قطب الارشاد مطلق، قطب الارشاد ناجیہ، اولیاء، ابرار، عارفین، عاشقین، موحدین، محققین، اولیبہ، ملامتیہ، طالبین، مریدین، سالکین، سائرین، طاہرین، واصلین، ان میں سے بعض اپنی تکمیل میں اور بعض دوسروں کی تکمیل میں مشغول ہوتے ہیں، اولیائے ظاہرین سے کشف و کرامات بہت کم صادر

ہوتے ہیں، بعض صوفیائے کرام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر ابدال، اوتاد، اقطاب مستورین کے علاوہ کوئی شخص ہوا میں اڑنے، پانی پر چلنے، آگ میں داخل ہونے، پتھر کو سونا چاندی بنانے، مردہ زندہ اور زندہ مردہ کرنے کا اور ہر وقت کشفِ غیب کا دعویٰ کرے تو یہ کرامت نہیں بلکہ اس کا تعلق جادو، سحر، طلسم اور شعبدہ بازی، نجوم، خبیث روحوں کی مدد سے ہوتا ہے۔ نیز جسم پر مینڈک کی چربی لگانے سے آگ اثر نہیں کرتی۔ اگر کافور کے ساتھ روغنِ نرگس ملا کر جسم پر لگایا جائے تو بھی آگ اثر نہیں کرتی، نیز ناخن اور بالوں پر بھی جادو کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ بعض لوگ نظر بندی میں مہارت حاصل کر کے شعبدہ بازی کرتے ہیں۔ نیز علم رمل، نجوم، جفر وغیرہ کے ذریعے بھی غیب کی چیزوں کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ (اقتباس الانوار، ص:۹۰۹)

فصل ثانی:

اولیاء اللہ علیہم الرحمہ کی کرامات برحق ہیں:

میرا (علامہ ابو البیان محمد داؤد پسروری) بلکہ کافۃ المسلمین کا یہ اعتقاد ہے اور ہونا بھی چاہئیے کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے کرامات کا ظہور برحق ہے آج کل اس کے برخلاف رہ رہ کر غل مچایا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس معجزات و کرامات کی بیخکنی کئے ڈالتی ہے لیکن میرا تو اعتقاد ہے کہ موجود حالت میں سائنس کرامات کے ابطال کے عوض ان کی تصدیق و تائید کر رہی ہے گذشتہ زمانہ میں فلسفی اپنی سمجھ سے بالا اور عقل سے مستبعد باتوں کو محال کہہ دیا کرتے تھے لیکن اب تو انسانی دقیقہ رسی نے ایسے ایسے کرشمے کر دکھائے ہیں اور ان کی بدولت ایسی ایسی عجیب و غریب خاصیتوں کا پتہ لگتا جاتا ہے کہ موجودہ علمائے سائنس نے ان کو ممکن تسلیم کر لیا ہے اب سب سے قبل غور طلب امر یہ ہے کہ کرامت کس شئ کا نام ہے ہم کرامت کسی ممتنع عقلی چیز کے ظہور پذیر ہونے کو نہیں کہتے یہ تسلیم کرتے ہیں ہمارے ہاں جتنی کرامتیں مانی جاتی ہیں اور جن کا ظہور اکثر اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے ہوتا رہا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔

(۱) وہ جن کو مکاشفہ اور دل کے حالات معلوم کر لینے سے تعلق ہے

(۲) وہ جن کو روحانی تصرف اور باطنی قوت کا اثر ڈالنے سے علاقہ ہے۔

بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات میں غور کرنے سے صرف یہی دو قسم کی کرامتیں نظر آتی ہیں مطالعہ سے یہ حقیقت خوب **"اظہر من الشمس"** ہو جاتی ہے۔ آپ دیکھیں گے۔ انھوں نے کبھی کسی کے دل کا حال بیان کر دیا یا کسی غیر مقام یا کسی غیر شہر کے بعض واقعات بتا دیئے یا زیادہ سے زیادہ کسی ہونے والے واقعہ کی خبر دیدی اور یہ بھی دیکھیں گے کہ انہوں نے کسی کا دل کسی کام یا کسی شخص کی طرف یا طرف سے پھیر دیا یا کسی کام میں کامیاب یا کسی شخص یا کسی جماعت پر غالب کر دیا کسی مریض کو اچھا کر دیا۔ یا کسی روح سے ملاقات کرادی وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی چیز غیر ممکن نہیں ہے اور نہ ہی ان کو کوئی صاحب عقل محال اور ممتنع کہہ سکتا ہے رہی صرف اتنی بات کہ ان کاموں کے ظاہری اسباب نظر نہیں آتے اور علت و معلوم کا سلسلہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

بخوبی ظاہر ہے کہ بزرگانِ دین اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ایسے کاموں کو ظاہری تدابیر سے کرتے بھی نہیں وہ صرف اپنی روحانی قوت اور باطنی تصرُّف سے ان کاموں کو کرتے ہے لہٰذا تعجب نہ کرو اگر ان کے اسباب وعلل تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں جس کسی نے علم نفس پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہے اور انسان میں جیسے جیسے عجیب و غریب قوٰی و ویعت رکھے گئے ہیں ان کا مطالعہ کیا ہے اُس کو اس بات کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قوائے باطنی کے ذریعہ سے مذکورہ بالا کمالات انسان میں پیدا ہو سکتے ہیں کرامات و معجزات کے منکرین نیچر نیچر کیا کرتے ہیں ان کو اتنا علم نہیں کہ حقیقت میں نیچر ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو

ہر دنیاوی معاملے میں اچھی طرح سمجھنا نہایت دشوار ہے کسی معاملہ کو چند روز یا فرض کیجئے چند سو برس تک ایک حالت پر دیکھنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کی دائمی وضع ہے اور اس کی فطرت ہی وہی ہے دنیا میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو ہزار ہا سال کے بعد بدل جایا کرتے ہیں ایک پہاڑ ہزار ہا برس تک کھڑا رہتا ہے اور کبھی اتفاق سے پھٹ پڑا کرتا ہے ایک زلزلہ کبھی ایک چشم زدن میں بڑے بڑے شہروں کو الٹ کر کسی اور طرف پھینک دیتا ہے آسمان پر بعض کواکب ہزار ہا سال کے بعد نمودار ہوتے ہیں ایک طبیب ہزار مریضوں میں ایک دوا کے کسی خاص اثر کا تجربہ کرتا ہے اور پھر کوئی ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ ویسا ہی مرض ہے اور ویسی ہی تمام باتیں ہیں مگر اس دوا کا اثر الٹا نمودار ہوتا ہے ایسی صورت میں اب یہ کہہ دینا کہ جس شئی کو ہم نے ایک طویل مدت تک ایک حالت پر دیکھا وہ ہمیشہ اسی پر رہے گی اس کی فطرت ہی وہی ہے یہ کس قدر ناتجربہ کاری اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

چاند کو آپ ہمیشہ ایک سلسلہ وار ترتیب کے ساتھ بڑھتے گھٹتے اور غائب ہوتے دیکھتے ہیں لیکن اس کو یہ سمجھ لینا کہ اس کی اصل فطرت یہی ہے بالکل بے عقلی ہے ممکن ہے کہ دو چار ہزار برس کے بعد یا فرض کیجئے کہ عالم کی زندگی میں ایک ہی بار کوئی ایسا دورہ آئے کہ چاند بیچ سے کٹا اور دو پھانکوں میں بٹا ہوا نظر آئے ممکن ہے کہ ایک سنگلاخ زمین جو صدیوں سے خشک چلی آتی تھی کسی کے عصا کی ہلکی سی چوٹ پڑنے سے پھٹ جائے اور اس سے آب شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو جائے یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں کہ کارخانۂ قدرت کسی وضع کا پابند نہیں نہ اس نے اپنا کوئی دستور العمل اور قانون بنا کے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اور نہ ہم اس کے قوانین کا صحیح طور پر پتہ لگا سکتے ہیں ہم کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ ہم دریافت کر سکے ہیں وہ ایک محدود زمانہ کا تجربہ ہے اور اس کا بھی دار و مدار محض ظنّیات پر ہے بہر حال اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی جملہ کرامات کو یا تو صفائی باطن سے علاقہ ہے یا باطنی تصرّف سے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ریاضت کی مشقّت صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سچی توجہ پیدا ہو نور وحدت کا اپنے اوپر انعکاس ہو خلاصہ یہ کہ ان کا مقصود بالذات یہ ہوتا ہے۔ کہ خدا پرستی و خدا شناسی کے جذبات بڑھانے کیلئے دل و دماغ اور اپنے تمام قوائے نفسانیہ کو اپنا تابع فرمان بنالیں ان کی کوشش جب اس جانب متوجہ ہو جاتی ہے تو محض تزکیہ نفس اور قوت نظر پر حکومت حاصل ہونے کے ضمن میں تبعاً ان میں تصرف کی قوت بھی پیدا ہو جاتی ہے ان کا اصلی مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا لہٰذا ہمارے عارفان بابصیرت اور صاحب دلان پاک باطن سے اگر ضمنی اور اتفاقی طور پر ایسی کرامات ظاہر ہو جائیں تو کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے اور نہ ان کو خلاف نیچر کہا جا سکتا ہے ہاں آخر میں اس غلطی کا بھی ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی شخص کی ولایت کو ثابت کرنے کیلئے یہ لازمی نہیں کہ اس سے خارق عادت کا ظہور ہو حضرت شیخ الاسلام شمس العارفین خواجہ عبداللہ انصاری علیہ الرحمۃ جو بہت بڑے بزرگ صوفی اور تین لاکھ احادیث نبویہ ﷺ کے حافظ تھے فرماتے ہیں کہ اگر تو دریا پر بغیر کشتی کے چل سکتا ہے تو تیری وقعت ایک خس سے بڑھ کر نہیں اگر تو ہوا میں بھی پرواز کر سکتا ہے تو ایک مکھی سے زیادہ عظمت حاصل نہیں کر سکا دل کو قابو میں لاتا کہ تو آدمی بن جائے خود آپ (حضرت عالی امام ربانی محبوب صمدانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنے مکتوبات شریف میں تصریح فرمائی ہے کہ خارق عادت کا معرض ظہور میں آنا کرامت اور ولایت کی دلیل نہیں چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو بالا جماع انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں اور اولیائے امت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کہیں بڑھ کر بلند مرتبہ ہیں اُن سے بہت کم خوارق عادات منقول ہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جن اولیاء کرام سے بکثرت خوارق عادات کا سرزد ہونا منقول ہے وہ حضرت امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں نہیں ہرگز نہیں اصل بات یہ ہے کہ خارق عادت کا ظہور ثبوت ولایت یا افضلیت کا معیار نہیں۔

(سیرت امام ربانی، ص، ۱۵۵ تا ۱۶۰)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((محمد صادق کشمیری)) در اجوبه و اسولۂ چند که نوشته بودند که از آنجا بوی تعنت می آمد و این مکتوب مشتمل است بر فوائد ضروریه که در ایمان این طائفه علیه نافع اند۔

حق۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ۔ به سعادتِ ایمان این طایفه علیه، مستسعد گرداند، کتابی که ارسال داشته بودند، مشتمل بر اسوله چند رسید، هر چند سؤاله که شائبه تعنت (۔خواری و مشقت کسی را خواستن، عیبجوئی و سختگیری کردن۔) و تعصب داشته باشا، مستحق جواب نیست، معذلک تنزل نموده، در جواب اقدام می نماید، اگر یکی را فنع نکند، شاید دیگری را نافع آید۔

سؤالِ اول، آن بود، سبب چیست که از اولیاء متقدمین کرامات و خوارق بسیار ظهور می کردند و از بزرگان این زمان کم ظاهر می شود۔

اگر مقصود از این سؤال، نفی بزرگان این وقت است، به واسطۂ قلت ظهور خوارق از ایشان، چنانچه ظاهر از فحوای عبارت است فالعیاذبالله سبحانه من تسویلات الشیطان ظهور خوارق نه از ارکان ولایت است و نه از شرائط آن، به خلاف معجزه مر نبی را۔ عَلَیهِ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام۔ که از شرائط مقام نبوت است، لیکن ظهور خوارق از اولیاء الله شائع و ذائع است، کم است که تخلف کند اما کثرت ظهور خوارق بر افضلیت دلالت ندارد، تفاضل آنجا به اعتبار درجات قرب الٰهی است جل سلطانه۔

تواند بود که از ولیٔ اقرب ظهور خوارق اقل باشد و از ابعد، اکثر۔ خوارقی که از بعضی از اولیای این امت به ظهور آمده از اصحاب کرام۔ رضوان الله تعالی علیهم اجمعین۔ عُشرِ عشیر آن به ظهور نیامده، با آنکه افضلِ اولیا به مرتبۂ ادنای صحابی نرسید۔

نظر بر ظهور خوارق، از کوته نظری است و دلیل است بر قصورِ استعدادِ اند که تقلیدی، شایان قبول فیوض نبوت و ولایت جماعه ایشان، غالب [ای] استعداد تقلیدی در باشد بر قوت نظری ایشان صدیق اکبر۔ رض۔ به واسطه استعداد تقلیدی در تصدیق نبی۔ علیه وعلی اله الصلوه والسلام۔ اصلاً محتاج به لم (دلیل و علت) نگشت و ابوجهل لعین۔ به واسطه قصور همین استعداد، با وجود ظهور چندین آیات باهره و معجزات قاهره۔ به دولت تصدیق نبوت مشرف نشد و حضرت حق سبحانه در شأن این بی دولتان می فرماید: (وان یروا کل ایة لایومنوا بها حتی اذا جاؤک یجادلونک یقول الذین کفروا ان هذا الا اساطیر الاولین) (۔انعام/۲۵)

ترجمہ: یہ مکتوب بھی محمد صادق کشمیری کی طرف فرمایا۔

ان چند جواباتِ سوالات میں جن سے بدگوئی کی بو آتی ہے۔ یہ مکتوب ان فوائد ضرور پر مشتمل ہے۔ جو اس بلند مرتبہ گروہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر ایمان رکھنے میں نفع مند ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اس بلند گروہ کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے۔ چند سوالات پر مشتمل جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا، موصول ہوا، اگرچہ وہ سوالات جو بدگوئی اور تعصب سے آلودہ ہوں، جواب کے مستحق نہیں۔ اس کے باوجود بطور تنزل ان کے جوابات عرض کرتا ہے اگر ایک کو نفع نہ ہو شاید دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ متقدمین اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بہت کرامات وخوارق کا ظہور ہوتا تھا لیکن اس وقت کے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے کم ظاہر ہوتی ہیں؟ اگر اس سوال سے مقصود اس زمانہ کے بزرگوں کا انکار ہے کیونکہ ان سے خوارق وکرامات کا ظہور کم ہوا ہے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، تو شیطان کی فریب کاریوں سے اللہ سبحانہ کی پناہ۔ خوارق وکرامات

کا ظہور نہ تو ولایت کے ارکان میں ہے اور نہ اس کے شرائط میں سے بخلاف نبی ﷺ کے لیے اس کا معجزہ کہ اس کا اظہار مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔

لیکن اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے خوارق کا ظہور عام اور شائع ہے۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ کسی ولی سے ان کا ظہور نہ ہوا ہو ہاں کثرت سے ظہور خوارق افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں ایک دوسرے پر فضیلت قرب الٰہی جل سلطانہ کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زیادہ قرب الٰہی رکھنے والے بزرگ سے خوارق کا ظہور بہت کم ہو اور کم قرب رکھنے والے سے ان کا ظہور زیادہ ہو۔ وہ خوارق جو اس اُمت کے بعض اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے ظاہر ہوئے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے اس کا دسواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور استعداد تقلیدی کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ نبوت وولایت کے فیوض قبول کرنے کے لائق وہ جماعت ہے جن میں قوت نظری کی نسبت تقلیدی استعداد غالب ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ استعداد وتقلیدی کی قوت کی بنا پر حضور نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے میں بالکل کسی دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اس کے برعکس ابوجہل لعین اس استعداد میں کمی کے باعث روشن نشانات اور غالب معجزات کے کثرت کے ساتھ ظہور کے باوجود تصدیق نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ان بدنصیبوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (سورۃ الانعام، آیت، ۲۵)

یہ کفار جو آیت ونشانی بھی دیکھیں گے اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب آپ کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں کافر لوگ کہتے ہیں یہ قرآن تو محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

باآنکہ گوییم کہ ظہور خوارق از اکثر مقدمین در طول عمر زیادہ از پنج و شش خوارق نقل نکردہ اند۔ ((جنید)) کہ سید این طایفہ است، معلوم نیست کہ از وی دہ خوارق نقل کردہ باشند و حضرت حق۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ۔ از حال کلیم خود، علی نبینا و عَلَيهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ چنین خبر دادہ است حیث،

قال عزوجل (ولقد اتینا موسی تسع آیات بینات) (اسراء/ ۱۰۱۔) و از مشایخ این وقت از کجا معلوم شد کہ امثال این خوارق بہ ظہور نمی آید، بلکہ اولیاء اللہ را چہ متقدم و چہ متأخر در ہر ساعت ظہور خوارق است، مدعی آن را داند یا نداند۔

خورشید نہ مجرم ار کسی بینا نیست

ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں کہ اکثر متقدمین سے بھی ساری عمر میں پانچ چھ خوارق سے زیادہ کا ظہور منقول نہیں حضرت سیّدی سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے کلیم علی نبینا ﷺ کے حال سے یوں خبر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

ترجمہ: بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزے عطا کیے۔ (سورۃ الاسراء، ۱۰۱)

اور اس وقت کے مشائخ کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا ہے کہ اتنی بھی مقدار خوارق کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ تمام اولیاء اللہ علیہم الرحمہ سے چاہے پہلے ہوں یا پچھلے، ہر گھڑی خوارق کا ظہور ہوتا رہتا ہے مدعی کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

ع

خورشید نه مجرم ار کسی بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی خود اندھا ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔

سؤال دوم آن بود که در کشف و شهود طالبانِ صادق، القاء شیطان را داخل باشد یا نه؟ اگر هست وضوح کیفیت کشف شیطانی چگونه ست و اگر نیست سبب آنکه در امور ملهمه بعضی غلطها یافته می شود، چیست؟

جوابش این است۔ والله سبحانه اعلم بالصواب۔ هیچ کس از القاء شیطانی محفوظ نیست هر گاه که در انبیا متصور باشد، بلکه متحقق در اولیاء به طریق اولی خواهد بود، طالب صادق چه باشد۔

غایت ما فی الباب، انبیاء را۔ علیهم الصلوت والتسلیمات۔ بر آن القامتنبه کریمهٔ می سازند و باطل را از حق جدا می نمایند۔ لم یحکم الله آیۂ] (فینسخ الله ما یلقی الشیطان) ثم ایاته (حج/ ۵۲) دال است بدین، معنی و در اولیا این تنبیه لازم نیست که او متابع نبی است، هر چه مخالف نبی خواهد یافت، رد خواهد کرد و باطل خواهد دانست، اما در صورتی که شریعت نبی، از آن ساکت است و به اثبات و نفی آن، حکم نمی کند، امتیاز حق از باطل به طریق قطعیت دشوار است، چه الهام ظنی است، لیکن در این امتیاز هیچ قصوری به ولایت راه نمی یابد، چه اتیان شریعت و متابعت نبی، متکفل نجات دارین است و امور مسکوت عنها، زائد بر شریعت اند و ما مکلف به امور زائده نیستیم۔

ترجمہ: دوسرا سوال یہ تھا کہ طالبان صادق کے کشف وشہود میں القاء شیطانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو اس میں کشف شیطانی کی کیفیت کی وضاحت کس طرح ہے؟ اور اگر نہیں ہوسکتا تو الہامی امور میں بعض غلطیوں کا پایا جانا کس سبب سے ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہ اعلم بالصواب) کہ کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں۔ جبکہ یہ دخل انبیاء کرام ﷺ کے لیے بھی متصور ہوسکتا ہے، بلکہ متحقق ہے تو اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بطریق اولیٰ ہوگا طالب صادق کیا چیز ہے۔ غایہ مافی الباب یہ ہے کہ انبیاء ﷺ کو اس القاء پر متنبہ کردیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کردیتے ہیں آیہ کریمہ، فَيَنْسَخُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللهُ آيَاتِهِ، (سورۃ الحج، آیت ۵۲) اللہ تعالیٰ القاء شیطانی تو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ اس معنی پر دلالت کرتی ہے اولیاء اللہ ؒ کے لیے یہ تنبیہہ ضروری نہیں۔ کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے۔ جو کچھ نبی کے خلاف ہوگا مرد ود قرار ہوگا اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو اور نفی یا اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے۔ کیونکہ الہام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجا آوری اور نبی کریم ﷺ کی متابعت نجات آخرت کی ضامن ہے۔ اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ شریعت سے زائد ہیں اور ہم زائد امور کے مکلف نہیں ہیں۔

باید دانست که غلط کشف، منحصر بر القاء شیطانی نیست، بسا است که در متخیله احکام غیر صادقه صورتی پیدا کنند که شیطان را در آنجا هیچ مدخلی نباشد، از این قبیل است که بعضی در منامات حضرت پیغمبر را عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ می بینند و بعضی احکام را

اخذامی کنند که فی الحقیقت خلاف آن احکام متحقق است۔ در این صورت القای شیطانی متصور نیست، که مختار علماء، عدم تمثیل، شیطان است به صورت خیر البشر۔ علیه وعلی اله الصلوة والسلام۔ به هر صورتی که باشد، پس در این صورت نیست الأتصرفِ متخیله که غیر واقع را واقع دانانیده است۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ کشف میں غلطی کا واقع ہونا القاء شیطانی پر منحصر نہیں۔ بسا اوقات قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں۔ جن میں القاء شیطانی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ جب بعض لوگ خواب میں حضرت پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دیکھتے ہیں اور آپ سے بعض احکام اخذ کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت ان کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں القاء شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ ابلیس صورت خیر البشر ﷺ میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ جیسی بھی صورت میں ہو تو اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کے تصرف کا دخل ہے۔ جس نے غیر واقع کو واقع سمجھ لیا ہے۔

سؤال سیوم آن بود که چون تصرف کرامات و تأثیرات استدراج در نمایش برابر است، مبتدی چگونه شناسد که این ولی، صاحب کرامات است و این مدعی، صاحب استدراج۔

جوابش آن است۔ واللہ سبحانه اعلم بالصواب۔ که طالب مبتدی را در این تفرقه، دلیل واضح است و آن وجدان صحیح اوست که اگر دل خود را در صحبت او به حق۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ۔ جمع خواهد یافت، خواهد دانست که آن ولی صاحب کرامات است و اگر خلاف این معنی خواهد یافت، معلوم خواهد کرد که او مدعی، صاحب استدراج است و اگر خفایی در این معنی است عوام کالانعام راست، نه طالبان را و خفای عوام، نزد خواص از حیز اعتبار ساقط است، که منشأ آن مرض قلبی است و غشاوه بصری۔

چیزهای بسیار بر عوام مخفی مانده، که دانستن آنها از دانستن این تفرقه ضروری تر است و لنختم هذا المکتوب ببعض المعارف التی تنفعک فی ازالة مثل هذه الشکوک و الشبهات بدانکه معنی تخلق باخلاق اللہ که در ولایت مأخوذ است، آن است که حاصل شود مر اولیاء اللہ را صفاتی که مناسب باشند، د مر صفات واجبی را تعالی۔ لیکن آن مناسبت در اسم بود و مشارکت در عموم صفات، نه در خواص، معانی، که آن محال است و مستلزم قلب حقایق۔

ترجمہ: تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کے طور پر تصرف اور استدراج کی صورت میں تاثیر دونوں کے ظاہر کے اعتبار سے برابر ہیں تو مبتدی کس طرح شناخت کرے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی اور یہ صاحب استدراج مدعی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہ اعلم بالصواب) کہ طالب مبتدی کے لیے دونوں میں فرق و امتیاز کے لیے ایک واضح دلیل موجود ہے۔ اور وہ اس کا صحیح وجدان ہے کہ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو رب تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جان لے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف پائے گا تو معلوم کر لے کہ یہ صاحب استدراج مدعی اور جھوٹا انسان ہے۔ اور اگر اس معنیٰ میں خفا اور پوشیدگی ہے تو وہ عوام کالانعام کو ہے، راہِ حق کے طالبوں کو نہیں۔ اور عوام کا خفا خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ عوام کے خفا کا منشا انکار مرض قلبی اور آنکھوں کا پردہ ہے عوام سے بہت سی ایسی چیزیں مخفی ہیں جن کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اب ہم اس مکتوب کو بعض معارف کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو ان شکوک وشبہات کے ازالے میں تمہارے لیے نفع مند ہیں۔ جاننا چاہیے کہ **تخلق باخلاق اللہ** کے معنی جو ولایت میں ماخوذ معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کی

مناسب ہوں ۔لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی اور عموم صفات میں مشارکت ہوگی ۔خواص معانی میں مناسبت نہیں ہوسکتی کہ وہ محال ہے اور قلب حقائق کو مستلزم ہے۔

در تحقیقات ((خواجہ محمد پارسا)) ۔قدس سرہ۔ می فرماید: در مقام بیان معنی تخلقوا باخلاق اللہ (۔خود را متصف سازید بہ صفات خداوند سبحان۔) صفت دیگر ملک است و معنی ملک، متصرف بود برهمه، چون روندۂ راه، بر نفس خود متصرف شود و او را مقهور تواند داشت و تصرف او در دلها نفاذ یابد، بدین صفت موصوف شده باشد۔ صفت دیگر سمیع است و معنی سمیع شنو است۔ چون رونده راه، سخن حق را از هر کس که باشد، بی گرانی قبول کند و اسرار غیبی و حقایق به گوش جان فهم کند، بدین صفت موصوف شده باشد۔ صفت دیگر بصیر است و معنی بصیر بیناست، چون روندۂ راه را بصر بصیرت او بینا شده باشد و به نور فراست همه عیوب خود بیند و کمال حال دیگران، یعنی همه کس را بۂ از خود بیند و نیز بصیریِ حق منظور نظر او شده باشد، تا هر چه کند بر موجب پسندیده حق کند، بدین صفت موصوف شده باشد۔

صفت دیگر محی است و محی، زنده کننده بود، چون رونده راه به احیای سنت متروکه قیام نماید، بدین صفت موصوف شده باشد۔

صفت دیگر ممیت است و معنی ممیت میراننده بود، چون سالک بدعت هائی که به جای سنت گرفته اند وی منع آن بدعت ها نماید، بدین صفت موصوف شده باشد، علی هذا القیاس۔

ترجمہ: تحقیقات میں حضور سیّدی قطب الارشاد خواجہ محمد پارساؒ **تخلقوا باخلاق اللہ**، کے بیان معنیٰ کے مقام میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ملک ہے۔اور ملک کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔اور ایک صفت سمیع ہے۔اور اس کے معنیٰ سننے والے کے ہیں۔جب راہِ حق پر چلنے والا ہر کسی سے حق تعالیٰ کی باتیں گرانی اور بوجھ کے بغیر سن کر قبول کرتا ہے اور غیبی اسرار وحقائق روح کے کان سے سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور ایک صفت بصیر ہے، بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔جب سالک راہِ حق کی بصیرت کی آنکھ بینا ہوجاتی ہے اور وہ نور فراست سے اپنے تمام عیوب دیکھتا ہے، اور تمام دوسرے لوگوں کے کمالِ حال کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے۔نیز حق کا دیکھنا اس کا منظور نظر ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ کا پسندیدہ فعل ہی کرتا ہے تو اس وقت اس صفت سے موصوف قرار پاتا ہے۔اور حق تعالیٰ کی ایک صفت محی ہے۔اس کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔جب سالک راہ چھوڑ دی گئی سنت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ممیت ہے۔یعنی مارنے والا۔جب سالک ان بدعتوں سے جنہیں لوگوں نے سنت کی جگہ اختیار کیا ہوتا ہے روکتا اور منع کرتا ہے، تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔علیٰ ہذا القیاس۔

وعوام، معنی تخلق را به رنگ دیگر فهمیده اند، ناچار در تیۂ (بیابان و صحرا۔) ضلالت فرو نشسته اند، خیال کرده اند که ولی را احیای جسدی در کار است و اشیای غیبی می باید که اکثر بر وی منکشف شود امثال اینها۔ وهو کما تری من الظنون الفاسدة (۔واین چیزی که ذکر شده همان طور که می بینی از گمانهای فاسد است۔) (ان بعض الظن اثم) (حضرات/۱۲)۔

وایضاً خوارق، منحصر در احیا و امات (۔میراندن و زنده کردن۔) نیست، علوم و معارف الهامیه، از اعظم آیات است و ارفع خوارق، لهذا

معجزه قرآن از سایر معجزات اقویٰ و ابقیٰ آمد۔

چشم بکشایند که این همه علوم و معارف که در رنگ ابر نسیان می ریزند، از کجاست، علوم به این همه کثرت بتمامها۔ موافق علوم شرعیه اند، سر مویی مخالفت را گنجایش نیست، این خصوصیت، علامت صحت علوم است۔

حضرت خواجه ما۔ قدس سره۔ نوشته بودند که علوم شما همه صحیح است۔ اما چه فایده که سخن حضرت خواجه، بر شما حجت نیست، هر چند خود را هبر پرست نامید۔

زیاده چه نوشته آید و این اسولۂ شما اولاً هر چند گران نمود، اما چون باعث چندین علوم و معارف گشته و این همه سخن به تقریب آنها در گفت آمده است، نیک است۔

هیچ زشتی نیست کو را خوبی همراه نیست		زنگی شب رنگ را دندان چو دُر و گوهر است

ترجمہ: عوام نے تخلق کے معنی کچھ اور سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ولی کے لیے احیاء جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاء غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں اور بعض گمان گناہ ہیں۔ نیز خوارق صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم نشانات اور بلند درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقویٰ اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے آ رہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شرعیہ کے مطابق و موافق ہیں، ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔ ہمارے (حضور خواجہ محمد رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ) نے لکھا تھا کہ تمہارے (حضور امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔ لیکن (حضور خواجہ محمد رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ حضرت سیّدنا قطب الارشاد خواجہ رضی الدین علیہ الرحمۃ کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔ اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمانِ شیخ طریقت خیال کرتے ہیں زیادہ کیا لکھے۔ آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم ومعارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر سب باتیں دائرہ تحریر میں آ گئیں تو ٹھیک اور بہتر ہو گیا۔

هیچ زشتی نیست کو را خوبی همراه نیست		زنگی شب رنگ را دندان چو دُر و گوهر است

ترجمہ: کوئی بھی بری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خوبی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔

جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے حبشی کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

عجب کاری است که در مکتوب سابق، اخلاص بسیار ظاهر ساخته بودید و سبب آن را ظهور دو واقعۂ پی در پی نموده، نوشته بودید که اثر آن را در افاقت نیز یافت، به حدی که ندامت تمام از وضع سابق متحقق گشت و به توبه و انابت آورده و به تجدید ایمان مشرف ساخت۔

یک ماه نگذشته بود که تغییری در این وضع مفهوم گشت و به رجوع قهقری به وضع سابق انتقال حاصل آمد۔ در صدد آن آمدید که آن دو واقعه را وجهی پیدا شود که به القاء شیطانی منجر گردد و یا به غلط کشفی بکشد۔ آن چه بود و این چهست؟

بگفتا فلانی چه بد می کند		نه با من، که با نفس خود می کند

والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی اله الصلوات والتحیات والتسلیمات۔

ترجمہ: عجب کام ہے کہ آپ نے پہلے خط میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور اس کا سبب پے در پے دو واقعے کے ظہور کو قرار دے کر آپ نے لکھا تھا کہ ان کا اثر حالت ہوش میں بھی محسوس ہوا اور اس حد تک تم کو ندامت و پشیمانی لاحق ہوئی تھی کہ سابقہ طور طریقے سے توبہ اور رجوع نصیب ہوا، اور تم تجدید ایمان سے مشرف ہوئے۔ اب پھر ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ تمہاری وضع وحالت میں تبدیلی معلوم ہوئی ہے، اور پچھلے پاؤں واپس ہوکر پھر تم اپنی پہلی وضع کی طرف منتقل ہوگئے ہو یہاں تک کہ تم اس کے درپے ہوئے کہ ان دو واقعات کو تم نے القاء شیطانی یا غلط کشف کہنا شروع کر دیا وہ کیا حالت تھی اور یہ کیا حالت ہے۔

بگفتا فلانی چه بد می کند		نه با من، که با نفس خود می کند

ترجمہ: کسی نے کہا فلاں برا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کے ساتھ برا کر رہا ہے۔

ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ (علیہ الصلوات والتحیات والتسلیمات) کی متابعت کے پابند انسان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۰۷، ج ۱، ص، ۲۷۲ تا ۲۷۷، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)۔

خوارق عادات کی دو قسمیں ہیں:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ای برادر! بشنو، خوارق عادات بر دو نوع است، نوع اول علوم و معارف الهی است۔ جل سلطانه۔ که به ذات و صفات و افعال واجبی۔ جل وعلا۔ تعلق دارد و وراء طورِ نظر عقل است و خلاف متعارف و معتاد است، که بنده های خاص خود را به آن ممتاز ساخته است۔ و نوع ثانی، کشف صور مخلوقات است و اخبار از مغیبات که به عالم تعلق دارد۔

نوع اول مخصوص به اهل حق و ارباب معرفت است و نوع ثانی شامل محق و مبطل است، زیرا که اهل استدراج را نیز نوع ثانی حاصل است۔ نوع اول نزد خدا۔ جل وعلا۔ شرافت و اعتبار دارد که به اولیاء خود مخصوص ساخته است و اعدائ(دشمنان) را در آن شرکت نداده و نوع ثانی نزدِ عوام خلایق معتبر است و در انظار ایشان معزز و محترم۔ این معنی اگر چه از اهل استدراج به ظهور آید، نزدیک است، که از نادانی او را پرستش نمایند و به هر رطب و یابس (تر و خشک) که او ایشان را تکلیف نماید، مطیع و منقاد او گردانند، بلکه این محجوبان، نوع اول را از خوارق نمی دانند و از کرامات نمی شمرند۔ خوارق نزد ایشان منحصر در نوع ثانی است و کرامات به زعم این محجوبان، مخصوص به کشف صور مخلوقات است و اخبار از مغیبات۔

ترجمہ: اے بھائی! غور سے سنو کہ خوارق عادات کی دو قسمیں ہیں

قسم اول:

وہ علوم و معارف الٰہی جل سلطانہ ہیں کہ جن کا تعلق ذات وصفات اور افعال واجبی جل وعلا کے ساتھ ہے۔ اور وہ نظرِ عقل کے دائرے سے ماوراء ہیں اور متعارف ومعتاد (جانا پہچانا اور عرف وعادات) کے خلاف ہیں لہٰذا (حق تعالیٰ نے) اپنے خاص بندوں کو ان کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے اور

قسم دوم:

مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور ان (غیبی) باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں نوع اول کا تعلق اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع دوم میں محق اور مبطل (سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگ) شامل ہیں کیونکہ دوسری قسم اہل استدراج کو بھی حاصل ہے۔

قسم اول خدائے جل وعلا کے نزدیک بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے اس کو (قسم اول کو) اپنے اولیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور دوسری قسم عام خلائق کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں معزز و محترم ہے یہی باتیں (یعنی خرق عادت) اگرچہ استدراج والوں سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن ممکن ہے کہ عام لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے ان کی پرستش شروع کر دیں اور جو رطب و یابس (وہ تصنع سے کریں) اس کی وجہ سے اس کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ بلکہ یہ مجوبان (عام لوگ) قسم اول کو خوارق سے نہیں جانتے، اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم دوم میں منحصر ہے اور کرامات ان ناواقف لوگوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیب کی خبروں سے متعلق ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۹۳، ج ۱، ص ۷۱۶، ۷۱۷، مرکز تحقیق: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

ان بے وقوفوں پر افسوس ہے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

زهی بی خردان علمی که به احوال مخلوقات حاضر یا غائب تعلق دارد، کدام شرافت و کرامت در وی حاصل است، بلکه این علم شایان آن است که به جهل مبدل گردد تا نسیان از مخلوقات و احوال ایشان حاصل آید۔

معرفتِ واجبی است حق۔ تعالی و تقدس۔ که به شرافت و کرامت سزاوار است و به اعزاز و احترام شایان۔

بسوخت عقل ز حیرت کا این چه بو العجبی است		پری نهفته رخ و دیو در کرشمه و ناز

و نزدیک است به آنچه ما ذکر کردیم، آنکه ((شیخ الاسلام هروی)) و ((امام انصاری))۔ رحمه الله۔ در کتاب خود ((منازل السائرین)) و شارح آن فرموده و چیزی که نزد من به تجربه ثابت شده است، آن است که هر آیینه زیرکی و فهم ارباب معرفت حق تعالی همین در تمیز کردن ایشان است۔ آنان را که صالح حضرت حق اند۔ جل و علا۔ از آنان که صالح آن نیستند و ایشان می شناسند اهل استعداد را که به حق۔ سبحانه۔ در شدند و به حضرت جمع در رسیدند۔ همین است فراست اهل معرفت۔ و اما آنانکه مرتاض اند به گرسنگی و عزلت و تصفیهٔ باطن، به غیر از وصول به حق تعالی۔ پس ایشان را فراستی است در کشف مخلوقات و اخبار از مغیبات مختصه به خلق۔ پس ایشان خبر نمی دهند مگر از خلق، زیرا که ایشان از حق سبحانه محجوب اند۔

و اما اهل معرفت، پس خبر نمی دهند مگر از حق تعالی از جهت اشتغال ایشان به آنچه وارد می شود بر ایشان از معارف و علوم که متعلق اند به حق تعالی۔

و هر گاه اکثر افراد در عالم منقطع اند از حق۔ سبحانه۔ و مشغول اند به دنیا، قلوب شان به سوی ارباب کشف صور مغیبات و اهل

اخبار از احوال غائبۂ مخلوقات، مایل گشته است۔ از اینجاست که معظم داشتند اهل کشف و اخبار را و اعتقاد نمودند که ایشانند اهل الله، و خاصۃ الله و رو گر دانیدند از کشف اهل حقیقت و متهم ساختند ایشان را در چیزی که از حق سبحانه خبر می دهند و گفتند که اینان اگر اهل حق می بودند چنانکه گمان دارند، البته خبر می دادند ما را از احوال ما و احوال مخلوقات۔ وقتی بر کشف احوال مخلوقات قدرت ندارند، بر کشف امور بالاتر از آن، چگونہ قدرت دارند، پس اینها را تکذیب نمودند با این قیاس فاسد خویش۔

و مخفی ماند بر ایشان اخبار صحیحہ و ندانستند که حق تعالیٰ مصون داشته است ایشان را از ملاحظه خلق و مخصوص کرده است به خود۔ بر گردانیده است ایشان را از غیر خود، از جهت حمایت ایشان و رشک بردن بر ایشان و اگر می بودند ایشان ازمیل کنند گان به سوی خلق،

ترجمہ: جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت و کرامت پائی جاتی ہے بلکہ یہ علم تو اس قابل ہے کہ وہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات سے اور ان کے احوال سے نسیان حاصل ہو جائے تو وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت کے لائق ہے اور اعزاز و احترام بھی اسی کے شایان شان ہے۔

پری نهفته رخ ودیو در کرشمه و ناز		بسوخت عقل زحیرت کاین چه بو العجبی است

ترجمہ: پری چھپی ہے دکھاتا ہے دیو ناز و ادا عجب معاملہ ہے عقل جس سے حیراں ہے۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ تقریباً وہی ہے جو شیخ الاسلام عبداللہ ہروی الانصاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب منازل السائرین میں اور اس کے شارح نے فرمایا ہے کہ میرے (حضرت قبلہ درویشاں مقبول یزدانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نزدیک جو بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے کہ وہ لوگ تمیز کر لیتے کہ کون شخص حضرت حق جلّ وعلا کی بارگاہ کے شایان ہے اور کونسا نہیں۔ اور ان اہل استعداد کو بھی پہچان لیتے ہیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں مقام جمع تک پہنچے ہوئے ہیں اور یہی اہل معرفت کی فراست ہے لیکن اہل ریاضت جن کو بھوک گوشہ نشینی اور تصفیۂ باطن کے ذریعہ وصول الی الحق کے بغیر فراست حاصل ہوتی ہے ان کی فراست یہ ہے کہ مخلوقات کی تصویروں کے کشف کرتے اور غیب کی خبریں دیتے ہیں جو مخلوقات سے مختص ہیں لہٰذا یہ لوگ صرف مخلوقات ہی کی خبریں دے سکتے ہیں (اس کا حق سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی سے کوئی واسطہ نہیں) کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے محجوب (حجاب میں) ہوتے ہیں اور چونکہ اہل معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مشغول رہتے ہیں اور جو علوم و معرفت ان پر وارد ہوتے ہیں (ان کی روشنی میں) وہ جو خبریں دیتے ہیں وہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے دیتے ہیں اور چونکہ اکثر دنیا داروں کے دل حق سبحانہ وتعالیٰ سے منقطع ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں ہمہ تن مشغول ہیں اس لئے ان کے دل ارباب کشف اور غیب کی خبریں دینے والوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان کو بزرگ جانتے ہیں اور یہ اعتقاد کر لیتے ہیں کہ یہ لوگ اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے منہ موڑ لیتے ہیں اور وہ (اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)) جو کچھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ان کو بتاتے ہیں اس کے ساتھ ان کو اتہام لگاتے ہیں اور اہل دنیا کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں تو یہ ضرور ہمارے احوال اور مخلوقات کے احوال سے ہم کو خبر دیتے اور یقیناً جب یہ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قدرت نہیں رکھتے تو امور

اعلیٰ کے کشف پر کس طرح قادر ہو سکتے ہیں اہل دنیا اس خام خیالی کی وجہ سے ان کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور صحیح خبروں سے ناواقف رہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو خلق کے ملاحظہ سے محفوظ کر کے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اپنے ماسوا سے ان کی حمایت پر اشک کرنے کی وجہ سے ان کو دور کر دیا ہے۔

شایان حق۔ سبحانہ۔ نمی بودند۔ و ہر آیینہ دیدہ ایم اہل حق را چون بہ جانب کشف صور، ادنی التفاتی نمودند، یافتند از آن چیزی را کہ، غیر ایشان بر درکش قدرتی ندارد۔

• و فراستی کہ اہل معرفت داشتہ اند فراستی است در چیزی کہ بہ حق سبحانہ تعلق دارد و در چیزی کہ قریب بہ وی است۔ عز اسمہ۔ و اما فراست ارباب صفا کہ خارج اند و متعلق بہ خلق پس نہ بہ جناب حق سبحانہ مر او را تعلقی است و نہ بہ چیزی کہ قریب است بہ وی۔ جل سلطانہ۔ و شریک اند در وی اہل اسلام و نصاری و یہود و طوائف دیگر از خلق، زیرا کہ وی را نزد حق۔ سبحانہ۔ منزلتی نیست کہ، مخصوص کند آن را بہ اہل خود۔

ترجمہ: تو وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہوتے اور یقیناً ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ صورتوں کے کشف کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کرتے ہیں تو وہ کچھ پا لیتے ہیں جو دوسرے ان کی فراست کے ادراک پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے جیسی کہ اہل معرفت رکھتے ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ اور ان چیزوں سے جو اس کے قریب ہیں تعلق رکھتی ہے لیکن ارباب صفا جو اس خصوصیت سے خارج ہیں اور مخلوق سے متعلق ہیں ان کی فراست نہ تو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے قرب رکھنے والی چیزوں سے اور اس فراست میں مسلمان نصاریٰ یہودی اور دوسرے گروہ بھی شامل ہیں کیونکہ اس فراست میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک کوئی بزرگی نہیں ہے جس سے وہ اپنے خاص بندوں کو مخصوص فرماتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۹۳، ج ۱، ص ۷۱۷، تا ۷۱۹، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

سنو! سنو! خرق عادات کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم تو وہ ہے جو حضرات انبیاء ﷺ سے ظہور پذیر ہوئیں جسے معجزات کہا گیا ان کا اظہار واجب ہے، اگر چہ ان بزرگوں عام انبیاء پر عموماً اور حضرت خاتمیت رسالت ﷺ پر خصوصاً صلوٰۃ وسلام ہو کی بعثت کا مقصد خلق خدا کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے، اور دوسری قسم اولیاء کرام (علیہم الرضوان) سے ظہور میں آنے والی ہیں ان کو ظاہر کرنے سے زیادہ چھپانا ہی بہتر ہے، لیکن ان اولیاء میں سے ایک جماعت تو ان کرامات کے اظہار پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مامور ہوتی ہے اور وہ اہل خدمات ہیں مثلاً وہ خدمت قطبیت، غوثیت اور امامت وغیرہ اگر چہ یہ بھی دعوت وارشاد خلق پر مامور ہوتے ہیں، لیکن عوام کی نظر تو ان کے خرق عادت پر ہی لگی ہوتی ہے اس لئے ان اکابر سے ایک قسم کی خرق عادت جلوہ گر ہوتی ہے جسے کرامت کہا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کہ اولیاء کی کرامات برحق ہیں...... اولیاء سے جو خوارق عادات ظہور میں آتی ہیں کرامت کا نام دیا جاتا ہے اسے تصرف بھی کہا جاتا ہے، کرامت کی ایک اور قسم ایسی ہے جو عام مومنوں سے سرزد ہوتی ہے لیکن یہ شاذ و نادر ہی ظہور میں آتی ہے اسے ''فراست'' کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ تو اللہ عزوجل کے (عطا کردہ) نور سے دیکھ لیتا ہے'' شاید اسی پر شاہد ہے، اور (خرق عادت) کی وہ قسم جو کفار نا ہنجار مثلاً جوگیہ، براہمہ اور فلاسفہ سے ظہور میں آتی ہے اسے ''استدراج'' کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیۃ شریفہ ان کے حسب حال ہے (ترجمہ) ''(کفار نے مکر کیا) اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ ﷻ سب سے زیادہ خفیہ تدبیر والا ہے'' (خرق عادت) کی ایک اور قسم وہ ہے جو جھوٹے جادوگروں سے ظہور میں آتی ہے جسے جادو کہا جاتا ہے کیوں

کہ جادو برحق ہے اور جادوگر کافر، ان کے حال کی خبر دیتا ہے۔

جب یہ تمام معاملات و امور واضح ہو گئے تو اب میں یہ کہتا ہوں کہ اس امت کے اولیاء سے ہر وقت کرامات سرزد ہوتی رہتی ہیں، کبھی کم اور کبھی زیادہ کے تفاوت کا سبب یہ ہے کہ یہ عظیم الشان طبقہ اپنے ''عروج'' کے وقت بہت بلندی پر چلا جاتا ہے اور ''نزول'' کے وقت بہت نیچے آجاتا ہے، زیادہ تر انہی حضرات سے خوارق سرزد ہوتے ہیں، اس جماعت کے مقابلہ میں جس کو زیادہ نزول ہوتا ہے جبکہ معاملہ فضل اس کے برعکس ہے اور جن کو ''عروج کامل'' کے بعد بہت ہی نزول ہوتا ہے سے زیادہ افضل ہیں اور وہ نزول کم کرتے ہیں، جیسا کہ سرور دو عالم ﷺ عروج کے وقت بہت بلندی پر تشریف فرما ہوتے اور نزول کے وقت بہت ہی نیچے تک تشریف لاتے ان کی دعوات، خلقت میں شمولیت بھی ہوتی۔ بے شک نبوت اور رسالت ولایات ثلاثہ صغریٰ، کبریٰ اور علیا کے انوار سے ماخوذ ہیں، ان کے سمندروں کے قطرات ہیں اور مقطعات قرآن دراصل ان کے اسرار کے رموز ہیں، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وانصارہ)

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

قدسیہ: کرامتے کہ ارباب ارشاد را ضروری ست، آنست کہ مریدان رشید را از خلقے بہ خلقے برندو از حالے بحالے گذرانندو مسترشد سعادت نشان ہر زمانے از مرشد خویش کرامات و خوارق عادات مشاہدہ می نماید و در خود آثار تصرفات پیدا و ہویدامعاینہ می فرماید۔ اولیاء اللہ را لازم نیست کہ بر عامۂ خلق اللہ اظہار خوارق نمایند بلکہ معاملہ ولایت باستتار الیق است ''اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری برین مدعا شاہد عدل است۔ گفتہ اند''عقوبۃ الانبیاء حبس الوحی و عقوبۃ الاولیاء اظہارا لکرامات و عقوبۃ المومنین التقصیر فی الطاعات

ترجمہ: قدسیہ: (حضرت سیدنا امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) رشد و ہدایت کیلئے یہ کرامت ضروری ہے کہ مریدان رشید کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو لے جائے اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف گزارے اسی طرح سعادت مند مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر دم اپنے مُرشِد سے کرامات اور خوارق کا مشاہدہ کرتا رہے (یعنی شریعت سے رغبت) اور اپنے اندر اس کے تصرفات کے آثار معائنہ کرتا رہے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کیلئے لازم نہیں ہے کہ عام لوگوں پر اپنے خوارق (کرامت) کا کسی طرح اظہار کریں بلکہ ولایت کا معاملہ تو پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے

حدیث قدسی ''اَوْلِیَائِیْ تَحتَ قَبَائِیْ لَایَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ'' **ترجمہ:** میرے اولیاء میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں کوئی ان کو میرے سوا نہیں جانتا اس حدیث شریف سے اس مقصد کی دلیل ملتی ہے اور کہا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے عقوبت یہ ہے کہ وحی بند ہو جائے اور اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) کیلئے عقوبت یہ ہے کہ ان کی کرامات ظاہر ہو جائیں اور مومنوں کیلئے عقوبت یہ ہے کہ ان کی عبادت میں کمی واقع ہو جائے۔

(حضرات القدس، ص، ۱۶۱، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

حضرت خواجۂ خواجگان شیخ بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمہ فرمایا

کہ کرامت کہ ارباب ارشاد کو ضروری ہی یہ ہے۔ کہ مریدان رشید کی تبدیل اخلاق کرائیں۔ اور ایک حال سے دوسرے حال پر پہنچائیں۔ اور مرید سعادت مند ہر روز اپنے مرشدوں سے کرامتیں مطالعہ کرتا ہے۔ اور اپنے میں آثار تصرف پیر پاتا ہے۔ اور مریدوں کے علاوہ اوروں کو کرامات دکھانا اولیاؤں کو

کچھ ضرورت نہیں۔ کہ معاملہ ولایت پوشیدہ بہتر ہے۔

(زبدۃ المقامات، ص، ۳۴۰)

کسی بزرگ سے خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی ولایت اکمل ہوتی ہے:

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما! چون مبحث ولایت در میان است و نظر عوام بر ظهور خوارق، از این مقوله سخنی چند مذکور می سازد، استماع خواهند فرمود۔

ولایت عبارت از فنا و بقاست که خوارق و کشوف از لوازم آن است؛ قلت او کثرت (کم باشد یا زیاد) لیکن نه هر که خوارق بیشتر دارد، ولایت او اتم و اکمل بود، بلکه بسا است که خوارق کمتر ظاهر شود و ولایت اکمل بود۔

و مدارِ کثرت ظهور خوارق بر دو چیز است: در وقت عروج، بلندتر رفتن و در وقت نزول، کمتر فرود آمدن، بلکه اصل عظیم در ظهور کثرت خوارق، قلت نزول است، جانب عروج به هر کیف که باشد، زیرا که صاحب نزول به عالم اسباب فرود می آید و وجود اشیا را مربوط به اسباب می یابد و فعل مسبب الاسباب را در پیش پردۂ اسباب الاسباب است و بس۔ زیرا که اسباب به تمام از نظر او مرتفع گشته است۔ لاجرم حضرت حق۔ سُبحَانَہٗ وَتَعالیٰ۔ به مقتضای ظن هر کدام با هر کدام علیحده معامله می فرماید و کارِ اسباب بین را به اسباب می اندازد و آنکه اسباب را نمی بیند کار او را بی توسط اسباب مهیا می سازد و حدیث قدسی ((انا عند ظن عبدی بی))، شاهد این معنی است۔

تا مدتها به خاطر می خلید (می گذشت) که وجه چیست که اولیاء اکمل این امت بسیار گذشته اند، اما آن قدر خوارق که از حضرت ((سید محی الدین جیلانی)) ۔ قدس سره۔ ظاهر گشته است، از هیچ کدام آنها ظهور نیافته۔ آخر الامر حضرت حق ۔ سبحانه۔ سر این، معمارا ظاهر ساخت و معلوم فرمود که عروجِ ایشان از اکثر اولیاء بلندتر واقع شده است و در جانب نزول تا مقام روح فرود آمده اند، که از عالم اسباب بلندتر است۔

ترجمہ: میرے مخدوم: چونکہ ولایت کی بحث درمیان میں ہے اور عوام کی نظر خوارق (کرامات) پر ہے اس لئے اس ضمن میں چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں ذرا غور سے سنیں ولایت سے مراد فنا و بقا ہے اور خوارق و کشفیات خواہ کم ہوں یا زیادہ اس (فنا و بقا) کے لوازم میں سے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم و اکمل ہو بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ (کسی بزرگ سے) خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی ولایت اکمل ہوتی ہے اور خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے عروج کے وقت میں بہت زیادہ عروج کرنا اور نزول کے وقت میں بہت کم نیچے اُترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں کلیہ قاعدہ قلت نزول یعنی کم نزول کرنا ہے خواہ وہ عروج کی جانب کسی بھی کیفیت سے ہو کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اُترتا ہے اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ پاتا ہے اور مُسَبِّبُ الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے جس شخص نے نزول نہیں کیا اور نزول کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ (مُسَبِّبُ الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث) تمام اسباب اس کی نظر سے مُرتَفِع (اُٹھ

گئے) ہیں پس حق سبحانہ وتعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیٰحدہ علیٰحدہ معاملہ کرتا ہے اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام بغیر وسیلے کے مہیا کر دیتا ہے حدیث قدسی ''انا عند ظن عبدی بی'' (میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) اس مطلب پر دلیل ہے بہت مدت تک دل میں یہ خلش رہی کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت شیخ الجن والانس سلطان العارفین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے ظاہر ہوئے ہیں اس قدر خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے آخر کار حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس معمّا کا راز ظاہر کر دیا اور معلوم ہوا۔ کہ ان کا عروج اکثر اولیاء سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اُترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

مناسبِ این مقام حکایت ((خواجه حسن بصری)) و ((حبیب عجمی)) است۔ قدس سرهما۔ منقول است که روزی ((خواجه حسن بصری)) بر لب دریا ایستاده بود و انتظار کشتی می برد، که از آب بگذرد و در این اثناء ((حبیب عجمی)) رسید، پرسید که چرا ایستاده اید، گفت انتظار کشتی می برم۔ ((حبیب)) گفت چه احتیاج کشتی است۔ شما یقین ندارید۔

((خواجه حسن بصری)) گفت: تو علم نداری۔ ((حبیب)) بی اعانت (بدون کمک کشتی) کشتی از آب گذشته، رفت و ((خواجه)) در انتظار کشتی استاده ماند۔ ((حسن بصری)) چون به عالم اسباب فرود آمده بود با او به توسط اسباب معامله می فرمودند و ((حبیب عجمی)) چون اسباب، را درست از نظر انداخته بود، بی توسط اسباب به او زندگانی می کردند، اما فضل ((حسن)) (فضیلت و بزرگی، از آن شیخ حسن است۔) راست، که صاحب علم است و عین الیقین را به علم الیقین جمع ساخته است و اشیاء را چنانکه هست، دانسته۔ چه [در] نفس الامر قدرت را در پسِ حکمت مستور ساخته اند و ((حبیب عجمی)) صاحب سکر است۔ یقینی به فاعل حقیقی دارد بی آنکه اسباب را مدخلتی بود۔ این دید مطابق نفس الامر نیست۔ زیرا که توسط اسباب به حسب واقع کائن است، اما معامله تکمیل، و ارشاد برعکس معامله ظهور خوارق است۔

ترجمہ: حکایت اس مقام کے مناسب ہے منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ دریا کے کنارے کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے تاکہ دریا سے پار ہوں اسی اثنا میں حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ بھی آنکلے اور پوچھا کہ آپ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ) یہاں کیوں کھڑے ہیں فرمایا کہ کشتی کا انتظار ہے حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ نے کہا کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ) یقین نہیں رکھتے حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ نے کہا کیا آپ (حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ) علم نہیں رکھتے غرض کہ حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ کشتی کے بغیر دریا سے گذر گئے اور حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے سے معاملہ فرماتے تھے اور حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر انداز کر دیا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے کے بغیر معاملہ کرتے تھے لیکن فضیلت حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری ؒ کے لیے ہے جو صاحب علم ہیں اور جنھوں نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کر لیا ہے اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں سمجھ لیا ہے کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت میں پوشیدہ رکھا گیا ہے حضرت شیخ المشائخ حبیب عجمی ؒ سکر میں ہیں اور فاعل حقیقی پر ایک ایسا یقین رکھتے ہیں جس میں اسباب کا کچھ دخل نہیں ہے یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اسباب کا ذریعہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن لیکن تکمیل وارشاد کا

معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔

زیرا که در مقام ارشاد هر چند نازلتر، کاملتر که در ارشاد حصول مناسبت در میان مرشد و مسترشد در کار است که منوط به نزول است و بدانند که اغلب آن است که هر چند بالاتر رود، پایان تر فرود آید۔

لهذا حضرت رسالت خاتمیت۔ علیه و علی اله الصلوة و السلام و التحیة۔ از همه بالاتر رفت و در وقت نزول از همه پایان تر فرود آمد۔ از اینجاست که دعوت او اتم گشت و به کافهٔ انام (تمام انسان ها) مُرسل شد، چه به واسطه نهایت نزول، مناسبت به همه پیدا کرد و راه افاده تمامتر گشته۔

و بسیار است که از متوسطان این راه آن قدر افاده طالبان به وقوع آید که از منتهیان غیر مرجوع میسر نشود، زیرا که متوسطان، بیشتر مناسبت دارند به مبتدیان از منتهیان غیر مرجوع۔

ترجمہ: کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ کامل تر ہوتا ہے۔ کیونکہ ارشاد کے معاملے میں اور مسترشد کے درمیان وہ مناسبت ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہوتی ہے اور جاننا چاہیئے کہ اغلب یہی ہے کہ جو شخص جس قدر اوپر جاتا ہے اسی قدر سب سے نیچے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار اسب انبیاء کرام ﷺ سے اونچے گئے لیکن نزول کے وقت سب سے نیچے اُتر آئے اسی لئے آپ ﷺ کی دعوت اکمل واتم ہوئی اور کل کی کل مخلوق کے لئے مرسل ہوئے کیونکہ آپ نے نہایت نزول کی وجہ سے سب سے مناسبت پیدا فرمائی اور افادہ کا راستہ مکمل ہوگیا اور بسا اوقات اس راہ (سلوک) کے متوسطین کے ذریعے طالبوں کو فائدہ واقع ہوتا ہے جو کہ غیر مرجوع منتہیوں سے بھی میسر نہیں ہوتا کیونکہ غیر مرجوع منتہیوں کے مقابلے میں ان متوسطین کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔

از اینجاست که شیخ الاسلام هروی۔ قدس سره۔ گفته که اگر ((خرقانی)) و ((محمد قصاب)) به جای بودندی (اگر در قید حیات می بودند) من شما را به وی فرستادمی نه به خرقانی، که وی شما را سود مندتر بود از ((خرقانی)) یعنی ((خرقانی)) منتهی بود، مرید از وی بهره کمتر یافته، یعنی منتهی غیر مرجوع، نه منتهی مطلقاً، که عدم افاده تام در حق او غیر واقع است۔ زیرا که محمد رسول الله۔ صلی الله تعالی علیه و اله وسلم۔ منتهی تر بود از همه و حال آنکه افاده او از همه زیاده تر بود۔

پس مدار زیادتی افاده و کمتر آن بر رجوع و هبوط آمد، نه بر انتها و عدم انتها۔ اینجا دقیقه ایست باید دانست که همچنان که در حصول نفسِ ولایت مر ولی را علم به ولایت خود شرط نیست، چنانکه مشهور است، علم به وجود خوارق خود هم شرط نیست، بلکه بساهست که مردم از وی خوارق نقل کنند و او را از آن خوارق اصلاً اطلاع نه۔ و اولیای که صاحب علم و کشف اند جائز هست که بر بعض از خوارق خود اطلاع پیدا نکنند، بلکه صوَر مثالیه ایشان را در امکنه متعدده ظاهر سازند و در مسافات بعیده کارهای عجیبه و غریبه، از آن صور به ظهور آرند، که صاحب آن صور را از آنها اصلاً اطلاعی نیست

از ما و شما بهانه برساخته اند

ترجمہ: یہی سبب ہے کہ حضرت سیدنا شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہروی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ اور حضرت شیخ المشائخ محمد

قصاب علیہ الرحمہ (بقید حیات) ہوتے تو میں تم کو (حضرت شیخ المشائخ محمد قصاب علیہ الرحمہ) کے پاس بھیجتا اور خرقانی (حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ) کی طرف نہ جانے دیتا کیونکہ وہ خرقانی (حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ) کی نسبت تمہارے لئے زیادہ سودمند ہوتے یعنی خرقانی (حضرت شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ) منتہی تھے (لیکن) مریدان سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ منتہی مطلق کہ مکمل افادہ کا کالعدم ہونا ان کے حق میں غیر واقع ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ سب سے زیادہ منتہی تھے حالانکہ آپ (حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ) کا افادہ سب سے زیادہ ہے لہٰذا افادہ کی کمی اور زیادتی کا انحصار رجوع اور ہبوط پر منحصر ہے نہ کہ انتہا عدم انتہا پر یہاں ایک نکتہ ہے جس کو ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح نفس ولایت حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے اس کے خوارق نقل کرتے ہیں (حالانکہ) اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم وکشف ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کو بھی اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی صور امثالیہ (مثالی صورتوں) کو (کارکنان قضا وقدر) متعدد مقامات پر ظاہر کردیں اور دور دراز مقامات پر عجیب وغریب امور ان صورتوں سے ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صاحب صورت (اولیاء کو) ہرگز اطلاع نہ ہو۔

از ما و شما بهانه برساخته اند

ترجمہ: بہانہ ہم سے تم سے ہے بنایا۔

حضرت مخدومی قبله گاهی۔ قدس سره۔ می فرمودند که عزیزی می گفت عجائب کار و بار است۔ مردم از اطراف و جوانب می آیند۔ بعضی می گویند که تو را در مکه معظمه دیده ایم و در موسم حج زیارت حاضر بوده اید و به اتفاق حج کرده ایم و بعضی دیگر می گویند که، تو را در بغداد دیده بودیم و اظهار آشنایی می نمایند۔ من هر گز از خانه خود نه برآمده ام و هر گز این قسم مردم را ندیده ام۔ چه تهمتی است که بر من می کنند و الله سبحانه اعلم بحقائق الامور کلها۔

لوگ کہتے ہیں ہم نے آپ کو کہاں کہاں دیکھا:

ترجمہ: حضرت مخدومی قبلہ گاہی (قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ اطراف وجوانب سے (میرے پاس) آتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ (قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے (بلکہ) ہم نے آپ (قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کے ساتھ مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ (قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کو بغداد میں دیکھا تھا اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ میں (قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں۔

و الله سبحانه اعلم بحقائق الامور کلها" ترجمہ: سب کاموں کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۲۱۶، ج ۱، ص ۴۱۷، تا ۴۲۰، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

ولی کو ولایت کا علم ہونے کی بھی ضرورت نہیں:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

سؤال: چون ظہور خوارق در ولایت شرط نبود، ولی از غیر ولی چگونہ متمیز شود و محق از مبطل چہ نوع جدا گردد؟

جواب: گو متمیز نشود و گو محق و مبطل ممتزج بود، اختلاط حق بابا طل لازم این نشأ دنیوی است علم بہ ولایت ولی ہیچ در کار نیست، بسیار از اولیاء اللہ اند کہ بہ ولایت خود اطلاع ندارند فکیف دیگری را اطلاع بر ولایت شان لازم بود۔ در نبی از خوارق چارہ نبود، تا نبی از غیر نبی متمیز شود کہ علم بہ نبوت نبی واجب است وولی چون بہ شریعت نبی خود دعوت می نماید، معجزۂ او را کافی است، اگر ولی بہ، ماوراء شریعت نبی خود دعوت می نماید، معجزۂ او را کافی است اگر ولی بہ ماوراء شریعت نبی خود دعوت نمی نمود از خارق چارہ نبود و چون او مخصوص بہ شریعت نبی است، خارق ہیچ در کار نیست۔ علماء دعوت بہ ظاہر شریعت می نمایند و اولیاء ہم، دعوت بہ ظاہر شریعت می نمایند و ہم دعوت بہ باطن شریعت می فرمایند (اولیائ) اول مریدان و طالبان حق را بہ توبہ و انابت، دلالت، می نمایند و بہ، اتیان احکام شرعیہ ترغیب می فرمایند و ثانیاً بہ ذکر حق۔ جل سلطانہ۔ راہ می نمایند و تأکید می فرمایند کہ، جمیع اوقات خود را، مستغرق ذکر الٰہی۔ جل سطانہ۔ دارد، بہ حدی کہ این ذکر استیلا فرماید و غیر مذکور، ہیچ چیز را در دل نگذارد تا آنکہ نسیانی از جمیع ماسوای مذکور حاصل گردد، کہ اگر بہ تکلف یاداشیا نماید، بہ یادش نیاید۔ یقین است کہ ولی را از برای، این دعوت کہ، بہ ظاہر شریعت و بہ باطن شریعت متعلق است، خوارق چہ در کار است پیری و مریدی عبارت است از این دعوت کہ، بہ خارق کار ندارد و بہ کرامت، او رامساس نست، یا آنکہ گوییم کہ مرید رشید و طالب مستعد ہر ساعت در سلوک طریق، خوارق، و کرامات پیر احساس می، نماید۔

ترجمہ: سوال: جب ولایت میں ظہور خوارق شرط نہیں ہے تو ولی غیر ولی سے کیسے ممتاز ہوگا اور اہل حق اور اہل باطل میں کس طرح تمیز ہوگی؟

جواب: اگر چہ وہ ممتاز نہ ہو سکے اور اہل حق اور اہل باطل باہم مختلط رہیں (تو اس میں کیا حرج ہے) کیونکہ دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور لوگوں کو ولی کی ولایت کا علم ہونے کی بھی ضرورت نہیں بکثرت اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ایسے ہیں جن کو اپنی ولایت کی خود خبر نہیں تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت سے واقف ہونا کس طرح ضروری ہوگا البتہ نبی ﷺ کو خوارق (معجزات) کے بغیر چارہ نہیں تا کہ نبی ﷺ اور غیر نبی میں امتیاز ہو سکے کیونکہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نبوت کا علم ہونا واجب ہے اور چونکہ ولی اپنے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق مخلوق کو دعوت دیتا ہے لہٰذا نبی ﷺ کا معجزہ ہی اس کے لئے کافی ہے اگر ولی اپنے نبی ﷺ کی شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی دعوت دیتا تو خوارق کے بغیر چارہ نہ ہوتا اور چونکہ اس کی دعوت نبی ﷺ کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے اس کو خوارق درکار نہیں ہیں علماء صرف ظاہر شریعت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اولیاء ظاہر شریعت کی طرف بھی دعوت دیتے ہیں اور باطن شریعت کی دعوت بھی سب سے پہلے وہ مریدوں طالبان حق کو توبہ اور رجوع (الی اللہ) کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کی بجا آوری کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر حق جل سلطانہ کی راہ بتاتے ہیں اور تاکید فرماتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل سلطانہ میں مشغول رکھیں یہاں تک کہ ذکر غالب آجائے اور مذکور (اللہ ﷻ)

کے علاوہ کوئی چیز بھی دل میں نہ رہے اور تمام ماسوی سے ایسا نسیان حاصل ہو جائے کہ اگر تکلف سے بھی چیزوں کو یاد کرے تو بھی یاد نہ آئیں یقینی بات ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جس کا تعلق ظاہری شریعت اور باطنی شریعت سے ہے خوارق کی کیا ضرورت ہے۔ پیری مریدی سے مراد یہی دعوت ہے جس کو خوارق سے کوئی واسطہ نہیں اور اس کا کرامت سے بھی کوئی تعلق نہیں پھر بھی ہم کہتے ہیں۔ کہ مرید رشید اور طالب مستعد ہر وقت راہ سلوک میں اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا رہتا ہے۔

و در معامله غیبی، هر زمان از وی مددی می خواهد و می یابد و ظهور خوارق نسبت به دیگران در کار نیست، امانسبت به مریدان کرامات، در کرامات، و خوارق نسبت به دیگران در کار نیست، امانسبت به مریدان کرامات در کرامات، و خوارق در خوارق است، چگونه مرید احساس خوارق پیر نکند، که پیر دل مرده را زنده گردانیده است و به مشاهده و مکاشفه رسانیده (است) نزد عوام، احیای جسدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برهان رفیع الشان است (خواجه محمد پارسا)۔ قدس سره۔ در رساله (قدسیه) می فرماید که احیای جسدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اهل الله از آن احیا اعراض نموده به احیای روحی پرداخته اند و متوجه احیای دل مردهٔ طالب گشته اند والحق که احیای جسدی نسبت به احیای قلبی، کالمطروح فی الطـ ، است و نظر به این، داخل، عبث چه، این احیا سبب حیات چند روزه است، وسیلهٔ حیات دائمی است۔

ترجمہ: اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد چاہتا ہے اور مدد پاتا ہے البتہ دوسروں کے لئے ظہور خوارق کی نسبت ضروری نہیں ہے لیکن مریدوں کے لئے یہ نسبت کرامات در کرامات اور خوارق در خوارق ہے مرید اپنے پیر کے خوارق کا احساس کیوں نہ کرے کہ پیر نے اس کے مردہ دل کو زندہ کیا ہے اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچایا ہے عوام کے نزدیک جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان کام ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح (سر، خفی، اخفی، نفس، قالب) کو زندہ کرنا رفیع الشان دلیل ہے شیخ کبیر حضرت خواجہ محمد پارساؒ (رسالہ قدسیہ) میں فرماتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک جسم کا زندہ کرنا بڑا اعتبار رکھتا ہے۔ اس لئے اہل اللہ اس احیاء سے منہ موڑ کر احیائے روحی میں مشغول ہوئے اور طالبوں کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کی طرف توجہ دی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ احیائے جسدی (جسم) کی نسبت احیائے قلبی کے ساتھ سر راہ بیکار پڑی ہوئی چیز کے مانند ہے اور اس پر نظر ڈالنا بھی بے فائدہ ہے کیونکہ یہ احیاء جسدی (جسمی) چند روزہ دنیاوی زندگی کا سبب ہے۔ وہ احیاء (قلبی) دائمی (اخروی) زندگی کا وسیلہ ہے۔

، بلکه گوییم که فی الحقیقت وجود اهل الله کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مر خلق را به حق ـ جل سلطانه ـ رحمتی است از رحمت های حق ـ جل سلطانه ـ واحیای قلوب اموات، ایتی است از آیت های عظمی۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بهم یمطرون وبهم یرزقون) در شأن شان است کلام شان دوا است و نظر شان شفا۔ هم جلساء الله و هم قوم لا یشقی جلیسهم ولا یخیب انیسهم۔ علامتی که محق این طایفه از مبطل اینها جدا شود، آن است اگر شخصی باشد که استقامت بر شریعت داشته باشد و در مجلس او دل را به حضرت حق ـ سبحانه و تعالیٰ ـ میلی و توجهی پیدا می گردد و برودتی از ماسوی مفهوم می شود، آن شخص محقق است و در عداد اولیا ست ـ علی تفاوت الدرجات این هم نظر به ارباب مناسبت است، بی مناسبت محض، محروم مطلق است

هر که او روی به بهبود نداشت		دیدن روی نبی سود نداشت

ترجمہ: بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں اہل اللہ کا وجود ہی کرامات میں سے ایک کرامت ہے اور ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کو دعوت دینا حق جل سلطانہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ قلوب کا زندہ کرنا حق جل وعلا کی آیتوں میں سے ایک آیت (نشانی) عظمی ہے وہ (اللہ والے) اس زمین کے باشندوں کے لئے امان ہیں اور غنیمت روزگار ہیں بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ (ان کے طفیل بارش ہوتی ہے اور ان کے وسیلے سے (لوگوں کو) رزق دیا جاتا ہے) یہ ان ہی کی شان میں ہے ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے:

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَلَا يَخِيْبُ اَنِيْسُهُمْ

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا اور ان سے دوستی رکھنے والا نامراد نہیں ہوتا۔

اور اس طائفہ کی وہ علامت جو اہل حق کو اہل باطل سے جدا کرتی ہے۔ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت (محمدی ﷺ) پر استقامت رکھتا ہو اور اس کے مجلس میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دل میں رغبت اور توجہ پیدا ہو اور ماسوی سے دل سرد ہو جائے تو وہ شخص سچا ہے اور تفاوت درجات کے ساتھ اس کا شمار اولیاء میں سے ہے اور یہ امتیازی علامت بھی ارباب مناسبت کے اعتبار سے ہے ورنہ بے مناسبت وا لا مطلقاً محروم ہے۔

هر که او روی به بهبود نداشت	دیدن روی نبی سود نداشت

ترجمہ: جس کی قسمت میں بھلائی ہی نہ تھی کیا مفید اس کو تھا دیدار نبی ﷺ

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۹۲، ج ۲، ص ۲۸۱، تا ۲۸۳، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

دیگر پرسیده بودند که خوارق افضل اند یا معارف و اگر معارف افضل اندپس همه فاسق و فاجر معارف می گویند و بیان می کنند و خوارق از این قسم نیست۔ بدانند که معارف الٰهی تعالیٰ افضل از خوارق عادات و کشف مغیبات از مخلوقات است زیرا که معارف کشف اسرار ذات و صفات واجبی است تعالیٰ و تقدس و خوارق کشف احوال مخلوقات است پس چنانکه فرق در خالق و مخلوق ست، فرق در معارف و خوارق باید تصور نمود که اول متعلق بخالق است تعالیٰ و تقدس و ثانی متعلق بمخلوق و نیز معارف صحیحه داخل کمال ایمان است و سبب از دیاد آن و خوارق نه این چنین است و هیچ کمال انسانی بآن وابسته نیست اینقدر بست که بعضے کاملان را حاصل می شود و نیز تفاضل اهل الله بمعارف الٰهی است جل سلطانه و بکشف اسرار ذات و صفات تعالیٰ و تقدس نه بکشف و کرامات اگر خوارق عادات از معارف الٰهی افضل باشد باید که خوگیه و براهمه که بر ماضیات اظهار خوارق می نمایند از کمل اهل الله که، در معارف قدم راسخ دارند و باظهار خوارق التفات نمی فرمایند و توجه بکشف احوال مخلوقات باوجود توجه بخالق تعالیٰ تنزل خود می انگارند افضل باشند عجب سوال عامیانه نموده اند خوارق عادات هیچ دلیل کمال و قرب الٰهی نیست که اهل بطالت رانیز حاصل است مدار آن بر جوع و ریاضت است بقرب و معرفت کارے ندارد و طالب کشف و کرامات طالب و گرفتار ماسوا است و از قرب، و معرفت بے نصیب۔

شعر

زابلیس لعین بے سعادت		شود پیدا هزاران خرق عادت
گھے از در در آید گاہ از بام		گھے در دل نشیند گہ در اندام
رها کن ترهات و شطح و طامات		خیال نور و اسباب کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی است		جز این کبر و ریاؤ عجب و هستی است

ترجمہ: نیز آپ نے پوچھا تھا کہ خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارق عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس ذات وصفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارق مخلوقات کے حالات کا کشف ہے پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف وخوارق میں بھی ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارف ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال ان سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کاملین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارف الٰہی جل سلطانہٗ کی وجہ سے اور ذات وصفات تعالیٰ وتقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف وکرامات کیساتھ اگر خوارق عادات معارف الٰہی سے افضل ہوتے تو جوگیوں اور برہمنوں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کامل اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ وتقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجیب عامیانہ سوال کیا ہے خوارق عادات کمال وقرب الٰہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہل باطل کو بھی حاصل ہیں ان کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب ومعرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف وکرامات کا طالب ماسواء کا طالب اور اس کا گرفتار قرب ومعرفت سے بے نصیب ہے

شعر

زابلیس لعین بے سعادت		شود پیدا هزاران خرق عادت
گھے از در در آید گاہ از بام		گھے در دل نشیند گہ در اندام
رها کن ترهات و شطح و طامات		خیال نور و اسباب کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی است		جز این کبر و ریاؤ عجب و هستی است

ترجمہ: بداطوار لعین ابلیس سے ہزاروں خرق عادت (کرامات) ظاہر ہوتی ہیں کبھی وہ دروازے سے داخل ہوتا ہے کبھی چھت سے کبھی وہ دل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں لغویات خلاف شرع کلمات شیخی کی باتیں نور کے خیالات اور کرامات کے اسباب ترک کردے تیری کرامات حق پرستی میں ہیں اس کے ماسوا تکبر وغرور وعجب اور خود پنداری ہے۔

یعنی کمال مرتبۂ انسانی در فنا و نیستی است و غرض از طاعت و عبادت و سلوک و ریاضت فی الحقیقۃ آنست کہ سالک بر

عدمیت ذاتی خود عالم و بینا گردد و داند که هستی و توابع آن بالاصالت خاصۂ مرتبہ و جوب است تعالیٰ و هر گاه که خواهد اظهار کرامت و خرق عادت نماید و عوام را معتقد خود گرداند و خود را بدین سبب از سائر خلائق ممتاز سازد هر آئینه موجب کبر و عجب و هستی خواهد بود و از فائده عبادت و سلوک و ریاضت بے بهره و محروم باشد و سد راه معرفت گردد نعوذ بالله سبحانه من ذالک۔

یعنی مرتبہ انسانی کا کمال فنا و نیستی میں ہے اور طاعت و عبادت اور سلوک و ریاضت سے غرض دراصل یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و بینا ہو جائے اور جان لے کہ ہستی اور اس کے متعلقات اصالت کے طور پر مرتبۂ وجوب تعالیٰ و تقدس کا خاصہ ہے اور جب وہ (سالک) چاہتا ہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے و رعوام کو اپنا معتقد بنائے اور اپنے آپ کو اس کے ذریعہ تمام مخلوق پر ممتاز کرے تو لازماً (یہ اس کیلئے) تکبر و عجب و ہستی کا موجب ہوگا اور وہ شخص عبادت و سلوک و ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم ہو جائیگا اور (یہ بات) راہ معرفت کیلئے رکاوٹ ہوگی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ (ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں)

سلطان وقت شیخ ابو سعید ابو الخیر را گفتند که فلان کس برروئے آب می رود گفت سهل است مرغی و صعوۂ نیز بر آب می رود گفتند فلان کس در هوا می پرد گفت زغنی و مگسے نیز در هوا می پرد گفتند فلان کس دریک لحظه از شهرے بشهرے می رود گفت شیطان نیز دریک نفس از مشرق بمغرب می رود این چنین چیز ها را بس قیمت نیست مرد آن بود که درمیان خلق نشیند و ستد کند و زن خواهد و باخلق در آمیز د و یک لحظه از خدائے خود عزو جل غافل نباشد۔

ترجمہ: سلطان حقیقت شیخ ابو سعید ابو الخیر علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا آسان بات ہے کہ ایک پرندہ اور ایک چڑیا بھی پانی پر چلتی ہے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ایک چیل اور ایک مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ علیہ الرحمۃ نے کہا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے مرد وہ ہے جو کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے، شادی کرے، خلقت کیساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ (بھی) اللہ عزوجل سے غافل نہ ہو۔

حضرت شیخ الشیوخ در عوارف می فرماید بعد از ذکر خوارق و کرامات که مرتبۂ این همه خوارق و کرامات فروتر است از مرتبۂ تجوهر قلب بذکر و وجود ذکر ذات شیخ الاسلام هروی قدس سره می فرماید که فراست اهل معرفت آن ست که تمیز کنند کسانیے را که صالح اند مر حضرت حق سبحانه را از کسانیے که صلاحیت ندارند و بشناسند اهل استعداد را که بحضرت حق سبحانه اشتغال دارند و بحضرت جمع رسیده اند و فراست اهل ریاضت و جوع و اهل خلوت و تصفیه باطن که بمترتبۂ ولایت نرسیده اند کشف صورست و خبر دادن از مغیبات کشف و اخبار اینها خاص بمخلوقات است چه این جماعه از حضرت حق سبحانه محجوبند و اهل معرفت چونکه اشتغال شان بمعارف واردات الٰهی است جل و علا لا جرم اخبار شان نیز از آنحضرت است و اکثر اهل عالم چون از آنجناب قدس بیگانه اند و دلهاے ایشان مائل بدنیااست کشف صور و اخبار از مغیبات نزد اینها بسے عزیز است و اهل آنرا اهل الله میدانند و مقربان حق جل و علا می شمرند و از کشف اهل حقیقت اعراض دارند و آنچه اینها از حق خبر می کنند باور ندارند و می گویند

اگر اینها اهل حق باشند چرا از احوال مخلوقات خبر ندهند و هر گاه بر کشف احوال مخلوقات قادر نباشند بر کشف اموریکه بر تر از آنست چگونه قادر بوند و چگونه از اهل معرفت باشند و باین قیاس فاسد تکذیب اهل الله می نمایند نمیدانند که حق سبحانه و تعالیٰ اهتمام، وغیرتے که درماده اینها دارد نمیگذارد که اینها باحوال خلق به پردازند و ماسوائے او تعالیٰ ملحوظ شان بود و اگر باحوال خلق متعرض شوند شایان این مرتبه علیا نباشند پس اهل حق شایان خلق نیستند چنانکه اهل خلق شایان حق سبحانه نیستند و اگر اهل حقیقت ادنی التفات بکشف صور نمایند از دیگران بهتر یابند و چون فراست اهل صفا و ریاضت نزد حق سبحانه قدرے ندارد لاجرم مسلمانان و یهود و نصاریٰ و سائر طوائف دران شرکت دارند و خصوصیت با اهل الله ندارد تا اینجا محصول کلام شیخ الاسلام است۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ الشیوخ (شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) عوارف المعارف میں خوارق وکرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب خوارق وکرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آراستہ کرنے اور ذکر ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔

حضرت سیدنا شیخ الاسلام عبداللہ انصاری الہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ کے اہل ہیں ان لوگوں سے جو اس کے اہل نہیں ہیں تمیز کریں اور ان اہل استعداد کو پہچانیں جو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں مشغول رہتے ہیں اور مقام جمع میں پہنچ چکے ہیں اور ریاضت، بھوکا رہنے، خلوت اور تصفیہ باطن والے ایسے لوگوں کی فراست جو کہ مرتبہ ولایت کو نہیں پہنچے ہیں صورتوں کا کشف اور غائب چیزوں کی خبر دینا ہے اور ان کا کشف اور خبر دینا مخلوقات کیساتھ خاص ہے کیونکہ یہ جماعت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ سے محروم ہے اور اہل معرفت کی مشغولیت چونکہ واردات الٰہی جل وعلا کے معارف کے ساتھ ہے اس لئے ان کا خبر دینا بھی اسی بارگاہ سے متعلق ہے اور اکثر اہل علم چونکہ اس مقدس بارگاہ سے بیگانہ ہیں اور ان کے دل دنیا کی طرف مائل ہیں (اس لئے) صورتوں کا کشف ہونا اور غائب و پوشیدہ چیزوں کی خبر دینا ان کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور اس (صورتوں کے کشف) کے اہل کو اہل اللہ جانتے ہیں اور حق جل شانہٗ کے مقربین میں شمار کرتے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے روگردانی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے متعلق جو کچھ یہ (بزرگ) خبر دیتے ہیں اور اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ اہل حق ہیں تو مخلوقات کے احوال کی خبر کیوں نہیں دیتے اور جبکہ یہ لوگ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو ان امور کے کشف پر جو ان سے برتر ہیں کس طرح قادر ہونگے اور کیونکر اہل معرفت میں سے ہونگے اور (وہ لوگ) اس فاسد قیاس کے ساتھ اہل اللہ کو جھٹلاتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو اہتمام وغیرت ان حضرات کے بارے میں رکھتا ہے (اس کی وجہ سے) اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ حضرات مخلوق کے حالات کے درپے اور ان میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ مخلوق کے احوال کے درپے ہوں تو وہ اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہونگے پس اہل حق مخلوق (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ اہل خلق حق تعالیٰ (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں اگر اہل حقیقت صورتوں کے کشف کی طرف ادنیٰ سی توجہ بھی کریں تو دوسروں سے زیادہ بہتر حاصل کر لیں اور چونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک اہل صفا اور ریاضت کی فراست کچھ وقعت نہیں رکھتی اسی لئے مسلمان و یہود و نصاریٰ اور تمام جماعتیں اس میں شرکت رکھتی ہیں اور (یہ چیزیں) اہل اللہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتیں۔ یہاں تک حضرت سیدنا شیخ الاسلام عبداللہ انصاری الہروی علیہ الرحمۃ کے کلام کا خلاصہ ہے۔

آرے بعضے از اولیا راجهة بعضے حکم و مصالح باظهار خوارق مامور و ماذون می کنند عجب هزار عجب که خوارق را با

معارف چه نسبت تصور کرده اند که باین قسم سوال ساقط جرأت نموده اید معارف الٰهی را که غیر اهل آن بیان کند هیچ نقصانے در شان معارف ندارد و حجت بروے درست می شود و در رنگ آنست که جوهر نفیس بدست کناس خسیس افتد هیچ نقصانے در جوهریت و نفاست آن را نمی یابد پس مندفع شد آنچه نوشته بودند که معارف را فاسق و فاجر بیان می کند و خوارق نه اینچنین است۔

ہاں بعض اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط (گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے جن معارف الٰہی کو ان کی اہلیت نہ رکھنے والے بیان کرتے ہیں ان سے معارف کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس پر حجت درست ہوجاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی موتی خسیس کناس (کمینہ خاک روب) کے ہاتھ لگ جائے تو اس موتی کی جوہریت ونفاست میں کوئی نقص نہیں آتا پس وہ اشکال بھی دور ہوگیا جو آپ نے لکھا تھا کہ معارف کو فاسق وفاجر بھی بیان کرتے ہیں اور خوارق (کا معاملہ) ایسا نہیں ہے۔

یا آنکه گوئیم که این مقدمه مشترک الالزام است در خوارق نیز محق و مبطل شرکت دارند پس خوارق نه ازیں قسم است بگفتن راست نیاید۔ و نیز گوئیم که سخن در کشف معارف و اسرار الٰهی است که اهل الله بآن ممتاز ند اگر بطالے بتقلید بیان معارف نماید نه بکشف و حال از مبحث خارج است اگر گویند که بسیارے از بطال دعوی کشف و حال در معارف الٰهی می نمایند و توحید و احاطه و سریان ذاتی بکشف بیان می کنند۔ در جواب گوئیم بر تقدیر تسلیم دعوی شان از کجا که این معارف که این بطالان میگویند معارف الٰهی باشند و مشهود شان درین توحید و سریان و احاطه ذات حق و شیون ذاتیه او تعالیٰ بود تسویلات شیطانی از احاطه ما و شما بیرون است کسے چه داند که بکدام راه هاباهل خود می آید و اباطیل رابعنوان حقانیت وامی نماید و غیر حق را حق می دانانند و احاطه و سریان آنرا احاطه و سریان حق میفهماند تعالیٰ الله عن ذلک علو اکبیرا۔ در راه غیب الغیب هر ذره از ذرات ندائے انا الحق می زند و هر خس و خاشاک آن بعبادت خود می خواند وائے اگر رحمت دستگیری نفرماید و ازین ورطهائے مهلک نه بر آرد حضرت ایشان ماقدسنا الله سبحانه بسره القدس نوشته اند که بساست که بر سالک عالم ارواح منکشف گردد و بعلاقه لطافت و بیچونی آنرا ذات حق داند تعالیٰ و احاطه و سریان او که باجسام است احاطه و سریان حق بیند و شهود آنرا در مرآت کثرت شهود وحدت در کثرت تصور نماید و این مغلطه عظیمه است مر سالکان این راه را عزیزے

ترجمه: یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ مشترک الالزام ہے (یعنی معارف وخوارق دونوں پر لازم آتا ہے) خوارق میں بھی اہل حق واہل باطل دونوں شریک ہیں پس آپ کا یہ کہنا کہ خوارق اس قسم سے نہیں ہیں درست نہیں ہے اور نیز میں (خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں کہ گفتگو معارف واسرار الٰہی کے کشف کے بارے میں ہے کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں اگر کوئی بطال (جھوٹا مدعی) تقلید کی بناء پر معارف بیان کرے نہ کہ کشف وحال کی بناء پر تو وہ بحث سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ بہت سے بطال (جھوٹے مدعی) معارف الٰہی میں کشف وحال کا دعویٰ کرتے ہیں اور توحید واحاطہ وسریان ذاتی (ذات کا سرایت کرجانا) بذریعہ کشف بیان کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ یہ معارف جن کو یہ جھوٹے لوگ بیان کرتے ہیں معارف الٰہی کہاں سے ہونگے اور اس توحید وسریان واحاطہ میں ان کا مشہود حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی شیون ذاتیہ کیسے ہونگی شیطان کے مکر وفریب ہمارے اور تمہارے

احاطہ سے باہر ہیں کوئی شخص کیا جانے کہ وہ (شیطان) کن راستوں سے اپنے ماننے والوں کے پاس آتا ہے اور باطل چیزوں کو حقانیت کے عنوان سے دکھاتا ہے اور غیر حق کو حق جتلاتا ہے اور اس (غیر حق) کے احاطہ وسریان کو حق کا احاطہ وسریان سمجھتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ کی شان ان (باتوں) سے بہت بلند اور برتر ہے) غیب الغیب کے راستہ میں ذرات میں سے ہر ذرہ انا الحق (میں خدا ہوں) کی آواز لگاتا ہے اور اس (راستہ کا) ہر خس وخاشاک اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے بد نصیبی ہے اگر رحمت (الٰہی) دستگیری نہ فرمائے اور ان مہلک گردابوں سے باہر نہ نکالے۔ ہمارے حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ السلام) نے لکھا ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر عالم ارواح کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کی لطافت وبیچونی کی وجہ سے اس کو ذات حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے احاطہ وسریان کو جو کہ اجسام کے ساتھ ہے حق تعالیٰ کا احاطہ وسریان دیکھتا ہے اور کثرت کے آئینوں میں اس کے شہود کو کثرت میں وحدت کا شہود تصور کرتا ہے اور اس راہ کے سالکوں کیلئے یہ ایک بڑے مغالطہ کا مقام ہے۔

از مشائخ متقدمین فرمودہ است کہ سی سال روح را بخدائے پرستیدہ ام و در مکتوبات قدسی آیات آنحضرت قدس سرہ دیدہ باشند کہ یکے از مشائخ وقت بآنحضرت پیام فرستاد و احوال خود را بیان نمود کہ فنا و محویت بجائے رسیدہ است کہ اگر بجانب زمین نظر می کنم زمین را نمی یابم و اگر بجانب آسمان نظر می کنم آنرا نیز نمی یابم و همچنین عرش و کرسی و بهشت و دوزخ را نیز وجود نمی یابم، وخود را هم نمی یابم و پیش کسے کہ می روم آنرا نیز نمی یابم وجود حق تعالیٰ را پایانی نیست نهایت او را هیچ کس نیافته است الیٰ آخر ماقال۔ و نیز نوشته کہ من این را نهایت کار می دانم و مشائخ نیز تاهمیں جاسخن کرده اند اگر شما هم همیں معنی را نهایت میدانید فبها اگر ورائے این چیزے دیگر نهایت میگوئید پس بمن اعلان کنید تا بطلب حق پیش شما بیایم حضرت ایشان در جواب آن نوشتند کہ صاحب این حال ربع قلب راطے کرده است و نیز نوشته اند کہ این فنا و محویت او در عنصر هوا است کہ محیط هر ذرۂ از ذرات ست و مشهود او غیر از هوا امر دیگر نیست و هماں را خدائے بے نهایت دانسته است تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

ترجمہ: مشائخ متقدمین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کی ہے۔ اور حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ السلام) کے مکتوبات قدسی آیات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ علیہ السلام نے حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ السلام) کو پیغام بھیجا اور اپنے احوال بیان کئے کہ فنا اور محویت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا اور اگر آسمان کی جانب نظر ڈالتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش وکرسی وبہشت ودوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس شخص کے پاس جاتا ہوں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وجود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کی نہایت کو کسی شخص نے نہیں پایا ہے الی آخر ما قال۔ اور نیز لکھا تھا کہ میں اس کو کام کی انتہا جانتا ہوں اور مشائخ نے بھی یہیں تک بات کی ہے اگر آپ بھی اس معنی کو نہایت جانتے ہیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کو نہایت کہتے ہیں تو مجھے اطلاع دیں تا کہ طلب حق کیلئے آپ کے پاس آجاؤں۔ حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ السلام) نے اس کے جواب میں لکھا کہ "اس حالت والے (سالک) نے قلب کے چوتھے حصہ کو طے کیا ہے اور نیز حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ السلام) نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی یہ فنا ومحویت عنصر ہوا میں ہے جو کہ ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے اور اس شخص کا مشہود ہوا کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس نے اسی کو خدائے بے نہایت جان لیا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے)

بساست که این توحید بعنوان کشف و حال ظاهر شود و فی الحقیقة کشف و حال نبود بلکه ناشی از سلطان خیال باشد و از کثرت تعقل این معنی در متخیله نقش بسته باشد چنانکه حضرت ایشان قدسنا الله بسره الاقدس در مکتوب تحقیق توحید شهودی و وجودی نوشته اند که منشاء توحید وجودی جمعے را کثرت محارست مراقبات توحید است و تعقل معنی کلمه طیبه لا اله الا الله بلا موجود الا الله است ظهور، این قسم توحید بعد از تمحل و تامل و تخیل بواسطه استیلاے سلطان خیال است که از کثرت مزاولت معنی توحید این معرفت در متخیله نقش بسته است و چون بجعل جاعل مجعول است هر آئینه معلول است صاحب این توحید از ارباب احوال نیست چه ارباب احوال ارباب قلوب اند و او از مقام قلب درین وقت خبرے ندارد علمے بیش نیست لیکن علم را درجات ست بعضها فوق بعض الی اٰخره۔ هر گاه در طبقۂ صوفیه که از اهل حق اند این نوع مغلطهار و میداده باشند در اهل بطالت که دام گاه شیطان لعین اند خدا داند جل شانه که چه قسم مغلطها خواهد بود که از تلبیس ابلیس لعین راه بر آمد ندارند۔

ترجمہ: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ توحید کشف وحال کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے اور حقیقت میں کشف وحال نہیں ہوتا بلکہ خیال کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے کی وجہ سے یہ معنی قوت متخیلہ میں منقش ہوجاتا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (قیوم اوّل مجدد اعظم علیہ الرحمۃ) نے توحید شہودی وجودی کی تحقیق والے مکتوب میں لکھا ہے کہ توحید وجودی کا منشا (جائے پیدائش) ایک جماعت کیلئے مراقبات کی مشق کی کثرت اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ سمجھنا ہے، اس قسم کی توحید کا ظہور حیلہ وغور وفکر اور خیال پکانے کے بعد خیال کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ معنی توحید کی کثرت مشق سے یہ معرفت قوت متخیلہ میں منقش ہوجاتی ہے اور چونکہ (اس قسم کی توحید) اس صاحب توحید کے بنا لینے سے بنی ہے اس لئے معلول (علت والی) ہے اس توحید والا شخص ارباب احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہیں جو ارباب قلوب ہیں اور وہ (اس توحید والا شخص) اس وقت میں مقام قلب کی کوئی خبر نہیں رکھتا اور یہ توحید علمی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں لیکن علم کے بھی بہت سے درجے ہیں

ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے الی آخرہ جبکہ صوفیہ کے طبقہ میں جو کہ اہل حق ہیں اس قسم کی غلطیاں رونما ہوتی رہتی ہیں تو پھر باطل لوگوں میں جو کہ شیطان لعین کی دام گاہ ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہی جانتا ہے کہ کس قسم کے مغالطے ہوتے ہوں گے کہ جن سے وہ ابلیس لعین کی مکاری کے باعث نکلنے کی راہ نہیں رکھتے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۵۰، ص، ۱۶۰، تا، ۱۶۴، گارڈن ویسٹ، کراچی)

خوارق عادت کرامات غیب کی باتوں کا علم قبولیت کی علامت نہیں:

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

ایضاً پرسیده بودند که کشف خواطر و علم بر مغیبات و استجابت دعوات از علامات این راه است۔ مخدوما امور مسطوره و امثال این که، از خوارق عادات ست دلائل قبول نیست که اهلِ استدراج نیز دران شرکت دارند و مشروط بریاضت نیستند که بے ریاضت هر گز حاصل نشوند چه بعضے را بے ریاضت نیز دست می دهد هر چند قلیل بوند و خوارق نیز قلیل باشند چه کثرت ظهور آن توان گفت که

مشروط بریاضت نیست (هست) چنانچہ ولایت نیز مشروط بریاضات و کرامات نیست۔

قال شیخ الشیوخ قدس سرہ فی العوارف بعد ذکر الخوارق والکرامات وقدیکون فوق ھولاء من لایکون لہ شئ من ھولاء الی اخرما قالوا اکثر خواص اولیا ازعجب محفوظ اندچہ فنائے اتم بنیادعجب وبیخ ریارا ازیں ھابرداشتہ است ونیز جائز است کہ از مقبولان بعضے اززلات بحکم بشریت صادر شودچہ اولیا اززلات محفوظ نیستندلیکن زود متنبہ شوند وتدارک آن بحسنات نماید و بعضے قدرتہا کہ درنوم یادرواقعہ دست دھدا گر آن درعالم یقظہ پدید آید ازخوارق است والاوھم وخیال اگراعجوبہ بدست فکرت دھداگر اذعان وایقان قلب مساعد آن باشد اعتمادراشاید والالاوعمدہ درتوجہ وگماشتن خاطر بدیگرے جمع ھمت است بجانب او، وقلت طعام ومنام ازمرغوباتست احتیاج استفسار ندارد لیکن نہ بحدے کہ ازطاعات بازدار دوخشکئ دماغ وخیالات فاسدہ اردوازریاضات وصعوبات دیگر ھرچہ موافق سنت باشد مبارک است ازقسم رھبانیت نباشدلا رھبانیۃ فی الاسلام کشف صحیح نہ ازاحکام خیالیہ است بلکہ ازاحکام الھامیہ است کہ مورد آن قلب است آرے بعضے از کشوف باشد کہ منشائے آن خیال بود آن کشف شایان اعتماد نبود۔ تصدیقِ قلب بہ آن منضم نشود چنانچہ گذشت این قدر ھست کہ وھم وخیال رادرادراک امورغیبیہ دخل تمام است کہ بمدد آن زودمی،تواندریافت وھم است کہ پنجاہ ھزار سالۂ راکہ میان رب تعالیٰ ومربوب ثابت است بطرفۃ العین قطع می نماید وخیال است کہ،احوال باطنہ وامور غیبیہ وعلوم لدنیہ رابتصور یروتمثیل نکومی فھماند وارباب جھل راارباب علم می سازدو ھر چند ازخود استقلال،ندارد وبراحکام آنہاکہ باستقلال بود اعتماد نیست لیکن خدماتِ شائستہ درین راہ ازین ھابوقوع می آید، طے ارض راکہ جمعے مربوط بہ بعضے ادعیہ می دانند چہ عجب اسمائِ الٰھی رازیادہ ازینہا اثیراست لیکن رواست کہ بعضے رابے توسط ادعیہ میسر شود

ترجمہ: آپ نے پوچھا تھا کہ ''کیا خواطر (دل کی باتوں) کا کشف اورغیب کی باتوں کاعلم اوردعاؤں کا قبول ہونا اس راہ کی قبولیت کی علامت ہے''؟ میرے مخدوم! مذکورہ امور اوراس قسم کی اور چیزیں جو کہ خوارق عادات میں سے ہیں قبولیت کے دلائل (علامت) نہیں ہیں کیونکہ اہل استدراج بھی ان میں شرکت رکھتے ہیں اور (یہ امور) ریاضت کے ساتھ مشروط نہیں ہیں کہ ریاضت کے بغیر ہرگز حاصل نہ ہوتے ہوں کیونکہ بعض کو ریاضت کے بغیر بھی حاصل ہوجاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ قلیل ہوں اور (ان کے) خوارق بھی قلیل ہوں کیونکہ انکے کثرت سے ظاہر ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ولایت بھی ریاضتوں اورکرامتوں کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ نے عوارف المعارف میں خوارق وکرامات کے ذکر کے بعد کہا ہے، ''اورکبھی کوئی بزرگ ان (اہل خوارق) سے اوپر ہوتا ہے جس کو ان (خوارق) سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا الی آخر ما قال''، اوراکثر خواص واولیاء عجب (خود پسندی) سے محفوظ ہیں کیونکہ کامل فنا نے عجب کی بنیاد اورریا کی جڑ کو ان بزرگوں سے اٹھالیا ہے اور نیز جائز ہے کہ مقبول بندوں سے بعض لغزشیں بشریت کے تقاضہ سے صادر ہوجائیں کیونکہ اولیاء لغزشوں سے محفوظ نہیں ہیں لیکن وہ جلدی ہی متنبہ ہوجاتے ہیں اوران کا تدارک نیکیوں سے کرتے ہیں اوربعض قدرتیں جو کہ نیند یا واقعہ میں حاصل ہوتی ہیں اگر وہ بیداری کی حالت میں ظاہر ہوں تو خوارق میں سے ہیں ورنہ نہیں، اگر وہم وخیال فکر کے ہاتھ میں کوئی عجیب چیز دے (تو) اگر قلب کا اقرار ویقین اس کا معاون ہو تو وہ اعتماد کے لائق ہے ورنہ نہیں، کسی دوسرے شخص کو توجہ دینے اوردل کو (اس پر) مقرر کرنے

میں عمدہ (طریقہ) اس کی جانب ہمت (توجہ وقصد) کو جمع کرنا ہے اور کم کھانا اور کم سونا پسندیدہ امور میں سے ہے ان کے لئے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس حد تک کم نہ ہو کہ طاعات سے روک دے اور دماغ میں خشکی اور فاسد خیالات لائے اور دوسری ریاضتوں اور مشقتوں میں سے جو چیز سنت کے موافق ہو مبارک ہے۔ رہبانیت (ترک دنیا) کی قسم سے نہ ہو۔ **لا رهبانية في الاسلام** (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)، صحیح کشف خیالی احکام میں سے نہیں ہے بلکہ الہامی احکام میں سے ہے کہ جن کا مورد (جائے ورود قلب ہے، ہاں کوئی کشف ایسا بھی ہوتا ہے جس کا منشا (منبع) خیال ہوتا ہے وہ کشف اس وقت تک اعتماد کے لائق نہیں ہوتا جب تک قلب کی تصدیق اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جیسا کہ گزر چکا ہے اس قدر ہے کہ وہم وخیال کو غیبی امور کے ادراک میں کامل دخل ہے کہ وہ اس کی مدد سے جلدی پا سکتا ہے۔

وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کے راستہ کو جو کہ رب تعالیٰ اور مربوب (بندہ) کے درمیان ہے آنکھ جھپکنے میں طے کرا دیتا ہے، اور خیال ہی ہے جو کہ باطنی احوال وغیبی امور اور لدنی علوم کو صورت بنا کر اور مثال دیکر اچھی طرح سمجھا دیتا ہے اور جاہلوں کو اہل علم بنا دیتا ہے اور اگر چہ (وہم وخیال) از خود، استقلال نہیں رکھتے اور ان کے احکام پر جو کہ استقلال کے ساتھ ہوں اعتماد نہیں ہے لیکن ان سے اس راستہ میں عمدہ خدمات وقوع میں آتی ہیں، طئ ارض (زمین کو جلدی طے کر لینا) کو جو کچھ لوگ بعض دعاؤں کیساتھ وابستہ جانتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کیونکہ اسمائے الٰہی ان (امور) سے (بھی) زیادہ تاثیر ہے لیکن جائز ہے کہ بعض لوگوں کو (یہ بات) دعاؤں کے واسطے کے بغیر حاصل ہو جائے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۸۲، ص، ۳۴۹، ۳۵۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اولیائے عزلت کی طرح اولیائے عشرت بھی خوارق کے اظہار سے روک دیئے گئے ہیں:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ہر چند قیامت نزدیک تر، ضعف دین بیشتر، لا جرم ظہور کرامات کہ بجہت رواج دین بود، تقلیل پذیرد و اولیا مامور بصدور این امور نگردند، سیما چون ہزار سال از انتقال سید کونین علیہ السلام گزشتہ باشد کہ مضی این مدت را در تغیر امور ؟؟ و ضعف ملت مبین مدخلے تمام است، اولیائے عشرت نیز چون اولیائے عزلت از اظہار خوارق ممنوع گردند کہ در ظہور خوارق از مقتضائے اسم الهادی ست کہ بارش و ہدایت خلق اللہ متعلق است و آخر زمان مقتضائے اسم المضل کہ بہ بدعت و ضلالت وابستہ است۔ آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمود۔ ان بین یدی الساعة فتنا؟ الليل المظلم يصبح الرجل مومناً ويمسی کافراً ويمسی مومناً ويصبح کافراً۔

توجمه: قیامت جس قدر قریب ہوگی دین کا ضعف بڑھے گا اسی لئے وہ کرامات جو دین کے رواج کیلئے تھیں ان کا ظہور کم ہو گیا اور اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان باتوں کے صدور کے لئے مامور نہیں رہے اور چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کو ہزار سال گزر چکے ہیں اور اسی لئے اتنی مدت کا گزر جانا امور دین میں تغیر اور ملت مبین میں ضعف کا سبب ہے اس لئے اولیائے عزلت کی طرح اولیائے عشرت بھی خوارق کے اظہار سے روک دیئے گئے ہیں۔

کیونکہ خوارق کا ظہور اسم الہادی کا مقتضا ہے جو خلق اللہ کے رشد و ہدایت سے متعلق ہے اور آخر زمانہ اسم المضل کا مقتضا ہے جس سے بدعت اور گمراہی متعلق ہے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ’’قیامت کے قریب ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کا ٹکڑا ایس صبح کو جو شخص

مومن ہوگا وہ شام کو کافر ہو جائے گا اور جو شخص شام کو مومن ہوگا وہ صبح کو کافر ہو جائے گا۔"

(حضرات القدس، ص، ۱۶۲، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

قطب وقته ابو الحسن نوری نور الله مرقده که فرموده اعز العلامات فی زماننا شیان عالم یعمل بعلمه و عارف ینطق عن حقیقة۔

ترجمہ: شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ "ہمارے زمانے میں دو چیزیں سب سے بڑی کرامت کی پہچان ہیں۔ ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے اور عارف اس کی حقیقت بیان کرے"

(برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۲۵۳، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

باب نمبر ۳۵

مرید کا کمال محمد شاہ روحانی صاحب:

سوال: (۸۵) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

دعویٰ نمبر ۷: میرا خلیفہ ایک سانس میں قرآن مجید کا ختم اور دس ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ سکتا ہے

اصل عبارت نمبر:۔ حضرت روحانی صاحب جو میرا خلیفہ اعظم اور ردیف الکمالات ہے ایک سانس میں تمام رات نفی اثبات کر سکتا ہے اور ایک سانس میں کلام اللہ کے ختم ساتھ ساتھ دس ہزار سے زائد نفی اثبات کر چکا ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

(صفحہ ۳۷، الفتنۃ الشّدیدۃ)

سوال: (۸۶) دعویٰ نمبر ۷ پر تبصرہ:۔ تحدی اور مقابلہ کو مزید اس طرح موکد کیا کہ تم میرے ساتھ مقابلہ کے درپے ہو میرا خلیفہ یہ شان رکھتا ہے کہ ایک سانس میں قرآن مجید کے ختم کے ساتھ دس ہزار مرتبہ نفی اثبات کا ورد بھی کر سکتا ہے جب میرے خلفاء کی یہ شان ہے تو ان کے شیخ کو خود سمجھ لو کہ وہ کس مقام کے مالک ہوں گے۔ اس پر بطور تعلّی و تکبر خود کہا۔ ''کہ جب فقیر کے خلفاء کا یہ حال ہے تو قیاس کن زگلستان من بہار مرا'' (صفحہ ۲۹۸) یہ مذکورہ خلیفہ پیر صاحب کے سر ہیں یعنی (اندھا ونڈے شیرنیاں مڑ مڑ اپنے گھر)

(صفحہ ۵۷، الفتنۃ الشّدیدۃ)

الجواب: دو رکعت میں ڈھائی گھنٹے کے اندر ختم قرآن

حضور قبلہ حافظ جی سرکار علیہ الرحمۃ شاندار انداز کے ساتھ تلاوت قرآن فرماتے آواز میں بلا کا سوز تھا سامعین اس قدر متاثر ہوتے کہ آنکھیں اشکبار ہو جاتی آپ علیہ الرحمۃ کے پڑھنے میں ایک عجیب سرور تھا آپ علیہ الرحمۃ ترتیل و تجوید کے ساتھ جب پڑھتے انوار الٰہی کی بارش شروع ہو جاتی۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے۔ 'ایہ نکا میاں قرآن پڑھدا رہوے تے قیامت تک پیر بدلن نوں دل نہیں کردا'۔

یعنی صاحبزادہ ارشاد صاحب علیہ الرحمۃ قرآن پڑھنا شروع کریں اور قیامت تک پڑھتے رہیں تو سننے والا اسی ذوق کے ساتھ سنتا رہے گا۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی

حضور امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ شاہ صاحب سنا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ کے صاحب زادہ ارشاد حسین ڈھائی گھنٹے میں قرآن پڑھ لیتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے ہم بھی شبینہ میں سننا چاہتے ہیں حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کے ہاں تشریف لے گئے حضور محدث علی پوری علیہ الرحمۃ خود بھی حافظ قرآن تھے اور حافظ صاحبان کو بلا کر فرمایا کہ آج صاحبزادہ ارشاد حسین علیہ الرحمۃ سے قرآن پاک سننا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے تراویح میں قرآن کریم پڑھنا شروع کیا اور پہلی رکعت میں ہی مکمل قرآن پاک سنا دیا اور دوسری رکعت

میں پھر شروع کر دیا جب تیسرے پارے پر پہنچے تو قبلہ عالم صاحب علیہ الرحمہ نے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانے اشارہ فرما دیا۔

یاد رہے کہ قبلہ حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ نے دوبارہ اس لیئے شروع فرمایا کہ دوسری رکعت میں بھی پڑھ دوں تاکہ شک نہ رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور امیر ملت نے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ سے فرمایا شاہ صاحب آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جس نے ڈھائی گھنٹے کے مختصر وقت میں قرآن پاک سنا دیا اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا اللہ اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے جب حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ نے حضور امیر ملت محدث علی پوری سرکار سے رخصت کی اجازت مانگی تو امیر ملت نے حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ کی پیشانی کو چوم لیا اور دعا فرمائی جب حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ نے لاہور میں ستائیس رمضان المبارک کو شبینہ پڑھنا شروع کیا تو ایک دفعہ کسی نے اخبار اور ریڈیو میں اعلان کروا دیا۔ لاتعداد حفاظ کرام تشریف لے آئے کہ دیکھیں کون سی شخصیت ہے جو اتنی جلدی قرآن پڑھ لیتے ہیں۔

جب حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا تو آپ علیہ الرحمہ بہت ناراض ہوئے کہ یہ نمائش ہے جو مناسب نہیں، آپ علیہ الرحمہ نے شبینہ پڑھانے سے انکار کر دیا کہ یہ جو قرآن پڑھا رہے ہیں وہ تو کوئی اور ذات ہے یہ تو اللہ کا کرم ہے جب کافی دیر ہو گئی تو لوگوں نے باتیں کرنا شروع کر دیں کہ شاید اس میں کوئی حقیقت نہیں جب لیٹ ہونے کی وجہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کو معلوم ہوئی تو وہ بھی اس نمائش کے کرنے پر بہت ناراض ہوئے، مگر پھر شبینہ پڑھانے کا حکم دیا کہ لوگوں نے باتیں بنانا شروع کر دی تھیں جو مناسب نہ تھیں پھر حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ نے شبینہ پڑھایا وہاں ایک نابینا حافظ بھی آئے ہوئے تھے جو قرآن کو سیدھا پڑھنے کے ساتھ ساتھ الٹا بھی مکمل پڑھ لیتے تھے شبینہ مکمل ہونے کے بعد وہ حافظ جی سرکار علیہ الرحمہ کو ڈھونڈنے لگے جب ملاقات ہوئی تو چوم کر کہنے لگے کہ یہ کوئی اور ہی پڑھا گیا ہے۔

(قطب الارشاد، ص ۹ تا ۱۰)

شیخ المشائخ ابو نصر عبداللہ بن علی بن سراج طوسی، قدس سرہ، متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: ان فی امتی مکلمون ومحدثون وان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منہم۔ والمکلم والمحدث اتم فی معناہ من جمیع الکرامات التی ذکر اللہ عزوجل علی البدلاء والاولیاء والصالحین، وحدیث عمر رضی اللہ عنہ انہ قال فی خطبتہ: یاساریۃ الجبل۔ فسمع صوتہ بالعسکر علی باب نہاوند۔ وقد روی فی الحدیث لعلی بن ابی طالب ولفاطمۃ رضی اللہ عالیٰ عنہما کرامات واجابات کثیرۃ۔ وقد روی عن جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مثل ذلک اشیاء مثل حدیث اسید بن حضیر وعتاب بن بشیر انہما خرجا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مظلمۃ فاضاء لہما رأس عصا احدہما کالسراج۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میری امت میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے گفتگو فرمائی اور بلا شبہ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں اور کسی غیر نبی کا مکلّم محدث ہونا ان تمام کرامات سے اولیٰ ہے جو جملہ اولیاء ابدالوں اور صالحین کو عطا کی گئیں۔

حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت ہے کہ انہوں نے اپنے خطبۂ جمعہ میں فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف۔ تو ان کی آواز نہاوند کے دروازے پر لشکر نے سن لی۔ اس کے علاوہ حضور سیّدی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق کئی کرامات روایات میں مذکور ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کئی روایات میں ان کی کرامات کا تذکرہ موجود ہے جیسے ایک روایت ہے کہ اُسید بن حضیر اور عتاب بن بشیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے رخصت ہو کر نکلے تو اس وقت تاریک رات تھی ایسے میں ان میں سے ایک کا عصا مثل چراغ روشن ہو کر انہیں راستہ دکھاتا رہا۔

(اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب، اثبات الآیات والکرامات، ص ۲۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل ثانی

کرامات:

کرامت:(۱)

مولانا محمد ہاشم السمنگانی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ قوّت عطا فرمائی تھی۔ایک بار گاؤں میں بھاری پتھر اٹھانے کا مقابلہ ہوا۔کئی پہلوانوں نے پتھر اٹھانے کی کوشش کی۔زورآور پہلوان ناکام ہو گئے تو حضرت مولانا ہاشم السمنگانی علیہ الرحمہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پتھر کو یوں سر سے اوپر اٹھالیا جیسے وہ پتھر نہ ہو پھول ہو۔آپ علیہ الرحمہ نے وہ پتھر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیا۔اس گاؤں میں لوگ آج بھی عقیدت سے اس پتھر کو دیکھتے اور فخر سے کہتے ہیں "یہ مولانا ہاشم علیہ الرحمہ کا پتھر ہے"۔

(سسٹم ٹوڈے مئی ۲۰۱۴ ص،۲۲)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۷۰،ھ، لکھتے ہیں:

منقول است کہ روزے (خواجۂ ابراهیم ادهم قدس اللہ سره العزیز) بر کوه قبیس نشستہ بود وبا اصحاب خود مے فرمود اگر ولیئے از اولیاے خدا کوه را بگوید کہ روان شو در حال روان شود بمجرد گفتن این سخن کوه بجنبید بعده پاے مبارک خود بر کوه زد و فرمود کہ، ساکن باش کہ من تمثیلے میکنم بخدمت یارانِ خویش۔

ترجمہ: منقول ہے (خواجۂ ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہ العزیز) ایک دن کوہ قبیس پر بیٹھے ہوئے اپنے یاروں سے باتیں کر رہے تھے کہ اگر اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کوئی ولی پہاڑ سے کہے کہ رواں ہو تو وہ فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر چلنے لگے۔ابھی آپ کی زبان فیض ترجمان پر یہی الفاظ جاری ہوئے تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی آپ نے پہاڑ کو ٹھکرا کر فرمایا کہ او ابو قبیس ٹھہر جا میں نے تجھے رواں ہونے کا حکم نہیں کیا ہے بلکہ اپنے یاروں کی خدمت میں تمثیل کے طور پر بیان کر رہا تھا۔

(سیر الاولیاء، باب، اول، ص، ۷۴، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

کرامت:(۲)

ایک دن حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) نے اسی طرح کی کرامت اپنے پیرومرشد سے دیکھا:

اسی طرح کی ایک کرامت حضرت مبارک علیہ الرحمہ کی بھی ہے ایک دن دریا کے کنارے تشریف فرما تھے کہ اچانک فرمایا جو شخص اپنے وقت کا قطب ہوتا ہے وہ دریا کو کہے کہ رک جا تو رک جاتا ہے حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے فرماتے ہی دریا رک گیا تو حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے فرمایا میں نے تجھے نہیں کہا تو دریا چل پڑا۔

کرامت:(۳)

پیر محمد عابد حسین سیفی صاحب راوی ہیں:

کہ ہماری زمینوں پر کام کرنے والا ایک مزارع تھا۔اسکے سامنے کئی بار حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا ذکر ہوا اور آپ کے نام کے ساتھ غوثِ جہاں کا لفظ استعمال کیا گیا۔بڑے تحقیر اور تمسخر آمیز لہجے میں بولا سنا ہے غوثِ جہاں کے نام سے سوکھے درخت ہرے ہو جاتے ہیں تمہارے غوثِ جہاں کو بھی دیکھتے ہیں۔یہ کہا اور آرے سے چیری گئی لکڑیوں کے موٹے چھلکے جن کو گھن لگ چکا تھا کھینچ کر جدا کئے اور ویران و شور زدہ زمین میں گاڑ دیئے کہ دیکھتے ہیں تمہارے غوثِ جہاں میں

کتنی طاقت ہے اللہ کے فضل اور حضرت مبارک ﷺ کی نگاہِ کیمیاء سے وہ تینوں لکڑیوں کے چھلکے اگے اور وہ درخت بن گئے نہ پہلے کبھی اس زمین میں سبزہ اگا اور نہ بعد میں۔ وہ تین درخت آج بھی اس زمین میں موجود ہیں۔ (سسٹم توڑ دے مئی ۲۰۱۴ ص ۳۵ تا ۳۶)

کرامت: (۴)

صوفی نثار الحق سیفی بیان فرماتے ہیں:

ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مبارک ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے دوسرے پیروں کے پاس کس لیے جاتے ہو سب کچھ تو تجھے اس فقیر سے ملتا ہے، صوفی نثار الحق سیفی صاحب اس سے پہلے جب بھی کسی بزرگ کا معلوم ہوتا زیارت کے لیے چلے جاتے تھے، خواب کے بعد ناقص پیروں کے پاس جانا بند کر دیا

کرامت: (۵)

پیر عابد حسین رضوی سیفی نے لکھا:

کمال کی بات یہ ہے کہ غیر مسلم جب (حضور سیّدی مبارک ﷺ) کی زیارت کرتے ہیں تو (حضور سیّدی مبارک ﷺ) کے روحانی کمال کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور (حضور سیّدی مبارک ﷺ) کی زیارت سے واقعی خدا یاد آ جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے علاج کیلئے ایک انگریز ڈاکٹر کو لایا گیا تو آپ نے اس ڈاکٹر کو دیکھ کر فرمایا یہ تو خود مریض ہے میرا کیا علاج کرے گا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے جواب میں کہا اگر میں بیمار ہوں تو یہ بزرگ میرا علاج کریں گے تو آپ ڈاکٹر صاحب کی یہ بات سن کر انکی طرف توجہ فرمائی۔ توجہ فرماتے ہی ڈاکٹر صاحب نے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ لیا۔ تو ڈاکٹر صاحب سے پوچھا گیا آپ کو کس نے کہا یہ کلمہ پڑھو اس نے کہا مجھے ابھی حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: **قل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اسی طرح آپ کی توجہ ایک اور ڈاکٹر جس کا تعلق آسٹریلیا سے تھا کو آپ نے توجہ فرمائی تو اس کے سینے میں درد شروع ہو گیا۔ جب کمپیوٹر سے اس کے سینے کی تصویر لی گئی تو اس کے سینے پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** نقش تھا، جس سے تصویر لینے والے ڈاکٹر بہت متاثر ہوئے اور آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا کہ ایسی عظیم شخصیت کی زیارت کی جائے جو نہ صرف کلمہ زبان سے پڑھواتے ہیں بلکہ سینوں پر نقش کر دیتے ہیں اس وقت امریکہ برطانیہ جرمن آسٹریلیا جاپان کینڈا فرانس بھارت اور عرب ممالک میں کافی تعداد میں (حضور سیّدی مبارک ﷺ) کے مریدین اس دور میں سرکار اخندزادہ مبارک ﷺ کے علاوہ اس طرح کی شخصیت ہم نے کہیں بھی نہیں دیکھی۔

نظر کیمیاء اثر:

(حضور سیّدی مبارک ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظر کیمیاء عطا فرمائی تھی کہ جس پر پڑ جاتی اس کے شب و روز میں صوفیانہ تغیر آ جاتا۔ (حضور سیّدی مبارک ﷺ) خلیفہ پیر مفتی عابد حسین سیفی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اتفاق کی بات تھی کہ میں (حضور سیّدی مبارک ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ ﷺ کسی شخص کو توجہ فرما رہے تھے مگر وہ کیفیت روکنے کی پوری کوشش میں تھا کیونکہ وہ ایک نامور ڈاکٹر تھا اور اپنے آپ کو ان مجذوبوں میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا یا ان کی چیخ و پکار حال و مستی کی کیفیت میں اپنے آپ کو ڈالنے سے گریزاں تھا۔ جب اس کیفیت کو وہ نہ روک سکا اور ان مجذوبوں کی طرح خود بھی اس حال میں مست ہوا تو اس کا

جملہ ابھی تک مجھے یاد ہے کہ" آج سائنس فیل ہوگئی ہے"اور اسی جملے کو بار بار دہراتا رہا جب اسے ہوش آیا تو میں نے کہا کہ یہ کیفیت دوبارہ چاہو گے؟ یا دوبارہ یہاں آؤ گے؟ تو کہنے لگا کہ میٹھا شربت پینے سے پہلے اس کا ذائقہ کون بتا سکتا ہے اب تو چاہتا ہوں کہ پوری زندگی آستانہ کی خدمت گزاری میں صرف کردوں۔

کرامت:(۶)

جبین نیاز جھک گئی: ابوالرضا محمد عباس سیفی صاحب کی زبانی فرماتے ہیں کہ:

قریب قریب انیس یا بیس سال پہلے کی بات ہے جب مجھے بیعت ہوئے ایک دو سال ہی گزرے تھے کہ حضرت مبارک صاحب ﷺ کی خدمت میں ایک ایسا شخص آیا جس کی کمر کا کوئی مسئلہ تھا اور وہ نماز پڑھتے ہوئے رکوع و سجود کی لذّت کو نہیں پاسکتا تھا۔ دس (۱۰) سال کا عرصہ اس نے اسی مشقت و پریشانی میں گزارہ ۔ بڑی جگہوں سے دم درود کروایا مگر افاقہ نہ ہوسکا اور رکوع و سجود کی لذّت سے آشنائی نہ ہو پائی۔ جب حضرت مبارک صاحب ﷺ کی بارگاہِ آیا اور اپنا مسئلہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا"نماز پڑھو"۔آپ کے اس فرمان اثر نشان کی برکت ہی تھی کہ جب اس نے نماز ادا کی تو رکوع کرنے میں کوئی دقّت ہوئی اور نہ ہی سجدے میں کوئی پریشانی سامنے آئی۔

کرامت:(۷)

یہ اپنا رومال لے لو یہ حضرت مبارک ﷺ اپنی زوجہ محترمہ کو فرمارہے تھے گھر میں داخل ہوتے ہی۔ مگر آپ تو مسجد ہی میں تھے بی بی صاحبہ نے گھر میں سوچا تھا کہ جو رومال آج حضرت کے ہاتھ میں ہے وہ مجھے مل جائے تو اچھا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے وہ رومال زوجہ محترمہ کو دے دیا۔

کرامت:(۸)

جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مارنے کا دن ہے بے انتہا رش ہے محرم اور نامحرم کے اختلاط کی وجہ سے آپکی زوجہ صاحبہ کیلئے کنکریاں مارنے میں بڑی دشواری ہے۔ محرم حضرات اگرچہ ساتھ ہیں مگر جگہ کا حصول ناممکن نظر آتا ہے حضرت بی بی صاحبہ کو حضرت مبارک ﷺ کی آواز آتی ہے کہ ڈرنا نہیں، یک دم ایک تخت سامنے آگیا آپ اس پر بیٹھ گئیں یوں محسوس ہوا جیسے روح دو حصّوں میں تقسیم ہوگئی ایک حصّہ تخت پر دوسرا نیچے یک دم رش ہٹ گیا جگہ بن گئی اور آپ نے نہایت آسانی سے کنکریاں ماریں واپس پاکستان پہنچ کر حضرت مبارک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا مجھے سب معلوم ہے۔

کرامت:(۹)

(حضور سیّدی مبارک ﷺ) کا ایک مرید افغانستان سے چلا خدمت اقدس میں حاضری کے لئے طورخم پر پہنچا تو گیٹ بند ہے سرکار مبارک ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے دعا کی فوراً آپ ﷺ تشریف لائے مرید کا ہاتھ پکڑا دوسرے ہاتھ سے تالا کھولا اور گزار دیا۔

کرامت:(۱۰)

پہاڑی علاقہ ہے خطرناک راستے پر چند سالکین کو لے کر جیپ منزل کی طرف رواں دواں ہے، حضرت مبارک ﷺ کے داماد فرماتے ہیں۔ سب انتہائی پریشان ہیں گہری کھائی میں گرنے والی تھی کہ اچانک جیپ رک گئی۔ اس لئے کہ سب نے اپنے مرشد کو بے قراری میں پکارا تھا۔ جیپ کے رکتے ہی سب لوگ باہر کود گئے اور جیپ کھائی میں گرگئی دیکھا گیا کہ جیپ کے ٹائر کے نیچے حضرت مبارک ﷺ کا بازو ہے۔ جب واپس پہنچ کر دیکھا تو واقعی ہی حضرت مبارک ﷺ نے اپنے بازو پر گرم پٹی باندھ رکھی تھی جو مسلسل تین دن تک باندھی رکھی۔

کرامت:(۱۱)

حضرت مبارک علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد حضرت بی بی صاحبہ نے اضطراب اور پریشانی کے سبب چاہا کہ کبھی داتا صاحب علیہ الرحمہ کے ہاں حاضری دوں کہ شاید کچھ روحانی سیرابی ہوتو فوراً اسی رات خواب میں بی بی صاحبہ کوفرمایا کہ میرا دامن مت چھوڑو۔

(سستم ۲۰۱۴ مئی:ص ۴۲،۴۳،۴۲)

کرامت:(۱۲)

حضرت اقدس (صوفی نثارالحق سیفی) فرماتے ہیں:

ایک دن رات ساڑھے آٹھ بجے باڑا شریف پہنچا کھجوری شریف کے لیے گاڑی کا انتظام نہیں ہورہا تھا کہ اچانک ایک ڈاٹسن والے نے گاڑی روکی اور کہا پیر صاحب، حضرت قدس فرماتے ہیں میں نے کہاہاں پیر صاحب۔گاڑی میں بیٹھ گیا اچانک باتیں شروع ہوئیں تو وہ بڈھا تبلیغی نکلا اور کہا کہ پیر صاحب تبلغیوں کو کافر کہتا ہے۔میں خاموش رہا تھوڑی دیر کے بعد حضور سیدی حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کی جگہ آ گئی تو میں اتر گیا۔پیدل جارہا تھا کہ داؤد باچا کے گھر سے تھوڑا سا آگے تھا کہ اچانک چار کتے بھونکتے ہوئے میری طرف آئے،لمبائی میں خچر کے برابر تھے،دل میں سوچا کہ آج میرا کام ہوگیا۔لیکن اچانک حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کو آواز دی اور کہا المدد یا شیخ!یہ کہنا ہی تھا کہ وہ کتے آپس میں لڑے اور چلے گئے۔قریب ہی ایک خادم تھا،پوچھنے لگا کہ کتوں نے کاٹا تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔اندر خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو حضور سیدی حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ نے سلام کلام کے بعد فرمایا کہ گاڑی میں اس بڈھے نے تجھے کہا کہ پیر صاحب تبلیغیوں کو کافر کہتا ہے تو جواب کیوں نہیں دیا؟اس کے منہ میں گوبر ڈالنا تھا۔

کرامت:(۱۳)

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے ایک خلیفہ مطلق کا بیان ہے فرماتے ہیں:

ایک دن ہم دعوت میں کسی پیر بھائی کے ہاں گئے ہوئے تھے،کھانے کا دسترخواں لگا تو دوست واحباب نے ہاتھ دھوئے اور نمک چکھا،کھانا لگایا گیا،میں سلسلہ چشتیہ میں پہلے مرید تھا،اس لیے سلسلہ عالیہ چشتیہ والے تھوڑا سا کھانا کھا کر بس کرلیتے ہیں،میں اسی سوچ میں تھا کہ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ صوفی صاحب نہ کھانا خود کھاتے ہیں اور نہ ہمیں کھانے دیتے ہیں،میں شرمندہ ہوا اور کھانا کھانا شروع کیا۔

خلیفہ مطلق حضرت جان محمد بیان کرتے ہیں:

سامع مولانا طارق احمد نقشبندی:

کرامت:(۱۴) حضرت خلیفہ جان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ خیبر پختونخواہ کے علاقے باڑہ کے قریب واقع ایک گاؤں میں کسی غرض سے جانا ہوا میں اس وقت بہت تیز توجہ کرتا تھا میری جلالی اور تیز توجہ کی وجہ سے گاؤں کا ایک شخص ہلاک ہوگیا جس کی وجہ سے گاؤں والے پھر گئے اور سخت فساد کی وجہ سے میری جان لینے کے درپے ہوئے میں نے (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمہ) کی طرف پیغام بھیجا اور سارے معاملے کی اطلاع کی تو (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمہ) اس گاؤں میں خود تشریف لائے اور اس شخص کی میت کو حاضر کرنے کا حکم دیا چنانچہ میت حاضر کی گئی تو (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمہ) نے میت کے سر سے پکڑ کر فرمایا اللہ کے حکم

سے کھڑا ہو جاتو وہ میت زندہ ہو گئی اور (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمہ) ان گاؤں والوں کے رویے اور فساد کی وجہ سے ناراض ہو کر تشریف لے گئے اور لوگ محو حیرت بنے دیکھتے رہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر کرامت سے نوازا ہے۔

کرامت: (۱۵) حضرت جان محمد دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے باڑہ جانے کا ارادہ کر کے کچھ ساتھیوں سمیت کوئٹہ سے ایک بس میں ٹکٹ کروائی وہابیوں کو پتا چلا تو انہوں نے ڈرائیور کو ہمیں ساتھیوں سمیت مارنے کی سازش کی اور اسے کثیر رقم دے کر باقی سواریوں کو اتروالیا جب ہم بنوں سے گزرے تو ڈرائیور نے گاڑی سڑک سے اتاردی جس کی وجہ سے بس درختوں سے ٹکرانے کے بعد الٹ گئی اور ہمیں شدید زخم لگے میں اور میرے ساتھی زخمی تھے اور بس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا اسی دوران میں اپنے پیر حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا تصور مضبوط کیا اسی دوران دیکھتا ہوں کہ حضرت مبارک علیہ الرحمہ تشریف لائے اور بس کو ایک ہاتھ سے سیدھا کیا اور ہمیں باہر نکال کر خود غائب ہو گئے جب ہم بڑی مشکل سے باڑہ پہنچے تو حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے غصے میں فرمایا تمہیں عقل نہیں ہے کہ تم کسی سازش کو سمجھو جب بس خالی کرالی گئی تو تمہیں سازش کو سمجھ لینا چاہئے تھا یہ فرماتے ہوئے اپنا زخمی ہاتھ دکھایا اور فرمایا تمہاری وجہ سے میرے ہاتھ میں درد ہے۔

نوٹ: یہ دونوں کرامتیں مولانا طارق احمد نقشبندی نے خلیفہ جان محمد دامت برکاتہم العالیہ کے فرزند سلطان محمد اور ایک خلیفہ نے بیان کیا اور انہوں نے فرمایا کہ میرے والد گرامی نے اس طرح مجھ سے بیان کیا۔

کرامت: (۱۶)

آپ خلیفہ جان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک بہت بوڑھی عورت جو کہ درد کی وجہ سے شدید تکلیف میں تھی کو مجبوراً اس کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اور اس کے سفید بالوں پر نظر کرتے ہوئے کہ یہ تو بہت بوڑھی ہے انجکشن لگایا رات گزری صبح حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے مکتوبات شریف کا نماز فجر کے بعد درس دیا اور درس ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ بوڑھی عورت چاہے سفید بالوں والی کیوں نہ ہو انجکشن لگانا جائز نہیں میں سمجھ گیا کہ حضرت مبارک مجھے نصیحت فرما رہے ہیں اور میرے حال پر مطلع ہوئے ہیں۔

کرامت: (۱۷)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے اوپر گریہ وزاری کی بہت بڑی کیفیت طاری ہوئی اور میں عاجزی میں پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے کچھ دنوں کے بعد فرمایا کہ آپ عاجزی میں بہت روتے ہو۔ آپ علیہ الرحمہ میرے حال پر مطلع ہو گئے۔

کرامت: (۱۸)

حضرت پیر طریقت جان محمد دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے خلفاء کی قطار میں ایک شخص پر عالم صغریٰ سے توجہ کر رہا تھا اور اس کی روح کو عالم صغریٰ کی سیر کرا رہا تھا تو حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا جان فدائے محمد عالم صغریٰ سے توجہ کرتے ہو یہ کہہ کر مسکرائے۔

کرامت: (۱۹)

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں مراقبے بہت کم کم کرتا تھا ایک دن ظہر کی نماز سے پہلے مراقبہ کیا تو بہت لطف اندوز ہوا حتی کہ میں نے تمام مراقبات پورے کر لئے حضرت مبارک علیہ الرحمہ نماز ظہر پر تشریف لائے اور فرمایا آپ مراقبے کرتے ہو اور بہت لطف اٹھاتے ہو۔ آپ یہاں بھی میرے حال پر مطلع ہو گئے۔

کرامت: (۲۰)

حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کے عرس کا موقع تھا اور باڑہ میں لوگوں کا بہت رش تھا اور مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی توجہ کے دوران میں نے اصل اخفیٰ کا حضور پکڑا تو بھرے مجمع میں حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے میری طرف مسکراتے ہوئے فرمایا خلیفہ صاحب اصل اخفیٰ کا بہت حضور پکڑ رکھا ہے۔

کرامت: (۲۱)

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ملا بلخی جو کتاب معمولات سیفیہ کے مصنف ہیں کے پاس حاضر ہوا اور ان سے اپنے خیال کے مطابق سوال کیا کہ نماز میں لطائف کو ہلانا اور ذکر کرنا کیا ہے تو ملا بلخی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ نماز میں لطائف کو ہلانا نماز میں سکون کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ اس پر مجھے بہت دکھ ہوا اور سابقہ نمازوں کے بارے میں بہت غم و تکلیف لاحق ہوئی کہ میں اور میرے مرید نمازوں میں ذکر کرتے ہیں۔ میں باڑہ حضرت مبارک کے پاس پہنچا اور سارا مسئلہ بیان کیا ساتھ ہی اپنی نمازوں کی تشویش بھی ظاہر کی چند روز گزرے خانقاہ شریف کے باہر حضرت مبارک علیہ الرحمہ موجود تھے کہ ملا بلخی آتے ہوئے دکھائی دئے فرمایا بلخی تمہیں کیا ہوا تم غلط فتویٰ دیتے ہو انہوں نے عرض کی کونسا غلط فتویٰ آپ نے فرمایا کہ تم نے جان محمد سے کہا ہے کہ نماز میں لطائف سے ذکر کرنا سکون نماز کے خلاف اور ناجائز ہے تمہیں پتہ نہیں ہدایہ وغیرہ میں جہنم کے خوف سے جنت کے شوق میں آواز نکلنے سے نماز نہ ٹوٹنے کا بیان ہوا ہے تو یہاں بھی یہی کیفیت ہے تو نماز میں ذکر کیونکر ناجائز ہوگا ایسا نہ کیا کرو غلط فتوے نہ دیا کرو۔

کرامت: (۲۲)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ ۵۵ سال پہلے جب میں حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا مرید نہیں تھا افغانستان میں کسی کو پتھر مارنے کی وجہ سے گھر سے ناراض ہوا یہ میرے بچپن کا دور تھا میں گھر سے باہر کھیت میں چلا گیا پیچھے تمام گھر والے پریشان ہو کر مجھے ڈھونڈتے رہے میں اس ڈر سے چھپا ہوا تھا کہ گھر جاؤں گا تو والد صاحب ماریں گے اسی دوران رات ہوگئی اور مجھ پر خوف طاری ہوا اسی دوران ایک بزرگ نہایت حسین چہرے کے ساتھ نمودار ہوئے جنہیں میں نہیں جانتا تھا انہوں نے مجھے تسلی دی کہ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا گھر چلے جاؤ میں ان کی تسلی کی وجہ سے ان کے ساتھ نکلا اور انہوں نے مجھے گھر پہنچا دیا اور ان کے کہنے کے مطابق والد صاحب نے مجھے کچھ ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی پھر جب کچھ سالوں کے بعد حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا مرید ہوا اور زیارت کی تو پتہ چلا کہ بچپن میں جس بزرگ نے رات کے وقت کھیت سے باہر نکال کر گھر پہنچایا اس کی شکل ہو بہو حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے ملتی تھی۔

کرامت: (۲۳)

میں اور میرے بھائی خان محمد کوئٹہ سے باڑہ حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے ملنے اور زیارت کرنے تشریف لے گئے زیارت ہوئی شام کو میں نے حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے اجازت چاہی کہ پشاور میں ہمارے رشتے دار ہیں ہم ان کے پاس ٹھہریں گے آپ اجازت عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا کون سے رشتے دار چھوڑ دو رشتے داروں کو یہیں رہو لیکن میں نہ مانا پھر عرض کی رشتے داروں کے پاس جانا ہے آپ نے اجازت مرحمت فرمادی میں اور میرا بھائی خان محمد پشاور آئے اور رشتے داروں کا گھر ڈھونڈتے رہے مگر ان کا گھر بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی نہ ملا پشاور کی گلیاں ہمارے لئے بالکل اجنبی اور ناآشنا ہوگئیں ہم دونوں سرگرداں اور پریشان ڈھونڈتے رہے مگر ہمیں رشتے داروں کا گھر نہ ملا ڈھونڈتے ڈھونڈتے رات کے چار بج گئے مجبور ہو کر ہم نے ایک مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور مولوی صاحب کے پاس اس مسجد میں قیام کیا مولوی صاحب نے ہماری بڑی خدمت کی صبح ہم دونوں بھائی کوئٹہ چلے آئے اور پھر کبھی رشتے داروں کے ہاں پشاور نہیں گئے۔

کرامت: (۲۴)

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ پر جب بھی کوئی مصیبت اور پریشانی آئی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا تصور کیا تو وہ مصیبت اور پریشانی جاتی رہی۔

کرامت: (۲۵)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے مجھ پر ایسی توجہ کی کہ میرے جسم کا رووان رووان اور رگ رگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور میرا جسم اللہ کے ذکر سے زندہ ہے۔

کرامت: (۲۶)

حضرت پیر طریقت جان محمد دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ پہلے افغانستان سے جب آیا تو کوئٹہ کے علاقے خروٹ آباد میں مقیم ہوا یہاں میری کچھ زمین اور وسیع گھر تھا مگر یہ زمین غصب شدہ ہونے کی وجہ سے میں نے یہاں سے دوسری جگہ کلی بڑو کے قریب بلوچوں کے علاقہ میں جگہ لی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ سے گزارش کی کہ میں نے بلوچوں کے علاقے میں گھر بنایا ہے خصوصی دعا فرمائیں مجھے ڈر لگتا ہے کہ کوئی معاملہ نہ ہو جائے تو آپ نے فرمایا ہر جگہ اللہ تعالیٰ نگہبان ہے گھبراؤ نہیں کچھ نہیں ہوتا پس آپ کے فرمان کے مطابق میرے گھر بنانے سے اب تک کسی بلوچ نے مجھے کسی معاملے میں اذیت نہیں دی البتہ پٹھانوں نے بہت سی اذیتیں پہنچائی ہیں۔

حضرت خلیفہ مطلق خان محمد کی بیان کردہ کرامات:

کرامت: (۲۷)

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ بچپن میں میں جب کسی باغ وغیرہ میں جاتا تو پھول کی خوشبو سونگ کر سرکار دو عالم ﷺ کی محبت میں رویا کرتا تھا۔

کرامت: (۲۸)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد قطب الارشاد مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے جلاب لیا جس کی وجہ سے سینے میں درد رہنے لگا تو مریدوں پر توجہ خود نہ کرتے اور مجھ سے فرماتے کہ آپ میرے پاس بیٹھیں اور چپکے سے میرے مریدین پر توجہ کریں انہیں پتہ نہ چل سکے آپ فرماتے ہیں کہ میں چپکے سے توجہ کرتا تو مریدین کو اسی طرح جذبہ ملتا جس طرح حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ کی توجہ سے جذبہ ہوتا پیر صاحب خوش ہو کر فرماتے کہ بڑی بات ہے تم میرے وصال کے بعد میرا فیض اسی طرح تقسیم کرو گے جس طرح میری حیات میں اسی طرح توجہ کر رہے ہو۔

کرامت: (۲۹)

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی باچا خان کی بیٹی حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ کی بیوی تھیں ایک دفعہ حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ نے باچا خان سے فرمایا سیف الرحمٰن (حضرت مبارک علیہ الرحمۃ) کو پہچانتے ہو آپ نے فرمایا کیوں نہیں وہ تو میرے چھوٹے بھائی ہیں اس پر حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا آپ انہیں صرف بھائی ہونے کی حیثیت سے پہچانتے ہیں ان کے مقام کے متعلق خبر نہیں تمہارے وہ بھائی عالی مرتبت انسان ہیں کہ جس علاقے گاؤں شہر میں جائیں گے وہاں اس خطے کو نور ہی نور بنا دیں گے۔

کرامت:(۳۰)

حضور سیّدی قطب وقت مولانا محمد ہاشم سمنگانی ﷫ ایک دن حضرت مبارک ﷫ سے فرمایا کہ تمہارے مقام کی بلندی کی وجہ یہ بھی ہے تم حب فی اللہ اور بغض فی اللہ تام (مکمل ہے) تم خوارج سے بغض فی اللہ میں مکمل ہو جو تمہارے درجات کو بلند کرتا رہے گا۔ اس لئے آپ ساری زندگی خوارج کے ساتھ جہاد میں مشغول رہے حتیٰ کہ آخری عمر میں باڑہ میں خوارج کے ساتھ لڑتے ہوئے مجبوراً لاہور تشریف لے گئے حالانکہ خوارج کی تعداد لاکھوں تھی اور آپ اپنے خلفاء کرام کے ساتھ تھے آپ فرماتے تھے کہ میں ہار نہیں مانوں گا اگرچہ میری جان چلی جائے ان کے خلاف جہاد فرض ہے۔

کرامت:(۳۱)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مبارک ﷫ جب تک پشاور کے علاقے باڑہ تشریف نہیں لائے تھے تب وہاں لوگوں کی بہت دشمنیاں تھیں اور وہ ایک دوسرے کی جانوں کے دشمن تھے باڑہ علاقہ غیر تھا ہر شخص نے اپنے گھروں کی چھت پر مورچے بنا رکھے تھے اور اسلحے کندھوں پر لٹکانے کی وجہ سے کندھوں پر نشان موجود تھے حضرت مبارک صاحب ﷫ کے قدم رنجا فرمانے کے بعد آپ کی برکت سے ان کی دیرینہ دشمنیاں دوستیوں میں بدل گئیں اور سب نے سکھ کا سانس لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ یہ حضرت مبارک ﷫ کی برکت ملی ہے کہ ہماری دشمنی دوستی میں بدل چکی ہے اور ہمارے کندھوں سے بوجھ اتر گیا اور ہم آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔

کرامت:(۳۲)

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت مبارک ﷫ باڑہ میں تشریف لائے تو یہاں کے علماء میرے خلاف متحد ہو کر میٹنگ کرتے کہ ہم حضرت مبارک ﷫ کو اس طرح سوالوں اور کتابوں سے پھنسائیں گے اور انہیں باڑہ چھوڑوا دیں گے اسی طرح کئی دفعہ چند علماء کا ٹولہ میرے پاس آتا اور مجھے کتابیں دکھاتا اور اپنی دلیلیں دیتا جواباً میں بھی کتابیں دکھاتا اور اعتراضات کے جواب دیتا تو وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے لگتے کہ تم کس طرح کہتے ہو حالانکہ وہ چیز ان میں نہیں اور ان کا عمل قرآن وحدیث کے مطابق ہے یہ تو فرض، واجب، سنت، نفل کے پابند اور مکروہات سے اجتناب کرتے ہیں وہ معترضین علماء میرے پاس متاثر ہو کر مرید ہو جاتے۔

کرامت:(۳۳)

گلبدین حکمت یار افغانستان میں جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کا سربراہ تھا اس نے ایک قاتل کو اسلحے اور دیگر پیسوں کا لالچ دے کر حضرت مبارک ﷫ کو باڑہ میں شہید کرنے کی سپاری دی۔ ایک دن حضرت مبارک ﷫ مع رفقاء گاڑی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو یہ شخص تیار ہو کر تاک میں بیٹھا تھا اور اس کے پاس جدید اسلحہ تھا اور اس نے رائفل کے گھوڑے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا کہ قریب ہو تو میں انہیں قتل کر دوں مگر جب حضرت مبارک ﷫ قریب ہوئے تو اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی گویا کوئی شیر مجھ پر حملہ آور ہوا ہو اسی دوران حضرت تشریف لے گئے اور میں حیرانی و پریشانی میں کچھ نہ کر سکا کچھ دنوں کے بعد مجھے نہ معلوم کمر یا پاؤں میں گولی لگی اور میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ ﷻ کے دوست حضرت مبارک ﷫ کے بارے میں نیت خراب ہونے کی وجہ سے ہے وہ شخص حاضر ہوا اور حضرت مبارک ﷫ سے پورا واقعہ بیان کیا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

کرامت: (۳۴)

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ باڑہ کے کچھ لوگ مجھے باڑہ سے نکالنا چاہتے ہیں جب میں یہاں سے چلا گیا تو باڑہ میں اللہ کا عذاب آئے گا اور یہ لوگ اللہ کی رحمت کو ترسیں گے۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے باڑہ سے ہجرت کرنے کے بعد لوگوں کی دشمنیاں شروع ہو گئیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسا ان پر نازل ہوا ہے کہ وہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک جانے کے قابل نہیں رہے دشمنی کی وجہ سے اور فسادات نے انہیں ایسا جکڑ لیا ہے کہ اپنی بیویاں بھی وہ بھول گئے ہیں۔

باب نمبر ۳۶

تقویٰ پرہیزگاری اور سنتِ رسول ﷺ کی تابعداری

سوال: (۸۷) اعتراض: مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

دعویٰ نمبر ۱۰: پوری دنیا میں شریعت اور سنت کی صحیح تابعداری خانقاہ سیفیہ میں ہے۔

اصل عبارت نمبر ۱: تمام دنیا میں شریعت محمدی ﷺ کے متابعت اور سنت سنیہ کے التزام کا واحد مرکز اس فقیر کی خانقاہ سیفیہ یاد کیجاتی ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

اصل عبارت نمبر ۳: یہ کوئی مفروضہ نہیں بلکہ کوئی بھی خانقاہ سیفیہ میں آکر احیاء سنت کا نظارہ دیکھ سکتا ہے اور اماتت بدعت کا عملی نمونہ بھی دیکھ سکتا ہے (صفحہ ۳۰۱)

اصل عبارت نمبر ۱: میرے پچاس ہزار سے زائد مریدین کو غور سے دیکھنے پر یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ فقیر محی السنۃ ہے میرے تمام مریدین عمامہ کی پابندی کرنے والے ہیں۔ (صفحہ ۳۰۰)

اصل عبارت نمبر ۲: اس فقیر کے مریدین وخلفاء کرام ہی اس فقیر کے کمالات اور علوم کا واضح نمونہ ہیں۔ الخ۔

اصل عبارت نمبر ۳: اس فقیر کے مریدین وخلفاء کرام ظاہری اور باطنی شریعت کے التزام سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور تقوی فی العقیدہ، فی العمل اور فی الاخلاق کا مظہر ہیں۔ اس زمانہ میں بدیہی طور پر سالکین سیفیہ ہی نظر آتے ہیں۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال: ۳۴) کا مصداق صحیح اس زمانہ میں فقیر کے ہاں مل سکتا ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

الجواب:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔

ترجمہ: اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ لوگ ایک دین پر تھے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۱۲)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا کسی مومن کو ذلیل یا کمینہ جاننا کافروں کا طریقہ ہے اور کافر اگرچہ مالدار ہو ذلیل ہے مومن اگرچہ غریب ہو کسی قوم سے ہو عزت والا ہے بشرطیکہ متقی ہو۔ خیال رہے کہ قیامت کے دن متقیوں کی عزت کا ظہور ہو گا یہ جنت میں ہوں گے اور کافر دوزخ میں ہوں گے

ورنہ حقیقتہ آج بھی متقی فاسقوں سے اوپر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنفقون:۸) یعنی دنیا میں مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مال کی زیادتی محبوبیت کی علامت نہیں، بہت دفعہ کافر مالدار ہوجاتے ہیں مومن غریب اور امام حسین شہید ہوگئے یزیدوں کو بظاہر فتح ہوئی۔ محبوبیت کی علامت توفیق خیر ہے۔

(کنز الایمان تفسیر نور العرفان، ص، ۵۰)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ ال عمران:۱۸)

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ بڑی عزت والے ہیں کہ رب عزّوجل نے انہیں اپنی توحید کا گواہ اپنے ساتھ بنایا، مگر علماء دین جو علماء ربانی ہیں نہ وہ جو اخوان الشیاطین ہیں، علماء ربانی وہ ہیں جو خود اللہ والے ہیں اور لوگوں کو اللہ والے بناتے ہیں جن کی صحبت سے خدا کی کامل محبت نصیب ہوتی ہے جس عالم کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کے خوف، حضور ﷺ کی محبت میں کمی آئے وہ عالم نہیں ظالم ہے۔ خیال رہے کہ اولوالعلم میں انبیاء کرام، اولیاء عظام، علماء اعلام تمام حضرات شامل ہیں۔

(کنز الایمان تفسیر نور العرفان، ص، ۸۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

انّ اکرمکم عنده اتقا بگو		هست کرّمنا بتقویٰ اے عمو

ترجمہ: اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے کا قائل ہوجا اے چچا! ہم نے عزت دی تقوے کی وجہ سے ہے۔

گر نه تقویٰ داری از گادی بتر		گوش کن بل هم اضلّ اے دیده ور

ترجمہ: اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے اے دیدہ ور! بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں کو سن لے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۹۶۸)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، قدس سرہ، متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

قَوْله تَعَالٰى ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: یہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کیلئے۔

أخرج وَكيع وَابْن جرير عَن الشّعبِيّ فِي قَوْله {هدى} قَالَ: من الضَّلَالَة

ترجمہ: حضرت سیدنا امام وکیع نے اور ابن جریر نے شعبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے هدًى کا مطلب گمراہی سے ہدایت پانا نقل کیا ہے۔

وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن مَسْعُود فِي قَوْله {هدى} قَالَ: نور {لِلْمُتقين} قَالَ: هم الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ: ابن جریر نے حضرت سیّدنا ابن مسعود ﷺ سے ھدی کا معنی نور نقل کیا ہے اور فرمایا لمتقین سے مراد مؤمنین ہیں۔

وَأخرج ابْن إِسْحَق وَابْن جرير وَابْن أبي حَاتِم عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {هدى لِلْمُتقين} أَي الَّذين يحذرون من أَمر الله عُقُوبَته فِي ترك مَا يعْرفُونَ من الْهدى ويرجون رَحمته فِي التَّصْدِيق بِمَا جَاءَ مِنْهُ

ترجمہ: ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت سیّدنا ابن عباس ﷺ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ جن کو ہدایت نصیب ہو چکی ہے وہ اس کو چھوڑنے پر عذاب الٰہی سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کی تصدیق کی وجہ سے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {هدى لِلْمُتقين} قَالَ: لِلْمُؤْمنِينَ الَّذين يَتَّقُونَ الشّرك ويعملون بطاعتي

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام ابن جریر ﷺ نے حضرت سیّدنا ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ایک مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ہدایت ان مؤمنین کے لئے ہے جو شرک سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

وَأخرج عبد بن حميد عَن قَتَادَة فِي قَوْله {هدى لِلْمُتقين} قَالَ: جعله الله هدى وضياء لمن صدّق بِهِ وَنور لِلْمُتقين

ترجمہ: عبد ابن حمید نے حضرت سیّدنا قتادہ ﷺ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہدایت اور روشنی بنایا ہے ان کے لئے جو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور قرآن متقین کے لئے نور ہے۔

وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن معَاذ بن جبل قَالَ: يحبس النَّاس يَوْم الْقِيَامَة بِقِيع وَاحِد فينادي مناد: أَيْن المتقون فيقومون فِي كنف الرَّحْمَن لَا يحتجب الله مِنْهُم وَلَا يستتر قيل: من المتقون قَالَ: قوم اتَّقوا الشّرك عبَادَة الْأَوْثَان واخلصوا الله الْعِبَادَة فيمرون إِلَى الْجنَّة

ترجمہ: امام ابن ابی حاتم نے حضرت سیّدنا معاذ بن جبل ﷺ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کو ایک کھلی زمین میں روک لیا جائے گا ایک منادی کرنے والا ندا دے گا متقین کہاں ہیں۔ پس وہ رحمن کی رحمت میں کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے حجاب نہیں فرمائے گا اور نہ ان سے وہ پوشیدہ ہو گا کہا جائے گا **المتقون** کون ہیں؟ ارشاد ہو گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے اجتناب کیا اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہے، اور خالص اللہ کی عبادت کرتے رہے، پس وہ جنت کی طرف چلے جائیں گے۔

وَأخرج أَحْمد وَعبد بن حميد وَالْبُخَارِيّ فِي تَارِيخه وَالتِّرْمِذِيّ وَحسنه وَابْن ماجة وَابْن أبي حَاتِم وَالْحَاكِم وَصَححهُ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الشّعب عَن عَطِيَّة السَّعْدِيّ وَكَانَ من الصَّحَابَة قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَا يبلغ العَبْد الْمُؤمن أَن يكون من الْمُتَّقِينَ حَتَّى يدع مَا لَا بَأْس بِهِ حذرا لما بِهِ بَأْس

ترجمہ: امام احمد، عبد بن حمید، البخاری ﷺ نے التاریخ میں، ترمذی (انہوں نے اس کو احسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الشعب میں حضرت سیّدنا عطیہ السعدی علیہ السلام سے روایت کیا ہے (اور عطیہ کو شرف صحابیت حاصل تھا)، فرماتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندۂ مؤمن اس وقت تک متقین کی صف میں شامل نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس چیز کو ترک کر دے جس میں حرج نہیں اس وجہ سے کہ کہیں اس میں حرج نہ ہو۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا فِي كتاب التَّقْوَى عَن أبي هُرَيْرَة أَن رجلا قَالَ لَهُ: مَا التَّقْوَى قَالَ: هَل أخذت طَرِيقا ذَا شوك قَالَ: نعم قَالَ:

فکیف صنعت قَالَ: إِذا رَأیت الشوك عدلت عَنهُ أَو جاوزته أَو قصرت عَنهُ قَالَ: ذَاك التَّقْوَی.

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے کتاب التقویٰ میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا تو نے کبھی کانٹوں والا راستہ اختیار کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا پھر تو نے گزرتے وقت کیا کیا تھا؟ اس نے کہا جب میں کانٹا دیکھتا تو اس سے ہٹ جاتا تھا یا اس سے بچ کر جاتا تھا یا اس سے نہیں گزرتا تھا۔ فرمایا یہی تقویٰ ہے۔

وَأخرج ابن أبي شيبَة وَابْن أبي الدُّنْيَا وَابْن أبي حَاتِم عَن طلق بن حبيب أَنه قيل لَهُ: أَلا تجمع لنا التَّقْوَى في كَلَام يسير يرونه قَالَ: التَّقْوَى الْعَمَل بِطَاعَة الله على نور من الله رَجَاء رَحْمَة الله وَالتَّقوى ترك مَعاصي الله على نور من الله مَخَافَة عَذَاب الله

ترجمہ: حضرت سیّدنا امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ حضرت سیّدنا ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ حضرت سیّدنا ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ ہمارے لئے تقویٰ کی تعریفات میں ایک جامع اور مختصر کلام میں تعریف فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی توفیق سے رحمت الٰہی کی امید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعمال کرنا اور تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کرنا۔

وَأخرج أَحْمد في الزّهْد وَابْن أبي الدُّنْيَا عَن أبي الدَّرْدَاء قَالَ: تَمام التَّقْوَى أَن يَتَّقِي الله العَبْد حَتَّى يتقيه من مِثْقَال ذرة وَحَتَّى يتْرك بعض مَا يرى أَنه حَلَال خشيَة أَن يكون حَرَامًا يكون حِجَابا بَينه وَبَين الْحَرَام

ترجمہ: امام احمد علیہ الرحمہ نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مکمل تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے حتیٰ کہ رائی کے ذرہ برابر غلطی سے بھی اس سے ڈرے حتیٰ کہ بعض حلال امر کو بھی چھوڑ دے اس اندیشہ سے کہ کہیں حرام نہ ہو، یہ چیز اس کے اور حرام کے درمیان پردہ بن جائے گی۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن الْحسن قَالَ: مَا زَالَت التَّقْوَى بالمتقين حَتَّى تركُوا كثيرا من الْحَلَال مَخَافَة الْحَرَام

ترجمہ: ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ ہمیشہ متقین کے ساتھ رہا حتیٰ کہ انہوں نے اکثر حلال چیزوں کو حرام کے اندیشہ سے ترک کئے رکھا۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن سُفْيَان الثَّوْريّ قَالَ: إِنَّمَا سموا المتقين لأَنهم اتَّقوا مَا لَا يتقى۔

امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے سفیان الثوری علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ متقین کو اس نام سے اس لئے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے بھی بچتے ہیں جس سے بچا نہیں جاتا۔

وأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن عبد الله بن الْمُبَارك قَالَ: لَو أَن رجلا اتَّقى مائَة شَيْء وَلم يتق شَيْئا وَاحِدًا لم يكن من الْمُتَّقِينَ۔

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر ایک شخص سو چیزوں سے اجتناب کرے اور ایک چیز سے اجتناب نہ کرے تو وہ متقین میں سے نہیں ہے۔

وَأخرج ابن أبي شيبة وَابن أبي الدُّنيَا عَن عون بن عبد الله قَالَ: تَمام التَّقْوَى أَن تبتغي علم مَا لم تعلم مِنْهَا إِلَى مَا قد علمت مِنْهَا

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ اور ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا عون بن عبداللہ علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ مکمل تقویٰ یہ ہے کہ تو ان چیزوں کا علم حاصل کرے جن کا تجھے علم نہیں حتیٰ کہ تو ان کو جان لے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن رَجَاء قَالَ: من سره أَن يكون متقياً فَلْيَكُن أذلّ من قعُود إبل كل من أَتَى عَلَيْهِ أرغاه.

ترجمہ: ابن ابی الدنیا نے رجاء سے روایت کیا ہے کہ جس کو اپنا متقی ہونا پسند ہے تو وہ اونٹ کے بچے سے بھی زیادہ فروتر ہوجائے کہ جو بھی اس کے پاس آتا ہے وہ بلبلا اٹھتا ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا من طَرِيق مَالك بن أنس عَن وهب بن كيسَان قَالَ: كتب رجل إِلَى عبد الله بن الزبير بموعظة أما بعد فَإِن لأهل التَّقْوَى عَلَامَات يعْرفُونَ بهَا ويعرفونها من أنفسهم من صَبر على الْبلَاء وَرَضي بِالْقضَاءِ وشكر النعماء وذل لحكم الْقُرْآن

ترجمہ: ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے مالک بن انس عن وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ کے طرق سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف نصیحت لکھی: حمد وصلوٰۃ کے بعد بے شک اہل تقویٰ کی کچھ علامات ہیں جن کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ اپنے نفسوں سے تقویٰ کی پہچان کراتے ہیں مثلاً مصیبت پر صبر کرنا، قضائے الٰہی پر راضی ہونا، نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور قرآن کے حکم کی تابعداری کرنا۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن ابن الْمُبَارك قَالَ: قَالَ دَاوُد لِابْنِهِ سُلَيْمَان عَلَيْهِ السَّلَام: يَا بني إِنَّمَا تستدل على تقوى الرجل بِثَلَاثَة أَشْيَاء لحسن توكله على الله فِي مَا ابتلاه به ولحسن رِضَاهُ فِيمَا أَتَاهُ ولحسن زهده فِيمَا فَاتَهُ

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا ابن المبارک علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو کہا تھا اے بیٹے تین چیزوں کے ذریعے انسان کے تقویٰ کا استدلال کیا جاتا ہے جو مصیبت اس پر اترے اس میں بحسن وخوبی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جو اس پر عنایات ہوں ان پر راضی ہو اور جو فوت ہوجائے اس میں دلچسپی نہ رکھے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن سهم بن سَحَاب قَالَ: مَعْدن من التَّقْوَى لَا يزَال لسَانك رطبا من ذكر الله

ترجمہ: ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے سہم بن سحاب علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کا معدن یہ ہے کہ تیری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

وَأخرج أَحْمد فِي الزّهْد وَابن أبي الدُّنيَا عَن سعيد بن أبي سعيد المقبري قَالَ: بلغنَا أَن رجلا جَاءَ إِلَى عِيسَى فَقَالَ: يَا معلم الْخَيْر كَيفَ أكون تقياً لله كَمَا يَنْبَغِي لَهُ قَالَ: بِيَسِير من الْأَمر تحب الله بقلبك كُله وتعمل بكدحك وقوتك مَا اسْتَطَعْت وترحم ابن جنسك كَمَا ترحم نَفسك قَالَ: من ابن جنسي يَا معلم الْخَيْر قَالَ: ولد آدم كلهم وَمَا لَا تحب أَن يُؤْتى إِلَيْك فَلَا تأته إِلَى أحد فَأَنت تقي لله حَقًا

ترجمہ: امام احمد علیہ الرحمہ نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا نے سعید بن ابی سعید المقبری علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی اے خیر کی تعلیم دینے والے! میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کیسے بن سکتا ہوں جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا ایک چھوٹے سے عمل کے ساتھ وہ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے دل کی گہرائیوں سے۔ اور جتنی تیری استطاعت ہے اس کو پوری طرح صرف کرکے عمل کر، اپنی

جنس کے بیٹوں پر رحم کر جس طرح تو اپنے نفس پر رحم کرتا ہے، اس نے کہا میری جنس کے بیٹوں سے کیا مراد ہے؟ اے خیر کے معلم! فرمایا تمام اولاد آدم۔ جو تکلیف تو پسند نہیں کرتا کہ تجھے پہنچے تو کسی دوسرے کو وہ (تکلیف) نہ پہنچا (اگر تو ان خیر کے احکام پر عمل کرے گا) تو یقینا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن أياس بن مُعَاوِيَة قَالَ: رَأس التَّقْوَى و معظمه أَن لَا تعبد شَيْئا دون الله ثمَّ تتفاضل النَّاس بالتقى والنهى

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کر پھر تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ لوگوں کو فضیلت دے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن عون بن عبد الله قَالَ: فواتح التَّقْوَى حسن النِّيَّة وخواتمها التَّوْفِيق وَالْعَبْد فِيمَا بَين ذَلِك بَين هلكات وشبهات وَنَفس تحطب على سلوها وعدو مكيد غير غافل وَلَا عَاجز

ترجمہ: ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا عون بن عبداللہ علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ تقویٰ کا آغاز حسن نیت سے ہے اور اس کا خاتمہ توفیق الٰہی سے ہے، بندہ ان کے درمیان ہے، وہ ہلاکت اور شبہات کے درمیان ہے۔ نفس اپنی آسائش پر معاونت کرتا ہے جبکہ دشمن بڑا مکار، بیدار مغز اور چاک و چوبند ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن محرز الطفاري قَالَ: كَيفَ يَرْجُو مَفَاتِيح التَّقْوَى من يُؤثر على الْآخِرَة الدُّنْيَا.

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا محرز الطفاری علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تقویٰ کی چابیوں کی کیسے امید رکھتا ہے جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن عمر بن عبد الْعَزِيز قَالَ: لَيْسَ تقوى الله بصيام النَّهَار وَلَا بِقِيَام اللَّيْل والتخليط فِيمَا بَين ذَلِك وَلَكِن تقوى الله ترك مَا حرم الله وَأَدَاء مَا افْترض الله فَمن رزق بعد ذَلِك خيرا فَهُوَ خير إِلَى خير

ترجمہ: ابن ابی الدنیا نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا اور ان کے درمیان میں معاملات کو خلط ملط کرنا تقویٰ نہیں ہے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ نے جو حرام کیا ہے اسے ترک کر دے، جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے وہ ادا کرے اور جسے اس کے بعد نیکی کی توفیق دی گئی ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن مُحَمَّد بن يُوسُف الْفرْيَابِي قَالَ: قلت لِسُفْيَان أرى النَّاس يَقُولُونَ سُفْيَان الثَّوْرِيّ وَأَنت تنام اللَّيْل فَقَالَ لي: اسْكُتْ ملاك هَذَا الْأَمر التَّقْوَى

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا محمد بن یوسف الفریابی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں نے سفیان سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ سفیان الثوری علیہ الرحمہ کا ہر وقت تذکرہ کرتے ہیں اور جناب تو ساری رات سوئے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے فرمایا خاموش! اس چیز کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

وَأخرج ابن أبي الدُّنيَا عَن شبيب بن شيبَة قَالَ: تكلم رجل من الْحُكَمَاء عِنْد عبد الْملك بن مَرْوَان فوصف الْمُتَّقِي فَقَالَ: رجل آثر الله على خلقه وآثر الْآخِرَة على الدُّنْيَا وَلم تكربه المطالب وَلم تمنعهُ المطامع نظر ببصر قلبه إِلَى معالي إِرَادَته فسما لَهَا ملتمساً لَهَا فزهده مخزون يبيت إِذا نَام النَّاس ذَا شجون وَيُصْبِح مغموماً فِي الدُّنْيَا مسجون قد انْقَطَعت من همته الرَّاحَة دون منيته فشفاؤه الْقُرْآن ودواؤه

الكَلِمَة من الحكْمَة وَالموْعِظَة الحسَنَة لَا يرى مِنهَا الدُنيَا عوضا وَلَا يستريح إِلَى لَذَّة سواهَا فَقَالَ عبد الملك: أشهد أَن هَذَا أرجى ء بَالا منا وأنعم عَيْشًا

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت شبیب بن شبہؒ سے نقل کیا ہے ایک حکیم عبدالمالک بن مروان کے دربار میں متقی کا وصف بیان کرر ہا تھا کہ وہ شخص جو اللہ تعالی کو مخلوق پر ترجیح دے آخرت کو دنیا پر ترجیح دے، خواہشات نفس اس کو غم میں مبتلا نہ کریں، لالچ اس کے لئے رکاوٹ نہ ہو، اپنے ارادہ کی بلندیوں کو اپنے دل کی نظر سے دیکھے اور بلندیوں کا متلاشی ہو، اس کا زہد پوشیدہ ہو، جب لوگ سو جائیں تو وہ غم کی حالت میں رات گزارے، دنیا میں مغموم، مسجون زندگی گزارے اس کے ارادہ سے راحت کا تصور ختم ہو جائے لیکن موت کا خیال دور نہ ہو، اس کی شفاء قرآن ہو، اور اس کی دوا حکمت کا کلام اور موعظۂ حسنہ ہو، اس وعظ ونصیحت پر عوض طلب نہ کرے، وعظ ونصیحت کے علاوہ اسے کسی چیز میں راحت ولذت نہ ملے۔ عبدالملک نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ہم سے زیادہ پر امید ہے اور اچھی زندگی والا ہے۔

وَأخرج ابْن أبي شيبَة وَأَبُو نعيم فِي الحلْيَة عَن مَيْمُون بن مهْرَان قَالَ: لَا يكون الرجل من الْمُتَّقِينَ حَتَّى يحاسب نَفسه أَشد من محاسبة شريكه حَتَّى تعلم من أَيْن مطعمه وَمن أَيْن ملبسه وَمن أَيْن مشربه أَمن حل ذَلِك أَو من حرَام وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن عمر بن عبد الْعَزِيز أَنه لما ولي حمد الله وَأثْنى عَلَيْهِ ثمَّ قَالَ: أوصيكم بتقوى الله فَإِن تقوى الله خلف من كل شَيْء وَلَيْسَ من تقوى الله خلف

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہؒ اور ابونعیمؒ نے الحلیہ میں حضرت میمون بن مہرانؒ سے نقل کیا ہے کہ انسان متقین سے نہیں ہوتا حتی کہ اپنے شرک کے محاسبہ کی نسبت اپنا محاسبہ زیادہ کرے حتی کہ جان لے کہ اس کا کھانا کہاں سے آیا ہے، اس کا لباس کہاں سے آیا ہے، اس کا پینا کہاں سے آیا ہے۔ کیا یہ حلال ذرائع سے آیا ہے یا حرام ذرائع سے۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن عمر بن عبد الْعَزِيز قَالَ: يَا أَيهَا النَّاس اتَّقوا الله فَإِنَّهُ لَيْسَ من هَالك إِلَّا لَهُ خلف إِلَّا التَّقْوَى

ترجمہ: ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؓ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے زمام حکومت سنبھالی تو اللہ تعالی کی ثناء بیان کی پھر فرمایا میں تمہیں تقوی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالی کا ڈر ہر چیز کا خلف ہے لیکن اللہ تعالی کے ڈر کا کوئی خلف نہیں۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن قَتَادَة قَالَ: لما خلق الله الْجنَّة قَالَ لَهَا تكلمي قَالَت: طُوبَى لِلْمُتقين

ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالی نے جنت کو پیدا فرمایا تو اسے کہا بات کر اس نے کہا متقین کیلئے مبارک ہے۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن مَالك بن دِينَار قَالَ: الْقِيَامَة عرس الْمُتَّقِينَ

ترجمہ: امام ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت سیدنا مالک بن دینارؒ سے نقل کیا ہے کہ قیامت متقین کی خوشی کا دن ہے۔

وَأخرج ابْن أبي الدُّنْيَا عَن مُحَمَّد بن يزِيد الرَّحبِي قَالَ: قيل لأبي الدَّرْدَاء: إِنَّه لَيْسَ أحد لَهُ بَيت فِي الْأَنْصَار إِلَّا قَالَ شعرًا فَمَا لَك لَا تقول قَالَ: وَأَنا قلت فاستمعوه: يُرِيد الْمَرْء أَن يُعْطى مناه وَيَأْبَى [ويأبى] الله إِلَّا مَا أَرَادَا يَقُول الْمَرْء فائدتي وذخري وتقوى الله أفضل مَا استفادا وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن أبي الْعَفِيف وَكَانَ من أَصْحَاب معَاذ بن جبل قَالَ: يدْخل أهل الْجنَّة على أَرْبَعَة أَصْنَاف الْمُتَّقِينَ ثمَّ

الشَّاكِرِينَ ثُمَّ الخَائِفِينَ ثُمَّ أَصْحَابُ اليُمِين

ترجمہ: ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن یزید الرحبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ انصار میں کوئی گھر ایسا نہیں جس میں شعروشاعری نہ ہو لیکن آپ اشعار کیوں نہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا میں نے اشعار کہے ہیں سنو!

یرید المرء ان یعطی مناه		و یابی الله الا ما ارادا
یقول المرء فائدتي و ذخری		و تقوی الله افضل ما استفادا

ترجمہ: انسان خواہش کرتا ہے کہ اس کی ہر تمنا پوری ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو پورا فرماتا ہے۔

انسان کہتا ہے میرا فائدہ اور میرا ذخیرہ حالانکہ اس کے فائدہ سے اللہ کا خوف وتقویٰ افضل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالعفیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ فرمایا اہل جنت چار طبقوں میں جنت میں جائیں گے۔ پہلے متقین پھر شاکرین پھر خائفین پھر اصحاب الیمین۔

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور، ج ۱، ص ۵۹، تا ۶۱، مکتبہ الرحاب، القاہرہ)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

بلکه این میراثهائے انبیاء است		وارثِ این جانهائے اتقیاست

ترجمہ: بلکہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے (اور) اس کی وارث پرہیزگار لوگوں کی ارواح ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۱۰۸۱)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

الأتقى :أفعل تفضيل من تقى يتقي كقضى يقضي لا من اتقى يتقي الذي هو الأصل، فخفف لأن أفعل التفضيل لا يبنى من غير ثلاثي على ثلاثة. روى مسلم عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قد علمتم أني أتقاكم وأبرّكم وأصدقكم حديثاً قال الجوهري: التقيّ: المتقي. والتقى والتقوى واحد. وواوها مبدلة عن ياء لقولك: اتقيت والتاء من واو لأنه من وقيت. وأصل التقوى في اللغة: قلة الكلام. حكاه ابن فارس. وقال غيره: هي الخوف والحذر وأصلها: اتقاء الشرك ثم المعاصي، ثم الشبهات، ثم ترك الفضلات. وحقيقتها: التحرّز بطاعة الله تعالى من مخالفته.

وقال رجل لأبي هريرة رضي الله تعالى عنه: ما التقوى؟ قال: أخذت طريقاً ذا شوك؟

قال: نعم. قال: كيف صنعت؟ قال: إذا رأيت الشوك عدلت عنه أو جاوزته أو قصرت عنه.

قال: ذاك التقوى. رواه ابن أبي الدنيا في كتاب التقوى.

وقد أشار إلى هذا المعنى ابن المعتز رحمه الله تعالى فقال:

خلّ الذنوب صغيرها		وكبيرها ذاك التقى
واصنع كماش فوق		أرض الشوك يحذر ما يرى
لا تحقرنّ صغيرةً		إنّ الجبال من الحصا

وأما إضافتها إلى الله تعالى في قوله تعالى: هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى فمعناه أهل لأن يتقى عقابه ويحذر عذابه.

وسئل علي رضي الله تعالى عنه عنها قال: هي الخوف من الجليل، والعمل بالتنزيل والقناعة بالقليل، والاستعداد ليوم الرّحيل.

قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذراً مما به بأس رواه الإمام أحمد، وحسنه الترمذي.

الاتقى یہی وتقی یتقی سے افعل تفضیل کا صیغہ ہے۔ اتقی یتقی سے نہیں ہے۔ کیونکہ ثلاثی مجرد سے افعل کے وزن پر افعل التفضیل آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اس وزن پر نہیں آتا۔ امام مسلم ؒ نے حضرت سیّدنا جابر ؓ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو میں ﷺ تم میں سے سب سے زیادہ متقی، تم میں سے سب سے زیادہ پاکباز اور تم میں سے سب سے زیادہ سچا ہوں''۔

حضرت علامہ جوہری ؒ لکھتے ہیں کہ التقِیَ، المتقی، التقی اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے لغت میں گفتگو کی قلت ہے۔ یہ ابن فارس کا قول ہے۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خوف اور احتیاط ہے۔ اس کی اصل شرک سے پھر گناہوں سے بچنا ہے۔ پھر شبہات سے دور رہنا ہے۔ پھر فضول امور کو ترک کر دینا۔ اس کی حقیقت اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے حکم کی مخالفت سے بچنا ہے۔ ایک شخص نے حضرت سیّدنا ابو ہریرہ ؓ سے پوچھا ''تقویٰ کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''کیا کبھی ایسا رستہ اختیار کیا ہے جس کے دونوں طرف کانٹے ہوں۔'' اس شخص نے کہا: ''ہاں!'' حضرت سیّدنا ابو ہریرہ ؓ: ''تم کیا کرتے ہو؟'' وہ شخص: ''جب میں کانٹا دیکھتا ہوں تو اس سے دور ہو جاتا ہوں۔ اس سے پھر جاتا ہوں یا تجاوز کرتا ہوں۔'' انہوں نے فرمایا: ''یہی تقویٰ ہے۔'' اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں لکھا ہے۔ ابن المعتز نے ان اشعار میں اس معنیٰ کو واضح کیا ہے۔

خلّ الذنوب صغيرها		وكبيرها ذاك التقى
واصنع كماش فوق		أرض الشوك يحذر ما يرى
لا تحقرنّ صغيرةً		إنّ الجبال من الحصا

ترجمہ: چھوٹے بڑے گناہوں کو چھوڑ دو یہی تقویٰ ہے۔ اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو کانٹوں والی زمین پر چلتا ہے اور جو دیکھتا ہے اس سے اجتناب کرتا ہے کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھ پہاڑ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے بنے ہیں''۔

جب اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہو'' ھو اھل تقویٰ'' تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس کا اہل ہے کہ اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس کی سزا سے بچا

جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''یہ رب تعالیٰ کا خوف، قرآن پاک پر عمل پیرا ہونا۔ قلیل پر قناعت اور قیامت کے دن کیلئے تیاری کرنا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بندہ متقین کے منصب پر فائز نہیں ہوسکتا حتی کہ ان امور کو چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہ ہو اس خوف سے کہ شاید ان میں حرج ہو۔''

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۱، ص۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

خر کجا ناموس و تقوی از کجا		خرچه داند خشیت و خوف و رجا

ترجمہ: کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ۔ گدھا کیا جانے (کہ) خشیت (حق) اور خوف (آخرت) اور (امید) نجات کیا چیز ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۷۳۷)

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۳۹ھ، لکھتے ہیں:

از حضرت حسن بصری رحمة الله تعالیٰ علیه آورده که مازالت التقوی بالمتقین حتی ترکوا کثیرا من الحلال مخافة الحرام ونیز از عبد الله بن المبارک آورده که اگر شخصے از صد گناه پرهیز کند وازیک گناه پرهیز نکند از متقیان نباشد واز عون بن عبدالله آورده که تمام تقوی آنست که بنده همیشه جویای دانستن شرائط تقوی ماند و بر دانست خود اکتفا نکند چنانچه حافظ صحت و خائف مرض همیشه جویای معرفت اسباب مرض می باشد و بر دانست خود اکتفا نمیکنند ونیز از امام مالک روایت کرده که وهب بن کیسان میگفت که عبدالله بن زبیر شخصی را بطریق پند این عبارت نوشته اند اما بعد فان لاهل التقوی علامات یعرفون بها ویعرفونها من انفسهم صبر علی البلاء ورضی بالقضاء وشکر للنعماء وذل لمحکم القرآن ونیز از ابن المبارک آورده که حضرت داؤد حضرت سلیمان را علیهما السلام فرمودند که بر تقویٰ مرد به سه علامت استدلال توان کرد اول حسن توکلش بر خدا در انچه پیش آید دوم بحسن رضا در انچه اورا عنایت فرموده اند سوم بحسن زهد در آنچه از وفوت شده ونیز از سعید مقبری آورده که شخصے پیش حضرت عیسیٰ علیه السلام آمد و گفت یامعلم الخیر مرا نشان بده که چه قسم متقے توان شد فرمودند که این امر خیلے آسان است بتمام دل خود محبت خدا بجا آرو بقدر قوت واستطاعت خود برای او عمل کن وابن جنس خود را چنان رحمت فرما که بر جان خود رحمت میکنی او گفت که ابن جنس من کیست فرمودند همه بنی آدم وآنچه را دوست نداری که باتو کنند باهیچ کس مکن اگر این کارها کنی حق تقوی بجا آری۔

ترجمہ: حضرت سیدنا حسن بصری علیہ الرحمۃ سے لائے ہیں کہ تقویٰ ہمیشہ متقین کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے حرام کے ڈر سے بہت سا حلال بھی چھوڑ دیا۔ نیز حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ سے روایت کی گئی کہ اگر ایک شخص سو گناہ سے پرہیز کرے اور ایک گناہ سے پرہیز نہ کرے تو وہ متقیوں میں سے نہ ہوگا اور حضرت سیدنا عون بن عبداللہ علیہ الرحمۃ سے لائے ہیں کہ پورا تقویٰ یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ تقویٰ کی شرطیں جاننے کا متلاشی رہے۔ اور اپنی دانست پر اکتفا نہ کرے جس طرح صحت کی حفاظت کرنے والا۔ اور بیماری سے خوف کرنے والا ہمیشہ بیماری کے اسباب کی معرفت کا متلاشی رہتا ہے۔ اور اپنی دانست پر اکتفا

نہیں کرتا۔ نیز حضرت سیّدنا امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کی کہ حضرت سیدنا وہب بن کیسان علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بطور نصیحت یہ عبارت لکھی ہے اما بعد کہ اہل تقویٰ کی کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ سے انہیں پہچانتے ہیں۔ بلا پر صبر، قضا پر راضی رہنا، نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور قرآن پاک کے حکم کے سامنے عاجزی کرنا۔ نیز حضرت سیدنا ابن المبارک علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کے تقویٰ پر تین علامات سے استدلال کیا جاسکتا ہے اول اس کا خدا تعالیٰ پر ہر حالت میں حسن توکل جو اسے پیش آئے۔ دوسرے اسے جو کچھ عطا فرمایا اس پر اچھی طرح راضی ہونا، تیسرے جو اسے نہیں ملا اس میں اچھا زہد۔ نیز حضرت ابوسعید مقبری علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی کہ ایک شخص حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے! مجھے اس بات کا نشان دہی کریں کہ متقی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ فرمایا: یہ کام بہت آسان ہے۔

اپنے پورے دل سے خدا تعالیٰ کی محبت بجالا اور اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق اس کے لئے عمل کر اور اس اپنی جنس پر اس طرح رحمت کر جیسا کہ خود اپنی جان پر رحمت کرتا ہے اس نے کہا کہ یہ میری جنس کیا ہے؟ فرمایا تمام اولاد آدم اور جو سلوک تو نہ چاہے کہ تیرے ساتھ کریں تو کسی کے ساتھ وہ سلوک نہ کر۔ اگر تو یہ کام کرے گا تو تقویٰ کا حق ادا کرے گا۔

(تفسیر عزیزی مسمّیٰ بہ فتح العزیز، ج ۱، ص ۱۰۶، المکتبۃ الحقانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ پاکستان)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ: تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا اس کا نسب کام نہ دے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم باب فی فضل العلم، رقم: ۳۶۴۳، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۱۵۷، موارد الظمان، کتاب العلم، حدیث ۸۷، المطبعۃ السلفیہ، ص ۴۸)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گفت حق نے بلکه لا انساب شد		زهد و تقویٰ فضل را محراب شد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یہ بات) نہیں (بلکہ ہمارے نزدیک) نسب (کا اعتبار ہی) نہیں (صرف) زہد وتقویٰ فضیلت کا مقام ہے۔

ایں نه میراثِ جهانِ فانی ست		که بر انسابش بیابی جانی است

ترجمہ: یہ فضیلت کوئی دنیوی میراث نہیں ہے کہ تم نسب کے ذریعے سے حاصل کرسکو۔ (بلکہ یہ) روحانی (میراث) ہے۔

مطلب: یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوتا ہے جس میں اس مضمون کی تائید کی ہے کہ فضیلت وکرامت کا مدار نسب پر نہیں:

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۱۰۸۱)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

لَيسَ التَّقِيُّ بِمُتَّقٍ لِإِلٰهِهِ		حَتّٰى يَطِيبَ شَرابُهُ وَطَعَامُه

ترجمہ: تقویٰ صرف اس کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ساتھ نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا کھانا، پینا بھی حلال اور طیب ہو۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ النحل، تحت الآیۃ:۹۶، ج،۱۰، ص،۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهِ؟ قَالَ: تَشَمَّرْتُ وَحَذِرْتُ، قَالَ: فَذَاكَ التَّقْوٰى. وَأَخَذَ هٰذَا الْمَعْنٰى ابْنُ الْمُعْتَزِّ فَنَظَمَهُ:

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تم نے اس سے گزرتے ہوئے کیا کیا تھا۔ حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کپڑے اوپر کر لئے اور بچ کے احتیاط سے گزرا۔ حضرت سیّدنا ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تقویٰ ہے ابن المعتز نے یہی معنی لیا ہے اور اسے نظم کیا ہے:

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا		وَكَبِيرَهَا ذَاكَ التُّقٰى
وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ أَرْضِ		الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَرٰى
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرَةً		إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى

ترجمہ: تو گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے اور تو کانٹوں والی زمین کے اوپر چلنے والے کی طرح کر کہ وہ کانٹوں کو دیکھ کر احتیاط کرتا ہے۔ صغیرہ گناہ کو بھی حقیر نہ سمجھ کیونکہ پہاڑ، کنکریوں سے بنتے ہیں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ:۲، ج،۱، ص،۱۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

هر كه ترسيد از حق و تقوىٰ گزيد		ترسد از وے جن و انس و هر كه ديد

ترجمہ: جو شخص خدا سے ڈرا اور اس نے پرہیزگاری اختیار کی تو اس سے جن اور انسان جو (اس کو) دیکھتا ہے ڈرتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص،۵۰۲)

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ، وَخَيْرُ دِينِكُمُ الْوَرَعُ

ترجمہ: حضرت سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے اور تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم:۳۹۶۰، ج،۴، ص،۱۹۶)

علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی پرہیزگاری کے متعلق، لکھتے ہیں:

فانظر إلى قوة ورع هؤلاء وتشبه بهم إن أردت السعادة۔

ترجمہ: ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی پرہیزگاری کی قوت دیکھو اور اگر نیک بختی کے طلبگار ہو تو ان جیسے بن جاؤ اور ان کی مشابہت اختیار کرو۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج،۵، ص،۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیّدنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمہ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں

وفي خبر موسى عليه الصلاة والسلام وأما الورعون فإنه لا يبقى أحد إلا ناقشته الحساب وفتشت عما في يديه إلا الورعين فإني أستحي منهم وأجلهم أن أوقفهم للحساب۔

والورع والتقوى أسام اشتقت من معان شرطها الخوف فإن خلت عن الخوف لم تسم بهذه الأسامي وكذلك ما ورد في فضائل الذكر لا يخفى وقد جعله الله تعالى مخصوصاً بالخائفين۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اہل ورع کے علاوہ ایسا کوئی شخص بھی نہیں بچ سکے گا میں جس کا حساب نہ کروں اور اس کے اعمال کے بارے میں تفتیش نہ کروں کہ اہل ورع سے مجھے شرم آتی ہے۔ اس بات سے ان کا مقام بہت بلند ہے کہ میں انہیں حساب لینے کے لئے کھڑا کروں۔

ورع اور تقویٰ دونوں الفاظ ہی ایسے معنی سے مشتق ہیں کہ جن میں خوف شرط ہے یعنی اگر یہ دونوں ہی خوف سے خالی ہوں گے تو پھر ان کا نام ورع یا تقویٰ نہیں ہوگا۔ اسی طرح فضائل میں جو اخبار وارد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی خائفین کے لئے مخصوص کیا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، ج ۴، ص ۲۲۴، ۲۲۵، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ.

ترجمہ: حضرت سیّدنا عطیہ بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بندہ اس وقت متقی بن سکتا ہے جب وہ ان کاموں سے بچنے کی خاطر جن میں شرعی قباحت ہو، ان کاموں کو چھوڑ دے جن میں کوئی قباحت نہیں۔ (سنن الترمذی، رقم: ۲۴۵۱)

ومن أروع الصبر ما وقع للإمام مالك رضي الله عنه حين لدغته عقرب - وَهُوَ يُحَدِّثُ سِتَّ عَشْرَةَ مَرَّةً فَصَارَ يَصْفَرُّ وَيَتَلَوَّى حَتَّى تَمَّ الْمَجْلِسُ وَلَمْ يَقْطَعْ كَلَامَهُ، تعظيما لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: بہترین پرہیزگاری والاصبر امام مالک کو حاصل تھا، حدیث پڑھاتے ہوئے انہیں بچھو نے سولہ بار ڈنک مارا جس سے آپ کا رنگ متغیر ہوتا رہا مگر آپ نے تعظیم حدیث کے سبب نہ درس منقطع کیا اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کی۔

(شرح الزرقانی علی موطا مالک ج ۱، ص ۳، حقائق عن التصوف، ۱۶۶)

حضرت علامہ سیّدنا سید علی بن محمد بن علی زین شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ علیہ الرحمہ لکھتے:

هو اجتناب الشبهات خوفاً من الوقوع في المحرمات۔

ترجمہ: حرام کاموں میں مبتلا ہونے کے پیش نظر مشتبہ چیزوں سے اجتناب کا نام پرہیزگاری ہے۔

(التعریفات للجرجانی، باب الواو، ص ۲۵۲)

علامہ محمد بن علان بن ابراہیم صدیقی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۵۷ھ، لکھتے ہیں:

هو عند العلماء ترك ما لا بأس به حذرا مما به بأس۔

ترجمہ: علماء کے نزدیک پرہیزگاری یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے میں شرعی قباحت ہے ان سے بچنے کی خاطر ان کاموں کو بھی چھوڑ دینا جن کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب الورع، ج ۵، ص ۲۷)

علامہ ابن عجیبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الورع كف النفس عن ارتكاب ما تكره عاقبته۔

ترجمہ: پرہیزگاری ان چیزوں سے نفس کو روکنا ہے جن کا انجام برا ہو۔

(معراج التشوف، ۷، حقائق عن التصوف، ص ۱۶۷)

حضرت سیدنا ابن عطاء اللہ سکندری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ليس يدل على فهم العبد كثرة علمه، ولا مداومته على ورده، وإنما يدل على نوره وفهمه غناه بربه وانحياشه إليه بقلبه، والتحرر من رق الطمع، والتحلي بحلية الورع۔

ترجمہ: بندے کے فہم وفراست پر کثرت علم اور اوراد پر دوامت، دلیل نہیں بلکہ اس کے نور اور فہم وفراست پر دلیل اللہ کے ساتھ غنی ہونا، دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا، لالچ سے بچنا اور پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ ہونا ہے۔

(معراج التشوف ص ۷، حقائق عن التصوف، ص ۱۶۷)

زہد وتقویٰ کمال انسانی ہے:

شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

وكل من لا يعلم كمال زهده في الدنيا وتمسكه بحقائق التقوى لا يعرفه ابدا، فان عدم معرفته يفتح عليه خيرا۔

ترجمہ: جو شخص زہد وتقویٰ اور حقائق تقویٰ کے تمسک وحصول کو کمال نہیں سمجھتا اسے معرفت حاصل نہیں ہوسکتی اور جب معرفت حاصل نہیں ہوئی تو اس پر بھلائی کا دروازہ بھی نہیں کھلے گا۔

(عوارف المعارف، الباب الثالث والستون ص ۳۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ورع یعنی پرہیزگاری:

شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ملاک دینکم الورع۔ اخبرنا ابو زرعة اجازة، عن ابی بکر بن خلف، عن ابی عبدالرحمن السلمی اجازة قال: اخبرنا ابو سعيد الخلال، قال: حدثنی ابن قتيبة، قال: حدثنا عمر بن عثمان، قال: حدثنا بقية عن ابی بکر بن ابی مريم، عن حبيب بن

عبید، عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ علی نهر فلما فرغ من وضوئه افرغ فضله فی النهر وقال: یبلغه اللہ عزوجل قوما ینفعهم۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: لا ینبغی لمن اخذ بالتقوی ووزن بالورع ان یذل لصاحب دنیا۔ قال معروف الکرخی: احفظ لسانک من المدح کما تحفظه من الذم۔

نقل عن الحارث بن اسد المحاسبی انه کان علی طرف اصبعه الوسطی عرق اذا مدیده الی طعام فیه شبهة ضرب علیه ذلک العرق۔

سئل الشبلی عن الورع؟ فقال: الورع ان تتورع ان یتشتت قلبک عن اللہ طرفة عین۔ وقال ابو سلیمان الدارانی: الورع اول الزهد کما ان القناعة طرف من الرضا۔ وقال یحیی بن معاذ: الورع الوقوف علی حد العلم من غیر تأویل۔

سئل الخواص عن الورع؟ فقال: ان لا یتکلم العبد الا بالحق غضب او رضی وان یکون اهتمامه بما یرضی اللہ تعالٰی۔

اخبرنا ابو زرعة اجازة عن ابی بکر بن خلف اجازة عن السلمی قال: سمعت الحسن بن احمد بن جعفر یقول: سمعت محمد بن داود الدینوری یقول: سمعت ابن الجلاء یقول: اعرف من اقام بمکة ثلاثین سنة ولم یشرب من ماء زمزم الا من ماء استقاه برکوته ورشائه ولم یتناول من طعام جلب من مصر شیئا۔

وقال الخواص: الورع دلیل الخوف، والخوف دلیل المعرفة والمعرفة دلیل القربة۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہاری دینداری کی اصل اور مدار پرہیز گاری ہے۔ حضرت سیّدنا ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نہر پر بیٹھ کر وضو فرمایا جب آپ وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ نے وضو سے بچا ہوا پانی نہر میں ڈال دیا اور فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر یہ پانی ان لوگوں تک پہنچائے گا جن کے لئے یہ نافع ہوگا۔ حضرت سیّدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اس شخص کو یہ بات شایاں نہیں جس نے تقویٰ حاصل کیا اور پرہیز گاری کی ترازو میں اس کا وزن ہوا ہو (پرہیز گار ہو) کہ وہ کسی صاحب دنیا کے لئے ذلت گوارا کرے۔ حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی زبان کو مدح سے اس طرح روکو جس طرح مذمت کرنے سے روکے ہوئے ہو۔ شیخ حارث بن اسد المحاسی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی انگشت وسطی میں ایک رگ ایسی تھی کہ جب وہ کسی ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے جو مشتبہ ہوتا تو وہ رگ پھڑ کنے لگتی تھی۔ حضرت سیّدنا شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ورع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''ورع یہ ہے کہ تمہارا دل ایک لمحہ لے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے پراگندہ نہ ہو۔ حضرت سیّدنا شیخ ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح قناعت رضا کا ایک پہلو ہے اسی طرح ورع زہد کا آغاز اور اس کا ایک پہلو ہے۔ حضرت سیّدنا شیخ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ کسی تاویل کے بغیر علم کی حد پر ٹھیرا جائے۔ (الوقوف علی احد العلم من غیر تاویل) حضرت سیّدنا شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ورع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ورع یہ ہے کہ بندہ حق خواہ غصہ کی حالت میں یا رضامندی کی حالت' حق بات کے سوا اور کچھ منہ سے نہ نکالے اور اس کی ساری جدوجہد محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو۔ حضرت سیّدنا شیخ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ حضرت سیّدنا شیوخ ابن جلا رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک ایسے شخص سے واقف ہوں کہ جو مکہ مکرمہ میں تیس سال رہے مگر انہوں نے زمزم کا صرف وہی پانی پیا جو انہوں نے اپنے مشکیزے میں

اپنی رسی اور ڈول سے بھر لیا تھا اور اسی طرح نہ انہوں نے وہ کھانا کھایا جو شہر سے لایا جاتا۔

شیخ خواص علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ورع خوف کی نشانی ہے اور خوف خداشناسی کی علامت ہے اور معرفت حق کی دلیل ہے۔

(عوارف المعارف، الباب، الستون، ص، ۲۸۴، ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (عوارف المعارف ص ۶۹۵)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((قلیج خان)) در بیان آنکه ترقی وابسته به ورع و تقویٰ است

و در تحریض بر ترک فضول مباحات و اگر میسر نشود اجتناب از محرمات ساخته دائره فضول مباحات را تنگ تر باید گرفت و در بیان آنکه اجتناب از محرمات نیز بر دو قسمت است۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و به نستعین۔

عصمکم اللہ سبحانه عما یصمکم و صانکم عما شانکم بحرمة سید البشر المنفی عنه زیغ البصر علیه وعلیٰ اله من الصلوات اکملها و من التسلیمات افضلها قال اللہ تعالیٰ (ما اتکم الرسول فخذوه و مانها کم عنه فانتهوا) (حشر/۸۔)

مدار نجات بر دو جزو آمد؛ امتثال او امر و انتها از نواهی۔ و معظم ترین این دو جزو، جزو اخیر است که معبر به ورع و تقوی است۔ ((ذکر رجل عند رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله وسلم۔ بعبادة واجتهاد و ذکر اخر برعةٍ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وسلم لا تعدل بالرعة شیئا یعنی الورع (۔نزد رسول خدا ﷺ ذکر شخصی به میان آمد که به عبادات و ریاضات زیادی مشغول بود و همچنین ذکر دیگری شد که به پرهیز کاری مشهور بود، رسول اللہ ﷺ فرمود: هیچ چیزی را بتقوی و پرهیز کاری مقایسه نکنید۔) وقال ایضا علیه من الصلوات اتمها و من التسلیمات اکملها: ((ملاک دینکم الورع)) (همچنین فرمود: ملاک و مدار دین شما بر تقویٰ و پرهیز کاری است۔)

وفضلیت انسان بر ملک از این جزو متحقق است و ترقی بر مدارج قرب هم از این جزو ثابت می شود، چه ملائکه در جزو اول مشار کند و ترقی دریشان مفقود است، پس رعایت جزو ورع و تقوی از اهم مهمات اسلام آمد و از اشد ضروریات دین، ورعایت این جزو که، مدار آن بر اجتناب از محارم است، بروجه کمال وقتی میسر شود که از فضول مباحات اجتناب نموده آید و به قدر ضرورت از مباحات اکتفا کرده شود، زیرا که ارخاء (سست کردن، نرم کردن، فروهشتن، در اینجا به معنای رها کردن است۔) عنان در ارتکاب مباحات به امور مشتبهات می رساند و مشتبه به محرم نزدیک است۔ ((من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیه پس در حصول کمال ورع و تقوی، اکتفا از مباحات به قدر ضرورت لابد آمد و آن هم مشروط به نیت اداء وظایف بندگی و الا آن قدر هم وبال است و قلیل آن نیز حکم کثیر دارد۔

وچون اجتناب از فضول مباحات بالکیه در همه اوقات خصوصاً در این وقت، بسیار عزیز الوجود است، اجتناب از محرمات لازم ساخته، مهما امکن دائره ارتکاب فضول مباحات را تنگ تر باید ساخت و در این ارتکاب همواره نادم و مستغفر دریچه ای از برای می باید بود و به حق سبحانه ملتجی و [فضول مباحات را] دخول محرمات دانسته، همیشه متضرع باید شد، این ندامت و استغفار و التجاو

تضرع، یحتمل که کار آن اجتناب بکند که به فضول مباحات تعلق داشت و از آفت آن مصون ومحفوظ دارد، عزیز می فرماید: انکسار العاصین احب الی من صولة المطیعین (اظهار عجز و فروتنی وتضرع گناهکاران، نزد من بهتر است از تلاش و کوشش و اطاعت فرمابرداران)

واجتناب از محرمات نیز بر دو قسم است: قسمتی است که به حقوق اللہ۔ سبحانہ۔ تعلق دارد و قسمتی است که به حقوق عباد متعلق، است و رعایت قسم ثانی، اهم تر است، حق۔ سُبۡحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ۔ غنی مطلق است و ارحم الراحمین و عباد، فقرا و محتاجانند و بالذات، بخیل ولئیم اند (ناکس، فرومایه، بخیل، لئام جمع آن است۔)

قال رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ((من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه او شیء فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درهم ان کان له عمل صالح أخذ بقدر مظلمته وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات صاحبه فحمل علیه) وقال ایضا صلی اللہ تعالیٰ علیه، واله وسلم: ((اتدرون ماالمفلس؟ قالوا: المفلس فینا من لادرهم له ولا متاع۔ فقال صلی اللہ تعالی علیه واله وسلم: ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویاتی قدشتم هذا وقذف هذا وأکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا طیعطن هذا من حسناته فان فنیث حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله وسلم۔

ثانیاً اظهار محمدت (۔ستایش وحمد) وشکر گزاری ایشان می نماید که در بلده معظمه ((لاهور)) به وجود ایشان بسیاری از احکام شرعیه در این طور زمانه، رواجی پیدا کرده است وتقویت دین وترویج ملت در آن بقعه، حاصل گشته است و آن بلده نزد فقیر، همچو قطب ارشاد است نسبت به سایر بلاد هندوستان۔ خیرو برکت آن بلده، به جمیع بلاد هندوستان ساری است۔ اگر آنجا دین را ترویج است، در همه جا نحوی از رواج متحقق است۔

حق۔ سُبۡحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ۔ مؤید و ناصر ایشان باد۔ قال رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ((لایزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم حتی یاتی امر اللہ وهم علی ذلک چون ایشان را رشته ارتباط حبی به حضرت معرفت پناهی قبله گاهی خواجه ما، محکم بود، بنابر آن به تسوید چند کلمه محرک آن نسبت حبی گشت، زیاده بر این اطناب است۔

حامل رقیمه، دعا از مردم نیک و صلحا است و آدمیزاده ای است حاجتی به جناب ایشان آورده است، امید است که توجه شریف درباره او مرعی داشته، روای حاجت او خواهند فرمود، دولت حقیقی و سعادت سرمدی محصل باد بحرمة النبی واله الامجاد علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات۔ به سیادت مآبی ((میر سید جمال الدین)) دعوات غریبانه تبلیغ فرمایند۔

ترجمہ: قلیچ خاں کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ ترقی ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب میں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضول مباحات کے دائرے کو تنگ تر رکھنا چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو پر قسم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین،

ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلبگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر داغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے

یعنی بحرمت سید بشر ﷺ جن سے کجی نظر کی نفی ہو چکی ہے۔ (علیہ وعلی آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

ترجمہ: جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔ (سورۃ الحشر، ۷)

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا اور ان دو میں جز اخیر کو زیادہ اہمیت وعظمت حاصل ہے، جسے ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔

یعنی الورع حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت گزار تھا اور وظائف میں بہت کوشش کرتا تھا اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو ورع سے موصوف تھا یعنی خلاف شرع امور سے بچتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو۔

اور حضور کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے، ملاک دینکم الورع، تمہارے دین کا دارومدار ورع وتقویٰ پر ہے۔ اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع وتقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی بھی اس دوسرے جزء ورع وتقویٰ کے باعث ہے۔ کیونکہ ملائکہ جز اول (عبادت) میں انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر ان میں ترقی مفقود ہے۔ پس ورع وتقویٰ کے جز کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اور اس جز کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے کامل طور پر اسی وقت میسر آسکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ ارتکاب مباحات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے ایک روز چراگاہ میں گھس جائے۔ پس کامل ورع وتقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور بامقصد تھوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے حکم میں داخل ہے۔ اور جب فضول مباحات سے بالکلیہ اجتناب خصوصاً آج کل بہت کمیاب ہے تو حرام چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مباحات کے ارتکاب کو تنگ کرنا چاہیے۔ اور اس ارتکاب مباحات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

اور فضول مباحات کے ارتکاب کو محرمات میں داخلے کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجاء اور زاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ ندامت واستغفار اور التجاء تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مباحات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں گنہ گاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔

اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ غنی مطلق ذات اور ارحم الراحمین ہے۔ اور بندے فقیر اور محتاج اور فطرتاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق از قسم بے آبروئی وغیرہ ہو تو چاہیے کہ آج ہی اس کو معاف کروالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم کیونکہ قیامت کے روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کی بدیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

جانتے ہو مفلس اور قلاش کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں لے کر ان کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد وستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلدہ معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر وبرکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا موید وناصر ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام پر غالب اور دین حق پر قائم رہے گا۔ ان کی امداد کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اپنے حال پر قائم ہوں گے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۷۶، ج ۱، ص ۱۲۱ تا ۲۲۵، مرکز تحقیقات: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وصول به این نعمت عظمی، وابسته به اتباع سید اولین و آخرین است۔ علیه و علی اله من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها۔ تا تمام خود را در شریعت گم نسازد و به امتثال اوامر و انتها از نواهی متحلی نگردد، بوئی از این دولت به مشام جان او نرسد۔ باوجود مخالفت شریعت، اگر چه برابر سر موی باشد، اگر بالفرض احوال و مواجید دست دهد، داخل استدراج است، آخر او را رسوا خواهند ساخت۔

خلاصی بی اتباع محبوب رب العالمین۔ علیه و علی اله من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔ ممکن نیست۔ حیات چند روزه را در مرضیات حق سبحانه باید صرف نمود، چه زندگانی است و کدام عیش است که مولای آن کس از کرد او ناراضی باشد۔

حق۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی۔ بر احوال جزی و کلی او مطلع است و حاضر و ناظر، شرم باید کرد، بالفرض اگر دانند که شخصی از عیوب وافعال ناپسندیده ایشان اطلاع خواهد یافت، در حضور او امر ناشایسته به وقوع نمی آید و نمی خواهند که او مطلع بر عیوب ایشان گردد، چه بلا شد باوجود علم حضورِ حق سبحانه هیچ باک نمی کنند۔ این چه اسلام است، که حق سبحانه را برابر آن شخص اعتبار نمی

نهند نعوذ بالله سبحانه من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ به حکم حدیث ((جددوا ایمانکم بقول لا اله الا الله)) در هر آنی، تجدید ایمان به این قول عظیم الشان می باید کرد و توبه و انابت به حق سبحانه، از جمیع افعال ناپسندیده باید نمود، شاید که فرصت توبه تا وقت دیگر ندهند ((هلک المسوفون)) حدیث نبوی است۔ علیه و علی اله الصلوات والتسلیمات۔ یعنی هلاک گشتند ((سوف افعل)) گویندگان، یعنی تأخیر کنندگان، فرصت را غنیمت باید شمرد و در مراضی حق سبحانه صرف باید نمود۔

توفیق توبه از عنایات حق سبحانه است، همیشه از حق سبحانه، خواهان این معنی باشند و درویشانی که قدم راسخ در شریعت دارند و از عالم حقیقت نیک شناسند، از ایشان همتی باید طلب نمود و مددی باید جست، تا عنایت حق سبحانه از دریچه ایشان ظاهر شده، تمام به جانب جناب قدس خود تعالی جذب نماید و مخالفت را در وی گنجایش نماند۔ تا سر موئی راه مخالفت شریعت کشاده است، محل خطر است، تمام سبل مخالفت را باید مسدود ساخت

محال است سعدی که راه صفا		توان رفت جز در پی مصطفی

صلوات الله و سلامه علیه وعلی اله۔ اعتراض بر اهل الله، خصوصاً که اسم پیری و مرشدی در میان باشد و راه افاده کشاده شده باشد، نباید کرد و آن را سم قاتل باید انگاشت۔ زیاده بر این اطناب است، این چند حروف به واسطه ارتباط محبت و اخلاص به تحریر آورده، امید است که موجب ملال نشود و ثانیاً مصدع می گردد که ((ملاعمر)) و ((شاه حسن)) آدمیزاده اند (اشاره به اینکه از انسان های شریف و بزرگوار اند۔)، خواهان ملازمت ایشانند، امید است که داخل ملازمان خاصه گردند، ((اسمعیل)) نیز به همین اراده به خدمت آمده است، اگر چه پیاده است، امیدوار است که فراخور حالت خود، بهره یابد، زیاده تصدیع نداد و السلام والاکرام۔

ترجمه: اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید اولین وآخرین (علیه وعلی آله من الصلوات افضلها ومن التحیات اکملها) کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کردے۔ اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رُکنے کے ساتھ مزین وآراستہ نہ کرے۔ اس دولت ونعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہو اگر احوال ومواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخرا سے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب رب العالمین (علیه وعلیٰ آله من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها)، کی اتباع اور پیروی کی بغیر عذاب اُخروی سے خلاصی اور نجات ناممکن ہے۔ چندروزہ زندگی کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک ومولیٰ اس کے اعمال وافعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہ وتعالیٰ بندے کے جزی اور کلی حالات سے واقف وآگاہ ہے اور حاضر وناظر ہے۔ ایسی عظیم وبرتر ہستی کے سامنے افعال قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب وناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائے گا تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بُرے اعمال سے آگاہ ہو۔ تو کیا مصیبت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے علم واطلاع کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اعتبار نہیں کرتے۔ نعوذ بالله سبحانه من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا، ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے مطابق حدیث مبارک۔ جددو ایمانکم بقول لا اله الا الله، اپنے ایمان کو کلمہ

لا الٰہ الا اللہ سے تازہ کرتے رہو۔ اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت ومہلت نہ دیں۔ ھلک المسوفون یعنی (ٹال مٹول کرنے والا) ابھی کرلیں گے، کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لمحات زندگی صرف کرنے چاہئیں۔ توبہ کی توفیق حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے۔ اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و ہمت وتوجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مدد طلب کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہوکر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ لے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود ہونے ضروری ہے۔

محال است سعدی که راه صفا		توان رفت جز در پی مصطفی

حضور ﷺ کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔ اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو اور درمیان میں راہِ افادہ کھلا ہوا ہو ہرگز ہرگز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو زہر قاتل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفتگو بے مقصد اور اطناب میں داخل ہے۔ یہ چند حروف رابطۂ محبت کی بنا پر لکھے گئے ہیں امید ہے کہ ملال کا باعث نہیں بنیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسین شریف زادے ہیں۔ ملازمت ونوکری کے طلبگار ہیں۔ امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کرلیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصہ پائے گا۔ زیادہ دردسری ٹھیک نہیں ہیں۔ والسلام والاکرام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۷۸، ج،۱، ص،۲۲۷ تا ۲۲۹، مرکز تحقیق: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

اہل تقویٰ وپرہیز کے لئے کامرانیاں:

وعن ابی هريرة ﷺ انه قال سبعة اشياء يتمنيها كل الناس ولكن وعدها المتقين اوّلها كل الناس ليتمنى ان يكفر سيأته ولكن وعدها الله للمتقين قوله تعالى: وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ۔ وثانيها كل الناس يتمنى ان ينجو من النار ولكن وعده للمتقين قوله عزوجل: وَيُنَجِّي اللهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ۔ وثالثها كل الناس يتمنى ان يجد خير العاقبة ولكن وعده للمتقين قوله عزوجل: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ ورابعها كل الناس يتمنى ان يرث ملك الجنة ولكن وعده للمتقين قوله تعالى: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ وخامسها كل الناس يتمنى ان يجد الفوز والنصرة من الله تعالى، ولكن وعده للمتقين قوله تعالى: إِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ۔ وسادسها كل الناس يتمنى محبة الله تعالى، لكن وعده للورعاء قوله تعالى: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ وسابعها كل الناس يتمنى ان يقبل منه الطاعة، ولكن وعده للمتقين قوله تعالى: إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔

ترجمہ: حضرت سیّد ... ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جن کے آرزومند تمام لوگ ہیں مگر ان سے ہمکنار ہونے (تکمیل) کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل پرہیز وتقویٰ ہی سے کیا ہے:

(۱) ہر شخص آرزو کرتا ہے کہ اس کی برائیاں معاف کر دی جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کا وعدہ فقط اہل تقویٰ سے فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ۔

ترجمہ: جو شخص خوف اور تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا۔ (سورۃ الطلاق،۵)

(۲) ہر شخص کی آرزو ہے کہ عذاب دوزخ سے نجات پائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ صرف متقیوں سے فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَيُنَجِّي اللهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

ترجمہ: جو اہل تقویٰ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نجات بخشے گا اور کامیاب فرمائے گا۔ (سورۃ الزمر،۶۱)

(۳) ہر شخص کی خواہش ہے کہ اسے انجام نیک اور اچھی عاقبت حاصل ہو۔ لیکن یہ وعدہ صرف متقین کے لیے ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: عاقبت کی خیر ونیکی فقط اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ (سورۃ الاعراف:۱۲۸)

(۴) ہر شخص کی تمنا یہ ہے کہ وہ بہشت کا وارث ہو مگر یہ وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے: ارشاد باری ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔

ترجمہ: بہشت پاک کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہی کو بنائیں گے جو پرہیزگار ہیں۔ (سورۃ مریم،۶۳)

(۵) ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے، مگر اس کا وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کا شیوہ نیکی واحسان ہے۔ (سورۃ النحل،۱۲۸)

(۶) ہر شخص خواہش مند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے مگر یہ وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اہل تقویٰ سے محبت ہے۔ (سورۃ التوبہ،۷)

(۷) ہر شخص یہ تمنا رکھتا ہے کہ اس کی عبادت اور طاعت درجہ قبول کر پہنچے مگر اس کا وعدہ صرف پرہیزگاروں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں ہی کے نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے۔ (سورۃ المائدہ،۲۸)

(تذکرۃ الواعظین ص،۲۴۴، ۲۴۵، مکتبہ حبیبیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

متقی کی علامات:

وعن عثمان رضی اللہ عنہ خمس من علامات المتقین اوّلھا ان لا یجلس الا من یصلح معه الدین ویغلب الفرج واللسان واذا اصابه شیٔ عظیم من الدنیا راہ وبالا واذا اصابته قلیل اعتنم ذٰلک ولا یملأ بطنه من الحلال خوفا ان یخالطه حرام ویری الناس قدبخو اویری نفسه قد هلکت فینبغی لکل مسلم ان یحفظ هذه الاشیاء۔

ذوالنورین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متقی کی پانچ علامتیں ہیں:

(۱) وہ ہمیشہ ایسی صحبت میں بیٹھے گا جس سے اس کا دین درست ہو۔

(۲) اپنی زبان اور شرم گاہ پر غالب رہے گا۔

(۳) اگر اس کو دنیا کی بہت بڑی ثروت اور عزت ملے گی تو اس کو اپنے لئے وبال جانے گا، اور اگر دنیا کا کم حصہ اس کے ہاتھ آئے گا تو غنیمت سمجھے گا۔

(۴) اپنے پیٹ کو غذاء حلال سے بھی اچھی طرح نہ بھرے گا اس خوف سے کہ کہیں اس میں کوئی مشتبہ جز و اور حرام شامل نہ ہو۔

(۵) سب لوگوں کی نسبت اس کا خیال ہوگا کہ نجات پا جائیں گے اور اپنی ذات کی نسبت ڈرتا رہے گا کہ مواخذہ سے نجات نہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان باتوں کو نہ صرف یاد رکھے بلکہ اپنی زندگی ان کے مطابق ڈھال لے۔

(تذکرۃ الواعظین، ص،۲۴۶، ۲۴۷، مکتبہ حبیبیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ السلام کا تقویٰ:

حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ السلام کے سامنے دوپہر کا کھانا آیا جس میں گوشت پکا ہوا تھا، حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ السلام نے فرمایا یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ گھر میں تو پہلے گوشت نہیں تھا، بچوں نے عرض کیا کہ میاں صاحب لے کر آئے ہیں، حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ السلام نے میاں صاحب کو بلایا تو فوراً میاں صاحب حاضر ہوئے حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ السلام نے پوچھا میاں صاحب یہ گوشت آپ نے خود ذبح کروایا تھا کہ پہلے سے ذبح شدہ تھا تو میاں صاحب نے عرض کی کہ پہلے سے ذبح شدہ تھا کہ۔ تو آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ بازار میں اکثر لوگ بے نماز اور طہارت سے عاری ہوتے ہیں اور تکبیر وغیرہ کا بھی خیال نہیں کرتے، گوشت تناول فرمانے سے انکار کر دیا۔

باب نمبر ۳۷

اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کا دبدبہ ایک ایسا عمل ہے جو بزرگوں کو وارثیت میں ملا ہے:

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وأتي صلى الله عليه وسلم برجل فأرعد من هيبته فقال له هون عليك فلست بملك إنما أنا ابن امرأة من قريش تأكل القديد۔

ترجمہ: کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی خدمت میں لائے وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف نہ کریں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب المعیشۃ، ج ۲، ص ۵۳۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

بیتم، ہیبت:

حضرت شیخ المشائخ امام احمد بن عمر بن محمد نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی، ۶۱۸، لکھتے ہیں:

چاہیئے کہ شیخ باہیبت ہو۔ اور مرید کے دل میں اسکی طرف سے ہیبت، عظمت اور شان وشکوہ ہو تاکہ سامنے اور پیٹھ پیچھے محبت رکھے۔ اور مرید کے نفس کو شیخ کی ولایت کی ہیبت شکستگی اور آرام ہو اور ولایت شیخ کی ہیبت کے مارے شیطان کو اس بات کی جرأت نہ ہو کہ مرید میں تصرف نہ کر سکے۔

پس جب شیخ میں یہ کمالات مقامات، کرامات، صفات اور اخلاق پائے جاتے ہوں۔ تو صادق مرید اور محقق طالب تھوڑی مدت میں اسکی ولایت کی دولت کو سایہ میں مقصد اور مقصود کو پہنچ جاتا ہے۔ لیکن مرید کو بھی چاہیئے کہ مریدی اوصاف سے آراستہ ہو۔ اور ارادت کے آداب اور شرائط ملحوظ رکھے۔ جو آئندہ فصل میں انشاء اللہ بیان کئے جائیںگے تاکہ نور علی نور ہو جائے۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ایسا کرنے سے حق تعالیٰ کا فضل انکی کوشش کے شامل حال ہو جاتا ہے جو آل مقصود کرتا ہے

وصلى الله على محمد وآله وصحبه اجمعين۔

(مرصاد العباد، ص ۱۵۸)

مرشد کی ہیبت سے بخار ختم:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال السہروردی رحمة الله تعالیٰ علیه: وضعفت مرة فدخل علی شیخی ابو النجیب فرشح جسدی عرقا من هیبته فشفیت من وقتی وکنت فی غایة الحمی ولقنی العرق لتخفف عنی الحمی فکنت لا اجد ذلک قال: ولقد کنت یوما فی البیت خالیا وعندی مندیل وهبه لی الشیخ فوقع علی الارض فصدم رجلی اتصافا، فتألم لذلک باطنی وهالنی لمس قدمی لشئ من اثر شیخی، فوجدت بعد ذلک برکة عظیمة من الله عز وجل لاحترامی لاولیائه۔

وکان ابو القاسم القشیری رحمة الله تعالیٰ علیه یقول: ما دخلت علی الاستاذ ابی علی الدقاق فی بدایتی الا صائما بعد ان اغتسل وکثیرا ما کنت احضر باب مدرسته فارجع من الباب احتشاما منه ان مثلی یدخل علیه وکنت اذا تجاسرت ودخلت وبلغت وسط المدرسة تصحبنی الهیبة فاصیر ارعد من هیبته وکثیرا ما کان یحصل لی شبه تخدیر فی جسدی حق انه لو غترز احد بی ابر قلما احسست بها قال: ولا اعلم اننی اعترضت بقلبی علی شئ من احواله حتی مات۔

وکان اشیاخ الطریق یقولون: کل من لم ینتفع برؤیة شیخه لم ینتفع بصحبته بالقول، خرج نور الاقتداء من قبله۔ ومن لم یر شیخه نائبا عن رسول الله ﷺ فی ارشاده لم یصل الی طریق الحق، لانه من لم یتادب مع شیخه لم یتیسر علیه الادب مع الحق۔ واسلموا ان کل من اهله الحق تعالیٰ لحضرته فلا بد ان یخرج له عار فایقتدی به لموضع صدقه، وانما فقد المریدون الاشیاخ لعدم صدقهم۔

وکان سیدی ابراهیم الدسوقی رضی الله تعالیٰ عنه یقول: من کتم شیئا من احواله عن شیخه کان خائنا والله لا یحب الخائنین ،ومن خطر بباله اتهام شیخه فی شئ من احواله عظمت محنته، ومن سافر عن شیخه قبل ان یتمکن من احواله فقد تفرقت همته، والله اعلم۔

ترجمہ: حضرت سیّدنا شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں ایک دفعہ کمزور ہوگیا۔ میرے شیخ ابوالنجیب علیہ الرحمۃ میرے پاس تشریف لائے تو ان کی ہیبت سے میرے جسم سے پسینہ نکلنے لگا تو مجھے اسی وقت شفا حاصل ہوگئی حالانکہ مجھے سخت بخار تھا اور میں تمنا کرتا تھا کہ مجھے پسینہ آئے تا کہ میرے بخار میں تخفیف ہو لیکن مجھے پسینہ نہیں آرہا تھا۔ فرماتے ہیں ایک دن میں گھر میں اکیلا تھا اور میرے پاس رومال تھا جو میرے شیخ علیہ الرحمۃ نے عطا کیا تھا۔ وہ زمین پر گرا اور اتفاق سے میرے پاؤں پر آن پڑا۔ اس سے مجھے قلبی تکلیف ہوئی اور اس بات سے میں خوفزدہ ہوگیا کہ میرے پاؤں نے ایسی چیز کو چھوا جس پر میرے مرشد علیہ الرحمۃ کا اثر ہے۔ تو اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے احترام کی وجہ سے میں نے بارگاہِ خداوندی سے بہت بڑی برکت پائی۔

حضرت امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ میں ابتدائی دور میں اپنے استاذ ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ کے پاس روزے اور غسل کے ساتھ داخل ہوتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ میں آپ کے مدرسہ کے دروازے پر جاتا تو ان کی عظمت کے پیشِ نظر واپس آجاتا کہ میرے جیسا آدمی ان کے پاس حاضر ہو؟ اور اگر

میں جرأت کر کے داخل ہوجاتا اور مدرسہ کے درمیان میں پہنچ جاتا تو مجھ پر ہیبت طاری ہوجاتی اور میں ان کی ہیبت سے کانپ جاتا۔ اور بہت دفعہ میرا جسم بے حس ہوجاتا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مجھے سوئی چبھوتا تو مجھے اس کا احساس نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی ان کی کسی حالت پر دل میں بھی اعتراض لایا ہو حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

مشائخ طریقت (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے مرشد کی زیارت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ ہی ان کی محبت سے قبولیت کا فائدہ حاصل کرتا ہے تو اس سے اقتداء کا نور نکل جاتا ہے۔

اور جو شخص اپنے مرشد کو ہدایت دینے میں رسول اللہ ﷺ کا نائب خیال نہیں کرتا وہ حق کے راستے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ جس کو اپنے مرشد کا ادب حاصل نہیں اسے حق کے ساتھ ادب بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ بات جان لو کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کا اہل بناتا ہے تو اس کے لیے کسی ایسے عارف کو ظاہر کرتا ہے جس کی وہ اقتدا کرتا ہے اور ایسا اس کی صداقت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مریدین کے لیے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا حصول اس لیے نہیں ہوتا کہ ان لوگوں میں صدق واضح نہیں ہے۔ حضرت سید ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ جو شخص اپنی کسی بھی حالت کو اپنے مرشد سے چھپاتا ہے وہ خیانت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص کے دل میں مرشد کی کسی حالت کے بارے میں تہمت کا خیال بھی آئے اس کی محبت بکھر جاتی ہے۔ واللہ اعلم

(الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، ج ۲، ص ۹۲، ۹۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں:

ویکرہ الاکثار منه خاصة لذوی الهیئات فقد قیل: لا تمازع الشریف فیحقد علیک و لا الدنی فیجتری علیک و کان النبی ﷺ لا یلتفت الی اصحابه مخافة ان یراهم یمزحون فیتشورون۔ و کان ببعض اصحابه رمد العین فکان یأکل التمر فقال له النبی ﷺ: تأکل التمر وبک رمد فقال: یا رسول الله ﷺ انما آکل بالجانب السلیم۔ فضحک النبی ﷺ۔

ترجمہ: زیادہ مذاق خاص کر دبدبے والے اشخاص کے لئے مکروہ ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ تم شریف آدمی سے مذاق نہ کرو ورنہ وہ اپنے دل میں کینہ پکڑے گا اور کمینہ آدمی سے اس لئے نہ کرو کہ وہ تم پر جری ہوجائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھتے تھے۔ اس خیال سے کہ کہیں انہیں ایسی حالت میں دیکھیں کہ وہ مذاق کر رہے ہوں اور آپ کے متوجہ ہونے سے وہ پریشان ہوجائیں۔ آپ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں آشوب آ گیا تھا اور وہ کھجور کھا رہے تھے آپ نے فرمایا "تم کھجور کھا رہے ہو اور تمہاری آنکھ میں آشوب ہے" انہوں نے کہا کہ "میں اس جانب سے کھا رہا ہوں جس طرف آشوب نہیں ہے" تو آپ ہنس پڑے۔ (آداب المریدین، ص ۸۵، معہد الدرسات الاسیویۃ والافریقیۃ، الجامعۃ العبریۃ فی اورشلیم)

حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا جاہ وجلال:

حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا جاہ وجلال اس قسم کا تھا کہ جناب کی مجلس مبارک میں بڑے بڑے امیر اور بادشاہ دم نہیں مار سکتے تھے۔ اور نہ ایک دوسرے سے کلام کرتے تھے بلکہ نقش بہ دیوار کی طرح بیٹھے رہتے تھے۔ جب کبھی حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوتے

تھے۔ یا کسی شخص سے کچھ پوچھتے تو وہ اس طرح سٹ پٹا جاتا کہ جواب دینے کی سکت ان میں نہ رہتی زبان میں لکنت آجاتی۔ اگر اتفاقاً بیٹھے ہوتے تو بڑی جلدی سے ادباً اُٹھ کھڑے ہوتے اور حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کی تعظیم کے لئے اپنے آپ کو اس قدر جھکاتے کہ ان کا سر زمین تک پہنچ جاتا۔ جب تک آپ بیٹھنے کے لئے حکم نہ دیتے اسی ہیئت میں کھڑے رہتے۔ اس قبلہ دو جہاں کے حضور میں بیٹھنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ صرف وہ شخص بیٹھتا جسے حکم ہوتا جب آپ لوگوں کی طرف نگاہ کرتے۔ تو لوگ بے اختیار ہاتھوں کو سر پر رکھ کر تعظیم کرتے۔ حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کے فرزند بھی دوسروں کی طرح ڈرتے رہتے انہیں بھی بات کرنے کی مجال نہ تھی۔ اور نہ ہی اجازت بغیر بے تکلف بیٹھ سکتے تھے۔ جب آپ خلوت خانہ سے مسجد میں تشریف لاتے۔ تو اثنائے راہ میں مرید اور امیر لوگ اپنی عمدہ عمدہ چادریں اور شالیں غرضیکہ اپنا لباس فاخرہ آنحضرت ﷺ کی راہ میں بچھاتے آنحضرت ﷺ اس فرش پر سے گزر کر مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جاتے بعد ازاں لوگ اس لباس کو بطور تبرک رکھ لیتے۔ اور اس پر فخر کرتے کہ آپ نے اس لباس پر اپنا قدم مبارک رکھا ہے۔ حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کی مسند سے لے کر مصلیٰ تک تمام فرش ہی فرش ہوتا۔ علاوہ ازیں اُٹھتے بیٹھتے وقت بھی لوگ ایسا ہی کرتے۔ سلطنت کے اراکین عظام حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کو نعلین پہنانے کے لئے ایک دوسرے کو زر کثیر دے کر اس کی باری خرید کر لیتے۔ پھر بھی نصیب نہ ہوتا۔ کسی شخص کی جرات نہ تھی کہ حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کے دولت خانہ کے پاس سے سوار ہو کر گزرے۔ جب دور سے دیکھتے تو پا پیادہ ہو جاتے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دولت خانہ کے پاس سے گزر جاتے۔ پھر دور جا کر سوار ہوتے حالانکہ خانقاہ شارع عام میں تھی۔ لیکن کسی کو سوار ہو کر گزرنے کی جرأت نہ تھی۔ ہر اعلیٰ ادنیٰ خواہ مرید ہوتا یا غیر مرید حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کی سواری کے وقت سامنے سے سوار ہو کر نہ آتا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جن امرا کی سواری نہ ٹھہرتی۔ خواہ کیسا ہی امیر کیوں نہ ہوتا۔ بڑے بڑے امیر حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کی سواری کے ساتھ عوام الناس کی طرح پیدل چلتے۔ حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کی سواری کے وقت شہر و بازار میں وہ شور و غوغا ہوتا کہ بادشاہوں کی سواری کے وقت بھی نہ ہوتا تھا۔ حضور سیّدی قیوم چہارم خواجہ محمد زبیر ﷺ کے حضور میں کسی کی جرأت نہ پڑتی تھی کہ امرا کی تعظیم کرے۔ حتیٰ کہ ان کے اپنے نوکر بھی تعظیم نہیں کرتے تھے۔ (روضۃ القیومیہ، ج ۴، ص ۱۱۷)

باوقار رہے:

حضرت علامہ بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

مسئلہ: صاحب مسند وارشادرا باید کہ خودرا باوقار دارد ودروازہ بازی واختلاط نکشاید چہ اگر شوکت او از نظر مرید کم شود دروازہ فیض آنہا مسند ود گرددرحقِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم من یراہ عن بعیدٍ ھَا بہ ومن یراہ عن قریبٍ احبہ یعنی ہر کہ آنحضرت، رامی دیداز دُور بروے ہیبت ورعب آنحضرت می افتاد وبعد از ان محبت دردل او قرار می گرفت

مسئلہ: صاحب مسند وارشاد (یعنی پیر طریقت) کو چاہیئے کہ باوقار رہے اور نہ گھر گھر گھومے اور نہ (خواہ مخواہ کے) میل جول بڑھائے کیونکہ اگر اس کی عظمت مرید کی نگاہ میں کم ہوگی تو مریدوں پر فیض کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ روایت آتی ہے کہ من یراہ عن بعیدٍ ھَابہ ومن یراہ عن قریبٍ احبہ یعنی جو حضور نبی کریم ﷺ کو دور سے دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہوتی اور جو قریب سے دیکھتا اس کے دل میں آپ کی محبت جم جاتی تھی۔

(ارشاد الطالبین، مقام، سوم در آداب کاملان و مرشدان ص ۳۸، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

باب نمبر ۳۸

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں حاسدین کیا کہتے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر سیف الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ تو شدت کرتے ہیں حالانکہ اخلاق محمدی ﷺ نرمی کرنا ہے

وَقولا له قولاً لیناً وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ ابتدا اسلام میں کفار کے ساتھ نرمی تھی اور قوت اسلام کے بعد سختی کرنا اخلاق محمدی ﷺ ہیں ارشاد ہیں

کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اوران کیساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں۔ (الآیۃ، سورۃ الفتح، پارہ ۲۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔ (الآیۃ، سورۃ التحریم، پارہ ۲۸)

تیسری جگہ ارشاد ہے وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً

ایک حدیث میں ہے کہ من احب لله و ابغض لله و اعطیٰ لله و منع لله فقد استکمل الایمان

ترجمہ: جس نے اللہ ﷻ کے لئے محبت کی اور اللہ ﷻ کے لئے دیا اور اللہ ﷻ کے لئے منع کیا تحقیق اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے آخر میں فرعون سے شدید الفاظ میں خطاب کیا کہ: وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔ (الآیۃ)

پس کفار پر شدت کرنا اخلاق محمدی ﷺ ہیں اخلاق قرآن اور اخلاق اللہ ہیں۔

اخلاق بزرگان دین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں اور اس زمانہ میں نرمی نرمی کرنا تذبذب اور منافقت ہے۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

مؤلف: ایک صاحب نے عرض کیا: ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔

اس پر ارشاد فرمایا:

حدیث میں ہے: اِنَّ الحدَّۃَ تَعْتَرِیْ حملَۃَ القراٰنِ لِعِزَّۃِ القُراٰنِ فِیْ اَجْوَافِھِمْ

ترجمہ: علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جوان کے دلوں میں ہے۔

(فردوس الاخبار، ج۱، ص۳۵۲، الحدیث:۲۵۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی، حرف الحا، الحدیث ۱۷۱۱۴، ج۱۱، ص۱۵۵ ملتقطا)

حضرت سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بارہ غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شرکت کی ان میں سب سے پہلا غزوۂ خندق ہے یہ بڑے بے باک نوجوان تھے اور کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ (فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج۱، ص۲۵)

انصار کے آزاد کردہ غلام:

حَدَّثَنَا سلَيْمانُ بنُ أَحمَدَ، حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ عَليٍ الأَبَّارُ، حَدَّثَنَا الهيثَمُ بنُ خَارِجَةَ، حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ الْوَلِيدِ التُّجِيبِيِّ، عَنْ أَبِي مَنْصُورٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَو بنَ الجمُوحِ، يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ أَوْلِيَائِي مِنْ عِبَادِي وَأَحِبَّائِي مِنْ خَلْقِي الَّذِينَ يَذْكُرُونَ بِذِكْرِي، وَأُذْكَرُ بِذِكْرِهِم

ترجمہ: سلیمان بن احمد، احمد بن علی الابار، ہیثم بن خارجۃ، رشید بن سعد، عبداللہ بن الولید التجیبی، ابی منصور (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: میرے بندوں میں سے میرے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب بندے وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے رہتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج۱، ص۲۸، دار احدیث، القاہرہ)

قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: أَمَرَهُ الرَّسُولُ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالمجَاوَبَةِ مِنْ بَيْنِ أَصْحَابِهِ لِما اخْتَصَّ بِهِ مِنَ الصَّوْلَةِ وَالمهَابَةِ، وَمَا عَهِدَ مِنْهُ فِي مُلَازَمَتِهِ لِلتَّفْرِيدِ، وَمحامَاتِهِ عَلَى مُعَارَضَةِ التَّوْحِيدِ، وَأَنَّهُ لَا يَنْهَنِهُهُ عَنْ مُصَاوَلَتِهِم الْعِدَّةُ وَالْعَدِيدُ قَالَ الشَّيْخُ رحمه الله: كَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لِلدِّينِ مُعْلِنًا، وَلِأَعْمالِ الْبِرِ مُبْطِنًا. وَقَدْ قِيلَ: إِنَّ التَّصَوُّفَ الْوُصُولُ بِما عَلِنَ إِلَى ظُهُورِ مَا بَطَنَ۔

ترجمہ: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چونکہ جرات اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے اس لئے آپ ﷺ نے دشمن کو للکارنے کے لئے آپ کو منتخب فرمایا: نیز رفاقتِ نبوت میں عمر کے جوہر بے مثال آپ علیہ السلام پر عیاں تھے اور توحید کے لئے عمر کی شدت تو سب پر عیاں تھی جس سے شفقتِ نبوت نے بھی روک ٹوک نہیں فرمائی اس لئے یہ خصوصیت آپ ہی کا حق تھی۔ حضرت سیّدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دین کا علی الاعلان اظہار فرماتے تھے۔ جبکہ نیکی کے اعمال کو مخفی رکھتے تھے۔ تصوف نام ہے پوشیدہ حق کو ظاہر کرنے کا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج۱، ص۳۷، دار احدیث، القاہرہ)

ایمان نصیب ہوگیا:

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

نقل کرد همین درویش که سبب محبت من به حضرت خواجهٔ ما قدس الله روحه این بود که من از صغانیان در صغر سن به طرف بلده فاخرهٔ

بخارا رفته بودم و ملازمت علما می نمودم۔ در آن اثنا مرا داعیۂ پیدا شد که به زیارت بیت اللہ روم۔ چون به آن سعادت مشرف گشتم، باز بیخارا آمدم و حال آن بود که نفس من قوی طاغی شده بود و خود بین و نزدیک بود که حال دیگر شود و سر به شقاوت، کشد۔ در چنین حال در من جاذبۂ پیدا شد و بی اختیار مرا به صحبت شریف خواجه رسانید۔ چون به آن حضرت رسیدم، درویشان بسیار در صحبت ایشان بودند۔ خواجه مرا نزدیک خود کشیدند و طپانچۂ بر گردن من زدند۔ حال من دیگر شد۔ در آن حت ناله از من پیدا شد خواجه بانگ بر من زدند که خاموش باش چه جای ناله است که اگر این نالۂ از تو پیدا نمی شد۔ کار تو در همین یک صحبت تمام می شد و چون خاموش نکردی از حال خود بر استی از نمای و بگوی که خود را چون می بینی؟ گفتم: وجود خود را این زمان، چون مبرزی می بینم، پر از نجاست که به هر طرف ازو نجاست و پلیدی می رود۔ حضرت خواجه سو گند یاد کردند که راست می، گوید۔ صفت و حال او چنین است۔ بعد از آن روی به اصحاب کردند و فرمودند: اگر به صحبت ما نمی رسید، بی ایمان از دنیا می رفت۔

ترجمہ: اسی درویش نے نقل کیا کہ حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ کے ساتھ میری محبت کا سبب یہ تھا کہ میں بچپن میں ہی ''صفانیاں'' سے ''بلدہ فاخرہ'' بخارا کی طرف چلا آیا تھا۔ اور علماء کرام کی ملازمت اختیار کی، دراں اثنا داعیہ پیدا ہوا کہ میں بیت اللہ شریف کی زیادت کے لیے جاؤں۔ میں اس سعادت سے مشرف ہوا اور پھر بخارا میں آ گیا، اب بھی حال یہ تھا کہ میرا نفس بہت زیادہ نافرمان اور خود بین بن چکا تھا، نزدیک تھا کہ (میرا) حال تبدیل ہو جائے اور (میرا) سر بدبختی اٹھا لے۔ اسی وقت میرے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا۔ جس نے بے اختیار مجھے حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ کی کی صحبت شریف میں پہنچا دیا، جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بہت سے درویش آپ کے پاس (موجود) تھے، حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے مجھے اپنے پاس کھینچا اور میری گردن پر طمانچہ مارا تو میرا حال بدل گیا۔ میں اسی حالت میں رونے لگا، آپ نے مجھے ڈانٹ دیا کہ ''خاموش رہو، یہ رونے کا کونسا مقام ہے، اگر تجھ سے یہ نالہ (رونا) ظاہر نہ ہوتا تیرا کام اسی ایک مجلس سے مکمل ہو جاتا، اگر خاموش نہ ہو گا تو اپنا حال درست نہ کر سکے گا، اب کہو کہ تو خود کو کیا دیکھتا ہے'' میں نے کہا ''کہ اس وقت میں اپنا وجود نجاست سے آلودہ دیکھ رہا ہوں، کہ اس سے ہر طرف نجاست اور پلیدی (جاری) ہوتی ہے۔ حضور سیّدی امام خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ قسم یاد فرمائی کہ یہ درست کہتا ہے، (واقعی) اس کی صفت اور حال اسی طرح ہے'' اس کے بعد آپ نے اصحاب کی طرف چہرہ کیا اور فرمایا ''اگر یہ ہماری صحبت میں نہ پہنچا تو دنیا سے ایمان کے بغیر ہی رخصت ہو جاتا''۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص،۱۹۶، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

ولی کی شدت کام آئی:

پدر عبد الاول خیر الدین طانیشابوری نیز از اکابر بود۔

میر نظام الدین علیہ الرحمہ (یا جلال الدین) عبد الاول نیشاپوری علیہ الرحمہ کے والد خیر الدین طاہر نیشاپور کے اکابر میں سے تھے۔ (نسب نامہ احرار، ص، ۱۳۲)

اور کسب معاش کے لیے زمین داری کرتے تھے۔

(خواجہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط، ص، ۲۰۰)

جدا و امیر عز الدین طاهر نیشا بوری به زهد و تقوی و علوم ظاهری و باطنی آراسته بود۔ ملا حسین واعظ کاشفی مؤلف روضة الشهداء

ازسبزوار مخصوصاًبرای تحصیل علوم بہ نیشابور رفت و پیش طاہر نیشابوری تلمذ کرد و کتب متدأولہ تفاسیر و احادیث رانزد او خواند

ترجمہ: میر عبدالاول علیہ الرحمہ کے جد میر عزالدین طاہر نیشاپوری علیہ الرحمہ، زہد وتقویٰ اور ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔روضۃ الشہدا کے مصنف ملا حسین واعظ کاشفی علیہ الرحمہ طلب علم کے جذبہ کے تحت سبزوار سے نیشاپور گئے اور طاہر نیشاپوری کے شاگرد ہوئے اور ان سے کتب متداولہ تفاسیر واحادیث سبقاً پڑھیں۔

(رشحات عین الحیات، ج،۲،ص،۶۰۷)

عبد الاول نیشابوری بہ سمرقند رفت وقصد ملازمت احرار کرد۔بہ محض دیدار احرار گرفتار او شد وبہ بجا آوردن آداب وشرائط طریقہ مشغول شد باوجود این احرار بہ او کاملا بی اعتنامی بود و او را از مجلس خود بیرون می کرد،وسخنان درشت می گفت وعتاب می کرد،ہفت سال بر ہمین منوال گذشت۔

ترجمہ: میر عبدالاول علیہ الرحمہ نیشاپور سے سمرقند گئے اور حضرت سیّدنا خواجہ احرار ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،لیکن حضرت سیّدنا خواجہ احرار ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ ان سے مکمل طور پر بے اعتنا رہے بلکہ انہیں اپنی مجلس سے اٹھا دیتے' درشتی سے پیش آتے اور غصے کا اظہار کرتے۔یہ کیفیت کوئی سات سال تک رہی۔(لیکن میر عبدالاول کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔)

از این پس قہر احرار بر حال عبد الاول چنان بہ لطف تبدیل شد کہ نہ فقط او را بہ حلقہ مریدان واصحاب خود داخل کرد،بلکہ دختر خود را نیز بہ او داد۔

ترجمہ: تا آنکہ خواجہ احرار علیہ الرحمہ ان پر مائل بہ کرم ہوئے اور انہیں نہ صرف اپنے مریدوں اور اصحاب کے حلقہ میں شامل کیا بلکہ داماد بھی بنالیا۔

(خوارق عادات احرار، پٹنہ،ص،۹۵،سلسلۃ العارفین،ص،۶۷،۶۸،رشحات عین الحیات،ج،۲،ص،۶۰۳،۶۰۷،ملفوظات،،بند ۴۳۱،۶۸۰)

عبدالاول یا واپسین نفس احرار با او مصاحب بودہ است۔

ترجمہ: میر عبدالاول علیہ الرحمہ خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی آخری سانس تک ان کی خدمت میں رہے۔ (ملفوظات،بند ۲۴۷،خوارق عادات احرار،ص،۶۱)

نسبت فقر ودرویشی میر عبد الاول بہ غایت وبہ مرتبہ کمال بودہ است۔وی شخصی دانشمند بود،احرار ہم بہ مرتبہ اعلائی علمی او اعتراف کردہ است۔

ترجمہ: میر عبدالاول علیہ الرحمہ نسبتِ فقر میں با کمال تھے اور صاحبِ علم تھے۔حضرت سیّدنا خواجہ احرار ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ ان کے علمی اور روحانی مقام کے معترف تھے۔ (فقرات،نسخہ تاشقند،ص،۶۰)

میر عبدالاول در اوایل ماہ ذی الحجہ ۹۰۵ھ۔۱۵۰۰ م در گذشت۔

ترجمہ: میر کی وفات اوائل ماہ ذی الحجہ ۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء میں ہوئی۔ (احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار،ص،۹۸،تا،۱۰۰،مرکز نشر دانشگاہ،تہران)

میر عبدالاول علیہ الرحمہ نے حضرت سیّدنا خواجہ احرار ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے ملفوظات جمع کیے' جن کا تفصیلی جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے۔یہاں یہ صرف

یہ بتانا مقصود ہے کہ ملفوظات کا یہ مجموعہ حضرت سیّدنا خواجہ احرار ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے سوانح حیات، افکار ار معاشرتی زندگی کا بہترین معاصر ماخذ ہے اور قدیم ایام سے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے۔ (خواجہ احرار، ص،۴۶)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((ملا یار محمد قدیم)) نوشته بود که متضمن نصائح و مواعظ باشد۔ ظاهراً مضمون آن کتابت، مقبول طبیعتش نیفتاد که جواب کتابت، نفرستاد، بلکه در فرستادن دعا نیز خود را معاف داشت۔ گو مقبولِ طبیعتش نیفتد۔ جماعه [ای] که به این حقیر مسنوبند اگر مظان غلط و مواد خطاء ایشان را اعلان نکند و حق را از باطل جدا نسازد، از عهده چگونه بر آید و در آخرت چه رو نماید۔ به او بگویند۔

من آنچه شرط بلاغ است با تو می گویم		تو خواه از سخنم پند گیر، خواه ملال

بداند که مقام شیخی و دعوت خلق به حق۔ جل و علا۔ بس مقام عالی است۔ الشیخ فی قومه کالنبی فی امته شنیده باشد۔ هر بی سر و برگ را به این منزلت علیه چه مناسبت۔

هر گدای مرد میدان کی شود		پشۀ آخر سلیمان کی شود

علم به تفصیل احوال و مقامات و معرفت به حقیقت مشاهدات و تجلیات و حصولِ کشوف و الهامات و ظهور تعبیراتِ واقعات، از لوازم این مقامِ عالی است۔ و بدونها خرط القتاد۔

ترجمہ: ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا، جو پند و نصیحتوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے موافق نہیں آیا۔ کیونکہ اس کا جواب نہیں دیا۔ اور دعا تک نہیں کی اسے پسند نہ آئے تو نہ آئے۔ وہ لوگ جو اس فقیر (حضور امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر ان کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔

من آنچه شرط بلاغ است با تو می گویم		تو خواه از سخنم پند گیر، خواه ملال

ترجمہ: میں شرط تبلیغ کے تحت یہ کہہ رہا ہوں تو خواہ میری باتوں سے نصیحت گیر ہو خواہ ملال کر۔

جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ الشیخ فی قومه کالنبی فی امته شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہر بے سر و سامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

هر گدائے مرد میدان کے شود		پشهء آخر سلیمان کے شود

ترجمہ: ہر گدا اگر مرد میدان نہیں ہو سکتا۔ مچھر آخر سلیمان کیسے بن سکتا ہے۔

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کا پہچاننا اور کشو و الہامات کا حاصل ہونا اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔ و بدونہا خرط القتاد۔ اور ان کے بغیر بے فائدہ رنج و تکلیف ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۲۴، ج،۱، ص،۴۴۵، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به ((میرزا حسام الدین احمد)) در بیان آنکه طریق ما، همان طریق حضرت ایشان است و نسبت، همان نسبت لیکن تکمیل صناعت و تتمیم نسبت به تلاحق افکار و تعاقب انظار است۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی۔

مراسلات شریفه که نامزد مخلص مشتاق خود ساخته بودند، پی در پی رسید، موجب ازدیار فرحت و باعث افراط محبت گشت۔ جزاکم الله سبحانه عنا خیر الجزاء۔ مجملاً حل بعضی از شبهات و تردیدات که اندراج یافته بود، آنکه طریق ما، همان طریق حضرت ایشان (حضرت خواجه باقی الله قدس سره استاد و مرشد حضرت مجدد قدس سره۔) است۔ قدس الله تعالی سره الاقدس۔ و نسبت، همان نسبت شریفه این حضرت۔ کدام طریق از آن طریق عالی و کدام نسبت از آن نسبت علیه اولی و انسب است که کسی آن را اختیار نماید۔ غایة ما فی الباب، تکمیل صناعت و تتمیم هر نسبت به تلاحق (۔به هم ملحق شدن۔) افکار و تعاقب انظار (نظرها و آرائی که پشت سرهم بیاید۔) است مثلاً ((نحو)) (علم نحو، یکی از علوم زبان عربی است۔) که در زمان ((سیبویه)) (از علماء و دانشمندان و بزرگان علم نحو که در این میدان دارای آراء و نظرات خاصی می باشد۔) بوده، به تلاحق افکار متأخران، دو صد زیاده گشته است و محرر و منقح شده، مع ذلک همان نحوِ سیبویه است که افکار متأخران بیش از مشاطگی (آرایش دادن، زی باساختن) و تزئین آن، ننموده است (کار دیگری نکرده اند۔)۔

مقولهٔ شیخ علاء الدوله۔ قدس سره۔ به سمع شریف رسیده باشد که فرموده هر چند وسائط بیشتر بود، راه نزدیکتر و روشن تر گردد۔ این، قسم زیادتی بر آن نسبت علیه که به طریق مشاطگی و ترئین پیدا شده باشد و در گفت آمده، جمعی را در تخیلات انداخته است۔ حقیقت، معامله این است که بی تکلف و تصنع نموده آمد۔ مکتوبات و رسائل این نسبت را فوقِ همه مدلل ساخته و مداحی این طریق عالی، و اکابر این طریق را بر نهجی نموده است که هیچ کس از خلفای این خانواده بزرگ به ایراد عشر عشیر آن موفق نگشته و ایضاً این، فقیر در، روز مره و در نشست و برخاست، رعایت آداب و لوازم این طریق بر وجه اتم می نمایند و سر مویی مخالفت احداث تجویز نمی کنند۔ عجب است که این همه هنرها از نظر مستور مانده است و اگر بالفرض در ایام آزار نسبت به بعضی یاران در کلمه و کلام سخن، ناملائم واقع شده باشد، در نظر در آمده۔ عجب تر آنکه شما امثال این سخنان را باور می دارید و به مجرد شنیدن از جامی روند۔ اگر حسن ظن است چرا مخصوص به آن جماعت است۔ ما مگر قابلِ حسنِ ظن نیستیم۔ بالجمله اگر مدار بر گفت و شنود است، از دست سخن چینان خلاصی متصور نیست و اخلاص متوقع نه، از گفت و شنود بگذرند و از، امور گذشته یاد نکنند۔ تا اخلاص متصور شود و رفع، کلفت دیرینه گردد۔

ترجمہ: میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہٖ حضرت ایشاں (قطب الارشاد خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت

کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی،

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے، پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے،

جزاکم اللہ سبحان عنا خیر الجزاء، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

مجمل طور پر بعض شبہات اور تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی (قطب الارشاد خواجہ رضی الدین باقی باللہ رضی اللہ عنہ)، کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت (قطب الارشاد خواجہ رضی الدین باقی باللہ رضی اللہ عنہ) ہی کی شریف نسبت ہے اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کون سا طریق ہے۔ اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کون سی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تیمم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہوگئی ہے۔ اور یہ علم بہت کامل اور صاف ہوگیا ہے۔ حالاں کہ یہ وہی سیبویہ کی نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے۔

شیخ علاء الدولہ علیہ الرحمۃ کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر راستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبت عالیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہوگئی ہے۔ بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) کا طریق ثابت کیا ہے۔ اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ اور نیز یہ فقیر (حضور امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) روزمرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب و لوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔ اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب ہنر نظر انداز کر دیے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ و کلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت و شنود پر ہی مدار ہے۔ تو پھر چغلخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۲۹، ج ۱، ص ۴۵۱، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (خواجه محمد قاسم بدخشی) در نصیحت و تنبیه

بسم الله الرحمن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰة و تبلیغ الدعوات می رساند لله سبحانه الحمد و المنة از کلمه و کلام آن اخوی، حرارت طلب مفهوم می شود و بویی از جمعیت می آید، مانا که این دولت، اثر قرب صحبت است۔ گرفتاری های لاطائل شمار انگذاشت که یک هفته صحبت دارید، مجموع ایام صحبت شما، معلوم نیست که به یک عشره کشیده باشد۔ از خدا شرم باید داشت۔ جل سلطانه۔ که از هزار روز، یک روز راهم برای خدای۔ عز و جل۔ انتخاب نمیَ کنید و از تعلقات شتی خود را جمع نمی نمائید حجت بر سما درست شده است و به وجدان خود دریافته اید که یک ساعت این صحبت، به از اربعینات مجاهده است مع ذٰلک از این صحبت گریز انید و ب: حیله ها خود را دور می اندازیده۔ جوهر استعداد شما نفیس است، اما چه فایده که از قوت به فعل نیامده، استعداد شما بلند افتاده است، لیکن همت شما پست، در رنگ طفلان از جوهر های نفیس به خزف ریزهای خسیس، آرام گرفته اید۔

به وقت صبح شود همچو روز معلومت		که با که باختهٔ عشق در شب دیجور

حالا هم هیچ نرفته است فکر بر اصل باید نمود و عمدهٔ این کار، صحبت ارباب جمعیت است، و اگر این دولت میسر نشود، اوقات خود را به ذکر الهی۔ جل شانه۔ که مأخوذ از صاحب دولت است، مشغول باید داشت و هر چه منافی ذکر است، از آن اجتناب باید نمود۔ و در حل و حرمت (حلال و حرام شرعی) شرعی، نیک احیاط باید فرمود و به مساهله نباید گذارند و نماز پنج وقت به جماعت التزام نمایند و در تعدیل ارکان، سعی بلیغ مرعی دارند و محافظت نمایند، که نماز در اوقات مستحبه ادا یابد۔ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورة التحريم،۸)

نصیحت وتنبیہہ میں خواجہ محمد قاسم بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد ولصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات عرض کرتا ہے اللہ سبحانہ کی حمد اوراس کا احسان ہے کہ اس بھائی کے کلمہ وکلام سے طلب کی حرارت معلوم ہوتی ہے۔ اور جمعیت کی بو آتی ہے۔ بیشک یہ دولت قرب صحبت کا اثر ہے۔ بے فائدہ امور کی گرفتاری نے تمہیں نہ چھوڑا۔ کہ ایک ہفتہ ہی صحبت میں رہو۔ معلوم نہیں تمہاری صحبت کے کل دس دن ہوں۔ خدائے جل سلطانہ سے شرم کرنی چاہیے۔ کہ ہزاروں میں سے صرف ایک دن بھی خدائے ﷻ کے لیے منتخب نہیں کرتے۔ اور ادھر ادھر کے تعلقات سے اپنے آپ کو جمع نہیں کرتے۔ تم پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ اورتم اپنے وجدان سے جان چکے ہو۔ کہ اس صحبت کی ایک گھڑی ریاضت ومجاہدہ کے چلوں سے بہتر ہے۔ اس کے باوجود اس صحبت سے گریز کر رہے ہو۔ اور حیلوں اور بہانوں سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہو۔ تمہاری استعداد کا جوہر نفیس ہے۔ لیکن کیا فائدہ اگر قوت سے فعل میں نہ آئے۔ تمہاری استعداد بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔ بچوں کی طرح نفیس موتیوں کو چھوڑ کر خسیس خزف ریزوں (ٹھیکریوں) کے ساتھ آرام پذیر ہو۔

بوقتِ صبح شود همچو روز معلومت		که باکه باخته عشق در شب دیجور

اب بھی کچھ نہیں گیا۔اپنے اصل کام کی فکر کرنی چاہیے۔اورکام طریقت کا عمدہ پہلوار بابِ جمعیت کی صحبت ہے۔اوراگر یہ دولت میسر نہ ہوتو اپنے اوقات کوذکرِ الٰہی جل شانہ میں جوصاحب دولت سے سیکھا گیا ہو۔مشغول رکھنا چاہیے اور جو کچھ ذکر کے منافی ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔اورشرع شریف کے حلال وحرام میں بہت احتیاط کرنی چاہیے اوراس بارے میں سستی سے بچنا چاہیے اورنماز باجماعت پابندی سے ادا کریں۔اورتعدیلِ ارکان میں بہت کوشش کریں اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ نماز اوقات مستحبہ میں ادا ہو۔رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ التحریم،۸)

(مکتوبات امام ربانی،دفتر دوم حصہ اوّل،مکتوب،۴۷،ج،۲،ص،۱۶۶ تا ۱۶۷ مرکز پخش: زاھدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

پس عزتِ اسلام در خواری کفر و اهل کفر است۔ کسی که اهل کفر را عزیز داشت، اهل اسلام را خوار ساخت۔ عزیز داشتن عبارت از آن، نیست که البته ایشان را تعظیم کنند و بالا نشانند، در مجالس خود جادادن و با ایشان مصاحبت نمودن و همزبانی کردن با ایشان، داخلِ اعزاز است، در رنگِ سگان، ایشان را دور باید داشت و اگر غرضی از اغراض دنیاوی با ایشان مربوط باشد و بی ایشان میسر نشود، شیوۂ بی اعتبار را مرعی داشته، به قدر ضرورت بی ایشان باید پرداخت و کمال اسلام آن است که از آن غرض دنیاوی نیز باید گذشت و به، ایشان نباید پرداخت۔

حق سبحانه در کلام مجید خود، اهل کفر را دشمن خود و دشمن پیغمبر خود فرموده است، پس اختلاط و موانست با این دشمنان خدا و رسول او، از اعظم جنایات باشد۔ قل ضرر در مصاحبت و مخالطت این دشمنان آن است که قدرت اجراء احکام شرعی و رفع رسوم کفری، زبون می گردد و حیای موانست مانع آن می آید و این ضرر بسیار عظیم است، دوستی و الفت با دشمنان خدا، منجر به دشمنی خدای۔ عزوجل۔ و دشمنی پیغمبر او۔ علیه الصلواة والسلام۔ می شود شخصی گمان می کند که او از اهل اسلام است و تصدیق و ایمان، بالله رسوله دارد، اما نمی داند که این قسم اعمال شنیعه دولت اسلام او را پاک و صاف می برد نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

خواجه پندارد که مردِ واصل است		حاصل خواجه بجز پندار نیست

کار این نابکاران، استهزا و سخریت است به اسلام و اهل آن منتظر ند اگر قابو بیابند، دمار از اهل اسلام بر آرند، یا همه را به قتل برسانند، یا به کفر باز گردانند۔

پس اهل اسلام را هم شرمی در کار است که ((الحیاء من الایمان)) و ننگ مسلمانی ضروری است، همواره در مقام خواری اینها باید بود۔ جزیه از اهل کفر که در ((هندوستان)) بر طرف شده است، به واسطه شومی مصاحبت اهل کفر است با سلاطین این دیار و مقصود اصلی از جزیه گرفتن از ایشان، خواری ایشان است و این خواری به حدی است که از ترس جزیه، جامه خوب نمی توانند پوشید و به تجمل، نمی توانند بود و همیشه ترسان و لرزان می باشند، از اخذ اموال بادشاهان را چه میں رسد، که منع جزیه گرفتن کنند۔ حق۔

سُبحَانَہ وَتَعالٰی۔ جزیہ را از برای خواری ایشان وضع کرده است۔ مقصود در سوایی ایشان است و عزت و غلبۂ اهل اسلام۔ جهود هر که شود کشته، سود اسلام است، علامت حصول دولت اسلام، بغض است با اهل کفر و عناد است با ایشان، حق۔ سُبحَانَہ وَتَعالٰی۔ در کلام مجید خود ایشان را نجس فرموده و در جایی رجس فرموده۔ پس در نظر اهل اسلام می باید که اهل کفر نجس و پلید در آیند و چون چنین بینند و دانند، لا جرم از صحبت ایشان پرهیز نمایند و در مجالست ایشان، مستکره بوند۔

چیزها از ایشان پرسیدن و به مقتضای حکم اینها عمل کردن، از کمال اعزاز این دشمنان است۔ همتی که کسی از ایشان طلبد و دُعاء که به توسُّط ایشان خواهد، چه خواهد بود۔ حق۔ سُبحَانَہ وَتَعالٰی۔ در کلام مجید خود می فرماید: (وما دعاء الکافرین الا فی ضلل) (رعد/ ۱۶) دعاء این دشمنان باطل و بی حاصل است، اجابت را در آنجا چه احتمال، این قدر فساد لازم می آید که اعزاز این سگان می افزاید، ایشان اگر دعا خواهند کرد، بتان خود را وسیله خواهند آورد و خیال باید کرد که کار تا به کجامی کشد و از مسلمانی بوی نمی ماند۔

عزیزی فرموده است تا یکی از شما دیوانه نشود، به مسلمانی نرسد و دیوانگی عبارت از در گذشتن از نفع و ضرر خود به واسطه اعلای کلمۂ اسلام۔ با مسلمانی هر چه شود گو شود و اگر نشود گو نشود و چون مسلمانی است رضای خدای عزوجل است و رضای پیغمبر حبیب او عَلیهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلامِ وَالتَّحِیَّةُ، دولتی عظیم تر از رضای مولا نیست رضینا بالله سبحانه ربا و بالاسلام دینا و بحمد علیه الصلوة والسلام نبیا ورسولا۔ هم برینم بداریم یارب۔ بحرمة سید المرسلین علیه وعلی اله من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها والسلام، اولا و اخرا۔

عجالة الوقت، آنچه ضروری و لابدی دانست، به طریق اجمالی نوشته فرستاد و بعد از این اگر توفیق رفیق گشت، مفصل تر از این نوشته ارسال خواهد گشت۔

همچنان که اسلام ضد کفر است، آخرت نیز ضد دنیا است و دنیا آخرت جمع نشوند، ترک دنیا بر دو نوع است؛ نوعی است که از مباحات آن همه ترک کره شود، مگر به قدر ضرورت، این قسم اعلای ترک دنیاست و نوعی دیگر آن است که از محرمات و مشتبهات، آن اجتناب کرده شود و به امور مباحه آن تنعم نموده آید، این قسم نیز خصوصاً در این اوان بسیار عزیز الوجود است۔

آسمان نسبت به عرش آمد فرود		و رنه بس عالی است پیش خاک تود

پس ناچار از استعمال ذهب و فضه (۔طلاء و نقره۔) و لبس حریز و امثال آنها که شریعت مصطفویه۔ علی مصدرها الصلوة و السلام و التحیة۔ آن را محرم ساخته است، اجتناب باید نمود، اوانی ذهب و فضه (ظرف های طلا و نقره) اگر برای تجمل کنند، فی الجمله گنجایش دارد اما استعمال اینها حرام است، از آب و طعان خوردن در اینها و خوشبوی انداختن و سرمه دان ساختن و جز آن۔

القصه حق سُبحَانَہ وَتَعالٰی، دائره امور مباحه را بسیار وسیع ساخته است۔ تنعمات و تمتعات به اینها در عیش و لذت زیاده از آن است که در امور محرمه است۔ در مباحات رضای حق است سبحانه و در محرمات عدم رضای او تعالی، عقل سلیم هرگز تجویز نمی کند که کسی برای لذتی که بقایی هم ندارد، عدم رضای مولای خود اختیار کند، حال آنکه در عوض آن لذت محرمه، لذت مباحه هم تجویز فرموده است۔ رزقنا الله سبحانه و ایاکم الاستقامة علی متابعة صاحب الشریعت علیه و علی اله الصلوة و التحیة۔

در معامله حل و حرم، همواره به علمای دین دار رجوع باید نمود و از اینها استفسار باید کرد و به مقتضای فتوی ایشان عمل باید نمود، که، راه نجات شریعت است و بعد شریعت هر چه هست باطل است و بی اعتبار۔ فماذا بعد الحق الا الضلال والسلام اولا و اخرا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی متابعت احکامِ اسلامیہ کی بجا آوری اور رسوم کفر کے دور کرنے میں ہے کیونکہ اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا ثابت کرنا دوسرے کے اٹھانے کا موجب ہے۔ ان دوضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ ایک کو عزت دینا دوسرے کو ذلیل وخوار کرنے کا باعث ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کو فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ،

ترجمہ: اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔ (سورۃ التحریم،۹)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جو خلقِ عظیم سے موصوف ہیں کفار سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم میں داخل ہے۔ ثابت ہوا کہ اسلام کی عزت کفر اور اہلِ کفر کی خواری اور ذلت میں ہے۔ جس نے کفار کو عزت دی اُس نے اسلام کو ذلیل کیا۔ عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا جائے بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا۔ ان کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے۔ انہیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی دنیوی غرض اور کام ان سے متعلق ہو اور ان کے سوا کسی سے حاصل نہ ہو سکے تو انہیں بے قدر جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیے اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ دینوی غرض کے لیے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے۔ اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر ﷺ کا دشمن قرار دیا ہے۔ خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کے ان دشمنوں سے میل جول اور اُنس ومحبت بہت بڑی تقصیروں میں شامل ہے۔ ان دشمنوں کے ساتھ دوستی اور اُنس کا کم از کم ضرر نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات اُٹھانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ان سے تعلق دوستی کا حیا اس میں مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا ضرر و نقصان ہے۔ دشمنانِ خدائے عزوجل سے دوستی والفت خدائے تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور اس کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ دشمنی پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے۔ اور خدا رسول کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے برے اعمال اس کی دولت اسلام کو بالکلیہ مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

ترجمہ: ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

خواجه پندا رد که مردِ واصل است		حاصل خواجه بجز پندار نیست

ترجمہ: خواجہ صاحب کا گمان ہے کہ وہ مرد واصل ہیں لیکن فی الحقیقت خواجہ صاحب کو صرف یہ گمان ہی حاصل ہے۔

ان نالائقوں کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا تمسخر اڑاتے ہیں اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کردیں یا سب کو قتل کردیں یا کفر کی طرف پھیر کر لے جائیں تو اہل اسلام کو بھی شرم کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایمان باحیاء بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ مسلمانی کے ننگ وشرم کا پاس کرنا ضروری

ہے۔ ہمیشہ ان کی ذلت وخواری کے در پے رہنا چاہیے ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین وحکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث ہے۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصد ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ ذلت وخواری اس حد تک ہے کہ جزیے کے خوف سے اچھے کپڑے نہیں پہن سکتے ۔اور اپنا بناؤ سنگھار نہیں کر سکتے اور ان کے اموال لے لینے کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ جزیہ لینے سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ وضع ہی ان کی ذلت وخواری کے لیے کیا ہے۔ مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔ جو غیر مسلم بھی قتل ہو اس میں اسلام کا نفع ہے۔ دولتِ اسلام کے حصول کی علامت اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کو نجس و ناپاک کہا ہے۔ پس اہل اسلام کی نظر میں بھی اہل کفر نجس و پلید ہی ہونے چاہیئے اور جب ان کو اس طرح ذلیل وخوار دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز اور ان کی ہم نشینی کو برا تصور کریں گے۔ ان سے باتیں پوچھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کا کمال اعزاز ہے جو سراسر منع ہے جو شخص ان کی توجہ کا طالب اور ان کے توسط سے مانگے اسے کیا حاصل ہوگا۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ،

ترجمہ: کفار کی دعا بے کار اور ضائع ہے۔ (سورۃ الرعد، ۱۴) •

ان دشمنان اسلام کی دعا باطل اور بے نتیجہ ہے۔ اس کی قبولیت کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں ان سے طالب دعا ہونے میں ان کے اعزاز واکرام میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔ کفار اگر دعا کریں گے تو اپنے بتوں کو ضرور دعا میں وسیلہ بنائیں گے خیال کرنا چاہیے کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ اور مسلمانی کی بُو بھی باقی نہیں رہتی۔ ایک بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے جب تک تم سے کوئی دیوانہ نہ ہو مسلمانی تک نہیں پہنچ سکتا۔

دیوانگی بلندی اسلام کی خاطر اپنے نفع نقصان سے آگے گزر جانے سے عبارت ہے۔ مسلمانی کی موجودگی میں جو حاصل ہو جائے ٹھیک ہے۔ اور اگر کچھ بھی حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ یعنی دونوں حالتیں برابر ہوں۔ اور دولت اسلام موجود اور حاصل ہے تو خدائے ﷻ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہے۔ رضائے مولا سے عظیم تر اور کوئی دولت ونعمت نہیں۔

رضينا بالله سبحانه ربا و بالاسلام دينا و بمحمد عليه الصلوة والسلام نبيا ورسولا،

ترجمہ: ہم اللہ سبحانہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ورسول ہونے پر راضی ہیں۔

مصرع:

هم برنيم بداريم يارب

ترجمہ: یارب مجھے اسی پر قائم رکھنا

بحرمت سید المرسلین (علیہ وآلہ من الصلوات ومن التسلیمات اکملھا والسلام اولا وآخرا)۔ وقت کی جلدی کے باعث جو کچھ ضروری اور اہم محسوس کیا وہ اجمالی طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اس کے بعد اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا تو اس سے زیادہ مفصل لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔ جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے۔

آخرت دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ باقی ترکِ دنیا دو طرح پر ہے۔ ایک نوع تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت سے زائد تمام مباحات ترک کر دیے جائیں یہ ترکِ دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی قلیل اور نادر ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود		ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

ترجمہ: آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے ورنہ خاک کے تودے سے تو بہت بلندی پر ہے

پس سونا چاندی اور ریشمی لباس وغیرہ جنہیں شریعت مصطفویہ (علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ) نے حرام قرار دیا ہے ان کے استعمال سے پرہیز لازمی ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت و آرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا خوشبو ڈالنا سرمہ دان وغیرہ بنانا سب منع ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مباح امور کا دائرہ بہت ہی وسیع کیا ہوا ہے۔ مباح امور کو نعمت کے طور پر استعمال کرنا اور ان سے نفع اندوز ہونا عیش ولذت میں حرام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ مباحات میں حق سبحانہ کی رضا ہے۔ اور حرام اشیاء میں خدا تعالیٰ کی رضا نہیں۔ عقل سلیم ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی شخص چندروزہ لذت کے لیے اپنے مولیٰ کی ناراضگی مول لے۔ خاص کر جبکہ اس حرام لذت کے عوض کئی طرح کی جائز لذتیں تجویز ہو چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں صاحب شریعت (علیہ وعلی آلہ الصلوات والتحیۃ) کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔ حلال وحرام کے معاملہ میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور انہیں سے دریافت کرنا چاہیے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیے کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے باطل ہے اور بے اعتبار ہے

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ،

ترجمہ: حق کے ماسوا سب ضلالت و گمراہی ہے۔ (سورۃ یونس، ۳۲) والسلام اولاً و اخراً۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۱۶۳، ج ۱، ص ۳۳۵ تا ۳۳۸، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضور سیّدی شیخ المشائخ آدم بنوری قدس سرہ:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

امر معروف و نهی منکر طریقۂ انیقۂ شیخ بود' خصوصاً باهل دنیا بر وجهے بتساط و غلبه حرف می زد که کسے باحدالناس چنان سخن نگوید و با اینهمه شدت و عنف عجب تر آنکه سخن گیرا داشت' بهر که گفت و بهر چه گفت در مستمعان موثر افتاد و بهان لحظه بتوبه و انابت امدند' کلام او غالباً یا در امر معروف بود و یا در بیان حقائق و معارف۔ کلام رسمی از زبان شیخ کمتر استماع یافته

ترجمہ: امر معروف اور نہی منکر آپ کا طریقہ تھا خصوصیت کے ساتھ اہل دنیا کو ایسی سختی اور کرختگی سے بات کہتے کہ کسی اور میں اس طرح کہنے کی جرات نہ تھی ایسی شدت اور سختی کے باوجود آپ کی بات کا بڑا اثر ہوتا تھا چنانچہ جس سے بھی آپ فرماتے اور جو کچھ فرماتے بہت جلد اثر ہوتا اور لوگ اسی وقت توبہ و انابت پر آجاتے آپ کی گفتگو اکثر امر معروف یا حقائق و معارف پر ہوتی رسمی طور کی باتیں آپ سے بہت کم سنی گئی ہیں

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۳۸۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

مزاج کی نزاکت اور غضب کی شدت:

آپ (حضور میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ میرا مزاج بہت نازک ہے اور میرا غضب بہت شدید۔ یہ بات ہدایت وارشاد کے شایان شان نہیں۔ میں نے کئی سال دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میرے غضب کی تلوار کو کند کیا، البتہ غضب کی شدت ختم نہ ہوگی اور جس پر غصہ کرتا ہوں اسے سزا ضرور ملتی ہے اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے۔

آپ (حضور میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شہاب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے نیچے آجاتی ہے اور میرے راضی ہوتے ہی اس کی نسبت آتشیں ہوا کی طرح اوپر چڑھ جاتی ہے۔ (یعنی بحال ہو جاتی ہے)۔ (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۲۳۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گر تُرا عقلے ست جزوی در نہاں		کامل العقلے بجو اندر جہاں

ترجمہ: اگر تمہارے اندر عقلِ ناقص (وخام) ہے تو دنیا میں کوئی (مرشد) کامل العقل اور باکمال تلاش کرو۔

از حدیثِ اولیاء نرم و درشت		تن مپوشاں زانکہ زینت راست پشت

ترجمہ: اولیائے کرام کی نرم وسخت باتوں سے پہلوتہی نہ کرو۔ وہ تمہارے دین کے پشت پناہ ہیں۔

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر		تاز گرم و سرد بجھی وز سعیر

ترجمہ: (خواہ وہ) گرم (بات) فرمائیں (یا) سرد (بات) کہیں خوشی خوشی قبول کرو تاکہ تم (دنیا میں) مصائب ونوائب سے اور (آخرت میں) عذابِ دوزخ سے نجات پاؤ۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۶۹۸)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے لکھتے ہیں:

حکایت ۱۰: حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ کی لطافت طبع اور نفاست ونازک مزاجی کے بہت سے قصے حضرت (یعنی حضرت گنگوہی صاحب نے) ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ کی ایک شخص نے دعوت کی اور چونکہ وہ آپ علیہ الرحمۃ کی نازک مزاجی سے واقف تھا۔ اس لئے گھر کو خوب صاف کیا۔ جھاڑو دی قلعی کرائی جب سب طرح اس کو ستھرا اور خوبصورت بنالیا تو حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ کو بلایا، حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے، جب کھانا سامنے آیا اور حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا میاں وہ روڑا زمین سے کیسا اٹھا ہوا ہے جب تک یہ صاف نہ ہوگا مجھ سے کھانا نہ کھایا جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا گیا جب حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ نے نوالہ توڑا۔

(ارواح ثلاثہ یعنی حکایت اولیاء، ص، ۲۵)

حکایت ۱۶: پھر ایک مرتبہ کوئی شخص لوز تیار کر کے لائے تو آپ کو پسند آئے۔ اگلے دن شاہ غلام علی صاحب کو بلا کر چند لوز عطا فرمائے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ

پھیلا دیئے ۔حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ نے غایت کیفیت کے ساتھ ''ہائے'' کی اور فرمایا ''میاں کاغذ لاؤ اور اس میں لو'' شاہ صاحب جلدی سے کاغذ لائے حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ نے اس میں لوز رکھ دیئے انہوں نے کاغذ کی پڑیہ باندھ لی پھر دوبارہ حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ منقبض ہوئے اور سر ہاتھ سے تھام کر فرمایا غلام علی تو مجھے مار کر چھوڑے گا۔ بندش کا بھی سلیقہ نہیں یہ لوز اسطرح بندھتے ہوں گے اس کے بعد خود لے کر سلیقہ کے ساتھ لپیٹا اور ہر چہار گوشہ صاف ستھرے سیدھے سچے موڑ کر انکے حوالے کئے اگلے دن دریافت فرمایا کتنے کھائے شاہ صاحب بولے حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ سب کھالئے اتنا سن کر حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ بے کیف ہو گئے اور تعجب سے فرمایا ایں سب کھالئے! ایں سب کھالئے! آدمی ہو یا ڈنگر؟

(أرواح ثلاثہ یعنی حکایت اولیاء، ص، ۲۷)

حکایت نمبر ۱۳: ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ غلام علی حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کے خاص خادم تھے جب پنکھا کرنے کھڑے ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سج سج پنکھا ہلتا تو حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ فرماتے میاں تمھارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز چلتے تو فرماتے تو تو مجھ کو اڑا دے گا۔ آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ دوں بن پڑے حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کو غصہ آ گیا اور جھڑک کر فرمایا ہمارا پنکھا چھوڑ دو پھر شاہ غلام علی روئے اور خطا معاف کرا کر پنکھا جھلنے کی درخواست کی حضرت سیدنا آفتاب حقیقت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ نے اجازت دے دی۔

(أرواح ثلاثہ یعنی حکایت اولیاء، ص، ۲۷)

سختی کے اِلزام کا جواب:

(یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ) اِس پر بھی بعض احمق سختی کا الزام دیتے ہیں۔ اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کو گالیاں دینا تو کوئی بات ہی نہ ہو، نہ وہ سختی ہے نہ بے تہذیبی، نہ کوئی بُری بات۔ ادھر سے اُن کی اِس ناپاک حرکت پر کافر کہا اور بس! سختی و بے تہذیبی سب کچھ ہوگئی۔ ہاں ہاں! اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی شان میں جو گستاخی کریگا اُسے ضرور کافر کہا جائے گا کسے باشد (چاہے کوئی بھی ہو) اور واللہ کہ میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ عزوجل و رسول ﷺ کے اَحکام بیان کرتا ہوں میں تو ان کا چپراسی ہوں، چپراسی کا کام ہی سرکاری حکم نامہ پہنچانا ہے نہ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا، اللہ عزوجل کے کرم سے اُمید ہے کہ وہ قبول فرمائے آمین۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۲۴۱، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ء، لکھتے ہیں:

مؤلف: اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنھوں نے اس وہابی خیال شخص کو پیش کیا تھا جس نے علمِ غیب (جسکا سوال پیچھے گزرا) میں کچھ دریافت کیا تھا۔

عرض: حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستے ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مدَّ ظِلُّہٗ کی باتیں میرے دل نے قبول کیں اور اب میں اِن شاء اللہ تعالٰی اُن کا مرید ہوں گا۔

ارشاد: دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب (یعنی

ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق: ثُمَّ لَا یَعُوۡدُوۡنَ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔اس وقت سختی کی گئی کہ رب ﷺ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ

ترجمہ: اے نبی ﷺ جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اوران پر سختی کرو۔(پ۱۰،التوبہ:۷۳)

اور مسلمانوں کوارشادفرماتا ہے:

وَلۡیَجِدُوۡا فِیۡكُمۡ غِلۡظَةً

ترجمہ: لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔(پ۱۱،التوبہ:۱۲۳)

(ملفوظات اعلیٰ حضرت،ص،۹۰،مکتبۃ المدینہ،باب المدینہ،کراچی)

کیا کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیے؟(ایک علمی مذاکرہ):

میاں صاحب:(بعد سلام و مصافحہ و باہمی گفتگوئے مزاج پرسی) میں حسن شاہ محدِّث کا بیٹا ہوں۔

ارشاد: جناب میں اُن کے فضائل سے واقف ہوں اور آپ سے بھی ایک بار نیاز حاصل ہوا تھا۔

میاں صاحب: میں بالقصد (یعنی ارادتاً) ایک بات آپ سے گذارش کرنے کو آیا ہوں اگر چہ آپ کی طبیعت علیل (یعنی خراب) ہے(مسہلات (یعنی پیچش) ہورہے ہیں) آپ کو تکلیف ضرور ہوگی مگر بات ضروری ہے اور اِس میں آپ کی رائے دریافت کرنی ہے۔

ارشاد: میں حاضر ہوں جو فہمِ قاصر (یعنی ناقص فہم) میں آئے اسے گذارش بھی کروں گا،اگر چہ "رَأیُ الۡعَلِیۡلِ عَلِیۡلٌ"(یعنی بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔)

میاں صاحب: میری رائے یہ ہے کہ کسی کو برا کہنا نہ چاہیے اس لئے کہ صائبؔ نے کہا ہے۔

دھن خویش بَدشنام میالا صائب		کیں زر قلب بھر کس کہ دھی باز دھد

ترجمہ: اے صائب گالی گلوچ سے اپنا منہ آلودہ نہ کر کیونکہ جسے تو برا کہے گا اس کے دل سے بھی وہی صدا نکلے گی

رسالہ "سَلُّ السُّیُوۡفِ الۡهِنۡدِیَّة عَلٰی كُفۡرِیَاتِ بَابَا النَّجۡدِیَّة" میاں صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا، یہ نصیحت اِس بناء پر تھی۔

ارشاد: بہت بجا (یعنی دُرست) فرمایا۔جہاں اِختلافات فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فرقِ اہلسنّت (یعنی اہلسنّت کے گروہوں) میں وہاں ہرگز ایک دوسرے کو برا کہنا جائز نہیں اور فحش دُشنام (یعنی گالی گلوچ) جس سے دہن (یعنی منہ) آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہیئے۔

میاں صاحب: کچھ اختلافاتِ فروعی کی قید نہیں۔زمانہ رسالت میں دیکھئے: منافق لوگ کیسے مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے تھے،نمازیں ساتھ پڑھتے،مجالس میں پاس بیٹھتے،شریک رہتے۔

ارشاد: ہاں صدرِ اسلام (یعنی شروعِ اسلام) میں ایسا تھا مگر اللہ ﷺ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ (ندوے کا سا) یہ گھال میل جو ہورہا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں یوں رہنے نہ دے گا ضرور خبیثوں کو طیبوں (یعنی پاکوں) سے الگ کردے گا۔

قَالَ اللهُ تعالیٰ مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو سُتھرے سے۔(ال عمران:۱۷۹)

اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کیا ہوا؟ بھری مسجد میں خاص جمعے کے دن عَلٰی رُءُوْسِ الْاَشْہاد (یعنی برسرِ عام) حضور اقدس سیّدِ عالم ﷺ نے نام بنام ایک ایک کو فرمایا:

"یَا فُلَانُ فَاخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ، اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ"

ترجمہ: اے فلاں نکل جا تُو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تُو منافق ہے۔ نماز سے پہلے سب کو نکال دیا۔ (یہ حدیث طبرانی و ابنِ ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی) (المعجم الاوسط، الحدیث ۷۹۲، ج۱، ص۲۳۱)

مخالفینِ دین کے ساتھ یہ برتاؤ اُن کا ہے جنہیں ربُ العزت عَزَّجَلالُہٗ رحمۃ للعالمین فرماتا ہے، جن کی رحمت رحمتِ الٰہیہ کے بعد تمام جہان کی رحمت سے زیادہ ہے۔

میاں صاحب: دیکھئے فرعون کے پاس جب موسیٰ (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ السَّلام) کو بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا

ترجمہ: اُس سے نرم بات کہنا۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۴۴)

ارشاد: مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ

ترجمہ: اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور ان پر شدت و سختی کر۔ (سورۃ التوبہ، ۷۳)

یہ اُنہیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ترجمہ: بے شک تُو بڑے خلق پر ہے۔ (سورۃ القلم: ۴)

تو معلوم ہوا کہ مخالفانِ دین پر شدت و غِلظت (یعنی سختی) مُنافیِ اَخلاق (یعنی بداَخلاقی) نہیں بلکہ یہی خُلقِ حَسن ہے۔

میاں صاحب: میری مراد کافروں سے نہیں۔ (منافقین اور فرعون شاید مسلمان ہوں گے!)

ارشاد: جی آپ کی ہر کس (یعنی "ہر کسی") تو سب کو عام تھی۔ خیر اب کوئی دائرہ محدود کیجئے۔

میاں صاحب: جو کلمہ کفر کہے اِسے اِن لفظوں سے بیان کیجئے کہ میرے فُلاں بھائی نے جو بات کہی ہے میرے نزدیک یہ کلمہ کفر معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: کفریات بکنے والا بِحَمْدِ اللہ میرا بھائی نہیں اور جب اس کا کلمہ کفر ہونا ثابت ہو تو ان گرے لفظوں کی کیا حاجت کہ "میرے نزدیک ایسا معلوم ہوتا ہے" جس سے عوام سمجھیں کہ احتمالی بات ہے، شک ہے۔

میاں صاحب: میرے نزدیک ضرور کہنا چاہے۔

ارشاد: جب دلیلِ شرعی قائم ہو تو ضرور رصاف کہنا چاہے۔

میاں صاحب: خیر یہ کہو کہ کلمہ کفر کہا مگر گمراہ نہ کہو۔

ارشاد: کیا خوب گمراہی کفریات بکنے سے بھی کسی بدتر چیز کا نام ہے؟

میاں صاحب: یوں تو داڑھی منڈا فاسق بھی گمراہ ہے مگر عرف میں گمراہ بہت بُرا لقب ہے۔

ارشاد: داڑھی منڈانے والا کہ اسے فعلِ حرام جانے فاسق ہے گمراہ نہیں، (کہ راہِ سنّت جانتا اور اِس پر اعتقاد رکھتا ہے اگرچہ شامتِ نفس سے اختیار نہ کی) مگر قائلِ کفریات ضرور گمراہ ہے۔

میاں صاحب: کوئی قائلِ کفریات ہو بھی! اب آپ نے اتنے بڑے عالم محدِّث (اسماعیل دہلوی) جس کی عمر خدمتِ حدیث میں گئی، کو قائلِ کفریات بنادیا۔

ارشاد: "سَلُّ السُّیوف" آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے؟

میاں صاحب: ہاں۔

ارشاد: میں نے اس میں کافر لکھا ہے؟

میاں صاحب: نہیں کافر نہیں لکھا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ بھی غنیمت ہے ورنہ بہت وہابیہ تو یہی رو رہے ہیں کہ تکفیر کردی۔)

ارشاد: تو جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ضرور ثابت اور خدمتِ حدیث مُسلَّم (یعنی تسلیم) بھی ہو تو اس سے انتفائے ضلالت (یعنی گمراہی کا نہ ہونا) لازم نہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ

ترجمہ: اللہ ﷻ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ (پ۲۵، الجاثیہ: ۲۳)

میاں صاحب: اب آپ نے لکھ دیا کہ انہوں نے کہا ہے: خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔

ارشاد: جی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے، یہی لفظ جابجا دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب: یہ کون کہے گا کہ نبی کا اعتقاد نہ رکھو۔

ارشاد: حضرت اُردو زبان ہے۔ آپ ہی فرمائیے کہ ماننے کے معنی کیا ہیں؟

میاں صاحب: بھلا ہم نبی کو نہ مانتے تو مڈل نہ پڑھتے کہ نوکری ملتی۔ حدیث کیوں پڑھتے؟

ارشاد: یہ آپ اپنی نسبت کہیئے۔ اُس کے وقت نہ مڈل تھا نہ مڈل کی نوکری۔

مولانا حسن رضا خان صاحب: حضرت پچیس برس کی عمر کے بعد نوکری ملتی بھی تو نہیں۔

میاں صاحب: بھلا کوئی نبی کی شان میں گستاخیاں کریگا؟

ارشاد: کیا مَعَاذَ اللّٰہ مر کر مٹی میں مل جانا بتانا گستاخی نہیں؟

میاں صاحب: (انکاری لہجے میں) ہوں۔ کس نے کہا ہے؟

ارشاد: اسمٰعیل نے۔

میاں صاحب: کوئی نہیں۔ بھلا کوئی رسول ﷺ کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد: "تَقْوِیَۃُ الْاِیْمان" چھپی ہوئی موجود ہے، دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب: بھلا کوئی رسول ﷺ کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد: جی رسول ﷺ ہی کی شان میں کہا ہے، دیکھ لیجئے نا۔

سید مختار صاحب: جناب میاں صاحب اُس کے کلمات ضرور یہاں ایسے ہیں جن سے دل دُکھتا ہے۔ یہ (اعلیٰ حضرت قبلہ) اِن کے سبب جوش میں ہیں۔

میاں صاحب: مولوی رُوم نے مثنوی میں لکھا ہے کہ اے اللہ ﷻ تو ظالم ہے جتنا چاہے مجھ پر ظلم کئے جا، تیرا ظلم مجھے اَوروں کے انصاف سے اچھا لگتا ہے۔

ارشاد: مولانا قدس سرہ، نے اللہ ﷻ سے یوں عرض کی ہے؟

میاں صاحب: جی مولانا نے۔

ارشاد: مثنوی شریف لاؤ۔ مولوی محمد رضا خاں صاحب (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی) مثنوی شریف لائے، جناب میاں صاحب کے سامنے رکھ دی۔ میاں صاحب نے ہاتھ سے ہٹا دی۔

ارشاد: حضرت بتائیے کہاں لکھا ہے؟

میاں صاحب: (مثنوی شریف اور ہٹا کر) اب اسی میں لکھا ہے:

ع

گهه شهید دیده از خر

ترجمہ: خر کے ساتھ شہید کا لفظ دیکھئے۔

ارشاد: یہ فِسق پر اِستہزا ہے۔ (یعنی گناہ کرنے پر گناہ گار کا مذاق اُڑایا ہے) (قرآن مجید میں) فرمایا:

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ

چکھ ہاں ہاں تُو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ (پ ۲۵، الدخان: ۴۹)

اسی حکایت کی سرخی میں ہے:

جان من رادیدی و کدورا ندیدی

جناب نے یہ نہ دیکھا کہ مولانا کا یہ ارشاد تو ہماری دلیل ہے۔ جب ایک فاسِقہ کی نسبت اکابرِ دین ایسے کلمات فرماتے ہیں تو گمراہانِ بد دین زیادہ مستحقِ تشنیع و توہین ہیں۔

میاں صاحب: اب آپ ہی جو اپنے آپ کو عبد المصطفٰے لکھتے ہیں؟

ارشاد: یہ مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن کی خوبی ہے! ربُّ العزت جل جلالہٗ نے قرآنِ عظیم میں جو فرمایا:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ

ترجمہ: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (پ ۱۸، النور: ۳۲)

اسے بھی شرک کہہ دیجئے۔ (حضرت عالمِ اہلِ سنت (یعنی اعلیٰ حضرت) نے اپنے قصیدے "اکسیر اعظم" ۱۳۰۲ھ کی شرح "مُجیرِ مُعظم" ۱۳۰۲ھ میں تحریر فرمایا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے "اِزَالَۃُ الخفا" میں حدیث نقل کی ہے: امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا "كُنْتُ عَبْدَهٗ وَ خَادِمَهٗ" میں حضور کا بندہ اور حضور کا خادم تھا۔ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، خطبۃ عمر بعد ما ولی علی الناس، الحدیث ۴۴۵، ج ۱، ص ۳۳۳)

اِس مسئلے کی بحث کافی اسی کتابِ مُستطاب (یعنی بابرکت کتاب) میں ہے۔)

میاں صاحب: خیر بھائی تمہیں اختیار ہے بُرا کہو بُرا سنو۔

ارشاد: کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، وہابی کو وہابی ضرور کہا جائے گا اور وہ ہمیں بُرا کہیں تو اِس کی کیا پرواہ! ہمارے پیشواؤں صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کو اِنتقال فرمائے ہوئے تیرہ سو برس گزرے آج تک اُن کا برا کہنا نہیں چھوٹتا۔

میاں صاحب: ایسے ہی وہ (یعنی فریقِ مخالف) بھی کہتے ہیں پھر اس سے کیا حاصل؟

ارشاد: ضرور حاصل ہے۔

حدیث میں فرمایا:

اَتَرْعَوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَتٰى يَعْرِفُهُ النَّاسُ اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ يَحْذَرْهُ النَّاسُ

ترجمہ: کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو! لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

(یہ حدیث امام ابوبکر ابنِ ابی الدنیا نے کتاب ذَمُّ الْغِیْبَۃ اور امام ترمذی محمد بن علی نے "نَوَادِرُ الْاُصُول" اور حاکم نے "کِتَابُ الْکُنٰی" اور شیرازی نے "کِتَابُ الْاَلْقَاب" اور ابنِ عدی نے "کامل" اور طبرانی نے "معجم کبیر" اور بیہقی نے "سننِ کبریٰ" اور خطیب نے "تاریخ" میں حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ اور خطیب نے "رُواۃ مالک" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی) (موسوعۃ ابن ابی الدنیا، الغیبۃ والنمیمۃ، الحدیث ۸۴، ج ۴، ص ۳۷۴)

میاں صاحب: تو یہ تو فاسق کو کہا ہے۔

ارشاد: فسقِ عقیدہ، فسقِ عمل سے بدر جہا (یعنی کئی درجے) بدتر ہے۔

میاں صاحب: بے شک۔

ارشاد: خود حضورِ اقدس ﷺ نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا:

كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً

ترجمہ: ایک فرقے کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخی ہیں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۴۸۸۶، ج ۳، ص ۳۸۰)

اب کیا نہ کہا جائے گا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں!

میاں صاحب: رافضی جہنمی نہیں۔

ارشاد: حدیث کا کیا جواب؟

میاں صاحب: (سکوت فرمایا)

ارشاد: کیا آپ کے نزدیک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو کافر کہنے والا جہنمی نہیں؟

میاں صاحب: کون کہتا ہے؟ کوئی نہیں۔

ارشاد: رافضی کہتے ہیں۔

میاں صاحب: کوئی رافضی ایسا نہیں کہتا۔

مولوی سیّد تصدّق علی صاحب: چھپی ہوئی کتابیں تو موجود ہیں اور کوئی کہتا ہی نہیں!

میاں صاحب: میرے دس بارہ ہزار ملاقاتی اور عزیز رافضی ہیں، کسی نے میرے سامنے اِس کا اِقرار نہیں کیا، کوئی ایسا نہیں کہتا۔

سیّد مختار صاحب: حضرت وہ ضرور ایسا کہتے ہیں۔ آپ کے سامنے تقیۃً (یعنی اپنے مذہب کو چھپاتے ہوئے) کچھ اور کہہ دیا ہوگا۔

ارشاد: حضرت اب وجہِ حمایت معلوم ہوئی!

میاں صاحب: پھر بھائی تم اُنہیں بُرا کہو، وہ تمہیں بُرا کہیں۔

ارشاد: اِس کی پرواہ نہیں۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جواَب تک (بُرا) کہا جاتا ہے۔

میاں صاحب: ایسے ہی وہ بھی کہتے ہیں۔

ارشاد: آپ کے نزدیک یہود و نصاریٰ گمراہ ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب: ہوں گے۔

ارشاد: ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب: ہوں گے (اللہ اللہ ضروریاتِ دین میں بھی تامُّل)

سیّد مختار صاحب: اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی وہ بھی آپ کو کہتے ہیں تو اہلِ باطل اگر اہلِ حق کو اہلِ باطل کہیں، اس سے اہلِ حق انہیں اہلِ باطل کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

میاں صاحب: تشدد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں رافضیوں نے سنیوں کو قتل کیا، سنیوں نے رافضیوں کو مارا۔ ہمارے نزدیک دونوں مردُود (اللہ اللہ کفریات بکنے والوں کو گمراہ نہ کہے، رافضیوں کو جہنمی نہ بتائے مگر سنّی ضرور مردود۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ارشاد: آپ ایسا فرمایئے مگر اہلِ سنّت ایسا ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

میاں صاحب: جب دونوں مسلمان ہیں اور باہم لڑے، دونوں مردود ہوئے (سُبحٰن اللہ اسی دلیل سے خارجیوں نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ جَمل واہلِ صِفّین سب پر مَعَاذَ اللہ وہ حکمِ ناپاک لگایا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ارشاد: بھلا امیر المؤمنین مولیٰ علی (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) نے جو ایک دن میں پانچ ہزار کلمہ گو قتل فرمائے جو نہ صرف مسلمان بلکہ قُرَّاء وعلماء کہلاتے، اُس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

سید مختار صاحب: میاں صاحب یہ بحث ختم نہ ہوگی۔ اب تشریف لے چلئے اور اس جلسے کو خوشی وخوش اُسلوبی پر ختم کیجئے۔

میاں صاحب: (کھڑے ہوکر تشریف لے جاتے وقت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے اُن کے سامنے برا کہا۔ لوگوں نے اسے قتل کرنا چاہا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قتل میرے برا کہنے والے کے لئے نہیں ہے۔

(آگے تتمّہ (یعنی خاتمہ)، حدیث یوں ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، (المعجم الصغیر للطبرانی، ج۱، ص۲۳۶)

میاں صاحب یہیں تک پہنچے کہ "اس کے لئے ہے کہ" اعلیٰ حضرت قبلہ نے سبقت کرکے فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کو کہے مَعَاذَ اللہ مَرکر مٹی میں مل گئے۔ حاضرین سوائے میاں صاحب، سب ہنسنے لگے۔

ارشاد: اَلحَمدُ لِلّٰہ ہم امیر المؤمنین مولیٰ علی (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے تابع (یعنی پیروکار) ہیں جنہوں نے خوارج کو نہ گلے لگایا نہ بھائی بنایا۔ بدمذہبی کے ہوتے ہوئے کچھ پاس (یعنی لحاظ) نہ فرمایا۔

میاں صاحب: السلام علیکم (جلسہ بالخیر (یعنی بخوبی) ختم وتمام وَالْحَمْدُ لِلّٰہ

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۹۹، تا ۱۰۷، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

شیخ المشائخ زبدۃ العارفین حضرت خواجہ عارف ریوگری، قدس سرہ، متوفی ۶۴۹ھ لکھتے ہیں:

نقل است کہ روزے طبیبے درمیان بازار باآواز بلند می گفت کہ داروے ہر درد اوارم۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ برو کے گذر کرد و گفت کہ داروی گناہان داری؟ گفت دارم اما تلخ است، می توانی نوشید؟ گفت از بس علت گناہان توانم نوشید۔ گفت برو بیخ درویشی بیار وبرگ صبر برو بار کن وہلیۂ علم وبلیلۂ حلم این چہار چیز را در دہان معرفت بیند ازو بہ دست توفیق بکوب وآب چشمان بریزو در دیگ تواضع بپاش وبہ چمچۂ محبت بجنبان وبہ آتش شوق بجوشان ودر خرقۂ تسلیم بپزوار سرِ صدق بنوش۔ امید بہ کرم خدائے تعالیٰ کہ از بس علت گناہان شفایابی۔

ظهور خشم بزرگان تهی زفیض مدان		غبار چهره گردون دلیل باران است

ترجمہ: نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن ایک طبیب بازار میں بلند آواز لگاتا تھا کہ میرے پاس ہر درد اور بیماری کی دوا ہے۔ حضور سیّدی سلطان العارفین بایزید بسطامی (م۲۶۱ھ) علیہ الرحمہ اس کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ کیا تیرے پاس گناہوں کی دوا ہے اس نے جواب دیا کہ ہے مگر کڑوی ہے کیا تو اسے پی سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں گناہوں کی بیماری کی زیادتی کی وجہ سے اسے پی سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ جا اور درویشی کی جڑ کو لا اور صبر کے پتے۔ علم کا ہلیلہ اور حلم کا بلیلہ اس پر ڈال اور ان چاروں چیزوں کی معرفت کے ہنہ (کھرل) میں ڈال دے اور توفیق کے ہاتھ سے اس کو کوٹ اور آنکھوں کا پانی یعنی آنسو اس پر چھڑک۔

تواضع کی دیگ میں اس کو چھڑک (ڈال) محبت کے چمچہ سے اس کو ہلا۔ شوق کی آگ پر اس کو جوش دے۔ تسلیم کے خرقہ (لباس۔ برتن) میں اس کو پکا اور صدق کے ساتھ اس کو نوش کر۔ خدا کے کرم سے امید ہے کہ گناہوں کی زیادتی سے شفایاب ہو جائے گا۔ (یعنی گناہوں سے معافی کے لیے درویشی، صبر، علم، حلم، معرفت، توفیق، آنسو یا پچھتانا، تواضع، محبت، شوق، تسلیم اور صدق ضروری ہیں)

ظهور خشم بزرگاں تهی زفیض مداں		غبار چهره گردوں دلیل باراں است

ترجمہ: اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ناراضگی کو ظاہر ہونے کو فیض سے خالی مت جان

اس لئے کہ آسمان کے چہرہ پر غبار کی موجودگی بارش کے ہونے کی نشاندہی (دلیل) ہے یعنی اللہ والوں کا غصہ بھی فیض کا سبب ہوتا ہے۔''

(عارف نامہ، ص، ۲۳، گاباسنز، اردو بازار، ایم۔اے جناح روڈ، کراچی)

حضرت سیّدنا حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّائِغُ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَعَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ «فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ هُمْ؟ وَمَا أَعْمَالُهُمْ؟ لَعَلَّنَا نُحِبُّهُمْ، قَالَ: »قَوْمٌ يَتَحَابُّونَ بِرُوحِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ، وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا بَيْنَهُمْ، وَاللهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ، وَإِنَّهُمْ لَعَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ قَرَأَ: {أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ} (سورۂ یونس، ۶۲) وَمِنْ نُعُوتِهِمْ: أَنَّهُمُ الْمُوَرِّثُونَ جُلَّاسَهُمْ كَامِلَ الذِّكْرِ، وَالْمُفِيدُونَ خِلَّانَهُمْ بِشَامِلِ الْبِرِّ

ترجمہ: محمد بن جعفر بن ابراہیم، جعفر بن محمد الصائغ، مالک بن اسماعیل و عاصم بن علی، قیس بن الربیع، عمارۃ بن القعقاع، ابی زرعۃ، عمرو بن جریر، ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء ہیں نہ شہداء، لیکن اللہ ﷻ کی طرف سے قیامت کے روز ان کے ملنے والے رتبے پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں اور انکے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں۔ فرمایا وہ ایسی قوم ہیں جو محض اللہ ﷻ کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے، بغیر کسی آپس کی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لین دین کے۔ اللہ کی قسم ان کے چہرے مجسم نور ہونگے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہونگے اور جب دوسرے لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے انکو کوئی خوف نہ ہوگا، دوسرے لوگ غم واندوہ میں مبتلا ہونگے تو انکو کوئی غم لاحق نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے تلاوت فرمائی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ **ترجمہ:** خبردار! اللہ کے اولیاء پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ (سورۂ یونس، ۶۲)

مؤلف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ اپنے ہم نشینوں کو ذکر کا شوق اور اس کی رغبت دلاتے ہیں اور اپنے دوستوں کو نیکی کی راہ پر لگا دیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۱، ص ۲۷، ۲۸، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر ۳۹

عمامہ شریف کے بیان میں معترضین کے مفتیٔ اعظم پیر محمد چشتی نے لکھا:

سوال:(۸۹)اعتراض(۱) بغیر عمامہ نماز پڑھنے کو آپ نے مکروہ تحریمہ کہا ہے جبکہ میں آپ کے اس فتویٰ کو نہ صرف غلط فحش سمجھتا ہوں۔ بلکہ شریعت پر بہتان وکذب اور اپنے پیٹ سے شریعت گڑھنے کے مترادف سمجھتا ہوں میرے نزدیک عمامہ باندھنا نبی اکرم نور مجسم رحمت عالم ﷺ کی سنت لباس اور سنت عادیہ ہے ۔اور سنت نبوی کی نیت سے اسکا استعمال کرنا باعث ثواب وبرکت ہے۔اور عدم استعمال نہ گناہ ہے نہ مکروہ لہٰذا بغیر عمامہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اپنے پیٹ سے شریعت گڑھنے کے مترادف ہے۔

اعتراض(۱) سر پر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کو آپ نے ناجائز مکروہ،مکروہ تحریمی اور اپنے پیٹ سے شریعت گڑھنے کے مترادف ہے۔

دعوٰی نمبر ۹: سر پر ٹوپی رکھنا یا ننگے سر رہنا کفار میں داخل ہونا ہے۔

اصل عبارت نمبر ۱: عمامہ سنت دائمہ (مستمرہ) لازمہ اور متواترہ (قطعیہ) ہے (صفحہ ۱۴۴)

اصل عبارت نمبر ۲: عمامہ باندھنا شعار (علامت) مومنین کی حیثیت سے واجب اور صرف ٹوپی رکھنا یا ننگے سر پھرنا شعار کافرین ہے۔صفحہ (۱۴۶)

اصل عبارت نمبر ۳: شعار کفری اختیار کرنا حرام بلکہ کفار کی صف میں داخل ہونے کے مترادف بن جاتی ہے۔(صفحہ ۱۴۶)

دعوی نمبر ۹ پر تبصرہ:۔ پیر صاحب کا یہ فرمانا کہ ننگے سر رہنا اور سر پر ٹوپی رکھنا کافروں کی صف مین داخل ہوجانا ہے نہایت دلدوز اور رنجیدہ خاطر کردینے والا فتویٰ ہے جس سے عام مسلمان ہی نہیں بلکہ علماء کرام اور مشائخ عظام بھی مجروح ہوئے ہیں کیونکہ اکثر علما اور مشائخ قراقلی ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔سلاسل میں بھی بعض ٹوپیاں مشہور ہیں۔جیسے قلندری ٹوپی،قادری ٹوپی،چشتی ٹوپی وغیرہ وغیرہ۔

سوال:(۹۰)اعتراض(۲) سر پر عمامہ باندھنے کو آپ نے سنن ھدٰی اور سنت مؤکدہ کہا ھے۔جبکہ میرے نزدیک آپکا یہ فتویٰ بھی کتب فقہہ واحادیث کے خلاف،مردود اور اپنے پیٹ سے بنائے ہوئے اختراع اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ وبہتان ہے۔

سوال:(۹۱)اعتراض(۳) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

اب پیر صاحب پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ ایک مسلمان ہے جو عمامہ باندھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو ازروئے حدیث وہ عمامہ باندھے ہوئے کفر میں داخل ہوگیا۔اب دوسرا مسلمان ہے جو نماز پڑھتا ہے اور عمامہ نہیں باندھتا تو یہ شعار کافرین کو اپنانے کی وجہ سے کافروں کی صف میں داخل ہوگیا۔

عمامہ باندھنا واجب اور لازم ہے۔جس کا ترک حرام اور کفار کی صف میں داخل ہونا ہے۔ٹوپی اور ننگے سر رہنا کافروں کی نشانی ہے۔اب میں کسی دوسرے

علاقے کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔صرف حلقہ چھچھ کے سیفیوں کے متعلق حد تواتر سے زیادہ گواہ پیش کرسکتا ہوں۔کہ وہ خانقاہ سیفیہ میں جانے کیلئے اسے باندھتے ہیں۔اس کے سوا ننگے سر یا ٹوپی میں رہتے ہیں۔اب یہ بات میں عام سیفیوں کے متعلق نہیں کہہ رہا بلکہ ان کے متعلق بتا رہا ہوں جو کامل ومکمل ولایت کی سند اور سرٹیفکیٹ رکھتے ہیں

(صفحہ ۶۰، ۶۱، ۶۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال: (۹۲) اعتراض (۴) مولانا ابوداؤد صادق گجرانوالہ والے لکھتے ہیں

آپ نے (ہدایت السالکین) میں تین چار جگہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا حوالہ سے عمامہ کو ''سنت مؤکدہ'' لکھا ہے۔(صفحہ ۸۸ وغیرہ)

حالانکہ یہ صراحۃً معنوی تحریف اور قول بمالا یرضیٰ بہ القائل کا مصداق ہے اس لئے کہ صاحب ''فتاویٰ رضویہ'' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے بمصداق

ع

مصنف تصنیف خود را نکو بیان می کند

''فتاویٰ رضویہ'' میں متعدد جگہ وضاحت وصراحت کے ساتھ فتویٰ تحریر فرمایا ہے کہ ''عمامہ شریف'' افضل احسن مستحب ہے لیکن ترک عمامہ سے کراہت لازم نہیں آتی۔اگرچہ مقتدی باعمامہ اور امام عمامہ کے بغیر ہو۔(ملخصاً) جبکہ آپ کی تحقیق کے مطابق بغیر عمامہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے لہٰذا آپ کے مؤقف کے ساتھ بحث سے قطع نظر۔یہ آپ کے شایانِ شان نہ تھا۔کہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا سیاق وسباق اور صاحب ''فتاویٰ رضویہ'' کا مؤقف سمجھے بغیر خواہ مخواہ تحریف معنوی اور غلط بیانی کا الزام اپنے ذمہ لیں۔اس تفصیل کے بعد کیا آپ وضاحت فرمائیں گے کہ اعلیٰ حضرت کا ہمنوا ہونے کی بجائے ان کو زبردستی اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ان کے فتاویٰ میں تصرف تحریف شرعاً اصولاً اخلاقاً کہاں تک درست ہے؟

(خطرہ کا سائرن، ص ۱۹)

سوال: (۹۳) اعتراض (۵) مولانا ابوداؤد صادق گجرانوالہ والے لکھتے ہیں آٹھ میں جواب

جبکہ بغیر عمامہ نماز کو مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ قرار دینا نہ مجتہدین حنفیہ سے ثابت ہے نہ آپ نے اس پر مذہب حنفی پر حوالہ پیش کیا ہے۔

لہٰذا آپ کے حنفیہ کے تابع ہونے کے قول اور حنفیہ سے ثبوت کے بغیر بابت عمامہ آپ کے عمل وفتویٰ میں مطابقت کس طرح ہوگی۔جبکہ خود رسول اللہ ﷺ کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارشاد موجود ہے۔جیسا کہ عارف باللہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے کتاب ''کشف الغمہ'' میں صراحۃً نقل فرمایا ہے کہ''

كان صلى الله عليه و سلم يامر بستر الراس فى الصلوة بعمامة او بقلنسوة وينهى عن كشف الراس فى الصلوة ۔بصامة او بقلنسوة وينهى عن كشف الراس فى الصلوة۔

کہ حضور ﷺ نے نماز میں سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے۔عمامہ کے ساتھ یا ٹوپی کے ساتھ اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔امید ہے کہ آپ ان دس سوالات کے نمبروار جوابات شفقت وسیع القلبی کے ساتھ مدلل مختصر تحریر فرما کر مشکور ہوں گے۔

المخلص: ابوداؤد محمد صادق ماہ جمادی الاخریٰ ۱۶ ۱۴۱۶ھ زینت المساجد گوجرانوالہ

(خطرہ کا سائرن، ص ۲۰)

سوال: (۹۴) دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھسن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
عمامہ شریف کے بارے میں شرعی بورڈ کی تحقیق یہ ہے کہ سنت غیر مؤکدہ ہے کسی کا یہ کہنا کہ عمامہ کے بغیر نماز ادا کرنا بدعت مکروہ اور واجب الاعادہ ہے۔غلو فی الدین ہے۔امام شعرانی ''کشف الغمہ'' (جلد اول ص نمبر ۸۵ مطبوعہ مصر) میں روایت فرماتے ہیں

کان صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوۃ بالصامۃ او القلنسوہ وینھی عن کشف الراس فی الصلوۃ

یعنی نبی ﷺ عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے۔

اور ننگے سر نماز سے منع فرماتے تھے'' کنز العمال '' (جلد نمبر ۷، صفحہ ۱۲۱) پر ہے۔ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر عمامہ اور عمامہ کے بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے اور یمنی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

جامع ترمذی صفحہ (۲۵۴) پر ہے۔حضرت عمر ابن خطاب ﷺ سے روایت ہے فرمایا ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ شہداء چار قسم کے ہیں۔مومن شخص جو دشمن سے جنگ لڑے پس اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے پس یہ وہ (شہید) ہے۔جس کی طرف لوگ قیامت کے روز اس طرح نگاہیں اٹھائیں گے اور اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی (راوی کہتے ہیں) مجھے نہیں معلوم کہ حضرت عمر فاروق کی ٹوپی گری یا نبی ﷺ کی۔

فتاوی عالمگیری اور دیگر متعدد کتب فقہ میں ہے مروی ہے کہ نبی ﷺ ٹوپیاں تھیں جنہیں پہنتے تھے اور تحقیق یہ بات ثابت ہے اور ظاہر مراد بغیر عمامہ کے پہننا ہے یا مراد عام ہے۔ان احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ صرف ٹوپی خلاف سنت نہیں اور صرف ٹوپی سے بھی نماز جائز ہے۔اگر چہ عمامہ شریف کی فضیلت زیادہ ہے۔

عظیم فقیہ امام سرخسی اصول سرخسی میں فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے لباس کی سنتیں سنن الزوائد (غیر مؤکدہ) ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کالعمامۃ جیسا کہ عمامہ۔

فتاوی رضویہ، جلد سوم صفحہ ۲۷۴ میں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں اکچھ خلل آتا ہے یا نہیں ہے اور اگر کچھ خلل ہوتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ بینوا توجروا

جواب: کسی کی نماز میں خلل نہیں عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکنار کراہت نہیں آتی۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۹۳)

اعتراض (۸): مولانا عبدالمقدس جلبی وال نے لکھا

۵۱۔عمامہ باندھنا شعائر مؤمنین کی حیثیت سے واجب اور لازم ہے اور صرف ٹوپی رکھنا یا ننگے سر پھرنا شعار کافرین ہے تو شعائر مؤمنین کی حیثیت سے عمامہ باندھنا واجب اور لازم ہے (ھدایۃ السالکین ص ۱۴۶)

(تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر، ص ۵۳۶)

الجواب:

سیّدہ طیبہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ، مدنی تاجدار ﷺ کے قول اور فعل پر

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

وروی الواقدی فی المغازی من طریق مولی عائشة عنها أن النبی ﷺ دخل علیها بأسیر فقال: (احتفی) به قالت: فلهوث مع امرأة فخرج ولم أشعر، فدخل النبی ﷺ فسأل عنه فقالت: لا أدری وغفلت عنه فخرج فقال: قطع الله یدک ثم خرج علیه السلام فصاح به فخرجوا فی طلبه حتی وجدوه، ثم دخل علی فراشی وأنا أقلب یدی فقال: مالک؟ قلتُ أنتظر دعوتک، فرفع یدیه وقال: اللهم انما أنا بشر أسف وأغضب کما یغضب البشر فأیما مؤمن أو مؤمنة دعوث علیه بدعوة فاجعلها له زکاة وطهراً والله أعلم۔

ترجمہ: واقدی نے مغازی میں حضرت سیدہ عابدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کسی آزاد کردہ غلام کی وساطت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قیدی کو ساتھ لے کر حضرت سیدہ عابدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اس کی بڑی نگرانی رکھنا (کہیں بھاگ نہ جائے) حضرت سیدہ عابدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی عورت سے باتیں کرنے میں قیدی کی طرف سے غافل ہوگئیں، قیدی بھاگ گیا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور قیدی کے متعلق دریافت فرمایا، حضرت سیدہ عابدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے معلوم نہیں (وہ کہاں گیا) میں ذرا اس کی طرف سے غافل ہوئی کہ وہ نکل گیا، حضور ﷺ نے (ناراض اور غضبناک ہوکر) فرمایا اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے، یہ فرما کر باہر تشریف لے گئے اور ملزم کے پیچھے آدمیوں کو دوڑایا لوگ اس کو پکڑ لائے پھر آپ ﷺ اندر تشریف لائے حضرت سیدہ عابدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بستر پر (بیٹھی) اپنے ہاتھ کو الٹ پلٹ کر رہی تھیں، فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ حضرت سیدہ عابدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں آپ ﷺ کی دعا (کا اثر ظاہر ہونے) کا انتظار کر رہی ہوں، حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ میں ایک انسان ہوں دوسرے انسانوں کی طرح مجھے بھی رنج ہوتا ہے اور غصہ آتا ہے، میں جس مومن مرد یا عورت کے لیے کوئی دعا ضرر کروں تو میری دعا ضرر کو اس کے لیے (گناہوں سے پاکی) پاکی اور طہارت (کا سبب) بنادے۔ واللہ اعلم

(التفسیر المظہری، ج ۴، ص ۲۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گوشت حدیث می شنود هوش بے خبر		در حلقهٔ بصورت و چون حلقه بردری
پندِ ما در تو نگیرد اے فلاں	.	پندِ تو در ما نگیرد، هم بداں

ترجمہ: اے شخص! تیرے اندر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی (اور اس بات کو) یاد رکھ کہ تیری نصیحت بھی ہم پر مؤثر نہیں ہوتی (اہلِ باطل) کے قول کو پند بطور مشاکلہ کہہ دیا ورنہ وہ پند نہیں بلکہ بدخواہی ہوتی ہے۔

پندِ ما اور پندِ دوست ایک ہی چیز ہے کیونکہ اہل اللہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب تعلیماتِ الٰہیہ ہیں۔ اہل اللہ اس کے مبلغ ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۳۱)

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَقُدْرَةُ التَّأْثِيرِ فِي الشَّرْعِيَّاتِ، إِمَّا فِي نَفْسِهِ بِطَاعَةِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَالتَّمَسُّكِ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ بَاطِنًا وَظَاهِرًا، وَإِمَّا فِي غَيْرِهِ بِأَنْ يَأْمُرَ بِطَاعَةِ اللهِ وَرَسُولِهِ فَيُطَاعَ فِي ذٰلِكَ طَاعَةً شَرْعِيَّةً.

فَإِذَا تَقَرَّرَ ذٰلِكَ، فَاعْلَمْ أَنَّ عَدَمَ الْخَوَارِقِ عِلْمًا وَقُدْرَةً لَا تَضُرُّ الْمُسْلِمَ فِي دِينِهِ، فَمَنْ لَمْ يَنْكَشِفْ لَهُ شَيْءٌ مِنَ المغيبات، ولم يسخر له شيئا مِنَ الْكَوْنِيَّاتِ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ فِي مَرْتَبَتِهِ عِنْدَ اللهِ بَلْ قَدْ يَكُونُ عَدَمُ ذٰلِكَ أَنْفَعَ لَهُ، فَإِنَّهُ إِنِ اقْتَرَنَ بِهِ الدِّينُ وَإِلَّا هَلَكَ صَاحِبُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَإِنَّ الْخَارِقَ قَدْ يَكُونُ مَعَ الدِّينِ، وَقَدْ يَكُونُ مَعَ عَدَمِهِ، أَوْ فَسَادِهِ، أَوْ نَقْصِهِ. فَالْخَوَارِقُ النَّافِعَةُ تَابِعَةٌ لِلدِّينِ، خَادِمَةٌ لَهُ، كَمَا أَنَّ الرِّيَاسَةَ النَّافِعَةَ هِيَ التَّابِعَةُ لِلدِّينِ، وَكَذٰلِكَ الْمَالُ النَّافِعُ، كَمَا كَانَ السُّلْطَانُ وَالْمَالُ [النَّافِعُ] بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَمَنْ جَعَلَهَا هِيَ الْمَقْصُودَةَ، وَجَعَلَ الدِّينَ تَابِعًا لَهَا، وَوَسِيلَةً إِلَيْهَا،

ترجمہ: کلمات شرعیہ کے اثرات شرعیات میں فی نفسہ دکھائی دیتے ہیں مثلاً اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہونا ظاہر باطنا اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنا ہے اور غیر میں مثلاً وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم کرے اسی طرح شرعی اطاعت میں لوگوں کا انسلاک ہو۔

اس تمہید کے معلوم کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ خوارق کا عدم علم یا ان پر عدم قدرت کسی مسلمان کو دینی لحاظ سے ذرہ برابر نقصان دینے والی نہیں ہے اگر کسی شخص کو غیب کی چیزوں کا کچھ کشف نہیں ہوتا اور نہ ہی کائنات پر اسے تسخیر حاصل ہے تو اس سے اس کے مرتبہ میں کچھ کمی نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات ان چیزوں کا عدم وجود اس کے حق میں زیادہ نفع والا ہوتا ہے اگر صاحب کشف کی وابستگی دین کے ساتھ ہے تو بہتر صورت ہے ورنہ دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خوارق کے ساتھ کبھی تدین ہوتا ہے اور کبھی تدین نہیں ہوتا اور کبھی فساد فی الدین یا نقص فی الدین ہوتا ہے پس نفع دینے والے خوارق دین کے تابع اور خادم ہوتے ہیں جیسا کہ صاحب اقتدار انسان جب دین کے تابع ہوتا ہے تو اقتدار افادیت کا حامل ہوتا ہے اسی طرح مال کا حال ہے اگر وہ دین کے تابع تو نفع دینے والا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما اور عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اقتدار اور مال دونوں تھے ان کی افادیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۴۹۸، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُثْمَانَ النَّيْسَابُورِيُّ: مَنْ أَمَّرَ السُّنَّةَ عَلَى نَفْسِهِ قَوْلًا وَفِعْلًا، نطق بالحكمة، ومن أمر الهوى على نَفْسِهِ، نَطَقَ بِالْبِدْعَةِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَا تَرَكَ بَعْضُهُمْ شَيْئًا مِنَ السُّنَّةِ إِلَّا لِكِبْرٍ فِي نَفْسِهِ، وَالْأَمْرُ كَمَا قَالَ، فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُتَّبِعًا لِلْأَمْرِ الَّذِي جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ، كَانَ يَعْمَلُ بِإِرَادَةِ نَفْسِهِ، فَيَكُونُ مُتَّبِعًا لِهَوَاهُ، بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللهِ، وَهٰذَا غِشُّ النَّفْسِ، وَهُوَ مِنَ الْكِبْرِ، فَإِنَّهُ شَبِيهٌ بِقَوْلِ الَّذِينَ قَالُوا: لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللهِ اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الأنعام، ۱۲۴)

ترجمہ: حضرت سیدنا عارف باللہ ابو عثمان نیشاپوری علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ جو شخص قولاً عملاً سنت کو اپنے نفس پر حکومت عطا کرتا ہے اس کی زبان سے حکمت کی باتیں نکلیں گی اور جو شخص خواہش نفسانی کو اپنے نفس پر غالب کرتا ہے اس کی زبان سے بدعت کی باتیں نکلیں گی نیز بعض علما کا قول ہے کہ بعض لوگ تکبر کی وجہ سے

سنت کا ترک کرتے ہیں بات بالکل درست ہے اس لئے کہ جو شخص اس چیز کا اتباع نہیں کرتا جس کو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں وہ اپنی خواہش کے مطابق عمل کر رہا ہے ہدایت اور روشنی اس کی نظر سے اوجھل ہے۔ دراصل وہ نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے وہ تو ان لوگوں کے قول کے مشابہ ہے جنہوں نے کہا ارشاد خداوندی ہے۔

لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

ترجمہ: کہ جس طرح کی رسالت خدا کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک ہمیں اسی طرح کی رسالت نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت کا کونسا محل ہے اور وہ اپنی پیغمبری کسے عطا فرمائے۔ (الانعام، ۱۲۴)

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۴۹۲، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ

ترجمہ: اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں۔

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کفار و منافقین اللہ ﷻ کے نزدیک شیاطین ہیں، لہٰذا جو ان کی خوشامد میں تعظیم کرے، وہ شیاطین کی تعظیم کرتا ہے۔

دوسرا: یہ کہ اپنی مجلسوں میں مسلمانوں سے چھپ کر تبرّا کرنا منافقوں کا کام ہے۔

تیسرا: یہ کہ شریعت یا شریعت والوں کا مذاق اڑانا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ بقرہ تحت الآیۃ ۱۴، ص ۵)

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ ﷻ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا۔

اللہ کی اطاعت صرف اس احکام میں ہے۔ رسول کی اطاعت قولی احکام میں بھی ہے اور عملی سنتوں میں بھی کہ جس کا حکم دیں وہ فرض یا واجب ہے۔ جو ہمیشہ عمل کریں وہ سنت موکدہ ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ المائدہ، الآیۃ ۹۲، ص ۱۹۵)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

السَّابِعَةُ: قَالَ المَهْدَوِيُّ: قَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا هَذَا يُوجِبُ أَنَّ كُلَّ مَا أَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى. وَالآيَةُ وَإِنْ كَانَتْ فِي الغَنَائِمِ فَجَمِيعُ أَوَامِرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَوَاهِيهِ دَخَلَ فِيهَا. وَقَالَ الحَكَمُ بْنُ عُمَيْرٍ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ هَذَا القُرْآنَ صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ عَسِيرٌ عَلَى مَنْ تَرَكَهُ يَسِيرٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَهُ وَطَلَبَهُ. وَحَدِيثِي صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ وَهُوَ الحَكَمُ فَمَنِ اسْتَمْسَكَ بِحَدِيثِي وَحَفِظَهُ نَجَا مَعَ القُرْآنِ. وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالقُرْآنِ وَحَدِيثِي خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ. وَأُمِرْتُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِقَوْلِي وَتَكْتَنِفُوا أَمْرِي وَتَتَّبِعُوا سُنَّتِي فَمَنْ رَضِيَ بِقَوْلِي فَقَدْ رَضِيَ بِالقُرْآنِ وَمَنِ اسْتَهْزَأَ بِقَوْلِي فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِالقُرْآنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا.

ترجمہ: مسئلہ نمبر ۷: مہدوی علیہ الرحمہ نے کہا: وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یہ ارشاد اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا

حکم دیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امر ہے۔ یہ آیت کریمہ اگر چہ غنائم کے بارے میں ہے پھر بھی نبی کریم ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی اس میں داخل ہیں۔ حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا جو صحابی تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ قرآن اس کے لئے سخت مشکل ہے جو اسے ترک کرے اور جو اس کی اتباع کرے اور اس کی طلب کرے اس کے لئے آسان ہے۔ اور میری حدیث بھی مشکل ہے جس نے میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑا اور اسے یاد کیا تو وہ قرآن کے ساتھ نجات پا گیا جس نے قرآن اور میری حدیث کے بارے میں سستی کی تو وہ دنیا وآخرت میں خسارے میں رہا۔ تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرے قول کو مضبوطی سے پکڑو، میرے حکم کی محافظت کرو اور میری سنت کی اتباع کرو۔ جو میرے قول پر راضی ہوا وہ قرآن پر راضی ہوا جس نے میرے قول کا مذاق اڑایا تو اس نے قرآن کا مذاق اڑایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ: ۷، ج، ۱۸، ص، ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ المشائخ حضرت ناصر الدین عبید اللہ بن محمود سمرقندی، عرف خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۸۹۵ھ، لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (ذاریات: ۵۶)۔

مفسران گفته اند: مراد از عبادت اینجا معرفت است، چراکه عبادت تعلق به اعمال ظاهر دارد و اگر حمل به ظاهر کنند راست نیاید زیراکه مراد از خلقت مجرد اعمال ظاهر نیست بلکه اعمال ظاهر تابع معرفت است و مقصود بالذات اوست؛ وبعضی از صوفیه (لیعبدون) را بر حقیقت خود گذاشته اند، چراکه عبادت نزد ایشان متناول اعمال ظاهر و اعمال باطن است، و معرفت از اعمال باطنی است پس احتیاج بدین تأویل نباشد، و اتفاق است مجموع محققان را که معرفت حاصل نمی شود بی متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ و متابعت کردن او، موقوف است بر دانستن آن چیز که متابعت در آن می باید کرد۔ پس نبی را۔ صلی اللہ علیہ وسلم قولی است و فعلی است و حالی است و قول او تعلق به زبان او دارد، و فعل او تعلق به ظاهر دارد، و حال او تعلق به باطن دارد۔

و متابعت مر نبی را صلی اللہ علیہ وسلم در قول آن است که بر زبان آنچه خلاف شرع اوست نرود؛ مثل غیبت و دروغ و سخنی که سبب ایذای مسلمانی باشد وغیر آن و اگر گوید چیزی گوید که سبب نورانیت دل او گردد۔ مثل قرآن خواندن و ادعیۂ مأثورہ، که ثابت شده است از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و ترغیب کردن بندگان خدای را به متابعت شریعت او۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات، ۵۶)

مفسرین فرماتے ہیں، اس آیت میں عبادت سے مراد معرفت ہے، اس لیے عبادت، ظاہری اعمال سے تعلق رکھتی ہے اور ظاہری اعمال پر اعتبار و قیاس کرنا درست نہیں ہے، نیز خلقت (تخلیق کرنے) کے عمل یا مخلوقات سے مراد یہ ہے کہ تخلیق کا عمل یا مخلوقات ظاہری اعمال سے خالی نہیں ہیں بلکہ ظاہری اعمال معرفت کے تابع ہیں اور معرفت ہی اس اصل مقصود بالذات ہے۔ بعض صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے لِيَعْبُدُونِ (تاکہ وہ میری عبادت کریں) کو اس کی اصل حقیقت سے منسلک کر دیا ہے (گویا ہر ایک کا پیمانہ معرفت اس کے اپنے احوال وکوائف کے مطابق ہوا کرتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے

نزدیک عبادت دونوں ظاہری اور باطنی اعمال پر حاوی ہے جب کہ معرفتِ باطنی کا تعلق اعمال سے ہے، لہٰذا اوپر مذکورہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کیے بغیر اللہ پاک کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی اور آپ ﷺ کی اتباع اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے یہ علم ہوجائے کہ کس چیز میں آپ کی اتباع کی جانی چاہیے اور یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات سے تین چیزیں وابستہ نظر آتی ہیں۔

(۱) قول (۲) عمل (۳) کیفیت یا حال

نبی کریم ﷺ کے قول کا تعلق آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ہے، آپ ﷺ کا فعل ظاہر سے تعلق رکھتا ہے جب کہ آپ ﷺ کا حال باطن کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کے اقوال میں اتباع کی جانی چاہیے، اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عارف باللہ کے لبوں پر کوئی ایسی بات نہیں آنی چاہیے جو نبی کریم ﷺ کی شریعت کے خلاف ہو، مثلاً غیبت، دروغ گوئی اور ہر وہ بات جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو، بلکہ وہ زبان پر ایسے الفاظ لائے جو ہمیشہ دل کی نورانیت کا سبب ہوں (اور اس میں اضافہ کریں)، مثال کے طور پر قرآن کی تلاوت کی جائے اور ان ماثور دعاؤں کا التزام کیا جائے جو نبی کریم ﷺ سے واقعۃً ثابت ہیں اور بندگانِ خدا کو ترغیب دے کہ ان کی (حضور ﷺ کی) شریعت کی متابعت کریں۔

(رسالہ والدیہ، مقالات عارف، دفتر دوم، ص ۳۴۶، شمارہ ۱۱۸، تہران)

حضور ﷺ کی پیروی واجب ہے:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

قَالَ اللهُ تَعَالَى: {وَأَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ}، وَقَالَ تَعَالَى: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ}، وَقَالَ تَعَالَى: {مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ}، وَقَالَ تَعَالَى: {فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا} فَأَكَّدَ جَلَّ وَعَلَا بِهَذِهِ الْآيَاتِ وُجُوبَ طَاعَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَانَ أَنَّ طَاعَتَهُ طَاعَةُ اللهِ وَأَفَادَ بِذَلِكَ أَنَّ مَعْصِيَتَهُ مَعْصِيَةُ اللهِ، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: {فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} (النور، ۶۳) فَأَوْعَدَ عَلَى مُخَالَفَةِ أَمْرِ الرَّسُولِ، وَجَعَلَ مُخَالِفَ أَمْرِ الرَّسُولِ وَالْمُمْتَنِعَ مِنْ تَسْلِيمِ مَا جَاءَ بِهِ وَالشَّاكَّ فِيهِ خَارِجًا مِنَ الْإِيمَانِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا} قِيلَ فِي الْحَرَجِ هَهُنَا إِنَّهُ الشَّكُّ، رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ. وَأَصْلُ الْحَرَجِ الضِّيقُ، وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ التَّسْلِيمَ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ فِي وُجُوبِ تَسْلِيمِهِ وَلَا ضِيقِ صَدْرٍ بِهِ بَلْ بِانْشِرَاحِ صَدْرٍ وَبَصِيرَةٍ وَيَقِينٍ.

وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ مَنْ رَدَّ شَيْئًا مِنْ أَوَامِرِ اللهِ تَعَالَى أَوْ أَوَامِرِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْإِسْلَامِ سَوَاءٌ رَدَّهُ مِنْ جِهَةِ الشَّكِّ فِيهِ أَوْ مِنْ جِهَةِ تَرْكِ الْقَبُولِ وَالِامْتِنَاعِ مِنَ التَّسْلِيمِ، وَذَلِكَ يُوجِبُ صِحَّةَ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الصَّحَابَةُ فِي حُكْمِهِمْ بِارْتِدَادِ مَنِ امْتَنَعَ مِنْ أَدَاءِ الزَّكَاةِ وَقَتْلِهِمْ وَسَبْيِ ذَرَارِيِّهِمْ؛ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى حَكَمَ بِأَنَّ مَنْ لَمْ يُسَلِّمْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَاءَهُ وَحُكْمَهُ فَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ.

فَإِنْ قِيلَ: إِذَا كَانَتْ طَاعَةُ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةَ اللهِ تَعَالَى فَهَلَّا كَانَ أَمْرُ الرَّسُولِ أَمْرَ اللهِ تَعَالَى قِيلَ لَهُ: إِنَّمَا كَانَتْ طَاعَتُهُ طَاعَةَ اللهِ بِمُوَافَقَتِهَا إِرَادَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَوَامِرَهُ، وَأَمَّا الْأَمْرُ فَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ "افْعَلْ" وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ أَمْرًا وَاحِدًا لِآمِرَيْنِ كَمَا لَا يَكُونُ فِيهِ قَوْلٌ وَاحِدٌ مِنْ قَائِلَيْنِ وَلَا فِعْلٌ وَاحِدٌ مِنْ فَاعِلَيْنِ.

قول باری ہے

وَأَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ،

ترجمہ: اللہ ﷻ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

نیز فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ،

ترجمہ: ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس لئے بھیجا کہ اللہ کی اجازت سے اس کی پیروی کی جائے۔

نیز فرمایا

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔

ترجمہ: جو شخص رسول کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ کی پیروی کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہوا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً

ترجمہ: نہیں، اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں۔

اللہ جل شانہ نے ان آیات کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے وجوب کی پوری طرح تاکید کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاعت اللہ کی طاعت ہے جس سے یہ بات از خود معلوم ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے قول باری ہے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: ان لوگوں کو جو پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں کسی آزمائش کی گرفت میں نہ آجائیں یا کوئی دردناک عذاب انہیں آنہ لے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت پر وعید سنائی اور آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والے، آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والے اور اس میں شک کرنے والے کو دائرہ ایمان سے خارج قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً

آیت میں لفظ حرج کی معنی شک کے بیان کئے گئے ہیں مجاہد سے اسی معنی کی روایت کی گئی ہے حرج کے اصل معنی تنگی کے ہیں اس سے یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ حضور ﷺ کے فیصلے کو اس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے وجوب تسلیم کے بارے میں کوئی شک نہ ہو اور نہ دل میں اس سے کوئی تنگی پیدا ہو بلکہ کھلے دل کے ساتھ اور پورے یقین وبصیرت کے ساتھ اسے مان لیا جائے۔ آیت میں یہ دلالت موجود ہے کہ جس شخص نے اللہ یا اس کے رسول ﷺ کے اوامر میں سے کسی امر اور حکم کو ٹھکرا دیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے خواہ اس نے شک کی بنا پر اسے ٹھکرا دیا ہو یا قبول نہ کرنے کی بنا پر یا تسلیم کرنے سے باز رہنے کی بنا پر اس نے ایسا کیا ہو۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس موقف کی صحت کی موجب ہے جو ان حضرات نے مانعین زکوۃ پر ارتداد کا حکم لگانے انہیں قتل کرنے اور ان کے اہل و عیال کو جنگی قیدی بنا لینے کے بارے میں اختیار کیا تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے فیصلے اور آپ کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتا وہ اہل ایمان میں سے نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ ﷻ کی اطاعت ہے تو رسول اللہ ﷺ کا امر اللہ ﷻ کا امر کیوں نہیں ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ ﷻ کی اطاعت قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اس لحاظ سے اللہ (عزوجل) کی اطاعت کے ساتھ موافقت ومطابقت رکھتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر اللہ کے اوامر پیش نظر ہوتے ہیں۔ جہاں تک امر کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ کہنے والا کسی سے کہے ''اِفعَلْ'' (فلاں کام کرلے) اس مفہوم کے تحت یہ درست نہیں ہوگا کہ دو امر کرنے والوں سے ایک امر صادر ہو جس طرح دو کہنے والوں سے ایک قول اور دو کام کرنے والوں سے ایک کام صادر ہونا درست نہیں ہوتا۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۲۶۷، ۲۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ المشائخ زبدۃ العارفین حضرت خواجہ عارف ریوگری، (قدس سرہ)، متوفی ۶۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ای عارف! تا در همه اقوال و افعال و احوال خود بلا تبذیر و تغتیر متابعت سنت سنیه و شریعت رفیعهٔ حضرت مصطفویه ﷺ نسازی لا شک از زمرهٔ مقبولان و موصلان نگردی۔

ترجمہ: اے عارف! جب تک اپنے تمام اقوال وافعال واحوال میں بغیر کمی بیشی کے حضرت مصطفی ﷺ کی سنت سنیۃ اور شریعت رفیعہ کی پیروی نہ کرے گا بلاشبہ تو مقبولوں اور واصلوں کے زمرہ میں سے نہ ہوگا۔

(عارف نامہ، ص ۶، گاباسنز، اردو بازار، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ ھ لکھتے ہیں:

الأمان ولفظ الترمذي: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنزل الله علي أمانين لأمتي «فذكره وزاد: »فإذا مضيت تركت فيكم الاستغفار إلى يوم القيامة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أماناً لأمته وقومه من العذاب، إذ درأه الله تعالى عنهم بسبب كونه فيهم. قال بعضهم: النبي صلى الله عليه وسلم هو الأمان الأعظم ما عاش وما دامت سنته باقية فهو باق، فإذا أميتت فانتظروا البلاء والفتن!

الامان امام ترمذی (رقم: ۳۰۸۲) نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے بارے دو امان نازل کئیں۔ جب میرا

وصال ہو جائے گا تو میں روزِ حشر تک تم میں استغفار کو چھوڑ جاؤں گا۔"

حضور ﷺ اپنی امت کیلئے امان ہیں۔آپ ﷺ اپنی قوم کیلئے امان ہیں ان پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوتا۔آپ ﷺ کے وجود مسعود کی وجہ سے عذاب ان سے دور ہو جاتا ہے۔بعض علماء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے لکھا ہے کہ جب تک آپ ﷺ نے وصال نہیں فرمایا اس وقت آپ ﷺ امان اعظم تھے۔جب تک آپ ﷺ کی سنت مطہرہ باقی ہے یہ امان باقی ہے۔جب سنت مطہرہ ختم ہو جائے گی تو اس وقت مصائب اور فتنوں کا انتظار کرو۔"

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۴۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل ثانی:

ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی لکھتے ہیں:

يامرهم بالمعروف قد أوتي القرآن وشيئاآخر معه يجب اتباعهُ فيه. وقد جاء ذلك مصرحاً في قوله تعالى في وصف الرسول - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - {يَأْمُرُهُمْ بِالمعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ المنكَرِ وَيحِلُّ لهمُ الطَّيِّبَاتِ وَيحرِّمُ عَلَيْهِمُ الخبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصرهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ}

(۱) وما دام اللفظ عامًا فهو شامل لما يحله ويحرمه مما مصدره القرآن، أو مصدره وحي يوحيه الله إليه، وقد روى أبو داود عن المقدام بن معديكرب عن رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قوله: ألا إِنِي أوتيتُ الكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ويدل على ذلك أن الله أوجب على المسلمين اتباع الرسول فيما يأمر وينهى فقال: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا}

(۲) وقرن طاعة الرسول بطاعته في آيات كثيرة من القرآن فقال: {وَأَطِيعُوا اللهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ}

(۳) وحث على الاستجابة لما يدعو، فقال: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحيِيكُمْ}

(۴) واعتبر طاعته طاعة لله واتباعه حبًا لله: {مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا}

(۵) وقال أيضاً: {قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تحبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يحبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ}

(۱) وحذر من مخالفة أمره: {فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يخالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ}

(۲) بل أشار إلى أن مخالفته كفر: {قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللهَ لاَ يحبُّ الكَافِرِينَ}

(۳) ولم يبح للمؤمنين مطلقا أن يخالفوا حكمه أو أوامره {وَمَا كَانَ لمؤْمِنٍ وَلاَ مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لهمُ الخيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً مُبِينًا}

(۴) واعتبر من علامات النفاق الإعراض عن تحكيم الرسول في مواطن الخلاف: {وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالمؤْمِنِينَ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

المؤمنين إذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم أن يقولوا سمعنا وأطعنا وأولئك هم المفلحون}

(۵) بل جعل من لوازم الإيمان ألا يذهبوا حين يكونون مع رسول الله دون أن يستأذنوا منه:

{إنما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله وإذا كانوا معه على أمر جامع لم يذهبوا حتى يستأذنوه إن الذين يستأذنونك أولئك الذين يؤمنون بالله ورسوله فإذا استأذنوك لبعض شأنهم فأذن لمن شئت منهم واستغفر لهم الله إن الله غفور رحيم}۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو قرآن عظیم کے ساتھ کوئی اور چیز بھی دی گئی ہے جس کا اتباع بھی امت پر فرض ہے۔ چنانچہ رسول ﷺ کے اوصاف (فرائض منصبی) کے سلسلہ میں ذیل کی آیت کریمہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ	وہ (نبی آخرالزماں ﷺ) ان کو بھلے کاموں کا
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ	حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع
وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ	کرتا ہے۔ پاک اور حلال چیزوں کو ان
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ	کے لئے حلال کرتا ہے اور خبیث چیزوں
وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ	کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر جو بوجھ
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف ۱۵۶)	اور ان کی گردن پر جو (شدید احکام) کے طوق تھے ان کو دور کرتا ہے۔

اور جبکہ عمل کے الفاظ عام ہیں تو یہ تحلیل وتحریم ان تمام چیزوں پر مشتمل ہونی چاہیے جن کا ماخذ خواہ قرآن کی کوئی نص (صریح آیت) ہو یا (قرآن کے علاوہ) وحی (غیر متلو) ان کا ماخذ ہو جو اللہ ﷻ نے آپ کے پاس بھیجی ہو۔ اس کی تائید حضور سیّدی مقدام بن معدیکرب ﷺ کی اس روایت سے بھی ہوتی جس کی تخریج امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد میں کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه آگاہ ہو، مجھ کو کتاب بھی دی گئی ہے اور اسی کے ساتھ اس جیسی اور چیز (وحی) بھی عطا کی گئی ہے

ایک اور استدلال:

اس کی قطعی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ ذیل میں مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور تعمیل حکم پر اس چیز میں فرض کی گئی ہے جس کا آپ حکم دیں یا جس سے آپ منع فرمائیں۔ ارشاد ہے۔

ما آتاكم الرسول فخذوه	اور رسول جو حکم تمہیں دے اسکو قبول کرو اور جس
وما نهاكم عنه فانتهوا (الحشر ۲)	چیز سے تم کو منع کرے اس سے باز آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

علاوہ ازیں اللہ جل مجدہٗ نے بہت سی آیتوں میں رسول ﷺ کی اطاعت (کہا ماننے) کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (آل عمران ۱۳۲) اطاعت کرو اللہ ﷻ کی اور رسول ﷺ کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے (رحمت کے مستحق ہو جاؤ)۔

ذیل کی آیت کریمہ میں رسول جس چیز کی طرف بھی بلائے اس کو اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ	اے ایمان والو! تم بات مانو اللہ ﷻ کی اور رسول ﷺ کی
وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (انفال ۲۴)	جب وہ (رسول) تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور رسول ﷺ کی پیروی کو اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے ارشاد ہے:۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)	جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي	تم کہہ دو: اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران:۳۱)	اللہ ﷻ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اس لئے اللہ جل شانہ نے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت سے بیحد ڈرایا ہے۔ ارشاد ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ	جو لوگ اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں
أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ	انھیں ضرور ڈرنا چاہیئے۔ اس سے کہ وہ کسی مصیبت
أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (الاحزاب: ۶۳)	میں گرفتار ہو جائیں یا دردناک عذاب انکو آگھیرے

بلکہ اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کی مخالفت کفر ہے ارشاد ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ	تم کہہ دو! اللہ ﷻ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ	کرو پس اگر تم (اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے)
لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران:۳۲)	روگردانی کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

حد یہ ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو تو ذرا بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ آپ کے کسی فیصلے کی یا آپ کے احکامات کی ذرا بھی مخالفت کریں۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ	اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورت سے تو یہ
إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا	بالکل بعید ہے کہ جب اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ کوئی
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ	فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے معاملہ میں اختیار ہو (کہ چاہے مانیں چاہے نہ مانیں)

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اور جس نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی

فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب:۳۲) کی وہ تو درحقیقت (حق سے) بہت دور گمراہی میں جا پڑا۔

اسی لئے باہمی اختلاف اور نزاع کے موقعوں پر رسول اللہ ﷺ کو حکم (ثالث) بنانے سے انحراف کو منافقت کی علامت قرار دیا ہے (اور اطاعت کو علامتِ ایمان ارشاد ہے)۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: اور وہ (منافق علانیہ) کہتے ہیں ہم تو ایمان لے آئے اللہ ﷻ اور رسول ﷺ پر اور ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے پھر اس کے بعد بھی ان میں سے ایک گروہ (خدا اور رسول کے حکم سے) روگردانی کرتا ہے اور وہ تو ایمان والے ہیں ہی نہیں۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ

ترجمہ: اور جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہوتا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو اچانک ان میں کا ایک گروہ منحرف ہو جاتا ہے

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ: اسکے سوا نہیں کہ ایمان والوں کو تو جب خدا ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ (رسول) کے درمیان فیصلہ کرے تو ان کا کہنا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ فوراً کہہ دیتے ہیں: ہم نے سن لیا (جو کچھ آپ نے فرمایا) اور مان لیا (جو آپ نے فیصلہ دیا) یہی ایمان والے، ہیں فلاح پانے والے۔

بلکہ اللہ جل شانہٗ نے تو ایمان کے لوازم میں سے یہ قرار دیا ہے کہ جب وہ (کسی اجتماعی مجلس میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں تو آپ سے اجازت لئے بغیر وہاں سے جائیں بھی نہیں ارشاد ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور:۶۲)

ترجمہ: اس کے سوا نہیں کہ ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو (دل وجان سے) اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام (شریک اور موجود) ہوتے ہیں تو جب تک اس رسول ﷺ سے اجازت نہیں لے لیتے وہاں سے جاتے بھی نہیں۔ درحقیقت جو لوگ (بوقت ضرورت) آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب یہ لوگ تم سے اپنے کسی کام کے لئے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو تم چاہو اجازت دے دو اور (اس کوتاہی پر) تم ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو، بے شک اللہ تو بہت بخشنے والا، بڑا ہی مہربان ہے۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص، ۶۰، ۶۱، دار السلام، مصر)

حضرت ڈاکٹر مصطفی الحسنی السباعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

من هذا كله كان لا بُدَّ للصحابة من الرجوع إلى الرسول - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، يُفَسِّرُ لهم أحكام القرآن وَيُبَيِّنُ لهم مشكلاته،

ويحكم بينهم في المنازعات ويحل بينهم الخصومات، وكان الصحابة - رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ - يلتزمون حدود أمره ونهيه، وَيَتَّبِعُونَهُ في أعماله وعباداته ومعاملاته - إلا ما علموا منه أنه خاص به - فكانوا يأخذون منه أحكام الصلاة وأركانها وهيئاتها نزولاً عند أمره - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

(۲)«ويأخذون عنه مناسك الحج وشعائره امتثالاً لأمره أيضاً» خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ

(۳)وقد يغضب إذا علم أن بعض صحابته لم يتَأَسَّ به فيما يفعله، كما روى مالك في "الموطأ" عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ أَرْسَلَ امْرَأَتَهُ تَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنْ حُكْمِ تَقْبِيلِ الصَّائِمِ لِزَوْجَتِهِ، فَأَخْبَرَتْهَا أُمُّ سَلَمَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ ،«فَرَجَعَتْ إِلَى زَوْجِهَا فَأَخْبَرَتْهُ، فَقَالَ: "لَسْتُ مِثْلَ رَسُولِ اللهِ يُحِلُّ اللهُ لِرَسُولِهِ مَا يَشَاءُ"، فَبَلَغَ قَوْلُهُ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَغَضِبَ وَقَالَ: »إِنِّي أَتْقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَعْلَمُكُمْ بِحُدُودِهِ

(۴) وكما غضب حين أمر الصحابة بالحلق والإحلال من الإحرام في صلح الحديبية فلم يفعلوا، إذ شق ذلك عليهم حتى بادر بنفسه فتحلل فابتدروا يقتدون به.

مذکورہ بالا بحث کا نتیجہ:

ترجمہ: انہی وجوہ کی بنا پر صحابہ کرام ﷺ کے لئے ضروری اور لازمی تھا کہ (احکام شریعت معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی غرض سے) رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں جو ان کے سامنے (اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق) قرآن عظیم کے مجمل احکام کی تفصیل بیان کرتے اور دشوار و مشکل مضامین کی وضاحت فرماتے تھے، نیز ان کے آپس کے جھگڑے چکاتے تھے۔صحابہ کرام ﷺ بھی آپ کے احکامات امرونواہی کی حدود کی پوری پوری پابندی کیا کرتے تھے، اپنے تمام اعمال وافعال، عبادات ومعاملات میں آپ کی مکمل پیروی کرتے تھے بجز ان امور کے جن کے متعلق انہیں معلوم ہوتا کہ یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

چنانچہ صحابہ ﷺ آپ ﷺ سے نماز کے احکام اس کے ارکان اور قیام وقعود، رکوع وسجود کی ہیتوں اور صورتوں کو سیکھتے، صحابہ ﷺ کا یہ تجسس اور اتباع آپ ﷺ کے اس عمل کی تعمیل پر مبنی تھا جو آپ نے ان کو دیا ہوا تھا کہ ''تم اس طرح نماز پڑھا کرو جیسے مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو'' اس طرح آپ ﷺ کے اس حکم کی تعمیل میں کہ ''تم مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو'' انہوں نے آپ ﷺ حج کے طریقے اور اس کے مخصوص احکام سیکھ لئے تھے۔ بلکہ اگر کسی صحابی ﷺ کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ (کسی بھی وجہ سے) آپ ﷺ کی پیروی نہیں کرتا تو آپ اس پر ناراض ہوتے۔

چنانچہ حضرت سیّدنا امام مالک ﷺ نے موطا میں حضرت سیّدنا عطاء بن یسار ﷺ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ: ایک صحابی ﷺ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ اگر کوئی روزہ دار روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت سیّدہ اُم سلمہ ﷺ نے اس عورت کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی روزہ کی حالت میں اپنی بیویوں کا بوسہ لے لیتے تھے۔ وہ عورت اپنے شوہر کے پاس واپس گئی اور اس کو بتلایا (کہ حضور ﷺ بھی ایسا کر لیتے ہیں) تو اس پر اس صحابی ﷺ نے کہا: میں تو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے لئے جو چاہیں حلال

کردیں‘‘۔اس صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ بات آنحضرت ﷺ تک بھی پہنچ گئی تو اس پر آپ نے بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور ارشاد فرمایا میں تم سے سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے ڈرنے والا اور اس (کے احکام) کی حدود کو جاننے (اور ان پر عمل کرنے) والا ہوں‘‘۔اس طرح نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس وقت بھی ناراض ہوئے جب آپ نے ’’صلح حدیبیہ‘‘ کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو سر منڈوانے اور احرام کھول دینے کا حکم دیا اور انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حرکت آپ کو ناگوار معلوم ہوئی اور (حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ دینے پر) آپ نے خود سبقت فرمائی، حلق کرایا اور احرام کھول دیا تو یہ دیکھ کر تمام صحابہ آپ کے اقتداء کی طرف دوڑ پڑے (اور سب نے احرام کھول دیئے)

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص،۶۱، ۶۲، دار السلام، مصر)

حضرات صحابہ کن امور میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے:

حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وما كان الصحابة يراجعون رسول الله في أمر إلاّ إذا كان فِعلُهُ أَوْ قَوْلُهُ اجتِهَادًا منه في أمر دنيوي، كما في غزوة بدر حين راجعه الحباب بن المنذر في مكان النزول، أو إذا كان اجتِهَادًا منه في بحث ديني قبل تقرير الله له أو نهيه عنه، كما راجعه عمر في أسرى بدر وصلح الحديبية، أو إذا كان غريباً عن عقولهم فيناقشونه لمعرفة الحكمة فقط، أو كانوا يظنون فعله خَاصًّا به فلا يلزمون أنفسهم اتِّبَاعَهُ، أو إذا أمرهم بأمر فظنوا أنه للإباحة وأن غير المأمور به أولى. أما ما عدا ذلك فكان منهم التسليم المطلق والاتباع التام والالتزام الكامل.

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملہ میں رجوع (یعنی سوال و جواب) بھی کرتے تھے تو وہ صرف ان دینوی امور میں جن کے اندر آپ ﷺ کا قول یا فعل اجتہادی ہوتا تھا۔اس کی مثال ہمیں غزوہ بدر میں ملتی ہے جب حضرت سیّدنا حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ صحابی نے آپ ﷺ سے اس جگہ کے متعلق گفتگو کی جس کو آپ ﷺ نے اپنی رائے سے لشکر کے قیام کے لئے منتخب فرمایا تھا یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت گفتگو کرتے جب کسی دینی معاملہ میں آپ خود اجتہاد کرتے (اور صحابہ سے مشورہ لیتے) اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید یا ممانعت نہ فرمائی ہوتی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے قیدیوں اور صلح حدیبیہ کے بارے میں آپ سے گفتگو کی اور آپ کی رائے سے اختلاف کیا تھا۔یا کبھی آپ کا فیصلہ یا حکم عقلاً مستبعد معلوم ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم محض اس کی حکمت و مصلحت معلوم کرنے کے لئے آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے یا پھر اس امر کو آپ کے ساتھ مخصوص گمان کر کے اپنے لئے اس کی پیروی کو ضروری نہ سمجھتے (اور اس سلسلہ میں گفتگو کرتے) یا پھر ایسے امر میں آپ سے رجوع کرتے جس کا آپ ﷺ ان کو حکم دیتے اور وہ یہ سمجھتے کہ یہ آپ نے مباح ہونے کی وجہ سے فرمایا ہے ورنہ اَوْلیٰ اس کے علاوہ دوسرا امر ہے۔ان مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں آپ ﷺ کے حکم کے سامنے فوراً سر جھکا دیتے اور بے چوں چرا پیروی کیا کرتے تھے، اور مکمل طور پر اس کے پابند رہتے تھے۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص، ۶۲، ۶۳، دار السلام، مصر)

حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وكما وجب على الصحابة بأمر الله في القرآن اتِّبَاعَ الرسول وطاعته في حياته، وجب عليهم وعلى من بعدهم من المسلمين اتِّبَاعَ سُنَّتِهِ بعد وفاته، لأن النصوص التي أوجبت طاعته عامة لم تقيد ذلك بزمن حياته، ولا بصحابته دونَ غيرهم، ولأن العلة جامعة بينهم وبين من بعدهم، وهي أنهم أَتْبَاعٌ لرسول أمر الله بِاتِّبَاعِهِ وَطَاعَتِهِ، ولأن العلة أيضاً جامعة بين حياته ووفاته، إذ كان قوله وَحُكْمهُ وفعله ناشئاً عن مُشَرِّع معصوم أمر الله بامتثال أمره، فلا يختلف الحال بين أن يكون حَيًّا أو بعد وفاته،

ترجمہ: صحابہ کریم رضی اللہ عنہم پر، اللہ تعالیٰ کے قرآن عظیم میں حکم فرمانے کے تحت رسول ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کا کہا ماننا، اور اتباع، پیروی کرنا جیسے آپ ﷺ کی زندگی میں فرض تھا ایسے ہی آپ کی وفات کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی اور بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں پر بھی آپ کی سنت کی پیروی کرنا بھی فرض ہے اس لئے جن نصوص، صریح آیات، سے آپ ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے وہ عام ہیں نہ وہ آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ مقید ہیں اور نہ صرف صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ محدود ہیں (اس لئے کہ آپ ﷺ پوری نسل انسانی کے لئے نبی ہیں اور قیامت تک کے لئے نبی ہیں لہٰذا آپ کی اطاعت پوری نسل انسانی پر فرض ہے اور قیامت تک کے لئے فرض ہے)۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے آنے والے مسلمانوں کے درمیان اطاعت و پیروی کی علت (وجہ) مشترک ہے اور وہ یہ کہ یکساں طور پر دونوں ایک ایسے رسول ﷺ کے (امتی اور پیروکار ہیں جن کی اطاعت اور پیروی کا اللہ تعالیٰ نے بلا تخصیص دونوں کو یکساں طور پر حکم دیا ہے اور اس لئے بھی کہ اطاعت و پیروی کی علت (وجہ) آپ کے زمانہ حیات اور بعد از اوقات دونوں زمانوں کے لئے بلا تخصیص عام اور شامل ہے کیونکہ ہر زمانہ میں آپ کا ہر قول، ہر فعل، ہر عمل ایک ایسے معصوم صاحب شریعت رسول ﷺ سے صادر شدہ ہے جس کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہر زمانہ میں خدا نے تمام مسلمانوں کو یکساں حکم دیا ہے لہٰذا آپ ﷺ کے زندہ رہنے یا وفات پا جانے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص، ۶۳، دار السلام، مصر)

حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

كَيْفَ كَانَ الصَّحَابَةُ يَتَلَقَّوْنَ سُنَّةَ الرَّسُولِ؟:

كان رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يعيش بين أصحابه دُونَ أن يكون بينه وبينهم حجاب، فقد كان يخالطهم في المسجد والسوق والبيت والسفر والحضر، وكانت أفعاله وأقواله محل عناية منهم وتقدير، حيث كان - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حور حياتهم الدينية والدنيوية، منذ أن هداهم الله به وأنقذهم من الضلالة والظلام إلى الهداية والنور، ولقد بلغ من حرصهم على تتبعهم لأقواله وأعماله أن كان بعضهم يتناوبون ملازمة مجلسه يَوْماً بعد يوم، فهذا عمر بن الخطاب - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - يحدِّثُنا عنه "البخاري" بسنده المتصل إليه، يقول: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الأَنْصَارِ

(۱) فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ - وَهِيَ مِنْ عَوَالِي المَدِينَةِ - وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، يَنْزِلُ يَوْماً وَأَنْزِلُ يَوْماً،

فَإِذَا نَزَلَتْ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وليس هذا إلا دليلاً على نظر الصحابة إلى رسول الله نظرة اتِّبَاعٍ واسترشاد برأيه وعمله، لما ثبت عندهم من وجوب اتباعه والنزول عند أمره ونهيه، ولهذا كانت القبائل النائية عن المدينة ترسل إليه - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بعض أفرادها ليتعلموا أحكام الإسلام من رسول الله ثم يرجعون إليهم معلمين ومرشدين. بل كان الصحابي يقطع المسافات الواسعة ليسأل رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عن حكم شرعي، ثم يرجع لا يلوي على شيء، أخرج البخاري في "صحيحه" عن عقبة بن الحارث أنه أخبرته امرأة بأنها أرضعته هو وزوجه فركب من فوره - وكان بمكة - قاصداً المدينة حتى بلغ رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، فسأله عن حكم الله فيمن تزوج امرأة لا يعلم أنها أخته من الرضاع ثم أخبرته بذلك من أرضعتهما، فقال له النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟ ففارق زوجته لوقته فتَزَوَّجَتْ بِغَيْرِهِ

ترجمہ: صحابہ کرام ﷺ رسول اکرم ﷺ کی سنت کو کس طرح حاصل کیا کرتے اور یاد رکھا کرتے تھے:

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ ﷺ کے درمیان اس طرح زندگی گزارتے تھے کہ آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ تھا آپ صحابہ سے مسجد میں، بازار میں، گھر میں، اور سفر وحضر میں، غرض ہر وقت اور ہر حالت میں ملتے جلتے رہتے تھے۔ صحابہ ﷺ کی نظروں میں آپ کے شب وروز کے اقوال وافعال انتہائی توجہ اور وقعت واہمیت کا مرکز تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی، جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ان کو رشد وہدایت سے نوازا اور کفر وشرک کی تاریکیوں سے نجات دلا کر نور ایمان وہدایت سے سرفراز فرمایا تھا اس وقت سے ہمہ وقت صحابہ کی دینی اور دنیوی زندگی کا محور اور مثالی نمونہ بن گئی تھی۔ آپ کے اقوال وافعال اور اعمال واخلاق کی تلاش وجستجو اور ان کی پیروی کی حرص ان میں یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بعض (ایسے) صحابہ (جو معاشی وسائل میں مشغول رہنے کی وجہ سے روزانہ آپ کی خدمت میں موجود نہ رہ سکتے تھے وہ) باری باری آپ کی مجلس میں حاضر اور شریک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروق ﷺ کا طریق کار ہمارے سامنے ہے امام بخاری ﷺ نے بسند متصل حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کا واقعہ نقل کیا ہے۔

حضرت سیّدنا عمر ﷺ فرماتے ہیں: قبیلہ بنو امیہ بن زید، یہ قبیلہ عوالی میں آباد تھا، کا ایک انصاری میرا پڑوسی تھا اور ہم عوالی سے باری باری نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں آتا جس دن میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تو اس دن بارگاہ نبوت کی تمام باتیں، آپ کے اعمال وافعال اور ارشادات، اس کو بتلاتا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا (اور دن بھر کے واقعات مجھے بتاتا) صحابہ کرام ﷺ کا یہ طرز عمل اور یہ اہتمام اس امر کی انتہائی روشن دلیل ہے کہ صحابہ ﷺ رسول اللہ ﷺ (کی ذات گرامی کی ہر نقل وحرکت) کو پیروی کی نظر سے دیکھتے اور آپ کے ہر عمل کو رہنمائی حاصل کرنے کی نیت سے یاد رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات طے شدہ تھی کہ آپ کی پیروی ان پر لازم ہے اور آپ کے ہر امر ونہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ان کا فرض ہے۔ اسی لئے جو قبائل مدینہ سے دور بستیوں میں آباد تھے وہ اپنے قبیلہ کے چند افراد (بطور وفد) شفیع محشر آقائے دوجہان ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ سے اسلام کے ضروری احکام سیکھیں اور واپس آکر اپنی قوم کو سکھائیں اور پورے قبیلہ کی رہنمائی کریں (اس قسم کے وفود کا ذکر متداول کتب حدیث میں بکثرت آتا ہے۔ بلکہ ایک ایک صحابی ﷺ) پیش آمدہ مسائل میں رسول اللہ ﷺ سے شرعی حکم معلوم

کرنے کے لئے دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں آتا اور مسئلہ معلوم کر کے واپس چلا جاتا اور اس دور دراز سفر میں کسی بھی دوسری چیز کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا (یعنی اس طویل سفر سے کوئی دنیاوی منفعت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا) چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کسی عورت نے یہ بتلایا کہ اس نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی دونوں کو بچپن میں دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے فوراً مدینہ روانہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی مرد کسی ایسی عورت سے بے خبری میں شادی کر لے جو اس کی رضاعی بہن ہو اور بعد میں دودھ پلانے والی بتلائے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اب کیونکہ مناسب ہے جبکہ کہا گیا (یعنی جبکہ مشہور ہو گیا کہ وہ عورت تمہاری رضاعی بہن ہے) چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنی بیوی سے مفارقت اختیار کر لی اور اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص، ۶۴، ۶۵، دار السلام، مصر)

حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكان من عادتهم أن يسألوا ازوجات النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بما يتعلق بشؤون الرجل مع زوجته لعلمهن بأحوال رسول الله العائلية الخاصة، كما قَدَّمْنا من قصة الصحابي الذي أرسل امرأته تسأل عن تقبيل الصائم لزوجته فأخبرتها أم سلمة »أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ كما كانت النساء تذهب إلى زوجات النَّبِيِّ فأحياناً يسألن رسول الله ما يشأن السؤال عنه من أُمُورِهِنَّ، فإذا كان هنالك ما يمنع النَّبِيَّ من التصريح للمرأة بالحكم الشَّرْعِيِّ أَمَرَ إحدى زوجاته أن تفهمها إياه، كما جاء أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَيْفَ تَتَطَهَّرُ مِنَ الحيضِ؟ فَقَالَ - عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ -: خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي بِهَا فَقَالَتْ: "يَا رَسُولَ اللهِ كَيفَ أَتَوَضَّأُ بِهَا؟" فَأَعَادَ كَلاَمَهُ السَّابِقَ عَلَيْهَا فَلَمْ تَفْهَمْ، فَأَشَارَ إِلَى عَائِشَةَ أَنْ تُفْهِمَهَا مَا يُرِيدُ، فَأَفْهَمَتْهَا المُرَادَ، وَهُوَ أَنْ تَأْخُذَ قِطْعَةَ قُطْنٍ نَظِيفَةٍ فَتَمْسَحَ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

ازواج مطہرات کی طرف رجوع:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ بھی معمول تھا کہ وہ (بوقت ضرورت) ازدواجی زندگی سے متعلق امور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے دریافت کر لیا کرتے تھے (تاکہ ازدواجی) امور میں بھی آپ کی پیروی کریں) کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو رسول اللہ ﷺ کی دروں خانہ زندگی کا کماحقہ علم تھا (اور براہ راست آپ ﷺ سے دریافت کرنے میں ایک گونہ بے ادبی تھی) اس سلسلہ کا ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ کوئی روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ روزہ کی حالت میں لے لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ خود عورتیں بھی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جایا کرتی تھیں اور بعض اوقات عورتیں خود ہی (ان کی موجودگی میں) عورتوں سے متعلق جو مسائل آپ ﷺ سے پوچھنا چاہتی تھیں دریافت کرتی تھیں تو ایسے موقع پر جب بھی نبی ﷺ کسی عورت کو کوئی شرعی حکم صراحت کے ساتھ خود نہ بتا سکتے تو اپنی کسی زوجہ کو حکم دیتے کہ وہ اس عورت کو سمجھا دیں جیسا کہ

احادیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ حیض سے کس طرح طہارت حاصل کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: روئی کا ایک مشک کی خوشبو میں بسا ہوا ٹکڑا لو اور اس سے طہارت حاصل کرلو۔ اس نے پوچھا اس سے کیونکر طہارت حاصل کروں؟ تو آپ نے پھر وہی الفاظ دہرا دیئے لیکن وہ عورت پھر بھی نہ سمجھی تو آپ ﷺ نے حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ فرمایا کہ تم اس عورت کو مقصد سمجھا دو اور وہ یہ تھا کہ صاف روئی کا مشک لگا ہوا ایک ٹکڑا لو اور ایک کو خون کے مقام پر رکھو اگر وہ بیداغ اور سفید نکلے تو یہ طہر کی علامت ہے۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص،۶۵، دار السلام، مصر)

حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أخرج "البخاري" عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَتَخَوَّلُنَا بِالمَوْعِظَةِ فِي الأَيَّامِ، كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. ومن هنا يقول مَسْرُوقٌ: جَالَسْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، فَوَجَدْتُهُمْ كَالإِخَاذِ (الغَدِيرِ)، فَالإِخَاذُ يَرْوِي الرَّجُلَ، وَالإِخَاذُ يَرْوِي الرَّجُلَيْنِ، وَالإِخَاذُ يَرْوِي العَشَرَةَ، وَالإِخَاذُ يَرْوِي المِائَةَ، وَالإِخَاذُ لَوْ نَزَلَ بِهِ أَهْلُ الأَرْضِ لأَصْدَرَهُمْ وطبيعي أن يكون أكثر الصحابة علماً بِسُنَّةِ الرسول الذين كانوا أسبقهم إسلاماً كالخلفاء الأربعة وعبد الله بن مسعود، أو أكثرهم ملازمة له وكتابة عنه كأبي هريرة وعبد الله بن عمرو بن العاص وغيرهم.

ترجمہ: امام بخاری حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں ایک وعظ کے بعد دوسرا وعظ کئی کئی دنوں میں فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔ اسی لئے مشہور تابعی مسروق رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: میں رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں میں نے ان کو پانی کے تالابوں کی طرح مختلف پایا۔ کوئی تالاب (اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ) ایک ہی آدمی کو سیراب کرتا ہے، کوئی دو کو، کوئی دس کو اور کوئی تالاب (اتنا بڑا ہوتا ہے کہ) سو آدمیوں کو سیراب کرتا ہے اور کچھ تالاب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر روئے زمین کے تمام رہنے والے بھی ان پر (پانی پینے کے لئے) اتر آئیں تو سب کو سیراب کردیں (ایک بھی پیاسا نہ لوٹے) اور یہ تو قدرتی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا سب سے زیادہ علم انہیں صحابہ کو ہونا چاہئے جو ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے (اور ان کو دوسروں کی بانسبت آپ کی صحبت زیادہ عرصہ تک نصیب ہوئی تھی) جیسے خلفاء اربعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ یا پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی سنت کا علم اوروں سے زیادہ ہونا چاہیئے جو آپ کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے تھے (اور یہی ان کا مقصد زندگی تھا) جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو (اپنے طبعی شغف کی وجہ سے بالالتزام) آپ ﷺ سے حدیثیں سن کر لکھ لیا کرتے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص،۶۵،۶۶، دار السلام، مصر)

حضرت کمال بن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنت اس فعل کو کہتے ہیں جسے نبی اکرم نے پابندی کے ساتھ کیا ہو، البتہ کبھی کبھی بغیر عذر کے اسے چھوڑ بھی دیا ہو۔ اس تعریف میں لفظ ما (وہ فعل) جنس کے لئے ہے جس میں تمام افعال شامل ہیں۔ اور الفاظ "**المواظبة على فعله**" (پابندی کے ساتھ کیا ہو) کی قید سے حرام مکروہ، مباح، اور نفل نکل گئے۔ اور الفاظ "مع

ترک معا" (کبھی کبھی چھوڑنے) کی قید سے فرائض اور واجبات نکل گئے۔اور الفاظ (بلا عذر) کی قید سے وہ چیزیں نکل گئیں جنہیں آپ نے عذر کی بنا پر چھوڑا۔معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ایسی پابندی کرنا کہ اس کو کبھی نہ چھوڑا ہو، یا صرف عذر کی بنا پر چھوڑا ہو، وجوب کی دلیل ہے۔اور اس طرح پابندی کرنا کہ بلا عذر کبھی اس فعل کو چھوڑنا بھی دیا ہو سنت کی دلیل ہے۔صاحب ہدایہ نے بھی اسی اصول کو اپنایا ہے۔چنانچہ انہوں نے عیدین کی نماز کے وجوب پر اسی چیز سے استدلال کیا ہے امام الانبیاء ﷺ نے بغیر کسی ناغہ کے پابندی کے ساتھ اسے ادا کیا ہے۔

(حجیت سنت، ص، ۵۳)

احناف کے نزدیک سنت پہلے معنیٰ میں (یعنی صرف رسول اللہ ﷺ کی سنت) کی دو قسمیں ہیں:

(اول): سنت ہدیٰ:

یہ سنت موکدہ ہے، جو واجب سے قریب ہے۔اس کا تعلق ان چیزوں میں سے ہے جو دین کی تکمیل کرتی ہیں۔نیز شعائر دین میں سے ہیں، جیسے جماعت، اذان، اقامت، اور سنن رواتب (فرض نماز کے ساتھ پڑھی جانے والی سنن موکدہ) اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہے، اور بلا کسی عذر کے مسلسل چھوڑنے والا شفاعت سے محروم، اور دین کے استخفاف کے سبب ملامت وتضلیل کا مستحق ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کو ترک کرنے والا گناہگار نہ ہوگا۔حضرت ابوالیسر ؒ سے منقول ہے کہ اسے ترک کرنے سے معمولی گناہ ہوگا۔اور یہی بات ان کے (احناف) کے نزدیک صحیح ہے۔

(دوم) سنت زوائد:

یہ وہ سنت ہے جس کی ادائیگی خاتم الانبیاء ﷺ نے پابندی سے کی ہو۔یہاں تک کہ وہ آپ کی عادت بن گئی ہو۔اور اسے آپ نے کبھی کبھار چھوڑا ہو۔مثلاً کپڑا پہننے، اٹھنے بیٹھنے، سواری کرنے، پیدل چلنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، قرأت، رکوع وسجود کرنے میں نبی کریم ﷺ کے اطوار وعادات، یہ فی نفسہ عبادت ہے۔کیونکہ ان کی انجام دہی میں اخلاص کے ساتھ نیت ضروری ہے۔حنفیہ کے یہ کہنے سے کہ "وہ عادات نبوی میں سے ہے" کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے کہ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے اس کی اتنی پابندی کی وہ آپ کی عادت بن گئی۔اسے سنت زوائد اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا شمار دین کے مکملات اور اس کے شعائر میں نہیں ہوتا۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے، لیکن اس کے نا کرنے سے کوئی گناہ یا کراہت لازم نہیں آتی۔

نفل: اور اس کا ہم معنی تطوع ہے (۸۴) اس فعل کو کہتے ہیں جو فرائض، واجبات اور سنن کے علاوہ زائد مشروع ہو۔جس کے کرنے پر ہمیں ثواب ملے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ یا ملامت نہ ہو۔یا اس کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ "ہر وہ فعل جس کے مندوب ہونے کی کوئی عام یا خاص دلیل موجود ہو۔اور خاتم الانبیاء ﷺ نے پابندی سے اس پر عمل نہ کیا ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب ملے گا کیونکہ یہ عبادت ہے۔لیکن چھوڑنے پر کوئی سزا یا عتاب نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ فرض، واجب، یا سنت نہیں، اس بارے میں وہ سنت زوائد کے مثل ہے، البتہ درجہ میں یہ اس سے کم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی پابندی نہیں کی۔کبھی نفل کا اطلاق ان چیزوں پر بھی ہوتا ہے جو سنن رواتب میں شامل ہیں۔کہا جاتا ہے باب الوتر والنوافل اور اسی وجہ سے حج کو نافلہ کہتے ہیں۔مستحب، مندوب اور فضیلت ان کے مترادف ہیں نفل کی ایک قسم ہے۔اس سے مراد وہ نفل ہے جس کے لئے کوئی ایسی دلیل موجود ہو جو کسی خاص فعل کو

مندوب بتلائے۔ بعض فقہا کا خیال ہے کہ مستحب اور مندوب نفل کے مترادف ہیں۔

(حجیت سنت، ص، ۶۱)

حضرت سیّدنا ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ علمائے اصول کی اصطلاح ہے۔ جبکہ فقہا مستحب اور مندوب میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مستحب وہ ہے، جس پر نبی کریم ﷺ نے پابندی سے عمل نہ کیا ہو، اگرچہ آپ ﷺ کا کرنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہوں۔ اور جس کا نہ کرنا کرنے پر غالب ہو، اسے مندوب کہتے ہیں۔ کبھی مستحب اور مندوب مطلق بولے جاتے ہیں۔ اور ان سے مراد سنت زوائد ہوتی ہے۔ مستحب کا مترادف ادب بھی آتا ہے۔ بعض لوگوں نے دونوں کے درمیان بہت معمولی سا فرق بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مستحب وہ فعل ہے جسے نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کیا ہو، اور دوسری مرتبہ چھوڑ دیا ہو۔ اور ادب وہ فعل ہے جسے آپ نے ایک مرتبہ کیا ہو اور دو مرتبہ چھوڑا ہو۔ اور یہ فرق مستحب اور مندوب کے درمیان مذکورہ بالا فرق کے مثل ہے۔

(حجیت سنت، ص، ۶۳)

حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تشریح سے دور ہوجائے گا جو اس سے متعلق انہوں نے اپنی کتاب ''الاربعین فی اصول الدین'' میں کی ہے فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ سعادت (خوش بختی اور کامیابی) کی کنجی سنت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے۔ ان تمام چیزوں میں جن کا آپ ﷺ سے صدور اور ورود ہوتا تھا، نیز آپ ﷺ کی تمام حرکات وسکنات میں حتیٰ کے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، اور گفتگو کرنے کی ہیئت میں۔ یہ میں صرف ان آداب کے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں، جن کا تعلق عبادات سے ہے، کیونکہ دوسرے امور میں بھی سنت [illegible] کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ میں ان تمام امور کے بارے میں بھی کہہ رہا ہوں جن کا تعلق عادات سے ہے۔ انہی کی پیروی کرنے سے آپ ﷺ کا کامل اتباع ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ الاعمران، ۳۱)

ترجمہ: اے نبی ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ ﷻ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ ﷻ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

ترجمہ: جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں، اس سے رک جاؤ۔ (سورۃ الحشر، ۷)

اس لیئے تم پر لازم ہے کہ بیٹھ کر پاجامہ پہنو، اور اپنے ناخن کاٹو، اور ناخن کاٹتے وقت داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کاٹنا شروع کرو، اور انگوٹھے پر ختم کرو، اسی طرح پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کاٹتے وقت داہنے پاؤں کی چھنگلیاں سے کاٹنا شروع کرو، اور بائیں پاؤں کی چھنگلیاں پر ختم کرو۔ اسی طرح اپنی تمام حرکات وسکنات میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو۔

(حجیت سنت، ص، ۸۶)

نیز اس سے نبی کریم ﷺ کے اس امر (حکم) کی حجیت بھی ثابت ہوتی ہے جو امام الانبیاء ﷺ کی اس حدیث میں ہے جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت

کیا ہے۔وہ یہ ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی، امیر کا حکم سننے اور اطاعت کرنے کی، خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔اس وقت میری سنت کی اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی پیروی تم پر لازم ہے۔انہیں مضبوطی سے پکڑے رہنا، اور انہیں دانتوں سے پکڑ کر رکھنا۔اور نئی چیزوں سے بچنا۔اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔اور ہر بدعت گمراہی ہے۔اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔اس حدیث سے جب سنت کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں خاتم الانبیاء ﷺ کے حکم کی حجیت ثابت ہوتی ہے، تو اس سے سنت کی تمام انواع قول، فعل اور تقریر (سکوت) کی حجیت بھی ثابت ہوتی ہے۔

(حجیت سنت، ص، ۴۱۸)

تیسری قسم وہ ہے جو بتلاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مطلق (بغیر کسی قید و شرط کے) واجب ہے، ان تمام چیزوں میں جن کا آپ ﷺ حکم دیں، اور ان میں جن سے آپ ﷺ روکیں۔اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ ﷻ کی اطاعت ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اس کی سنت کے تبدیل کرنے سے ڈرانے کو بتاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(آل عمران، ۱۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔اس پر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔(آل عمران، ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اور اس سے روگردانی نہ کرو درآنحالیکہ تم سن رہے ہو، اور ان لوگوں کی طرف نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں۔(الانفال، ۲۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

ترجمہ: اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔(الانفال ۴۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (المائدہ۔۹۲)

ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ ﷻ کی اور رسول ﷺ کی اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو جان رکھو کے ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ تو صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے اور بس۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (محمد،۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ ﷻ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے اعمال کو رائیگان مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (التغابن،۱۲)

ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ ﷻ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اگر تم روگردانی کرو گے تو ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ، فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء،۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ ﷻ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اہل اختیار کی، پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے محافظ سے بھی خوشتر ہے۔

حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے عطاء سے اور ابن عبدالبر اور بیہقی نے مدخل میں میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ (عزوجل) کی طرف لوٹانے کا مطلب اس کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے اور رسول کی طرف لوٹانے کا مطلب اس کی زندگی میں خود ان کی طرف رجوع کرنا ہے اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

(حجیت سنت، ص، ۴۴۷ تا ۴۴۹)

حضرت سیّدنا طیبی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ وَأَطِیْعُواْ الرَّسُوْلَ میں فعل کا اعادہ کیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اطاعت رسول ﷺ کی مستقل حیثیت ہے۔ اور وَأُوْلِی الأَمْرِ میں فعل کا اعادہ نہیں کیا۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی اطاعت واجب نہیں ہو گی۔ پھر اس بات کو اپنے اس قول میں فرمایا (اگر تم کسی چیز میں باہم اختلاف کرو)۔ گویا اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر وہ حق پر عمل نہ کریں تو ان کی اطاعت مت کرو۔ اور جس چیز میں تم ان کی مخالفت کرو اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف لوٹاؤ۔ (حجیت سنت، ص ۴۵۲)

حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ نے الشفاء میں حضرت سیّدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ سے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ، ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو)۔حضرت سیّدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت رکھنے کی علامت ان کا رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا ہے۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۴۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب،۲۱)

ترجمہ: اورحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔یعنی اس کے لئے جوڈرتا ہواللہ عزوجل اور آخرت سے اورذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔

حضرت سیّدنا محمد بن علی ترمذی علیہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کے نمونہ ہونے کا مطلب ان کی اقتداء کرنا، ان کی سنت کی پیروی کرنا، اور کسی قول یا فعل میں ان کی مخالفت ترک کردینا ہے۔حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ فرماتے ہیں کہ متعدد مفسرین نے اس کا یہی مطلب بتایا ہے۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۴۶۰)

احمد، ابویعلی اور طبرانی نے حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی، اور یہ کہ میری اطاعت اللہ (عزوجل) کی اطاعت کا جز ہے۔صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ہم گواہی دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا میری اطاعت میں سے ایک بات یہ ہے کہ تم اپنے امراء کی اطاعت کرو۔دوسری روایت میں امراء کی جگہ ائمہ کا لفظ ہے۔فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث میں امراء کی اطاعت کا وجوب ہے۔یہ معصیت کا حکم نہ دینے کے ساتھ مقید ہے۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۴۷۴)

امام بخاری رضی اللہ عنہ اور حاکم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے عرض کیا: اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو میری نافرمانی کرے گا ہوا نکار کرنے والا ہوگا۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۴۷۵)

ابن حبان نے حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عمل کے لئے ایک جوش وجذبہ ہوتا ہے، اور ہر جوش وجذبہ ٹھنڈا اور ماند پڑ جاتا ہے۔جس کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے میری سنت کو اختیار کیا وہ ہدایت پا گیا، اور جس کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور وہ کسی دوسری چیز کی طرف چلا گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۴۷۷)

حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے (یعنی سختی سے عمل

کرنے) کے سبب جنت میں داخل کرے گا۔

(حجیت سنت،ص،۴۷۸)

امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اقتداء کی وہ مجھ سے ہے (یعنی وہ میری امت میں ہے) اور جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری امت میں سے نہیں یا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

(حجیت سنت،ص،۴۸۱)

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ جس چیز کی نبی ﷺ کو رخصت دی گئی ہو اس سے بچنا عظیم گناہوں میں سے ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں اس پر عمل نہ کرنے والا اپنے آپ کو اپنے رسول ﷺ سے زیادہ متقی سمجھتا ہے۔ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اس کے ملحد ہونے میں کوئی شک نہیں۔لیکن حدیث میں جن لوگوں کی طرف یہ اشارہ ہے انہوں نے اس کی یہ علت بیان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، یعنی اگر کسی چیز میں آپ کو رخصت دی گئی ہو، تو آپ کا یہ معاملہ اس شخص کی طرح نہیں ہوگا جس کے گناہ نہیں بخشے گئے۔چنانچہ جس کے گناہ بخشے گئے وہ اس کا محتاج ہے کہ عزیمت اور سختی کو اختیار کرے تا کہ وہ نجات پا جائے۔

اس لئے نبی ﷺ نے ان کو بتایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اس کے باوجود آپ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور ان میں سے سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں۔چنانچہ آپ عزیمت ورخصت دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کریں، ہر صورت میں آپ انتہائی تقویٰ اور خشیت پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔آپ کی مغفرت کی فضیلت نے آپ کو کبھی عمل میں کوشش ترک کرنے پر آمادہ نہیں کیا، تا کہ آپ شکر ادا کر سکیں۔اور اس میں چاہے جتنی بھی آپ کو رخصت دی جاتی، یہ عزیمت پر عمل کی اعانت کے لئے ہوتی، تا کہ آپ اس پر جوش وسرگرمی کے ساتھ عمل پیرا ہو سکیں۔

(حجیت سنت،ص،۴۸۵)

حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے مدخل میں اور دارمی نے حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم نیکی کے حکم دینے، برائی سے روکنے اور لوگوں کو سنن کی تعلیم دینے میں مغلوب نہ ہوں (یعنی کوتاہی نہ کریں)۔

(حجیت سنت،ص،۴۸۷)

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں فرمایا:

خوب سن لو! تم میں سے جو شخص یہاں موجود ہے اس کو چاہئے کہ وہ جو شخص یہاں موجود نہیں ہے اس تک یہ باتیں پہنچا دے۔بہت سے لوگ جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر سنت کے حجت ہونے کا ثبوت نہ ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں ان لوگوں کو جو آپ کے پاس موجود تھے ان کے امور دین کی تعلیم دینے کے بعد یہ بات نہ فرماتے: خوب سن لو! جو تم میں سے یہاں موجود ہے اسے یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچانا چاہئے جو یہاں موجود نہیں ہیں

(حجیت سنت،ص،۴۸۸)

طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم اوسط میں حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے اللہ عزوجل میرے خلفاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) پر رحم فرما۔ ہم نے کہا اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ آپ کے خلفاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث کو روایت کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ (حجیت سنت، ص، ۴۸۹)

حضرت مقدسی علیہ الرحمۃ نے الحجہ میں حضرت سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو حدیثیں سیکھے، جن سے خود کو بھی فائدہ پہنچائے، یا انہیں دوسروں کو سکھائے تا کہ وہ بھی ان سے فائدہ اٹھائے، تو یہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت سیّدنا ابو نعیم علیہ الرحمۃ نے حلیہ میں حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری امت تک ایک حدیث پہنچائے جس سے ایک سنت قائم ہوجائے، یا ایک بدعت کا خاتمہ ہوجائے، تو وہ جنت کا مستحق ہے۔ حضرت سیّدنا مقدسی علیہ الرحمۃ نے الحجہ میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری امت کے لئے ایسی چالیس حدیثیں یاد کرلے جو ان کو ان کے دینی امور میں نفع دیں، تو قیامت میں وہ علماء میں سے اٹھایا جائے گا۔ حضرت سیّدنا مقدسی علیہ الرحمۃ نے اسی کے مثل دوسری سند سے حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں قیامت کے دن اس کا حشر انبیاء علیہم السلام کے زمرے میں ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے: اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فقیہ کی حیثیت سے اٹھائے گا، اور میں اس کا گواہ ہوں گا۔ انہوں نے اسی طرح کی ایک حدیث حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (حجیت سنت، ص، ۴۹۰)

حضرت سیّدنا مقدسی علیہ الرحمۃ نے حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت میں بدعتوں کا چلن ہوجائے، اور میرے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو برا بھلا کہا جانے لگے، اس وقت عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کا اظہار کرے، اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس پر اللہ عزوجل فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ولید بن مسلم علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ علم کا اظہار کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد سنت کا اظہار ہے۔

(حجیت سنت، ص، ۴۹۱)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "خوب سن لو کہ مجھے قرآن عطاء کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ اس کے مثل ایک اور چیز بھی"۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے تخت پر مسند نشین ہوکر اپنی اس اکڑ میں یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیز حرام کی ہے جو اس قرآن میں ہے؟ خوب سن لو کہ میں نے بھی حکم دیا ہے، اور نصیحت کی ہے، اور کچھ چیزوں سے منع کیا ہے، وہ قرآن کے مثل ہیں، یا ان سے زیادہ ہیں" اور وہ حدیث جو امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا طلحہ بن فضیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ ﷺ سے قحط کے سال میں یہ کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے اشیاء کے نرخ مقرر فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی ایسی سنت کے بارے میں جس کا اس نے مجھے حکم نہ دیا ہو باس پرس نہیں کرے گا جسے میں تم میں رائج کروں: لیکن تم خود اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی سنتیں (طریقے) بتائی ہیں، اور بہت سے ایسے احکام بتائے ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں۔ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی سے ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میں تمہیں اس چیز کا حکم دیتا ہوں جس کا

تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، اور اسی چیز سے روکتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے۔ اور وہ حدیث ہے جو مقدسی علیہ الرحمہ نے الحجہ میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبیلہ غفار کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی، اور قبیلہ اسلم کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سلامت رکھا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ میں نے نہیں کہا لیکن یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(حجیتِ سنت، ص، ۵۱۶)

حضرت سیدنا ابن عبد البر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے (حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

راستہ (سنت) وہی جس کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ اپنے غلط خیالات (رائے) کو امت کے لئے راستہ (سنت) مت بناؤ۔

(حجیتِ سنت، ص ۵۵۱)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت میں استقامت بدعت میں اجتہاد سے بہتر ہے۔ اسے حاکم، دارمی، ابن عبد البر اور قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(حجیتِ سنت، ص، ۵۵۲)

ابن عبد البر سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عون البصری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

تین چیزیں میں اپنے لئے بھی پسند کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں کے لئے بھی۔

(۱) آدمی اس قرآن میں غور فکر کرے۔ ممکن ہے کہ ایسی باتیں معلوم ہوں جنہیں وہ پہلے نہ جانتا ہو۔

(۲) آدمی اس سنت کی جستجو کرے اور اس کے بارے میں دریافت کرے۔

(۳) آدمی لوگوں سے علیحدہ رہے، صرف خیر وہ بھلائی کے ساتھ ان سے ملے۔ اسے امام بخاری علیہ الرحمہ اور لالکائی علیہ الرحمہ نے اختصار سے نقل کیا ہے، احمد بن خالد نے فرمایا: یہ ایسی برحق بات ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ابن وضاح اس روایت کر پسند کرتے تھے اور فرماتے تھے، بہت خوب، بہت خوب۔ اسے ابن عبد البر علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت سیدنا امام زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہمارے جو علماء پہلے گزر چکے ہیں وہ فرماتے تھے: سنت کو مضبوطی سے تھامنا ذریعہ نجات ہے۔ اسے بیہقی، دارمی اور قاضی عیاض (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے روایت کیا ہے۔

حضرت حکم بن عتیبہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی ہر بات قبول کر لی جائے یا چھوڑ دی جائے، سوائے ذات نبوی ﷺ کے کل''۔ اسے عبد البر علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔ اسی جیسی ایک روایت ابن عبد البر اور بیہقی نے مجاہد سے بھی نقل کی ہے۔

(حجیتِ سنت، ص، ۵۵۹)

حضرت سیدنا امام اوزاعی علیہ الرحمہ کا قول ہے:

جہاں جہاں سنت جائے وہاں وہاں تم بھی اس کے ساتھ جاؤ۔ اسے لالکائی نے روایت کیا ہے۔

حضرت سیدنا ابو العباس ولید بن مزید حضرت نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیدنا امام اوزاعی علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا

:سلف کے آثار پر عمل کر خواہ لوگ تجھے چھوڑ دیں۔ اور لوگوں کی رائے سے اجتناب کر خواہ وہ اپنی باتوں کو کتنا ہی خوبصورت بنا کر تیرے سامنے پیش کریں۔ اسے ابن القیم علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔

حضرت سیّدنا ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت سیّدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس سنت کے بارے میں باہم مذاکرہ کررہے تھے۔ حضرت سیّدنا امام مال علیہ الرحمہ نے فرمایا: سنت کی مثال سفینہ نوح کی سی ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا ہو بچ گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ اسے حضرت سیّدنا امام سیوطی علیہ الرحمہ نے المفتاح میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سیّدنا ابن وہب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مالک بن انس نے مجھ سے فرمایا: سنت کی مخالفت نہ کرو۔ اسے تسلیم کرو۔ اسے مقدسی نے الحجۃ میں روایت کیا ہے۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۵۶۰)

حضرت سیّدنا امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ کسی کا قول حجت نہیں۔ (حجیتِ سنّت، ص، ۵۶۱)

حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مبارک ہے وہ شخص جس کی موت اسلام اور سنت پر ہوئی ہو۔ جب ایسا ہو تو ماشاء اللہ کا کثرت سے ورد کرنا چاہئے۔ اسے حضرت سیّدنا لالکائی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت سیّدنا امام قشیری علیہ الرحمہ نے ارسالہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو عثمان الحیری علیہ الرحمہ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے ساتھ محبت کا مطلب ہے کہ ادب ملحوظ رکھا جائے اور ہر وقت اس کی ہیبت طاری رہے۔ اور نگاہوں میں اس کا تصور رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا مطلب ہے کہ آپ کی سنت کا اتباع کیا جائے اور ظاہر علم کا التزام رکھا جائے۔

حضرت سیّدنا ابو عثمان الحیری سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے اپنے نفس پر قول اور فعل دونوں میں سنت کو حکمران بنایا۔ اس کے منہ سے حکمت کی باتیں نکلیں گی اور جس نے اپنے نفس پر خواہش نفس کو حکمران بنالیا۔ وہ بدعت کی باتیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا

ترجمہ: اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاجاؤ گے۔ (سورۃ النور، ۵۴)

اسے قشیری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔ اسی کے مثل قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے بھی الحیری سے روایت کیا ہے۔

حضرت سیّدنا ابو نعیم علیہ الرحمہ نے الحلیہ میں روایت کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”جو شخص نبی کی اقتداء کرنے والا ہو اس کے دل میں کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں ہوتا (یعنی سنت کے علاوہ کسی چیز کو وہ منتخب نہیں کرتا)۔

(حجیتِ سنّت، ص، ۵۶۵)

حضرت سیّدنا امام قشیری علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے کہ خواص نے فرمایا ہے: صبر کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت کے احکام پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہا جائے“۔ اور حضرت سیّدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ نے فرمایا: اللہ سے محبت کرنے والے کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے محبوب ﷺ کی، اخلاق، افعال، اوامر اور سنن میں پیروی کرتا ہو“۔

اور حضرت سیدنا ابو اسحاق ابراہیم بن داؤد علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اللہ عزوجل سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کو دوسری اطاعت پر ترجیح دی جائے اور اس کے نبی ﷺ کی پیروی کی جائے

اور احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں سنت کی پیروی نہیں کی تو اس کا عمل باطل ہے۔

اور ابو العباس احمد بن سہل بن عطاء الادمی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جس شخص نے اپنے اوپر سنت کے آداب کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دے گا۔ محبوب کے اوامر، افعال اور اخلاق میں اس کی پیروی سے اعلیٰ واشرف کوئی دوسرا مقام نہیں۔

اور ابو الفوارس شاہ بن شجاع الکرمانی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جس شخص نے محارم کی طرف دیکھنے سے اپنی نظر نیچی کر لی، اپنے نفس کو شہوات سے باز رکھا، دائمی مراقبہ سے اپنے باطن کو آباد کیا، اور اتباع سنت میں سے اس کی مدد کی، اور خود کو حلال کھانے کا عادی بنایا۔ وہ فراست سے محروم نہیں ہوگا۔

اور ابو بکر طمستانی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

راستہ واضح ہے، کتاب وسنت ہمارے درمیان موجود ہیں، اور صحابہ کرام کی فضیلت ہجرت میں سبقت اور رسول ﷺ کی صحبت کی وجہ سے معلوم ہے۔ چنانچہ جو شخص اس کتاب اور سنت کے ساتھ ہوگا خود اپنے نفس سے اور لوگوں سے دور رہے گا اور اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کرے گا وہ سچائی اور راستی پر ہوگا۔

ابو حفص عمر بن سالم الحداد نے فرمایا:

جو شخص ہر آن اپنے افعال واقوال کو کتاب وسنت کے پیمانے سے نہ ناپے اور اپنے افکار وخیالات کو متہم نہ کرے، مردوں کے رجسٹر میں اس کا شمار نہ کرو۔ ابو حفص علیہ الرحمہ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''بندے کے اپنے آقا تک رسائی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ تمام حالات میں ہمیشہ اس کا محتاج ہو۔ تمام افعال میں سنت کو لازم پکڑے اور حلال طریقے سے روزی کمائے''۔

لالکائی نے شاذ بن یحیی علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

جنت تک لے جانے والا کوئی راستہ اس شخص کے راستہ سے زیادہ درمیانی اور سیدھا نہیں جو آثار پر چلے۔

حضرت سیدنا امام قشیری علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے کہ ابو حمزہ بغدادی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

جسے راہ حق کا علم ہو اس کے لئے اس پر چلنا آسان ہو جاتا ہے'' اور اللہ کے راستے کی طرف رہنمائی صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی، آپ کے احوال، اقوال اور افعال میں پیروی کی جائے۔

حضرت سیدنا مقدسی علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا جنید علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

خدا کی تمام مخلوق پر راستے بند میں صرف وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا اتباع، اور آپ کے آثار کی اقتداء کرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ: درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کا رسول ہی ایک بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب،۲۱)

(حجیت سنت، ص،۵۶۶)

حضرت سیّدنا امام قشیری علیہ الرحمۃ نے رسالہ میں بیان کیا ہے کہ ابو عثمان الخیری علیہ الرحمۃ پر جانکنی کا عالم طاری ہوا تو ان کے بیٹے نے ان کی قمیض کھول دی۔ ابو عثمان علیہ الرحمۃ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: بیٹے۔ ظاہر میں سنت کے خلاف عمل کرنا باطن میں ریاء کی علامت ہے۔

(حجیت سنت، ص،۵۷۹)

حضرت سیّدنا لالکائی علیہ الرحمۃ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آیت ۔

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ

ترجمہ: جب کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ کالے ہوں گے۔ (آل عمران،۱۰۶)

میں سفید و روشن چہرے والوں سے مراد اہل سنت کے چہرے اور سیاہ چہروں والوں سے مراد بل بدعت کے چہرے بتلایا ہے انہی سے مراد ہے کہ ''اہل سنت میں سے ایسے شخص کی طرف۔ جو سنت کی طرف دعوت دیتا اور بدعت سے روکتا ہو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضرت سیّدنا دارمی علیہ الرحمۃ نے حسن علیہ الرحمۃ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل سنت ماضی میں بھی بہت کم تھے اور آئندہ بھی ان کی تعداد تھوڑی رہے گی۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہ اہل عشرت کے ساتھ ان کے عشرت کدوں میں رہتے ہیں۔ نہ اہل بدعت کے ساتھ ان کی بدعتوں میں شامل رہتے ہیں۔ بلکہ وہ تاحیات سنت پر قائم رہتے ہیں۔

(حجیت سنت، ص،۵۹۱)

وہ شخص جو اپنے وطن ہی میں رہ کر حدیثیں لکھتا ہے اور طلب حدیث کے لئے سفر نہ کرے۔ اسے حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر کیا ہے۔

(حجیت سنت، ص،۵۹۷)

تیسری توجیہ جسے حضرت سیّدنا آلوسی علیہ الرحمۃ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ امور دو طرح کے ہیں دینی اور دنیوی، دنیوی امور کا اہتمام شارع کی ذمہ داری نہیں ہے، کیونکہ اس کو اس مقصد کیلئے نہیں بھیجا گیا۔

اور دینی امور کی دو قسمیں ہیں۔

ایک بنیادی اور اصلی اور دوسری فرعی۔ اصلی کے مقابلے میں فرعی امور کا اہتمام کچھ کم ہے۔ اس لئے کہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا اولین مقصد توحید اور اس کے مشابہ دوسرے امور ہیں۔ بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد ہی معرفت الٰہی ہے

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ عبادت کریں۔ (الذاریات، ۵۶)

اور یہ اس بناء پر ہے کہ اکثر مفسرین نے عبادت کی تفسیر معرفت سے کی ہے۔ اور جیسا کہ اس حدیث قدسی میں جو زبان زد عام ہے اور جو صوفیاء علیہم الرحمۃ کے نزدیک صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اسی لئے مخلوق کو پیدا کیا" اور قرآن کریم تمام دینی امور کا مکمل طور پر ضامن ہے۔ اس لئے کل شئی (جیسا کہ آیت میں ہے) سے یہی مراد ہونا چاہئے۔ (حجیت سنت، ص، ۶۲۴)

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، صِرَاطِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں، جو اللہ کا راستہ ہے (سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳)

نبی ﷺ نے کچھ ایسے احکام دیئے ہیں جو قرآن میں بھی موجود ہیں اور کچھ ایسے احکام بھی دیئے ہیں جن کے بارے میں کتاب اللہ میں بعینہ کوئی نص موجود نہیں ہے آپ ﷺ نے جو احکام دیئے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پیروی لازم قرار دی ہے اور آپ کی پیروی کو اپنی اطاعت بتایا، اور آپ کے اتباع سے انحراف میں اس کی ایسی نافرمانی ہے جس میں اس نے اپنی مخلوق کا کوئی عذر تسلیم نہیں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے اتباع سے گریز کا کوئی راستہ نہیں بتایا۔ (حجیت سنت، ص، ۸۶۱)

فصل ثالث:

پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ، لکھتے ہیں:

منکرین سنت کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کریم کی اتباع کریں گے اور ہمیں رسول اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ ان پر مدت دراز گزر چکی ہیں، ماحول بدل گیا ہے، معاشرہ کی ضروریات میں جوہری تبدیلیاں وقوع پذیر ہوگئیں اور اب وہ اقوال و افعال اس قابل نہیں رہے کہ ان پر عمل کیا جاسکے۔ مجھے اپنی حیات مستعار کی قسم، کتنی لغو ہے یہ بات! وہ سنت نبوی کو ترک کرکے قرآن پر کیسے عمل کر سکتے ہیں حالانکہ تا قیامت اتباع سنت نبی کا حکم قرآن کریم کی بے شمار واضح ترین آیات میں ہے جن کی کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی اور رسول پاک ﷺ کی نافرمانی سے سخت منع کیا گیا ہے اور نافرمانی کی جسارت کرنے والوں کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ کیا وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق تو نہیں۔

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ البقرۃ: ۸۵)

ترجمہ: کیا تم کتاب کے کچھ حصہ پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ جو تم میں سے ایسا کرے اس کی سزا اس کے بغیر کیا ہے کہ اسے دنیا میں ہی رسوا کیا جائے اور قیامت کے روز تو انہیں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور جو کارستانیاں تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں۔

اس قسم کی بات جب اپنے عہد کے نادرروزگار فاضل، حضرت مطرف بن عبداللہ ﷺ سے کہی گئی کہ ہمیں قرآن کے بغیر کچھ مت سناؤ تو آپ نے فرمایا: بخدا ہم کسی چیز کے لئے ہرگز قرآن چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن ہم قرآن سمجھنے میں ایک ہستی کا سہارا لینے پر مجبور ہیں جو قرآن کے اسرارورموز کو ہم سے کہیں زیادہ سمجھتی ہے (یعنی ذات قدسی صفات رسالت مآب ﷺ) سبحان اللہ کتنا عمدہ اور دنداں شکن ہے یہ جواب!۔

(سنت خیرالانام، ص،۱۸)

اس زمانہ میں سنت نبوی ﷺ کے ناقابل عمل ہونے پر عقل شہادت دے رہی ہے تو ہم عرض کریں گے کہ کیا وہ عقل کے اس فتویٰ کو بھی تسلیم کرتے ہیں، جو اس نے اپنی نارسائی اور حقیقت ناشناسی کے باعث ان جزئیات وتفصیلات کے متعلق صادر فرمایا جو خود قرآن کریم نے متعین کی ہیں کیا قرآن کی متعین کردہ حدود، وارثوں کے حصوں کی تقسیم، نکاح وطلاق اور حرمت ربا کے احکام پر ہر زمانہ کے عقلمندوں نے اعتراضات نہیں کئے۔

کیا ترکی کے زیرک قانون دانوں نے (جو مسلمان ہی تھے) یہ صاف صاف نہیں کہا کہ وراثت میں مرد کو عورت سے دوگنا حصہ دینا سراسر عدل و انصاف کے خلاف ہے، جرائم وفحش کاری کے انسداد کے لئے قرآن میں جو صریح طور پر احکام مذکور ہیں جن کی کوئی تاویل بھی نہیں کی جاسکتی کیا اسے وحشت و بربریت کی علامت نہیں قرار دیا جاتا! کیا اپنے ماہرین اقتصادیات کو مسلمانوں کی زبوں حالی کا الزام سود کی حرمت پر لگاتے ہوئے بارہا نہیں سنا؟ تو اگر آپ تقاضوں کی اس تقسیم میں عقل کا فیصلہ ہی آخری اور اٹل مانتے ہیں تو سنت تو کجا خود قرآن پاک کی بیان کردہ تفصیلات پر بھی خط تنسیخ کھینچنا پڑے گا۔

(سنت خیرالانام، ص،۴۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

یہی رضامندی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے اور صرف اسی طرح تمہیں میرا قرب حاصل ہوسکتا ہے۔ اب اگر کوئی محبت الٰہی کا مدعی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا یا تو نادان ہے یا وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔

(سنت خیرالانام، ص،۴۵)

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء پارہ چہارم میں ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کا۔ اللہ ﷻ اسے باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ النساء:۱۳)

یہ دنیا دارالعمل ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوقات کو پھر زندہ کیا جائے گا۔ اور ان کے اعمال نیک وبد کا محاسبہ ہوگا۔ اطاعت کیش اور پاکباز جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور سرکشوں اور متکبروں کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا۔ اس جہاں میں ہمارا مقصد زیست، شوکت وسطوت، جاہ ومنصب اور

عیش ونشاط کے حصول تک محدود نہیں، گو ہم ان سے دستکش ہونا بھی کفران نعمت سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقاب ہمت اس عالم آب وگل کے کہستانوں میں آشیانہ نہیں بناتا۔ اس کا نشیمن تو فردوس اعلیٰ کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔ ہماری حقیقی کامیابی یہی ہے کہ ہم قیامت کے روز بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوں اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور یہی سب سے بڑی کامرانی کی علت تامہ ہے، گویا اللہ تعالیٰ کے سرمدی انعامات کے مستحق صرف وہی خوش نصیب ہیں جنہوں نے فرمان مصطفوی ﷺ کو دل وجان سے تسلیم کیا۔

(سنت خیر الانام، ص، ۴۷)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا

ترجمہ: اور جب ان کو (جو ظاہر میں مسلمان ہونے کے مدعی ہیں) کہا گیا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف تو تم نے دیکھا منافق لوگوں کو وہ تم سے دور ہٹتے ہیں۔ (سورۃ النساء:۶۱)

قرآن کی اصطلاح میں وہ بھی منافق ہے جو حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔ یعنی کوئی مسلمان تو سنت سے انحراف کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سنت سے انحراف تو فقط منافقین کا شیوہ ہے۔

(سنت خیر الانام، ص، ۵۰)

اطاعت رسول ﷺ کے حکم الٰہی کی تعمیل کی واحد صورت:

اب جن آیات قرآنی میں آیات اطاعت و اتباع رسول کی بار بار تاکید کی گئی ہے ان پر عمل تو فقط اسی صورت میں ہوگا کہ آپ ایسا کریں کہ جیسے وہ رسول ﷺ کرتا ہے یعنی وہ نماز پڑھتا ہے اسی طرح، انہیں اوقات پر اتنی ہی رکعتیں ادا کریں، حج کی جو عملی تصویر وہ پیش کرتا بعینہٖ اس کا چربہ اتاریں۔ زکوٰۃ کے نصاب اس کی شرع وغیرہ کے جو اصول اس نے سکھائے ہیں بلاچون وچرا ان پر عمل پیرا رہیں۔ لین دین، نکاح وطلاق، اخلاق ومعاشرت کے جو ضوابط اس نے مقرر فرمائے ہیں ان پر بطیب خاطر کاربند رہیں۔ اگر آپ ایسا کریں تو واقعی آپ کی اس کی متابعت کی اور اپنے رب کا حکم مانا۔ لیکن اگر آپ ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنی فہم ودانست کے مطابق تعلیمات اسلامی کو نت نئی شکلوں میں پیش کرکے اپنے شوق تجدید پسندی کی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں تو یہ بلاشبہ اتباع ہوس و اطاعتِ نفس تو ہوگی لیکن آپ اسے کسی تاویل کی قوت سے بھی اطاعت رسول اور اتباع سنت نہیں کہہ سکتے۔

(سنت خیر الانام، ص، ۵۴)

شاہ روم کے دربار میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تصریح:

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے شاہ روم کے دربار میں کہے تھے۔

و امیرنا ان عمل فینا بکتابنا و سنۃ نبینا قررناہ علینا و ان عمل بغیر ذلک عزلناہ عنا۔

ترجمہ: ہمارا خلیفہ ہمیں میں سے ایک ہے۔ اگر وہ ہماری کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق عمل پیرا رہے تو ہم اسے اپنا خلیفہ مقرر کئے رکھتے

ہیں۔اور اگر وہ قرآن وسنت کی خلاف ورزی کرے تو ہم اسے خلافت سے معزول کر دیتے ہیں۔گویا صحابہ کرام ﷡ کے نزدیک سنت نبوی سے روتابی ایسا جرم تھا کہ اس کے ارتکاب کے بعد خلیفہ اس قابل نہیں رہتا کہ امت مسلمہ اس کی اطاعت کرے۔(فتوح الشام)

(سنت خیر الانام،ص،۹۵)

حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اپنے ایک خلیفہ عام میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک تصریح فرمادی۔

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ: جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرتے رہو۔اور جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے لگوں تو اس وقت تم میری اطاعت کے پابند نہیں ہو۔

(تاریخ الطبری، ج،۳،ص،۲۱۰، الکامل فی التاریخ، ج،۲،ص،۱۹۲، البدایۃ والنہایۃ، ج،۵،ص،۲۶۹، جامع معمر بن راشد، رقم:۲۰۷۰۲، ج،۱۱،ص،۳۳۶)

(سنت خیر الانام،ص،۱۲۳)

سیّدنا حضرت سعید بن المسیب ﷬ ان کی ولادت خلافت فاروقی کے دوسرے سال میں ہوئی۔انہوں نے حضرت عمر ﷛ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔علم حدیث حضرات عثمان زین بن ثابت، عائشہ، سعد ابی ہریرہ ﷡ سے سیکھا۔بڑے بڑے فضلاء عصر کو ان کی جلالت علمی کا اعتراف تھا۔ابن عمر ﷛ انہیں مفتیوں میں شمار کرتے تھے، قتادہ ﷬ کہتے ہیں میں نے سیدنا حضرت سعید بن المسیب ﷬ سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔سیدنا حضرت امام زہری ﷬ اور سیدنا حضرت مکحول ﷬ کی بھی یہی رائے تھی۔سیدنا حضرت علی بن مدینی ﷬ کہتے ہیں تابعین میں سے وسعت علم میں سیدنا حضرت سعید بن المسیب ﷬ سے زیادہ میں کسی کو نہیں جانتا۔میرے نزدیک وہ بزرگ ترین تابعی ہیں۔ریاضت وعبادت کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور عمر میں چالیس حج کئے جماعت کے اس قدر پابند تھے کہ پچاس سال تک تکبیر اولیٰ قضا نہیں ہوئی اور نہ ہی ان سے پہلے کوئی مسجد میں گیا۔ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے لگیں۔کسی حکیم نے کہا اگر عقیق (ایک جگہ کا نام ہے) چلے جاؤ تو وہاں کے سبزہ زاروں کی طرف دیکھنے سے اور تازگی اور ستھری ہوا سے آنکھیں درست ہو جائیں گی۔فرمانے لگے عشاء صبح کی نماز کا کیا کروں۔یعنی وہ جماعت سے ادا نہ کرسکوں گا اور ترک سنت کا مرتکب ہوں گا۔اتنا اتباع سنت نبوی کا یہ جذبہ تھا اور اس پر غیر متزلزل استقامت کی یہ کیفیت تھی اور دوسرا جو حضور کریم ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی کرتا انہیں ایک آنکھ نہ بھاتا۔

(سنت خیر الانام،ص،۱۳۷)

سیدنا حضرت علقمہ ﷬ فرمایا کرتے۔

احیاء العلم المذاکرۃ۔

یعنی بار بار دہرانا علم کا زندہ رکھا کرتا ہے اکثر اپنے شاگردوں کو نصیحت کیا کرتے۔

تذکروا الحدیث فان حیاته ذکرہ۔

حدیث کو بار بار دہرایا کرو، کیونکہ دہرانا ہی اس کی زندگی ہے۔

(سنت خیر الانام،ص،۱۴۲)

سیدنا حضرت ابن عباس ﷜ انہیں اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور قریشی نیچے بیٹھے ہوئے ہوتے اور فرماتے۔

ھکذا العلم یزید الشریف شرفا۔

یعنی علم یوں شریفوں کے اعزاز واکرام میں اضافہ کرتا ہے۔

سیدنا حضرت ابن ابی داؤد ﷫ کہا کرتے کہ صحابہ ﷢ کے بعد ان سے زیادہ علوم قرآن کا کوئی ماہر نہیں۔ ان کے مندرجہ ذیل بیان سے ان کے شوق علم اور پابندی شریعت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''جس وقت مجھے پتا چلتا ہے کہ فلاں شخص کو حضور کریم ﷺ کی کسی حدیث کا علم ہے تو کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچتا ہوں۔ وہاں جا کر سب سے پہلے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور نماز کے ارکان کی ادائیگی کا کیا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ اگر اس کا تسلی بخش جواب پاتا ہوں تو اس کے ہاں قیام بھی کرتا ہوں اور اس سے حدیث بھی سنتا ہوں لیکن اگر نماز کے بارے میں اس کی سہل انگاری کا پتہ چلتا ہے تو واپس لوٹ آتا ہوں اور اس سے حدیث نہیں سنتا اور کہتا ہوں کہ۔

ھو لغیر الصلاۃ اضیع۔

یعنی جسے نماز کا پاس واہتمام نہیں۔

وہ اگر کسی دوسری بات میں غفلت کرے تو کچھ بعید ہے۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۴۵)

سیدنا امام اوزاعی ﷫ کے یہ ارشادات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

اصبر نفسک علی السنۃ واسلک سبیل سلفک الصالح۔

اتباع سنت نبوی پر ثابت قدم رہو اور سلف صالحین کے راستہ پر گامزن رہو۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۵۷)

سیدنا امام اوزاعی ﷫ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

عبدالرحمن ابت الذی تامر بالمعروف وتنھی عن المنکر۔

تو ہی وہ عبدالرحمن ہے جو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

قلت بفضلک یارب:

میں نے عرض کی یہ تیرا ہی فضل وکرم ہے

اے میرے پروردگار۔ پھر میں نے عرض کی:

یارب امتنی علی الاسلام۔

الٰہی! میرا خاتمہ اسلام پر کر۔

تو جواب ملا کہ دعا کے ساتھ وعلی السنۃ کا بھی اضافہ کرو یعنی یہ دعا مانگو۔

یارب امتنی علی الاسلام وعلی السنۃ۔

ترجمہ: اے میرے رب! میرا خاتمہ اسلام اور سنت خیر الانام ﷺ پر ہو۔ (سنت خیر الانام، ص، ۱۵۹)

یحیٰ بن یمان سے منقول ہے کہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

العالم طبیب الدین والدرهم داء الدین فاذا جذب الطبیب الداء فمتى يداوى غيره۔

ترجمہ: عالم دین کا طبیب ہے اور روپیہ دین کی بیماری ہے۔ اگر طبیب بیماری کو اپنی طرف کھینچنے لگے تو پھر وہ دوسروں کا کیا خاک علاج کرے گا۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۶۴)

حضرت سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یا هذا ما اخذته فی اربعین سنة ان تاخذه انت فی یوم واحد۔

میاں! جو علم میں نے چالیس سال کی محنت شاقہ کے بعد حاصل کیا، تو ایک ہی روز میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یعنی اس کام میں عجلت نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر و استقامت سے کام لینا چاہیے۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۶۱)

لفظ سنت کی تشریح:

یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک اس کا لغوی معنی ہے، دوسرا اس کا وہ معنی ہے جس میں اس کو علماء فقہ استعمال کرتے ہیں اور تیسرا وہ معنی جو علماء اصول کے نزدیک معتبر ہے۔

(۱) السنة فی اللغة الطريقة المعتادة محمودة كانت او لا۔

لغت میں سنت اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو عام مروج ہو خواہ اچھا ہو یا برا ہو۔

(۲) وفی الفقه ما واظب صلی الله عليه وسلم على فعله مع ترك ما بلا عذر۔

فقہ میں سنت اس فعل کو کہا جاتا ہے، جس کو رسول ﷺ نے ہمیشہ کیا، ولیکن کبھی اسے بغیر عذر کے ترک بھی فرما دیا ہو۔

(۳) وفی الاصول قوله عليه السلام وفعله وتقريره مما ليس من الامور الطبيعية۔ (التحریر للا مال ابن ہمام وشرحہ التقریر، ج، ۲، ص، ۲۲۳)

علم اصول میں سنت کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اس قول اور اس فعل اور اس تقریر کو جو ان امور سے نہ ہوں جن کا تعلق طبیعت انسانی کے ساتھ ہے۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۹۱)

رسالت مآب ﷺ کے اعمال طبیعیہ کی پابندی:

وكان شديد الاتباع لآثار رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حتى أنه ينزل منازله، ويصلى في كل مكان صلى فيه، ويبرك ناقته في مبرك ناقته، ونقلوا أن النبي - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نزل تحت شجرة، فكان ابن عمر يتعاهدها بالماء۔

(تہذیب الاسماء للامام النووی، ج، ۱، ص، ۲۷۹)

اگر چہ نبی کریم ﷺ کی عادات ہمارے لئے اس معنی میں شرع نہیں کہ ہم ان کی پابندی پر مجبور ہوں اور ان کے خلاف دوسری عادات کو اپنائیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان کہلائیں لیکن اس کے باوجود جن سعادت مندان ازلی کو ذوق محبت کی لذتوں سے آشنا کیا گیا ہے ان کی سیرتیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ وہ ہر بات میں اپنے محبوب اکرم ﷺ کی اتباع کو اپنے لئے سرمایہ سعادت تصور کرتے تھے اور ان کی یہ انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو حضور ﷺ کے کسی عمل کے خلاف ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تو یہ حالت تھی۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۹۶)

کہ آپ حضور ﷺ کے آثار کے اتباع کا بھی از حد خیال رکھتے تھے، یہاں تک کہ اگر سفر کرتے تو اسی جگہ راستہ میں قیام فرماتے جہاں حضور شفیع محشر ﷺ نے قیام فرمایا ہوتا اور جس جس مکان پر حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی وہاں نماز ادا کرتے اور جس جگہ حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھی اسی جگہ پر اپنی اونٹنی کو بٹھاتے۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا۔ اس کو ہمیشہ پانی دیتے تا کہ وہ (درخت جس سے ان کے محبوب کی دلنواز یاد وابستہ ہے) ہمیشہ سرسبز وشاداب رہے۔

اسی طرح اگر ان اولوالعزم ہستیوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے، جو بغیر کسی مادی سہارے اور بغیر کسی حکومت کی پشت پناہی کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں توحید کا پیغام لے کر پہنچے اور جہاں گئے وہاں اسلام کا پرچم یوں گاڑا کہ پھر اسے کوئی طاقت اکھیڑ نہ سکی۔ ان اولیائے اکرام کے حالات زندگی اگر آپ پڑھیں تو ہر بات میں اتباع رسالت کی شیفتگی دیکھ کر آپ حیران ہو جائیں گے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے ساری عمر میں اس لئے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ ان کے آقا و مولیٰ ﷺ نے خربوزہ کو کس طرح تناول فرمایا ہے۔ شاید آپ کو اتباع کا یہ انداز پسند نہ آیا ہو۔ لیکن اس کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمانے سے پہلے واقف اسرار خودی وشارح رموز بے خودی علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا قول فیصل سن لیجئے۔

کیفیت هاخیز داز صهبائے عشق		هست هم تقلید ازاسمائے عشق
کا مل بسطام درتقلید فرد		اجتناب ازخوردن خربوزه کرد
عاشقی؟ محکم شواز تقلید یار		تاکمند تو شود یزداں شکار!

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم الحادو مادیت اور باحیت واخلاق باختگی کی تاریکیوں میں مشکوٰۃ نبوت سے زیادہ سے زیادہ اکتساب نور کرتے تا کہ خود بھی راہ حق سے نہ بھٹکتے اور دوسروں کو بھی ان اندھیروں سے باہر نکلنے کا راستہ دکھاتے لیکن شومئ قسمت اس امت میں ہی ایسے حضرات بھی ہیں جو ہمیں یہ نصیحت کرتے کہ سنت نبوی ﷺ کی یہ قندیل فروزاں جو تم نے اٹھا رکھی ہے۔ اسے گل کر دو۔

آج کل تو تاریکی کا دور دورہ ہے۔ اپنے زمانہ کا ساتھ دو، ورنہ دنیا تمہیں کہے گی یہ غیر مہذب ہیں، یہ غیر متمدن ہیں یہ اس عہد رفتہ کے آثار قدیمہ ہے جبکہ فاران کی چوٹیوں سے ایک آفتاب ابھرا تھا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا تھا اور وادی وادی تجلیات ربانی سے پرنور ہوگئی تھی۔

(سنت خیر الانام، ص، ۱۹۷)

فصل رابع:

أَخبرنا عَمرو بنُ عَونٍ، عَن خَالِدِ بنِ عَبدِ الله، عَن عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَن أَبِي البَختَرِيِّ، وَزَاذَانَ، قَالَا: قَالَ عَلِيٌّ رِضوَانُ الله عَلَيهِ "وَا بَردَهَا عَلَى الكَبِدِ إِذَا سُئِلتُ عَمَّا لَا أَعلَمُ، أَن أَقُولَ: الله أَعلَمُ۔

ترجمہ: حضرت ابوبختری ﷺ اور حضرت زاذان ﷺ بیان کرتے ہیں۔حضرت علی ﷺ نے ارشادفرمایا ہے: کلیجے کے لیے سب سے زیادہ ٹھنڈی بات یہ ہے کہ جب مجھ سے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جس کا مجھے علم نہ ہوتو میں جواب میں یہ کہہ دوں کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۱۸۱، ج۱، ص ۲۷۴، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، أَخبرنا سُفيَانُ، عَن أَبِي رَبَاحٍ شَيخٍ مِن آلِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى سَعِيدُ بنُ المُسَيِّبِ رَجُلًا يُصَلِّي بَعدَ العَصرِ الرَّكعَتَينِ يُكبِرُ، فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ: أَيُعَذِّبُنِي الله عَلَى الصَّلَاةِ؟ قَالَ: لَا وَلَكِن يُعَذِّبُكَ الله بِخِلَافِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت عمر ﷺ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے حضرت ابوریاح نامی علیہ السلام ایک بزرگ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سیدنا سعید بن مسیب ﷺ نے ایک شخص کوعصر کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا۔اس شخص نے اس سے دریافت کیا اے حضرت ابومحمد ﷺ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دے گا تو حضرت سیدنا سعید بن مسیب ﷺ نے جواب دیا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں سنت کی خلاف ورزی کرنے پر عذاب دے گا۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۴۵۰، ج۱، ص ۴۰۴، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ السَّعدِيُّ، أَنبَأَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ، أَنبَأَنَا العَوَّامُ بنُ حَوشَبٍ أَبُو عِيسَى الشَّيبَانِيُّ، حَدَّثَنَا القَاسِمُ بنُ عَوفٍ الشَّيبَانِيُّ، عَن أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ الله عَنهُ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ، أَن لَا يَغلِبُونَا عَلَى ثَلَاثٍ: أَن نَأمُرَ بِالمَعرُوفِ، وَنَنهَى عَنِ المُنكَرِ، وَنُعَلِّمَ النَّاسَ السُّنَنَ۔

ترجمہ: حضرت ابوذرغفاری ﷺ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم تین معاملات کے بارے میں کوتاہی کا شکار نہ ہوں۔ایک یہ کہ ہم نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور لوگوں کوسنت کی تعلیم دیں۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۵۶۰، ج۱، ص ۴۵۵، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنا أَبُو النُّعمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ، عَنِ الزُّبَيرِ بنِ الخِرِّيتِ، عَن عِكرِمَةَ، قَالَ: كَانَ ابنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنهُمَا، يَضَعُ فِي رِجلَيَّ الكَبلَ، وَيُعَلِّمُنِي القُرآنَ وَالسُّنَنَ

ترجمہ: حضرت عکرمہ ﷺ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس ﷺ میرے پاؤں میں بیڑی ڈال کر مجھے قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۵۷۲، ج۱، ص ۴۶۰، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنا مُحَمَّدُ بنُ كَثِيرٍ، عَنِ الأَوزَاعِيِّ، عَن حَسَّانَ، قَالَ: كَانَ جِبرِيلُ يَنزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ، كَمَا يَنزِلُ عَلَيهِ بِالقُرآنِ

ترجمہ: حضرت حسان ﷺ بیان کرتے ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام سنت کا حکم لے کر اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جیسے قرآن لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۶۰۸، ج۱، ص۴۷۴، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنَا أَبو المغِيرَةِ، حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يُونُسَ بنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: كَانَ مَنْ مَضَى مِنْ عُلَمَائِنَا يَقُولُونَ: الاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ، وَالعِلْمُ يُقْبَضُ قَبْضًا سَرِيعًا، فَنَعْشُ العِلْمِ ثَبَاتُ الدِّينِ وَالدُّنْيَا، وَفِي ذَهَابِ العِلْمِ ذَهَابُ ذَلِكَ كُلِّهِ

ترجمہ: حضرت امام زہری ﷺ بیان کرتے ہیں، ہمارے جو علماء گزر چکے ہیں وہ کہا کرتے تھے، سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہی نجات ہے اور علم کو بڑی تیزی سے قبض کرلیا جائے گا علم کو برقرار رکھنا دین اور دنیا کو ثابت رکھنے کے مترادف ہے اور علم کی رخصتی میں ان سے (دین و دنیا کی نعمتوں) کی رخصتی ہے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۹۷، ج۱، ص۲۳۰، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنَا أَبو المغِيرَةِ، حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَوَّلَ ذَهَابِ الدِّينِ تَرْكُ السُّنَّةِ، يَذْهَبُ الدِّينُ سُنَّةً سُنَّةً، كَمَا يَذْهَبُ الحَبْلُ قُوَّةً قُوَّةً

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دیلمی ﷺ بیان کرتے ہیں، مجھے یہ بات پتہ چلی ہے کہ دین میں سب سے زیادہ سنت کو ترک کرنا آئے گا ایک، ایک سنت کر کے دین اس طرح رخصت ہوگا جیسے کوئی رسی ایک، ایک دھاگہ کر کے ٹوٹ جاتی ہے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۹۸، ج۱، ص۲۳۰، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنَا أَبو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بنُ صَالِحٍ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ حَاضِرٍ الأَزْدِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ أَوْصِنِي. فَقَالَ: نَعَمْ، »عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالاِسْتِقَامَةِ، اتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ

ترجمہ: حضرت سیدنا عثمان بن حاضر ازدی ﷺ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عباس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے کوئی نصیحت کریں۔ جواب دیا، ہاں تم اللہ کے خوف کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ استقامت کو لازم کرلو (حدیث کی پیروی کرو) بدعت کی پیروی نہ کرو۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۱۴۱، ج۱، ص۲۵۰، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنَا يُوسُفُ بنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ، عَنِ ابنِ عَوْنٍ، عَنِ ابنِ سِيرِينَ قَالَ: مَا دَامَ عَلَى الأَثَرِ فَهُوَ عَلَى الطَّرِيقِ

ترجمہ: حضرت سیدنا امام ابن سیرین ﷺ بیان کرتے ہیں: آدمی جب تک سنت کی پیروی کرتا رہے وہ سیدھے راستے پر گامزن رہتا ہے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، رقم:۱۴۳، ج۱، ص۲۵۱، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

وقال صلى الله عليه وسلم لكل عامل شرة ولكل شرة فترة فمن كانت فترته على سنتي فقد اهتدى.

ترجمہ: حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: ہر عمل کرنے والے کے لئے محنت و مشقت ہے اور ہر مشقت کے لئے راحت ہے جس کی راحت میری سنت ہو وہ ہدایت پا گیا۔

(احمد، طبرانی، احیاء علوم الدین، کتاب آداب النکاح، ج۲، ص۴۵، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

بطور نصیحت آپ کا فرمان:

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت تاجدارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے (جس میں) تم بھی باتیں کرتے ہو اور تم سے بھی باتیں کی جاتی ہیں جب میرا انتقال ہوگا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں اگر میں خیر دیکھوں گا اللہ کی حمد کروں گا اور اگر شر دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے استغفار کروں گا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت غضیف بن حارث ثمالی راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم (دین میں) نئی بات نکالتی ہے (یعنی ایسی بدعت جو سنت کے مزاحم ہو) تو اس کے مثل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے (بدعت سے بہتر ہے۔'' (احمد)

تشریح:۔ حضرت سید جمال الدین علیہ الرحمۃ سے بھی یہی منقول ہے نیز وہ لکھتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ جس نے آدابِ سنت کی رعایت کی مثلاً اس کا بیت الخلاء جانا بھی آداب سنت کے مطابق ہے تو خدا ﷻ کی جانب سے یہ توفیق دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اعلیٰ سنت پر عمل کرے، چنانچہ توفیق الٰہی کا وہی نور اعلیٰ مقامات کی طرف اس کی رہنمائی کرتا رہتا ہے آخر کار منزل مقصود تک جا پہنچتا ہے۔ اور جو شخص کسی معمولی سنت کو بھی ترک کرتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر یہ خامی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دوسری اعلیٰ و افضل چیزوں کو بھی ترک کرتا رہتا ہے اور اس کی سلامتی قلب ترک سنت کی ظلمت میں پھنس کر تنزل کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ مقام رین وطبع تک جا گرتا ہے۔

حضور سیدی مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر بڑی اچھی بات کہی ہے کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کسل وسستی کی وجہ سے سنت کو ترک کرنا ملامت وعتاب کا باعث ہے اور سنت کو ناقابل اعتناء سمجھ کر اس پر عمل کرنا معصیت اور عذاب خداوندی کا سبب ہے اور سنت کا انکار بدعتی ہونے کا اظہار ہے لیکن اگر کسی بدعت کو خواہ بدعت حسنہ کیوں نہ ترک کر دیا جائے تو یہ تمام باتیں لازم نہیں آتیں، گویا سنت کو ترک کرنا بے شمار نقصان وفساد کا باعث ہے مگر بدعت کو ترک کرنا کوئی اثر نہیں ڈالتا اس لیے اس سے معلوم ہوا کہ سنت پر عمل کرنا خواہ کتنی ہی معمولی ہو، فلاح وسعادت اور بہتری کا باعث ہے اور بدعت پر عمل کرنا خواہ وہ حسنہ ہو اس کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید ا، ص، ۲۱۷۔۲۱۶)

مسئلہ ۷۴ تا ۷۸: مرسلہ عبدالواحد خاں صاحب مسلم بمبئی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

سوال کیا حدیثوں کے انکار سے انسان کافر ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو کن حدیثوں کے انکار سے؟

جواب: حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر المعنیٰ، اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقاً کفر ہے اگرچہ حدیث احاد بلکہ ضعیف بلکہ فی الواقع اس سے بھی نازل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۴، ص، ۲۷۹، ۲۸۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ يا أبا هريرة لا تدخلنّ علی أمير وان غلبت علی ذلک، فلا تجاوز سنتی ولا تخافنّ سيفه وسوطه، ان تأمره بتقوی الله وطاعته يا أبا هريرة ان كنت وزير أمير أو مشير امير او داخلا علی أمير فلا تخالفنّ سنتی ولا سيرتی،

فان من خالف سنتی و سیرتی جیء بہ یوم القیامۃ تاخذہ النار من کل مکان ثم یصیر الی النار۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احمد مصطفی نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کسی (حکومتی) امیر کے پاس نہ جانا، اور اگر تو مغلوب ہو جائے یعنی مجبوراً تجھے جانا پڑے تو میری سنت سے تجاوز نہ کرنا اور ہرگز اسکی تلوار اور اس کے کوڑے سے نہ ڈرنا، کہ تم اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تقویٰ کا حکم دو گے۔

اے ابو ہریرہ! رضی اللہ عنہ اگر تم کسی امیر اور حکمران کے وزیر یا مشیر بن جاؤ یا اس کے پاس جاؤ تو ہرگز میری سنت اور سیرت کی مخالفت نہ کرنا، کیونکہ جس نے میری سنت اور سیرت کی مخالفت کی وہ قیامت کے روز اسی طرح آئے گا کہ آگ ہر طرف سے گھیرتی رہے گی اور پھر اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

(الدیلمی، کنز العمال، رقم: ۲۹۸۴۹، ج، ۳، ص، ۲۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "يَا عُثْمَانُ، لَا تَرْغَبْ عَنْ سُنَّتِي، فَإِنَّهُ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي، ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَتُوبَ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ عَنْ حَوْضِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی ﷺ سے مروی ہے کہ "اے عثمان میری سنت سے اعراض مت برتنا، کیونکہ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا قیامت کے دن فرشتے اس کا چہرہ میرے حوض (کی طرف) سے پھیر دیں گے۔"

(نوادر الاصول فی احادیث الرسول، ج، ۴، ص، ۹، الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، ج، ۷، ص، ۳۹۲، رقم: ۶۹۶۷)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وأحمد بن محمد بن عيسى بن الأزهر: وَقَدْ رَآهُ بَعْضُهُمْ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلَّم فَقَامَ إِلَيْهِ وَصَافَحَهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: مَرْحَبًا بِمَنْ عَمِلَ بِسُنَّتِي وَأَثَرِي.

ترجمہ: احمد بن محمد بن عیسیٰ بن الازہر علیہ الرحمہ وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ ﷺ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے مصافحہ فرمایا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اپنی سنت پر عمل کرنے والے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج، ۱۱، ص، ۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وَقَدْ كَانَ الصَّحَابَةُ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، يَهَابُونَهُ كَثِيرًا، فَلَا يَتَجَاسَرُونَ عَلَى مُخَالَفَتِهِ غَالِبًا وَكَانَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ يُخَالِفُهُ، فَيُقَالُ لَهُ: إِنَّ أَبَاكَ كَانَ يَنْهَى عَنْهَا. فَيَقُولُ: لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ، قَدْ فَعَلَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَفَسُنَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُتَّبَعُ أَمْ سُنَّةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ؟ وَكَذَلِكَ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَنْهَى عَنْهَا، وَخَالَفَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - كَمَا تَقَدَّمَ - وَقَالَ: لَا أَدَعُ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم بہت مرعوب اور خوفزدہ تھے، عام طور پر صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ مخالفت کی جرت نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ سے کر لیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا، آپ کے والد تو اس بات سے منع کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جواب میں

کہتے ہیں، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔

سنو! رسول اللہ ﷺ نے یہ فعل بذات خود کیا ہے:

أَفَسُنَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَتَّبِعُ أَمْ سُنَّةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

ترجمہ: کیا سنت رسول ﷺ کی پیروی کی جائے گی یا عمر بن خطاب کی بات۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حج قرآن سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مخالفت کی، اور فرمایا میں کسی شخص کی اپنی ذاتی رائے کی خاطر سنت رسول ﷺ ترک نہیں کرسکتا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

عَنْ سَالِمٍ أَنَّ الْحَجَّاجَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ كَيْفَ تصنع في هذا الموقف فقال: إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ تَبْتَغُونَ بِذَلِكَ إِلَّا سنة.

ترجمہ: امام بخاری علیہ الرحمہ بذریعہ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ از حضرت سالم رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ حجاج نے (جس سال حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا عرفہ کے دن آپ کا کیا اصول ہے؟ تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا اگر سنت پر عمل مقصود ہو تو عرفہ کے دن نماز اول وقت میں پڑھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سالم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی کہ سنت یہی ہے کہ وہ لوگ ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی کیا ہے تو سالم رضی اللہ عنہ نے کہا سنت سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہی تو ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۱۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علی تاویلاته المعروفة فی امثال المقام وحدیثه، عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی الله تعالی عنه فی المختلفین عن الجماعات لو ترکتم، سنة نبیکم لکفرتم۔

ترجمہ: اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر مسند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضور ﷺ کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کردی تو تم نے کفر کیا۔

(سنن ابی داؤد، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۱/۸۱) (فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۸۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

أَخبرنا مُحَمَّدُ بنُ أَحمَدَ، قَالَ: سَمِعتُ سفيَانَ، يَقُولُ: قَالَ عُبَيدُ اللهِ، شِنتُمُ العِلمَ، وَأَذهَبتُم نُورَهُ، وَلَو أَدرَكَنِي وَإِيَّاكُم عُمَرُ رضوان الله عليه لَأَوجَعَنَا

ترجمہ: حضرت عبیداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں تم لوگوں نے علم کو رسوا کر دیا ہے اور اس کا نور ختم کر دیا ہے اگر حضرت عمر ﷺ مجھے اور تم جیسے لوگوں کو پا لیتے تو ہماری پٹائی کرتے۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، باب صیانۃ العلم، رقم:۶۰۱) شریف جلد اول، ص 214)

أَخبرنا أَبُو المُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا الأَوزَاعِيُّ، عَن عَبدَةَ بنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: مَن أَحدَثَ رَأيًا لَيسَ فِي كِتَابِ اللهِ، وَلَم تَمضِ بِهِ سُنَّةٌ مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، لَم يَدرِ عَلَى مَا هُوَ مِنهُ، إِذَا لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: جو شخص اپنی ایسی رائے ایجاد کرے جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو اور اسکے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی سنت بھی موجود نہ ہو اور اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ جب وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کا کیا حال ہوگا۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، باب الفتیا ومافیہ من الشدۃ، رقم:۱۶۰، ج۱، ص۲۵۹، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

أَخبرنا مُحَمَّدُ بنُ أَحمَدَ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ، عَن أَبِي سِنَانٍ، عَن سَعِيدِ بنِ جُبَيرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه، قَالَ: مَن أَفتَى بِفُتيَا يَعمَى عنهَا، فَإِثمُهَا عَلَيهِ

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: جو شخص کوئی ایسا فتویٰ دے جس سے وہ آگاہ نہیں ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہوگا۔

(سنن الدارمی، المقدمۃ، باب الفتیا ومافیہ من الشدۃ، رقم:۱۶۲، ج۱، ص۲۶۱، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

وَعَن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَت: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: سِتَّةٌ لَعَنتُهُم وَلَعَنَهُمُ اللهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يجاب: الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللهِ وَالمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللهِ وَالمُتَسَلِّطُ بِالجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ مَن أَذَلَّهُ اللهُ وَيُذِلَّ مَن أَعَزَّهُ اللهُ وَالمُستَحِلُّ لِحَرَمِ اللهِ وَالمُستَحِلُّ مِن عِترَتِي مَا حَرَّمَ اللهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي-رَوَاهُ البَيهَقِيُّ فِي المدخل ورزين فِي كِتَابه

ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ ﷺ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں ﷺ نے اور اللہ ﷻ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی علیہ السلام مقبول الدعاء ہے۔ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا، اللہ کی تقدیر کا انکاری، جبراً قبضہ جمانے والا تاکہ انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ عزوجل نے عزت دی اور انہیں عزت دے جنہیں اللہ ﷻ نے ذلیل کیا، اور اللہ ﷻ کے حرام کو حلال سمجھنے والا، اور میری آل ﷺ کے متعلق وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ ﷻ نے حرام کیا اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔

(رواہ البیہقی فی المدخل ورزین فی کتابہ مشکوۃ المصابیح، رقم:۱۰۹)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

یعنی حضور ﷺ کی اولاد کی بے حرمتی، ان پر ظلم و ستم کرنے والا۔ عزت رسول اللہ ﷺ اولاد فاطمہ زہرا ﷺ ہے۔ ان کی تعظیم داخل فی الدین ہے۔ جب قرب

کعبہ کی وجہ سے حرم کی زمین کا احترام ہے تو قرابت مصطفی ﷺ کی وجہ سے سادات کرام کا احترام یقیناً لازم ہے یا اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ جو میری اولاد ہو اور اللہ کے حرام کو حلال جانے اس پر لعنت ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

کہ اگرچہ جرم سب کے لئے برا مگر سادات کے لئے زیادہ برا، اس سے سید حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔ وہ اپنے باپ داداؤں کا نمونہ بنیں، صرف سید ہونے پر فخر نہ کریں۔ حقیر جان کر سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ، زائدہ ہو یا ھدٰی، اس کو حقیر جاننا، مذاق اڑانا، قطعاً کفر ہے۔ سنت ہدیٰ کا ہمیشہ چھوڑنے والا حضور (حضرت مدنی تاجدار ﷺ) کی ایک شفاعت سے محروم ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۱۱۲، ۱۱۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

عشاق کہتے ہیں کہ نانا کی گود میں پیشاب کرنا سنتِ حسین ﷺ ہے اور نواسے سے اپنے کپڑوں پر پیشاب کرانا سنتِ رسول اللہ (حضرت آقائے دوجہاں ﷺ) ہے سنا گیا ہے کہ حضرت مجدد سرہندی ﷺ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے ایک نواسا (یعنی بیٹی کا لڑکا) ہوگا، اس بچے سے میری قبر پر پیشاب کرا دیا جائے، پھر قبر دھو دی جائے کیونکہ ساری سنتوں پر میں نے عمل کیا، نواسے سے پیشاب کرانے کی سنت ادا نہیں ہو سکتی، یہ سنت میری قبر پر ادا کرائی جائے۔ سبحان اللہ فتویٰ عشق کچھ اور ہی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۳۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

قال عبد اللہ بن المبارک "مَنْ تَهَاوَنَ بِالْاٰدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ بالسُّنَنِ۔ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَنِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ۔ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ المعْرِفَةِ"۔

ترجمہ: سیدنا حضرت عبد اللہ بن مبارک ﷺ نے فرمایا: جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے اس کو یہ سزا ملتی ہے کہ وہ سنتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور جو سنتوں میں سستی کرتا ہے اس کو فرائض سے سزاً محروم کر دیا جاتا ہے اور جو فرائض سے سستی وغفلت کرتا ہے اس کو معرفت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(نزھۃ المجالس، ج ۱، ص ۸۷، قطب الارشاد، ص ۱۴، تفسیر عزیزی، عوارف المعارف، الباب الحادی الثلاثون، ص ۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

لَو كَانَ حُبّكَ صَادِقا لأطعتَهٗ		إنَّ المحبَّ لمن أحبَّ مُطِيعٌ

ترجمہ: گر تمہاری محبت سچی ہوتی تو محبوب کی بات مانتے اس لئے کہ عاشق تو محبوب کی بات مانا ہی کرتا ہے۔

(المحاسن والاضداد، ص ۱۶۸، الکامل فی اللغۃ والادب، ج ۲، ص ۴، المجالس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی، ص ۲۸۶، احسن ما سمعت، ص ۱۱، روض الاخیار المنتخب من ربیر الابرار، ص ۲۶)

عَنْ عبد اللہ بنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهٗ إِلَى سُنَّتِي فَقَدِ اهْتَدَى وَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهٗ إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هلكَ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر عمل میں (بسا اوقات آدمی کو) چستی اور نشاط ہوتا ہے اور ہر چستی کے بعد (ایک نہ ایک وقت ضرور) سستی بھی آتی ہے، پس جس شخص کا (عمل) سستی کے زمانہ میں میری سنت (کی حدود کے اندر) رہ رہے گیا وہ ہدایت یاب

ہوگیا، اور جس کا سستی کے زمانہ کا (عمل) سنت سے ہٹ گیا وہ تباہ ہوگیا۔

(السنۃ لابن ابی عاصم، ج ۱، ص ۲۸، رقم: ۵۱ صحیح ابن حبان، ج ۱، ص ۱۸۷، رقم: ۱۱، الترغیب والترھیب، ج ۱، ص ۴۶، رقم: ۹۰)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

فی الصراع الاعتصام چنگ در زدن وچنگ در زدن بکتاب وسنت واعتقادآوردن بحقیت آں وعمل کردن شبانچه دران واقع شده وددربودن از بدعت ومذاهب اهل هوا ومراد بکتاب قرآنمجید است وسنت بمعنی سیرت وطریقه مسلوکه در دیں آمده بمعنی آنچه مواظبت کرده بران حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بی وجوب ومراد اینجا انچه امرونهی کرده شده است بدان درغیر کتاب بقرینه مقابلت

ترجمہ: صراح میں ہے اعتصام بمعنی پنجہ گاڑھنا اور مضبوطی سے تھامنا، کتاب وسنت سے اعتصام کا معنی ہے کتاب وسنت کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا اور جو کچھ اس میں آیا ہے اس پر عمل کرنا اور بدعت اور اہل ہوا کے مذہب سے دور رہنا کتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور سنت بمعنی سیرت اور وہ طریقہ جس پر دین میں لوگ چلتے ہیں سنت سے وہ امور بھی مراد ہیں جو حضرت سیدی آقا ﷺ نے ہمیشہ کئے بغیر اس کے کہ وہ واجب یا ضروری ہوں یہاں سنت سے اوامر ونواہی مراد ہیں جو کتاب اللہ کے علاوہ حضرت سیدی آقا ﷺ نے احادیث میں بیان فرمائے۔ کتاب اللہ کے اوامر ونواہی مراد نہیں ہیں کہ ان کا کتاب کی صورت میں یہاں الگ ذکر موجود ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان، باب، بالقدر، ج ۱، ص ۱۳۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وعَن أنس قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تصبح و تمسي لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ: يَا بني وَذَلِكَ من سنتي وَمن أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الجنَّة

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مدنی تاجدار ﷺ نے فرمایا اے میرے عزیز بیٹے اگر تو صبح وشام ایسے حال میں کرسکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسا کر پھر فرمایا اے میرے عزیز بیٹے یہ کام میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(سنن الترمذی، ابواب العلم، رقم الحدیث: ۲۶۷۸، ص ۶۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، رقم: ۱۷۵)

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری علیہ الرحمہ، متوفی ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں:

پس تا شخص ایشان بر جای است در کل احوال آداب متابعت بر ایشان جاری است گاه به تکلف و گاه بی تکلف. چون حال ایشان صحو باشد ایشان به تکلف حفظ آداب میکنند و چون حال ایشان سکر بود، حق تعالی ادب بر ایشان نگاه میدارد و بهیچ صفت تارک الادب ولی نباشد، لأنَّ المودَّةَ عندَ الآدابِ وحُسنُ الآدابِ صِفَةُ الأحبابِ.

ترجمہ: یاد رکھو ولی اللہ کسی عالم میں بھی تارک ادب نہیں ہوتا۔ ولایت کے لئے سنت پیغمبر ﷺ کی پیروی ضروری ہے اور تارک ادب اخلاق محمدی سے بہت دور ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ترک ادب فقدان محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ محبت ادب ہونے کی صورت میں ہوتی ہے اور اچھا ادب دوستی کی صفت ہے۔

(کشف المحجوب، ص ۴۳۳، کتب خانہ ملی، ایران)

شیخ المشائخ حضرت ناصر الدین عبید اللہ بن محمود سمرقندی، عرف خواجہ احرار، متوفی، ۸۹۵ھ، لکھتے ہیں:

ترک قلیما ادب وسنت لار		هرنی مقدار که ترک ایتسانگ اگر

ترجمہ: اور جو کچھ بھی چھوڑو لیکن ادب اور سنتِ نبوی کو ہرگز ترک نہ کرو۔

(رسالہ والدیہ، ص:۹۹)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ سَهْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ التُّسْتَرِيُّ: عَلَيْكُمْ بِالِاقْتِدَاءِ بِالْأَثَرِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنَّهُ سَيَأْتِي عَنْ قَلِيلٍ زَمَانٌ إِذَا ذَكَرَ إِنْسَانٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ والاقتداء به في جميع أحوال ذَمُّوهُ وَنَفَرُوا عَنْهُ وَتبرءُوا مِنْهُ وَأَذَلُّوهُ وَأَهَانُوهُ۔

ترجمہ: اور سیدنا حضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: تم پر اثر وسنت کی اقتدا کرنا لازم ہے، کیونکہ ڈر ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب کوئی انسان حضور نبی کریم ﷺ اور تمام احوال میں آپ کی اقتدا اور پیروی کرنے کا ذکر کرے گا تو لوگ اس کی مذمت کریں گے اور اس سے نفرت کریں گے اور اس سے برأت اختیار کرلیں گے اور وہ اسے ذلیل ورسوا کریں گے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ج، ۷، ص، ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ الْفَضْلُ بْنُ زِيَادٍ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَعْنِي أَحْمَدَ بن حنبل وسيل عَنْ هَذَا الحديثِ الَّذِي رُوِيَ أَنَّ السُّنَّةَ قَاضِيَةٌ عَلَى الْكِتَابِ فَقَالَ: مَا أَجْسُرُ عَلَى هَذَا أَنْ أَقُولَهُ، وَلَكِنِّي أَقُولُ: إِنَّ السُّنَّةَ تُفَسِّرُ الْكِتَابَ وَتُبَيِّنُهُ۔

ترجمہ: حضرت فضل بن زیاد علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں نے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کو سنا جبکہ اس حدیث کے بارے میں ان سے پوچھا گیا جس میں ہے کہ سنت کتاب اللہ پر فیصلہ کرتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں تو کہتا ہوں: سنت کتاب کی تفسیر کرتی ہے اور اسے بیان کرتی ہے۔

(تفسیر القرطبی، مقدمۃ المولف، باب ماجاء من الوعید فی تفسیر القرآن بالرأی، ج، ۱، ص، ۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترغیب اتباعِ سنت واحتراز بدعت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۵۵۔منہا: سعی باید کرد که عمل به سنت میسر شود و اجتناب از بدعت علی الخصوص بدعتے که رافع سنت باشد۔ قال علیه الصلوٰة والسلام من احدث فی دیننا هٰذا فهو ردّ۔ عجب می آید از حال جماعتے که در دین با وجود اکمال و اتمام آن چیزها احداث می کنند وبآن محدثات تکمیل دین می جویند و باک ندارند از انکه مبادا ازین مخترع رفع سنت شود مثلاً ارسال فش بین الکتفین سنت است جمعے ارسال فش را در جانب یسار اختیار کرده اند و باین عمل تشبه بموتی منظور داشته و خلق کثیر با ایشان درین فعل اقتدا نموده ندانسته اند که این عمل رفع سنت می نماید و از سنت به بدعت می برد و بحرمت می رساند تشبه بمحمد رسول الله صلی الله علیه وسلم بهتر ست یا

تشبہ بموتی اوست ﷺ کہ مشرف شدہ بموتی کہ پیش از موت است اگر تشبہ بمیت جویند ہم باو سزاوار ست۔

عجب کار است کہ در کفن میت عمامہ ہم بدعت است چہ جائے فش او وبعضے از متاخران کہ عمامہ در کفن میت کہ از علما باشد مستحسن داشتہ اند نزد فقیر زیادتی کردن نسخ ست ونسخ عین رفع، ثبتنا اللہ سبحانہ علی متابعۃ السنۃ السنیۃ المصطفویۃ علی مصدرھا الصلوۃ والسلام ویرحم اللہ عبدا قال امینا۔

۵۵،منھا: کوشش کرنی چاہئے کہ سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا میسر ہو۔خصوصاً ایسی بدعت سے جو سنت کو ختم کردینے والی ہو۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات داخل کردے تو وہ قابلِ رد ہے۔ایسی جماعت کے حال پر تعجب ہوتا ہے جو کہ دین میں نئی نئی چیزیں داخل کرتے ہیں باوجودیکہ دین ہر طرح مکمل ہو چکا اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور ان نئی داخل کی ہوئی چیزوں مُحدثات کے ذریعہ سے تکمیل دین کی تلاش کرتے ہیں اُنھیں یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ خدانخواستہ اس نو ایجاد (مخترع) بات کی وجہ سے کہیں سنت کی نفی (ختم) نہ ہو جائے۔مثلاً عمامہ کا شملہ دونوں بازوؤں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔لیکن بہت سے لوگوں نے شملہ کو بائیں طرف چھوڑنا اختیار کرلیا ہے اور اپنے اس عمل سے انھیں مُردوں کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا منظور ہوتا ہے۔اور بے شمار لوگ اس فعل میں ان کی پیروی کررہے ہیں۔وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اُن کا یہ عمل سنت کی نفی کررہا ہے،اور سنت سے ہٹا کر انھیں بدعت میں مبتلا کررہا ہے اور بالآخر حرمت تک پہنچا دیتا ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا بہتر ہے یا مُردوں کے ساتھ؟ حضور اکرم ﷺ ہی تو ہیں جو ایسی موت سے مشرف ہو چکے ہیں جو موت سے بھی پہلے آتی ہے۔اگر وہ لوگ مُردہ کے ساتھ ہی تشبہ کے متلاشی ہیں تب بھی ان کو حضور انور ﷺ کیساتھ تشبہ ہی سزاوار ہو سکتا ہے۔عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں خود عمامہ پہنانا بھی بدعت ہے چہ جائیکہ اس کا شملہ چھوڑا جائے۔اور بعض علمائے متاخرین نے جو میت کے کفن میں عمامہ دینے کو، جبکہ میت علمائے دین میں سے ہو، مستحسن قرار دیا ہے فقیر (حضور والا محبوب سبحانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کے نزدیک تو کفن کی مسنون مقدار میں زیادتی کرنا نسخ یعنی سنت کو بدلنا ہے اور اصل سنت کو بدلنے کا مطلب سنت کو چھوڑ دینا ہے۔اللہ سبحانہٗ ہمیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بلند سنت کی پیروی پر ثابت قدم رکھے۔علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام۔اور خدائے تعالیٰ اس بندہ پر اپنا رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے۔(آمین، آمین، آمین۔)

(مبدأ ومعاد، منہا،۵۵،ص،۸۷،ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((صوفی قربان)) در تحریض بر متابعت سید المرسلین علیہ وعلیہم والہ الصلوات والتسلیمات حق۔سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ۔ما مفلسان بی سر و برگ را بہ دولتِ اتباعِ سید اولین و آخرین کہ بہ طفیل دوستی او کمالات اسمائی و صفاتی خودرا در عرصہ ظہور آوردو او را بہترین جمیع کائنات خلق کرد علیہ من الصلواتِ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا، مشرف گرداناد و بر آن استقامت بخشاد، کہ ذرہ این متابعت مرضیہ از جمیع تلذذات دنیاوی و تنعمات اخروی بہ مراتب بہتر است، فضلیت منوط بہ متابعت سنت سنیۂ اوست و مزیت مربوط بہ اتیان شریعت او علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ۔

مثلاً خواب نیمروزی کہ از روی این متابعت واقع شود، از کرور کرور احیای لیالی (۔ہزارہا ہزار شب بیداری) کہ نہ از متابعت است، اولی و افضل است و ہمچنین افطار یوم فطر کہ شریعت مصطفوی بہ آن امر فرمودہ است، از صیام ابد الآباد کہ نہ مأخوذ از شریعت اند، بہتر

است۔اعطاء جبیتلی (۔نوعی از سکہ و فلس) بہ امر شارع، از انفاق کوہ زر کہ از نزد خود باشد، فاضلتر است، امیر المؤمنین عُمر۔رضی اللہ عنہ۔روزی نماز بامداد را بہ جماعت ادا کردہ، در اصحاب نگاہ کرد، یک کس را حاضر نیافت، پرسید۔اصحاب عرض کردند کہ آن کس تمام شب را زندہ می دارد، شاید در این وقت خوابش بردہ باشد۔امیر المؤمنین فرمود کہ اگر او تمام شب خواب می کردی و نماز بامداد را بہ جماعت می گزاردی۔بہتر بودی۔

اهل ضلالت، ریاضات و مجاهدات بسیار کردہ اند، اما چون موافق شریعت حق نیستند، بی اعتبار و خوار اند۔اگر اجری بر آن اعمال شاقہ، مترتب می شود هم مقصور بہ بعضی منافع دنیوی است، تمام دنیا چیست، تا بعضی منافع او را کسی اعتبار بنهد۔

مثل ایشان مثل گناسی (۔جارو وسیلۂ جارو کردن۔) است کہ ریاضتش از همہ بیش است و اجر تش از همہ کمتر۔مثل تابعان شریعت، مثل آن جماعت است کہ در جواهر نفیسہ بہ الماسات لطیفہ کار می کنند، عمل اینها در نهایت قلت است و اجر ایشان در غایت رفعت، عمل یکساعت تواند بود کہ بہ اجر صد هزار برابر بود۔

سرّ آن است، عمل کہ بہ موافقت شریعت واقع می شود، مرضی حق است سبحانہ و خلاف آن نامرضی او تعالی۔پس در نامرضی، چہ جای ثواب، بلکہ متوقع عقاب است، این معنی را در عالم مجاز شاهد و اضح است، بہ اندک التفات بہ ظهور می آید۔

هر چہ گیرد علتی، علت شود		کفر گیرد کاملی، ملت شود

پس سرمایہ جمیع سعادات، متابعت سنت است و هیولای جمیع فسادات، خلاف شریعت، ثبتنا اللہ سبحانہ و ایاکم علی متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیهم وعلی الہ الصلوات والتسلیمات۔وَالسَّلامُ۔

صوفی قربان کی طرف لکھا گیا۔حضور سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں حق سبحانہ وتعالیٰ ہم بے سروسامان مفلسوں کو سید اولین وآخرین کی اتباع کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو میدان ظہور میں لایا اور آپ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا، علیہ من الصلوٰت افضلها ومن التسلیمات اکملها، آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دینوی لذتوں اور اُخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔فضیلت روشن سنت کے متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔مثلاً دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کروڑ ہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔اسی طرح عید فطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفوی نے حکم دیا ہے، ابدلا آباد (ہمیشہ) کے روزوں سے جو شرع سے ماخوذ نہیں بہتر ہے۔شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔امیر المؤمنین عمر ﷛ نے ایک روز فجر کی نماز با جماعت ادا کر کے اپنے اصحاب پر نگاہ ڈالی، ایک شخص کو جماعت میں موجود نہ پایا۔اس کے متعلق دریافت فرمایا۔صحابہ ﷡ نے عرض کیا وہ شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے، شاید اس وقت سو گیا ہو۔امیر المؤمنین نے فرمایا اگر وہ شخص ساری رات سوتا اور صبح کی نماز با جماعت ادا کرتا تو اس کے لیے بہتر تھا۔گمراہ لوگوں نے بھی ریاضتیں اور مجاہدے بہت کیے ہیں لیکن شریعت حقہ کے مطابق نہیں، لہٰذا خوار اور بے اعتبار ہیں۔اگر ان گمراہوں کے ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر وثواب بھی ملا تو وہ بعض دنیوی منافع ہی کی صورت میں ہوگا۔اور اجر وثواب کے طور پر ساری دنیا کا مل جانا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔بعض

دنیوی منافع کے حاصل ہونے کا کیا اعتبار ہے۔

گمراہوں کے مجاہدات اور اعمال شاقہ کی مثال جاروب کش کی ہے۔ جس کی کوشش ومحنت سب سے زیادہ ہے، مگر اس کی مزدوری سب سے کم ہوتی ہے اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کے موتیوں اور ہیروں کے ساتھ کام میں مصروف ہو۔ ان کا کام تو بہت تھوڑا ہوتا ہے، لیکن ان کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک گھڑی کا عمل ہزار سال کے اجر کے برابر ہوسکتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ جو عمل موافق شریعت واقع ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور خلاف شریعت عمل رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

پس ناپسندیدہ عمل پر ثواب کے کیا معنی بلکہ عذاب کی توقع ہے۔ اس مضمون کے عالم مجاز میں بہت سے شواہد موجود ہیں، ادنیٰ توجہ سے سامنے آسکتے ہیں۔

هر چه گیرد علتی علت شود		کفر گیرد کاملے ملت شود

توجمه: بیمار جس سے بھی تعلق قائم کرے گا وہ بھی بیمار ہوجائے گی

اور کامل شخص کفر کی طرف رخ کرے گا۔ تو اسے ملتِ حقہ کی شکل دیدے گا۔ پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے، اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔ والسلام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۱۴، ج،۱، ص، ۲۸۲ تا ۲۸۴، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

علماء اور اولیاء:

خواجہ محمد احسان مجددی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم ﷫ فرماتے ہیں کہ کشف میں ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس آخری زمانے میں باطنی احوال بھی شریعت غزا کے تابع ہیں۔ اس بات کی کوشش کرو کہ سرموشرع کی مخالفت نہ کرو۔ سنت نبوی ﷺ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ جو کچھ علمائے مجتہدین نے مقرر کیا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ تمام علمائے مجتہدین بہر وجوہ تمام اولیاء سے افضل ہیں۔ عہد نبوت کا قرب اُن کے حق میں ثابت ہے۔

اس بارے میں حدیث نبوی ﷺ وارد ہے ''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' سب سے اچھا زمانہ میرا ہے اس سے کم ان کا جو مجھ سے ملتے ہیں اس سے کم ان کا جو ان سے ملتے ہیں۔

اکثر مجتہد تابعین اور تبع تابعین میں داخل ہیں۔ اس واسطے اُن کا کہنا سند کلی اور حجت کامل ہے۔ اور اس کا قبول کرنا خلقت پر واجب ہے۔ جس نے قیامت تک شریعت کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے مجتہدین کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ وہ گمراہ ہوئے اور باطن سے محض بے نصیب رہے۔ اگر ایسے شخصوں سے بطور خرق عادات کچھ ظاہر ہو تو اُسے استدراج سمجھو۔

(روضۃ القیومیہ، ج،۲، ص،۲۵۵)

حضرت سیدی قبلہ درویشاں امام ربانی مجدد الف ثانی ﷫ کے نزدیک اتباعِ سنت کی یہ صورت ہے کہ احکام اور مسائل میں ائمۂ مجتہدین کا اتباع کیا جائے اور

معمولات وآداب میں احادیث مبارکہ پر عمل کیا جائے۔ سردار دو عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہر وقت ہر جا سامنے رہے اور آپ کی مبارک دعائیں اور زبان ہوں تا کہ آپ کی محبت دل میں پیدا ہو اور رب العزت کی محبوبیت نصیب ہو۔

اس کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران: ۳۱)

شاہ عبدالقادر نے موضح قرآن میں لکھا ہے "یعنی کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جس طرح محبوب چاہے نہ جس طرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اس کو چاہے اور اللہ بندوں کو چاہے تو یہی کہ ان پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں۔" یہ ہے حضور سیدی قبلہ درویشاں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتباعِ سنت کا مفہوم قدس اللہ سرہ الاقدس۔

(حضرت مجدد الف ثانی اور ناقدین، ص، ۵۷)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

نسمہ: می فرمودند کہ طالب باید عمل را عاشق باشد و بہ نتیجہ کاری نداشتہ باشد۔ چہ عمل را نتیجہ بسیار است۔ می باید کہ از عدم ظہور دلگیر نشود و از کار وا نماند کہ حق سبحانہ بر بعضے زود نتیجہ ظاہر می کند و بر بعضے دیر عمل و کار پیروی مشایخ طریقہ بل پیروی حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری۔ قدس سرہ فرمودہ اند: ہر سنتی کہ از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کسی برسد باید کہ بجا آرد ہمیشہ یا در ہفتہ یکبار یا در ماہی یکبار یا در سالی یکبار یا در ہمہ عمر یکبار تا متابعت آنحضرت بجا آوردہ شود۔

نسمہ: حضور سیدی مولانا میر کا سلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ طالب طریقت کو چاہیے کہ عمل کو محبوب رکھے اور نتیجہ کی فکر نہ کرے۔ اس لیے کہ عمل کے بہت سے نتیجے ممکن ہیں اسے چاہئے کہ نتیجہ عمل ظاہر نہ ہونے سے دل برداشتہ نہ ہو اور عمل نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی پر عمل کا نتیجہ جلد ظاہر فرما دیتے ہیں اور کسی پر دیر سے عمل کرنے والے کے پیش نظر تو بس مشائخ طریقت کی پیروی بلکہ حضور ﷺ کی متابعت ہونی چاہئے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت بھی کسی کو پہنچے تو اسے چاہئے کہ اسے ہمیشہ بجالائے یا کم از کم ہفتہ میں ایک بار یا ایک ماہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار ورنہ عمر میں کم از کم ایک بار تا کہ آنحضرت کی سنت کی کسی وجہ میں بجا وری ہو سکے۔

(نسمات القدس، ص، ۲۱۴، ۲۱۵)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

نسمہ: فرمود: متابعت شرع صفای ظاہر است کہ بر باطن پرتو می اندازد یعنی بہ ہر سنتی از سنن کہ عمل می نماید نوری در باطن پیدا می شود و قطع نظر از خلق، صفای سر است از غیر حق و تو نیز یکی از خلقی پس نظر از خود بر باید داشت۔

نسمہ: آپ نے ارشاد فرمایا اتباع سنت ظاہر کا عمل ہے جو باطن پر اثر انداز ہوتا ہے سنتوں میں سے ہر سنت کا ظہور باطن میں ایک نور اور روشنی پیدا کرتا ہے۔ مخلوق سے قطع نظر کہ وہ اسے کس رنگ میں لیتی ہے سنت ذہن کو صاف کرتی ہے پس انسان کو نظر اپنے باطن پر رکھنی چاہئے۔

(نسمات القدس، ۹۳)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

سعادت خود را دران می داند که در امرے از امور تشبُّہ بآن سرور نماید علیه وعلی آله الصلوٰة والسلام اگر چه آن تشبه بحسب صورت باشد مردم در بعضے سنن نیت احیائے لیل ومثل آن را دخل می دهند عجب می آید از کوته اندیشئ ایشان هزار احیائے لیالی را به نیم جو متابعت نخریم عشرهٔ اخیرهٔ ماه رمضان را اعتکاف نشستیم یاران را جمع کرده گفتیم که غیر از متابعت نیت دیگر نه کنید که تبتل وانقطاع ماچه خواهد بود صد گرفتاری را بحصول یک متابعت قبول داریم اما هزار تبتل وانقطاع رابے توسل متابعت قبول نه داریم

آنرا که در سرائے نگاریست فارغ است		از باغ و بوستان وتماشائے لاله زار

رزقنا الله سبحانه کمال متابعته علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

یہ فقیر (محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت ﷺ کا تشبہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول اللہ ﷺ کے نصف دانہ جو کے عوض نہ خریدیں۔

ہم ماہِ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ دوستوں کو جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کیونکہ ہمارا تبتّل اور انقطاع (دنیا سے الگ تھلگ ہونا) کیا ہو سکتا ہے ہمیں حضور انور ﷺ ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور انور ﷺ کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار تبتّل اور انقطاع قبول نہیں۔

آنرا که درسرائے نگاریست فارغ ست		ازباغ وبوستان وتماشائے لاله زار

ترجمہ: موجود جس کے گھر میں ہو محبوب گلعذار، حاجت نہیں ہے کچھ اُسے باغ و بہار کی

اللہ سبحانہ ہمیں (آپ ﷺ) کی کمال متابعت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل علیہم السلام پر مکمل ترین اور کامل ترین درود اور سلام ہوں۔

(مبدأ ومعاد، منہا ۳۶، ص، ۵۷، ۵۹، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

اتباع السنة وهو مفتاح السعادة وامارة محبة الله كما قال تعالى قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ:

اتباعِ سنّت ﷺ جو دراصل سعادت کی کنجی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ -

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو۔

حضور سیدی معارف آگاہی مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یانبی اللہ السلام علیک		انما الفوز والفلاح لدیک
کر نرفتم طریق سنت تو		هستم از عاصیان امت تو
مانده ام زیر بار عصیان پست		افتم از پای اگر نگیری دست

ترجمہ: اے نبی پاک ﷺ آپ ﷺ پر سلام ہو فلاح و بہبود آپ ﷺ کے پاس ہے اگر میں آپ کی سنت پر عمل نہ کروں تو گنہگار رہوجاؤ۔

گناہوں کے بوجھ سے میں نہایت کمزور ہو گیا ہوں۔ اگر آپ ﷺ دستگیری نہ فرمائیں تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

(تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۲۱، سورۃ فاتحہ، تحت الایۃ، ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

فاتباع الرسول عليه السلام فرض عين فى الفرائض العينية وفرض كفاية فى الفروض على سبيل الكفاية وواجب فى الواجبات وسنة فى السنن وهكذا ومخالفته تزيل نعمة الاسلام

خلاف پیمبر کسی ره گز يد		که هرکز بمنزل نخواهد رسید

فالنبی صلى الله عليه وسلم هو الدليل فى طريق الحق ومخالفة الدليل ضلالة۔

ترجمہ: رسول پاک ﷺ کی اتباع فرائض میں سے فرض عین اور فرض میں سے فرض کفایہ اور واجبات میں سے واجب اور سنن میں سنت وغیرہ وغیرہ ہے۔

مسئلہ: رسول پاک ﷺ کی مخالفت سے دولت اسلامی چھن جاتی ہے:

خلاف پیمبر کسی ره گز يد		که هرکز بمنزل نخواهد رسید

ترجمہ: جو رسول پاک ﷺ کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے وہ منزل کو ہرگز نہیں پہنچے گا۔

حضور ﷺ حق کے رہبر اعظم ہیں اور رہبر اعظم کی مخالفت شدید ترین گمراہی ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج ۲، ص ۲۳۶، سورۃ النساء، تحت الایۃ، ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وقال صلى الله عليه وسلم (من حفظ سنتى أكرمه الله تعالى بأربع خصال.

المحبة فی قلوب البررة. والهیبة فی قلوب الفجرة. والسعة فی الرزق. والثقة فی الدین فانہا أمته من اتبعه۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میری سنت کی محافظت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی چار خصلتوں سے نوازے گا۔

(۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق محبت کر دیے گا۔

(۲) فجار کے دلوں میں ہیبت۔

(۳) رزق میں وسعت۔

(۴) دین میں وثوق۔

حضور ﷺ کا حقیقی امتی وہی ہے جو آپکی تابعداری کرے۔

(تفسیر روح البیان، ج ۲، ص ۲۳۶، سورۃ النسآ تحت الایت ۶۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

هزار باربشوئم دهن زمشک وگلاب		هنوزنام توگفتن کمال بی ادبی است

ترجمہ: گلاب ومشک سے کتنا ہی منہ کو ہزار بار صاف کروں، ادب سے دور رہوں پھر بھی تیرا نام جو لوں

(ترجمہ نثر) میں اگر گلاب کے عطر اور مشک سے بھی اپنا منہ دھو کر خوشبودار (پاکیزہ ومطہر) کرلوں تب بھی آپ کا اسم گرامی زبان پر لانا بے ادبی ہوگی۔

مدنی تاجدار ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

این فقیر از نقد وقت خود می نویسد که مدتها از علوم و معارف و از احوال و مقامات در رنگ ابر نیسان ریختند و کاری که باید کرد، به عنایت اللہ سبحانہ کردند والحال آرزویی نمانده است الا احیای سنتی از سنن مصطفویه۔ علی صاحبها الصلوات والتسلیمات۔ نموده آید واحوال ومواجید مرا ارباب ذوق را مسلم باشد۔

ترجمہ: یہ فقیر (شمس العارفین مقبول یزدانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) اپنے موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے بہت عرصے تک علوم ومعارف اور احوال ومواجید ماہ نیساں کے بادل کی طرح بکثرت ولگاتار وارد ہوتے رہے۔ اور جو کام کہ کرنا چاہیے تھا حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے ہوگیا اور اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے اور احوال ومواجید اہل ذوق کے سپرد رہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۳۷، ج ۱، ص ۱۵۰، مرکز تحقیقات: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

تمام فضیلت احمد مجتبیٰ ﷺ کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

فضیلت منوط به متابعت سنت سنیۂ اوست و مزیت مربوط به اتیان شریعت او علیه وعلی اله الصلوة والسلام والتحیة۔

مثلاً خواب نیمروزی که از روی این متابعت واقع شود، از کرور کرور احیای لیالی که ن از متابعت است، اولیٰ وافضل است وهمچنین

افطار یوم فطر که شریعت مصطفوی به آن امر فرموده است، از صیام ابد الآباد که نه مأخوذ از شریعت اند، بهتر است۔ اعطاء جبتیلی به امر شارع، از اتفاق کوه زر که از نزد خود باشد، فاضلتر است۔

ترجمہ: تمام فضیلت حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم ﷺ کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور تمام بزرگی احکام شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے مثلاً دوپہر کا سونا (قیلولہ) اگر اتباع سنت کی نیت سے ہو تو کروڑوں شب بیداریوں سے جو محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم ﷺ کی متابعت میں نہ ہوں اولیٰ وافضل ہے اسی طرح عید الفطر کے دن میں کھانا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جس کا کہ شریعت مصطفوی میں حکم ہے خلاف شریعت تمام عمر روزے رکھنے سے افضل ہے اور شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک چیتل (دام پیسہ) دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر وافضل ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۱۱۴، ج، ۱، ص، ۲۸۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

چه شریعت را سه جزوست، علم و عمل و اخلاص۔ پس طریقت و حقیقت، خادم شریعت اند در تکمیل جزو او که اخلاص است۔ حقیقت کار این است۔ اما فهم هر کس اینجا نرسد۔ اکثر عالم به خواب و خیال آرمیده اند و به جوز و مویز اکتفا نموده اند۔ از کمالات شریعت چه دانند و به حقیقت طریقت و حقیقت چه وارسند۔ شریعت را پوست خیال می کنند و حقیقت را مغز می دانند۔ نمی دانند که حقیقت معامله چیست؟ به ترهات صوفیه مغرور رند و بهاحوال و مقامات مفتون [اند]۔

ترجمہ: کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں علم عمل اور اخلاص پس طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جز واخلاص کو کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں اصلی مقصد تو یہی ہے مگر ہر شخص کی سمجھ یہاں تک نہیں پہنچتی اکثر اہل دنیا خواب وخیال کے ساتھ مطمئن ہو گئے ہیں اور انھوں نے اخروٹ اور منقی (یعنی معمولی چیزوں) کو کافی سمجھ لیا ہے وہ شریعت کے کمالات کو کیا جانیں اور طریقت وحقیقت کی اصلیت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز (گودا) جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ معاملہ کی حقیقت کیا ہے وہ صوفیوں کی (حالت سکر میں کہی ہوئی) باطل باتوں پر دھوکا کھائے ہوئے اور احوال ومقامات پر فریفتہ ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۴۰، ج، ۱، ص، ۱۵۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حکم شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہوگی:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

هر چه مارا عطا فرموده اند، محض تفضل و کرم اوست تعالیٰ، اما اگر بهانه کرم تواند بود اتباع سید انبیاء علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات خواهد بود که مدار کار خود بر آن می داریم۔ هر چه یا داده اند از راه اتباع داده اند و هر چه ندادند از آن ست که از ما در اتباع، حکم شریعت نقصانی رفته باشد۔ بدین تقریب فرمودند که یک بسهو در حین درآمدن بخلا پائے راست نهادم، در آن روز ابواب

احوال بر من بسته شد۔ بعد از ندامت و استغفار کار بدانجا که بود رجوع نمود۔

ترجمہ: حضرت عالی امامِ ربّانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد علیہ السلام فرماتے ہے کہ جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اگر اس کرم کے لیے کوئی ذریعہ بنا ہے تو وہ صرف حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کی پیروی ہے جس پر ہمارے معاملے کا دارومدار ہے چنانچہ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے وہ اسی پیروی اور غلامی کی بدولت ہے اور جو کچھ ہم کو نہیں دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے۔

کہ حکم شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہوگی اسی سلسلے میں آپ (حضرت عالی امامِ ربّانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد علیہ السلام) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھول کر میں نے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا پاؤں رکھ دیا اس روز مجھ پر حالات کے دروازے بند ہو گئے لیکن ندامت اور توبہ کے بعد حالات معمول پر آئے۔

(حضرات القدس، ص، ۱۴۹، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

لیکن آداب شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے:

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ملفوظ ۱۷: مردم ہوس ریاضات و مجاهدات می نمایند۔ هیچ ریاضت و مجاهده برابر رعایت آداب شریعت نیست، لاسیما نماز هائے فرض و واجب و سنن و ادائے نماز بنوعیکه فرموده اند بسیار متعذر است۔ حق سبحانه می فرماید: انها لکبیرة الا علی الخاشعین۔

ترجمہ: حضرت عالی امامِ ربّانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد علیہ السلام فرماتے ہے کہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں لیکن آداب شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے خصوصاً فرض، واجب اور سنت نمازیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے بہت دشوار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ

ترجمہ: بے شک وہ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر۔

(حضرات القدس، ص، ۱۵۱، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں:

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں اور نہ یوں کہیں کہ سنتوں کا معاملہ تو سہل ہے (ان کے ترک میں گناہ تھوڑا ہی ہے) جیسا کہ آج کل بے باک لوگوں کی یہی حالت ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا اور مسجد میں جانے کے لیے زینت کرنا اور بائیں پیر کو جوتہ میں سے پہلے نکالنا اور مسجد میں جاتے ہوئے داہنے قدم کو اوّل داخل کرنا اور نکلتے ہوئے بائیں پیر کو مقدم کرنا وغیرہ وغیرہ (ان سنتوں میں کبھی سستی نہ کرنا چاہیے)۔

حضور سیدی علی خواص علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر سنت کے بدلہ میں جنت کے اندر ایک درجہ ہے جس کو بجز اس شخص کے جو اس سنت پر عمل کرتا ہو اور کوئی نہیں

پا سکے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ ''مومن خیر سے کبھی سیر نہیں ہوتا'' (توتم ان درجات سے کس طرح مستغنی ہو گئے) اس کو خوب سمجھ لو اور اس پر عمل کرو۔ یہ بڑی نفیس بات ہے۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے، ص، ۴۱۵)

ایک واقعہ بیان کرتے ہیں میں شیخ شیرازی علیہ الرحمہ کے ہمراہ تھا وہ نماز کے لئے نیا وضو کرتے وقت انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے غیب سے آواز آئی اے شیخ تو ہمارے محبوب کی محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے قسم کھائی اور آخری دم تک کوئی سنت ترک نہ کی۔ ایک دن وہ متردد تھے کہ یہ سنت سہواً ترک ہو گئی میں قیامت کو حضور ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

(ہشت بہشت، ص ۷۶)

بعد ازاں دوسرے مقام پر نماز کی فرضیت کے متعلق سوال ہوگا۔ اگر عہدہ برآ ہوگا تو بہتر ورنہ وہیں سے دوزخ کی راہ لے گا۔ تیسرے مقام پر سنت نبوی کے متعلق سوال ہوں گے اگر ان سے عہدہ برا ہوا تو ٹھیک ورنہ پکڑ کر حضور ﷺ کے سامنے بھیج دیا جائے گا یہ شخص آپ کا امتی ہے جس نے آپ کی سنت ادا کرنے میں کوتاہی کی یہ فرما کر جناب خواجہ زار زار رونے لگے اور فرمایا افسوس اس شخص پر جو یوم قیامت حضور ﷺ کے آگے شرمندہ ہوگا تو پھر وہ کس کے پاس جائے گا آپ کی اس بات ختم کرنے پر ہر شخص واپس چلا آیا **الحمد للہ علی ذالک۔**

(ہشت بہشت، ص ۸۲)

سالک کو سنت کے چھوٹنے پر بھی توبہ کرنی چاہئے:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

اذا علمت ذلک فینبغی لسالک طریق العارفین ان یتوب من ترک السنة کما یتوب من ترک الواجب، ویدل علیه قوله صلی اللہ علیه وسلم: (ان اللہ فرض فرائض وفرضت فرائض) الحدیث، وقوله سبحانه وتعالیٰ فی حقه: (وماینطق عن الهوی۔ ان هو الا وحی یوحی)۔

ترجمه: جو شخص عارفین کے طریقہ پر چلنا چاہے اس کو مناسب یہ ہے کہ ایک سنت کو چھوٹنے پر (بھی) ویسی ہی توبہ کرے جیسی کہ واجب کے چھوٹنے سے کرتا ہے اور (عارفین کے) اس (مذاق کے صحیح ہونے) پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: بیشک حق تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں اور کچھ فرائض میں نے مقرر کئے ہیں (تو اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی مقرر کی ہوئی سنتوں کو فرائض کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ الحدیث۔

اور حضور ﷺ کے بارہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى

ترجمه: آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ جو کچھ (احکام بیان) فرماتے ہیں وہ سراسر وحی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (سورۃ النجم: ۳، ۴)

(یہ بھی عارفین کے اس مذاق کی دلیل ہے کیونکہ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس قدر سنتیں وغیرہ آپ نے مقرر فرمائی ہیں وہ در حقیقت حق تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں)۔

(الانوار القدسیة فی بیان آداب العبودیة، ص، ۳۶، دار التقوی، دمشق)

فصل خامس:

(۱) حدیث الموضوعات ابن جوزی، اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر(ه) احادیث(شنیعة) مخالفة للنقل والعقل، (وما)ومما لم یصب فیه اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها، کقوله فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث ممایشهد القلب ببطلانه ولافیه مخالفة ولامعارضة لکتاب ولاسنة ولااجماع ولاحجة بانه موضوع سوی کلام ذلک الرجل فی رواته(راویه) وهذاعدوان ومجازفة۔(انتهی)

ترجمہ: ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کردیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالف ہے نہ یہ کتاب وسنّت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی وتخمین ہے۔

(تدریب الراوی، النوع الحادی والعشرون، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱/۲۷۸، التعقبات علی الموضوعات، باب فضائل القرآن، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ، ص۸، فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۴۵۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۲) ابن جوزی اور امام شوکانی وہابیہ:

ذیل: یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس ۴۰ برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام وبرص کو اس سے پھیردیتا ہے اور پچاس ۵۰ سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ ۶۰ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد ۷۰ سالہ کو اللہ ﷻ اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی ۸۰ برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے ۹۰ برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ ﷻ کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عرزمی متروک اور عباد بن عباس مستحق ترک اور عزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا غایة مابدی ابن الجوزی دلیلا علی ماحکم به من الوضع، وقد افرط وجازف فلیس مثل هذه المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیره۔انتهی

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن

حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ، ج،۵،ص،۶۰ ۴،رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۳) موضوعات: سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا تمہیں اتنا کافی تھا

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں)

لآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الهازی قال سمعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری، یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلایلو من الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث، فی اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصابنی البرص، فوأیت رسول الله صلی الله، تعالی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والاستهانة بحدیثی فنذرت لله نذرا لئن اذهب الله مابی من البرص، لم اتهاون فی خبر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم صحیحا کان او سقیما فأذهب الله عنی ذلک البرص۔

ترجمہ: امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابومعین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلالو، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس ﷺ سے فریاد کی، فرمایا: ایاک والاستهانة بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا) اُنہوں نے منّت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ ﷻ نے شفا بخشی۔

(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، کتاب المرض والطب، مطبعہ ادبیہ مصر، ۲/۲۱۹)

مفیدہ (بُدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں):

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی علیہ الرحمہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة رورد النهی عنه فی یوم الاربعاع وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی، فقال صلی الله تعالی علیه وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع۔اھ"۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورثِ برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے، شافی کافی سرکار ﷺ کے حضور اپنے حال کی

شکایت عرض کی، حضور والا ﷺ نے فرمایا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور ﷺ مبرئ الاکمہ والا برص محی الموتٰی آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس کو پناہِ دو جہان ودستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا۔

(نسیم الریاض شرح الشفا، فصل واما نظافۃ جسمہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱، ۳۴۴)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

وردفی بعض الاٰثار النھی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ھم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ، ولم یصح عندہ النھی فقصھا، فلحقہ ای اصابہ البرص، فرأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نھیی عن ذلک، فقال "یارسول اللہ لم یصح عندی ذلک" فقال یکفیک ان تسمع، ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا، قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت معاللہ، توبۃ انی لااخالف ماسمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابداً۔

ترجمہ: بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ نہیں والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنّتِ ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔

لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہوگیا تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہُوئی سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔

ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم ﷺ سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی البیع، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان، ۴/ ۲۰۲)

(۴) موضوعات

(موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون:

(۱) قرآن عظیم

(۲) سنتِ متواترہ

(۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ

(۴) یا عقل صریح

(۵) یا حسن صحیح

(۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور ﷺ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۴۶۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۵) فیصلہ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

سُبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہیں فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاش منکران فضائل کو بھی اللہ ﷻ تعظیم حدیث مصطفی ﷺ کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۴۹۹، ۵۰۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حدیث مبارک کا احترام:

امام علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

قال مطرف کان اذا اتی الناس مالکا خرجت الیھم الجاریۃ فتقول لھم یقول لکم الشیخ تریدون الحدیث او المسائل فان قالوا المسائل خرج الیھم، وان قالوا الحدیث دخل مغتسلہ واغتسل وتطیب ولبس ثیابا جُددا ولبس ساجہ وتعمم وضع علی رأسہ ردائہ وتلقی لہ منصۃ فیخرج ویجلس علیھا وعلیہ الخشوع لایزال یبخر بالعود حتی یفرغ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال غیرہ ولم یکن یجلس علی تلک المنصۃ الا اذا حدث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ابن اویس فقیل الملک فی ذٰلک فقال احب وان اعظم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولا احدث بہ الا علی طھارۃ متمکنا۔

ترجمہ: حضرت مطرف رضی اللہ عنہ نے کہا جب لوگ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس علم حاصل کرنے آتے ایک کنیز آکر پوچھتی شیخ تم سے فرماتے ہیں تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ و مسائل؟ اگر انہوں نے جواب دیا فقہ و مسائل، جب تو آپ تشریف لاتے اور اگر کہا کہ حدیث، تو پہلے غسل فرماتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے چادر سر مبارک پر رکھتے ان کے لئے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا اس وقت باہر تشریف لاتے اور بنہایت خشوع اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے تھے اگر بتی سلگاتے اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے تھے جب نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔ حضرت سے اس کا سبب پوچھا، فرمایا میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں اور میں حدیث بیان نہیں کرتا جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھوں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ، ۲/۳۸، ۳۹)(فتاوٰی رضویہ، ج۲۶، ص۵۴۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فصل سادس:

عمامہ کے بارے میں دیوبندی تحقیق:

سوال: (۹۵) بطورِ اعتراض، ماڈل پیر مولانا حکیم اختر کراچی گلشن اقبال والے دیوبندی پیر کا ایک واقعہ

ایک غیر عالم شخص نے حضرت تھانوی سے پوچھا کہ آپ عمامہ کیوں نہیں باندھتے؟ اگر عالم ہوتا تو یہ بات نہ کرتا کیونکہ عمامہ باندھنے سے متعلق یہ باتیں مشہور ہیں کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے پچیس گناہ زیادہ ثواب ملتا ہے اور جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر جمعہ پڑھانے سے ستر گناہ زیادہ ثواب ملتا ہے، مگر محدث عظیم ملا علی قاری ﷺ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں کہ **ذلک کله باطل موضوع** یعنی یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں، لہٰذا تھوڑے سے علم میں جو لوگ الجھ جاتے ہیں تو ان کو اس معاملہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے بلکہ کتابوں سے اور بڑے علماء سے رجوع کریں، ان کے پاس دماغ تو ضرور ہے مگر دماغ میں گرمی ہے ،جس زمانہ میں لوگ کسی غیر واجب عمل کو واجب عمل سمجھنے لگیں تو اس عمل کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ نے بھی ٹوپی سے نمازیں پڑھی ہیں، اگر عمامہ باندھ لیا جائے تو اچھا ہے، لیکن اس کو واجب سمجھ لینا جائز نہیں میں ایک دفعہ ڈھاکہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں منبر کے اوپر ایک عمامہ رکھا ہوا ہے، اس پر بے شمار مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں، اور بہت سارے داغ تھے، اتنے میں امام نماز پڑھانے آیا، اس نے وہ عمامہ باندھا اور نماز پڑھائی، نماز پڑھا کر عمامہ واپس منبر پر رکھ کر چلے گئے محض مقتدیوں کے ڈر کی وجہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھائی، بعض مسجدوں میں مقتدی غالب ہیں، جہالت کا غلبہ ہے، امام بیچارے کے ناک میں دم کیے ہوئے رہتے ہیں، لیکن کسی صحیح عالم امام سے رابطہ ہو جائے تو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے گا، تو اس مسجد میں یہ سلسلہ ماشاء اللہ میری ایک ہی تقریر سے ختم ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ عمامہ کبھی باندھو اور کبھی نہ باندھو تا کہ امت اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

(علم اور علماء کرام کی عظمت، ص ۱۳ تا ۱۴)

الجواب:

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ء، لکھتے ہیں:

وروى البيهقي عن ابن عباس قال كانت سيما الملئكة يوم بدر عمائم بيض قال أرسلوا في ظهورهم ويوم خيبر عمائم حمر وروى ابن إسحاق عن ابن عباس نحوه وزاد الا جبرئيل فانه كانت عليه عمامة صفراء وروى الطبراني بسند صحيح عن عروة قال نزل جبرئيل يوم بدر على سيما الزبير وهو معتجر بعمامة صفراء وكذا روى ابن ابى شيبة وابن جرير وابن مردوية عن عبد الله بن الزبير وروى الطبراني وابن مردوية بسند ضعيف عن ابن عباس مرفوعا في قوله تعالى مسومين قال معلمين وكانت سيما الملئكة يوم بدر عمائم سود ويوم أحد عمائم حمر قال ابن سعد كانت سيما الملئكة يوم بدر عمائم قد ارخوا بين أكتافهم خضر وصفر وحمر من نور والصوف في نواصي خيلهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم لاصحابه ان الملئكة قد سومت فسوموا فاعلموا بالصوف في مفارقهم وقلانسهم وكانت الملئكة على خيل بلق۔

بیہقی نے حضرت ابن عباس ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ بدر کے دن ملائکہ کی خصوصی نشانی سفید عمامے تھے جن کو انھوں نے پشت پر چھوڑ رکھا تھا (یعنی عمامہ کا کچھ حصہ بطور دُم دونوں شانوں کے بیچ میں لٹکا رکھا تھا) اور خیبر کے دن (فرشتوں کی خصوصی نشانی) سرخ عمامے تھے۔ حضرت ابن اسحاق ﷺ نے بھی حضرت ابن عباس ﷺ کا قول اسی طرح نقل کیا ہے اس روایت میں اتنا زائد ہے ہاں جبرئیل علیہ السلام کا عمامہ زرد تھا۔

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عروہ ﷺ نقل کیا ہے کہ بدر کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام زبیر ﷺ کی شکل میں زرد عمامہ باندھے اترے تھے۔ ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ روایت سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس ﷺ کا مرفوع قول نقل کیا ہے کہ مسومین کا معنی ہے نشان زدہ، بدر کے دن فرشتوں کی خصوصی نشانی سیاہ عمامے تھے اور احد کے دن سرخ عمامے ابن سعد ﷺ نے لکھا ہے کہ بدر کے دن ملائکہ کی خصوصی نشانی سبز اور زرد اور سرخ نورانی عمامے تھے جن کی دُمیں انھوں نے شانوں کے درمیان چھوڑ رکھی تھیں اور گھوڑوں کی پیشانیوں پر بطور کلغی اون بندھا ہوا تھا اور ملائکہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملائکہ نے خصوصی نشانی مقرر کرلی ہے تم بھی (یہی) نشانی اختیار کرو چنانچہ لوگوں نے اون (کو بطور کلغی) اپنے سروں کے بیچ میں اور ٹوپیوں پر باندھ لیا۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ:۹، ج۳، ص۱۴۸، ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔

ترجمہ: اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ (سورۃ الاعراف:۳۱)

مذکورہ بالا آیت کے تحت محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری ہندی، دیوبندی، متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

ثم إنَّ لفظَ الزِّينةِ يَقتَضِي أنْ يكونَ الرجلُ عندَ المسجدِ أَحسَنَ حالا مما سِوَاه، وبيّنه الحديث والفقه، ففي الحديثِ أنّ عِمامَتَهُ صلى الله عليه وسلّم كانت في صلاتِهِ سبعةَ أذْرُعٍ، وفي الفقه أنّه يُستَحَبُّ أنْ يصلي في ثلاثِ ثيابٍ، منها العِمامة، أما تركُ العِمامَةِ فليس بمكروهٍ عندي، ولم يُصرِّحْ بالكراهَةِ أحدٌ إلا صاحب الفتاوى الدينية۔

ترجمہ: پھر بے شک لفظ زینت یہ چاہتا ہے کہ مرد جب مسجد آئے تو زیادہ اچھی حالت میں ہو، اور حدیث اور فقہ نے اس کو بیان کیا ہے، پس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا عمامہ نماز میں سات ہاتھ کا ہوتا تھا، اور فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے، اور ان میں سے ایک عمامہ ہے، میرے نزدیک عمامہ ترک کرنا مکروہ نہیں ہے، اور نہ کسی نے کراہت کی تصریح کی ہے مگر صاحب الفتاوی الدینیہ، نے تصریح کی ہے کہ عمامہ ترک کرنا مکروہ ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، ج۲، ص۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دیوبندیوں کے پیر سید زوار حسین شاہ نے بڑی عجیب بات لکھی:

دوسرے روز حضرت شیخ (پیر فضل علی قریشی) نے فرمایا دوپہر کا قیلولہ مدرسہ کی مسجد میں کروں گا چنانچہ تشریف لائے اور فوراً لیٹ گئے، طلبہ تکیہ وغیرہ اٹھا کر لائے تو

حضرت لیٹ چکے تھے۔ظہر کے وقت قاری محمد طیب صاحب نے نماز پڑھائی، سر پر کپڑے کی ٹوپی تھی، بعد فراغت نماز ظہر حضرت قبلہ (پیر فضل علی قریشی) نے قاری محمد طیب صاحب سے کہا کہ دار العلوم میں ہوتے ہوئے افضل سنت کا ترک، فوراً ہی قاری صاحب نے اشارہ کیا صافہ لایا گیا اور اس کو مسجد کے مصلے پر رکھ دیا گیا ہر نماز کے وقت جو کوئی امامت کے لیے آتا ٹوپی پر صافہ باندھتا۔

(مقامات فضلیہ، ص ۵۷)

فائدہ مجلس شوریٰ: دار العلوم دیوبند کے مفتی قاری محمد طیب نے تو پیر فضل علی قریشی کی بات مانی کہ افضل سنت ہے مگر الیاس گھمن کے ماڈل پیر حکیم اختر نے عمامہ شریف کا مذاق اڑایا اللہ تعالیٰ کی پناہ یہ بھی دیوبندی اور وہ بھی دیوبندی۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت نے کمال نوازی سے مجھ کو اس درود شریف و دیگر فوائد کی اجازت عطاء فرمائی اور فقیر نے اس کو اپنا معمول کر لیا اور بہت کچھ فوائد پاتا ہے اور درمیان روضہ شریفہ و منبر کریم کے روضة من ریاض الجنه اس کی شان ہے مراقبہ فرمایا معلوم ہوا کہ آں حضرت کی قبر مقدس خود سے بصورت حضرت میاں جیو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لیا ہوا اور وتر اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے تھے میرے سر پر نہایت شفقت سے رکھ دیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لے گے۔راقم مسکین کہتا ہے کہ یہ عبارت ہے اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب ﷺ سے اور پیچیدہ وتر ہونا عمامہ کا اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب و تمکین بعد تلوین و بقا بعد فنا کے و نیز مجموعہ اشارہ اجازت واپسی وطن کا ہے۔

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۱۴)

أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمنِ بْنَ عَوْفٍ أَنْ يَتَجَهَّزَ لِسَرِيَّةٍ بَعَثَهُ عَلَيْهَا، فَأَصْبَحَ قَدِ اعْتَمَّ بِعِمَامَتِهِ كَرَابِيسَ سَوْدَاءَ، فَنَادَاهُ فَأَدْنَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَقَضَهَا فَعَمَّمَهُ [بِعِمَامَةٍ بَيْضَاءَ] وَأَرْسَلَ مِنْ خَلْفِهِ أَرْبَعَ أَصَابِعَ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا يَا ابْنَ عَوْفٍ فَاعْتَمَّ، فَإِنَّهُ أَعْرَبُ وَأَحْسَنُ

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک دستہ جانے والا ہے اس کے لئے تم تیار ہو جاؤ صبح کو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تیار ہو کر آ گئے سیاہ رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے انکو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا ابن عوف رضی اللہ عنہ سفید عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔

(مسند الشامیین، ج ۲، ص ۳۹۰، رقم: ۱۵۵۸)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے مجھ کو عمامہ بندھوایا تو اس کا شملہ میرے آگے اور میرے پیچھے (دونوں طرف) لٹکایا۔(ابوداؤد)

تشریح: یعنی آپ (حضرت آقائے دو جہاں ﷺ) نے پگڑی کے دونوں سروں کا شملہ چھوڑ کر ایک کو سینہ پر اور دوسرے کو پیٹھ پر لٹکایا۔

واضح رہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں بہت زیادہ حدیثیں منقول ہیں، بلکہ ایک روایت میں جو اگرچہ ضعیف ہے یہاں تک منقول ہے کہ

عمامہ باندھ کر پڑھی جانے والی دو رکعتیں بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ عمامہ میں شملہ چھوڑنا افضل ہے لیکن دائمی طور پر نہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کبھی تو شملہ چھوڑتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اسی طرح بعض دفعہ آپ ﷺ کے عمامہ کا شملہ آپ (حضرت سرکار مدینہ ﷺ) کی گردن سے نیچے تک لٹکا یا ہوتا تھا اور بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ عمامہ کا ایک سرا عمامہ ہی میں اڑس دیتے تھے اور دوسرا چھوڑ دیتے تھے نیز آپ (حضرت سرور کائنات ﷺ) کے عمامہ کا شملہ اکثر اوقات میں پیٹھ پر پڑا ہوتا تھا اور کبھی کبھی دائیں طرف بھی لٹکا لیتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عمامہ کے دونوں سروں کا شملہ چھوڑ کر دونوں کو دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی ایک کو سینہ پر اور دوسرے کو پیٹھ پر لٹکا لیتے تھے لیکن بائیں طرف لٹکانا چونکہ ثابت نہیں ہے اس لئے یہ بدعت ہے اور کنز میں لکھا ہے کہ شملہ کو مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا مستحب ہے۔

شملہ کی لمبائی کم سے کم ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ہاتھ بھر ہونی چاہئے اس سے زائد لمبا شملہ چھوڑنا بدعت ہے اور اس حکم کے خلاف ورزی ہے جس کے ذریعہ اسبال واسراف سے منع کیا گیا ہے چنانچہ مقررہ حد سے زائد لمبائی اگر غرور وتکبر کے طور پر ہوگی تو وہ حرام شمار ہوگی ورنہ مکروہ اور خلاف سنت نیز محدثین نے یہ لکھا ہے کہ شملہ چھوڑنے کو صرف نماز کے وقت کے ساتھ مختص کرنا بھی سنت کے خلاف ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ شملہ چھوڑنا فقہی اعتبار سے مستحب ہے جس کا تعلق سنت زائد سے ہے سنت ہدی سے نہیں اس لئے اس (شملہ چھوڑنے) کے ترک میں کوئی گناہ یا برائی نہیں ہے کہ اگرچہ اس کو اختیار کرنے میں ثواب وفضیلت ہے، جن حضرات نے شملہ چھوڑنے کو سنت مؤکدہ کہا ہے ان کا یہ قول تحقیق روایت کے خلاف ہے۔

(مظاہر حق جدید ۴ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)

عمامہ باندھ کر پڑھی گئی نماز ان ستر نمازوں سے بہتر ہے جو بغیر عمامہ پڑھی گئی ہوں' بہر حال علامہ طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز زیبائش اختیار کرنا، اچھے اور عمدہ لباس زیب تن کرنا، سیاہ عمامہ باندھنا اور عمامہ کے دونوں کناروں کو دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے، میرکؒ کا قول اس حدیث کے بارے میں یہ ہے کہ جس خطبہ کے بارے میں یہاں بتایا جارہا ہے یہ خطبہ آپ ﷺ نے مرض موت میں ارشاد فرمایا تھا۔ زیلعی کا کہنا ہے کہ سیاہ کپڑے کا استعمال کرنا سنت ہے۔

صاحب مدخل نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا سیوطی نے ایسے صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے جو سیاہ عمامہ باندھتے تھے ان میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔

نووی نے لکھا ہے کہ عمامہ دونوں طریقوں سے باندھنا جائز ہے خواہ شملہ چھوڑا جائے یا نہ چھوڑا جائے۔ ان میں سے کوئی طریقہ مکروہ نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید ۱، ص، ۸۸۷۔۸۸۶)

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں۔

والعمامة سنة لاسيما للصلوة وبقصد التجمل لاخبار كثيرة فيها واشتداد ضعف كثير منها يجبره كثرة طرقها وزعم وضع اكثرها تساهل۔

ترجمہ: عمامہ شریف سنت خاص طور سے نماز کے لیے اور تجمل کے ارادے سے اس لیے کہ اس میں بہت سی احادیث ہیں اور بہت سی جو بہت ضعیف ہیں ان کا ضعف کثرت طرق سے دفع ہو جاتا ہے اور اکثر کو موضوع سمجھنا تساہل ہے۔

(بھامشہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ۱،ص، ۲۰۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

دیوبندی مسلک کے مفتی محمد ظفر عثمانی کا دعویٰ، لکھتے ہیں:

حاشیہ: اگر علوم شریعت میں پوری مشغولی ہوتی تو ایسے بہانے کبھی نہ کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ کامل درویش وہی ہے جو ہر کام میں اتباع سنت کا لحاظ رکھے اور علوم شریعت سے کافی طور پر واقف ہو۔ الحمدللہ کہ ہمارے، سب مشائخ علوم شریعت میں کامل اور ہر کام میں اتباع سنت کا پورا لحاظ کرنے والے ہیں۔) ادامھم اللہ وابقاھم۔ (۱۲ مترجم)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے، ص، ۱۵۶)

فائدہ مجلس شوریٰ: دیوبندی مفتی کا دعویٰ کہ: الحمدللہ کہ ہمارے، سب مشائخ علوم شریعت میں کامل اور ہر کام میں اتباع سنت کا پورا لحاظ کرنے والے ہیں۔ اب حکیم اختر ماڈل پیر دیوبندی پر کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے فیصلہ الیاس گھمن کریں ورنہ جواب دیں۔

فصل سابع:

سوال: (۹۶) بطور اعتراض بورڈ کی طرف سے عمامہ کے بارے میں اور سیفیوں نے عبارت میں بدترین خیانت کی علم کا جنازہ نکال دیا

نوٹ: مقدمہ کی سماعت کے دوران صاحبزادہ محمد سعید حیدری کے مترجم مولوی امین اللہ نے اعتراف کیا کہ عمامہ کے بارے میں ہدایت السالکین میں سارا مضمون میرا ہے پیر صاحب کا نہیں ہے اس سلسلہ میں نہایت افسوسناک بات یہ ہے کہ عمامہ کے سنت مؤکدۃ ہونے پر ہدایت السالکین میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کے نہایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب مواہب لدنیہ (مصنفہ شیخ ابراہیم بیجوری) کی عبارت العذبۃ سنۃ مؤکدۃ محفوظۃ لم یترکھا العلماء میں بدترین خیانت کر کے ہدایت السالکین کے صفحہ نمبر ۱۴۳ پر العذبۃ سنۃ مؤکدۃ کی جگہ العمامۃ سنۃ مؤکدۃ لکھ دیا ہے اور اس طرح دیانت علمی کا جنازہ نکال دیا ہے۔

(۱) حضرت علامہ مفتی غلام علی اوکاڑوی اور حضرت علامہ مفتی سید حسین الدین شاہ صاحب، حضرت علامہ مفتی سید ریاض حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف القادری صاحب، امیر سرحد حضرت علامہ مفتی فضل سبحان صاحب قادری، حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ نور الحق قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی حافظ محمد اسحاق ظفر (دامت برکاتہم العالیہ) اللہ ان کی عمر دراز کرے۔

الجواب: بورڈ کے فیصلہ کا اندازہ علماء اور صلحاء خود کریں۔ اب اصل عبارت یہ ہے:

عن ابن عمر عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعم سدل عمامتہ بین کتفیہ قال نافع و قال وکان ابن عمر یفعل ذلک : ای سدل العمامۃ بین الکتفین و قولہ قال عبید اللہ و رایت القاسم بن محمد و سالما یفعلان ذلک ای سدل العمامۃ بین الکتفین و اشار بذلک الی انہ سنۃ مو کدۃ محفوظۃ لم یترکھا الصلحاء۔

(المواہب الدنیا علی الشمائل المحمدیۃ، ص، ۱۰۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(مذکورہ بالا کتاب کا ٹائٹل اور صفحہ کے عکس)

المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية

حاشية العالم الهمام والعلامة الإمام

الشيخ إبراهيم البيجوري رحمه الله

على الشمائل المحمدية

للإمام المحقق والمحدث المدقق

محمد بن عيسى الترمذى رحمه الله

إدارة تاليفات اشرفية
چوک فوارہ ملتان فون: 540513-519240

عُمَر عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ
حدثنا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عِكْرِمَةَ
ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ دَسْمَاءُ

له إذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه) أى إذا لف عمامته على رأسه أرخى طرفها بين كتفيه وفى بعض
ق الحديث أن الذى كان يرسله بين كتفيه هو الطرف الأعلى وهو يسمى عذبة لغة ويحتمل أنه الطرف
سفل حتى يكون عذبة فى الاصطلاح العرفى الآن ويحتمل أن المراد الطرفان معا لأنه ورد أنه قد أرخى
نيها بين كتفيه بلفظ التثنية وفى بعض الروايات طرفها بلفظ الافراد ولم يكن صلى الله عليه وآله وسلم
ل عمامته دائما بدليل رواية مسلم أنه صلى الله عليه وآله وسلم دخل مكة بعمامة سوداء من غير ذكر
دل وصرح ابن القيم بنفيه قال لأنه صلى الله عليه وآله وسلم كان على أهبة من القتال والمغفر على
ه فلبس فى كل موطن ما يناسبه كذا فى الهدى النبوى وبه عرف ما فى قول صاحب القاموس
فارقها قط وقد استفيد من الحديث أن العذبة سنة وكأن حكمة سنها مافيها من تحسين الهيئة وإرسالها بين
كتفين أفضل وإذا وقع إرسالها بين اليدين كما يفعله الصوفية وبعض أهل العلم فهل الأفضل إرسالها من
نب الأيمن لشرفه أو من الجانب الأيسر كما هو المعتاد وفى حديث أبى أمامة عند الطبرانى ما يدل على تعيين
من لكنه ضعيف واستحسن الصوفية إرسالها من الجانب الأيسر لكونه جانب القلب فيتذكر تفريغه
سوى ربه قال بعض الشافعية ولو خاف من إرسالها نحو خيلاء لم يؤمر بتركها بل يفعلها ويجاهد نفسه وأقل
رد فى طولها أربع أصابع وأكثر ما ورد فيه ذراع وبينهما شبر ويحرم إفحاشها بقصد الخيلاء (قوله قال نافع
ن ابن عمر يفعل ذلك) أى سدل العمامة بين الكتفين وقوله قال عبيد الله ورأيت القاسم بن محمد وسالما
لان ذلك أى سدل العمامة بين الكتفين وأشار بذلك إلى أنه سنة مؤكدة محفوظة لم يتركها الصلحاء وبالجملة
جاء فى العذبة أحاديث كثيرة ما بين صحيح وحسن (قوله أبو سليمان) صدوق لين الحديث خرج له الجماعة
النسائى وقوله ابن الغسيل أى بواسطتين لأن عبد الرحمن المذكور ابن سليمان بن عبد الله بن حنظلة الغسيل
لقب لحنظلة وإنما لقب بذلك لأنه استشهد يوم أحد جنبا لكونه لما سمع النفير لم يصبر للغسل فرأى
نطق صلى الله عليه وسلم الملائكة تغسله من الجنابة (قوله خطب الناس) أى فى مرض موته وأوصاهم
ن الأنصار كما فى البخارى ولم يصعد المنبر بعد ذلك وقوله وعليه عمامة دسماء وفى رواية عصابة بدل عمامة
عصابة هى العمامة والدسماء بفتح الدال المهملة وسكون السين المهملة أيضا هى السوداء كما فى نسخة وقيل
الدسماء الملطخة بالدسم لأنه صلى الله عليه وسلم كان يكثر من دهن شعره فأصابتها الدسومة من الشعر

اب بدترین خیانت کس نے کی اور علم کا جنازہ کس نے نکالا۔ملا بشیر ذرا جواب دو۔

قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ صَيْفِيِّ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »عَلَيْكُمْ بِخِضَابِ السَّوَادِ فَإِنَّهُ أَرْهَبُ لَكُمْ فِي صُدُورِ عَدُوِّكُمْ وَأَرْغَبُ نِسَائِكُمْ فِيكُمْ . «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

ترجمه: حضرت عبدالحمید بن صیفی بن صہیب ﷺ اپنے باپ، دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: سیاہ خضاب تم پر لازم ہے کیونکہ اس میں تمہارے دشمنوں کے سینوں میں ہیبت ہے اور تمہاری عورتوں کو اس میں رغبت ہے۔

(مسند البزار، البحر الزخار، ج۶،ص۳۰،رقم:۲۰۹۷)

سوال:(۹۷)اس حدیث مبارکہ کی شرح میں مولانا سعید اللہ قادری لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضور ﷺ نے سیاہ خضاب کو احسن فرمایا اور مسند بزاز کی روایت میں حضور ﷺ نے سیاہ خضاب لگانے کا امر فرمایا یہاں بھی لفظ **علیکم**، اسم فعل الزمو امر کا صغیہ ہے لیکن یہاں امر اپنے حقیقی معنی یعنی وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباباً ہے۔سیاہ خضاب کے جواز پر فقیر کا رسالہ، القول الاجود فی خضاب الاسود۔

دوم یہاں قرینہ صارفہ پایا جاتا ہے، یعنی حضور ﷺ صحابہ کرام ﷺ سے ٹوپی پہننا ثابت ہے، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حدیث مبارکہ میں ہے:

غیروا الشیب ولا تشبهوا بالیهود۔

اور ایک میں ہے۔

ان الیهود والنصاری لا یصبغون فخالفهم،

یہاں حضور اکرم ﷺ نے خضاب لگانے کا امر فرمایا لیکن اس کے باوجود خضاب لگانا واجب نہیں مستحب ہے اس لیے کہ یہاں قرینہ صارفہ پایا جاتا ہے اس لیے کثیر صحابہ ﷺ نہیں لگاتے تھے۔اس لیے یہاں جو حضور ﷺ نے **علیکم** فرمایا ہے لیکن دوسری طرف خود حضور ﷺ صحابہ و تابعین کرام ﷺ سے صرف ٹوپی پہننا ثابت ہے اس لیے یہاں **علیکم** وجوب کے لیے نہیں۔ (فضائل عمامہ،ص،۶۵)

اس شرح کے جواب میں علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيمَاءُ الْمَلَائِكَةِ، وَأَرْخُوا لَهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: عمامے تم پر لازم ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے، اور عمامے کے شملے اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۲،ص۳۸۳،رقم:۱۳۴۱۸،شعب الایمان،رقم:۵۸۵۱،مجمع الزوائد،رقم:۸۵۰۳،کنز العمال،رقم:۴۱۱۴۰،الجامع الصغیر،رقم:۸۲۰۸،جامع الاحادیث،رقم:۱۴۳۱۵)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

(عَلَيْكُم بالعمائم) أي الزموا لبسها۔

ترجمہ: (عمامے تم پر لازم ہیں) یعنی عمامے کو لازمی پہننا اختیار کرو۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف العین، ج، ۲، ص، ۱۴۲، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

(عليكم بالعمائم) أي داوموا لبسها۔

ترجمہ: (عمامے تم پر لازم ہیں) یعنی عمامے کو دائمی پہننا اختیار کرو۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف العین، ج، ۴، ص، ۴۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

في المناهج: السنة أن المصطفى صلى الله عليه وسلم كان لا يصلي الجمعة إلا بعمامة۔

ترجمہ: مناہج میں ہے: عمامہ سنت ہے بے شک مصطفیٰ ﷺ عمامہ کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف العین، ج، ۴، ص، ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبدالقادر بن محمد سلیم گیلانی، اسکندری علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۳۶۰ھ، لکھتے:

فمن تأمل في هذه الأحاديث الشريفة وعلم أحوال النبي عليه الصلاة والسلام ومحافظته على العمامة وكيف عمم غيره وأمره بالتعمم على أن التعمم من السنة بل ربما يشعر بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم (فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم) بالوجوب ويكون لفظ السنة الوارد في كلام ابن عمر بمعنى الطريقة والله اعلم۔

ترجمہ: پس جو شخص ان احادیثِ شریفہ میں غور وفکر کرے، اور نبی کریم ﷺ کے احوال اور آپ ﷺ کا عمامہ پر محافظت (اہتمام) کرنے کو جانے، اور کیسے دوسروں کو عمامہ باندھا اور عمامہ باندھنے کا حکم دیا

اس طور پر کہ عمامہ باندھنا سنت ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد (ہم میں اور مشرکوں میں ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے) سے واجب ہونا معلوم ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کلام میں جو لفظ (عمامہ) سنت وارد ہوا ہے تو وہ طریقہ کے معنی میں ہے۔

(مجلۃ الحقائق، العمامۃ فی الاسلام، ج، ۲۳، ص، ۱۸)

پیر شریعت پیر طریقت شیخ الاسلام عبداللہ المعروف اخون درویزہ ننگرہاری متوفی ۱۰۴۸ھ، لکھتے ہیں:

بدانکہ در وقت نماز بافش باشد کہ سنت مؤکدہ است۔

ترجمہ: تو جان لے کہ نماز کے وقت (عمامہ کا) شملہ لٹکا ہوا ہو کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(ارشاد الطالبین، دربیان دستار، ص، ۱۲۱، تاجران کتب کشمیری بازار، لاہور)

امام محمد بن عبداللہ محمد ابن عربی متوفی ۔ ۵۴۳ھ لکھتے ہیں۔

والعمامة سنة المرسلين وعادة الأنبياء والسادة۔

ترجمہ: عمامہ رسولوں کی سنت اور انبیاء وسادات کی عادت ہے۔

(عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی باب ماجاء فی لبس الصوف، ج،۷ ،ص، ۲۴۳ ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ،فیض القدیر شرح جامع صغیر، ج،۴،ص،۵۶۴، دار الکتب العلمیہ ،بیروت، المسالک فی شرح موطا مالک، ج،۷،ص،۳۰۶)

پیر شریعت پیر طریقت شیخ الاسلام عبداللہ المعروف اخون دوریزہ ننگرہاری متوفی ۱۰۴۸,ھ، لکھتے ہیں:

واعلم ان السوم هو ارسال العلاقة من تحت العمامة ممايلى القضاء من جانب الايسر ومن قوله تعالىٰ ويمدد كم ربكم بخمسة الاف من الملائكة مسومين وهو من النبى عليه الصلاة والسلام من سنة الهدى ومن فضله قال عليه والسلام ركعتان معها افضل،من سبعين ركعة بدونها وانه عليه والسلام ارسلها فى جميع الاحوال الى هالة السير وهى ثلثة انواع قبضة وقبضتين و قبضات حتىٰ الصدر۔

ترجمہ: اور جان لو کہ السوم یہ عمامہ کے نیچے سے دائیں جانب سے شملہ کا لٹکانا ہے،اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں سے ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ

ترجمہ: تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔(آلِ عمران:۱۲۵)

اور یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہدیٰ میں سے ہے۔اور اس کی فضیلت میں سے ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں ،بغیر عمامہ کے ستر رکعتوں سے افضل ہے۔اور نبی کریم ﷺ تمام احوال میں شملہ لٹکاتے ،سیر کی حالت میں بھی۔اور اس کی تین اقسام ہیں: ایک مٹھی ،دو مٹھی اور کئی مٹھیاں سینہ تک۔

(ارشاد الطالبین، دربیان دستار،ص،۱۲۱،تاجران کتب کشمیری بازار،لاہور)

رجل صلى مع قلنسوة وليس فوقها عمامة او شئى اخر يكره۔

ترجمہ: مرد نے ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھی اور ٹوپی پر عمامہ وغیرہ نہیں ہے تو مکروہ ہے۔

(فتویٰ غرائب ،فی باب المکروہات ،ورق ،۱۰۷، قلمی، ہدایۃ الابرار، الباب العاشر فی مسائل شتی ،ص،۱۰۸، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی بازار ،پشاور)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری ،قدس سرہ، متوفی ،۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

کلاہ زیر دستار سنت است۔۔۔۔ واما دستار بر سر بستن سنت است وعلاقہاء دستار باز بس۔

ترجمہ: اور دستار کے نیچے ٹوپی پہننا سنّت ہے۔۔۔۔اور سر پر پگڑی باندھنا سنّت ہے چاہیے کہ اس کا شملہ سر کے پیچھے گردن پر لٹکائیں۔

(مکتوبات صدی، مکتوب ،نود کیم درذکر لباس ،ص،۳۰۰، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ،حنفی ،نقشبندی ،قدس سرہ، متوفی ،۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وهمچنین مشایخ ارسال فش را به جانب دست چپ مستحسن داشته اند و سنت در فش، ارسال آن بین الکتفین (میان دو شانه) است۔ پر

ظاهر است کہ این بدعت، رافع سنت است

ترجمہ: یوں ہی مشائخ نے دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۸۶، ج، ا، ص، ۳۶۸، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔

ترجمہ: اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ (سورۃ الاعراف: ۳۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۲ ھ، لکھتے ہیں:

گر بگوید فقه فقر آید همه		بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمه

ترجمہ: (عاشق) اگر فقہ کا مسئلہ بھی لکھے گا تو ساری بات فقر کی نکلے گی۔ اس کے جوشِ کلام سے فقر کی بو آئے گی۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۹۲۳)

حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا عمامہ کے متعلق موقف

او رعلیکم با العمائم "الحدیث" سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ لازم اور واجب ہے کیونکہ خُذُوْا امر ہے اور امر اطلاق کی صورت میں وجوب پر محمول ہوتا ہے تو اشارۃ عمامہ کی وجوب مفہوم ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ علیکم میں علی الزام کیلئے ہے تو صراحۃ عمامہ کی وجوب معلوم ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ: فرق بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس اما لبس القلنسوۃ بدون العمامۃ فذی المشرکین سے معلوم ہوتا ہے عمامہ پر عمل شعار مؤمنین ہے اور عمامہ کا ترک شعار مشرکین ہے۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر کوئی صراحۃ چیز مباح یا مستحب ہو لیکن جب شعار مؤمنین بن جائے اور اس کا ضد شعار کافرین بن جائے تو شعار کی حیثیت سے وجوب کا درجہ اختیار کر لیتا ہے اور اس چیز کا ضد شعار کافرین ہونے کی وجہ سے حرمت کا درجہ اختیار ہے اگر چہ مذکور حیثیت کی بغیر چیز فعلاً اور ترکاً مباح ہی کیوں نہ ہوں؟۔ لیکن مذکور حیثیت کی موجودگی کی صورت میں "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی مضمون پر کفار کی شعائر سے احتراز کرنا لازم ہوتا ہے اور اس شعار کفری کو اختیار کرنا حرام بلکہ کفار کی صف میں داخل ہونے کی مترادف بن جاتی ہے۔

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ ھ، لکھتے ہیں:

(به سادات عظام و قضاۃ و اهالی و موالی کرام بلدۂ (سامانه) در نکوهش خطیب آنجا که در عید قربان ذکر خلفا راشدین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنهم) ترک کرده بود۔ و ما یناسب ذالک

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

باعث تصدیع خدام ذوی الاحترام، سادات عظام و قضاۃ و اهالی و موالی کرام بلدۂ (سامانه) (۱) آنکه شنیده شد که خطیب آن مقام، در

خطبه عید قربان، ذکر خلفاء راشدین را ۔ رضی اللہ عنہم۔ ترک کرده و اسامی متبرکہ ایشان رانخوانده ونیز شنیده شد که چون جمعی به، او تعرض نمودند، به سهو و نسیان خود اعتذار ناکرده، به تمرد (۲) پیش امده و گفته که چه شد اگر اسامی خلفاء راشدین مذکور نشده و نیز شنیده که اکابر و اهالی آن مقام، در این باب مساهله ورزیدند و به شدت و غلظت با آن خلیب بی انصاف پیش نیامدند۔ وای! نه، یک بار، که صد بار وای! ذکر خلفاء راشدین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اگرچه از شرائط خطبه نیست ولیکن از شعائر اهل سنت، است ۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیهم۔ ترک نکند آن رابه عمد و تمرد مگر کسی که دلش مریض است و باطنش خبیث، اگر فرض کنیم که، به تعصب و عناد ترک نکرده باشد، وعید (من تشبه بقوم فهو منهم) را چه جواب خواهد گفت؟ و از مظان تهم (۳) (اتقو من مواضع التهم) چگونه خلاص خواهد گشت؟! اگر در تقدیم و تفضیل حضرات شیخین (۴)، متوقف است، طریق اهل سنت را رافض است۔

قصبہ سامانہ کے سادات عظام، اور اس قصبہ کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے نام صادر فرمایا۔ اس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر ترک کر دیا اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بلدہ سامانہ کے سادات عظام اور وہاں کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے باعزت خادموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے کہ سننے میں آیا ہے۔ کہ اس شہر کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر ترک کیا ہے۔ اور ان کے متبرک اسماء گرامی نہیں لیے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ بھول اور نسیان کا عذر کرنے کے بجائے سرکشی سے پیش آیا ہے اور کہا ہے کہ کیا ہو گیا اگر خلفائے راشدین کے نام مذکور نہیں ہوئے نیز یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے اکابر اور باشندگان نے اس بارے میں سستی کی ہے۔ اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہیں آئے۔

وائے نہ یکبار کہ صد بار وائے

ترجمہ: افسوس صد بار افسوس

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکرِ پاک اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے شعائر میں سے ضرور ہے۔ ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کرے گا۔ جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا۔ تاہم: جس نے کسی قوم سے مشابہت پیدا کی وہ انھیں میں شمار ہوگا۔ کی وعید کا کیا جواب ہوگا اور تہمت کی جگہ سے خلاصی ملے گی حالانکہ فرمان نبوی ﷺ ہے اتقو مواضع التہم بچو۔ اور اگر یہ شخص حضرات شیخین کی تقدیم و تفضیل میں توقف کرتا ہے۔ تو اہل سنت کے طریقے کا تارک ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب ۱۵، ج ۲، ص ۸۰، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

این قسم گل بدبو از ابتداء اسلام تا این وقت معلوم نیست که در (هندوستان) شگفته باشد، نزدیک است که از این معامله، تمم شهر متهم، گردد، بلکه اعتماد از (هندوستان) مرتفع شود۔ سلطان وقت۔ نصر اللہ سبحانه علیٰ اعداء الاسلام۔ از اهل سنت است و حنفی

مذہب۔ درزمان او این چنین بدعت نمودن، نہایت جرأت است، بلکہ فی الحقیقت معارضہ کردن است باسلطان و خروج است از اطلاعت اولی الامر، مع ذلک، عجب است کہ مخادیم عظام آن مقام، در این واقعہ خود درامعارف دارند و مساہلہ فرمایند۔

اس قسم کا بد بودار پھول ابتدا سے لے کر اس وقت تک معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کھلا ہو۔قریب ہے کہ یہ معاملہ پورے شہر سامانہ کو متہم کر دے بلکہ ہندوستان پر سے اعتماد اٹھ جائے۔بادشاہ وقت (اللہ سبحانہ اسے دشمنان اسلام پر فتح ونصرت عطا کرے) اہلسنت سے ہے اور حنفی مذہب ہے۔اس کے دور حکومت میں اس طرح کی بدعت کا مرتکب ہونا بڑی دلیری ہے۔بلکہ فی الحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ ہے۔اور اولی الامر کی طاعت سے نکلنے والی بات ہے اس کے باوجود تعجب ہے۔کہ وہاں کے مخدومان عظام اس واقعہ میں اپنے آپ کو بے قصور خیال کرتے ہیں اور سستی کرتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۱۵، ج، ۲، ص، ۵۰ مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، سد یقی، تہران)

تو معلوہوا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے شعار مؤمنین کی ترک کو بدعت حرام قرار دیا اور من تشبہ بقوم فھو منھم کی مضمون میں داخل قرار دیا تو علت مشترکہ کی وجہ سے عمامہ کا مسئلہ بھی اس پر قیاس ہے تو واضح ہوا کہ عمامہ باندھنا شعار مؤمنین کی حیثیت سے واجب اور لازم ہے، اور صرف ٹوپی رکھنا یا ننگے سر پھرنا شعار کافرین ہے۔تو شعار مؤمنین کی حیثیت سے عمامہ باندھنا واجب اور لازم ہے اگر چہ شعار موصوف حیثیت کے بغیر بھی عمامہ سنت مؤکدہ، متواترہ، دائمہ اور محفوظہ اسی طرح عمامہ کی شعار اسلام میں ہونے کی دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کفار کو عمامہ باندھنے سے منع کیا جائیگا۔

فائدہ مجلس شوریٰ کی جانب سے: اگر کوئی اپنی طرف سے جھوٹ بات بنائے کہ یہ مضمون حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا نہیں ہے، اگر جھوٹ کہنے سے صلح ہوتی ہے تو کرلو۔

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ المَهْدَوِيّ: قَوْلِهِ تَعَالَى: وَما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا هَذَا يُوجِبُ أَنَّ كُلَّ مَا أُمِرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى. وَالْآيَةُ وَإِنْ كَانَتْ فِي الْغَنَائِمِ فَجَمِيعُ أَوَامِرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَوَاهِيهِ دَخَلَ فِيهَا. وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ عُمَيْرٍ- وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ- قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ عَسِيرٌ عَلَى مَنْ تَرَكَهُ يَسِيرٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَهُ وَطَلَبَهُ. وَحَدِيثِي صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ وَهُوَ الْحَكَمُ فَمَنِ اسْتَمْسَكَ بِحَدِيثِي وَحَفِظَهُ نَجَا مَعَ الْقُرْآنِ. وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْآنِ وَحَدِيثِي خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ. وَأُمِرْتُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِقَوْلِي وَتَكْتَنِفُوا أَمْرِي وَتَتَّبِعُوا سُنَّتِي فَمَنْ رَضِيَ بِقَوْلِي فَقَدْ رَضِيَ بِالْقُرْآنِ وَمَنِ اسْتَهْزَأَ بِقَوْلِي فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِالْقُرْآنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

مسئلہ نمبر ۷: مہدوی نے کہا: وَما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ یہ ارشاد اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امر ہے۔یہ آیت کریمہ اگر چہ غنائم کے بارے میں ہے پھر بھی نبی کریم ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی اس میں داخل ہیں۔حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو صحابی رضی اللہ عنہ تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قرآن اس کے لئے سخت مشکل ہے جو اسے ترک کرے اور جو اس کی اتباع کرے اور اس کی طلب کرے اس کے لئے آسان ہے۔اور میری حدیث بھی مشکل ہے جس نے میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑا اور اسے یاد کیا تو وہ قرآن کے ساتھ نجات پا گیا

جس نے قرآن اور میری حدیث کے بارے میں سستی کی تو وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہا۔ تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرے قول کو مضبوطی سے پکڑو، میرے حکم کی محافظت کرو اور میری سنت کی اتباع کرو۔ جو میرے قول پر راضی ہوا وہ قرآن پر راضی ہوا جس نے میرے قول کا مذاق اڑایا تو اس نے قرآن کا مذاق اڑایا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحشر، تحت الآیۃ: ۷، ج، ۱۸، ص، ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل ثامن:

(۱) اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ء، لکھتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۸۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو مکروہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وُہ اسباب تجمل ہے اور یہاں تجمل محبوب۔

(فتاوی رضویہ، ج، ٦، ص، ٦٣١، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۲) دلیل، عمامہ

مسئلہ ۱۰۰٦: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے، تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

مخالف سنت ہوا، حدیث میں ہے:

الفرق بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔

(سنن ابوداود، باب فی العمائم، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۲۰۸، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۷۴)

وقرر الشیخ قدس سرہ فی اللمعات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وھم یتعممون بدونھا۔

ترجمہ: اور شیخ قدس سرہ، نے لمعات میں ثابت کیا ہے کہ مشرکین عرب کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپیوں کے بغیر عمامہ باندھتے ہیں۔

پھر اگر گلوبند چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کرسکے تو یہ سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج، ۷، ص، ۳٦۰، ۳٦۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۳) دلیل، عمامہ

مسئلہ ۹۸۰: ازسرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال بندھا جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہوگیا، اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث میں ہے:

فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۲۰۸) (فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ۲۹۹، ۳۰۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۴) دلیل، عمامہ، شملہ

مسئلہ ۶ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار کے شملہ کہاں تک رکھنا مسنون ہے۔ اور کہاں تک رکھنا مباح اور کہاں تک رکھنا ممنوع و غیر مشروع حرام ہے۔ اگر کسی شخص نے ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھا دوسرے نے بولا ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھنا حرام ہے۔ آیا یہ کہنا بموجب شرع کے ہے یا نہیں؟ آیا یہ قائل گنہگار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔)

الجواب: شملے کی اقل مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ اور بعض نے نشست گاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس تک پہنچے، اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو جس کی مقدار تقریباً وہی ایک ہاتھ ہے۔ حد سے زیادہ داخل اسراف ہے۔ اور بہ نیت تکبر ہو تو حرام، یونہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلاً رانوں یا زانوں تک یہ سخت شنیع و ممنوع، اور بعض انسان بدوضع آوارہ رندوں کی وضع ہے۔

ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیت تکبر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہئے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ بعض علماء نے موضع جلوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جبکہ اس نے حرام بمعنی عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہ تحریمی کو شامل ہے۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اقل مقدارِ عذبہ چھار انگشت ست و تطویل آں متجاوز از نصف ظھر بدعت ست و داخل اسبال و اسراف ممنوع و اگر بطریق تکبر و خیلاء باشد حرام و الا مکروہ مخالف سنت۔

ترجمہ: پگڑی کے شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبا رکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے بدعت ہے کپڑا لٹکانے میں اسراف ہے جو ممنوع ہے۔ اور اگر تکبر اور تفاخر کے طور پر ہو تو حرام ہے۔ ورنہ مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

(اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، فصل دوم، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۳/ ۵۴۵) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۸۲، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دستوار اللباس میں ہے:

از فتاوی حجۃ وجامع آوردہ کہ الذنب ستۃ انواع للقاضی خمس وثلثون اصابع وللخطیب احدی وعشرون اصابع وللعالم سبع وعشرون اصابع وللمتعلم سبعۃ عشر اصبعا وللصوفی سبع اصابع وللعامی اربع اصابع۔

فتاوی حجۃ اور جامع میں نقل کی گیا ہے کہ شملہ کی چھ اقسام ہیں:

(۱) قاضی کے لئے ۳۵ انگشت کے بمقدار

(۲) خطیب کے لئے بمقدار ۲۱ انگشت

(۳) عالم کے لئے بمقدار ۲۷ انگشت

(۴) تعلم کے لئے بمقدار ۱۷ انگشت

(۵) صوفی کے لئے بمقدار ۷ انگشت

(۶) عام آدمی کے لئے بمقدار ۴ انگشت۔

شرح شرعۃ الاسلام میں ہے:

قال فی خذانۃ الفتاوی والمستحب ارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط الظھر ومنھم من قال الی موضع الجلوس ومنھم من قدر بالشبر۔

ترجمہ: خزانۃ الفتاوی میں فرمایا: پگڑی کا شملہ دو کندھوں کے درمیان نصف پشت تک لٹکانا مستحب (موجب ثواب) ہے۔اور بعض اہل علم نے فرمایا: سرین تک ہو جبکہ بعض نے اس کی مقدار صرف ایک بالشت بتائی ہے۔

(شرح شرعۃ الاسلام، فصل فی سنن اللباس، بمکتبہ الاسلامیہ کوئٹہ، ص ۴۔ ۲۸۳)

عین العلم میں ہے:

یرسل الذیل بین الکتفین الی قدر الشبر او موضع القعود او نصف الظھور وھو وسط مرضی والکل مروی۔

ترجمہ: شملہ دو کندھوں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار لٹکائے (اور چھوڑے) یا سرین تک ہو یا نصف پشت تک ہو اور یاہ متوسط اور پسندیدہ طریقہ ہے اور یہ سب کچھ مروی ہے۔

(عین العلم، الباب السابع فی الاتباع فی المعیشۃ، مطبع امرت پریس لاہور، ص ۲۴۸)

شرح علامہ علی قاری میں ہے:

الاول اشھر واکثر واظھر والکل قد جمعتہ فی رسالۃ مستقلۃ اھ۔ واللہ تعالی اعلم۔

پہلا قول اکثر ورزیادہ مشہور ہے اور زیادہ ظاہر ہے اور ان سب اقوال کو میں نے ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

(شرح عین العلم لملا علی قاری (بین السطور)، مطبع امرت پریس لاہور، ص ۲۴۸) (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۸۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

شملہ رکھنا:

نظیر ۲: عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جُہال اس پر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جس کا منشاء وہی حفظ دینِ عوام ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّثِ دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آدابِ لباس میں فرماتے ہیں:

فقہاء را بر ارسالِ را بر ارسال شملہ براھین قیاسی بسیار ست و ارسالِ آں سنتِ مؤکدہ دانند و علمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ را ارسال ندارند برائے طعن و مسخرہ جھالِ زمانہ۔ اھ ملخصاً۔

ترجمہ: فقہاء کے پاس شملہ چھوڑنے پر بہت سے دلائل قیاسیہ موجود ہیں اور وہ اس کو سنت، مؤکدہ سمجھتے ہیں مگر علماء متاخرین جہال زمانہ کے طعن وتمسخر سے بچنے کے لئے سوائے نماز پنجگانہ کے شملہ نہیں چھوڑتے ہیں اھ ملخصاً۔

(رسالہ آدابِ لباس، عبدالحق دہلوی) (فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۲، ص، ۳۱۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۵) دلیل، عمامہ کا مسنون طریقہ

مسئلہ ۵۴: عین الیقین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا ہے دہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور کس طرف سے شروع کرنا کیسا ہے؟ مع دلیل۔

الجواب:

حدیث میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہر بات میں دہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔

لہٰذا مناسب یہ ہے کہ عمامہ کا پہلا پیچ سر کی دہنی جانب جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/ ۱۳۲) (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الطہارۃ، کیفیۃ الوضوء، دار الفکر بیروت، ۲/ ۳۶۱) (مسند احمد بن حنبل، عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، المکتب الاسلامی بیروت، ۶/ ۱۰۲) (فتاوٰی رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۱۹۸، ۱۹۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۶) دلیل، عمامہ

مسئلہ ۱۰۲۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترکِ مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی:

وذلک لان التعمم من سنن الزوائد وسنن الزوائد حکمھا حکم المستحب۔

ترجمہ: اس لئے کہ عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اور سنن زوائد کا حکم مستحب والا ہوتا ہے۔

درمختار میں ہے:

لہا اٰداب ترکہ لایوجب اسائۃ والاعتاباکترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل۔

ترجمہ: نماز کے آداب ہیں جن کا ترک اساءت وعتاب لازم نہیں کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن بجالانا افضل ہے۔

(درمختار، آخر باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت، ۱/ ۷۳) (فتاوٰی رضویہ، ج۷، ص۳۹۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۷) دلیل: عمامہ

ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ۔

یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر۔

فیہ مجاھیل قلت ولیس فیھم کذاب ولا وضاع ولا متھم بہ ولا فیہ مایردہ الشرع اوریحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔

اس میں مجہول راوی ہیں قلت (میں کہتا ہوں) ان میں سے کوئی بھی کذاب اور وضّاع (حدیث گھڑنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی متہم بالوضع ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو شریعت رد کرتی ہو یا اسے عقل محال تصور کرتی ہو، اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔

(مرقات، بحوالہ ابن عساکر، الفصل الثانی من کتاب اللباس، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۸/ ۲۵۰ کنز العمال، بحوالہ ابن عساکر، فرع فی العمائم، مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت، ۱۵/ ۳۰۶)

الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ

یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

ھذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ یہ نہایت ہی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابان متروک ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۳۸۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲/ ۴۰۶)

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظِ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "الاف" کے "الف" ہے، الفاظِ حدیث یوں ہیں: "الصلوٰۃ فی العمامۃ عشرۃ الف حسنۃ"۔ نذیر احمد سعیدی (فتاوٰی رضویہ، ج۶، ص۲۰۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مسئلہ نمبر ۴۴۲: از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث: صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ۔

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نمازوں کا پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس گنا افضل ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ پڑھنا بغیر عمامہ کے جمعہ سے ستر گنا افضل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من الکتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰)

محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارت جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثلاً عالمگیریہ وکنز وفتاوٰی حجہ وآداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن طعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟

جامع الرموز میں الفاظ کی حدیث ملی:

ونص عبارتہ تنبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ۔

ترجمہ: اس کی عبارت یہ ہے عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے ستر گنا افضل ہے۔اسی طرح منیہ میں ہے۔

(جامع الرموز، فصل مایفسد الصلوٰۃ، مطبوعہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران، ۱/ ۱۹۳)

اس حدیث کے حال سے آگاہ فرمایئے اور یہ منیہ کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عمامہ حضور پرنور سیّد عالم ﷺ کی سنّت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولہذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر موکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک الامور سنۃ۔

ترجمہ: کتب سیر میں روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کبھی عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑتے کبھی بغیر شملہ کے باندھتے۔اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان امور میں سے ہر ایک کو بجالانا سنت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰)

اس کے ساتھ استہزا کو کفر ٹھہرایا:

کما نص علیہ الفقہاء الکرام وامر وابترکہ حیث یستہزئ بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاک بسوء الکلام۔

ترجمہ: جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔

تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکانۃ ﷺ کو اس پر حمل کیا۔

علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم یروانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین۔

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو،متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰)

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

هذا كله يدل على فضلية العمامة مطلقا نعم مع القلنسوة افضل فلبسها وحدها مخالف للسنة كيف وهي زي الكفرة وكذا المبتدعة في بعض البلدان۔

یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو، ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنّت ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰)

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اس کا سنّت ہونا متواتر ہے اور سنّتِ متواتر کا استخفاف کفر ہے۔

وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لو لم ير السنة حقا كفر لانه استخفاف۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص سنت کو حق و سچ نہیں جانتا تو اس نے کفر کیا کیونکہ یہ اسکا استخفاف ہے۔

(الفتاوی البزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۸)

عمامہ کی فضیلت میں احادیثِ کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیشِ نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں:

حدیث اوّل: سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔

ترجمہ: ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، باب العمائم، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/۲۰۸)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة اما لبس القلنسوة وحدها فزي المشركين فلبس العمامة سنة۔

ترجمہ: مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنّت ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق ما بیننا الخ، مکتبہ الامام شافعی الریاض، ۲/۱۶۹)

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

العمامة على القلنسوة فصل ما بيننا وبين المشركين يعطى يوم القيمة بكل كورة يدروها على راسه نورا۔

ترجمہ: ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

(کنز العمال بحوالہ باوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۵/۳۰۵)

قضاعی مسند شہاب میں امیر المومنین مولیٰ علی ﷺ سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولیٰ علی وعبداللہ بن عباس ﷺ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب۔

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں۔ (الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۴۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۳/۸۷)

مسند الفردوس میں انس ابن مالک ﷺ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم۔ وفی لفظ وضع اللہ عزھم۔

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں جب عمامہ چھوڑ دیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزت اتار دے گا۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ مسند فردوس عن ابن عباس، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۴/۳۹۲)

ابن عدی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ایتوا المساجد حسّراً و مقنعین، فان العمائم تیجان المسلمین۔

ترجمہ: مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامہ مسلمانوں کے تاج ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال اسامی شتّی ممن ابتداء اسامیھم میم المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ، ۶/۲۴۱۳)

طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلما۔ صححہ الحاکم۔

ترجمہ: عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔)

(المعجم الکبیر، باب ماجاء فی لبس العمائم الخ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۱/۱۹۴)

ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر ﷺ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب۔ وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ۔

ترجمہ: عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں؛ طبرانی نے اس کا ابتدائی حصہ روایت کیا، امام مناوی نے اس کا قوی ہونا بیان کیا ہے۔

(شعب الایمان، حدیث ۶۲۶۰، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت، ۵/۱۷۶)

دیلمی عمران بن حصین ﷺ وان اسلم حصین ﷺ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمھا وضعت عزھا۔

ترجمہ: عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں اپنی عزّت اتار دیں گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۴۲۴۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۳/۸۸)

وہی رکانہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لاتزال امتی علی الفطرۃ مالبسوا العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: میری امت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث، ۷۵۶۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۵ / ۹۳)

ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ امدنی یوم بدر و حنین بملئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ و قال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر و الایمان۔

ترجمہ: بیشک اللہ عزوجل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی باب التحریض علی الرمی، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۰ / ۱۴)

دیلمی مسند الفردوس میں عبد الاعلیٰ بن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام و ھی حاجزۃ بین المسلمین و المشرکین۔

ترجمہ: اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

(کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۱۹۱ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت، ۱۵ / ۴۸۳)

ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ھکذا تکون تیجان الملئکۃ۔

ترجمہ: فرشتوں کے تاج ایسے ہوتے ہیں۔

(کنز العمال بحوالہ ابن شاذان فی مشیختہ، حدیث ۴۱۹۱۳، مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت، ۱۵ / ۴۸۴)

طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوالھا خلف ظھورکم۔

ترجمہ: عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پسِ پشت چھوڑو۔ (المعجم الکبیر، حدیث ۱۳۴۱۸، مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۱۲ / ۳۸۳)

ابو عبد اللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب۔ (الحدیث)

ترجمہ: بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا، (الحدیث)

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث ۴۱۱۴۵، مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت، ۱۵ / ۳۰۷)

بیہقی شعب الایمان میں انہی سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم۔

ترجمہ: عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے۔

(شعب الایمان، حدیث ۶۲۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۵/۱۷۶)

معجم کبیر طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرک عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عز وجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔

ترجمہ: بیان کیا محمد بن عبداللہ حضرمی علیہ الرحمہ نے، بیان کیا العلاء بن عمرو الحنفی علیہ الرحمہ نے، بیان کیا ایوب بن مدرک علیہ الرحمہ سے مکحول علیہ الرحمہ سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بیشک اللہ تعالٰی اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر۔

(مجمع الزوائد بحوالہ معجم کبیر باب اللباس للجمعۃ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، ۲/۱۷۶)

دیلمی انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشر الاف حسنۃ۔ (فیہ ابان)

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ (اس کی سند میں ابان راوی ہے۔)

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲/۴۰۶)

رامہُرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حط خطیئۃ۔

ترجمہ: عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

(کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال، حدیث ۴۱۱۴۶، مطبوعہ منشورات مکتبۃ الاسلامی حلب بیروت، ۱۵/۳۰۸)

دونوں محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم

والحدیث اشد ضعفا فیہ ثلثۃ متروکون متھمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثۃ عن ثویر۔

(اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حدیث میں شدید قسم کا ضعف ہے کیونکہ اس کے تین راوی متروک و متہم ہیں عمر بن حصین انھوں نے ابوعلاثہ سے اور انہوں نے ثویر سے روایت کیا۔)

مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة۔

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ دو ۲ رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۳۲۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲/۲۶۵)

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "خیر" کی بجائے "افضل" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

رہی حدیث مذکور سوال: اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسین بن اسحق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن ابی حبیب عن میمون بن مہران قال دخلت علی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرک بحدیث تحبہ وتحملہ عنی وتحدث بہ فقلت بلی قال دخلت علی عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبہا تکرم ولا یراک الشیطان الا ولی (ھاربا انی) سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل بسبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملئکة یشہدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس۔

ترجمہ: ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفین بن زیاد المخرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران حدیث بیان کی کہا میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املاء کرائی پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو ایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کہ خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو، میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔

میں نے عرض کیا کیوں نہیں، تو سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وُہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

(لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۳/۲۴۴)

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اُسے

امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا:

ترکت القشر، واخذت اللباب، وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب۔

میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر، در خطبہ کتاب، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱/۲۰)

اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مهدی المروزی انبانا ابوبشر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن ابی حبیب قال قال لی مهدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم وهو یعتم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثک بحدیث تحبه وتحمله وترویه فذکر مثله وقال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس۔

ترجمہ: ابن نجار نے اسکی تخریج اس سند سے کی ہے کہ محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوبشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن ابی حبیب کے حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انھوں نے مجھے فرمایا کہ اے ابوایوب! میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد اسے بیان کرے، پھر انہوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروب آفتاب تک صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

(لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیرہ، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۳/۲۴۴)

قال الحافظ فی اللسان هذا حدیث منکر بل موضوع ولم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیله لابن الطحان، واما ابو بشر بن سیار فلم یذکره ابو احمد الحاکم فی الکنی وماعرفت محمد بن مهدی المروزی ولا مهدی بن میمون الراوی لهذا الحدیث من سالم ولیس هو البصری المخرج فی الصحیحین وذاک یکنی ابایحیی ولا ادری ممن الافة۔

ترجمہ: حافظ نے لسان میں فرمایا یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابوبشر بن سیار کا تذکرہ ابواحمد حاکم نے الکنی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہوں اور یہ وہ بصری بھی نہیں جو مسلم وبخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابویحیی ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔

(لسان المیزان، حرف العین ترجمہ عباس بن کثیر، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۳/۲۴۴)

اقول رحم الله الحافظ من این یاتیه الوضع ولیس فیه مایحیله عقل ولا شرع ولا فی سنده وضاع ولا کذاب ولا متهم ومجرد جهل الراوی لایقضی بالسقوط حتی لایصلح للتمسک به فی الفضائل فضلا عن الوضع، ولما اورد الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی حدیث قزعة بن سوید عن عاصم بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاة تلک اللیلة۔

ترجمہ: حاقول حافظ پر اللہ تعالٰی رحم کرے اس روایت میں وضع کو کہاں سے لائے ہیں؟ حالانکہ اس روایت میں ایسی کسی چیز کا بیان نہیں جسے عقل وشرع محال گردانے

اور نہ ہی اس کی سند میں وضاع، کذاب اور متہم ہے محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا حتی کہ فضائل میں قابلِ استدلال ہی نہ رہے چہ جائیکہ وہ موضوع ہو۔ حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے حدیثِ قزعہ بن سوید، عاصم بن مخلد سے انھوں نے ابواشعث صنعانی سے انھوں نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے موضوعات میں بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے آخری عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی،

(کتاب الموضوعات لابی الفرج، حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱/۲۶۱)

فی الموضوعات و اعله بان عاصما فی عداد المجهولین و قزعة قال احمد مضطرب الحدیث و قال ابن حبان کان کثیر الخطا فاحش الوهم، فلما کثر ذلک فی روایته سقط الاحتجاج بخبر۔

ترجمہ: اور علت یہ بیان کی کہ عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔ قزعہ کے بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ کثیر الخطا اور فاحش الوہم ہے، آخر میں فرمایا جب اس کی روایت میں علتیں اس قدر کثیر ہوگئیں تو اس کی روایت سے استدلال ساقط ہوگیا اھ

(القول المسدد، الحدیث الثانی ممالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن، ص ۳۶)

قال الحافظ نفسه فی القول المسدد لیس فی شیئ من هذا مایقضی علی هذا الحدیث بالوضع۔ الخ،

اور خود حافظ نے القول المسدد کہا یہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرتی ہو الخ

(القول المسدد، الحدیث الثانی ممالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن، ص ۳۶)

ولما حکم ابن الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس ابن مالک رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم العسقلان احد العروسین یبعث منها یوم القیامة سبعون الفا لا حساب علیهم، ویبعث منها خمسون الفا شهداء وفودا الی الله عزوجل، وبها صفوف الشهداء ر ء وسهم مقطعة فی ایدیهم تثج اوداجهم دماً یقولون ربنا واتنا ماوعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیمة انک لا تخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوهم بنهر البیضة، فیخرجون منها نقیا بیضا فیسرحون فی الجنة حیث شاء وا،

ترجمہ: جب ابن جوزی نے موضوعات میں اس حدیث ابی عقال کو موضوع قرار دیا جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عسقلان ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جن سے روزِ قیامت ستر ہزار ایسے افراد اُٹھائے جائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا اور اس میں پچاس ہزار شہداء اُٹھائے جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ اپنے رب کے ہاں حاضر ہونگے

حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں ان کی ودج (وہ رگ جسے بوقتِ ذبح کاٹا جاتا ہے) سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ اللہ کے حضور یہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تُو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں روزِ قیامت ذلت سے محفوظ فرما بلاشُبہ تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو سفید نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور چمکدار ہو کر نکلیں گے اور وُہ جنت میں حسبِ خواہش چلے جائیں گے اور کھائیں گے پئیں گے۔

(کتاب الموضوعات لابن جوزی، باب فی فضل عسقلان، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۲/۵۳)

بالوضع محتجابان جميع طرقه تدور على ابی عقال واسمه هلال بن زيد بن يسار قال ابن حبان يروی عن انس اشياء موضوعة ماحدث بها انس قط لايجوز الاحتجاج به بحال۔

ترجمه: اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ دلیل دی کہ اس کی تمام اسناد کا مرکز ابوعقال ہے جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی روایات موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بالکل بیان نہیں کیں لہذا کسی صورت میں بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(کتاب الموضوعات لابن جوزی، باب فی فضل عسقلان، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۲/ ۵۴)

وقال الذهبی فی الميزان باطل۔

ترجمه: اور امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ باطل ہے۔ (میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۲۶۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۴/ ۳۱۴)

قال الحافظ نفسه فيه وهو فی فضائل الاعمال والتحريض على الرباط فی سبيل الله وليس فيه مايحيله الشرع ولا العقل فالحكم عليه بالبطلان بمجرد كونه من رواية ابی عقال لايتجه وطريقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی رواية احاديث الفضائل دون احاديث الاحكام۔اھ

ترجمه: اور خود حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بارے میں کہا یہ روایت فضائل اعمال سے متعلق ہے اس میں اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جسے عقل و شرع محال قرار دیتی ہو لہذا محض اس لئے اس باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابوعقال ہے قابل حجت نہیں۔ اور امام احمد احادیثِ احکام میں تو نہیں لیکن احادیثِ فضائل میں تسامح سے کام لیتے ہیں ان کا یہ طریقہ معروف ہے اھ

(القول المسدد، جواب الکلام علی الحدیث الثامن، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند، ص ۳۲)

فليت شعری لم لايقال مثل هذا فی حديث العمامة مع انه ايضا فی فضائل الاعمال والتحريض على التأدب فی حضرة الله وليس، فيه ما يحيله الشرع ولا العقل بل ولا فيه احد رمی برواية الموضوعات كابی عقال فكيف يتجه الحكم عليه بالبطلان بل الوضع بمجرد كون بعض رواية ممن لم يعرفهم الحافظ اولم يذكرهم فلان وفلان، علا ان مهدی بن ميمون عندی وهم من بعض رواة ابن النجار لان عيسى بن يونس عند ابی نعيم وسفين بن زياد عند الديلمی انما يرويانه عن العباس عن يزيد عن ميمون بن مهران، كما تقدم وميمون هو ابو ايوب الجزری الرقی ثقة فقيه من رجال مسلم والاربعة كما قاله الحافظ فی التقريب لاجرم لم يمنع كلام الحافظ هذا خاتم الحافظ السيوطی عن ايراده فيها وعد بتنزيهه عن الموضوع اماقول تلميذه الحافظ السخاوی حديث، صلوة بخاتم تعدل سبعين صلوة بغير خاتم هو موضوع كما قال شيخنا وكذامارواه الديلمی عن حديث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلوة بعمامة الحديث المذكور ومن حديث انس مرفوعا الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة الاف حسنة۔اھ

ترجمه: میری سمجھ سے باہر ہے یہی قول عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ یہ حدیث بھی فضائلِ اعمال سے متعلق ہے اور اس سے بارگاہ الٰہی کے

ادب پر شوق دلایا گیا ہے اور اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جسے شرح وعقل محال قرار دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے ابوعقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو، تو اس روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم (محض اس بنا پر کہ بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کا ذکر نہیں کیا) کیسے درست ہوسکتا ہے۔

علاوہ ازیں میرے نزدیک ابن نجار کے بعض رواۃ میں سے مہدی بن میمون کے بارے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ابونعیم کے نزدیک عیسٰی بن یونس اور دیلمی کے نزدیک سفیان بن زیاد دونوں نے عباس سے انھوں نے یزید سے انھوں نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے جیسا کہ گزر چکا اور میمون سے مراد ابوایوب جزری الرقی ہے جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہے اور مسلم اور چاروں سنن کے رواۃ میں سے ہے جیسا کہ حافظ نے یہ بات تقریب میں کہی ہے، بلاشبہ حافظ ابن حجر کی یہ گفتگو خاتم الحافظ سیوطی کی اس روایت کو الجامع الصغیر (جس کے بارے میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس میں موضوع روایت ذکر نہیں کروں گا) میں نقل کرنے سے مانع نہیں رہا ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی کا قول کہ حدیث "انگوٹھی کے ساتھ نماز ستّر دوسری بغیر انگوٹھی والی نمازوں کے برابر ہے"۔ یہ موضوع ہے جیسا کہ ہمارے استادِ محترم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ حدیث جس کو دیلمی نے حضرت ابن عمر کی حدیث سے مرفوعاً صلوٰۃ بعمامہ حدیث مذکور کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور حضرت انس سے مرفوعاً حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے" اھ

(المقاصد الحسنہ، تحت حرف الصاد المھملۃ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، ص ۲۶۳)

فلم یذکر وجھه وانما تبع شیخه وقد علمت مافیه وکذا حدیث انس انما فیه ابان متروک وترک الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینته فی الھاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: تو انہوں نے اسکے موضوع ہونے کی وجہ بیان نہیں کی صرف اپنے شیخ کے اتباع میں ایسا کہہ دیا ہے حالانکہ آپ اس کے محلِ نظر ہونے پر آگاہ ہو چکے۔ اسی طرح حدیثِ انس میں صرف ابان راوی متروک ہے اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتا۔ یہ تفصیلی گفتگو میں نے "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتب معتمدہ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت وضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لئے سخت آفت کہ بحکم احادیث صحیح جو لعنت غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اتروا دینا اور اسے ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریاتِ دین کے انکار اور سنتِ قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے۔ کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سرنو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے، حدیث کہ جامع الرموز میں ہے، وہ حدیث بستم مذکور کے قریب قریب ہے اور تعدیہ بقصد تحدید نہ ہو تو اسی کی نقل بامعنی۔ یہ منیہ منیۃ المصلی نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاد زاہدی کی منیۃ الفقہاء جس کی تلخیص قنیہ ہے واللہ سبحنه وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۶، ص ۲۰۸ تا ۲۲۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فصل تاسع:

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ، لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمه: حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسبال (لٹکانا) ازار قمیص اور عمامہ میں ہے جس نے ان میں سے کوئی چیز ازراہ تکبر لٹکائی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نگاہ لطف وکرم نہیں فرمائے گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی قدر موضع الازار، رقم الحدیث، ۴۰۹۴، المکتبۃ العصریہ، بیروت، سنن النسائی، ۵۳۳۴ رقم: ۵۳۳۴، سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۵۶۹، مسند احمد، رقم: ۵۳۵۱) (فضائل عمامہ، ص، ۱۴۱)

عَن الزبير ابن جوان عَن رجل من الأنصار قَالَ: جَاءَ رجل إِلَى ابن عمر فَقَالَ: يَا أَبَا عبد الرَّحمن الْعِمَامَة سنة؟ فَقَالَ: نعم، قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لعبد الرَّحمن بن عَوْف: إِذهب فاسدل عَلَيْك ثِيَابك وألبس سِلَاحك، فَفعل ثمَّ أَتَى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقبض مَا سدل بِنَفسِهِ ثمَّ عممه فسدل من بَين يَدَيْهِ وَمن خَلفه۔

ترجمه: حضرت زبیر بن جوان رضی اللہ عنہ ایک انصاری مرد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا عمامہ سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ اور تم اپنے کپڑے لٹکاؤ اور اپنے ہتھیار پہنو، تو انہوں نے ایسا کیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے کپڑوں کو کھینچ لیا جس کو انہوں نے لٹکایا تھا، پھر آپ نے ان کو عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے اس کے شملہ کو لٹکایا۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب العمائم، ج، ۲۱، ص، ۴۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب العمائم، ج، ۲۷، ص، ۶۲۲)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ قِيلَ لَهُ: هَذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: اقْتُلُوهُ، وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، وَقَالَ وَكِيعٌ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ دَسْمَاءُ، ذَكَرَهُمَا التِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ، وله من حديث الدراوردي، عن عَبْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلّم إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ،

ترجمه: صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں آئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے خود اتار دیا تو کسی نے بتایا یہ ہے ابن خطل کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

مسلم شریف میں ابوالزبیر رضی اللہ عنہ کی معرفت، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام

کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

حضرت وکیع رضی اللہ عنہ، عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر چکنائی اور سیاہ عمامہ تھا۔ان دو روایات کو امام ترمذی علیہ الرحمہ نے شمائل میں بیان کیا ہے۔امام ترمذی علیہ الرحمہ (دراوردی، عبد اللہ، نافع رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا ایک کنارہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

فَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ اعْتَمَّتْ بِعَمَائِمَ بِيضٍ قَدْ أَرْسَلُوهَا بَيْنَ أَكْتَافِهِمْ، ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَكَاهُ الْمَهْدَوِيُّ عَنِ الزَّجَّاجِ. إِلَّا جِبْرِيلَ فَإِنَّهُ كَانَ بِعِمَامَةٍ صَفْرَاءَ عَلَى مِثَالِ الزُّبَيْرِ بْنِ العوام، وقال ابْنُ إِسْحَاقَ. وَقَالَ الرَّبِيعُ: كَانَتْ سِيمَاهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى خَيْلٍ بُلْقٍ.

ترجمہ: پس حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ سے مروی ہے کہ ملائکہ سفید عمامے باندھے ہوئے تھے اور (ان کی طرف کو) اپنے کندھوں کے درمیان چھوڑ رکھا تھا (معالم التنزیل: جلد:۱: صفحہ:۵۴۳) (یعنی ایک لڑ کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا) اسے بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے اور مہدوی علیہ الرحمہ نے اسے زجاج علیہ الرحمہ سے بیان کیا ہے مگر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی طرح زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ابن اسحاق نے اسے بیان کیا ہے۔اور ربیع نے بیان کیا ہے کہ ان کی نشانی یہ تھی کہ وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج ۴، ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: تَسَوَّمَتِ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ بَدْرٍ بِالصُّوفِ الْأَبْيَضِ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ وَأَذْنَابِهَا. وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَالْكَلْبِيُّ: نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي سِيمَا الزُّبَيْرِ عَلَيْهِمْ عمائم صفر مرخاة عَلَى أَكْتَافِهِمْ. وَقَالَ ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ وَعُرْوَةُ ابْنَا الزُّبَيْرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ: كَانَتْ مُلَاءَةً صَفْرَاءَ اعْتَمَّ بِهَا الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ترجمہ: اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بدر کے دن ملائکہ سفید اون کے ساتھ گھوڑوں کی پیشانیوں اور ان کی دموں پر نشان لگائے ہوئے تھے (احکام القرآن: جلد:۱: صفحہ:۲۹۷) اور عباد بن عبد اللہ بن زبیر، ہشام بن عروہ اور کلبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کہا ہے: ملائکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نشانی میں نازل ہوئے وہ زرد رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے درآنحالیکہ وہ ان کے کندھوں پر لٹک رہے تھے۔ (معالم التنزیل: جلد:۱: صفحہ:۵۴۴) اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادوں حضرت عبد اللہ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کہا ہے۔اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: زرد رنگ کی چادر تھی جس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بطور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج ۴، ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ ھ، لکھتے ہیں:

كَمَا نَزَلَ جِبرِيلُ مُعْتَجِرًا بِعِمَامَةٍ صَفْرَاءَ عَلَى مِثَالِ الزُّبَيْرِ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت جبرئیل امین علیہ السلام زرد عمامہ باندھ کر نزول فرما ہوئے۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج، ۴، ص، ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَأخرج أَبُو نعيم وَابْن عَسَاكِر عَن عباد بن عبد الله بن الزبير أَنه بلغه أَن الْمَلَائِكَة نزلت يَوْم بدر وهم طير بيض عَلَيْهِم عمائم صفر وَكَانَ على رَأس الزبير يَوْمئِذٍ عِمَامَة صفراء من بَين النَّاس فَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: نزلت الْمَلَائِكَة على سِيمَا أبي عبد الله وَجَاء النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَعَلِيهِ عِمَامَة صفر۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتے اترے یہ سفید پرندے تھے جن پر زرد رنگ کے عمامہ تھے

اس روز لوگوں کے درمیان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ شریف تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی نشانی پر اترے تھے اور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان پر زرد رنگ کا عمامہ تھا۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج، ۲، ص، ۱۲۴، ۱۲۵، مکتبۃ الرحاب، القاہرہ تفسیر ابن ابی حاتم، ج، ۳، ۷۵۵، المکتبۃ العصریہ، بیروت، شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین، ج، ۱، ص، ۲۴۸، رقم: ۱۶۱) (فضائل عمامہ، ص، ۳۲)

امام محمد بن سعد علیہ الرحمۃ متوفی ۲۳۰ ھ جنگ خندق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَهُوَ ابْنُ تِسْعِينَ سَنَةً، فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَنَا أُبَارِزُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سَيْفَهُ وَعَمَّمَهُ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَعِنْهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ بَرَزَ لَهُ وَدَنَا أَحَدُهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ وَثَارَتْ بَيْنَهُمَا غَبَرَةٌ وَضَرَبَهُ عَلِيٌّ فَقَتَلَهُ وَكَبَّرَ۔

ترجمہ: عمرو بن عبدو اس وقت نوے برس کا تھا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس سے لڑوں گا حضور ﷺ نے انہیں اپنی تلوار دی اور عمامہ باندھا اور فرمایا کہ اے اللہ! اس کے مقابلے میں ان کی مدد کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے کے لئے نکلے ان میں سے ایک دوسرے کے قریب ہو گیا غبار اڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مار کر قتل کر دیا اور تکبیر کہی۔

(الطبقات الکبریٰ، لابن سعد، ج، ۲، ص، ۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن عبد الرحمن بن عدی البحرانی عن أخیه عبد الأعلی بن عدی: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا علی بن أبی طالب فعممه وأرخی عذبة العمامة من خلفه ثم قال هکذا فاعتموا فإن العمامة سیما الإسلام وهی حاجزة بین المسلمین والمشرکین۔

ترجمہ: عبد الرحمن بن عدی البحرانی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عبد الاعلیٰ بن عدی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا، انہیں عمامہ پہنایا اور عمامہ کے شملے کو پیچھے کی جانب لٹکا دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسی طریقہ سے عمامہ باندھا کرو کیونکہ عمامہ اسلام کی

نشانی ہے اور مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان حد فاصل ہے۔

(جامع الحدیث الکبیر، ج۵،ص۳۷۳،رقم: ۳۸۳۵۴،الفردوس بما ثور الخطاب،الدیلمی ،رقم:۴۲۳۰،ج۳،ص۸۲،دارالکتب العلمیہ ، بیروت ،کنزالعمال ،رقم:۴۱۹۰۴،ج۱۵،ص۲۰۵،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۰ھ ایک روایت میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيه وسَلم بَيْتَهُ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَعَمَّمَاهُ وَلَبَّسَاهُ،

ترجمہ: پھر حضور ﷺ اپنے گھر مبارک میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے توحضور ﷺ نے دونوں کو عمامہ بندھائے اور دونوں کو لباس پہنائے۔

(طبقات ابن سعد ج۲،ص۲۹،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُبَيْشٍ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفِرْيَابِيُّ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَسَأَلَهُ عَنْ إِرْسَالِ الْعِمَامَةِ خَلْفَهُ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَأُخْبِرُكَ ذَلِكَ حَتَّى تَعْلَمَ، كُنْتُ عَاشِرَ عَشَرَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَمُعَاذٌ، وَحُذَيْفَةُ، وَعَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ عَوْفٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ، وَابْنُ عُمَرَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ عَوْفٍ أَنْ يَتَجَهَّزَ لِسَرِيَّةٍ يَبْعَثُهُ عَلَيْهَا، فَأَصْبَحَ وَقَدِ اعْتَمَّ بِعِمَامَةِ كَرَابِيسَ سَوْدَاءَ، فَأَدْنَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَقَضَهَا فَعَمَّمَهُ، فَاسْتَلَّ، مِنْ خَلْفِهِ أَرْبَعَ أَصَابِعَ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا يَا ابْنَ عَوْفٍ فَاعْتَمَّ، فَإِنَّهَا أَعْرَفُ وَأَحْسَنُ

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا ایک شخص نے ان سے عمامہ کے شملے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں تجھے اس کے متعلق بتاؤں گا یہاں تک کہ تو جان لے گا پھر فرمایا میں حضور ﷺ کی مسجد میں تھا، حضور ﷺ کے ساتھ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کل دس ہوئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک دستہ جانے والا ہے اس کیلئے تم تیار ہو جاؤ صبح کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تیار ہو کر آ گئے کالے رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان کو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور (سفید رنگ کا) عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ واضح ہے اور بہتر ہے

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصبھانی ترجمہ عبدالرحمان بن عوف، ج۱،ص۱۳۴،رقم ۴۸۲)

امام سلیمان بن داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: عَمَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ بِعِمَامَةٍ سَدَلَهَا خَلْفِي ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَدَّنِي

يَوْمَ بَدْرٍ وَحُنَيْنٍ بِمَلَائِكَةٍ يَعْتَمُّونَ هٰذِهِ الْعِمَّةَ ، «فَقَالَ: »إِنَّ الْعِمَامَةَ حَاجِزَةٌ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن ایسے عمامے سے میری دستار بندی کروائی جس کا شملہ پیچھے لٹکایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین میں (جن) فرشتوں کے ذریعے میری مدد کی انہوں نے اسی ہیئت کے عمامے باندھ رکھے تھے پھر آپ نے فرمایا بے شک عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

(مسند ابوداود الطیالسی، ج۱،ص،۱۳۰،رقم:۱۴۹،السنن الکبریٰ للبیہقی،رقم:۱۹۷۳۶،ج۱۰،ص،۲۴،اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ،رقم:۳۹۹۳،ج۴،ص،۴۸۷، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ،رقم:۲۲۰۸،الفتح الکبیر،رقم:۳۲۷۲،الجامع الصغیر،رقم:۳۴۸۷،کنز العمال،ج۱۵،ص،۲۰۵،رقم،۴۱۹۰۱،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ العمائم اتیجان العرب فاذا وضعوا عزھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمامے عرب کا تاج ہیں جب اہلِ عرب عمامے ترک کر دیں گے تو عزت کھو بیٹھیں گے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ،ج۱،ص،۳۵۳، رقم الحدیث ،۵۷۲۴مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،الفتح الکبیر ،ج۲،ص،۲۴۰رقم الحدیث،۷۸۰۹مطبوعہ دارالفکر بیروت)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ متوفی ،۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: الدنیا سجن المؤمن۔فیلیق بالظلمۃ لباس الظلمۃ، وقد صح فی الحدیث ان النبی ﷺ لبس الاسود وتعمم بعمامۃ سوداء۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔(صحیح مسلم، ۴،۲۲۷۲، والحاکم، ۳،۶۹۹، وابن حبان، ۲،۴۶۳) اسی لئے اس جہان ظلمت میں لباس ظلمت ہی زیب دیتا ہے۔صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے سیاہ لباس پہنا اور سیاہ عمامہ باندھا ہے۔

(سرالاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، الفصل الثانی عشر فی بیان الفقراء، ص، ۳۸،۳۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ: حضرت عمرو ابن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (حضرت آقائے دو جہاں ﷺ) نے جمعہ کے دن اس حال میں خطبہ دیا کہ آپ (حضرت سرور کون و مکاں ﷺ) پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کنارے اپنے دونوں کندھوں کے بیچ لٹکائے تھے۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۱۴۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے عمامہ پہنایا تو اس کی ایک طرف میرے کندھے پر لٹکا دی اور فرمایا کہ اللہ نے بدر اور حنین کے روز فرشتوں کے ساتھ میری مدد فرمائی جو اس طرح عمامہ پہنے ہوئے تھے اور فرمایا کہ عمامہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فرق (کرنے والی چیز) ہے آنحضرت ﷺ جب کسی کو کسی علاقے کا والی بناتے تو اس کے سر پر عمامہ باندھتے اور دائیں جانب عمامہ کو کان کی سمت میں لٹکاتے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخلہ کے وقت حضرت ہادی برحق ﷺ کے سرانور پر سیاہ عمامہ تھا۔حضرت علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے

عمامہ کے طول وعرض کے بارے میں کوئی (حتمی چیز) ضابطۂ تحریر میں نہیں آتی جیسا بعض حفاظ حدیث کا قول ہے

(شمائل رسول ﷺ، ص،۸۸)

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةً حَرْقَانِيَّةً

ترجمہ: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے تاجدار رسالت ﷺ کو سیاہی مائل عمامہ باندھے دیکھا۔

(سنن النسائی، کتاب، الزینۃ، باب لبس العمائم الحرقانیۃ، رقم: ۵۳۵۳، ص،۸۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شہنشاہ نبوت ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے داخل ہوئے۔

(سنن النسائی، کتاب، الزینۃ، باب لبس العمائم السود، رقم: ۵۳۵۴، ص،۸۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محبوب رب العزت ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں سیاہ عمامہ باندھے ہوئے داخل ہوئے۔

(سنن النسائی، کتاب، الزینۃ، باب لبس العمائم السود، رقم: ۵۳۵۵، ص،۸۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كَأَنِّي أَنْظُرُ السَّاعَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ گویا کہ میں ابھی حضرت خاتم المرسلین ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا ہے۔ جس کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان رکھا ہے۔

(سنن النسائی، کتاب، الزینۃ، باب، ارخاء طرف العمامۃ بین الکتفین، رقم: ۵۳۵۶، ص،۸۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن جعفر بنِ عمرو بنِ حُرَيثٍ عن أبيه، قال: رأيتُ النبيَّ صلَّى الله عليه وسلم على المنبرِ وعليه عِمامةٌ سوداءُ قد أرخى طَرَفَها بين كتفيه

ترجمہ: حضرت جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے حضرت آقائے دوجہاں ﷺ کو منبر پر دیکھا کہ سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا جس کا ایک سرا آپ ﷺ نے اپنے کاندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب، اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۷، ص، ۶۳۷، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: كَانَ مِنْ أَوْرَعِ النَّاسِ وَأَعْبَدِهِمْ وَأَتْقَاهُمْ لِلهِ عزوجل، وَكَانَ إِذَا مَشَى لَا يَخْطُرُ بِيَدِهِ، وَكَانَ يَعْتَمُّ بِعِمَامَةٍ بَيْضَاءَ يُرْخِيهَا مِنْ وَرَائِهِ،

ترجمہ: واقدی کا قول ہے کہ آپ (زین العابدین رضی اللہ عنہ) لوگوں میں سے بڑے متقی اور عابد تھے چال میں ناز ونخرہ نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ سفید عمامہ سر پر باندھتے تھے جس کا پچھلا حصہ لٹکا کر چھوڑتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۹، ص۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ایک واقعہ اور دستار بندی کا مسنون طریقہ

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی رحمہ اللہ، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ: محمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي مَنْ لَا أَتَّهِمُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ. قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَصرةِ يَسْأَلُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ الخطَّابِ عَنْ إِرْسَالِ الْعِمَامَةِ مِنْ خَلْفِ الرَّجُلِ إِذَا اعتمَّ. قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أُخبرُكَ إِنْ شَاءَ اللهُ عَنْ ذَلِكَ تعلم أنى كُنْتُ عَاشِرَ عَشَرَةِ رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحمنِ بْنُ عَوْفٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَحُذَيفَةُ ابنِ الْيَمَانِ وَأَبُو سَعِيدٍ الخدريُّ وَأَنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ثُمَّ جَلَسَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ المؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. قَالَ فَأَيُّ المؤْمِنِينَ أَكْيَسُ؟
قَالَ: أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ وَأَحْسَنُهُمْ اسْتِعْدَادًا لَهُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ بِهِ أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ، ثُمَّ سَكَتَ الْفَتَى. وَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ المهَاجِرِينَ خَمْسُ خِصَالٍ إِذَا نَزَلْنَ بِكُمْ- وَأَعُوذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ- إِنَّهُ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يغلبوا عليها إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا المكْيَالَ وَالميزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ المؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ، وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَّكَاةَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَلَوْلَا الْبَهَائِمُ مَا مُطِرُوا، وَمَا نَقَضُوا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رسوله إلا سلط عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذَ بَعْضَ مَا كَانَ فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ يحكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بكتاب الله ويجبروا فيما أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ. قال: ثم أمر عبد الرحمن ابن عَوْفٍ أَنْ يَتَجَهَّزَ لِسَرِيَّةٍ بَعَثَهُ عَلَيْهَا فَأَصْبَحَ وَقَدِ اعْتَمَّ بِعِمَامَةٍ مِنْ كَرَابِيسَ سَوْدَاءَ فَأَدْنَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَقَضَهَا ثُمَّ عَمَّمَهُ بِهَا وَأَرْسَلَ مِنْ خَلْفِهِ أَرْبَعَ أَصَابِعَ أَوْ نَحْوًا مِنْ ذَلِكَ. ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا يَا ابْنَ عَوْفٍ فَاعْتَمَّ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ وَأَعْرَفُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِ اللِّوَاءَ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ وَصَلَّى عَلَى نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ: خُذْهُ يَا ابْنَ عَوْفٍ اغْزُوا جميعًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ لَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تمثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا فَهَذَا عَهْدُ الله وسيرة نبيكم فِيكُمْ. فَأَخَذَ عَبْدُ الرَّحمنِ بْنُ عَوْفٍ اللِّوَاءَ. قَالَ: ابْنُ هِشَامٍ فَخَرَجَ إِلَى دُومَةِ الجنْدَلِ، بعث أبى عبيدة بن الجراح وَكَانُوا قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ رَاكِبٍ إِلَى سِيفِ البحر وزوده عليه السلام جرابا من تمر و [فيها] قِصَّةُ الْعَنْبَرِ وَهِيَ الحوتُ الْعَظِيمُ الَّذِي دَسَرَهُ الْبَحْرُ، وَأَكْلُهُمْ كُلِّهِمْ مِنْهُ قَرِيبًا مِنْ شَهْرٍ حَتَّى سَمِنُوا وَتَزَوَّدُوا مِنْهُ وَشَائِقَ أَيْ شرائحَ حَتَّى رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطْعَمُوهُ مِنْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ كَمَا تَقَدَّمَ بِذَلِكَ الحديث.

ترجمہ: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر اور ثقہ راوی نے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ سنایا کہ ایک بصری شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عمامہ باندھتے وقت، اس کے پشت پر چھوڑنے کے متعلق معلوم کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں انشاء اللہ یہ مسئلہ تمہیں بتاؤں گا۔ سنو! میں مسجد نبوی میں دسواں شخص تھا وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ (خلفاء اربعہ) اور حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک نوخیز انصاری صحابی آیا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کون سا مسلمان افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، سب سے خوش اخلاق، اس نے پھر پوچھا، کون سا مسلمان عقلمند ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو زیادہ یاد رکھنے والا۔

موت سے پہلے اسکی تیاری کرنے والا۔ سنو! یہ لوگ دانشمند ہیں۔ پھر وہ چپ کر کے بیٹھ گیا پھر آپ ﷺ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا اے مہاجرو! جب تم میں پانچ عادتیں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالی سے پناہ مانگو اور میں بھی اللہ تعالی سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان لوگوں کا زمانہ پاؤ جس قوم میں:

۱) بدکاری اس قدر پھیل جائے کہ اس کے سامنے مغلوب اور بے بس ہو جائیں تو اس قوم میں طاعون کی وباء پھیل جاتی ہے اور جسم میں ایسے درد پیدا ہو جاتے ہیں جن کا پہلی قوم میں نام ونشان نہ تھا۔

۲) ناپ اور تول میں کمی، قحط سال، روزی کے حصول میں سخت محنت اور حکومت کے جور و جفا کا سبب ہوتی ہے۔

۳) زکوۃ کی عدم ادائیگی، برموقع بارش کی بندش کا باعث ہوتی ہے اگر جانور و چوپایہ نہ ہو تو بالکل بارش نہ برسے۔

۴) جب لوگ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد توڑتے ہیں تو اللہ تعالی ان پر اجنبی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو ان کا سب کچھ مال و دولت چھین لیتا ہے۔

۵) حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور احکام الٰہی کی تلافی نہ کریں تو اللہ تعالی ان میں آپس میں جھگڑا اور اختلاف پیدا کر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سریہ کے لیے تیاری کا حکم دیا جس پر ان کا امیر مقرر کیا تھا وہ ایک سوتی کپڑے کا کالا عمامہ پہنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذرا قریب بلا کر عمامہ کھول دیا پھر آپ نے ان کی دستار بندی کی اور پشت پر تقریباً چار انگشت شملہ لٹکا دیا پھر فرمایا اے ابن عوف! اسی طرح دستار بندی کیا کرو۔ یہ احسن اور طرہ دار ہے۔ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا انہیں جھنڈا حوالہ کر دو۔

علم حوالے کر دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حمد وثناء اور درود پڑھا اور فرمایا اے ابن عوف! علم پکڑ لو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، اللہ کے منکروں کو قتل کرو، ظلم وتشدد نہ کرو، وعدہ کے خلاف ورزی نہ کرو مثلہ نہ بناؤ، بچوں کو قتل نہ کرو یہ ہے اللہ تعالی کا عہد اور تمہارے نبی کی سیرت، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے علم لیا اور بقول ابن ہشام دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تقریباً تین سو کے دستہ میں سیف البحر کی جانب روانہ کیا اور کھجوروں کا ایک تھیلا دیا اور اسی سفر میں دیو ہیکل مچھلی والا واقعہ رونما ہوا۔ جس کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا۔ اس کو وہ لوگ مہینہ بھر کھاتے رہے اور خوب صحت مند ہو گئے اور مچھلی کے چند ٹکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کئے اور آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج،۵،ص،۲۳۹، ۲۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَكَانَ أَبُو الْعَالِيَةِ إِذَا قَرَأَ أَعْتَمَّ وَلَبِسَ وَارْتَدَى۔

ترجمہ: حضرت ابوالعالیہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب قرآن پڑھے تو عمامہ باندھے، لباس پہنے، چادر اوڑھے۔

(تفسیر القرطبی، مقدمۃ المؤلف، باب یلزم قاری ءالقرآن وحاملہ من تعظیم القرآن وحرمتہ، ج۱، ص۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علماء کا بڑا عمامہ ہونا

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد استدل الشیخ جلال الدین السیوطی علی جواز کبر عمامة العلماء زیادة عن طول عمامة رسول الله ﷺ بقوله تعالی: (وامر بالعرف) وقال: قد صار من عرف العلماء کبر العمامة لیتمیزوا عن غیرهم من العامة، فیسالوا عن الشریعة، وذکر ان کبر العمامة بهذا القصد لا یخرجهم عن السنة لان العرف قد صار من جملة الشریعة بامر الامة باتبعه، انتهی۔

ترجمہ: اور شیخ جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ نے علماء کے عمامہ کا رسول پاک ﷺ کے عمامہ شریف کی لمبائی سے زیادہ ہونے کے جواز کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اسی قول (وامر بالعرف) سے کیا ہے۔ اور فرمایا: عمامہ کا بڑا ہونا علماء کے عرف سے ہوگیا ہے تاکہ انہیں عام لوگوں سے امتیاز حاصل ہو۔ پس لوگ ان سے شریعت کے مسائل کا استفادہ کرسکیں۔ اور آپ نے ذکر کیا کہ اس قصد سے عمامہ کا بڑا ہونا انہیں سنت سے خارج نہیں کرتا۔ کیونکہ امت کو اتباع عرف کے حکم کی وجہ سے یہ شریعت میں سے ہوگیا ہے۔ انتہی۔

(المنن الکبری، الباب الاول، ص۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

برکات عمامہ اور اویسی نسبت

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

چون حضرت امیر را آورند حضرت اتا در کنارِ خود بنشاندند و بیک قول دیگر چنین روایت می کند که امیر در میانِ کودکان بوده اند وبازی نمی کردند چون حضرت سید اتا را دیدند فی الحال روان شده اند۔ وبه پیشِ سید اتا آمدند حضرت سید اتا ایشان را گرفته بخانه آمدند و در کنار خود نشاندند و عمامه خود را برداشته دوتا کردند۔ برابر و یک نیمه بر سر مبارک خود بستند و یک نیمه دیگر را بر سرِ امیر خود بسته اند و چون ساعتے نگذشت حضرت سید اتا فرمودند که امیر را نزدیک من بیارید چون ایشان را بیاوردند آن نیمه دستار که به امیر بود با نیمهٔ خود برابر کردند دو نخ زیاده بدست آمده و بعضے گویند که سه بار برابر کرده اند۔ هر بارے که برابر می کردند۔ یک گز بدست زیاده می آمد۔ چون حضرت سید این حال را مشاهده کردند۔ که ارواح طیبهٔ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین هم چنین معلوم کرده شد که همه ولایت را سر تا سر به این فرزند داده اند و گفته اند که مرتبهٔ او را عالی مشاهده کردیم و مرتبهٔ او از من زیاده خواهد شد و این نظر در شش صد هشتاد و سه بوده است۔ ازین جهت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

دولت همه از خدای بے چون آید		تا در حقِ هر بنده نظر چون آید
آن را که خدایے دولتے خواهد داد		ناگاه ز سنگِ خارا بیرون آید

جب حضرت امیر (کلال علیہ الرحمۃ) کو لایا گیا تو حضرت اتا علیہ الرحمۃ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت امیر (کلال علیہ الرحمۃ) بچوں کے ساتھ تھے، لیکن کھیل نہیں رہے تھے۔ جب آپ نے حضرت اتا علیہ الرحمۃ کو دیکھا تو فوراً چل پڑے اور سید اتا علیہ الرحمۃ کے پاس آ گئے۔ حضرت سید اتا علیہ الرحمۃ انہیں لے کر گھر میں آئے اور انہیں اپنی آغوش میں بٹھالیا اور اپنا عمامہ لے کر اس کے دو برابر حصے بنائے، آدھا اپنے سر مبارک پر باندھ لیا اور دوسرا آدھا (حضرت) امیر (کلال علیہ الرحمۃ) کے سر پر باندھ دیا۔ ساعت بھر نہ گزری تھی کہ حضرت سید اتا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امیر (کلال علیہ الرحمۃ) کو میرے پاس لایا جائے۔ جب ان کو لایا گیا تو انہوں نے حضرت امیر بن عبید علیہ الرحمۃ کی آدھی پگڑی کو اپنی آدھی پگڑی کے ساتھ ناپا تو وہ دو دھاگے زیادہ نکلی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے تین بار ناپا۔ ہر بار ناپنے پر ایک گز زیادہ نکلتا تھا۔ جب حضرت اتا علیہ الرحمۃ نے یہ حال دیکھا کہ (حضرات) مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی ارواحِ طیبہ نے سب ولایت کو پوری طرح اس فرزند کو دے دیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ان کے مرتبہ کو عالی پایا ہے اور ان کا مرتبہ ہم سے بھی زیادہ ہوگا۔ اور یہ مشاہدہ ۶۸۳ سال ہجرت (حضرت) مصطفیٰ ﷺ میں ہوا ہے۔ اس طرح:

دولت همه از خدائے بے چون آید		تادرحقِ هر بند نظر چوں آید
آن را که خدائے دولتے خواهد داد		ناگاه ز سنگِ خارا بیرون آید

ترجمہ: سب دولت خدائے بے چوں سے نصیب ہوتی ہے، تا کہ ہر بندے کے حق میں نظر ایسی ہو۔

وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ کوئی دولت دے گا، وہ اچانک سنگِ خارا (ایک قیمتی نیلگوں پتھر، یعنی مبارک جگہ) سے باہر آئے گا۔

(آ گاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۸، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَرْبَعَةً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَفَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، وَأَبَا الْمُنِيبِ، وفروخ بْنَ سَيَّارٍ أَوْ سَيَّارَ بْنَ فَرُّوخَ يُرْخُونَ الْعَمَائِمَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَثِيَابُهُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت مسلم بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ میں سے چار شخصوں کو دیکھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت فضالہ بن ابو المنیب رضی اللہ عنہ اور حضرت فروخ بن سیار بن فروخ رضی اللہ عنہ کہ وہ اپنے عمامہ پیچھے کو لٹکاتے تھے اور ان کے کپڑے (یعنی قمیص ٹخنوں تک ہوتی تھیں)

(شعب الایمان، ج ۵، ص ۱۷۶، رقم الحدیث ۶۲۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْعَمَائِمُ فَتِيجَانُ الْعَرَبِ وَلِبَاسُهَا۔

ترجمہ: اور رہے عمامے تو وہ عربوں کا تاج اور ان کا لباس ہیں

(تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج ۴، ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ رُكَانَةُ: وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ) أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ. قَالَ الْبُخَارِيُّ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ لَا يُعْرَفُ سَمَاعُ بَعْضِهِ مِنْ بعض۔

ترجمہ: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنا ہے۔ اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے اس کی اسناد مجہول ہے اس کے بعض راویوں کا سماع بعض سے معروف نہیں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ج، ۴، ص، ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن أبي جعفر بن محمد بن علي بن رُكانة، عن أبيه أن رُكانة صارع النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فصرعه النبي -صلى الله عليه وسلم قال رُكانة: وسمعتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يقول: فرقُ ما بيننا وبينَ المشركينَ العَمائمُ على القَلانسِ

ترجمہ: حضرت ابوجعفر بن محمد بن علی بن رُکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ رُکانہ نے حضرت سرور کون و مکاں ﷺ سے کشتی کی تو حضرت سرور کون و مکاں ﷺ نے انھیں پچھاڑ دیا۔ حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سرور کون و مکاں ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب، اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۸، ج، ۴، ص، ۶۳، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

حدَّثنا محمدُ بنُ إسماعيلَ مولى بني هاشِمٍ، حدَّثنا عثمانُ بن عثمان الغطفانيُّ، حدَّثنا سليمانُ بن خرَّبوذَ، حدَّثني شيخ مِن أهلِ المدينةِ، قال: سمعتُ عبدَ الرحمن بنَ عوفٍ يقولُ: عمَّمني رسولُ الله صلى الله عليه وسلم، فَسَدَلها بين يديَّ ومِن خَلْفِي۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن خربوذ علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ کے ایک شیخ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سرور کائنات ﷺ نے میرے سر پر عمامہ باندھا تو اس کا شملہ میرے آگے اور پیچھے لٹکایا (شاید پہلے آگے لٹکایا ہو پھر پیچھے کی طرف لٹکا دیا ہو)۔

(سنن ابی داود، کتاب، اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۹، ج، ۴، ص، ۶۳، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ركعتان بعمامة أفضل من سبعين ركعة بغير عمامة۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب، ج، ۲، ص، ۲۶۵، رقم الحدیث، ۳۲۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جامع الاحادیث، رقم: ۱۲۷۷۴، جامع الکبیر للسیوطی، ج، ۴، ص، ۴۲۶، دار الفکر، بیروت)

أخبرنا أبو محمد عبدان بن زرين بن محمد الدويني نا نصر بن إبراهيم أنا أبو الفرج عبد الوهاب بن الحسين بن عمر بن برهان أنا أبو عبد الله الحسين بن محمد بن عبيد العسكري أنا إبراهيم بن أيوب المخرمي نا أحمد بن محمد الرقي نا عيسى بن يونس نا العباس بن كثير نا يزيد بن أبي حبيب عن ميمون بن مهران قال دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر فحدثني وحدثته مليا ثم التفت إلي فقال، يا أبا أيوب ألا أخبرك بحديث تحبه وتحمله عني وتحدث به قال قلت بلى قال دخلت علي ابي عبدالله بن عمر بن الخطاب

وهويتعمم فلما فرغ التفت إلي فقال أتحب العمامة قلت بلى قال فأحبها وأعربها تجل وتوقر وتكرم ولا يراك الشيطان ألا ولي سمعت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) يقول صلاة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة اي بني اعتم فإن الملائكة يشهدون يوم الجمعة معتمين فيسلمون على أهل العمائم حتى تغيب الشمس۔

ترجمہ: ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفین بن زیاد الحرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران ﷺ حدیث بیان کی کہا میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املاء کرائی پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کہ خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو، میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، تو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کے حضور حاضر ہوا اور وُہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزّت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر ﷺ نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

(تاریخ دمشق، لابن عساکر، ج ۷۳، ص ۳۵۵، رقم: ۹۸ ۴۳ مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۵، ص ۲۸۸، لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر، مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۳/۲۴۴)

شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی علیہ الرحمہ متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں:

الاحاديث فی فضائل الاعمال و تفضيل الاصحاب متقبلة محتملة على كل حال مقاطيعها و مراسيلها لا تعارض لا ترد كذلك كان السلف يفعلون۔

ترجمہ: یعنی فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام ﷺ کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں۔ مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے گی نہ ان کو رد کیا جائے گا آئمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

(قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، باب تفضیل الاخبار و بیان طریق الارشاد و ذکر الرخصۃ والسعۃ فی النقل والروایۃ، ج ۱، ص ۳۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عمامہ باندھ کر نیکی کی دعوت دو:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

چون قافلہ روان شدن گرفت این درویش وہر سہ نفر نزدیک قبلہ متبر کہ برای زیارت وراع آمدند مجاور روضۂ متبر کہ حضرت، دہ گز جامہ سیاہ بر دست کردہ ایستادہ و این درویش را گفت کہ دستار بر سر بہ بند این درویش گفت خدمت بابوجیو دستار بر سر نہ بستہ اند

همین کلاہ بر سر داشتند مجاور گفت حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدم کہ فرمود این شخص را دہ گز دستار سیاہ بدہ واز زبان ما بگو کہ این دستار بر سر بہ بند و خلق را دعوت کن این درویش آن دستار را بر ہر دو دیدہ نہادم بر سر بستم۔

ترجمہ: مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت میں اپنے تینوں دوستوں کے ہمراہ روضہ اقدس پر آخری سلام کے لئے حاضر ہوا روضہ مبارک کے خادم روضہ سے دس گز کے فاصلے سے اپنے ہاتھوں میں سیاہ دستانے پہنے کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ دستار لو اور اسے سر پر باندھ لو، میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے مرشد چونکہ ٹوپی ہی پہنا کرتے تھے اس لئے میں یہ دستار نہیں باندھوں گا انہوں نے کہا کہ خواب میں رسول اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ یہ سیاہ دستار فلاں شخص کو دیکر ساتھ ہی میرا پیغام دینا کہ اس کو باندھنے کا میں حکم دیتا ہوں، اس کو سر پر باندھ لو اور اسلام کی دعوت وتبلیغ میں لگ جاؤ چنانچہ میں نے وہ عطیہ قبول کیا، چوما اور سر پر باندھ لیا۔ (اخبار الاخیار، ص، ۱۵۸، النوریہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

آنحضرت آقائے دوجہاں ﷺ اکثر عمامہ مبارک کو ٹھوڑی کی نیچے سے مضاربہ کے طریق پر لپیٹ لیتے تھے۔ (شمائل رسول ﷺ ص، ۸۷)

امام یحیٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ، متوفی ،۶۷۶ ھ، لکھتے ہیں:

أنهم قد يروون عنهم أحاديث الترغيب والترهيب وفضائل الأعمال والقصص وأحاديث الزهد ومكارم الأخلاق ونحو ذلك مما لا يتعلق بالحلال والحرام وسائر الأحكام وهذا الضرب من الحديث يجوز عند أهل الحديث وغيرهم التساهل فيه ورواية ما سوى الموضوع منه والعمل به لأن أصول ذلك صحيحة مقررة في الشرع معروفة عند أهله۔

ترجمہ: حضرات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب وترہیب، فضائل اعمال، قصہ جات، زہد ومکارم اخلاق میں احادیث روایت کرتے ہیں لیکن حلال حرام کے احکام سے تعلق رکھنے والی احادیث ایسے راویوں سے بالکل روایت نہیں کرتے۔ اس قسم کی احادیث ضعیف راویوں سے روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا محدثین کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ اصول شریعت میں صحیح ومقرر اور اہل شریعت کے ہاں معروف ہے۔

(شرح مسلم نووی، ص، ۴۴، مطبوعہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

يَا عَلِيُّ لَا تَعْتَمَّ وَأَنْتَ قَاعِدٌ، يَا عَلِيُّ لَا تَلْبَسْ سَرَاوِيلَكَ وَأَنْتَ قَائِمٌ، يَا عَلِيُّ لَا تَمْسِكْ عِضَادَتِي الْبَابِ، وَلَا تجلِس على أسكفة الباب، ولا تخيط ثَوْبَكَ وَهُوَ عَلَيْكَ،

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ، بیٹھ کر عمامہ مت باندھو، اے علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر شلوار مت پہنو، اے علی دروازے کے دونوں کواڑ مت پکڑا کرو، اور دروازے کی چوکھٹ پر مت بیٹھا کرو، اور اے علی اپنے کپڑے کو مت سیو جب وہ تمھارے بدن پر ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج، ۷، ص، ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر علیہ الرحمۃ شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَأَمَّرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى بَنِي كَلْبٍ وَأَرْخَى لَهُ عَذَبَةً بَيْنَ كَتِفَيْهِ، لِتَكُونَ أَمَارَةَ عَلَيْهِ لِلْإِمَارَةِ، وَهُوَ أَحَدُ

الْعَشْرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ، وَأَحَدُ الثَّمَانِيَةِ السَّابِقِيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَحَدُ السِّتَّةِ أَصْحَابِ الشُّوْرٰى، ثُمَّ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ انْتَهَتْ إِلَيْهِمْ مِنْهُمْ،

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنوکلب کی طرف بھیجا تو امارت کی علامت کے طور پر انہیں دونوں کندھوں کے درمیان شملہ لٹکانے کی حکم دیا، یہ عشرہ مبشرہ اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے ہیں اور ان آٹھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف شروع ہی میں سبقت کی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ میں سے ایک ہیں، اور ان تین آدمیوں میں ایک ہیں جن کے درمیان بالآخر امارت دائر ہوگئی تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۶، ص۱۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حدثنی ابو عبد الاسلام قال سالت ابن عمر کیف کان النبی یعتم ؟ قال کان یدیر العمامۃ علی راسہ ویغرزھا من ورائہ ویرسل لھا ذوابۃ بین کتفیہ۔

ترجمہ: ابوعبدالاسلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ عمامہ کیسے باندھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ عمامے کو سر کے اوپر گھماتے جاتے اور پیچھے کی طرف اس کی سرے کو بل کے اندر دیتے تھے اور اس کے اوپر کے سروں کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے تھے۔

(شعب الایمان للبیہقی، ج۵، ص۱۷۴، رقم:۶۲۵۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اعتجار کی صورت

فقیہ ملّت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی اعتجار کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال (عمامہ سر پر اس طور پر باندھا کہ بیچ میں ٹوپی زیادہ کھلی رہی تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی؟) کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت صدرالشریعۃ عَلَیْہِ الرَّحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہوتا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اسی صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو۔" (فتاویٰ امجدیہ، ۱/۳۹۹)

اس کے حاشیہ میں فقیہِ اعظم ہند حضرت علّامہ مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

"اختار ما فی الظھیریۃ واما العمامۃ لا مکشوف اصلا لانہ فعل مالا یفعلہ ففیہ نظر لان کثیراً من جفات الاعراب یلفون المندیل و العمامۃ حول الراس مکشوف الھامۃ بغیر قلنسوۃ"

ترجمہ: اس سے ظاہر ہوا کہ صورتِ مسؤلہ میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالمگیری وشامی وغیرہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وَسطِ رَاْس (یعنی سر کا درمیانی حصہ) بالکل مکشوف (یعنی کھلا) ہو ٹوپی وغیرہ کوئی چیز بیچ میں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ فقیہ ملت، ۱/۱۸۴)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا اگر کسی نے ٹوپی پر عمامہ یوں باندھا کہ صرف ٹوپی کا اوپر والا حصہ کھلا ہو اور ٹوپی دکھائی دے رہی ہو تو یہ اعتجار نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نہ تو اہلِ کتاب اور مشرکین سے کوئی مشابہت ہے اور نہ ہی فُسّاق اور اوباش لوگوں کے عمل سے کوئی مشابہت ہے۔

(عمامہ کے فضائل، ص۱۷۲)

مجلس شوریٰ: پیارے اسلامی بھائیوں کو عمامہ باندھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا اور نہ اعتجار کی حقیقت کا علم تھا بلکہ شدت کرتے تھے کہ ٹوپی کے اوپر (عمامہ) کپڑا

لازم ہونا چاہیے۔(ورنہ مکروہ تحریمی ہے) پیارے اسلامی بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ حقیقت اس کے خلاف ہے تو بہار شریعت کے حاشیہ میں لکھ کر مان تو لیا مگر عمل نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قَدْ قَالَ الجزرِيُّ فِي تَصْحِيحِ المصَابِيحِ قَدْ تَتَبَّعْتُ الكُتُبَ وَتَطَلَّبْتُ مِنَ السِّيَرِ وَالتَّوَارِيخِ لِأَقِفَ عَلَى قَدْرِ عِمَامَةِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَلَمْ أَقِفْ عَلَى شَيْءٍ، حَتَّى أَخْبَرَنِي مَنْ أَثِقُ بِهِ أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ كَلَامِ النَّوَوِيِّ، ذَكَرَ فِيهِ كَانَ لَهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عِمَامَةٌ قَصِيرَةٌ، وَعِمَامَةٌ طَوِيلَةٌ، وَأَنَّ القَصِيرَةَ كَانَتْ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ، وَالطَّوِيلَةَ اثْنَى عَشَرَ ذِرَاعًا

ترجمہ: شیخ جزری علیہ الرحمہ نے تصحیح المصابیح میں لکھا ہے کہ میں نے کتابوں کو تلاش کیا سیرت وتاریخ کی کتابیں بھی دیکھیں کہ کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کے عمامہ کی مقدار مل جائے لیکن مجھے کچھ نہیں ملا تا آنکہ مجھے ایک ایسا شخص ملا جس پر مجھے اعتماد ہے۔اس نے بتایا کہ امام نووی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو عمامہ تھے ایک چھوٹا دوسرا بڑا چھوٹے کی مقدار سات ذراع اور بڑے کی مقدار بارہ ذراع تھی۔

(مرقات المفاتیح، ج،۸،ص،۲۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، شرح زرقانی علی مواهب، ج،۵،ص،۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، القالۃ العذبۃ للقاری،ص،۴۱)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

کانت عمامته ﷺ فی البیت سبعة او ثمانیة اذرع و فی وقت الصلوات الخمس اثنا عشر ذراعا و فی الحروب خمسة عشرة ذراعا کذا قیل و معربا۔انتهی۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا عمامہ گھر میں سات یا آٹھ ہاتھ کا ہوتا تھا اور پنجگانہ نمازوں کے وقت بارہ گز، جنگوں میں پندرہ ہاتھ۔

(آداب اللباس للشیخ محدث دہلوی ص ۳ مطبوعہ ھند)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

هر پنج وقت دوازده گز ودر عیدین وجمعه چهارده گز ووقت جنگ وحرب پانزده گز وعلمای متاخرین تجویز کرده اند که سلطان وقاضی ومفتی وفقهیه ومشائخ وغازی تاسی ویک گز دستار بر سر بندد جائز است برای وقار وتمکین ودر دستار بستن سنت آنست که دستار دراز باشد نه عریض وعرض دستار نیم گزز باشد یا کسری کم وزیاده درین قصور واقل درازی آن هفت گز باشد دگز بست وچهار انگشت شش قبضهٔ باشد وسنت است آنست که دستار باطهارت بند ودردی جانب قبله کند وایستاده بند دو هر گه کشاید کور کور وعقد وعقد کشاید وبیک دفعه نکشاید چنانچه پیچ پیچ داده است باز همان طریق کشاید وبعد از بستن در آئینه یا آب ومانند آن دیده راست کند بافش بندد۔

ترجمہ: پنجگانہ نمازوں کے وقت بارہ گز اور عید کے روز چودہ گز اور جنگ وحرب کے وقت پندرہ گز اور متاخرین علمائے کرام نے فرمایا وقار ومرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے بادشاہ قاضی مفتی فقہیہ مشائخ اور غازی کو اکتیس گز (یعنی ہاتھ) تک عمامہ باندھنا جائز ہے عمامہ باندھنے میں سنت ہے کہ عمامہ لمبا ہو نہ کہ چوڑا اور عمامہ کا

عرض آدھا ہاتھ ہو یا تھوڑا کم زیادہ اس کی بیشی میں کوئی حرج نہیں اور اس کی کم سے کم لمبائی سات گز ہو ایسے گز سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے کہ مٹھیاں بنتی ہیں اور یہ کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ رو کھڑا ہو کر باندھے اور جب بھی کھولے تو پیچ پیچ کر کے کھولے یکبارگی نہ اتارے جیسے باندھنے میں پیچ پر پیچ دیا تھا اس طریقے سے کھولے عمامہ باندھنے کے بعد آئینہ یا پانی یا اس کی مثل کسی (عکس دار) چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور عمامہ شملہ کے ساتھ باندھے۔

(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، خلاصۃ الفتاویٰ، ج۴، ص۱۵۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام ابوالحسن علی بن خلف العربی المالکی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

قال مالك: العمة والاحتباء والانتعال من عمر العرب، وليس ذلك فى العجم وكانت العمة فى أول الإسلام، ثم لم تزل حتى كان هؤلاء القوم. قال ابن وهب: وحدثنى مالك أنه لم يدرك أحدًا من أهل الفضل: يحى بن سعيد، وربيعة، وابن هرمز إلا وهم يعتمون، ولقد كنت فى مجلس ربيعة، وفيه أحد وثلاثون رجلاً مامنهم رجل إلا وهو معتم وأنا منهم۔

ترجمہ: امام مالک علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ عمامہ باندھنا گوٹ لگانا اور جوتے پہننا عرب کے عمل میں سے ہے یہ عجم میں سے نہیں تھا اور باندھنا ابتداء اسلام میں تھا پھر یہ مسلسل رہا تا آنکہ امناء زمانہ بھی اسی پر قائم ہیں ابن وہب علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ انہوں نے ارباب فضل یحیی بن سعید ربیعہ اور ابن ہرمز (رحہم اللہ تعالیٰ) میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا اس میں اکتیس شرکاء مجلس تھے ان میں سے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۹، ص۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل عاشر:

(۱) دلیل ٹوپی

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے:

تکرہ الصلاۃ مع البرنس۔

ترجمہ: ٹوپی والے جبہ میں نماز مکروہ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ ہندیہ، فیما یکرہ فی الصلوٰۃ و مالا یکرہ، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور، ۱/۱۰۶) (فتاویٰ رضویہ، ج۷، ص۳۰۷، ۳۰۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۲) دلیل ٹوپی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

مسئلہ ۴۴ تا ۴۵: از مقام چتوڑ گڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم صاحب بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون محض ان کی موافقت کی وجہ سے پہنے تو وہ کافر ہے یا نہیں، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب مرتد میں لکھا ہے کہ جو شخص بلاضرورت سردی وگرمی کے مجوسی کی ٹوپی پہنے وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص زنار باندھے وہ بھی کافر ہے، مگر بے ضرورت اب اگر انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون بلاضرورت پہننے والا کافر نہیں ہے تو زنار باندھنے والے کو غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب المرتد میں کافر کیوں کہا؟

الجواب:

(۱) بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا: لبس زی الافرنج علی الصحیح۔ (ملخصاً)

فرنگیوں کا ہیٹ پہننا صحیح قول کے مطابق کفر ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، النوع الثامن من الانواع الستین مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۳۰)

رہے کوٹ پتلون وہ اگر موافقت نصاریٰ اور ان کی وضع کے استحسان کے لئے ہے تو اسے بھی فقہاء کرام نے مطلقاً کفر فرمایا۔

غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر۔

ترجمہ: جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا باتفاقِ مشائخ کافر ہو گیا۔

(غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، کتاب السیر والردۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۲۹۵)

اور اگر ایسا نہیں تو فسق ضرور ہے جبکہ بلاضرورت شرعیہ ہو، اور اسے اختیار نہیں کرتا مگر وہ جس کے دل میں کجی ہے جب حب فی اللہ اور بغض اللہ کہ مناط ایمان ہیں قلب میں مستحکم ہو جاتے ہیں تو اولیاء اللہ کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور اعداء اللہ کی ہر بات بری، نسأل اللہ الھدایۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگتے ہیں)۔

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۱۴، ص، ۲۷۶، تا، ۲۷۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

(۳) دلیل ٹوپی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

مسئلہ ۱۹: بعض اعصار وامصار میں ایک ٹوپی لباس روافض تھی علماء نے فرمایا اس کا پہننا گناہ ہے منح الروض میں ہے:

لبس تاج الرفضۃ مکروہ کراھۃ تحریم وان لم یکن کفرا بناء علی عدم تکفیرھم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم

ترجمہ: رافضیوں کی ٹوپی پہننا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ کفر نہیں، اس وجہ سے کہ ان کی تکفیر مروی نہیں (اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ (درحقیقت) اُن ہی میں سے ہے۔

(منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ، مصطفی البابی مصر، ص ۱۸۵)

مسئلہ ۲۰: یہ تو مرد وعورت کا تشبہ تھا یا گمراہ سے پھر معاذ اللہ اس کی خباثت کا شمار جس میں کفار سے تشبہ ہو، ائمہ دین نے فرمایا بلاضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننی

کفر ہے اگر چہ ہنسی سے پہنے اور اگر کوئی پہنے اور اس پر اعتراض ہو تو کہے، دل مستقیم چاہیے کپڑا کسی وضع کا ہو، وہ کافر ہو جائے گا کہ اس نے احکام شریعت کو رد کیا۔

خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا وضع قلنسوۃ مجوس علی راسہ الاصح انہ یکفر۔

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھے تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔

(خزانۃ المفتین، فصل فی الالفاظ الکفر، قلمی نسخہ، ۱/۲۰۱)

ملتقط پھر منح الروض میں ہے:

لبس قلنسوۃ المجوس جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب۔

ترجمہ: آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا خواہ ہنسی مذاق سے۔ دونوں صورتوں میں کافر ہو گیا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو فریب دینے کے لئے ایسا کیا۔

(منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ، مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵)

اسی میں فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر "قال" ای لانہ ابطل حکم ظواھر الشریعۃ۔

ترجمہ: جس نے اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھی، پھر اس سے کہا گیا (تو نے ایسا کیوں کیا) تو اس نے کہا دل سیدھا ہونا چاہئے۔ تو وہ کافر ہو گیا فرمایا (یعنی اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے ظاہر شریعت کے حکم کو باطل قرار دیا اور اس کا رد کیا۔

(منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵)

(۴) دلیل، ٹوپی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

مسئلہ ۲۱: وضع کفار کی ٹوپی، الگ رومال اس شکل پر بنا کر سر پر رکھنا بھی حرام ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اس صورت میں حکم کفر دیا۔

جامع الفصولین میں ہے:

جعل مندیلہ یشبہ قلنسوۃ المجوسی و وضعہ علی راسہ کفر، لا عند اکثرھم۔

ترجمہ: آتش پرستوں کی ٹوپی کے مشابہ رومال بنا کر اپنے سر پر رکھا تو ائمہ کرام کے نزدیک کافر ہو گیا لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں۔

(جامع الفصولین، الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر، اسلامی کتب خانہ کراچی، ۲/۳۱۲) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۴، ص ۵۴۸، ۵۴۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حدیث میں ہے: الفرق بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔

ترجمہ: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔

(سنن ابوداؤد، باب فی العمائم، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/۲۰۸ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۳۷۴)

دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هکذا فاعتموا فان العمامة سيماء الاسلام وهی حاجزة بين المسلمين والمشركين۔

ترجمہ: اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

(کنزالعمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۹۱۱ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت، ۱۵/ ۴۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

العمامة على القلنسوة فصل مابيننا وبين المشركين يعطى يوم القيمة بكل كورة يدروها على راسه نورا۔

ترجمہ: ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

(کنزالعمال بحوالہ باوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت، ۱۵/ ۳۰۵)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں:

فالمسلمون يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة اما لبس القلنسوة وحدها فزى المشركين فلبس العمامة سنة۔

ترجمہ: مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنّت ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق مابیننا الخ، مکتبہ الامام شافعی الریاض، ۲/ ۱۶۹)

کیا ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے؟

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، فرماتے ہیں:

بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے، مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مشرکینِ عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔

(بہارِ شریعت، ج ۳، ص ۴۱۹)

مجلس شوریٰ: اب ذرا انصاف کی بات ہے اعلیٰ حضرت کی بات مانیں جو پیر و استاد ہیں یا شاگرد کی۔

اب مذکورہ بالا عبارات پڑھیں اور فیصلہ کریں۔

باب نمبر ۴۰

سوال: (۹۹) اعتراض (۷): دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔
موتیوں سے سجی ٹوپی پر مخصوص انداز میں بندھی ہے۔ سفید پگڑی اس کے متبعین کی علامت ہے؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص، ۹)

الجواب:

عَنِ ابنِ عبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ قَلَانِسَ: قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ مُضَرَّبَةٌ، وَقَلَنْسُوَةُ بُرْدٍ حِبَرَةٍ، وَقَلَنْسُوَةٌ ذَاتُ آذَانٍ، يَلْبَسُهَا فِي السَّفَرِ، وَرُبَّمَا وَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِذَا صَلَّى

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین قسم کی ٹوپیاں تھیں،

(۱) سفید کڑھائی والی ٹوپی،

(۲) سبز دھاری دار ٹوپی، اور

(۳) کانوں والی ٹوپی جسے آپ ﷺ سفر میں پہنتے، اور اکثر اوقات آپ ﷺ اس ٹوپی کو اپنے سامنے رکھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔

(اخلاق النبی ﷺ، ذکر قلنسوتہ ﷺ ۲، ص، ۲۱۱، رقم: ۳۱۵، شرف المصطفی، ج، ۳، ص، ۳۱۸، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، ج، ۲، ص، ۱۹۰، منتھی السوال علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول، ج، ۱، ص، ۵۰۸، الفوائد المجموعۃ، کتاب اللباس، ج، ۱، ص، ۱۸۷،)

عَن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ كَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تحتَ الْعَمَائِمِ وَبِغَيْرِ الْعَمَائِمِ، وَيَلْبَسُ الْعَمَائِمَ بِغَيْرِ قَلَانِسَ، وَكَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ الْيَمَانِيَةَ وَهُنَّ الْبِيضُ الْمُضَرَّبَةُ، وَيَلْبَسُ ذَوَاتَ الْآذَانِ فِي الحَرْبِ، وَكَانَ رُبَّمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَتَهُ فَجَعَلَهَا سُتْرَةً بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي،

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے اور یمنی ٹوپیاں پہنتے تھے، اور وہ سفید کڑھائی والی ہوتی تھیں، اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے، اور بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار کر اسے سترہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔

(جامع الصغیر زیادتہ، ج، ۱، رقم: ۱۰۰۹۰، کنز العمال، ج، ۷، ص، ۴۶، رقم: ۱۸۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر، ج، ۲، ص، ۴۶۵، رقم: ۹۵۷۵)

عن إسحاق بن الحارث مولى بني هبار قال: رأيت أبا الدرداء يخضب بالصفرة ورأيت عليه قلنسوة مضربة صغيرة ورأيت عليه عمامة قد ألقاها على كتفيه، وفي لفظ: قد أرخى لها بين كتفيه۔

ترجمہ: بنی ہبار کے مولیٰ حضرت اسحاق بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو زرد رنگ کا خضاب لگائے ہوئے دیکھا، اور میں

نے ان پر چھوٹی سی کڑھائی والی ٹوپی دیکھی، اور میں نے ان پر عمامہ دیکھا، کہ انہوں نے اپنے عمامہ کے شملہ کو دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔

(کنز العمال، ج۶، ص۲۹۳، رقم:۲۲۴۲۱،دار الکتب العلمیہ، بیروت، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج۳، ص۳۸۱، رقم:۵۴۵۰، جامع الاحادیث، ج۳۸، ص۳۲۰، رقم:۴۱۵۷۷)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَيْسَانُ أَبُو عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَوْلَايَ يَزِيدُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَوَضَّأُ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ قَالَ: وَرَأَيْتُ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ مُضَرَّبَةً۔

ترجمہ: حضرت یزید بن بلال رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اپنی داڑھی میں خلال کیا اور میں نے آپ پر سفید کڑھائی والی ٹوپی دیکھی۔

(الکنی والاسماء للدولابی، ج۲، ص۷۶۹، رقم:۱۳۲۸)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثنا إِبْرَاهِيمُ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي قَالَ: دَخَلَ جَعْوَنَةُ بْنُ الْحَارِثِ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ لَهُ يَا جَعْوَنَةُ: إِنِّي قَدْ وَمِقْتُكَ، فَإِيَّاكَ أَنْ أَمْقُتَكَ، تَدْرِي مَا يُحِبُّ أَهْلُكَ مِنْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، يُحِبُّونَ صَلَاحِي، قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُمْ يُحِبُّونَ مَا أَقَامَ لَهُمْ سَوَادُكَ، وَأَكَلُوا فِي غِمَارِكَ، وَبَرَدُوا عَلَى ظَهْرِكَ، فَاتَّقِ اللهَ وَلَا تُطْعِمْهُمْ إِلَّا طَيِّبًا، قَالَ: وَسِرْنَا لَيْلَةً مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَتَنَاوَلَ قَلَنْسُوَةً عَنْ رَأْسِهِ بَيْضَاءَ مُضَرَّبَةً فَقَالَ: كَمْ تَرَوْنَهَا تَسْوِي؟ قُلْنَا: دِرْهَمٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: وَاللهِ مَا أَظُنُّهَا مِنْ حَلَالٍ۔

ترجمہ: حضرت جعوانہ بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا: بے شک میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی سے بچتا ہوا، کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر والے آپ سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ وہ فرمانے لگے کہ وہ میری اصلاح کو پسند کرتے ہیں، حضرت جعوانہ نے عرض کی: نہیں، بلکہ وہ آپ سے محبت کرتے رہیں گے جب تک آپ کی جماعت ان کی خدمت کرتی رہے گی، اور وہ آپ کے دسترخوان پر کھاتے رہیں گے اور آپ کی پشت پناہی حاصل کرتے رہیں گے، پس تو اللہ سے ڈر اور ان کو حلال کے سوا کچھ نہ کھلا، پھر ہم ایک مرتبہ رات کو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے تو اس نے اپنے سر پر ایک سفید کڑھائی والی ٹوپی رکھی اور فرمایا: یہ ٹوپی تمہارے گمان میں کتنے کی ہے؟ ہم نے کہا: اے امیر المومنین! ایک درہم کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یقین نہیں کہ یہ مکمل حلال مال سے ہو۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، عمر بن عبد العزیز قال الشیخ، ج۵، ص۲۷۱، اخبار وحکایات للغسانی، ج۱، ص۳۳، المعرفۃ والتاریخ، ج۱، ص۶۰۰)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

وَبَعَثَ أَبُو بَكْرٍ لَمَّا بَلَغَهُ الْخَبَرُ إِلَى خَالِدٍ، فَنَفَّلَهُ سَلَبَ هُرْمُزَ، وَكَانَتْ قَلَنْسُوَتُهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ، وَكَانَتْ مُرَصَّعَةً بِالْجَوْهَرِ وَبَعَثَ خَالِدُ الْأُمَرَاءَ يَمِينًا وَشِمَالًا يُحَاصِرُونَ حُصُونًا هُنَالِكَ فَفَتَحُوهَا عَنْوَةً وَصُلْحًا، وَأَخَذُوا مِنْهَا أَمْوَالًا جَمَّةً، وَلَمْ يَكُنْ خَالِدُ يَتَعَرَّضُ للفلاحين - من لم يقاتل منهم - ولا أولادهم بل للمقاتلة من أهل فارس.

ترجمہ: اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا، اور ہرمز کا سامان غنیمت میں انہیں دے دیا، اور اس کی ٹوپی ایک لاکھ کی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اُمراء کو دائیں بائیں وہاں کے قلعوں کا محاصرہ کرنے بھیج دیا۔ پس انہوں نے بزور

قوت اور صلح سے انہیں فتح کرلیا اور ان کے سب اموال قابو کر لئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے کسانوں اور ان کے بیٹوں سے متعرض نہیں ہوئے جنہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی بلکہ صرف ایرانی جانبازوں سے متعرض ہوئے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۶، ص۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہرمز کی لڑائی

علامہ حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

ثُمَّ سَارَ خَالِدٌ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ فَسِرْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنْ مُسَيْلِمَةَ أَقْبَلْنَا إِلَى نَاحِيَةِ الْبَصْرَةِ، فَلَقِينَا هُرْمُزَ بِكَاظِمَةَ فِي جَيْشٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ جَمْعِنَا، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَعْدَى لِلْعَرَبِ وَالْإِسْلَامِ مِنْ هُرْمُزَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ خَالِدٌ وَدَعَاهُ إِلَى الْبِرَازِ، فَبَرَزَ لَهُ فَقَتَلَهُ خَالِدٌ وَكَتَبَ بِخَبَرِهِ إِلَى الصِّدِّيقِ فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ، فَبَلَغَتْ قَلَنْسُوَةُ هُرْمُزَ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، وَكَانَتِ الْفُرْسُ إِذَا شَرُفَ فِيهَا الرَّجُلُ جَعَلَتْ قَلَنْسُوَتَهُ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلْنَا عَلَى طَرِيقِ الطَّفِّ إِلَى الْحِيرَةِ، فَأَوَّلُ مَنْ تَلَقَّانَا حِينَ دَخَلْنَاهَا الشَّيْمَاءُ بِنْتُ بُقَيْلَةَ، كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ مُعْتَجِرَةٍ بِخِمَارٍ أَسْوَدَ". فَتَعَلَّقْتُ بِهَا وَقُلْتُ: هَذِهِ وَهَبَهَا لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَدَعَانِي خَالِدٌ عَلَيْهَا بِالْبَيِّنَةِ، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، وَكَانَتِ الْبَيِّنَةُ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ وَمُحَمَّدَ بْنَ بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ فَسَلَّمَهَا إِلَيَّ، فَنَزَلَ إِلَيَّ أَخُوهَا عَبْدُ الْمَسِيحِ يُرِيدُ الصُّلْحَ، فَقَالَ: بِعْنِيهَا. فَقُلْتُ: لَا أَنْقُصُهَا وَاللّٰهِ عَنْ عَشْرِ مِائَةِ دِرْهَمٍ. فَأَعْطَانِي أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَسَلَّمْتُهَا إِلَيْهِ فَقِيلَ: لَوْ قُلْتَ مِائَةَ أَلْفٍ لَدَفَعَهَا إِلَيْكَ. فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ أَحْسَبُ أَنَّ عَدَدًا أَكْثَرُ مِنْ عَشْرِ مِائَةٍ.

ترجمہ: پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ ہوئے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم بصرہ کی سمت چلے، چنانچہ کاظمہ میں ہرمز سے ہمارا ٹکراؤ ہوا۔ اس کا لشکر ہماری فوج سے زیادہ تھا، عجم میں ہرمز سے زیادہ عرب اور اور اسلام کا کوئی دشمن نہ تھا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میدان میں آ کر اس کو مبارزت اور روبرو لڑائی کی دعوت دی تو وہ بھی میدان میں آ گیا اور اس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کر دیا پھر انہوں نے یہ کاروائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھ کر ارسال کر دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کا سلب اور لباس عطا کر دیا اور صرف اس کی ٹوپی، ایک لاکھ درہم کی تھی، اہل فارس کا قاعدہ تھا کہ جب ان میں کوئی آدمی عالی رتبہ اور رئیس مقرر ہوتا تو اس کے لئے ایک لاکھ کی ٹوپی بنواتے تھے۔ پھر ہم براستہ طف حیرہ کے لئے روانہ ہوئے تو جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق سب سے پہلے شیما بنت نفیلہ ملی وہ سفید خچر پر سوار تھی اور سیاہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ میں نے کہا یہ میری ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کر دیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس بات کی شہادت اور بینہ طلب کیا تو میں نے شہادت پیش کر دی اور گواہ تھے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ میرے سپرد کر دی۔ پھر اس کا بھائی عبدالمسیح صلح کی خاطر میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یہ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے کہا واللہ! ایک ہزار درہم سے کم نہ لوں گا تو اس نے مجھے یہ رقم دی میں نے شیماء کو اس کے سپرد کر دیا مجھے کسی نے کہا کہ اگر تم ایک لاکھ بھی مانگ لیتے تو وہ ادا کر دیتا میں نے کہا۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ دس سو" سے بھی زائد گنتی ہوتی ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

خاندانی اعزاز کی ٹوپیاں:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ متوفی ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں:

عن الشعبي، قَالَ: كَانَ أَهْلُ فَارِسَ يجعلُونَ قَلانِسَهُمْ عَلَى قَدْرِ أَحْسَابِهِمْ فِي عَشَائِرِهِمْ، فَمَنْ تَمَّ شرفُهُ فَقِيمَةُ قَلَنْسُوَتِهِ مِائَةُ أَلْفٍ فَكَانَ هُرْمُزُ مِمَّنْ تَمَّ شرفُهُ، فَكَانَتْ قِيمَتُهَا مِائَةَ أَلْفٍ، فَنَفَّلَهَا أَبُو بَكْرٍ خَالِدًا، وَكَانَتْ مُفَصَّصَةً بِالْجَوْهَرِ، وتمامُ شرف احدهم ان يكون من بيوتات۔

ترجمہ: شعبی کا بیان ہے کہ اہل فارس کی ٹوپیاں اس خاندانی اعزاز کے مطابق ہوتی تھیں جو ان کو اپنے خاندان کیلئے حاصل ہوتا تھا۔ جس کا اعزاز بدرجہ کمال پر پہنچ جاتا تھا اس کی ٹوپی ایک لاکھ کی ہوتی تھی اور ہرمز بھی اعزاز کا اعلیٰ درجہ حاصل کر چکا تھا اور اس کی ٹوپی بھی ایک لاکھ کی تھی جو جواہرات سے مرصع تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ٹوپی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی اور اہل فارس میں کمال شرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ کوئی شخص ان کے ٹوپی کے ساتھ مشہور خاندانوں میں سے ہو۔

(تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، ج۳، ص۱۸۷، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

پیروی شیخ و مرشد

فرمایا کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اسے چاہیے کہ) وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار (حال) اختیار کرے:

یامرو با یار ازرق پیرهن		یا بکش برخانمان انگشت نیل
یا مکن با پیل بانان دوستی		یا بنا کن خانه در خورد پیل

یعنی یا نیلی قمیض پہننے والے دوست (ولی اللہ) کے ساتھ نہ جا، یا اپنے گھر بار کو برباد کر ڈال۔

یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو ہاتھی (کی آمد و رفت) کے لائق بنا۔

(خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۳۶۵)

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی محبوب وصیت

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ طریقت و شریعت کے حوالے سے میرا پیغام میرے مریدوں اور میرے دوستوں اور میرے بچوں کے علاوہ سب کے لیے یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیابی رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے اتباع اور غلامی و محبت رسول ﷺ میں پنہاں ہے۔ اس کو اختیار کرنے والا کامیابیوں سے ہمکنار ہوگا اور محروم رہنے والا نامراد رہے گا۔

انہوں نے کہا کہ میں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنے بچوں اور مریدین کو شریعت کے مطابق اسلام کے سانچے میں ڈھالوں۔ اپنے اس کام پر مجھے اطمینان ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اچھا سلوک فرمائے گا۔

(سہ ماہی، انوار رضا، ص۷)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

قال واحد لحكيم قد جئت خاطباً لمودتك قال إن جعلت مهرها ثلاثاً فعلت قال وما هي قال لا تسمع علي بلاغة ولا تخالفني في أمر ولا توطئني عشوة۔

ترجمہ: ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے فرمایا کہ تین باتیں منظور کرو تو میں دوستی کروں گا۔ اس شخص نے کہا: وہ تین چیزیں ہیں۔

۱) میری شکایت نہ سننا۔

۲) کسی معاملے میں میری مخالفت نہ کرنا۔

۳) نازونخرے سے۔ مجھے ذلیل نہ کرنا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ، ج۲، ص۲۶۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

بانگ دو کردم اگر در دیہ کس است

ترجمہ: میں نے آواز لگادی ہے اگر بستی میں کوئی ہے تو سُن لے گا۔

فرمایا: ہم مریدوں کو جو حکم دیتے ہیں وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے حجروں میں رہو، سوار نہ ہو، لیکن وہ صبر نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک استاد مصور کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر کندہ کردو۔ استاد نے سوئی اٹھائی اور تصویر بنانا شروع کی تو وہ شخص زخم اور تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ استاد سے پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کا سر ہے۔ اس نے کہا: بغیر سر کے شیر بنادو۔ استاد نے بنانا شروع کیا۔ پھر سوئی کی چبھن اور تکلیف ناقابلِ برداشت ہوگئی تو پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: گردن۔ کہنے لگا: بغیر گردن کے شیر بنادو۔ استاد نے پھر بنانا شروع کیا۔ پھر تکلیف برداشت نہ کرسکا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کی پیٹھ۔ کہنے لگا: اس شیر کی پیٹھ نہ بناؤ۔ استاد نے پھر تصویر کھودنا شروع کی۔ پھر استاد کا ہاتھ پکڑلیا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: ہاتھ اور پاؤں۔ کہنے لگا: اس شیر کے ہاتھ اور پاؤں بھی نہ ہوں۔ استاد کو غصہ آگیا اور سوئی توڑ ڈالی اور کہا: کسی نے بغیر سر، گردن، پشت، سینہ، ہاتھ اور پاؤں کے شیر نہیں دیکھا ہے۔

خواجہ احرار علیہ الرحمہ نے مریدوں سے کہا: تم بھی دعوٰی کرتے ہو کہ تم نے اپنے طور طریقے بدل لیے ہیں اور میں جو کہوں گا بجالاؤ گے۔ لیکن جب حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو اس حکم کے علاوہ جو ہو بجالائیں گے۔ تمہارا حال بھی اُس شخص جیسا ہے۔

(خواجہ احرار، ص۲۱۵)

باب نمبر ۴۱

سوال: (۱۰۰) اعتراض مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

اب پیر صاحب پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ ایک مسلمان ہے جو عمامہ باندھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو از روئے حدیث وہ عمامہ باندھے ہوئے کفر میں داخل ہو گیا۔ اب دوسرا مسلمان ہے جو نماز پڑھتا ہے اور عمامہ نہیں باندھتا تو یہ شعار کافرین کو اپنانے کی وجہ سے کافروں کی صف میں داخل ہو گیا۔

عمامہ باندھنا واجب اور لازم ہے۔ جس کا ترک حرام اور کفار کی صف میں داخل ہونا ہے۔ ٹوپی اور ننگے سر رہنا کافروں کی نشانی ہے۔ اب میں کسی دوسرے علاقے کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صرف حلقہ چھچھ کے سیفیوں کے متعلق حد تواتر سے زیادہ گواہ پیش کر سکتا ہوں۔ کہ وہ خانقاہ سیفیہ میں جانے کیلئے اسے باندھتے ہیں۔ اس کے سوا ننگے سر یا ٹوپی میں رہتے ہیں۔ اب یہ بات میں عام سیفیوں کے متعلق نہیں کہہ رہا بلکہ ان کے متعلق بتا رہا ہوں جو کامل و مکمل ولایت کی سند اور سرٹیفکیٹ رکھتے ہیں (صفحہ، ۶۰، ۶۱، ۶۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

حضرت شاہ ابو الحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں:

دین کا مذاق نہ اڑائیں کہ کفر ہے یوں ہی احکام شریعت کو بہ نظر حقارت دیکھنا بھی کفر ہے جیسا کہ آجکل بے قید آزاد روشوں سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ داڑھی اور عمامہ پر پھبتیاں کستے ہیں۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص، ۶۲،)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

عدم استدلالی بوقوع مریدی هذا الزمان فی النقائص علی ان ذلک من نقص شیخهم، عملا بقول بعضهم: اذا اردت ان تعرف مقام شیخ لم تره فانظر الی اصحابه، فنهم یدلونک علیه، انتهی۔ فان ذلک لیس بقاعدة کلیة، فقد یکون الشیخ من اکابر اولیاء الله، تعالیٰ ولم یقسم لمن اجتمع علیه شیء من اخلاق القوم، کما انه لیس کل من اجتمع برسول الله ﷺ حصلت له الهدایة، وما کل، من سمع کلام الواعظ اتعظ به، فایاک یا اخی ان تنتظر ممن انتسب الی شیخ من اهل عصرک بسوء ادب، فتقول: لو کان شیخ هذا متادبا لظهر علی مریده، فتقع فی الغیبة فی الاشیاخ بغیر طریق شرعی، فتمقت، فاحذره، والله تبارک وتعالیٰ یتولی هداک، ویدبرک فی بلواک، والحمد لله رب العالمین۔

ترجمہ: اس دور کے مریدین کے نقائص میں گرنے سے میں ان کے شیخ کے نقص کے لئے دلیل نہیں پکڑتا ہوں۔ بعض کے قول پر عمل کرتے ہوئے کہ جب تو اس شیخ کا مقام پہچاننا چاہے جسے تو نے دیکھا نہیں تو اس کے مریدوں کو دیکھ۔ بیشک وہ اس پر تیری راہنمائی کریں گے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ کبھی شیخ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہوتا ہے جبکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کے مقسوم میں اخلاق قوم میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جس طرح ہر اس شخص کو ہدایت حاصل نہیں ہوئی جو آپ کے پاس آیا۔ واعظ کے کلام سے ہر سننے والا نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ پس اے بھائی! اس سے پرہیز کر کہ تو اپنے دور کے شیخ کی طرف منسوب ہونے والے کے متعلق بے ادبی سے غور کرے پس تو کہے کہ اگر اس کا شیخ باصلاحیت ہوتا تو مرید پر اس کا اثر ظاہر ہوتا۔ پس طریق شرعی کے بغیر مشائخ کی غیبت میں گر جائے۔ پس مورد غضب قرار پائے۔ اس سے پرحذر رہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ تیری راہنمائی کا متولی ہو اور تیری آزمائش میں تیری تدبیر فرمائے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

(المنن الکبری، الباب السابع، ص،۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۴۲

تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ

ترجمہ: بیشک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زورآور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں بیشک اللہ ﷻ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورۃ القصص،۷۶)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی، متوفی، ۶۶۸ھ، لکھتے ہیں:

قوله تعالى :(فَبَغَى عَلَيهِم) بغيه أنه زاد في طول ثوبه شبرا؛ قاله شهر بن حوشب وفي الحديث" :لا ينظر الله إلى من جر إزاره بطرا"

فَبَغَى عَلَيهِم اس (قارون) کی بغاوت یہ تھی کہ اس نے اپنے کپڑے کی لمبائی ایک بالشت زیادہ رکھی ہوئی تھی، یہ حضرت شہر بن حوشب کا فرمان ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: جس آدمی نے تکبر کرتے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

(تفسیر القرطبی، القصص، تحت الآیۃ:۷۶، ج ۱۳، ص ۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ (سورۃ المدثر:۴)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی علیہ الرحمہ متوفی، ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

وَمَنْ ذَهَبَ إِلَى الْقَوْلِ الثَّامِنِ قَالَ: إِنَّ الْمُرَادَ بِهَا الثِّيَابُ الْمَلْبُوسَاتُ، فَلَهُمْ فِي تَأْوِيلِهِ أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ:

أَحَدُهَا- مَعْنَاهُ وَثِيَابَكَ فَأَنْقِ، وَمِنْهُ قَوْلُ امْرِئِ الْقَيْسِ: ثياب بني عوف طهارى نقية۔

الثَّانِي- وَثِيَابَكَ فَشَمِّرْ وَقَصِّرْ، فَإِنَّ تَقْصِيرَ الثِّيَابِ أَبْعَدُ مِنَ النَّجَاسَةِ، فَإِذَا انْجَرَّتْ عَلَى الْأَرْضِ لَمْ يُؤْمَنْ أَنْ يُصِيبَهَا مَا يُنَجِّسُهَا، قَالَهُ الزَّجَّاجُ وَطَاوُسٌ۔

الثَّالِثُ- وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ مِنَ النَّجَاسَةِ بِالمَاءِ، قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ وَابْنُ زَيْدٍ وَالْفُقَهَاءُ.

الرَّابِعُ- لَا تَلْبَسْ ثِيَابَكَ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ حَلَالٍ لِتَكُونَ مُطَهَّرَةً مِنَ الحَرَامِ.

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَا تَكُنْ ثِيَابُكَ الَّتِي تَلْبَسُ مِنْ مَكْسَبٍ غَيْرِ طَاهِرٍ. ابْنُ الْعَرَبِي وَذَكَرَ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ: لَيْسَ بِمُمْتَنِعٍ أَنْ تَحْمَلَ الْآيَةُ عَلَى عُمُومِ المُرَادِ فِيهَا بِالْحَقِيقَةِ وَالمَجَازِ، وَإِذَا حَمَلْنَاهَا عَلَى الثِّيَابِ المَعْلُومَةِ الطَّاهِرَةِ فَهِيَ تَتَنَاوَلُ مَعْنَيَيْنِ:

أَحَدُهُمَا- تَقْصِيرُ الْأَذْيَالِ، لِأَنَّهَا إِذَا أُرْسِلَتْ تَدَنَّسَتْ، وَلِهَذَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِغُلَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَقَدْ رَأَى ذَيْلَهُ مُسْتَرْخِيًا: ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَنْقَى وَأَبْقَى. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِزْرَةُ المُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ فَفِي النَّارِ فَقَدْ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَايَةَ فِي لِبَاسِ الْإِزَارِ الْكَعْبَ وَتَوَعَّدَ مَا تَحْتَهُ بِالنَّارِ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ يُرْسِلُونَ أَذْيَالَهُمْ، وَيُطِيلُونَ ثِيَابَهُمْ، ثُمَّ يَتَكَلَّفُونَ رَفْعَهَا بِأَيْدِيهِمْ، وَهَذِهِ حَالَةُ الْكِبْرِ، وَقَائِدَةُ الْعُجْبِ، وَأَشَدُّ مَا فِي الْأَمْرِ أَنَّهُمْ يَعْصُونَ وَيَنْجُسُونَ وَيُلْحِقُونَ أَنْفُسَهُمْ بِمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ مَعَهُ غَيْرَهُ وَلَا أَلْحَقَ بِهِ سِوَاهُ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ وَلَفْظُ الصَّحِيحِ: "مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ) فَعَمَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهْيِ، وَاسْتَثْنَى الصِّدِّيقَ، فَأَرَادَ الْأَدْنِيَاءُ إِلْحَاقَ أَنْفُسِهِمْ بِالرُّفَعَاءِ وَلَيْسَ ذَلِكَ لَهُمْ.

جو آٹھویں قول کی طرف گیا ہے تو اس نے کہا: یہاں ثیاب سے مراد ملبوسات ہیں، ان کے نزدیک اس معنی کی چار وجوہ ہیں

(۱) اس کا معنی ہے اپنے کپڑوں کو پاک رکھو: اسی معنی میں امراء القیس کا شعر ہے: ثیاب بني عوف طهاری نقية

(۲) اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر رکھ، کیونکہ کپڑوں کو سمیٹ کر رکھنا نجاست سے دوری کا باعث ہوتا ہے جب کپڑے زمین پر گھسیٹں تو وہ نجاست لگنے سے محفوظ نہیں ہوتے؛ زجاج اور طاوس نے یہی بات کہی ہے۔

(۳) اپنے کپڑوں کو پانی کیساتھ پاک کرلو؛ یہ محمد بن سیرین ابن زید اور فقہاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا نقطہ نظر ہے۔

(۴) حلال کمائی سے ہی کپڑا پہنوتا کہ وہ حرام سے پاکیزہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جو تو لباس پہنتا ہے وہ حرام کمائی کا نہ ہو علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا جس کا ہم نے ذکر کیا یہ ممتنع نہیں کہ آیت کو عموم مراد پر محمول کیا جائے وہ حقیقت ہو یا مجاز ہو۔ جب ہم اسے پاکیزہ، معروف کپڑوں پر محمول کریں گے تو یہ دونوں معنوں کو شامل ہوگا۔

(۱) دامنوں کو سمیٹنا کیونکہ جب انہیں ڈھیلا چھوڑا جائے تو وہ آلودہ ہوجاتے ہیں؛ اس وجہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار کے ایک نوجوان کو فرمایا جب انہوں نے اس کا دامن ڈھیلا دیکھا: اپنا تہبند اونچا کرلو کیونکہ یہ زیادہ تقوی، زیادہ پاکیزگی اور زیادہ عرصہ باقی رہنے کا باعث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مومن کا تہبند اس کی نصف پنڈلی تک ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر وہ پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو اور جو ٹخنوں سے بھی نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہبند کی انتہا ٹخنہ معین کی ہے اور جو اس سے بھی نیچے ہو اس پر دھمکی دی ہے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے دامنوں کو نیچے چھوڑے رکھتے

ہیں، اپنے کپڑوں کو لمبا کرتے ہیں پھر اپنے ہاتھوں سے انہیں اوپر اٹھاتے ہیں یہ تکبر کی حالت ہے اور عجب (اپنے عمل پر خوشی کا اظہار کرنا) کا طریقہ ہے (اس معاملہ میں سب سے شدید معاملہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے ہیں، کپڑوں کو ناپاک کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے ساتھ جا ملاتے ہیں) جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے غیر کو نہیں ملایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو لاحق کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا'' صحیح کے الفاظ یہ ہیں: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے تہبند کا ایک پہلو ڈھیلا رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہی کو عام رکھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ قرار دیا تو کمینے لوگوں نے اپنے آپکو بلند مرتبہ لوگوں کیساتھ ملانے کا قصد کیا۔ یہ ان کے لئے جائز نہیں۔

(تفسیر القرطبی، المدثر، تحت الآیۃ:۴، ج،۱۹، ص،۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

(وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) جميع ثوب من اللباس أى فطهرها مما ليس بطاهر بحفظها و صيانتها عن النجاسات و غسلها بالماء الطاهر بعد تلطخها فإنه قبيح بالمؤمن الطيب أن يحمل خبيثاً سواء كان فى حال الصلاة أو فى غيرها وبتقصيرها أيضاً فإن طولها يؤدى إلى جر الذيول على القاذورات فيكون التطهير كناية عن التقصير لأنه من لوازمه ومعنى التقصير أن تكون إلى إنصاف الساقين أولى، الكعب فإنه عليه السلام جعل اية طول لإزار إلى الكعب و توعد على ما تحته بالنار. وحضرت مرتضى رضى الله عنه كفت كوتاه كن جامهرا. فإنه أتقى وأنقى وأبقى وہو أول ما أمر به عليه السلام من رفض العادات المذمومة فإن المشركين ما كانوا يصونون ثيابهم عن النجاسات۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اپنے کپڑے پاک رکھو۔ ثیاب، ثوب کی جمع ہے یعنی لباس، کپڑوں کو اس سے پاک رکھیں جو پاک نہیں ہے اسے نجاسات سے محفوظ اور بچائے رکھیں اور جب میلے ہو جائیں تو پاک پانی سے دھوئیں کیونکہ پاک مومن کے لیے یہ کام قبیح ہے کہ وہ خبیث (ناپاک) اشیاء کا حامل (اٹھانے والا) ہو، نماز کی حالت میں ہو یا غیر نماز میں ہو اور اسے لمبا بھی نہ رکھے کیوں کہ لمبے کپڑے کا دامن پلیدیوں پر گھسیٹا جائے گا اور نجاست آلود ہو جائے گا۔ تطہیر (پاک کرنے) تقصیر (لمبا نہ کرنے) سے کنایہ ہے کیونکہ یہ اس کے لوازم سے ہے۔ اور تقصیر کا مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک یا ٹخنوں تک اونچا ہونا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تہبند کی لمبائی کی انتہاء ٹخنے تک بیان فرمائی، اور اس سے جو نیچے ہو اس پر آگ کی وعید بیان فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے تہبند کو لمبا نہ کر کیونکہ اس میں تقویٰ زیادہ ہے اور طہارت و نفاست زیادہ ہے، اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ یہی وہ پہلا امر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ہوا کہ مذمومہ عادات کا چھوڑنا لازم ہے اس لیے کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاسات سے بچاتے نہیں تھے۔

(تفسیر روح البیان، المدثر، تحت الآیۃ ۴، ج،۱۰، ص،۲۲۷، ۲۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم كان المشركون ما كانوا يصونون ثيابهم عن النجاسات فأمره الله تعالى بأن يصون ثيابه عن النجاسات۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاسات سے بچاتے نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ نے نجاسات سے اپنے کپڑے بچانے کا حکم فرمایا۔

(تفسیر کبیر، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ج ۳۰، ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

أن المراد من قوله فَطَهِّرْ أي فقصر وذلك لأن العرب كانوا يطولون ثيابهم ويجرون أذيالهم فكانت ثيابهم تتنجس ولأن تطويل الذيل إنما يفعل للخيلاء والكبر فنهى الرسول (صلى الله عليه وسلم) عن ذلك۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَطَهِّرْ سے مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑے زیادہ لمبے نہ کر۔ کیونکہ عربی لوگ اپنے کپڑے لمبے رکھتے تھے اور اپنے دامنوں کو گھسیٹتے تھے، تو ان کے کپڑے نجاست آلود ہو جاتے تھے، کیونکہ دامن کا لمبا کرنا فخر و تکبر ہی کے لیے کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

(تفسیر کبیر، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ج ۳۰، ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

(وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) بالماء من النجاسة لأن الصلاة لا تصح إلا بها وهي الأولى في غير الصلاة، أو فقصر مخالفة للعرب في تطويلهم الثياب وجرهم الذيول إذ لا يؤمن معه إصابة النجاسة، أو طهر نفسك مما يستقذر من الافعال۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔ یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں ہوتی ہے اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے، یا اپنے کپڑوں کو زیادہ لمبا نہ کرو۔ عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے، کہ وہ اپنے کپڑوں کو لمبا رکھتے ہیں اور چادروں کے دامن کو زمین پر گھسیٹتے ہیں اس لیے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔

(تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل، المدثر، تحت الآیۃ: ج ۳، ۴، ص ۴۸۳)

وقال طاوس رضي الله عنه: ثيابك فقصر لأن تقصير الثوب طهارة لها۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے کپڑوں کو لمبا نہ رکھو کیونکہ کپڑوں کا لمبا نہ ہونا ان کی پاکی (کا سبب) ہے۔

(تفسیر مظہری، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ج ۷، ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی علیہ الرحمہ، متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: اي قصر ثيابك، ولا تطول لها، فتبلغ الطرافها [الارض، فتصيبها] النجاسة۔

ترجمہ: اور بعض نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ زیادہ لمبے کپڑے نہ پہنیں، مبادا وہ ان کپڑے کے کنارے زمین تک پہنچیں، تو ان کو نجاست لگ جائے

(تفسیر تاویلات اہل سنت، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ج ۵، ص ۳۱۱، مکتبہ معروفیہ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں عمدۃ المفسیرین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۲۳۹ھ، لکھتے ہیں:

احتمال دویم آنکہ جامۂ طاہر را از نجاسات معنوی پاک دارد نجاست معنوی جامہ آنست کہ از کسے بغصب نگرفہ باشد و بدزدی و خیانت و دیگر وجوہ حرام کسب نکردہ و آنچہ استعمال آن حرام ست مثل ریشمین باف برائے مرد باستعمال نیارند و در قطع و دوخت آن اسراف و امور نامشروعہ را مرتکب نشوند مثل دراز کردن دامن از شتالنگ

توجمہ: دوسرا احتمال یہ ہے کہ کپڑے کو معنوی نجاست سے پاک رکھیں اور کپڑے کی معنوی نجاست یہ ہے کہ کسی سے چھینا نہ ہو اور چوری، خیانت اور دوسرے حرام طریقوں سے کمایا نہ ہو، اور وہ جس کا استعمال حرام ہے جسے مرد کے لیے ریشمی کپڑا استعمال میں نہیں لاتے اور اس کے کاٹنے سینے میں اسراف اور غیر شرعی امور کے مرتکب نہ ہوں جیسے دامن کو ٹخنے سے لمبا کرنا۔

(تفسیر عزیزی مسمیٰ بہ فتح العزیز، المدثر، تحت الآیۃ: ۴، ج۲، ص۲۵۵، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ

توجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔ (سورۃ المرسلات: ۴۸)

عَن قَتَادَةَ (وَإِذا قيل لهم ارْكَعُوا) قَالَ: عَلَيْكم بِإِحْسَان الرُّكُوع فَإِن الصَّلَاة من الله بمَكَان قَالَ: وَذكر لنا أَن حُذَيْفَة رأى رجلا يُصَلِّي وَلَا يرْكَع كَأَنَّهُ بعير نافر قَالَ: لَو مَاتَ هَذَا مَا مَاتَ على شَيْء من سنة الإِسلام قَالَ: وَحدثنَا أَن ابْن مَسْعُود رأى رجلا يُصَلِّي وَلَا يرْكَع، وَآخر يجر إِزَاره فَضَحِكَ قَالُوا: مَا يضحكك يَا ابْن مَسْعُود قَالَ: أضحكني رجلَانِ أَحدهمَا لَا ينظر الله إِلَيْهِ وَالْآخر لَا يقبل الله صلَاته۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا: تم پر اچھے طریقے سے رکوع کرنا لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نماز میں ایک خاص مرتبہ اور درجہ ہے۔ فرمایا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع نہیں کرتا، گویا کہ وہ بدکنے والا اونٹ ہے۔ تو فرمایا: اگر یہ آدمی اسی حالت میں فوت ہو گیا تو یہ اسلام کے طریقوں میں سے کسی پر نہیں مرے گا۔ فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا، وہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع کرتا اور دوسرا اپنے تہبند کو گھسیٹ رہا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ لوگوں نے کہا: اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کون سی چیز آپ کو ہنسا رہی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے دو آدمیوں نے ہنسایا ہے، ان میں سے ایک وہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور دوسرا وہ جس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

(وأخرج عبد بن حمید، وتفسیر طبری، ابن جریر، ج۲۹، ص۲۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، وابن المنذر، الدر المنثور، المرسلات، تحت الآیۃ: ۴۸، ج۶، ص۵۳۲، مکتبۃ الرحاب، القاہرہ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

الْأُولَى- قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَلا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً) هَذَا نَهْيٌ عَنِ الْخُيَلَاءِ وَأَمْرٌ بِالتَّوَاضُعِ. وَالْمَرَحُ: شِدَّةُ الْفَرَحِ. وَقِيلَ: التَّكَبُّرُ فِي

المشي. وَقِيلَ: تجاوُزُ الإِنْسانِ قَدْرَه. وَقَالَ قَتَادَةُ: هُوَ الخيلَاءُ في المشي. وَقِيلَ: هُوَ البَطَرُ وَالأَشَرُ. وَقِيلَ: هُوَ النَّشَاطُ وَهَذِهِ الأَقْوَالُ مُتَقَارِبَةٌ وَلَكِنَّهَا مُنقَسِمَةٌ قِسمَيْنِ: أَحَدُهما مَذمُومٌ وَالآخَرُ محمُودٌ. فَالتَّكَبُّرُ وَالبَطَرُ وَالخيلَاءُ وَتجاوُزُ الإِنْسَانِ قَدْرَهُ مَذمُومٌ وَالفَرَحُ وَالنَّشَاطُ محمُودٌ. وَقَدْ وَصَفَ اللهُ تَعَالَى نَفْسَهُ بِأَحَدِهما، ففي الحديث الصحيح لله أفرح بتوبة العبد من رجل ... الحديث. والكسل مَذمُومٌ شرعًا وَالنَّشَاطُ ضِدُّهُ. وَقَدْ يَكُونُ التَّكَبُّرُ وَمَا في مَعْنَاهُ محمُودًا، وَذَلِكَ عَلَى أَعْدَاءِ اللهِ وَالظَّلَمَةِ. أَسْنَدَ أَبُو حَاتِمِ بْنُ حِبَّانَ عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يَبْغِضُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْهَا مَا يحِبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الخيلَاءِ مَا يحِبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْهَا مَا يَبْغِضُ اللهُ فَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يحِبُّ اللهُ الْغَيْرَةُ فِي الدِّينِ وَالْغَيْرَةُ الَّتِي يَبْغِضُ اللهُ الْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ دِينِهِ وَالخيلَاءُ الَّتِي يحِبُّ اللهُ اخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَةِ وَالاخْتِيَالُ الَّذِي يَبْغِضُ اللهُ أَخْيلَاءُ فِي الْبَاطِلِ وَأَخرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي مُصَنَّفِهِ وَغَيْرِهِ. وَأَنْشَدُوا:

وَلَا تمشِ فَوْقَ الأرض إلا تواضعا		فكم تحتها قوم هموا مِنْكَ أَرْفَعُ
وَإِنْ كُنْتَ فِي عِزٍّ وَحِرْزٍ ومنعة		فكم مات من قوم هموا مِنْكَ أَمْنَعُ

مسئلہ نمبرا:۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا۔ یہ غرور اور تکبر سے نہی ہے اور تواضع اور انکساری کا حکم ہے۔ المرح کا معنی ہے بہت زیادہ خوشی اور فرحت کا اظہار کرنا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی چلنے میں تکبر کا اظہار کرنا (یعنی اکڑ کر چلنا) ہے۔ بعض نے کہا ہے: انسان کا اپنی قدر اور مقام سے تجاوز کر جانا ہے۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اس سے مراد چال میں غرور اور خود پسندی کا اظہار کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی کسی نعمت پر اترانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا ہے (تفسیر ماوردی: جلد: ۳: صفحہ: ۲۴۴) اور اکڑنا ہے۔ بعض نے کہا ہے: اس سے مراد نشاط اور چستی کا اظہار کرنا ہے۔ یہ تمام اقوال معنوی اعتبار سے قریب قریب ہیں لیکن یہ دو قسموں میں منقسم ہیں: ان میں سے ایک قسم مذموم (قابل مذمت) ہے اور دوسری محمود (قابل تعریف) ہے، پس تکبر کرنا، اترانا، غرور کرنا، اور انسان کا اپنی قدر سے تجاوز کرنا یہ سب مذموم ہے اور فرحت وانبساط اور نشاط وچستی کا اظہار کرنا محمود اور اچھا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان دو میں سے ایک کے ساتھ (یعنی فرحت اور نشاط) اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے، پس صحیح حدیث میں ہے: اللہ افرح بتوبۃ العبد من رجل...... الحدیث۔ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس آدمی کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد: کتاب التوبۃ، باب الحث علی التوبۃ: جلد: ۱۰: صفحہ: ۳۲۲: حدیث ۱۷۴۹۸) اور سستی شرعاً مذموم ہے اور نشاط اس کی ضد ہے۔ اور کبھی تکبر اور جو چیزیں اس کے معنی میں ہیں محمود اور اچھی ہوتی ہیں، اور وہ یہ کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور ظالموں کے خلاف ہوں۔ حضرت ابوحاتم محمد بن حبان نے ابن جابر بن عتیک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسند روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''غیرت میں سے وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ مبغوض اور ناپسند جانتا ہے اور وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور غرور اور تکبر میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ ﷻ پسند فرماتا ہے اور اس میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مبغوض قرار دیتا ہے، پس وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے وہ وہ غیرت ہے جو دین کے بارے میں ہو اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ وہ غیرت ہے جو دین کے معاملہ میں نہ ہو اور وہ رعونت وتکبر جسے اللہ تعالیٰ پسند

کرتا ہے وہ آدمی کا جنگ کے وقت اور صدقہ دیتے وقت اپنے نفس کے ساتھ اظہار فخر کرنا ہے اور وہ تکبر وغرور جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ باطل اور غلط کاموں میں اس کا غرور اور تکبر کرنا ہے''۔(سنن ابن ماجہ: باب في الخيلاء في الحرب: حدیث نمبر ۲۲۸۶) اسے ابوداؤد نے اپنی مصنف وغیرہ میں نقل کیا ہے۔

اور انہوں نے یہ اشعار بھی کہے ہیں:

و لا تمش فوق الارض الا تواضعا		فكم تحتها قوم همو منك ارفع

ترجمہ: تو زمین کے اوپر تواضع اور انکساری کے بغیر نہ چل پس اس کے نیچے کتنی قومیں ہیں جو تجھ سے بلند اور ارفع تھیں۔

و ان كنت في عز و حرز و منعة		فكم مات من قوم هم منك امنع

ترجمہ: اور اگر تو عزت، حفاظت اور قوت میں ہے تو قوم میں سے کتنے مر گئے جو تجھ سے زیادہ محفوظ اور طاقتور تھے۔

(تفسیر القرطبی، ج،۱۰، ص،۱۶۹، ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔(سورۃ بنی اسرائیل:۳۷)

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا، جو اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے، وہ مسکین تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دے کر سر بلند کیا اور وہ مغرور ہو گیا، اس نے گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے، حالانکہ قرآن مجید میں وہ پڑھتا ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

ترجمہ: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (سورۃ بنی اسرائیل:۸۵)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ: اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔(سورۃ یوسف:۷۶)

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرامِ فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا کہ وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے، اگر انسان اپنی ابتداُ اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتداُ بھی مٹی ہے اور انتہاء میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو وہ اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔

(فتح المنعم، ج۸، ص۳۳۹، دار الشرق، القاہرہ ۱۴۲۹ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أَنَّ أُزْرَهُمْ إِلَى أَنْصَافِ سُوقِهِمْ. قَالَ الطِّيبِيُّ فِيهِ إِدْمَاجٌ بِمَعْنَى التَّجَلُّدِ وَالتَّشَمُّرِ لِلْقِيَامِ إِلَى الصَّلَاةِ، لِأَنَّ مَنْ شَدَّ إِزَارَهُ إِلَى سَاقِهِ

تَشَمَّرَ لِمُزَاوَلَتِهِ مَا اهْتَمَّ بِشَأْنِهِ، أَوْ يَكُونَ كِنَايَةً عَنِ التَّوَاضُعِ، كَمَا أَنَّ جَرَّ الْإِزَارِ كِنَايَةٌ عَنِ الْكِبْرِ وَالْخُيَلَاءِ۔

ترجمہ: ان کا ازار تہبند نصف ساق تک ہوگا۔ طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس میں ادماج ہے اس معنیٰ: التَّجَلُّدِ وَالتَّشَمُّرِ لِلْقِيَامِ إِلَى الصَّلَاةِ کیونکہ جو شخص تہبند پنڈلی تک کس لیتا ہے تو اس سے کسی اہم کام کے لئے تیار ہونا سمجھا جاتا ہے، یا یہ کنایہ ہے تواضع سے۔ جیسے ازار کا لٹکانا تکبر سے کنایہ ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سید المرسلین، ج ۱۰، ص ۴۵۱، المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

مسند أبی جری جابر بن سليم الهجيمی التميمی رضی الله عنه عن أبی تميمة الهجيمی قال: قال أبو جری جابر: ركبت قعودا لی فأتيت مكة فی طلب النبی صلی الله عليه وسلم، فإذا هو جالس، فقلت السلام عليك يا رسول الله، قال: وعليك، قلت إنا معشر أهل البادية، قوم فينا الجفاء، فعلمنی كلاما ينفعنی الله به، قال: اتق الله، ولا تحقرن من المعروف أو الخير شيئا، وإياك وإسبال الإزار، فإنه من المخيلة، وإن الله لا يحب المختال فقال رجل: يا رسول الله ذكرت إسبال الإزار، وقد يكون بساق الرجل القرح أو الشیء يستحی منه؟ فقال: لا بأس إلى نصف الساق أو إلى الكعبين، إن رجلا كان ممن قبلكم لبس بردة فتبختر فيها، فنظر الله إليه، من فوق عرشه، فمقته، فأمر الأرض فأخذته، فهو يتجلجل بين الأرض فاحذروا وقائع الله۔

(مسند ابی جری جابر بن سلیم ہجیمی تمیمی رضی اللہ عنہ) ابو تمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو جری جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری پر سوار ہو کر نبی ﷺ کی طلب میں مکہ آیا، دیکھا تو آپ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا علیک، میں نے عرض کیا ہم دیہاتی لوگوں میں سخت مزاجی ہوتی ہے آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور کسی نیکی یا بھلائی کو حقیر نہ سمجھنا، اور ازار (شلوار) لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی متکبر کو پسند نہیں کرتا، اتنے میں ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ازار لٹکانے کا ذکر کیا، بعض دفعہ کسی انسان کی پنڈلی پر کوئی دانہ، پھوڑہ یا کوئی قابل حیا چیز ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی پنڈلی اور ٹخنوں تک کوئی حرج نہیں تم سے پہلے کسی شخص نے ایک چادر اوڑھی سج میں اترانے لگا اللہ تعالیٰ نے عرش سے اس کی طرف دیکھا، اور اس سے ناراض ہو کر زمین کو حکم دیا (کہ اسے نگل) تو زمین نے اسے پکڑ لیا سو وہ زمین کے درمیان حرکت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے (عذاب) واقعات سے بچو۔

(ابو نعیم، کنز العمال، رقم: ۸۸۷۰، ج ۳، ص ۳۳۲، ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مسبلا إِزَارِهِ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ» فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایک آدمی ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اسے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جا پھر وضو کر تو وہ شخص گیا اس نے دوبارہ وضو کیا پھر واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جا پھر وضو کر تو اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یا بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے وضو کا ارشاد فرمایا پھر حضور انور ﷺ خاموش ہو گئے بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ازار لٹکا کر نماز پڑھنے

والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۸۶، ۶۳۸ ۵۶۴ ۳،مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۷۶۱، والترغیب والترھیب، ج ۳، ص ۶۷، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وَإِطَالَةُ الذَّيْلِ مَكْرُوهَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ازار کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الستر، ج ۲، ص ۴۳۵، المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے۔ بعض صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا، پاک بستر پر سونا ہمیشہ باوضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الستر، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۴۶۸، ضیاء القرآن، لاہور)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

يَنْهَاهُ عَنِ التَّبَخْتُرِ فِي الْمِشْيَةِ عَلَى وَجْهِ الْعَظَمَةِ وَالْفَخْرِ عَلَى النَّاسِ كَمَا قَالَ تَعَالَى: (وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا) [الإسراء: (۳۷) يَعْنِي لَسْتَ بِسُرْعَةِ مَشْيِكَ تَقْطَعُ الْبِلَادَ فِي مشيتك هذه، ولست بدقك الأرض برجلك تخرق الْأَرْضَ بِوَطْئِكَ عَلَيْهَا، وَلَسْتَ بِتَشَامُخِكَ وَتَعَاظُمِكَ وَتَرَفُّعِكَ تَبْلُغُ الجِبَالَ طُولًا، فَاتَّئِدْ عَلَى نَفْسِكَ فَلَسْتَ تَعْدُو قَدْرَكَ. وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي بُرْدَيْهِ يَتَبَخْتَرُ فِيهِمَا، إِذْ خسف الله به الأرض فهو يتجلل فيها إلى يوم القيامة وَفِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ: إِيَّاكَ وَإِسْبَالُ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا من المخيلة لَا يُحِبُّهَا الله (كَمَا قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: (إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) وَلَمَّا نَهَاهُ عَنِ الْاِخْتِيَالِ فِي الْمَشْيِ أَمَرَهُ بالقصد فيه، فإنه لا بد لَهُ أَنْ يَمْشِيَ فَنَهَاهُ عَنِ الشَّرِّ وَأَمَرَهُ بالخير، فقال: (واقصد في مشيك) أَيْ: لَا تَتَبَاطَأْ مُفْرِطًا وَلَا تُسْرِعْ إِسْرَاعًا مُفْرِطًا وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا كَمَا قَالَ تَعَالَى: (وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً) (الفرقان: ۶۳)۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو تکبر کرنے سے بھی منع کیا۔اسی طرح زمین پر اکڑ کر چلنے سے بھی منع کیا ہے، زمین پر اکڑ کر چلنے سے کوئی انسان اپنی رفتار کو اتنی تیز نہیں کر سکتا کہ اس سے شہروں کے فاصلے مٹ سکیں اور نہ ہی زمین پر چلنے سے وہ پھٹ سکتی ہے۔اسی طرح انسان بڑائی اور عظمت کی وجہ سے پہاڑ کی بلندیوں کو بھی نہیں چھو سکتا، لہذا آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ بخاری، مسلم، اور مسند امام احمد میں آیا ہے کہ ایک شخص دو چادر اوڑھے کر ناز و نخرے سے چل رہا تھا کہ اتنے میں اللہ کے حکم سے زمین پھٹ پڑی اور وہ اندر دھنسنے لگا اور قیامت تک دھنستا رہے گا۔ (صحیح البخاری، فی احادیث الانبیاء، باب ۵۴، وصحیح مسلم فی اللباس

والزینۃ رقم: ۳، ومسند احمد، ج، ۲، ص، ۳۱۵) دوسری حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ ازار لٹکانے سے پرہیز کرو، یہ تکبر ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ (سنن ابوداود، فی اللباس، باب، ۲۸، مسند احمد، ج، ۵، ص، ۶۳) قرآن کریم میں بھی اس کو فرمایا گیا "ان اللہ لا یحب کل مختار فخور" کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ تکبر اور اترانے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ میانہ روی اختیار کی جائے، اس لئے آگے چال چلن میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور پھر فرمایا کہ اللہ ﷻ کے بندے زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اور ناواقف لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو یہ ان سے سلامتی سے بات کرتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج، ۲، ص، ۱۳۵، ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللہ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ عَلَامَةُ الْمُنَافِقِ تَطْوِيْلُ سَرَاوِيْلِهِ فَمَنْ طَوَّلَ سَرَاوِيْلَهُ حَتّٰى تَدْخُلَ تحتَ قَدَمِيهِ (رِجْلَيْهِ) فَقَدْ عَصَى اللہ تَعَالٰى وَرَسُوْلَهُ وَمَنْ عَصَى اللہ وَرَسُوْلَهُ فَلَهُ نَارُ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا احمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: منافق کی علامت اپنی شلوار کو لمبا کرنا ہے تو جس شخص نے اپنی شلوار کو لمبا کیا حتیٰ کہ قدموں کے نیچے تک پہنچ گئی تو اس نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے۔

(الدیلمی، جامع الاحادیث، رقم: ۱۴۱۶۱، ج، ۱۴، ص، ۲۲۴، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۹۱، ج، ۱۵، ص، ۳۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّهُ رَأَى أَعْرَابِيًّا يُصَلِّي قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ، فَقَالَ: الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ مِنَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ فِي حِلٍّ، وَلَا حَرَامٍ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے ایک اعرابی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکایا ہوا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو نماز میں تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے وہ اللہ ﷻ کی طرف سے نہ حل میں اور نہ حرام میں ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم: ۹۳۶۸، شرح الزرقانی، ج، ۴، ص، ۳۴۵، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج، ۲، ص، ۴۷۷، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج، ۵، ص، ۱۲۴، رقم: ۸۵۲۹، کنز العمال، رقم: ۱۹۱۲۸، ج، ۹، ص، ۲۷۴)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: »مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللہ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے سنا: جو شخص نماز میں تکبر سے اپنا تہبند لٹکائے، تو اللہ ﷻ کو اس کے حلال اور حرام کی کوئی پرواہ نہیں۔

(سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الاسبال فی الصلاۃ، رقم: ۶۳۷، ص، ۱۲۹، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، شرح السنۃ، ج، ۲، ص، ۴۲۸، کنز العمال، رقم: ۱۹۱۲۳، ج، ۷، ص، ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند البزار، رقم: ۱۸۸۴، مسند ابی داود الطیالسی، رقم: ۳۴۹، سنن النسائی الکبری، رقم: ۹۶۸۰، والترغیب والترھیب، ج، ۳، ص، ۶۷، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور)

علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۰۳، لکھتے ہیں:

(فلیس من اللہ فی حل ولا حرام) وقیل معناہ لا یؤمن بحلال اللہ وحرامہ قال النووی: معناہ بریء من اللہ وفارق دینہ۔

(فليس من الله فی حل ولا حرام) اور کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہ حلال پر ایمان لاتا ہے، اور نہ اس کے حرام پر ایمان لاتا ہے اور امام نووی نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ سے بری ہے، اور اس کے دین سے الگ ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۶، ص۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ إِسْبَالُ الْقَمِيصِ وَالْإِزَارِ وَالسَّرَاوِيلِ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَمَرَ بِرَفْعِ الْإِزَارِ. فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَلَى وَجْهِ الْخُيَلَاءِ حَرُمَ، لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: »مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرْ اللهُ إلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَى أَبُو دَاوُد عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: »مَنْ أَسْبَلَ إزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنْ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ

قمیص اور تہبند اور شلوار کو تکبر سے لٹکانا مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے نماز میں کپڑا لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال میں ہے اور نہ حرام میں ہے۔

(المغنی، ج۱، ص۳۴۱، دار الفکر، بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

المعنى: فليس عند الله فى شىء، وقد شاع بين العرب ضرب المثل بقولهم: فلان لا ينفع للحلال ولا للحرام، ويريدون به أنه ساقط من الأعين، لا يلتفت إليه، ولا يعبا به وبأفعاله، وكذلك معنى الحديث: من أسبل إزاره فى صلاته خُيلاء فليس هو عند الله فى شىء، ولا يَعْبا الله به ولا بصلاته، ثم إسبالُ الثوب خارج الصلاة إن كان لأجل الاختيال يكره - أيضاً - إن لم يكن للاختيال لا يكره، وكرهه البعض مطلقا فى الصلاة وغيرها للاختيال وغيرها۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، عرب میں ضرب المثل مشہور ہے، وہ کہتے ہیں: فان لا ينفع للحلال ولا للحرام، (فلاں کو نہ حلال سے نفع ہے اور نہ حرام سے نفع ہے) اور اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ نظروں سے گر گیا ہے، اور نہ اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور نہ اس کی پروا کی جائے گی، اور نہ اس کے کاموں کی پروا کی جائے گی، اور اسی طرح اس حدیث کا مطلب ہے: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ اس کی پروا کرے گا اور نہ اس کی نماز کی پروا کرے گا، پھر خارج نماز کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ ہے، اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے، اور بعض نے مطلق طور پر نماز میں اور نماز کے علاوہ میں، اور تکبر کی وجہ سے اور بغیر تکبر کے مکروہ قرار دیا ہے۔

(شرح ابی داود للعینی، ج۳، ص۱۷۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فَفِي النَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے کیا گیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

(صحیح البخاری، رقم: ۵۷۸۷، سنن النسائی، رقم: ۵۳۳۱، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۵۱، ج۱۵، ص۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی التوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار اي هذا باب يذكر فيه ما أسفل من الكعبين فهو في النار ويذكر معناه في الحديث لأن قوله ما أسفل من الكعبين من لفظ الحديث وقوله فهو في النار ليس لفظ الحديث هكذا بل هو ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار واقتصر في الترجمة في الجزء الثاني وأطلقها ولم يقيدها بلفظ الإزار قصدا للتعميم في الإزار والقيمص ونحو ذلك۔

(باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار) یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔ اور حدیث میں اس طرح نہیں ہے بلکہ حدیث میں اس طرح سے ہے: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ، میں ہے اور امام بخاری نے عنوان میں صرف جز ثانی پر اقتصار کیا ہے اور اس کو مطلق رکھا ہے اور تہبند کیساتھ مقید نہیں کیا تاکہ عموم رہے، خواہ قمیص ٹخنوں کے نیچے ہو یا تہبند ٹخنوں کے نیچے ہو یا کوئی اور کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو۔

(عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

في هذا الحديث ما أسفل من الكعبين ففي النار من الثياب ذلك قال وما ذنب الثياب ؟ وقال الخطابي يريد أن الموضع الذي يناله الإزار من أسفل الكعبين من رجله في النار كنى بالثوب عن بدن لابسه۔ وهذا مطلق يجب حمله على المقيد وهو ما كان للخيلاء قوله ففي النار۔

ترجمہ: اس حدیث یہ اشکال ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہے وہ دوزخ میں ہوگا تو کپڑے کا کیا گناہ ہے؟ (اس کا جواب یہ کہ) حضرت خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ میں وہ جگہ ہوگی جو اس کے پاؤں کے ٹخنوں کے نیچے والے حصہ کو شامل ہوگی۔ کپڑے سے مراد کپڑا پہننے والا ہے اور کپڑے کو پہننے والے کے بدن سے کنایہ کیا ہے۔ اور یہ مطلق ہے اس کو مقید پر محمول کرنا (قید لگانا) ضروری ہے، اور وہ جس نے تکبر کی نیت سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا، وہ دوزخ میں ہوگا۔

(عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبد المحسن العباد لکھتے ہیں:

قوله: (المسبل) هذا هو محل الشاهد، وهو مطلق يدل على تحريم الإسبال مطلقاً، ولكن إذا كان بقصد خيلاء صار أشد وأعظم، وإذا كان بدون خيلاء فهو شديد وعظيم۔۔

ترجمہ: حدیث شریف میں المسبل کپڑا لٹکانے ولا، یہ جگہ اس پر شاہد ہے، اور یہ مطلق طور پر کپڑا لٹکانے کے حرام ہونے پر دلیل ہے، اور لیکن جب تکبر کے ارادہ سے ہو تو زیادہ سخت اور زیادہ عظیم گناہ ہے، اور جب بغیر تکبر کے ہو تو شدید اور عظیم گناہ ہے۔

(شرح سنن ابی داود، عبد المحسن العباد، ج ۴۵۸، ص ۱۴)

عبد المحسن العباد لکھتے ہیں:

(ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو فى النار)، فهذا يدلنا على تحريم الإسبال، وهو محرم فى الصلاة وفى غير الصلاة، ولكنه إذا

كان فى الصلاة يكون الأمر أخطر۔

ترجمہ: ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو فى النار یہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کے حرام ہونے پر دلیل ہے، اور یہ نماز اور غیر نماز میں حرام ہے اور لیکن نماز میں زیادہ خطرناک معاملہ ہے۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۴، ص ۱۴۷)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

(من جر ثوبه خيلاء لا ينظر الله إليه)، وهو حرام مطلقاً فى الصلاة وفى غير الصلاة۔

ترجمہ: (من جر ثوبه خيلاء لا ينظر الله إليه) اور یہ مطلقاً حرام ہے نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ میں ہو۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۴، ص ۱۴۷)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

إسبال الإزار بغير قصد الخيلاء من الكبائر؛ لأن النهى عنه جاء مطلقاً يشمل ما كان بخيلاء وما كان بغير خيلاء ، والكبائر تتفاوت، فليست على حد سواء؛ والاحاديث فى تحريم الإسبال وردت على سبيل الإطلاق، فلا يقال: إنه يحمل على الخيلاء فقط، وإنه يجوز فى غير الخيلاء، وإنما الراجح أن الإسبال يحرم وهو من الكبائر وإن انضاف إليه قصد الخيلاء فهو أعظم إثماً۔

ترجمہ: بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ ممانعت مطلق طور پر آئی ہے تکبر کے ساتھ ہو یا بغیر تکبر کے ہو کو شامل ہوگی، اور کبیرہ گناہوں میں تفاوت ہوتا ہے، تو حد میں برابر نہیں ہیں، اور لٹکانے کی تحریم میں احادیث مطلق طور پر وارد ہوئی ہیں، تو نہیں کہا جائے گا کہ وہ صرف تکبر پر محمول ہیں، اور بغیر تکبر جائز ہے، اور بے شک راجح لٹکانا حرام ہوگا اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر تکبر کے قصد کی اضافت اس کی طرف کر دی جائے تو وہ اعظم گناہ ہے۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۲۳، ص ۱۰۵)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

قوله: ((وجر الإزار)). يعنى: إسبال الثياب، وهذا من الأمور المحرمة، وسواء كان مع قصد الخيلاء أو بدون قصد الخيلاء، ما دام الإنسان قد جر ثوبه فهو آثم، ولكنه إذا كان مع قصد الخيلاء يكون شراً إلى شر۔

قولہ: (وجرالإزار) یعنی کپڑوں کا لٹکانا، اور یہ حرام کیے ہوئے کاموں میں سے ہے، برابر ہے کہ تکبر کے قصد کے ساتھ ہو یا تکبر کے قصد کے بغیر ہو، جب تک انسان اپنے کپڑے کو گھسیٹتا ہے تو وہ گناہ گار رہتا ہے اور لیکن جب تکبر کے قصد کے ساتھ ہوتا ہے تو برے سے بھی برا ہوگا۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۲۳، ص ۳۹۹)

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: دَخَلَ شَابٌ عَلَى عُمَرَ، فَجَعَلَ الشَّابُّ يُثْنِي عَلَيْهِ، قَالَ: فَرَآهُ عُمَرُ يَجُرُّ إِزَارَهُ، قَالَ: فَقَالَ له: يَا ابْنَ أَخِي، ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَنْقَى لِرَبِّكَ، وَأَنْقَى لِثَوْبِكَ، قَالَ: فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ: يَا عَجَبًا لِعُمَرَ، إِنْ رَأَى حَقَّ اللهِ عَلَيْهِ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مَا هُوَ فِيهِ أَنْ يَتَكَلَّمَ به

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر آپ کی تعریف کرنے لگا آپ نے دیکھا کہ اس

کی تہبند ٹخنوں سے نیچے ہے تو فرمایا بھتیجے تہبند کو اوپر کر لے کہ اس میں زیادہ تقویٰ ہے اور زیادہ نفاست ہے، راوی کہتا ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تعجب آتا ہے کہ حق کہنے میں کسی چیز کی پروا نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۲۵۳۱۲، بیہقی، کنز العمال، رقم: ۴۱۸۸۹، ج ۱۵، ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ خَرَشَةَ، أَنَّ عُمَرَ: دَعَا بِشَفْرَةٍ فَرَفَعَ إِزَارَ رَجُلٍ عَنْ كَعْبَيْهِ، ثُمَّ قَطَعَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى ذَبَاذِبِهِ تَسِيلُ عَلَى عَقِبَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت خرشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھری منگوائی اور ایک شخص کا تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھایا پھر جو ٹخنوں سے نیچے تھا اسے کاٹ دیا۔ راوی کہتا ہے جتنا حصہ کاٹا گیا تھا وہ آج بھی میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۲۴۸۲۹، ج ۵، ص ۱۶۷، دار التاج، بیروت، کنز العمال، رقم: ۴۱۸۸۹، ج ۱۵، ص ۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَطَعَ قَمِيصَهُ مِنْ رَأْسِ الْأَصَابِعِ فَعَابَهُ الْخَوَارِجُ فَقَالَ أَتَعِيبُونَنِي عَلَى لِبَاسٍ هُوَ أَبْعَدُ عَنِ الْكِبْرِ، وَأَجْدَرُ أَنْ يَقْتَدِيَ فِي الْمُسْلِمِ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انگلیوں کے سروں سے اپنے قمیص کو کاٹ دیا تو خوارج نے اس کو معیوب قرار دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم مجھے اس لباس پر عیب لگاتے ہو کہ وہ تکبر سے زیادہ دور ہے، اور مسلمانوں میں پیروی کے زیادہ لائق ہے۔

(شرح شرعۃ الاسلام، وبریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج ۳، ص ۵۷، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: فَاحْتُمِلَ إِلَى بَيْتِهِ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ، وَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، فَقَائِلٌ يَقُولُ: لَا بَأْسَ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: أَخَافُ عَلَيْهِ، فَأُتِيَ بِنَبِيذٍ فَشَرِبَهُ، فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهُ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِهِ، فَعَلِمُوا أَنَّهُ مَيِّتٌ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ، وَجَاءَ النَّاسُ، فَجَعَلُوا يُثْنُونَ عَلَيْهِ، وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللهِ لَكَ، مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ وَلِيتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ شَهَادَةٌ، قَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ ذَلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِي، فَلَمَّا أَدْبَرَ إِذَا إِزَارُهُ يَمَسُّ الْأَرْضَ، قَالَ: رُدُّوا عَلَيَّ الْغُلَامَ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي ارْفَعْ ثَوْبَكَ، فَإِنَّهُ أَبْقَى لِثَوْبِكَ، وَأَتْقَى لِرَبِّكَ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ نے زخمی کیا تھا) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا، پس ہم بھی انکے ساتھ گئے اور گویا کہ اس دن سے پہلے لوگوں پر ایسی مصیبت نہیں آئی تھی۔ کسی کہنے والے نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے (تندرست ہو جائیں گے) اور کسی نے کہا مجھے ان پر موت کا خطرہ ہے، پھر انکو نبیذ لا کر پلایا گیا جو ان کے پیٹ سے نکل گیا، پھر انکو دودھ لا کر پلایا گیا جو ان کے زخم سے نکل گیا، پھر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب انکی شہادت یقینی ہے، پھر ہم ان کے پاس آئے اور لوگ ان کے پاس آ کر ان کی تعریف اور تحسین کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہو اور اللہ کی طرف سے آپ کو خوش خبری ہو، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت حاصل تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں، پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا، پھر آپ شہید ہونے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں

کہ یہ سب برابر ہو جائے مجھے عذاب نہ ہو تو اب ہو۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا: اس نوجوان کو واپس میرے پاس لاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھتیجے: اپنا تہبند اوپر کرو، یہ تمہارے کپڑے کو زیادہ دیر باقی رکھے گا اور تمہیں اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے بنائے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، رقم: ٣٧٠٠، ص، ٦٧٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت صحیح ابن حبان، رقم: ٦٩٠٥، سنن الکبری، رقم، ٢٠٧٢٣، جامع الاصول، ج، ٤، ص، ١١٩، احیاء العلوم ،وفاۃ رسول ج، ٤، اصلاح القلوب، ص، ٤٣)

شیخ ابوالمحاسن رکن الاسلام محمد بن ابوبکر، حنفی، مفتی، المعروف، امام زادہ سمرقندی علیہ الرحمۃ متوفی، ٥٧٣ھ، لکھتے ہیں:

وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا كُمَّهُ إِلَى الرُّسْغِ وَيَلْبَسُ قَمِيصًا ذَيْلُهُ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ، مُسْتَوِيَ الْكُمَّيْنِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ، فَعَلَى هٰذَا تَقْصِيرُ الثِّيَابِ سُنَّةٌ۔

ترجمه: اور نبی کریم ﷺ کبھی قمیص پہنتے اس کے بازو کلائی تک پہنتے، اور قمیص پہنتے اس کا دامن ٹخنوں کے اوپر ہوتا، بازو اپنی انگلیوں کے کناروں کے برابر رکھتے تھے، اسی وجہ سے کپڑوں کا لمبا نہ کرنا سنت ہے۔

(شرعۃ الاسلام، فصل فی سنن اللباس واحبہ، ص، ١٤١، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج، ٣، ص، ٥٠٧، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرت علامہ قطب العارفین غوث الواصلین ابوسعید خادمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(تَقْصِيرِ الثِّيَابِ) إِذِ السُّنَّةُ جَعْلُهَا لِأَنْصَافِ السَّاقِ، وَهُوَ مُبَاحٌ إِلَى الْكَعْبِ وَمَا جَاوَزَهُ حَرَامٌ مَعَ الْخُيَلَاءِ مَكْرُوهٌ عِنْدَ فَقْدِهَا۔

ترجمه: (کپڑوں کو لمبا نہ کرنا) اس کو جب نصف پنڈلی تک بنانا سنت ہے، اور یہ ٹخنے تک جائز ہے اور تکبر کے ساتھ ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے، بغیر تکبر کے مکروہ ہے۔

(بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج، ٣، ص، ٥٠٧، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

شیخ ابومحاسن رکن الاسلام محمد بن ابوبکر المعروف امام زادہ سمرقندی علیہ الرحمۃ متوفی، ٥٧٣ھ، لکھتے ہیں:

واسبال الازار والقميص بدعة ،اى تطويلها ، وهو من أعلام الكبر والخيلاء ، ولبس السراويل سنة ، وهو من أستر الثياب للرجال والنساء واول من لبسه خليل الله عليه السلام۔

ترجمه: اور قمیص اور تہبند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا بدعت ہے، یعنی ان کو لمبا رکھنا، اور یہ تکبر اور اترانے کی علامات میں سے ہے، اور شلوار پہننا سنت ہے، اور یہ مردوں اور اس میں عورتوں کے لیے زیادہ پردہ ہے، اس کو سب سے پہلے حضرت خلیل ابراہیم علیہ السلام نے پہنا۔

(شرعۃ الاسلام، اسبال الازار والقمیص، ص، ١٤١، دار البشائر السلامیۃ، بیروت، بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج، ٣، ص، ٥٠٧، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز ٹخنوں سے ازار کی قسم سے نیچی ہوگی وہ آگ میں جائے گی۔

(صحیح البخاری، رقم: ۵۷۸۷، وسنن النسائی، رقم: ۵۳۳۰، وسنن ابن ماجہ، رقم: ۳۵۷۳، ومسند احمد، ج، ۲، ص، ۴۶۱)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

: أَيْ فَهُوَ أَيْ صَاحِبُهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ بِسَبَبِ الْإِسْبَالِ النَّاشِئِ عَنِ التَّكَبُّرِ وَالِاخْتِيَالِ. قَالَ الْأَشْرَفُ: مَا مَوْصُولَةٌ وَصِلَتُهُ مَحْذُوفَةٌ وَهُوَ كَانَ، وَأَسْفَلَ مَنْصُوبٌ خَبَرًا لِكَانَ، وَيَجُوزُ أَنْ يَرْفَعَ أَسْفَلَ أَيِ الَّذِي هُوَ أَسْفَلُ، وَعَلَى التَّقْدِيرِ هُوَ أَفْعَلُ، وَيَجُوزُ أَنْ يَجْعَلَ فِعْلًا وَهُوَ مَعَ فَاعِلِهِ صِلَتُهُ أَيِ الَّذِي سَفَلَ مِنَ الْإِزَارِ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَقَالَ السُّيُوطِيُّ: وَيَجُوزُ كَوْنُ مَا شَرْطِيَّةً وَأَسْفَلَ فِعْلٌ مَاضٍ اهـ. وَهُوَ الْأَظْهَرُ، وَفِي غَيْرِهِ تَكَلُّفٌ مُسْتَغْنًى عَنْهُ، وَيُؤَيِّدُهُ رِوَايَتُهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِلَفْظِ: (فَفِي النَّارِ) قَالَ الْخَطَّابِيُّ: يَتَنَاوَلُ هَذَا عَلَى وَجْهَيْنِ، أَحَدُهُمَا: أَنَّ مَا دُونَ الْكَعْبَيْنِ مِنْ قَدَمِ صَاحِبِهِ فِي النَّارِ عُقُوبَةً لَهُ عَلَى فِعْلِهِ، وَالْآخَرُ: أَنَّ فِعْلَهُ ذَلِكَ فِي النَّارِ أَيْ هُوَ مَعْدُودٌ وَمَحْسُوبٌ مِنْ أَفْعَالِ أَهْلِ النَّارِ، قَالَ النَّوَوِيُّ: الْإِسْبَالُ يَكُونُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ، وَلَا يَجُوزُ الْإِسْبَالُ تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ، وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّ التَّحْرِيمَ مَخْصُوصٌ بِالْخُيَلَاءِ لِدَلَالَةِ ظَوَاهِرِ الْأَحَادِيثِ عَلَيْهَا، فَإِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ مَنْعَ تَحْرِيمٍ، وَإِلَّا فَمَنْعَ تَنْزِيهٍ، وَأَجْمَعُوا عَلَى جَوَازِ الْإِسْبَالِ لِلنِّسَاءِ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُنَّ فِي إِرْخَاءِ ذُيُولِهِنَّ، وَأَمَّا الْقَدْرُ الْمُسْتَحَبُّ فِيمَا يَنْزِلُ إِلَيْهِ طَرَفُ الْقَمِيصِ وَالْإِزَارِ فَنِصْفُ السَّاقَيْنِ، وَالْجَائِزُ بِلَا كَرَاهَةٍ مَا تَحْتَهُ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَبِالْجُمْلَةِ يُكْرَهُ مَا زَادَ عَلَى الْحَاجَةِ، وَالْمُعْتَادُ فِي اللِّبَاسِ مِنَ الطُّولِ وَالسَّعَةِ اهـ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْمُعْتَادُ الشَّرْعِيُّ لَا الْمُعْتَادُ الْعُرْفِيُّ.

تشریح: یعنی اس قسم کی ازار پہننے والا شخص جہنم کی آگ میں ہوگا اس اسبال کی وجہ سے جو تکبر اور اختیال سے پیدا ہوا ہے۔ ''من الازار'' یہ ''ما'' کے لئے بیان ہے۔ ای من ازار الرجل اشرف علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ''ما'' موصول ہے اور اس کا صلہ محذوف ہے اور وہ ''کان'' ہے اور ''اسفل'' منصوب ہے کیونکہ ''کان'' کی خبر ہے۔ اسفل کا مرفوع ہونا بھی جائز ہے۔ ای ''الذی ھو اسفل'' اور دونوں تقدیروں کی بنا پر یہ ''افعل'' (اسم تفصیل) ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو فعل بنایا جائے اور یہ اپنے فاعل کے ساتھ مل کر صلہ ہوگا۔ ای ''الذی سفل من الازار من الکعبین'' امام سیوطی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ''ما'' کا شرطیہ ہونا اور ''اسفل'' کا فعل ماضی ہونا درست ہے۔ اھ۔ اور یہی بات زیادہ واضح ہے اور اس کے علاوہ ترکیب میں تکلف ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کی تائید ''جامع الصغیر'' کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں ''ففی النار'' کے الفاظ ہیں۔ امام خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس میں دو توجیہات ہیں: ایک توجیہ یہ کہ ''مادون الکعبین من قدم صاحبہ فی النار'' پاؤں کا ٹخنے سے نیچے والا حصہ آگ میں ہوگا۔ اس کے فعل پر سزا اور عقوبت کی وجہ سے۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس کا یہ فعل آگ میں ہوگا۔

ای ''ھو معدود محسوب من افعال اھل النار''۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''اسبال'' ازار، قمیص اور عمامہ سب میں ہوتا ہے اور اگر اسبال کی وجہ سے ہو اور تحت الکعبین ہو تو ناجائز ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے

صراحت کی ہے کہ یہ تحریم ''خیلاء'' کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ احادیث کا ظاہر اس پر دلالت کر رہا ہے اگر اسبال ''خیلاء'' کے طور پر ہو تو ممنوع ہے، ممنوع تحریمی ہے ورنہ تو ممنوع تنزیہی ہوگا۔ عورتوں کے لئے اسبال کے جواز پر اجماع ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے: ''لَهُنَّ فِي إِرْخَاءِ ذُيُولِهِن البتہ قمیص اور ازار کے اطراف میں قدر مستحب یہ ہے کہ یہ نصف ساقین تک ہو اور کعبین تک جائز بلا کراہت ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو زائد از حاجت ہو اور لمبائی و چوڑائی میں زائد ہو، معتاد طریقے سے وہ پہننا مکروہ ہے انتھی۔ ظاہر یہ ہے کہ ''معتاد'' میں اعتبار معتاد شرعی کا ہے نہ کہ معتاد عرفی کا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، ج۸، ص۱۹۸، المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلى الله عَلَيهِ وسَلم قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلى الله عَلَيهِ وسَلم عَنْ ذَيْلِ المرْأَةِ فَقَالَ شِبرا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ الله إِذًا تَبْدُو أَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عورت کے دامن کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا: ایک بالشت (مرد سے) زیادہ کرے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر تو عورت کے قدم نظر آئیں گے تو ارشاد فرمایا: ایک گز (ہاتھ) زیادہ کرے اور اس سے زیادہ نہ کرے۔

(سنن الدارمی، باب فی ذیول النساء، ج۲، ص۳۶۱)

وَعَن أُم سَلمَة قَالَتْ لِرَسُولِ الله صَلىَ الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ حِينَ ذَكَرَ الْإِزَارَ: فَالمرْأَةُ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ: تُرْخِي شِبرا فَقَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ عَنهَا قَالَ: فَذِرَاعًا لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ ازار میں درازی نہ کرنی چاہیے تو میں نے استفسار کیا کہ عورت کو پھر کیا کرنا چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے کہ عورت اپنی ازار کو ایک بالشت دراز کرے۔ یعنی آدھی پنڈلیوں سے اور لٹکائے اور بعض نے کہا کہ ٹخنوں سے نیچے ایک بالشت تو اس وقت میں نے کہا کہ اگر ایسا بھی کرے تب بھی کھلا رہے گا یعنی بالشت بھر میں بھی ستر کے کھلنے کا احتمال ہے۔ پس اگر پنڈلی کی درازی کی وجہ سے مثلاً فرمایا ستر کھلا رہے تو ایک گز دراز کرے یعنی شرعی گز اور دراز کا معنی یہ ہے کہ پہنچے ایک بالشت یا ایک شرع گز (ہاتھ) دراز کرے تاکہ یہ مقدار زمین تک پہنچے اور قدم ڈھکے رہیں پھر ممانعت میں مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت ایک گز سے زیادہ نہ کرے۔

(سنن ابوداؤد، رقم: ۴۱۱۷، وسنن الترمذی، رقم: ۱۷۳۱، وسنن النسائی، رقم: ۵۳۳۶، وسنن ابن ماجہ، رقم: ۳۵۸۰، وموطا امام مالک، رقم: ۱۳، ومسند احمد، ج۶، ص۳۰۹)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ نے اسبال سے جو مباح فرمایا ہے، وہ صرف ضرورت کے تحت اجازت دی ہے کیونکہ دامن ڈھیلا کرنے سے منع کرنے کے بعد جو عورت کو اسبال کا حکم دیا ہے وہ صرف اتنی مقدار کہ جس سے وہ اپنا ستر قائم رکھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شلوار اور چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا واجب اور نیچے رکھنا حرام ہے۔

(حاشیہ مؤطا امام مالک، فی اسبال الرجل ثوبہ، ص۵۶۱، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ؟): همزة الإِنكَارِ محذُوفة أَنْكَرَهُ إِنكَارًا بَلِيغًا كَأَنَّهُ قِيلَ: قَدْ صَحِبْتَ النَّبِيَّ - صَلىَ الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ -

وَمَا شَعَرْتَ بِسُنَّتِهِ فَتُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَثِيَابُكَ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَلِذَلِكَ زَجَرَهُ وَسَمَّاهُ أَحْمَقَ (فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ): فَيُعْلَمُ أَنَّهُ جَائِزٌ وَقَالَ الْأَبْهَرِيُّ: الْمُرَادُ بِالْأَحْمَقِ الْجَاهِلُ، وَالْحُمْقُ وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ مَعَ الْعِلْمِ بِقُبْحِهِ...

ترجمہ: فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ یعنی واضح تردید کی گویا کہ کہا گیا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت پائی ہے لیکن اسکے باوجود ان کی سنت کو نہیں جانتے۔ کہ واجب کپڑوں میں نماز پڑھ رہیں حالانکہ کپڑے لٹکے ہوئے تھے اسی وجہ سے انہیں ڈانٹا اور احمق کہا۔

فقال انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک:

ابہری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ احمق سے مراد جاہل ہے اور ''حمق'' کسی چیز کو اس کی قباحت جاننے کے باوجود اس کو اس محل کے علاوہ میں رکھنا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الستر، ج۲، ص۲۴۲، المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنِ الْإِزَارِ، فَقَالَ: أَنَا أُخْبِرُكَ بِعِلْمٍ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، مَا أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ فَفِي النَّارِ، مَا أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ فَفِي النَّارِ، لَا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا ازار نصف پنڈلی تک ہوتا ہے دونوں ٹخنوں اور اس کے درمیان رکھنے میں اس پر کوئی حرج نہیں، یا فرمایا: کوئی گناہ نہیں، جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا جس نے اپنا ازار تکبر سے کھینچا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (بنظر رحمت) اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(موطا امام مالک، فی اللباس، رقم: ۱۲، مسند احمد، سنن ابوداؤد کتاب اللباس، سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، صحیح ابن حبان، بیہقی فی السنن، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۴۲، ج۱۵، ص۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، والترغیب والترہیب، ج۳، ص۶۴)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اس حد سے نیچا تہبند مع پاؤں کے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جب پاؤں دوزخ میں گیا تو پاؤں والا بھی وہاں ہی گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ عمل متکبرین اور فیشن ایبل لوگوں کا ہے، نیز ایسے تہبند اکثر نجس رہتے ہیں، راستہ کی گندگی ان کے نچلے کنارہ میں لگ جاتی ہے جس سے نماز درست نہیں ہوتی، اکثر ایسے تہبند میں الجھ کر گر جاتے ہیں خصوصاً زینہ پر چڑھتے اترتے۔ فخر کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ سزائیں اس صورت میں ہیں جب کہ فیشن یا تکبر کے طور پر ہو، اگر کوئی شخص بے خیالی میں ایسا کر بیٹھے تو یہ حکم نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہبند شریف کبھی بے خیالی میں نیچا ہو جاتا تھا۔ یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے ٹخنوں تک ہونا جائز، آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے اس لیے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے سر نہ منڈائے، داڑھی صرف ایک مشت رکھے زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے: من تشبہ بقوم فھو منھم۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، ج۶، ص۱۰۱، ۱۰۲، ضیاء القرآن، لاہور)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ إِزَارٌ يَتَقَعْقَعُ فَقَالَ مَنْ هَذَا قُلْتُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ إِنْ كُنْتَ عَبْدَ اللهِ فَارْفَعْ إِزَارَكَ فَرَفَعْتُ إِزَارِي إِلَى نِصْفِ السَّاقَيْنِ فَلَمْ تَزَلْ إِزْرَتَهُ حَتَّى مَاتَ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو لمبائی کی وجہ سے میرا تہبند لٹک رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: عبداللہ بن عمر ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم واقعی اللہ ﷻ کے بندے ہو تو اپنا تہبند اونچا کرلو۔ لہٰذا میں نے اپنا تہبند آدھی پنڈلیوں تک کرلیا۔ پھر مرتے دم تک آپ ﷺ تہبند اتنا ہی رہا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، رقم: ۶۲۱۷، ج۲، ص۵۱۰، المعجم الکبیر، شعب الایمان، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۵۸، ج۱۵، ص۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ الأَشْعَثِ بنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّتِي، تحدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِالمدِينَةِ، إِذَا إِنْسَان خَلْفِي يَقُولُ: ارْفَعْ إِزَارَكَ، فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاء قَالَ: أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ؟ فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارَهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا اشعث بن سلیم ﷺ اپنی پھوپھی اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں چل رہا تھا کہ پیچھے سے ایک شخص نے مجھ سے کہا ازار اوپر کرلو اس طرح تقویٰ زیادہ اور بقاء زیادہ ہے اور ایک روایت میں انقی ہے طہارت ونفاست زیادہ ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور اقدس ﷺ تھے میں نے معذرت کی یہ کام کاج کے کپڑے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تجھے میرا طریقہ پسند نہیں؟ تو جب میں نے آپ ﷺ کے تہبند کو دیکھا تو وہ نصف پنڈلی تک تھا۔

(شمائل ترمذی، رقم: ۱۲۰، مسند احمد، ابن سعد، شعب لایمان، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۸۴، ج۱۵، ص۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن جابر بن سليم الجهيمي رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ههنا ائتزر، فإن أبيت فههنا، فإن أبيت فههنا فوق الكعبين، فإن أبيت فإن الله لا يحب كل مختال فخور.

ترجمہ: حضرت جابر بن سلیم جہیمی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں ازار باندھا کرو، یہاں نہیں تو یہاں، ورنہ ٹخنوں کے اوپر پھر بھی تمہیں ناپسند ہو تو اللہ تعالیٰ ہر اترانے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

(مسند احمد، حاکم، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۹۲، ج۱۵، ص۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابنِ الحنظَلِيَةِ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلىَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الأَسَدِيُّ، لَوْ لَا طُولُ جمتِهِ، وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْما فَعَجِلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جمتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن الحنظلیہ ﷺ سے روایت ہے فرمایا: کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حضرت خریم اسدی ﷺ اچھا آدمی ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور اس کا تہبند نیچا نہ ہوتا، حضرت خریم ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو چھری لے کر آدھے کان تک بال کاٹ دیئے اور نصف پنڈلی تک تہبند بلند کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی اسبال الازار، رقم: ۴۰۸۹، مسند احمد، بخاری فی تاریخہ، وابن عساکر، کنز العمال، رقم: ۴۱۸۸۴، ج۱۵، ص۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن خرشة بن الحر قال: رأيت عمر بن الخطاب ومر به فتى قد أسبل إزاره وهو يجره، فدعاه فقال له: أحائض أنت؟ قال: يا أمير المؤمنين! وهل يحيض الرجل؟ قال: فما بالك قد أسبلت إزارك على قدميك، ثم دعا بشفرة ثم جمع طرف إزاره فقطع ما أسفل

الکعبین؛ وقال خرشة: کأنی أنظر إلی الخیوط علی عقبیه۔

ترجمہ: حضرت خرشہ بن الحر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے پاس سے ایک نوجوان گذرا جس کا تہبند گھسٹ رہا تھا اور وہ اسے گھسیٹے جا رہا تھا تو آپ نے اسے بلا کر کہا: کیا (عورتیں کی مخصوص بیماری) حیض سے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین! کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنا ازار اپنے پیروں پر ڈال رکھا ہے۔ پھر چھری منگوائی اور اس کا ازار مٹھی میں پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا، خرشہ فرماتے ہیں: گویا میں دھاگوں کو اس کی ایڑیوں پر دیکھ رہا ہوں۔

(جامع الاحادیث، رقم: ۳۰۰۵۸، بیہقی، کنز العمال، رقم: ۴۱۸۸۷، ج۱۵، ص۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مسند عبد اللہ بن عمر: خرجت لیلة ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ب فناء حفصة، فأقبلت من خلفه، فسمع قعقعة الإزار فقال: ارفع الإزار! قلت: یانبی اللہ إنه مرتفع! قال: ارفع إزارک ثلاثا فانه من جر ثوبه خیلاء لم ینظر اللہ إلیه یوم القیامة۔

ترجمہ: (مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) میں ایک رات باہر نکلا تو رسول اللہ ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں تھے میں آپ کے پیچھے سے آ رہا تھا آپ نے تہبند کی گھسیٹن سنی تو فرمایا: تہبند اوپر کرلو! میں نے عرض کی یا نبی اللہ! ﷺ وہ تو بلند ہے فرمایا: اپنا تہبند اٹھالو! تین بار فرمایا کیونکہ جو تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(الخطیب فی المتفق والمفترق، کنز العمال، رقم: ۴۱۸۹۹، ج۱۵، ص۲۰۴، ۲۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا صلی فلم یتم صلاته خشوعها ولا رکوعها واکثر الالتفات لم تقبل منه، ومن جر ثوبه خیلاً لم ینظر اللہ الیه یوم القیامة وان کان علی اللہ تعالی کریما"۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس کے خشوع (خضوع) اور رکوع (وسجود) کو مکمل نہیں کرتا بلکہ اِدھر اُدھر توجہ کرتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، اور جو شخص نماز میں اپنے کپڑے (تہبند، شلوار وغیرۃ) کو تکبر کی وجہ سے (لٹکاتا ہوا) گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مرتبے والا ہو۔

(طبرانی فی الکبیر، والترغیب والترهیب، ج۱، ص۲۰۴، کنز العمال، رقم: ۱۹۹۶۹، ج۷، ص۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، والترغیب والترهیب، ج۳، ص۶۷، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور)

عن عبد اللہ بن عبید بن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لأصحابه ارفعوا أزرکم ارفعوا ارفعوا قال فرفعوها إلی رکبهم ثم قال اخفضوا اخفضوا اخفضوا فخفضوها إلی أنصاف سوقهم ثم قال إنی رایت الملائکة ولباسهم هکذا أو أزرهم هکذا

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے تہبندوں کو اونچا کرو، اونچا کرو، راوی فرماتے ہیں کہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے گھٹنوں تک اونچے کر لیے، پھر فرمایا: نیچے کرو، نیچے کرو، نیچے کرو، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی نصف پنڈلیوں تک کر لیے، پھر فرمایا: میں فرشتوں کو اور ان کے لباس کو اسی طرح دیکھا یا ان کے تہبندوں کو اسی طرح دیکھا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب اسبال الازار، رقم: ۲۰۱۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: »يَا عَبْدَ اللهِ، ارْفَعْ إِزَارَكَ«، فَرَفَعْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: »زِدْ«، فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلَى أَيْنَ؟ فَقَالَ: أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا اس وقت میرا تہبند لٹک رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! رضی اللہ عنہ تو اپنے تہبند کو بلند کر۔ میں نے بلند کیا تو فرمایا اس کو اور بلند کرو۔ پس میں ہمیشہ کوشش وقصد سے یہ کام کرتا ہوں۔ کہ تہبند کا اٹھانا آپ کے حکم سے بعض لوگوں نے کہا آپ کہاں تک اٹھاتے ہیں تو فرمایا۔ آدھی پنڈلیوں تک۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب، رقم: ۲۰۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وفى هذه الأحاديث أن إسبال الإزار للخيلاء كبيرة وأما الإسبال لغير الخيلاء فظاهر الأحاديث تحريمه أيضا لكن استدل بالتقييد فى هذه الأحاديث بالخيلاء على أن الإطلاق فى الزجر الوارد فى ذم الإسبال محمول على المقيد هنا فلا يحرم الجر والاسبال إذا سلم من الخيلاء۔ قال بن عبد البر مفهومه أن الجر لغير الخيلاء لا يلحقه الوعيد إلا أن جر القميص وغيره من الثياب مذموم على كل حالفأما لغير الخيلاء فيختلف الحال فإن كان الثوب على قدر لابسه لكنه يسدله فهذا لا يظهر فيه تحريم ولا سيما إن كان عن غير قصد كالذى وقع لأبى بكر وإن كان الثوب زائدا على قدر لابسه فهذا لا يظهر فيه تحريم ولا سيما ان كان عن غير قصد كالذيوقع لأبى، بكر وان كان الثوب زائدا على قدر لابسه فهذا قد يتجه المنع فيه من جهة الإسراف فينتهى إلى التحريم وقد يتجه، المنع فيه من جهة التشبه بالنساء وهو أمكن فيه من الأول وقد صحح الحاكم من حديث أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه، و سلم لعن الرجل يلبس لبسه المرأة وقد يتجه المنع فيه من جهة أن لابسه لا يأمن من تعلق النجاسة به وإلى ذلك يشير الحديث، الذى أخرجه الترمذى فى الشمائل والنسائى من طريق أشعث بن أبى الشعثاء وأسم أبيه سليم المحاربى عن عمته واسمها رهم بضم الراء وسكون الهاء وهى بنت الأسود بن حنظلة عن عمها واسمه عبيد بن خالد قال كنت أمشى وعلى برد أجره، فقال لى رجل أرفع ثوبك فإنه أنقى وأبقى فنظرت فإذا هو النبى صلى الله عليه وسلم فقلت إنما هى بردة ملحاء فقال أما لك فى أسوة قال فنظرت فإذا إزاره إلى أنصاف ساقيه وسنده قبلها جيد وقوله ملحاء بفتح الميم وبمهملة قبلها سكون ممدودة أى فيها خطوط سود وبيض وفى قصة قتل عمر أنه قال للشاب الذى دخل عليه أرفع ثوبك فإنه أنقى لثوبك وأتقى لربك وقد تقدم فى المناقب ويتجه المنع أيضا فى الإسبال من جهة أخرى وهى كونه مظنة الخيلاء وحاصله أن الإسبال يستلزم جر الثوب وجر الثوب يستلزم الخيلاء ولو لم يقصد اللابس الخيلاء ويؤيده ما أخرجه أحمد بن منيع من وجه آخر عن بن عمر فى أثناء حديث رفعه وإياك، وجر الإزار فإن جر الإزار من المخيلة۔

ترجمہ: ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے تہبند لٹکانا گناہ کبیرہ ہے، اور بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا بھی بظاہر احادیث سے حرام ہی معلوم ہوتا ہے لیکن

احادیث میں جو تکبر کی قید لگائی گئی ہے اسے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن احادیث میں تہبند لٹکانے سے مطلقاً منع کیا ہے وہ بھی تکبر سے لٹکانے پر ہی محمول ہیں، لہٰذا بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا حرام نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے تہبند لٹکانے پر وعید ہے البتہ قمیص اور دیگر کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہر حال میں مذموم ہے۔

اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس کے ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اس حرام ہونا ظاہر نہیں ہوگا، خصوصاً جبکہ بلا قصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند یا شلوار پیٹ سے پھسل کر ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو) جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اس طرح واقع ہوا، اور اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے، اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے، کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے۔

اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے (کیونکہ اس کا لباس قدموں کے نیچے گھسٹ رہا ہے) اور اس ممانعت کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس کو امام ترمذی نے شمائل (رقم: ۱۲۱) میں اور امام نسائی نے سنن کبریٰ (رقم: ۹۶۸۲، ۹۶۸۳) میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا ناگاہ ایک شخص نے فرمایا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقاء ہے، میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے (یعنی اس معمولی کپڑے میں تکبر کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟ میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔ (مسند احمد، ج۵، ص ۳۶۴) اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑے گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو، اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، حضرت احمد بن منیع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند گھسیٹنا تکبر سے ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ۵ من جر ثوبہ من الخیلاء، ج۱۰، ص ۲۶۴، ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عن أبی أمامة قال: بینما مع نحن رسول الله صلى الله علیه و سلم إذ لحقنا عمرو بن زرارة الأنصاری فی حلة إزار ورداء قد أسبل فجعل رسول الله صلى الله علیه و سلم یأخذ بناحیة ثوبه و یتواضع لله و یقول: اللهم عبدک و ابن عبدک و ابن أمتک، حتى سمعها عمرو بن زرارة فالتفت إلى رسول الله صلى الله علیه و سلم فقال: یا رسول الله إنی أحمس الساقین فقال رسول الله صلى الله علیه و سلم: یا عمرو بن زرارة إن الله عز و جل قد أحسن کل خلقه یا عمرو بن زرارة إن الله لا یحب المسبلین ثم قال رسول الله صلى الله علیه و سلم بکفه تحت رکبة نفسه فقال: یا عمرو بن زرارة هذا موضع الإزار ثم رفعها ثم وضعها تحت ذلک فقال: یا عمرو بن

زرارۃ ھذا موضع الإزار ثم رفعھا ث موضعھا تحت ذلک فقال: یا عمرو بن زرارۃ ھذا موضع الإزار۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ حضرت عمرو زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ تہبند اور چادر کے لباس میں ملبوس اس حالت میں حاضر ہوئے کہ تہبند ٹخنوں کے نیچے تھا تو رسول اللہ ﷺ اس کے کپڑے کے کنارے کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کے ساتھ دعا فرمانے لگے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری کنیز کا بیٹا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرو بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سنا تو نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں زیادہ باریک پنڈلیوں والا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو بن زرارہ! رضی اللہ عنہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی بڑی اچھی تخلیق فرمائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی (چار انگلیوں) کو اپنے گھٹنے نیچے رکھ کر ارشاد فرمایا: اے عمرو بن زرارہ! رضی اللہ عنہ تہبند کی جگہ یہ ہے، پھر اس کو اٹھایا پھر اس کے نیچے (چار انگلیاں) رکھ کر ارشاد فرمایا: اے عمرو بن زرارہ تہبند کی جگہ یہ ہے، پھر اس کو اٹھایا پھر اس کو اس کے نیچے (چار انگلیاں) رکھ کر ارشاد فرمایا: اے عمرو بن زرارہ! رضی اللہ عنہ تہبند کی جگہ یہ ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم: ۷۹۰۹، ج۸، ص ۲۳۲، مسند الشامیین، ج۲، ص ۲۲۷، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ۵ من جر ثوبہ من الخیلاء، ج ۱۰، ص ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وظاھرہ أن عمرا المذکور لم یقصد بإسبالہ الخیلاء وقد منعہ من ذلک لکونہ مظنۃ۔

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مذکور نے اپنے (کپڑے) لٹکانے میں تکبر کا قصد نہیں کیا اور اس کو لٹکانے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے بدگمانی ہوتی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ۵ من جر ثوبہ من الخیلاء، ج ۱۰، ص ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

درج ذیل عبارت کئی شارحین نے لکھی:

وَقَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ: لَا يَجُوزُ لِرَجُلٍ أَنْ يُجَاوِزَ بِثَوْبِهِ كَعْبَيْهِ وَيَقُولَ لَا أَتَكَبَّرُ بِهِ؛ لِأَنَّ النَّهْيَ قَدْ يَتَنَاوَلُهُ لَفْظًا، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ اللَّفْظُ حُكْمًا فَيَقُولُ إِنِّي لَسْتُ مِمَّنْ يُسْبِلُهُ؛ لِأَنَّ تِلْكَ الْعِلَّةَ لَيْسَتْ فِيَّ فَإِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلشَّرِيعَةِ وَدَعْوَى لَا تُسَلَّمُ لَهُ بَلْ مِنْ تَكَبُّرِهِ يُطِيلُ ثَوْبَهُ وَإِزَارَهُ فَكَذِبُهُ فِي ذَلِكَ مَعْلُومٌ قَطْعًا۔

ترجمہ: حضرت ابن عربی مالکی رحمہ اللہ نے ''شرح الترمذی'' میں فرمایا: مرد کو جائز نہیں کہ اس کا کپڑا اس کے ٹخنوں سے نیچے ہو اور نہ اس کو یہ کہنا جائز ہے کہ میں تکبر کی نیت سے نیچے نہیں رکھتا، کیونکہ الفاظ کے اعتبار سے نہی اس پر مشتمل ہے، اور حکم کے اعتبار سے اس کو لفظ کا شامل ہونا جائز نہیں ہے، اور نہ اس کو یہ کہنا جائز ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کو لٹکاتے ہیں، کیونکہ مجھ میں وہ علت نہیں ہے، پس بے شک وہ شریعت کے مخالف ہے اور اس کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا اپنے کپڑے اور تہبند کو لمبا کرنا ہی اس کے تکبر سے ہے، تو اس کا اس میں جھوٹا ہونا قطعاً معلوم ہے۔

(جہاں لفظ نہی شامل ہو وہاں اس کی تعلیل بیان کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔ بلکہ دامن کا لمبا کرنا تکبر پر دلیل ہے)۔

(طرح التثریب، ج ۹، ص ۳۴، ۳۵، فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۶۳، ۲۶۴، تحفۃ الاحوذی، ج ۵، ص ۴۰۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سبل السلام، باب الادب

،ج ،۴،ص ،۱۵۸،عون المعبود،ج ،۱۱،ص ،۷۶،داراحیاء التراث العربی،بیروت،نیل الاوطار،ج ،۲،ص ،۱۱۲،حاشیہ بخاری،ج ،۲،ص ،۸۶۱)

محمد ابن الشیخ علامہ علی بن آدم بن موسیٰ ایتوبی ولولوی، مدرس دارالخیر یہ مکہ مکرمہ، لکھتے ہیں:

هذا الذی قاله ابن العربی رحمه الله تعالى هو عين التحقيق ، الذى لا يستقيم غيره مع هذه النصوص الظاهرة فی التحريم ، وحاصله أن الاسبال يستلزم جر الثوب ، وجر الثوب يستلزم الخيلاء ، ولو لم يقصد اللابس الخيلاء ، فيحرم عليه ، كما دلّت على ذلک ظواہر النصوص الواردة فی النهی عن الاسبال۔

ترجمه: یہ جس کو ابن عربی مالکی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے یہی عینِ تحقیق ہے، جو تحریم میں ان ظاہری نصوص کے ساتھ اس کے علاوہ درست نہیں ہوسکتا، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ٹخنوں کے نیچے لٹکانا کپڑے کے گھسیٹنے کو مستلزم ہے، اور کپڑے کو گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے، اگر چہ لباس پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو، تو اس پر حرام ہوگا، جیسا کہ لٹکانے کے متعلق نہی کے بارے میں نصوصِ واردہ کا ظاہر اس پر دلیل ہے۔

(شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الزینۃ، ج،۳۹،ص،۹۲،دارالمعراج للنشر،الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

محمد ابن الشیخ العلامۃ علی بن آدم بن موسی الاَ یتوبی الوَلّوِیّ، مدرس ''دارالخیریّۃ مکۃ المکرمۃ'' لکھتے ہیں:

قد تلخص مما ذكر من الأدلة أن جرّ الازار تحت الكعبين حرام ، ولو لم يكن بقصد الخيلاء ، لأنه ﷺ جعله من المخيلة ، وأما بقصد الخيلاء ، فهو أشد تحريما ، وله الوعيد المذكور فى حديث الباب ، وأما ما تقدم من قول النووى : انه مكروه تنزيها ، فلا يخفى ضعفه ، فتبصر۔

ترجمه: تحقیق جن دلائل کو ذکر کیا گیا ان کی تلخیص یہ ہے کہ بے شک تہبند کو ٹخنوں کے نیچے گھسیٹنا حرام ہے، اگر چہ تکبر کے ارادہ سے نہ ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو تکبر سے بنایا ہے، اگر تکبر کے ارادہ سے ہو، تو وہ زیادہ سخت حرام ہے، اور باب کی حدیث میں مذکور وعید اس کے لیے ہوگی، اور رہا وہ جو امام نووی کے قول میں سے پہلے گزرا: وہ مکروہ تنزیہی ہے، پس اس کا ضعیف ہونا مخفی نہیں ہے، فتبصر۔

(شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الزینۃ، ج،۳۹،ص،۹۳،دارالمعراج للنشر،الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

محمد ابن الشیخ العلامۃ علی بن آدم بن موسی الاَ یتوبی الوَلّوِیّ، مدرس ''دارالخیریّۃ مکۃ المکرمۃ'' لکھتے ہیں:

وخلاصة القول فى هذه المسألة أن الاسبال محرّم مطلقاً ، سواء كان خيلاء ، وهو أشد تحريما ، أم لا۔

اور اس مسئلہ میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ (کپڑا، یا تہبند، شلوار) لٹکانا مطلق طور پر حرام ہے، تکبر کے طور پر ہو، یا بغیر تکبر کے ہو۔ تکبر کے طور پر ہو تو وہ زیادہ سخت حرام ہے۔

(شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الزینۃ، ج،۳۹،ص،۹۳،دارالمعراج للنشر،الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

عن إبراهيم رضى الله عنه قال : بينا ابن مسعود رضى الله عنه جالس مع أصحابه فى المسجد إذ دخل رجلان فقاما خلف ساريتين فصلى أحدهم قد أسبل إزاره والآخر لا يتم ركوعه ولا سجوده فجعل ابن مسعود ينظر إليهما فقال جلساؤه : لقد شغلک هذان عنا قال : أجل أما هذا فلا ينظر الله إليه يعنى المسبل إزاره واما هذا فلا يقبل الله منه يعنى الذى لا يتم ركوعه ولا سجوده۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس دوران جب دو شخص داخل ہوئے تو دونوں دوستونوں کے پیچھے کھڑے ہوئے پھر ان میں سے ایک شخص نے اپنے تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھی اور دوسرے نے رکوع اور سجود پورا نہ کیا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے، تو آپ کے ساتھیوں نے کہا: ان دونوں نے آپ کو ہماری طرف سے (اپنی طرف) مشغول کرلیا ہے۔ فرمایا: ہاں، اس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا یعنی جو اپنا تہبند لٹکاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا یعنی جو رکوع وسجود پورا نہیں کرتا۔
(المعجم الکبیر، رقم: ٩٣٦٧)

شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی، ١٠٥٢ھ، لکھتے ہیں:

وازار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازبالائے ناف تا فوق کعبین بودہ و اینقدر سنت و از ناف تا زانو ستر فرض ست و بعضے ناف را در عورت نگرفته اندچرا که ناف حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنهما را آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسیده اند و همبریں قیاس سراویل که در عجم متعارفست و آنرا شلوار میگوئند بمقدار ازار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باید اگر زیر شتالنگ بادوسه چین واقع شود بدعت و گناه ست و در حدیث آمده که گفت رسول علیه الصلوة و السلام: "لا ینظر اللہ یوم القیامة الی من جر ازاره بطرا" یعنی نظر نمیکند خدائے تعالی جلشانه روز قیامت سوئے کسے که بکشد ازار خود را و در ازار سازد بطریق تکبر و اسراف و طغیان نعمت و ازیں قید معلوم میشود که اگر از روئے تکبر نباشد و بجهت عذرے باشد مثل مرض و ردقت کرده بود و نزد فقها ازار که فروتر از شتالنگ باشد حرام است و بدعت ست محض چنانچه فرمود رسول علیه الصلوة و السلام: "من جر ثوبه خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیامة" وقال علیه الصلوة و السلام: "ماأسفل من الکعبین من الازار فهو فی النار"۔

ترجمہ: اور آنحضرت شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند مبارک ناف کے اوپر سے ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور اسی قدر مسنون ہے اور ناف (کے نیچے) سے گھٹنوں (کے نیچے) تک ستر (یعنی ڈھانکنا) فرض ہے، بعض نے ناف کو ستر عورت (یعنی جس کا چھپانا فرض ہے) قرار نہیں دیا کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ناف کو آنحضرت نے بوسہ دیا ہے۔ اسی قیاس پر سراویل (پاجامہ یا شلوار) ہے۔

جو سراویل عجم میں متعارف ہے اسے شلوار کہتے ہیں وہ آنحضرت شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار کی مقدار کے برابر ہونی چاہئے اگر ٹخنوں سے دو تین شکن نیچے ہو تو بدعت و گناہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے عزوجل بروز قیامت اس شخص کی جانب نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جو از راہ تکبر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر اپنی چادر گھسیٹے اور اسے لمبا کرے۔ اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر (چادر کا لمبا ہونا) از روئے تکبر کے نہ، بلکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو مثلاً (چادر کو) مرض اور تکلیف کی وجہ سے لمبا کیا ہو (تو حرج نہیں)۔ اور فقہا کے نزدیک ازار (تہبند) جو ٹخنوں سے نیچے ہو حرام ہے اور محض بدعت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر (عنایت) نہیں فرمائے گا''۔ اور فرمایا: ''تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ کی آگ میں ہے''۔

(کشف الالتباس فی استحباب اللباس، ص، ٤٥، ٤٦، ٤٧، ٤٧، رسالہ ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، خلاصۃ الفتاوی، ج، ٣، ص، ١٥٥، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتے ہیں:
أسئلة متفرقة والأجوبة عليها حكم إطالة الثوب سواء كان للخيلاء أو بحكم العادة۔

س: ما حكم إطالة الثوب إن كان للخيلاء أو لغير الخيلاء؟ وما الحكم إذا اضطر الإنسان إلى ذلك سواء إجبارا من أهله إن كان صغيرا أو جرت العادة على ذلك؟

الجواب: حكمه التحريم في حق الرجال، لقول النبي صلى الله عليه وسلم: »ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو في النار« رواه البخاري في صحيحه، وروى مسلم في الصحيح عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: »ثلاثة لا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم: المسبل إزاره، والمنان فيما أعطى، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. وهذان الحديثان وما في معناهما يعمان من أسبل ثيابه تكبرا أو لغير ذلك من الأسباب، لأنه صلى الله عليه وسلم عمم وأطلق ولم يقيد، وإذا كان الإسبال من أجل الخيلاء صار الإثم أكبر والوعيد أشد لقوله صلى الله عليه وسلم: »ومن جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة« ولا يجوز أن يظن أن المنع من الإسبال مقيد بقصد الخيلاء؛ لأن الرسول لم يقيد ذلك عليه الصلاة والسلام في الحديثين المذكورين آنفا، كما أنه لم يقيد ذلك في الحديث الآخر وهو قوله لبعض أصحابه »وإياك والإسبال فإنه من المخيلة« ، فجعل الإسبال كله من المخيلة، لأنه في الغالب لا يكون إلا كذلك، ومن لم يسبل للخيلاء فعمله وسيلة لذلك، والوسائل لها حكم الغايات، ولأن ذلك إسراف وتعريض لملابسه للنجاسة والوسخ، ولهذا ثبت عن عمر رضي الله عنه أنه لما رأى شابا يمس ثوبه الأرض قال له: ارفع ثوبك فإنه أتقى لربك وأنقى لثوبك. أما قوله لأبي بكر الصديق رضي الله عنه لما قال: »يا رسول الله إن إزاري يسترخي إلا أن أتعاهده فقال له صلى الله عليه وسلم: إنك لست ممن يفعله خيلاء« فمراده صلى الله عليه وسلم أن من يتعاهد ملابسه إذا استرخت حتى يرفعها لا يعد ممن يجر ثيابه خيلاء لكونه لم يسبلها، وإنما قد تسترخي عليه فيرفعها ويتعاهدها ولا شك أن هذا معذور، أما من يتعمد إرخاءها سواء كانت بشتا أو سراويل أو إزارا أو قميصا فهو داخل في الوعيد وليس معذورا في إسباله ملابسه، لأن الأحاديث الصحيحة المانعة من الإسبال نعمة بمنطوقها وبمعناها ومقاصدها فالواجب على كل مسلم أن يحذر الإسبال وأن يتقي الله في ذلك، وألا تنزل ملابسه عن كعبه عملا بهذا الحديث الصحيح، وحذرا من غضب الله وعقابه. والله ولي التوفيق۔

سوال: کپڑا دراز رکھنے کا کیا حکم ہے۔خواہ یہ تکبر کے طور پر یا بغیر تکبر ہو اور جب انسان اس کام پر مجبور ہو تو پھر کیا حکم ہے۔خواہ اس کے گھر والے اسے مجبور کرتے ہوں۔اگر وہ چھوٹا ہو یا عادت ہی ایسی رائج ہو گئی ہو؟

جواب: مردوں کے لئے ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہوگا۔(بخاری، مسلم) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخصوں سے نہ اللہ کلام کرے گا نہ انکی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ایک اپنی تہبند

لٹکانے والا، دوسرا دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔ یہ دونوں حدیثیں اور دوسری حدیثیں جو ان معنوں میں آئی ہیں، ہر طرح کے کپڑے لٹکانے والے کو عام ہیں۔ خواہ وہ تکبر سے لٹکائے یا کسی اور وجہ سے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے علی الاطلاق فرمایا ہے اسے مقید نہیں کیا اور جب کپڑا لٹکانا از راہ تکبر ہو تو یہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے جس کی سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ اور یہ خیال کرنا کہ کپڑا لٹکانا صرف اس صورت میں منع ہے کہ از راہ تکبر ہو، درست نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ حدیثوں میں اس چیز کی کوئی قید نہیں لگائی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گویا آپ نے کسی طرح بھی، لٹکانے کی وجہ تکبر ہی قرار دی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات معاملہ ایسا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کی وجہ سے نہ لٹکائے تو یہ بھی تکبر کا وسیلہ ہے اور وسیلہ کا حکم غایت کا حکم ہوتا ہے۔ یہ کام اسلئے بھی حرام ہے کہ اس میں اسراف ہے اور اپنے لباس کی نجاست اور میل کچیل پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب وہ کسی نوجوان کو دیکھتے کہ اس کا کپڑا زمین کو چھو رہا ہے تو اسے فرماتے: ''اپنا کپڑا اونچا کر لے۔ یہ تیرے پروردگار کے لئے تقوی اور تیرے کپڑے کے لئے صفائی والا کام ہے''۔ رہا آپ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد۔ جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ کہ رسول ﷺ! میرا تہبند ڈھلک جاتا ہے الا یہ کہ میں اسے باندھتا رہوں''۔ تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں''۔ اس سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جب تہبند ڈھیلا ہو جائے تو وہ شخص باندھ لے حتیٰ کہ وہ اونچا ہو جائے، وہ ان میں شمار نہ ہوگا جو تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہیں کیونکہ اس نے اسے لٹکایا نہیں اور جس شخص کا کپڑا ڈھیلا ہو جاتا ہو اور پھر وہ اسے اونچا کرتا اور باندھتا رہے، بلاشبہ وہ معذور ہے۔ مگر جو شخص دانستہ اسے لٹکائے خواہ یہ چغہ (عبایا) ہو یا پاجامہ یا تہبند یا قمیض ہو، وہ اس وعید میں داخل ہے اور وہ اپنا لباس لٹکانے میں معذور نہیں ہے کیونکہ جو احادیث صحیحہ کپڑا لٹکانے کی ممانعت میں آئی ہیں، اپنے مفہوم، معنی اور مقاصد کے اعتبار سے عام ہیں۔ لہٰذا ہر مسلم پر واجب ہے کہ وہ کپڑا لٹکانے سے بچے اور اس معاملہ میں اپنے پروردگار سے ڈرے اور ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے اپنا لباس ٹخنے سے نیچے نہ لٹکائے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اسکے عذاب سے ڈرے۔۔۔ اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن باز، اطالۃ الثوب، ج۶، ص۳۸۲،۳۸۳)

قال یحرم علی الرجل أن یجاوز بثوبه الکعبین ویستحب أن یکون فی أنصاف الساق إلی ما فوق الکعبین ففی ال صحیح سترة المؤمن إلی أنصاف ساقیه فإن زاد فإلی الکعبین فما زاد ففی النار۔

فرمایا: مرد پر اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور ٹخنوں کے اوپر سے لے کر نصف پنڈلی تک مستحب ہے، پس صحیح (قول) میں مومن کا پردہ نصف پنڈلیوں تک ہے اگر زیادہ کرے تو ٹخنوں تک ہے، پھر جو زیادہ کرے تو وہ حصہ دوزخ میں جائے گا۔

(الذخرۃ، باب فرع، ج۱۳، ص۲۶۵)

ابو مالک کمال بن سید سالم، لکھتے ہیں:

فالحاصل أن إسبال الثوب تحت الکعبین حرام ویستحق فاعله أن یُعذَّب، ما تحت الکعبین في النار

ترجمہ: پس حاصل کلام یہ ہے کہ کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، اور کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہے، جو ٹخنوں سے نیچے

ہے وہ آگ میں ہے۔

(صحیح فقہ السنۃ وادلتہ وتوضیح مذاہب الائمۃ، اللباس والزینۃ للرجال، ج،۳،ص،۱۲)

محمد بن صالح عثیمین، متوفی ۱۴۲۱ھ، لکھتے ہیں:

واختلف العلماء في صحة صلاته، فمنهم من قال: إن صلاته صحيحة لكنه آثم بإسبال ثوبه، ومنهم من قال: إن صلاته غير صحيحة؛ لأنه لبس ثوباً محرماً والراجح أن صلاته صحيحة، لكنه آثم بالإسبال۔

ترجمہ: اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی نماز کی صحت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض کہتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے اپنے کپڑے کو لٹکانے والا گناہ گار ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس نے حرام لباس پہنا ہے، اور راجح یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے، لیکن ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا گناہ گار ہے۔

(اللقاء الشہری، ج،۴،ص،۱۵)

سعید بن علی بن وہف قحطانی، لکھتے ہیں:

وهذه الأحاديث تدل على أن إسبال الثياب والعمائم، والمشالح، والسراويل من كبائر الذنوب. وأن المسبل من الرجال إن كان متكبراً فقد ارتكب كبيرتين: الكبر، والإسبال، وإن لم يكن متكبراً فقد ارتكب كبيرة الإسبال۔

ترجمہ: اور یہ (مذکورہ بالا) احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ کپڑے، اور عمامے، اور شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور بے شک ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا مرد اگر متکبر ہے تو اس نے دو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، اور اگر متکبر نہیں ہے تو اس نے ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہے۔

(الصیام فی الاسلام فی ضوء الکتاب والسنۃ، ج،۱،ص،۶۵۹، صلاۃ العیدین، ج،۱،ص،۱۵۰، صلاۃ المومن، ج،۲،ص،۹۶۱)

محمد بن عبدالعزیز بن عبداللہ المسند، لکھتے ہیں:

س: هل إسبال الملابس لغير الخيلاء محرم أم لا؟

ج: إسبال الملابس للرجال محرم سواء كان الخيلاء أو لغير الخيلاء، ولكن إذا كان للخيلاء فإن عقوبته أشد وأعظم۔

س: کیا بغیر تکبر کے ٹخنوں سے کپڑے کو نیچے لٹکانا حرام ہے یا نہیں؟

ج: مردوں کے لیے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، خواہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے ہو، اور لیکن جب تکبر کے طور پر ہو تو اس کی سزا زیادہ سخت اور زیادہ بڑی ہے۔

(فتاوی اسلامیہ، حکم اسبال الملابس لغیر الخیلاء، ج،۴،ص،۲۳۸)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

أن الاسبال يكون فى الازار والقميص والعمامة وأنه لا يجوز اسباله تحت الكعبين ان كان للخيلاء فان كان لغيرها فهو مكروه وظواهر الأحاديث فى تقييدها بالجر خيلاء تدل على أن التحريم مخصوص بالخيلاء وهكذا نص الشافعى على الفرق كما ذكرنا

وأجمع العلماء على جواز الاسبال للنساء وقد صح عن النبى صلى الله عليه وسلم الاذن لهن فى ارخاء ذيولهن ذراعا والله أعلم وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والازار فنصف الساقين كما فى حديث بن عمر المذكور وفى حديث أبى سعيد ازاره المؤمن إلى أنصاف ساقيه لاجناح عليه فيما بينه وبين الكعبين ما أسفل من ذلك فهو فى النار فالمستحب نصف الساقين والجائز بلا كراهة ماتحته إلى الكعبين فما نزل عن الكعبين فهو ممنوع فان كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم والا فمنع تنزيه وأما الأحاديث المطلقة بأن ماتحت الكعبين فى النار فالمراد بها ما كان للخيلاء لانه مطلق فوجب حمله على المقيد۔

ترجمہ: تہبند، قمیص اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے، اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ ہے، چونکہ احادیث میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حرام ہونا تکبر کے ساتھ مخصوص ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس فرق کی تصریح کی ہے، اور عورتوں کے لیے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے اس کے جواز کی احادیث میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مومن کا تہبند پنڈلیوں کے نصف سے لے کر ٹخنوں تک نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے، لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک تہبند لٹکانا مستحب ہے، اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے، اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے، اور جن احادیث میں مطلقاً آیا ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو، کیونکہ یہ احادیث مطلق ہیں اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، ج ۲، ص ۱۹۴، ۱۹۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

محمد بن صالح بن محمد عثیمین، متوفی ۱۴۲۱ھ، لکھتے ہیں:

وبهذا نعرف قول النووي رحمه الله بتحريم الإسبال خيلاء وكراهيته لغير الخيلاء والصحيح أنه حرام سواء أكان لخيلاء أم لغير خيلاء بل الصحيح أنه من كبائر الذنوب لأن كبائر الذنوب كل ذنب جعل الله عليه عقوبة خاصة به وهذا عليه عقوبة خاصة ففيه الوعيد بالنار إذا كان لغير الخيلاء وفيه وعيد بالعقوبات الأربع إذا كان خيلاء لا يكلمه الله يوم القيامة ولا ينظر إليه ولا يزكيه وله عذاب أليم۔

ترجمہ: اور اس سے ہم امام نووی علیہ الرحمہ کا قول پہچانتے ہیں کہ تکبر کے ارادہ سے کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے ہو حرام ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ ہر کبیرہ گناہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک خاص سزا مقرر فرمائی ہے، پس جب بغیر تکبر کے ہو تو اس پر آگ کی وعید ہے، اور جب تکبر کے ساتھ ہو تو اس پر چار سزاؤں کی وعید ہے:

(۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں فرمائے گا، (۲) اور اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں دیکھے گا، (۳) اور اس کو پاک نہیں فرمائے گا، (۴) اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

(شرح ریاض الصالحین، ج ۴، ص ۲۸۷)

محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی یمنی، متوفی ۱۲۵۰ھ، لکھتے ہیں:

وَقَدْ جمعَ بَعْضُ المتأَخِرِينَ رِسَالَةً طَوِيلَةً جَزَمَ فِيهَا بِتَحْرِيمِ الإِسْبَالِ مُطْلَقًا۔

ترجمہ: اور تحقیق بعض متاخرین نے ایک بہت بڑا رسالہ جمع کیا ہے، اس میں جزم کیا ہے کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مطلقاً حرام ہے۔

(نیل الاوطار، کتاب اللباس، باب الرخصة في اللباس الجميل، ج ۱، ص ۶۴۱، دار الکلم الطیب، بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ورأى ابن عمر رجلا يجر إزاره فقال إن للشيطان إخوانا كررها مرتين أو ثلاثا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو یا تین بار فرمایا شیطان کے بھی کچھ بھائی ہیں۔

(احیاء العلوم، بیان ذم الاختیال واظهار الکبر فی مشی وجر الثیاب، ج ۳، ص ۴۶۲، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاهرة)

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کا ملفوظ جسے آپ کے خلیفہ اکبر حضرت سیدنا ہند ولی خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ نے جمع کیا لکھتے ہیں:

ٹخنوں کے نیچے لباس کرنے کے بارے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تہبند، شلوار اور پاجامہ کے پائنچہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا منافقوں کی علامت ہے اور جو شخص تہبند، شلوار کا پائنچہ لمبا کرتا ہے اور پاؤں کے نیچے لٹکاتا ہے تو ایسا شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہے پھر فرمایا جو شخص شلوار، پاجامہ، تہبند کے پائنچے کو اس قدر دراز کرے کہ وہ پاؤں کے نیچے تک لٹکے تو ہر قدم پر زمینی اور آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے دوزخ میں اس کے لئے ایک مکان تیار ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو لمبا تہبند باندھتا ہے وہ منافق ہوتا ہے اور جو اپنی آستین دراز کرتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے۔

پھر حضرت ہارونی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدن پر کپڑا پہننے میں فضول خرچی نہ کریں کیونکہ رسول خدا ﷺ نے کپڑے میں اسراف یعنی ضرورت سے زیادہ کرنے سے منع فرمایا ہے یہاں کہ مردے کے بدن پر کفن کے زیادہ کرنے کو منع فرمایا ہے، کیونکہ دونوں چیزوں کے بدلے عذاب ہوتا ہے، ایک کفن کی فضول خرچی کرنے سے اور دوسری چیز لباس کا ٹخنوں نیچے کرنا ہے۔

(انیس الارواح، ہشت بہشت، ص ۵۳)

حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الفَضْلِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ - عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الحَدِيثِ - فَحَدَّثَنِي فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ: أَذَكَرَ إِزَارَهُ؟ قَالَ: مَا خَصَّ إِزَارًا وَلاَ قَمِيصًا۔

ترجمہ: حضرت سیدنا محارب بن دثار حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے فرماتے سنا جس نے تکبر کی وجہ سے کپڑا کھینچا قیامت کو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ روای کہتا ہے میں نے محارب بن دثار سے استفسار کیا چادر کی تخصیص کی؟ انھوں نے فرمایا چادر (تہہ بند) قمیض وغیرہ سے تخصیص نہیں فرمائی مطلق کپڑے کا ذکر کیا۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، رقم: ۵۷۹۱، ص ۱۰۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن جرير عن رجل من بنى أسد أن رسول الله قال لو لا أن فيك اثنتين كنت أنت قال إن واحدة لتكفيني قال تسبل إزارك وتوفر شعرك قال لا جرم والله لا أفعل۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسد کے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا اگر تجھ میں دو چیزیں نہ ہوں تو تو بہت ہی اچھا انسان لگے عرض کیا ایک بھی مجھے کافی ہے فرمایا، تہبند لٹکاتا ہے اور سر کے بال کانوں سے نیچے تک لمبے ہیں عرض کیا بخدا آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

(مصنف امام عبدالرزاق، باب اسبال الازار، رقم: ۲۰۵۱۵، ج ۱۰، ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد، ج ۴، ص ۳۲۱)

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا قَصِيرَ الكُمَّيْنِ وَالطُّولِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی قمیص زیب تن فرماتے تھے جس کی لمبائی کم تھی اور آستین تنگ تھیں۔

(سنن ابن ماجہ، شعب الایمان، رقم: ۶۱۷۰، کنز العمال، رقم: ۱۸۲۸۸، ج ۷، ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا فَوْقَ الكَعْبَيْنِ، مُسْتَوِي الكُمَّيْنِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹخنوں کے اوپر قمیص پہنتے تھے اور آستین انگلیوں کی اطراف تک تھیں۔

(ابن عساکر، معجم ابن الاعرابی، رقم: ۱۸۷، کنز العمال، رقم: ۱۸۲۸۹، ج ۷، ص ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن جابر بن سليمان بن جزاء التيمى قال قال رسول الله ﷺ: لا بأس باسبال الإزار إلى نصف الساق أو الكعبين، فإنه فيمن كان قبلكم رجل خرج وعليه بردان يتبختر فيهما، فنظر الله إليه من فوق عرشه فمقته وأمر الأرض فأخذته، فهو يتجلجل فيها بين الأرضين، فاخذوا وقائع الله عز وجل۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سلیمان تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نصف پنڈلی یا ٹخنوں تک ازار لٹکانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص نکلا جس نے دو چادریں اوڑھی ہوئی تھیں اور وہ ان میں اترا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے عرش بریں سے اس کی طرف دیکھا اس پر غضبناک ہوا اور زمین کو اسے پکڑنے کا حکم دیا تو وہ دوزخیوں کے درمیان حرکت کررہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے (پیش کردہ) واقعات سے نصیحت حاصل کرو۔

(ابن لال، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۱۷، ج ۱۵، ص ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ: أَتَانِي جِبرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمرٍ۔

ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے آزاد کردہ لوگ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر ہوتے ہیں

۔اس رات میں اللہ تعالیٰ نہ تو مشرک کی طرف نظر رحمت کرتے ہیں۔نہ دشمنی کرنے والے کی طرف۔نہ قاطع رحم (رشتہ داری ختم کرنے والوں) کی طرف۔نہ (تہبند،شلوار وغیرہ کو) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ والدین کے نافرمان کی طرف،اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف۔

(شعب الایمان،رقم: ۳۸۳۷،ج،۳،ص، ۳۸۴،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،الترغیب الترھیب ،کتاب الصوم،ج،۲،ص، ۷۳ مکتبہ روضۃ القرآن،پشاور،والترغیب والترھیب ،ج،۳،ص،۶۷،مکتبہ روضۃ القرآن،پشاور)

وَعَن أَبِي ذَر الغِفَارِيِ رَضِيَ اللهُ عَنهُ عَنِ النَّبِيِ صلى الله عَلَيهِ وَسلم قَالَ ثَلَاثَة لَا يكلمهم الله يَوْم القِيَامَة وَلَا ينظر إِلَيهِم وَلَا يزكيهم وَلَهم عَذَاب أَلِيم قَالَ فقرأها رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم ثَلَاث مَرَّات قَالَ أَبُو ذَر خابوا وخسروا من هم يَا رَسُول الله قَالَ المسبل،والمنان والمنفق سلعَته بِالحلف الكَاذِب وَفِي رِوَايَة المسبل إِزَاره رَوَاهُ مُسلم وَأَبُو دَاوُد وَالتِرمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن مَاجَه۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا تین طرح کے لوگ ایسے ہیں۔کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف توجہ (نہ) فرمائے گا نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے؟ حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ لوگ تو تباہ و برباد ہوگئے کون ہیں وہ لوگ یارسول ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) کپڑا لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (دینے کے بعد) اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔اور ایک روایت میں ہے: ازار کو لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم،فی الایمان،رقم:۱۷۱،سنن ابوداؤد فی اللباس،رقم:۴۰۸۷، وسنن الترمذی،فی البیوع،سنن ابن ماجہ،فی التجارات،رقم:۲۱۹۹،سنن النسائی،رقم:۲۵۱۶،۲۵۸۲،۴۴۳۷،مسند احمد ،رقم:۲۱۳۵۶،۲۱۴۷۳،سنن الدارمی،رقم:۲۶۰۵،سنن النسائی الکبریٰ،رقم:۲۳۴۴،۹۷۰۱،۱۱۰۱۳،شعب الایمان،رقم:۴۸۵۱،۶۱۲۵،صحیح ابن حبان،رقم:۴۹۰۷،کنز العمال، رقم:۴۳۸۱۵،مسند البزار،رقم:۴۰۶۳،تہذیب الآثار للطبرانی،رقم:۱۳۵۶،ج،۴،ص،۴۳،والترغیب والترھیب،ج،۳،ص،۶۴،۶۵،مکتبہ روضۃ القرآن،پشاور)

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: إزارة المؤمن إلى عضلة ساقيه ثم إلى الكعبين، فما كان أسفل من ذلك ففي النار۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا ازار اس کی دونوں پنڈلیوں کی موٹائی یا ٹخنوں تک ہوتا ہے سو جو اس سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

(سنن النسائی،کتاب الزینۃ،مسند احمد،کنز العمال،رقم:۴۱۱۴۳،ج،۱۵،ص،۳۴ ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،والترغیب والترھیب ،ج،۳،ص،۶۴،مکتبہ روضۃ القرآن)

عَنِ المُغِيرَةِ بنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: يَا سُفْيَانُ بْنَ سَهْلٍ، لَا تُسْبِلْ فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ المُسْبِلِينَ

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت سفیان بن سہل رضی اللہ عنہ کے دامن کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: اے سفیان! رضی اللہ عنہ اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والوں سے محبت نہیں فرماتا۔

(سنن ابن ماجہ،کتاب اللباس،رقم:۳۵۷۴،صحیح ابن حبان،رقم:۵۴۴۲،ج،۱۲،ص،۲۵۹،والترغیب والترھیب ،ج،۳،ص،۶۶،مکتبہ روضۃ القرآن،پشاور،کنز العمال،رقم:۴۱۱۴۵ ،ج،۱۵،ص،۱۳۴،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: موضع الإزار إلى أنصاف الساقين والعضلة، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فمن

وراء الساق، ولا حق للكعبين في الإزار۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ازار لٹکانے کی جگہ نصف پنڈلیوں اور موٹی پنڈلی تک ہے اگر اس کا دل نہ چاہے تو ذرا نیچے، یہ بھی نہ چاہے تو پنڈلی کے پیچھے، البتہ دونوں ٹخنوں کا ازار میں کوئی حصہ نہیں۔

(سنن النسائی، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۴۶، ج، ۱۵، ص، ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيَّ هَاتَيْنِ، يَقُولُ: مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ لَا يُرِيدُ بِذَلِكَ إِلَّا الْمَخِيلَةَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ان دو کانوں سے سنا: جو اس لئے ازار کھینچے کہ متکبرانہ چال چلے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم: ۵۴۴۶، ۴۸۴، مسند احمد، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۴۸، ج، ۱۵، ص، ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، والترغیب والترھیب، ج، ۳، ص، ٦٦، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور)

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَرَأَى رَجُلًا يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَجَعَلَ يَضْرِبُ الْأَرْضَ بِرِجْلِهِ وَهُوَ أَمِيرٌ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَهُوَ يَقُولُ: جَاءَ الْأَمِيرُ جَاءَ الْأَمِيرُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى مَنْ يَجُرُّ إِزَارَهُ بَطَرًا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو تہبند گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا، وہ شخص بحرین کا امیر تھا، وہ شخص زمین پر پاؤں مار مار کر کہہ رہا تھا: امیر آ گیا، امیر آ گیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تکبر سے اپنے تہبند کو گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، رقم: ۲۰۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن الشريك بن سويد رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ارفع إزارك واتق الله۔

ترجمہ: حضرت شریک بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا ازار اوپر اٹھا اور اللہ سے ڈر۔

(المعجم الکبیر، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۵۲، ج، ۱۵، ص، ۱۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن انس رضى الله عنه قال رسول الله ﷺ: الإزار إلى نصف الساق۔ فشق عليهم، فقال: أو الكعبين، لا خير فيما أسفل من ذلك۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ازار نصف پنڈلی تک ہوتا ہے، تو ان پر دشوار گزرا تو ارشاد فرمایا: یا ٹخنوں تک ہوتا ہے، جو اس سے نیچے ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

(مسند احمد، ج، ۲، ص، ۳۲۷، ج، ۳، ص، ۲۷۴، ج، ٦، ص، ۱۲٦، کنز العمال، رقم: ۴۱۱۵۹، ج، ۱۵، ص، ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عن أبی هریرة قال: مر بأبی هریرة فتی من قریش و هو یجر سبله، فقال: یابنی أخی، إنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من جر ثوبه من الخیلاء، لم ینظر الله إلیه یوم القیامة۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا اس حال میں کہ وہ اپنے لٹکے ہوئے کپڑے کو گھسیٹ رہا تھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے تکبر سے کپڑا گھسیٹا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من جر الازار و ما جاء فیہ، رقم: ۲۴۸۰۶، ج،۵، ص، ۱۶۵ دار التاج، بیروت)

عن عبد الله بن أبی الهذیل، قال: سأل أبو بکر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن موضع الإزار؟ فقال: مسرق الساق، لا خیر فیما أسفل من ذلک، ولا خیر فیما فوق ذلک۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابوہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تہبند کے مقام کے متعلق سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف پنڈلی تک نہ اس سے اوپر رکھنے میں کوئی بھلائی ہے اور نہ اس سے نیچے کرنے میں کوئی بھلائی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، موضع الازار این ھو، رقم: ۲۴۸۱۷، ج،۵، ص،۱۶۶، دار التاج، بیروت)

وعَنْ هُبَیْبِ بنِ مُغْفَلٍ، أَنَّهُ رَأَى مُحَمَّدَ بنَ عَلِيَّةَ الْقُرَشِيَّ يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ هُبَيْبُ بنُ مُغْفَلٍ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلی الله علیه وسلم يَقُولُ: مَنْ وَطِئَهُ على إزار خُيَلاءَ، وَطِئَهُ فِي النَّارِ جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: حضرت ہبیب بن مُغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے محمد بن علیۃ القرشی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنا تہبند گھسیٹا ہے تو انہوں نے اس کی طرف دیکھا پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے تکبر سے اپنا تہبند روندا تو جہنم کی آگ میں وہ اسے روندے گا۔

(مسند احمد ج،۴، ص،۲۳۷، ج،۴، ص،۲۳۷، ۲۳۸، وابو یعلی، والطبرانی، کنز العمال، رقم: ۷۷۵۶، ج،۳، ص،۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، والترغیب والترھیب، ج،۳، ص،۶۶، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور، اتحاف الخیرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، رقم: ۵۵۵۰، الخصال الموجبۃ لدخول النار، جر الازار کبرا، ج،۲، ص،۱۶۱)

عَنْ جَابِرِ بنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا، فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً، قَالَ: وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ - أَيِ الْكِبْرِ وَاحْتِقَارِ الْغَيْرِ - وَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ أَوْ عَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَلِكَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی کو گالی مت دو، (راوی فرماتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کسی آزاد انسان کو، نہ غلام کو، نہ اونٹ اور بکری کو گالی دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھو، اپنے بھائی سے اس انداز میں گفتگو کرو کہ تمہارا چہرا کھلا ہوا ہو (خندہ پیشانی سے بات کرو، مسکراتے چہرے سے بات کرو)، بے شک یہ نیکی ہے، اپنا تہبند نصف پنڈلی تک اونچا رکھو اور اگر اتنا نہ کرو تو (کم از کم) ٹخنوں

تک اونچا کرلو اور تہبند لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر (یعنی خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کی علامت، طریقہ) سے ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور جو تمہیں گالی دے یا کسی ایسے عیب پر عار (یعنی شرمندگی) دلائے جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ تم میں پایا جاتا ہے تو تم اسے اس خامی پر شرمسار نہ کرو جس کے متعلق تم جانتے ہو کہ اس میں ہے، اور اسے چھوڑ دو، بے شک اس کا وبال اسی پر ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، رقم: ۴۰۸۴، الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ۲، ص ۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهما مِنْ خَبَائِثِهِمْ عَشْرٌ تَصْفِيفُ الشَّعْرِ، وَحَلُّ الْإِزَارِ، وَرَمْيُ الْبُنْدُقِ، وَالْحذفُ بِالْحصَى، وَاللَّعِبُ بِالْحمَامِ الطَّيَّارَةِ، وَالصَّفِيرُ بِالْأَصَابِعِ، وَفَرْقَعَةُ الْعِلْكِ، وَإِسْبَالُ الْإِزَارِ: أَيْ إِذَا لَبِسُوهُ وَحَلُّ أَزْرَارِ الْأَقْبِيَةِ، وَإِدْمَانُ شُرْبِ الْخَمْرِ وَإِتْيَانُ الذُّكُورِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: دس (۱۰) عادتیں قوم لوط کے خبیث اعمال میں سے ہیں:

(۱) بالوں کو خوب جمانا، (۲) تہبند کھلا چھوڑے رکھنا، (۳) غلیل بازی کرنا اور کنکریاں پھینکنا، (۴) اڑنے والے کبوتروں کے ساتھ کھیلنا، (۵) انگلیاں چٹخانا، (۶) ٹخنوں سے آوازیں نکالنا، (۷) تہبند لٹکانا، (۸) قباؤں (یعنی کپڑوں کے اوپر پہنے جانے والے ڈھیلے لباس) کے بٹن کھلے چھوڑ دینا، (۹) شراب نوشی کا عادی ہونا، اور (۱۰) مذکروں (مردوں) سے وطی کرنا۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ۲، ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هذا باب فى بيان حكم من جر إزاره من غير قصد التخييل فإنه لا بأس به من غير كراهة وكذلك يجوز لدفع ضرر يحصل له كأن يكون تحت كعبيه جراح أو حكة أو نحو ذلك إن لم يغطها تؤذيه الهوام كالذباب ونحوه بالجلوس عليها ولا يجد ما يسترها به إلا إزاره أو ردائه أو قميصه وهذا كما يجوز كشف العورة للتداوى وغير ذلك من الأسباب المبيحة للترخص وقال شيخنا زين الدين، وأما جوازه لغير ضرورة لا لقصد الخيلاء فقال النووى إنه مكروه وليس بحرام، وحكى عن نص الشافعى رضى الله تعالى عنه، التفرقة بين وجود الخيلاء وعدمه۔

ترجمہ: جس شخص نے بغیر قصد تکبر تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی لباس لٹکانا جائز ہے مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو، یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو، اور لمبی قمیص یا لمبے تہبند کے علاوہ کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو، یہ ایسا ہے جیسا کہ علاج کے لیے شرمگاہ کو کھولنا جائز ہے، ہمارے شیخ زین الدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کوئی عذر نہ ہو اور نہ ہی تکبر کا قصد ہو تو پھر علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تکبر کی نیت سے اور بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانے میں فرق ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، ج ۲۱، ص ۴۳۷، ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هَذِهِ الْإِزْرَةَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر، رقم: ۳۵۷۳، جامع الاصول، رقم: ۸۲۴۹، مشکوۃ المصابیح، رقم: ۴۳۷۰)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ازیں جامعلوم شود کہ بلند داشتن ازار از جانب پس کافی ست در عدم اسبال۔

ترجمہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدم اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، کتاب اللباس فصل، ۳، ج، ۳، ص، ۵۵۶، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وكانت ثيابه كلها مشمرة فوق الكعبين ويكون الإزار فوق ذلك إلى نصف الساق۔

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر چڑھے ہوتے تھے، اور تہبند تو اس بھی اوپر یعنی نصف پنڈلی تک ہوتی تھی۔

(احیاء العلوم، اخلاقہ وآدابہ فی اللباس ج، ۲، ص، ۵۲۸، المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرۃ)

محمد اشفاق الرحمٰن، کاندھلوی، لکھتے ہیں:

قلت قال ميرك ظاهر بعض الاحاديث تحريم الاسبال يقتضى ان تحريم اسبال الازار مخصوص بالجر لاجل الخيلاء وقال بعض العلماء يعلم من بعض الاخبار تحريم الاسبال لغير الخيلاء ايضاً لحديث ابى هريرة فى البخارى ما سفل من الكعبين فى النار وكحديث لايقبل الله صلاة رجل مسبل ازاره وكحديث فان جر الثوب من المخلية ان الثوب مطلقاً ممنوع وان كان فى المخيلة اشد كراهة۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ میرک نے کہا بعض احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اسبال کی حرمت تکبر کی بناء پر ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق اسبال حرام ہے خواہ تکبر سے ہو یا نہ ہو جیسے بخاری کی حدیث ابوہریرہ میں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور حدیث ہے ''بے شک ازار لٹکانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا'' اور حدیث شریف ہے کہ ازار کا کھینچنا تکبر سے ہے۔ پس کپڑے کا لمبا کرنا (ٹخنوں سے نیچے ہو جانا) مطلقاً ممنوع ہوا اگرچہ تکبر کی وجہ سے زیادہ سخت کراہت ہے۔

(کشف المغطاعن وجہ الموطا حاشیہ مؤطا امام مالک، فی اسبال الرجل ثوبہ، ص، ۵۶۱، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

فى الفتاوى العتابية: يكره للرجال لبس السراويل (المخرفة و) هى التى تقع على ظهر القدمين۔

ترجمہ: فتاوی عتابیہ میں ہے۔ مردوں کو ایسی شلوار پہننا جو پاؤں کی پشت تک لٹکتی ہو (یعنی جس کے پائنچے پاؤں کو مس کریں) مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراھیۃ الباب التاسع، ج۵، ص۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، فتاوی تاتارخانیہ، کتاب الکراہیۃ، الفصل فی اللبس ما یکرہ من ذلک وما لا یکرہ، ج۱۸، ۱۱۸، مکتبہ فاروقیہ، کوئٹہ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الکراہیۃ، ج۸، ص۳۴۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس، ج۹، ص۵۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ ملا نظام الدین علیہ الرحمہ متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

تقصير الثياب سنة ، واسبال الازار والقميص بدعة ، ينبغي ان يكون الازار فوق الكعبين الى نصف الساق وهذا في حق الرجال، واما النساء فيرخين ازارهن اسفل من ازار الرجال ليستر ظهر قدمهن۔ اسبال الرجل ازاره اسفل من الكعبين ان لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيه كذافي الغرائب۔

ترجمہ: لباس میں کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہے۔ اور تہبند اور قمیص کا لٹکانا بدعت ہے، مناسب ہے کہ تہبند ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو۔ مگر یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتیں اپنے تہبند کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تا کہ ان کے قدموں کی پیٹھ ڈھکی رہے۔ مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ غرائب میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراھیۃ الباب التاسع، ج۵، ص۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت علامہ ابوالحسین بن علی بن محمد سغدی، حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۴۶۱ھ، لکھتے ہیں:

كل لِبَاس يكون على خلاف السّنة يكون لبسه مَكْرُوها وَهُوَ مثل أَثوَاب الكفَّار واثواب الْفسق والفجور وَأهل الاشر والبطر مثل القرطق واسبال الازار وَتَطْوِيل الكم وتوسيعه۔

ترجمہ: ہر خلاف سنت لباس پہننا مکروہ ہوتا ہے اور جیسے کفار کے کپڑے اور فسق وفجور کے کپڑے شریر اور متکبرین کے کپڑے، جیسے قرطق اور تہبند کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، اور آستین کو لمبا اور کھلا رکھنا۔

(النتف فی الفتاوی، اللباس المکروہ، ج۱، ص۱۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی علیہ الرحمہ متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

ودل الحديث على ان النهى انما يتعلق خبره لهذاه العلة ، فمن استعجل فجرّ ثوبه خلفه او كان ازاره لا يثبت على كتفيه فلا حرج۔ وكذلك جر خيلاء على الكفار فى الحرب لان فيه اعزاز الاسلام واحتقار عدوه۔ وروى ابن عمر رضى الله عنه كراهة ذلك فى كل حال۔

ترجمہ: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے، سو جو شخص جلدی کی وجہ سے کپڑا گھسیٹ کر چلا، یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آجاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح میدان جنگ میں کفار کے سامنے تکبر سے تہبند لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم، کتاب اللباس والزینۃ، ج۷، ص۲۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی علیہ الرحمہ، متوفی ۸۹۵ھ لکھتے ہیں:

معنی مازادفی النار اذازاده خیلاء لانه مطلق فیرادالی المقید وان لم یکن خیلاء فھو مکروہ۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کے لباس کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا، بشرطیکہ وہ تکبر کی بناء پر ہو، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اس لیے اس کو متید پر محمول کیا جائے گا اور تکبر کی بناء پر لباس نہ لٹکایا گیا ہو تو پھر وہ مکروہ (تنزیہی) ہے۔

(مکمل اکمال اکمال، کتاب اللباس والزینۃ، ج ۷، ص ۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، حنبلی، متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

ویکرہ أن یکون ثوب الرجل إلی فوق نصف ساقه وتحت کعبه بلا حاجة۔

ترجمہ: اور بغیر حاجت کے مرد کا کپڑا نصف پنڈلی سے اوپر ہونا اور ٹخنوں سے نیچے ہونا مکروہ ہے۔

(الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، فصل یکرہ فی الصلاۃ السدل، ج ۱، ص ۹۱)

انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

وجرُّ الثوب ممنوعٌ عندنا مطلقًا، فهو إذن من أحكام اللباس، وقصر الشافعيةُ النهي على قيد المخيلة، فإن كان الجرُّ بدون التكبر، فهو جائز، وإذن لا يكون الحديث من أحكام اللباس والأقرب ما ذهب إليه الحنفية، لأن الخيَلاء ممنوع في نفسه، ولا اختصاص له بالجرِّ، وأما قوله صلى الله عليه وسلّم لأبي بكر: »إنك لست ممن يجر إزاره خيلاء «ففيه تعليلٌ بأمر مناسب، وإن لم يكن مناطًا فعلة الإباحة فيه عدمُ الاستمساكِ إلا بالتعهد، إلا أنه زاد عليه بأمر يفيد الإباحة، ويؤكدها. ولعل المصنف أيضًا يوافقنا، فإنَّه أخرج الحديث في اللباس، وسؤال أبي بكر أيضًا يؤيد ما قلنا، فإنَّه يدلُّ على أنه حملَ النهي على العموم، ولو كان عنده قيدُ الخيلاء مناطًا للنهي، لما كان لسؤاله معنًى. والتعليل بأمر مناسب طريقٌ معهود. ولنا أن نقول أيضًا: إن جرّ الإزار خيلاء ممنوعٌ لمن يتمسك إزاره، فليس المحطُّ الخيلاء فقط۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے ممانعت و تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے، کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند نہ باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو تہبند گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر انکے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سوال

کیا تھا: یارسول اللہ ﷺ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الایہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لئے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لئے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج ۶، ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔)

الجواب: پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۶۴، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۶۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق (پنڈلی) تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار ﷺ یہیں تک ہوتی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۶۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: از قسم ازار (یعنی پائجامہ وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پیر کے جتنے حصہ پر تہبند وغیرہ لٹکا ہوا ہوگا وہ پورا حصہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ بعض حضرات نے یہ مطلب کیا ہے کہ یہ عمل یعنی ٹخنے سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانا ایک مذموم عمل ہے اور دوزخیوں کا کام ہے۔ ٹخنے سے نیچے ازار وغیرہ لٹکانے کے مسئلہ میں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اس سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں ان میں زیادہ تر ازار کے لٹکانے کا ذکر ہے اور ازار لٹکانے والے کے حق میں بہت سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی ہے۔

بہر حال عزیمت یعنی اولی درجہ یہ ہے کہ ازار یعنی تہبند و پائجامہ کو نصف پنڈلی تک رکھا جائے، چنانچہ آپ ﷺ اپنا تہبند نصف پنڈلی ہی تک رکھتے تھے البتہ رخصت یعنی اجازت وآسانی کا درجہ ٹخنوں تک ہے کہ تہبند و پائجامے کو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک رکھا جا سکتا ہے، کرتے وقمیض اور عبا و شیروانی وغیرہ کے دامن کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح قمیض وکرتے وغیرہ کی آستینوں کی مسنون لمبائی یہ ہے کہ وہ بند دست یعنی ہاتھ کے جوڑ تک ہوں عمامہ کا شملہ زیادہ سے زیادہ اتنا چھوڑا جانا چاہئے جو نصف پشت تک رہے، جو شملہ لمبائی یا چوڑائی میں اس سے زائد ہوگا وہ بدعت اور اس زائد لٹکانے میں شمار ہوگا جو ممنوع ہے، چنانچہ بعض

علاقوں اور شہروں کے لوگ اپنے لباس میں جو زائد از ضرورت کپڑا استعمال کرتے ہیں، جیسے ضرورت سے زائد لمبی لمبی آستینوں اور وسیع و عریض دامنوں والے کرتے، کئی کئی گز کے پاجامے اور شلواروں اور بڑے بڑے عمامے اور پگڑ کا رواج بعض جگہ پایا جاتا ہے وہ خلاف سنت ہے بلکہ یہ زائد از ضرورت کپڑے صرف کرنا اگر تکبر و غرورت کی نیت سے ہوگا تو اس کو حرام کہیں گے اور اگر لوگوں کی دیکھا دیکھی یا کسی رواج کے تحت ہوگا تو اس کو مکروہ کہا جائے گا کپڑوں میں ضرورت سے زائد لمبائی چوڑائی رکھنا عورتوں کیلئے بھی ممنوع ہے مگر مردوں کی بہ نسبت ایک بالشت یا دو بالشت کے بقدر زائد ہونا جائز ہے، بلکہ اتنی زائد مقدار تو مستحب ہے جو پردہ پوشی کے بقدر ہو۔

(مظاہر حق ۴ جدید ص ۱۵۲۔۱۵۳)

حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ثم لا يخفى عليك يا أخي أن من شأن أهل الله عز و جل كونهم يأخذون العهد على المريد بتركه المباح زيادة على الأمر والنهي طلب الترقية إذ المباح لا ترقي فيه من حيث ذاته وإنما هو أمر برزخي بين الأمر والنهي جعله الله تعالى مرتبة تنفيس للمكلفين يتنفسون به من مشقة التكليف إذ الإقبال على الله تعالى في امتثال الأمر واجتناب النهي على الدوام ليس من مقدور البشر فأراد أهل الله تعالى للمريد أن يقلل من المباح جهده ويجعل موضعه فعل مأمور واجتناب منهي أو مرغب في فعله أو تركه لأخذهم بالعزائم دون الترخيصات۔

ترجمہ: پھر اے بھائی تم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ اللہ ﷻ والے لوگ اپنے مرید کی ترقی کے لئے اللہ ﷻ کے امر و نہی کے علاوہ ان سے یہ عہد لیا کرتے ہیں کہ وہ صرف جائز ہونے والے کاموں سے رکے رہیں گے کیونکہ صرف جائز ہونے والے کام میں ذاتی طور پر اس کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو امر و نہی کے درمیان ایک کام ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تسلی کا سبب بنایا ہوتا ہے جن پر اس کے احکام لاگو ہوتے ہیں چنانچہ ایسے مباح کاموں کی وجہ سے انہیں تسلی ملتی رہتی ہے کیونکہ ہمیشہ اللہ ﷻ کے احکام پر عمل کرنے اور روکی ہوئی باتوں سے رکتے ہوئے اللہ ﷻ کی طرف توجہ کرنا کسی بندے کی ہمت میں نہیں ہوتا چنانچہ اللہ ﷻ والے اپنے مرید کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نرے جائز کہلانے والے کاموں کی کوشش کم سے کم کریں البتہ ان کی جگہ وہ کام کریں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا ان سے بچیں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہوا ہے یا جن کے کرنے اور چھوڑنے کا شوق دلایا گیا ہے تاکہ ایسے کام کر سکیں جن کا پختہ حکم ہے اور وہ کام نہ کریں جن میں ڈھیل دی گئی ہے۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العھو دالمحمدیۃ، ص ۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

أن أهل الله عز و جل لا يسامحون المريد بارتكابه شيئا من المكروهات فضلا عن المحرمات الظاهرة أو الباطنة وأن طريقهم محررة على موافقة الكتاب والسنة كتحرير الذهب بخلاف مايظنه من لا علم له بطريقهم۔

ترجمہ: اللہ ﷻ والے اپنے مرید کو مکروہ کام کرنے پر بھی معاف نہیں کیا کرتے چہ جائیکہ وہ ظاہری یا باطنی طور پر حرام کاموں میں پڑیں اور ان کا طور طریقہ

کتاب وسنت کی طرح سنہری حروف میں لکھا ملتا ہے، وہ نہیں جیسے ان کے طریقے سے ناواقف لوگ بتاتے ہیں۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص ۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کیا مکروہ تنزیہی کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ متقی پرہیزگار کے لیے بڑی بات ہے۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی رضی اللہ عنہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

پس رعایتِ ادبی واجتناب از مکروهی اگرچه تنزیهی باشد فکیف که تحریمی بمراتب از ذکر وفکر ومراقبه وتوجه بهتر باشد آرے این امور باین رعایت واجتناب اگر جمع کند ''فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً'' وبدونه خرط القتاد۔

ترجمہ: لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ اور توجہ سے بہتر ہے ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۲۹، ص ۶۷، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

چھوٹے بڑے گناہوں کو معمولی نہ جانو

حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(أخذ علينا العهد العام من رسول الله صلى الله عليه وسلم) أن لا نتهاون بارتكاب شيء من صغائر الذنوب فضلا عن كبائرها ولا بارتكاب شيء من مكروهاتها حتى خلاف الأولى منها ولا نصر على ذنب بل نتوب منه على الفور وذلك لأن ارتكاب المعاصي وما قاربها مع الإصرار يظلم به القلب حتى يصير لا يحن إلى فعل شيء فيه خير وتتفاوت الناس في مقدار ظلمة القلب بحسب مقاماتهم فربما أن بعض الناس لا يحس بظلمة القلب عند ارتكاب الكبائر دون الصغائر وربما إن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الصغائر دون المكروهات وربما إن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الكبائر دون الصغائر وربما أن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الصغائر دون المكروهات وربما أن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب المكروهات دون خلاف الأولى ولكل مقام رجال فكلما صفا القلب كلما ظهر فيه الظلمة وأدركها بصر صاحبها كالحبر على الورق وكلما تكدر القلب خفي فيه الظلمة ولم يدركها بصر صاحبها كالحبر على الفحم.۔

فيحتاج من يريد العمل بهذا العهد إلى السلوك على يد شيخ ناصح يسد عليه جميع المخارس التي يدخل منها الشيطان ويشغله بالطاعات المتوالية حتى تتراكم عليه الأنوار ويخلص من سائر الذنوب ويدخل حضرة الإحسان فهناك لا يتهاون بذنب ولو خلاف الأولى فضلا عن المكروهات فضلا عن الصغائر فضلا عن الكبائر فإن أهل كل حضرة يساعدون بعضهم بعضا بمشاهدة بعضهم أحوال بعض ومن هنا شرطوا في إتمام التوبة هجر إخوان السوء لئلا يزلزلوا توبته بمشاهدتهم لمعاصيهم

وأمروا التائب أن يخالط أهل الطاعات ليشاهد طاعاتهم وينقل نفسه.من المعاصي والطباع تسرق من الجليس الأفعال التي يشاهدها منه من خير وشر ولو على طول فينتقل جميع ما في ذلك الجليس لك يا أخي فالعاقل من أتى البيوت من ابوابها (والله عليم،حكيم)

وقد روى الترمذي والنسائي وابن ماجه وابن حبان في صحيحه مرفوعا (إن العبد المؤمن إذا أخطأ خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء فإن هو نزع واستغفر صقلت فإن عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه فهو الران الذي ذكره الله تعالى بقوله (كلا بل ران على قلوبهم،ما كانوا يكسبون) (المطففين،۱۴) والنكتة: هي نقطة تشبه الوسخ في المرآة۔

روى الإمام أحمد والطبراني والبيهقي مرفوعا: [إياكم ومحقرات الذنوب فإنهن يجتمعن على الرجل حتى تهلكه كمثل قوم نزلوا أرض فلاة فحضر صنيع القوم فجعل الرجل ينطلق فيجيء بالعود والرجل يأتي بالعود حتى جمعوا سوادا وأججوا نارا وأنضجوا ما قذف فيها]۔

وروى النسائي بإسناد صحيح وابن حبان في صحيحه وغيرهما مرفوعا: [إن الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه].

روى الطبراني عن ابن مسعود: [إني لأحسب الرجل ينسى العلم كما تعلمه بالخطيئة يعملها]۔

. وروى البخاري وغيره عن انس رضي الله عنه قال: [إنكم لتعملون أعمالا هي أدق في أعينهم من الشعر كنا نعدها على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم من الموبقات يعني المهلكات]۔

. وروى ابن حبان في صحيحه مرفوعا: [[لو أن الله يؤاخذني وعيسى بن مريم بذنوبنا لعذبنا ولا يظلمنا وأشار بالسبابة والتي تليها] .وفي رواية: [لو يؤاخذني الله وعيسى بن مريم بما جنت هاتان يعني الإبهام والتي تليها لعذبنا ثم لم يظلمنا شيئا]۔

. وروى الإمام أحمد والبيهقي مرفوعا: [لو غفر لكم ما تأتون إلى البهائم لغفر لكم كثيرا] .وفي رواية انه من كلام ابي الدرداء.

وروى الحاكم وقال صحيح الإسناد أن عبدالله بن مسعود قرأ (ولو يؤآخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك على ظهرها من دابة ولكن يؤخرهم إلى أجل مسمى) ثم قال (كاد الجعل يعذب في جحره بذنب ابن آدم) والجعل بضم الجيم وفتح العين دويبة تكاد تشبه الخنفساء تدحرج الروث بأنفها۔

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بڑے بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ کرنے کو بھی معمولی نہ سمجھیں، نہ مکروہ کام کرنے کو معمولی جانیں اور نہ ہی زیادہ بہتر کے مقابلے میں کم درجہ کام کو معمولی بنائیں، یونہی کسی گناہ پر جمے نہ رہیں بلکہ فوراً اس سے توبہ کریں کیونکہ گناہ اور اس کے قریب قریب کام جم کر کرنے سے دل میں اندھیرا چھا جاتا ہے چنانچہ شخص کسی بہتر کام کی طرف جھکاؤ نہیں کرتا، پھر لوگوں کے دل ان کے اپنے مقام ومرتبہ کے مطابق تاریک ہوتے ہیں چنانچہ کسی کو دل کی تاریکی کا پتہ بڑے گناہ کرنے ہی سے چلتا ہے، چھوٹوں پر نہیں، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اس تاریکی کے بارے میں اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ چھوٹے گناہ کرتے ہیں، مکروہ کاموں پر نہیں چلتا، کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جنہیں مکروہ کام کرنے پر پتہ چلتا ہے، خلاف اولیٰ کرنے پر نہیں کیونکہ بندے ہر طرح

کے ہوتے ہیں چنانچہ جس کا دل صاف ہو تو جب بھی اس میں تاریکی آتی ہے تو دل والے کی آنکھ اسے یوں دیکھتی ہے جیسے کاغذ پر سیاہی لگی ہو اور جب بھی دل پر میل ہو اور تاریکی کم ہو جائے تو اسے دل والے کی آنکھ یوں دیکھتی ہے جیسے کوئلے پر سیاہی لگی ہو چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو نیک ہو اور شیطان کے داخل ہونے کے سب راستے بند کردے اور مسلسل اسے عبادتوں میں لگائے رکھے تا کہ اس پر انوار کی بارش شروع ہو جائے، وہ سب گناہوں سے پاک ہو جائے اور احسان کے مرتبہ میں چلا جائے، چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر وہ خلاف اولیٰ سمیت کسی بھی گناہ کو معمولی نہیں جانے گا، مکروہات بلکہ بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ بھی ہلکے نہیں جانے گا کیونکہ ہر مقام والے ایک دوسرے سے اتفاق کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے حالات دیکھ رہے ہوتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر علماء نے توبہ کے پورا ہونے میں شرط لگائی ہے کہ برے بھائیوں کو چھوڑ دو تا کہ ان کے گناہ دیکھ کر اپنی توبہ کو خراب نہ کرلیں اور توبہ کرنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ عبادت کرنے والوں میں گھل مل کر رہیں تا کہ وہ ان کی عبادتوں کا مشاہدہ کریں اور اپنے آپ کو گناہوں سے نکال لیں کیونکہ انسان کی طبیعت میں یہ ہے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں سے اچھے برے وہ کام سیکھتا ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے خواہ دیر ہی سے سیکھے چنانچہ اے بھائی! اس بیٹھنے والے ساتھی سے سب کچھ تمہارے پاس آجاتا ہے لہٰذا عقلمند وہ ہوتا ہے جو اصل راستے سے مقصد تک پہنچے۔ واللہ علیم حکیم۔

☆ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ''جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے چنانچہ اگر وہ اسے صاف کرتے ہوئے استغفار کرے تو وہ دھل جاتا ہے، اگر دوبارہ کرے تو زیادہ ہو جاتا ہے اور آخر اس کے دل کو گھیر لیتا ہے، چنانچہ یہ وہی ''ران'' ہے کہ جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ ''کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں نے'' اس نکتہ سے مراد وہ نقطہ ہے جو شیشے پر میل جیسا ہوتا ہے۔

☆ امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اپنے آپ کو حقیر گناہ کرنے سے بچاؤ کیونکہ یہ آدمی میں جمع ہو جاتے ہیں اور آخر کار اسے یوں ہلاک کر دیتے ہیں جیسے کچھ لوگ کہیں جنگل میں ٹھہریں اور کھانے کا وقت ہو جائے چنانچہ ایک شخص جا کر لکڑی لے آئے، دوسرا آدمی ایک اور لکڑی لائے اور یوں وہ گٹھا جمع کرلیں اور آگ جلا کر اس میں ڈالی چیز کو پکالیں۔''

☆ نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''انسان گناہ کر لینے پر روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔''

☆ امام طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''میں اس آدمی کا خیال رکھتا ہوں جو علم سیکھ کر اس لئے بھلا دیتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہوتا ہے۔''

☆ حضرت امام بخاری کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک ہوتے ہیں لیکن جنہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں تباہ کرنے والے سمجھتے تھے۔

☆ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ''اگر بالغرض اللہ تعالیٰ مجھے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ہماری خطا کی وجہ سے پکڑ لے اور تکلیف دے تو اس میں اس کی طرف سے ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا، پھر انگشت شہادت اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر بتایا'' (کہ اتنا ظلم بھی نہیں ہوگا)

☆ ایک اور روایت میں ہے ''اگر مجھے اور عیسیٰ بن مریم کو ان دونوں انگلیوں (انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی) کی وجہ سے ہونے والی کوتاہیوں کے بدلے میں پکڑ کر تکلیف پہنچانا چاہے تو اس میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔''

☆ امام احمد اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ''اگر اللہ تعالیٰ تمہارا وہ گناہ معاف کردے جو تم جانوروں کے ساتھ برائی کی وجہ سے کرتے ہو تو تمہارے بہت سے گناہ معاف کردے گا۔''

☆ امام حاکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں پڑھا ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے۔'' پھر فرمایا ہوسکتا ہے کہ جعل نامی (گودھا) کیڑے کو حضرت آدم علیہ السلام کی کوتاہی کی بناء پر عذاب دیتا۔

(لوامح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص، ۶۳۳، ۶۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

یعنی آں پارہ از قدم زیر شتالنگ کہ بروی ازار مسبل ست و بعضے گویند معنی آنست کہ این فعل مذموم ست و از افعال نار ست کذا قال الطیبی۔ رواہ البخاری تنبیہ بدانکہ جر و اسبال اکثر در ازار ورود یافتہ و وعید شدید در آن آمدہ تا آنکہ فرمود سبل ازار کہ نماز میگزارد باعادہ نماز و وضو چنانکہ در اوائل کتاب گذشت و در احادیث آمدہ کہ در شب نصف شعبان ہمہ آمرزیدہ شوند الاعاق و مدمن خمر و مسبل ازار و تحقیق آنست کہ اسبال در جمیع ثیاب رود ہر چہ کہ زیادہ بر قدر حاجت و وفق سنت بود اسبال ست و باعث تخصیص ازاز بجہت کثرت وقوع است و چہ لباس اکثر مردم در عہد نبوت روا و ازار بود و در فصل ثانی از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آمدہ کہ آنحضرت فرمود صلی اللہ علیہ وسلم الاسبال فی الازار و القمیص و العمامۃ من جر منہا شیئاً خیلاء الحدیث۔ و در حدیث اول از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ پیش ازین حدیث مذکور شد جر ثوبہ مطلق شدہ و عزیمت در ازار تا نصف ساق ست و ازار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این چنین بودی و فرمود ازار مومن تا نصف ساق ست و رخصت تا بالامی شتالنگ و حکم و امان قبا و پیراہن نیز ہمین ست و سنت در آستینہا تا بند دست ہست و اسبال در عمامہ بارسال عذبہ زیادت بر عادت عدد او و غایت آن تا نصف ظہر ست و زیادہ بر ان بدعت و داخل اسبال محرم و این توسیع و تطویل کہ در بعضے از دیار عرب متعارف شدہ است خلاف سنت و ہر چہ از ان بطریق خیلاء ست حرام و آنچہ بطریق عرف و عادت شائع شدہ و شعار قومی گشتہ لا باس بہ است اگرچہ افراط خالی از کراہت نیست و اسبال مر زنان را نیز حرام است، و در حق ایشان زیادتی بر مردان بقدر شبر و بقدر ذراع کہ در شبر ست نیز رخصت ست بلکہ مستحب ست بقصد تستر۔

یعنی قدم کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے اور اس پر تہبند بطور فخر لٹکایا ہوا ہے۔ بعض شارحین نے کہا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل مذموم ہے اور اہل نار کے افعال میں سے ہے۔ اسی طرح علامہ طیبی نے بیان کیا۔

تنبیہ:۔ خیال رہے کہ اکثر طور پر گھسیٹنے اور لٹکانے کی مذمت تہبند کے بارے میں واقع ہوئی ہے اور اس پر شدید وعید واقع ہوئی ہے یہاں تک کہ تہبند لٹکانے والے کو اس حال میں ادا کی گئی نماز اور وضو کے لوٹانے کا حکم دیا۔ جیسے کہ مشکوٰۃ شریف کے ابتدائی حصے میں گزرا۔ احادیث میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات میں سب بخش دیئے جاتے ہیں سوائے والدین کے نافرمان، عادی شرابی، اور چادر لٹکانے والے کے، اور تحقیق یہ ہے کہ لٹکانا تمام کپڑوں میں پایا جاتا ہے، جو کپڑا سنت کی موافقت اور حاجت سے زیادہ ہو وہ اسبال (لٹکانے) میں داخل ہے، تہبند کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ عمل عموماً زیادہ واقع ہوتا ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لپیٹنے والی چادر تھا۔ دوسری فصل میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا جاتا ہے، جس نے ان میں سے کسی چیز کو بطور تکبر لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث سے پہلے مذکور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں مطلق کپڑے کے گھسٹنے کا ذکر ہے۔ تہبند میں اصل یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا تہبند اسی طرح ہوتا تھا، اور ارشاد فرمایا کہ مومن کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہے اور ٹخنے سے اوپر تک رخصت ہے، قبا اور پیراہن کے دامن کا بھی یہی حکم ہے۔ آستین میں سنت یہ ہے کہ ہاتھ کے جوڑ تک ہو، عمامہ میں لٹکانا یہ ہے کہ شملہ لمبائی میں عام عادت سے زیادہ ہو۔ اس کی انتہا یہ ہے کہ نصف پشت تک ہو۔ اس سے زیادہ بدعت ہے اور حرام لٹکانے میں داخل ہے۔ عرب کے بعض علاقوں میں جو لمبائی اور چوڑائی میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ خلاف سنت ہے۔ اور اگر بطور تکبر ہو تو حرام ہے اور جو عرف اور عادت اور کسی قوم کی علامت کے طور پر ہو جائے تو اس میں حرج نہیں ہے، اگرچہ زیادتی کراہت سے خالی نہیں ہے، کپڑے کا حاجت سے زیادہ لٹکانا عورتوں کے لئے بھی حرام ہے۔ مردوں کی نسبت ان کے لئے ایک بالشت اور وہ کافی نہ ہو تو ایک ہاتھ کی زیادتی کی رخصت ہے بلکہ مستحب ہے تاکہ ستر کا مقصد پوری طرح حاصل ہو۔ اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، ج ۳، ص ۵۷۴، ۵۷۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تہبند کہاں تک ہونا چاہیے

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ التِرمِذِيُّ فِي الشَّمائِلِ: ثَنَا محمودُ بنُ غَيلانَ، ثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الأَشْعَثِ بنِ سُلَيمٍ، [قَالَ] سَمِعْتُ عَمَّتِي تحدِثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِالمدِينَةِ إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ: ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَنقى وأبقى، [فنظرت] فإذا هو رسول الله، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ ملحاء، قال: أما لك فِيَّ أسوة؟ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصفِ سَاقَيهِ * ثُمَّ قَالَ: ثَنَا سُوَيدُ بنُ نَصرٍ، ثَنَا عَبدُ اللهِ بنُ المبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بنِ عُبَيدَةَ عَنْ إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عثمان بن عفّان متزراً إلى أنصاف ساقيه قال: هَكَذَا كَانَتْ إِزَارَةُ صَاحِبِي صلى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ

شمائل میں امام ترمذی (محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، اشعث بن سلیم رضی اللہ عنہ) اپنی پھوپھی، وہ اپنے چچا سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا میں مدینہ منورہ میں کسی راہ پر چل رہا تھا کہ میرے پیچھے سے کوئی شخص کہہ رہا ہے، اپنا تہبند اونچا کر، تہبند کا اونچا ہونا صاف تر، دیرپا ہے اور بقا کا موجب ہے، میں نے دیکھا تو وہ آپ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو ایک سیاہ وسفید دھاری داری چادر ہے، آپ نے فرمایا کیا تیرے لئے میرا عمل نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلی تک ہے۔ ترمذی (سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، موسیٰ بن عبیدہ، ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ) سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے نبی ﷺ کا تہبند ایسا ہی ہوتا تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۴۳

مونچھیں مونڈوانے کا مسئلہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ جَعَلَ بِجَاہِہٖ اُمَّتَہٗ خَیْرَ اُمَمِ الرُّسُلِ وَالْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی آلِہٖ النُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ جُعِلَ اِتِّبَاعُھُمُ الْھُدٰی وَالتُّقٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

أَخبرنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ المقرئُ المكيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سفيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسيّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْفِطْرَةُ خمسٌ: الختَانُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الشَّارِبِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دین میں پانچ چیزیں قدیم سنت ہیں:

(۱) ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بالوں کو مونڈنا، (۳) بغل کے بال نوچنا، (۴) ناخن کاٹنا، (۵) مونچھیں مونڈنا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطہارۃ، ابواب الفطرۃ، ج ۱، ص ۶۵، رقم: ۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، کنز العمال، ج ۶، ص ۶۵۳، رقم: ۱۷۲۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ ثنا عَفَّانُ، قَالَ ثنا حمادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْفِطْرَةُ عَشَرَةٌ، فَذَكَرَ قَصَّ الشَّارِبِ

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دس باتیں فطرت سے ہیں پھر آپ نے مونچھیں کاٹنا ذکر فرمایا

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج ۲، ص ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا الحمانيُّ، قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اس کی مثل ذکر کرتی ہیں۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، وَيُونُسَ قَالَا: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْفِطْرَةُ خَمْسٌ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں پھر اس کی مثل ذکر فرمایا۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ إِلَى هَذِهِ الْآثَارِ، وَاخْتَارُوا لَهَا قَصَّ الشَّارِبِ عَلَى إِحْفَائِهِ. وَخَالَفَهُمْ فِي ذَلِكَ آخَرُونَ فَقَالُوا: بَلْ يُسْتَحَبُّ إِحْفَاءُ الشَّوَارِبِ، نَرَاهُ أَفْضَلَ مِنْ قَصِّهَا.

ترجمہ: حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل مدینہ میں سے ایک جماعت ان روایات کی طرف گئی ہے اور انہوں نے مونچھوں کا بالکل صاف کرنے پر کاٹنے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ مونچھوں کو منڈاونا مستحب ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہ کٹوانے سے افضل ہے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

وَاحْتَجُّوا فِي ذَلِكَ بِمَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُزُّ شَارِبَهُ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُزُّ شَارِبَهُ

ترجمہ: انھوں نے اس سلسلہ میں اس طرح استدلال کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنی مونچھوں کو بالکل صاف کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی مونچھوں کو صاف کیا کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص ۳۰۷، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمنِ، قَالَ ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ ثنا هُشَيْمٌ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ »أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى فَهَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، فَثَبَتَ بِذَلِكَ الْإِحْفَاءُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ. وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، جَزُّوا الشَّوَارِبَ فَذَاكَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ جَزًّا، مَعَهُ الْإِحْفَاءُ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ عَلَى مَا دُونَ ذَلِكَ. فَقَدْ ثَبَتَ مُعَارَضَةُ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ، بِحَدِيثِ أَبِي وَعَمَّارٍ، وَعَائِشَةَ، الَّذِي ذَكَرْنَا فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ۔۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مونچھوں کو منڈاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔ تو رسول اکرم ﷺ نے مونچھوں کو منڈاونے کا حکم دیا اس سے منڈوانا ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مونچھوں کو کاٹو اس میں احتمال ہے کہ ایسا کاٹنا ہو جس کے ساتھ مونڈنا بھی ہو اور یہ احتمال ہے کہ اس مونڈنے کے بغیر ہو تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان روایت سے جنہیں ہم نے باب کے شروع میں ذکر کیا ٹکراؤ لازم ہوا۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

وَأَمَّا حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ، فَلَيْسَ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى شَيْءٍ، لِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ، وَلَمْ يَكُنْ بِحَضْرَتِهِ مِقْرَاضٌ، يَقْدِرُ عَلَى إِحْفَاءِ الشَّارِبِ. وَيَحْتَمِلُ أَيْضًا حَدِيثُ عَمَّارٍ وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، فِي ذَلِكَ مَعْنًى آخَرَ، يَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ الْفِطْرَةُ، هِيَ الَّتِي لَا بُدَّ مِنْهَا، وَهِيَ قَصُّ الشَّارِبِ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَضْلٌ حَسَنٌ. فَتَثْبُتُ الْآثَارُ كُلُّهَا الَّتِي رَوَيْنَاهَا فِي هَذَا الْبَابِ، وَلَا تَتَضَادُّ، وَيَجِبُ بِثُبُوتِهَا أَنَّ الْإِحْفَاءَ أَفْضَلُ مِنَ الْقَصِّ. وَهَذَا مَعْنَى هَذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ الْآثَارِ. وَأَمَّا مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ، فَإِنَّا رَأَيْنَا الْحَلْقَ قَدْ أُمِرَ بِهِ فِي الْإِحْرَامِ، وَرُخِّصَ فِي التَّقْصِيرِ. فَكَانَ الْحَلْقُ أَفْضَلَ مِنَ التَّقْصِيرِ، وَكَانَ التَّقْصِيرُ، مَنْ شَاءَ فَعَلَهُ، وَمَنْ شَاءَ زَادَ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنَّهُ يَكُونُ بِزِيَادَتِهِ عَلَيْهِ أَعْظَمَ أَجْرًا مِمَّنْ قَصَّ. فَالنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ حُكْمُ الشَّارِبِ قَصُّهُ حَسَنٌ، وَإِحْفَاؤُهُ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ. وَهَذَا مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللهُ.

ترجمہ: جہاں تک حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کسی بات پر دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس لیے ایسا کیا ہو کہ آپ کے پاس قینچی نہ ہو جس کے سبب آپ مونچھوں کو مونڈنے پر قادر ہوتے حضرت عمار، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایت میں ایک دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے وہ یہ کہ فطرت وہی بات ہو جو لازمی اور ضروری ہے اور مونچھوں کو کاٹنا ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ حسن ہے افضل ہے پس وہ تمام روایات جو ہم نے اس باب میں ذکر کی ہیں، ثابت ہو جائیں گی اور تضاد لازم نہیں آئے گا اور ان کے ثابت ہونے سے لازم آئے گا کہ کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے اس باب میں روایات کے طور پر یہ بیان ہے اور قیاس کے طور پر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں احرام کے سلسلہ میں سر منڈانے کا حکم ہے اور کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے پس کاٹنے سے منڈوانا افضل ہے اب جو چاہے کٹوائے اور جو چاہے اس پر اضافہ کرے البتہ اس اضافہ سے کاٹنے کے مقابلے میں زیادہ عظمت وفضیلت ہے، تو اس پر قیاس کا تقاضہ ہے کہ مونچھوں کا بھی یہی حکم ہے کاٹنا اچھا ہے اور منڈوانا احسن وافضل ہے یہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ سَالِمٍ، قَالَ «مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ إِحْفَاءً لِشَارِبِهِ، مِنِ ابْنِ عُمَرَ، كَانَ يُحْفِيهِ، حَتَّى إِنَّ الْجِلْدَ لَيُرَى «فَهَؤُلَاءِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانُوا يُحْفُونَ شَوَارِبَهُمْ، وَفِيهِمْ أَبُو هُرَيْرَةَ،

وَهُوَ مِمَّنْ رَوَيْنَا عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ. فَدَلَّ ذٰلِكَ أَنَّ قَصَّ الشَّارِبِ مِنَ الْفِطْرَةِ، وَهُوَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَأَنَّ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِخْفَاءِ، هُوَ أَفْضَلُ، وَفِيهِ مِنْ إِصَابَةِ الْخَيْرِ، مَا لَيْسَ فِي الْقَصِّ۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن سالم ﷛ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر ﷛ سے بڑھ کر کسی کو مونچھیں صاف کرنے والا نہیں دیکھا آپ منڈواتے حتیٰ کہ چمڑے کی سفیدی دکھائی دیتی تو یہ صحابہ کرام ﷛ ہیں جو مونچھوں کو منڈواتے تھے اور ان میں حضرت ابوہریرہ ﷛ بھی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا تو آپ نے فرمایا مونچھوں کو کٹوانا فطرت سے ہے تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ مونچھوں کا کاٹنا فطرت سے ہے اور یہ ضروری بات ہے اور اس کے بعد منڈوانا افضل ہے اور اس میں وہ فضیلت ہے جو کاٹنے میں نہیں۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص ﷫ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ذَكَرَ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ أَنَّ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ فِي شَعْرِ الرَّأْسِ وَالشَّارِبِ أَنَّ الْإِحْفَاءَ أَفْضَلُ مِنَ التَّقْصِيرِ عَنْهُ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ حَلْقُ بَعْضِ الشَّعْرِ۔

ترجمہ: امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی ﷫ نے سر اور لب کے بال کترنے کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ ﷛، امام زفر ﷛، امام ابویوسف ﷛ اور امام محمد ﷛ کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان حضرات ﷭ کے نزدیک چھوٹے کروانے کی بہ نسبت احفاء (بہت زیادہ کتر کے پست کر دینا) افضل ہے خواہ اس کے ساتھ بعض بال مونڈ دیئے جائیں۔

(احکام القرآن، ج۱، ص۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْهَيْثَمِ عَنْ مَالِكٍ إِحْفَاءُ الشَّارِبِ عِنْدِي مُثْلَةٌ قَالَ مَالِكٌ وَتَفْسِيرُ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْفَاءِ الشَّارِبِ الْإِطَارُ، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ أَعْلَاهُ وَإِنَّمَا كَانَ يُوَسِّعُ فِي الْإِطَارِ مِنْهُ فَقَطْ وَذَكَرَ عَنْهُ أَشْهَبُ قَالَ وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَمَّنْ أَحْفَى شَارِبَهُ قَالَ أَرَى أَنْ يُوجَعَ ضَرْبًا، لَيْسَ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِحْفَاءِ كَانَ يَقُولُ لَيْسَ يُبْدِي حَرْفَ الشَّفَتَيْنِ الْإِطَارُ ثُمَّ قَالَ: لَمْ يَحْلِقْ شَارِبَهُ هٰذِهِ بِدَعٌ تَظْهَرُ فِي النَّاسِ، كَانَ عُمَرُ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ نَفَخَ فَجَعَلَ يَفْتِلُ شَارِبَهُ۔

ترجمہ: حضرت ابن الہیثم ﷛ نے حضرت امام مالک ﷛ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا احفاء میرے نزدیک مثلہ ہے۔ حضرت امام مالک ﷛ نے مونچھوں کے احفاء کے بارے میں حضور ﷺ کے قول کی تفسیر اطار سے کی ہے یعنی امام مالک مونچھوں کے بال اوپر کی طرف سے کترنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور چاروں طرف سے کترنے میں توسیع کے قائل تھے۔ حضرت اشہب ﷛ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت امام مالک ﷛ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنے لب پوری طرح کتر دیتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ایسے شخص کی زبردست طریقے سے پٹائی ہونی چاہیے۔ حضور ﷺ کی حدیث احفاء یعنی پوری طرح کتر کر پست کرنے کے بارے میں نہیں ہے۔ گویا حضرت امام مالک ﷛ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اطار یعنی چاروں طرف سے کترنے کا عمل لبوں کے

کنارے ظاہر کر دیتا ہے۔ پھر امام مالک نے فرمایا: مونچھیں مونڈ دینا ایک بدعت ہے جو لوگوں کے اندر ظہور پذیر ہوگئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو جاتا تو آپ کا چہرہ تمتماجاتا اور آپ اپنی مونچھوں کو تاؤ دینا شروع کر دیتے۔

(احکام القرآن، ج۱،ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَسُئِلَ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الرَّجُلِ يَحْلِقُ رَأْسَهُ، فَقَالَ أَمَّا فِي الْحَضَرِ لَا يُعْرَفُ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ، وَهُوَ فِي الْغَزْفِ وَكَانَ عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ يَذْكُرُ فِيهِ فَضْلًا عَظِيمًا

ترجمہ: حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنا سر مونڈ دیتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ شہری لوگوں میں یہ بات صرف یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ظاہر ہوتی ہے اور یہ کام عرفات میں ہوتا ہے۔ حضرت عبدہ بن ابی لبابہ رضی اللہ عنہ سر مونڈنے کی بڑی فضیلت بیان کرتے ہیں۔

(احکام القرآن، ج۱،ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ اللَّيْثُ لَا أُحِبُّ أَنْ يَحْلِقَ أَحَدٌ شَارِبَهُ حَتَّى يَبْدُوَ الْجِلْدُ وَأَكْرَهُهُ وَلَكِنْ يَقُصُّ الَّذِي عَلَى طَرَفِ الشَّارِبِ وَأَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ طَوِيلَ الشَّارِبِ۔

ترجمہ: حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنی مونچھیں اس طرح مونڈ ڈالے کہ اس کی جلد نظر آنے لگے، میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں، لیکن وہ مونچھوں کے کنارے والے بال کتر دے، مجھے ایک شخص کا لمبی مونچھوں والا ہونا ناپسند ہے۔

(احکام القرآن، ج۱،ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ سَأَلْتُ عَبْدَ الْمَجِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ حَلْقِ الرَّأْسِ فَقَالَ أَمَّا بِمَكَّةَ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ بَلَدُ الْحَلْقِ، وَأَمَّا فِي غَيْرِهِ مِنَ الْبُلْدَانِ فَلَا۔

ترجمہ: حضرت اسحٰق ابن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے حضرت عبد المجید بن عبد العزیز بن ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے سر مونڈنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا مکہ مکرمہ میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ شہر سر مونڈنے کا شہر ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے شہروں میں ایسا نہ کیا جائے۔

(احکام القرآن، ج۱،ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ وَلَمْ نَجِدْ فِي ذَلِكَ عَنِ الشَّافِعِيِّ شَيْئًا مَنْصُوصًا وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ رَأَيْنَاهُمْ: الْمُزَنِيُّ وَالرَّبِيعُ كَانَا يُحْفِيَانِ شَوَارِبَهُمَا، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُمَا أَخَذَا ذَلِكَ عَنِ الشَّافِعِيِّ۔

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلے میں کوئی منصوص قول منقول نہیں، تاہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت المزنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الربیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ مونچھوں کا احفاء کرتے تھے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان دونوں حضرات نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ چیز اخذ کی تھی

(احکام القرآن، ج۱،ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَدْ رَوَتْ عَائِشَةُ وَأَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِطْرَةُ عَشْرَةٌ، مِنْهَا قَصُّ الشَّارِبِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دس باتیں فطرت کی ہیں اور لب کترنا ان میں سے ایک ہے۔

(احکام القرآن، ج۱ص، ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَرَوَى المُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ مِنْ شَوَارِبِهِ عَلَى سِوَاكٍ وَهَذَا جَائِزٌ مُبَاحٌ، وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ أَفْضَلَ، وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ فَعَلَهُ لِعَدَمِ آلَةِ الإِخْفَاءِ فِي الْوَقْتِ۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے مونچھوں پر مسواک رکھ کر زائد بال کتر رہے تھے۔ یہ بات جائز اور مباح ہے اگر چہ دوسری بات افضل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے مسواک رکھ کر اس لیے بال کترے تھے کہ اس وقت آپ ﷺ کو احفاء کے لئے کوئی آلہ میسر نہیں تھا۔

(احکام القرآن، ج۱ص، ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَرَوَى عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُزُّ شَارِبَهُ وَهَذَا يَحْتَمِلُ الإِخْفَاءَ۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ اپنی مونچھوں کے بال کاٹ دیتے تھے۔ اس میں احفاء کا بھی احتمال ہے۔

وَرَوَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

(احکام القرآن، ج۱ص، ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللِّحَى" وَهَذَا يَحْتَمِلُ الإِخْفَاءَ أَيْضًا۔

ترجمہ: حضرت العلاء بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھنے دو۔ اس میں بھی احفاء کا احتمال ہے۔

(احکام القرآن، ج۱ص، ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَرَوَى عُمَرُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى۔

ترجمہ: حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ مُرَادَهُ بِالْخَبَرِ الأَوَّلِ الإِحْفَاءُ، وَالإِحْفَاءُ يَقْتَضِي ظُهُورَ الْجِلْدِ بِإِزَالَةِ الشَّعْرِ كَمَا يُقَالُ رَجُلٌ حَافٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي رِجْلِهِ

شيءٍ وَيقَالُ حَفِيَتْ رِجلُهُ وَحَفِيَتْ الدَّابَّةُ إذا أصَابَ أسفَلَ رِجلِهَا وَهْنٌ مِنَ الحفاءِ قَالَ۔

ترجمہ: یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پہلی روایت میں آپ ﷺ کی مراد احفاء ہے۔ احفاء اس امر کا مقتضی ہے کہ بال دور کرنے سے جلد ظاہر ہو جائے جس طرح ننگے پیروں والے شخص کو۔ رجل حاف (پیروں سے ننگا) کہا جاتا ہے اور اس لئے "حفیت رجلہ" (اس کا پیر ننگا ہے) کا فقرہ بھی بولا جاتا ہے اسی طرح "حفیت الدابۃ" کا فقرہ اس وقت کہا جاتا ہے جب جانوروں کے تلوے گھس جانے کی وجہ سے اس کی ٹانگوں کا نچلا حصہ کمزور ہو جائے۔

(احکام القرآن، ج۱، ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَرُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدرِيّ وَأَبِي أُسَيْدٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ كَانُوا يحفُونَ شَوَارِبَهُمْ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ یہ حضرات اپنی مونچھوں کا احفا کیا کرتے تھے۔

(احکام القرآن، ج۱، ص۸۱، تا۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ إبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَطَّابٍ رَأَيتُ ابْنَ عُمَرَ يحلِقُ شَارِبَهُ كَأَنَّهُ يَنتِفُهُ۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حتى يرى بياض الجلد۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن محمد بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی مونچھیں اس طرح صاف کرتے دیکھا تھا کہ گویا وہ تمام بال اکھیڑ لیتے۔ بعض دوسرے راویوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس طرح مونچھیں صاف کر لیتے کہ مونچھوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

(احکام القرآن، ج۱، ص۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَلما كَانَ التَّقْصِيرُ مَسْنُونًا فِي الشَّارِبِ عِنْدَ الجمِيعِ كَانَ الحلْقُ أَفْضَلَ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَحِمَ اللهُ المحَلِّقِينَ ثَلَاثًا وَدَعَا لِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً، فَجَعَلَ حَلْقَ الرَّأْسِ أَفْضَلَ مِنَ التَّقْصِيرِ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مونچھوں کے بال چھوٹے کرنا سب کے نزدیک مسنون ہے تو پھر حلق، یعنی مونڈ دینا افضل ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم فرمائے۔ آپ نے تین بار یہ دعا کی اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے ایک دفعہ دعا کی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے سر مونڈنے کو سر کے بال چھوٹے کرانے سے افضل قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن، ج۱، ص۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَمَا احْتَجَّ بِهِ مَالِكٌ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَفْتِلُ شَارِبَهُ إِذَا غَضِبَ فَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ كَانَ يَتْرُكُهُ حَتَّى يُمكِنَ فَتْلُهُ ثُمَّ يحلِقُهُ كَمَا تَرَى كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ يَفْعَلُهُ۔

ترجمہ: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ غصے میں آتے تو مونچھوں کو تاؤ دیتے۔ اس بارے میں یہ ممکن ہے کہ آپ مونچھوں کے بال اس قدر رہنے دیتے تھے کہ انہیں بٹ دینا ممکن ہو۔ جیسا کہ بہت سے لوگ اس طرح کرتے ہیں۔

(احکام القرآن، ج۱، ص۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۴۴

افغانی جادوگر:

سوال:(۱۰۱)اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

صوبہ سرحد میں بالخصوص اور پاکستان میں بالعموم فتنہ سیفیہ کے نام سے ایک نیا فتنہ برپا ہو چکا ہے جس کا بانی جعلی پیر اخندزادہ سیف الرحمٰن جادوگر افغانی ہے۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۳۶)

سوال:(۱۰۲)اعتراض نمبر(۶): دیوبندیوں کے مولانا قاری محمد عثمان دیوبندی تاروجبہ ضلع وتحصیل نوشہرہ

ابوجہل زندہ ہو چکا ہے افغانستان کے راستے پاکستان میں داخل ہو کر دین محمدی کیخلاف فساد پھیلا رہا ہے (فتویٰ)

دیوبندیوں کے مولانا قاری محمد عثمان تاروجبہ ضلع وتحصیل نوشہرہ نے لکھا:

ہماری توجہ اس جدید فتنۂ وفساد کی طرف تب ہوئی جب ایک عالم دین (مفتی پیر محمد چشتی صاحب) کی طرف سے اس فرقہ کے مجرم اکبر جعلی پیر سیف الرحمٰن کے ند اغیر اسلامی عقائد واعمال کی شرعی گرفت کر کے اس کو شریعت محمدی کی روشنی میں اپنے اعتقادیات واعمال کو ثابت کرنے یا ان سے توبہ کرنے کی دعوت دینے کے جواب میں اس گمراہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ھدایت السالکین'' ہے کتاب کیا ہے۔ مجموعہ مغلظات وکفریات ہے۔

سوال:(۱۰۳)اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

موصوف تعویذ گنڈوں اور جادوگری میں یدطولی رکھتے تھے؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص ۸)

الجواب:

سب سے پہلے جادو کا لفظ استعمال کرنے والی قوم نابینا ہو گئی:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ﷫ متوفی ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وعن ناس من اصحاب النبي ص: لما قَالَ لوطٌ: لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ، «بَسَطَ حينئذ جبرئيل جَنَاحَهُ فَفَقَأَ أَعْيُنَهُمْ، وَخَرَجُوا يَدُوسُ بَعْضُهُمْ فِي آثَارِ بَعْضٍ عُمْيَانًا، يَقُولُونَ: النَّجَاءَ النَّجَاءَ! فَإِنَّ فِي بَيْتِ لُوطٍ أَسْحَرَ قَوْمٍ فِي الأَرْضِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ وَقَالُوا لِلُوطٍ: إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ

اللَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ

ترجمہ: اس ضمن میں کچھ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) سے منقول ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نے یہ کہا، کاش میرے اندر تم سے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے کی پناہ حاصل کر سکتا تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر پھیلا دیا جس سے سب حملہ آور نابینا ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلتے ہوئے باہر گئے اور یہ کہنے لگے، اوہو! لوط علیہ السلام کے گھر میں تو بڑے نامی گرامی جادوگر آئے ہوئے ہیں۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: ان لوگوں نے جب حضرت لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔ اس کے بعد فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا، ہم آپ کے رب عزوجل کے سفیر ہیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ آپ علیہ السلام رات کے وقت اپنے پیروکاروں کو یہاں سے لے جائیں اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ اس کے بعد قوم لوط پر عذاب نازل ہوا۔

(تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، ج۱، ص ۲۲۲، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر		ساحران را سر توئی و تاجِ سر

ترجمہ: (اور آنحضرت ﷺ سے) کہا کہ تم سا کوئی جادوگر نہ ہوگا۔ تم ہی جادوگروں کے سردار اور افسر ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۷۲۷)

جز سه کس که حقدِ ایشاں چیره بود		ساحرش گفتند کاهن را جحود

ترجمہ: تین شخصوں کے سوا جو حاسد تھے اور اس کی وجہ سے آپ کو جادوگر، کاہن کہتے تھے۔

بود بو جهل لعین و بو لهب		واں سِوُم هم بود بو سفیان حرب

ترجمہ: ایک تھا ابوجہل اور (دوسرا) ابولہب اور تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا۔

(مفتاح العلوم، دفتر چہارم، ص ۷۴۴)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ، وَمَا لَا تُبْصِرُونَ، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ،

قوله تعالى: (فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ. وَمَا لَا تُبْصِرُونَ) المعنى أُقْسِمُ بِالْأَشْيَاءِ كُلِّهَا مَا تَرَوْنَ مِنْهَا وَمَا لَا تَرَوْنَ. وَ (لَا) صِلَةٌ. وَقِيلَ: هُوَ رَدٌّ لِكَلَامٍ سَبَقَ، أَيْ لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا يَقُولُهُ الْمُشْرِكُونَ. وَقَالَ مُقَاتِلٌ: سَبَبُ ذَلِكَ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ الْمُغِيرَةِ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا سَاحِرٌ. وَقَالَ أَبُو جَهْلٍ: شَاعِرٌ. وَقَالَ عُقْبَةُ: كَاهِنٌ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: فَلَا أُقْسِمُ أي أقسم. وقيل: فَلَا هَا هُنَا نَفْيٌ لِلْقَسَمِ، أَيْ لَا يَحْتَاجُ فِي هَذَا إِلَى قَسَمٍ لِوُضُوحِ الْحَقِّ فِي ذَلِكَ، وَعَلَى هَذَا فَجَوَابُهُ كَجَوَابِ الْقَسَمِ. (إِنَّهُ) يَعْنِي الْقُرْآنَ (لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) يُرِيدُ جِبْرِيلَ، قَالَهُ الْحَسَنُ وَالْكَلْبِيُّ وَمُقَاتِلٌ. دَلِيلُهُ: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ. ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ (التكوير، ۱۹،۲۰) وَقَالَ الْكَلْبِيُّ أَيْضًا وَالْقُتَبِيُّ:

الرَّسُولُ هَاهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِقَوْلِهِ: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ وَلَيْسَ الْقُرْآنُ قَوْلَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا هُوَ مِنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَسَبَ الْقَوْلَ إِلَى الرَّسُولِ لِأَنَّهُ تَالِيهِ وَمُبَلِّغُهُ وَالْعَامِلُ بِهِ، كَقَوْلِنَا: هذا قول مالك۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ، وَمَا لَا تُبْصِرُونَ، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ،

ترجمہ: تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو(۳۸)اور جنہیں تم نہیں دیکھتے (۳۹) بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول ﷺ سے باتیں ہیں (۴۰)

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ معنی ہے مجھے تمام اشیاء کی قسم جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے اور زائد ہے۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کے ساتھ سابقہ کلام کا رد کیا گیا ہے یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح مشرک کہتے ہیں: مقاتل نے کہا: اس کا سبب یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا: بے شک حضرت محمد ﷺ، جادوگر ہیں۔ابوجہل نے کہا: وہ شاعر ہیں۔عقبہ نے کہا: وہ کاہن ہیں۔نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَا أُقْسِمُ ،یعنی میں قسم اٹھاتا ہوں۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں لاقسم کی نفی کے لئے ہے کیونکہ حق واضح ہے اس لئے قسم اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس تعبیر کی بنا پر اس کا جواب قسم کی طرح ہے، إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ضمیر سے مراد قرآن ہے۔رسول کریم سے مراد حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں: یہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، کلبی رضی اللہ عنہ اور حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس کی دلیل: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ، ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ (التکویر، ۱۹، ۲۰) ہے کلبی رضی اللہ عنہ اور قتبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہاں رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ،قرآن رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قول کی نسبت رسول کی طرف اس لئے کی کہ آپ اس کی تلاوت کرنے والے، اس کی تبلیغ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں جس طرح ہمارا قول ہے؛ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحاقہ، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳۹، ۴۰، ج ۹، ۱۷۷، ۱۷۸، ص، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

فَفَعَلَ ذَلِكَ عَلِيٌّ وَدَخَلَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ وَدَعَاهُمْ إِلَى التَّوْحِيدِ، وَقَالَ: قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ لِتُطِيعَكُمُ الْعَرَبُ وَتَدِينَ لَكُمُ الْعَجَمُ فَأَبَوْا، وَكَانُوا يَسْتَمِعُونَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُونَ بَيْنَهُمْ مُتَنَاجِينَ: هُوَ سَاحِرٌ وَهُوَ مَسْحُورٌ۔

ترجمہ: پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام کیا اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان پر قرآن کریم پڑھا اور انہیں توحید کی طرف دعوت دی، اور فرمایا: ”کہو، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، یقیناً عرب تمہارا مطیع ہو جائے گا اور اہل عجم تمہارا دین قبول کر لیں گے“۔

لیکن انہوں نے انکار کر دیا، وہ حضور نبی کریم ﷺ سے قرآن سنتے تھے اور پھر آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے کہتے تھے: یہ تو جادوگر ہے اور اس پر جادو کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ: ۴۷، ج ۱۰، ص ۱۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ، قَالَ مُوسَى أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ

ترجمہ: پھر جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یقیناً یہ کھلا جادو ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا (عقل کے اندھو) کیا تم کہتے ہو (ایسی بات) حق کے متعلق جب وہ تمہارے پاس آیا (سوچو!) کیا یہ جادو ہے؟ اور نہیں کامیاب ہوتے جادوگر۔ (سورۃ یونس: ۷۶، ۷۷)

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى: (فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا) يُرِيدُ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ (قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ) حملوا المعجزات على السحر. قال لهم مُوسَى: (أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا) قِيلَ: فِي الْكَلَامِ حَذْفٌ، المعنى: أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ هَذَا سِحْرٌ. فَ- أَتَقُولُونَ إِنْكَارٌ وَقَوْلُهُمْ محذوف أَيْ هَذَا سِحْرٌ، ثُمَّ اسْتَأْنَفَ إِنْكَارًا آخَرَ مِنْ قِبَلِهِ فَقَالَ: أَسِحْرٌ هَذَا! فَحَذَفَ قَوْلَهُمُ الْأَوَّلَ اكْتِفَاءً بِالثَّانِي مِنْ قَوْلِهِمْ، مُنْكِرًا عَلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ. وَقَالَ الْأَخْفَشُ: هُوَ مِنْ قَوْلِهِمْ، وَدَخَلَتِ الْأَلِفُ حِكَايَةً لِقَوْلِهِمْ، لِأَنَّهُمْ قَالُوا أَسِحْرٌ هَذَا. فَقِيلَ لَهُمْ: أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا، وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ. (وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ) أَيْ لَا يُفْلِحُ مَنْ أَتَى بِهِ۔

ترجمہ: قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا، اس سے مراد فرعون اور اس کی قوم ہے (یعنی جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا)، قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ، تو انہوں نے معجزات کو سحر (جادو) پر محمول کیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا: أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا، کہا گیا ہے کہ کلام میں حذف ہے، اس کا معنی ہے: کیا تم حق کے متعلق کہتے ہو یہ سحر ہے، پس، أَتَقُولُونَ، یہ انکار ہے اور ان کا قول، هَذَا سِحْرٌ، (یہ جادو ہے) محذوف ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے ازسرنو دوسرا انکار ہوا اور فرمایا: أَسِحْرٌ هَذَا، (کیا یہ جادو ہے) پس ان کا پہلا قول ان کے دوسرے قول پر اکتفاء کرتے ہوئے حذف کر دیا گیا، درآنحالیکہ اس میں فرعون اور اس کے درباریوں کا انکار کیا گیا ہے۔

اور اخفش نے کہا ہے: یہ ان کے قول میں سے ہے اور ان کے قول کی حکایت کے لئے اس پر الف استفہام داخل کر دیا گیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: أَسِحْرٌ هَذَا، تو انہیں کہا گیا: کیا تم حق کے متعلق کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا: کیا یہ جادو ہے؟ اور یہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ، یعنی وہ کامیاب نہیں ہوتے جو اس کے ساتھ آئے (یعنی جادو لے کر آئے)

(تفسیر القرطبی، سورۃ یونس، تحت الآیۃ: ۷۶، ۷۷، ج ۸، ص ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأخرج أَبُو نعيم والديلمي عَن عَائِشَة قَالَت: لما نزلت (بِسم الله الرَّحْمَن الرَّحِيم) ضجت الْجبَال حَتَّى سمع أهل مَكَّة دويها فَقَالُوا: سحر مُحَمَّد الْجبَال فَبعث الله دخانا حَتَّى أظل على أهل مَكَّة فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من قَرَأَ (بِسم الله الرَّحْمَن الرَّحِيم) موقنا سبحت مَعَه الْجبَال إِلَّا أَنه لَا يسمع ذَلِك مِنْهَا وَأخرج الديلمي عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ

وَسلم من قرَأَ (بِسم الله الرَّحمن الرَّحِيم) کتب لهُ بِكُل حرف أَرْبعَة آلاف حَسَنَة ومحي عَنهُ أَرْبعَة آلاف سَيِّئَة وَرفع لَهُ أَرْبعَة آلاف دَرَجَة.

ترجمہ: امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں جب بسم اللہ نازل ہوئی تو پہاڑوں نے شور کیا حتیٰ کہ اہل مکہ نے ان کی آواز سنی لوگوں نے کہا محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ایک دھواں بھیج دیا حتیٰ کہ اس نے اہل مکہ پر سایہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ پڑھے گا اس یقین سے کہ پہاڑوں نے اس کے ساتھ تسبیح بیان کی ہے تو وہ پہاڑوں کی آواز نہیں سنے گا۔

دیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بسم اللہ شریف پڑھی اس کے لئے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور چار ہزار گناہ مٹائے جائیں گے اور اس کے چار ہزار درجات بلند کئے جائیں گے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۱، ص ۳۰، ۳۱، مکتبۃ الرحاب، القاہرہ)

کرامات اور جادو میں فرق:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(فان قلت): ان الكرامات قد تشبه السحر فما الفرق بينهما؟ (فالجواب): كما قاله الشيخ اليافعي عليه الرحمة وغيره من المحققين: الفارق بينهما كون السحر يظهر على يد الفساق الزنادقة والكفار الذين هم على غير شريعة ومتابعة، واما الكرامة فلا تقع الى على يد من بالغ فى الاتباع للشريعة حتى بلغ الغاية فهذا هو الفارق بينهما۔

ترجمہ: اگر تو کہے کہ کرامات کبھی جادو کے مشابہہ ہوتی ہیں تو ان دونوں کے مابین کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب حضرت شیخ الیافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محققین کے مطابق یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا امر یہ ہے کہ جادو فاسقوں زندیقوں اور کافروں سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ شریعت اور متابعت کے خلاف گامزن ہوتے ہیں۔ رہی کرامت تو یہ صرف اسی کے ہاتھوں ظاہر ہوگی جو کہ اتباع شریعت میں مبالغہ کرے حتیٰ کہ اس کی انتہاء کو پہنچ جائے۔ تو یہ ہے ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا امر۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پختون خواہ کے دیوبندیوں کے دادا پیر، پیر فضل علی قریشی کو جادوگر کہا گیا:

آپ اپنے مقام فقیر پور تشریف لے آئے اور سلسلہ بیعت شروع کر دیا مخلوقِ خدا بکثرت سلسلہ میں داخل ہونے لگی آپ کے مریدوں کو بے حد جوش وجذبہ ہونے لگا جس کی وجہ سے عوام میں بدظنی کے طور پر تذکرے ہونے لگے کہ حضرت تسبیح جو کھٹکاتے ہیں وہ جادو ہے لیکن آپ کے سلسلہ کی روز بروز ترقی کا یہ اثر ہوا کہ جو لوگ بدظنی کرتے تھے وہ بھی رفتہ رفتہ آپ کی بیعت میں آ گئے اور تمام ماحول ذکرِ حق سے منور ہو گیا۔

(مقامات فضلیہ، ص ۱۲)

فصل ثانی:

جادوگروں کے کام

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

واعلم يا أخي أن في السحر أمورا مكفرة كما أخبرني بذلك بعض من كان ساحرا وتاب من ذلك أنه لا يصح السحر قط من مسلم فلا بد أن يكفر حتى يصح السحر على يديه فقلت له وماذا كان وقع منك حتى صح منك السحر؟ فقال كنت أتوضأ كل يوم بالبول وأسجد للشمس عند طلوعها وعند غروبها وقلت لآخر: ما كان عملك حتى صح لك هذا السحر؟ قال كنت إذا أردت أن أسحر أحدا أكتب سورة يس في إناء وأمحوها بالبول وقد كثرت السحرة من اليهود والنصارى في مصر وقراها وجعل الحكام عليهم فلوسا لأجل تقريرهم على ذلك وبعض النصابين من السحرة يعمل على عقل الرجال ويفعل الفاحشة في نسائهم ويقول لذلك الرجل المحب للدنيا عندك في بيتك مطلب ما يفتح إلا أن تخلي أجنبيا بامرأتك سبعة أيام وأكثر وينام ويصبح معها فيقول له، افعل فيخلي الرجل زوجته مع ذلك النصاب ويصير يخدمهما بنفسه ويطعمهما أطيب الطعام حتى إن النصاب قال له لا بد من شرب الخمر معها فأتاهم بالخمر وبعضهم يقول لا يفتح إلا إن مكنتني زوجتك أطؤها على باب المطلب فيمكنه وبعضهم يقول له، لا يفتح المطلب إلا أن كتبت لها على فرجها كيت وكيت وبعضهم يقول لا يفتح المطلب إلا إن كتبت ورقة بمني ومنيها وعلقتها في عنقك ونحو ذلك من الأمور الخارجة عن الدين۔

فانظر يا أخي ما يؤدي إليه حب الدنيا فإن أردت العمل بهذا العهد فاسلك على يد شيخ حتى يخرجك عن حب الدنيا وإلا فمن لازمك ظلمة القلب وتصديق الساحر والكاهن والمنجم ونحوهم والله يتولى هداك۔

روى الشيخان وغيرهما مرفوعا: اجتنبوا السبع الموبقات فذكر منهم السحر۔

وروى النسائي مرفوعا: [من عقد عقدة ثم نفث فيها فقد سحر ومن سحر فقد أشرك ومن تعلق بشيء فقد وكل إليه يعني علق على نفسه العقود والخرز]۔

وروى الإمام أحمد مرفوعا: [كان لداود نبي الله ساعة يوقظ فيها أهله يقول: يا آل داود قوموا فصلوا فإن هذه ساعة يستجيب الله فيها الدعاء إلا لساحر أو غاش]۔

وروى البزار بإسناد جيد مرفوعا: [ليس منا من تطير أو تطير له أو تكهن أو تكهن له أو سحر أو سحر له ومن أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم]۔

وقد عد صلى الله عليه و سلم السحر من الكبائر في حديث الطبراني وابن حبان في صحيحه قال الحافظ عبدالعظيم

والكاهن هو الذي يخبر عن بعض المضمرات فيصيب بعضها ويخطئ أكثرها ويزعم أن الجن تخبره بذلك۔

وروى الطبراني مرفوعا: [من أتى كاهنا فسأله عن شيء حجبت عنه التوبة أربعين ليلة فإن صدقه بما قال كفر]۔

وروى الطبراني بإسناد حسن مرفوعا: [لن ينال الدرجات العلى من تكهن أو استقسم أو رجع عن سفر تطيرا]۔

وروى مسلم مرفوعا: [من أتى عرافا فسأله عن شيء فصدقه لم تقبل له صلاة أربعين يوما]۔

قال الحافظ المنذري: والعراف هو الكاهن وقيل هو الساحر. وقال البغوي: هو الذي يدعي معرفة الأمور بمقدمات وأسباب يستدل بها على مواقعها كالمسروق من الذي سرقه ومعرفة مكان الضالة ونحو ذلك ومنهم من يسمي المنجم كاهنا۔

وروى أبو داود وابن ماجه وغيرهما مرفوعا: [من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد]۔

ترجمہ: اے بھائی! یادرکھو کہ جادو میں کچھ ایسے کام ہوتے ہیں جو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں، یہ بات مجھے اس جادوگر نے بتائی جو پہلے جادو کرتا تھا، پھر توبہ کرلی اور کہا کہ یہ مسلمان کے لئے بالکل صحیح نہیں ہوتا کیونکہ جادو صحیح ہونے کی صورت میں وہ کافر ہوجاتا ہے۔ میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ کیا تمہارا جادو چل جاتا تھا؟ اس نے بتایا کہ روزانہ میں پیشاب سے وضو کرتا اور سورج چڑھنے پر سورج کو سجدہ کیا کرتا، یوں ہی غروب کے وقت کرتا۔

ایک اور جادوگر سے پوچھا کہ تمہارا جادو کیسے چل جایا کرتا ہے؟ اس نے بتایا کہ جب میں جادو کرنا چاہتا ہوں تو ایک برتن پر سورۂ یٰسین لکھ کر (معاذ اللہ) اسے پیشاب سے مٹادیتا ہوں۔

مصر اور اس کی قریبی بستیوں میں بہت سے جادوگر موجود ہیں جنہیں حکمران ایسا کرنے پر رقم دیتے ہیں، کچھ ایسے جادوگر ہیں جو لوگوں کی عقل پر عمل کرتے ہیں اور ان کی بیویوں سے بدکاری کرتے ہیں، وہ اس دنیادار سے کہتے ہیں کہ یہ عمل تمہارے گھر ہی میں ہوسکتا ہے اور اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک مسلسل سات دن یا اس سے زیادہ تم اپنی بیوی کو رات دن تنہا نہ رہنے دو، وہ کہہ دیتا ہے کہ کرلو چنانچہ وہ شخص اس جادوگر کو بیوی کے ساتھ تنہائی میں چھوڑ دیتا ہے اور خود دونوں کی خدمت کرتا ہے اور بہترین کھانے کھلاتا ہے اور پھر وہ کہتا ہے کہ اس کے ساتھ شراب پینا ضروری ہے چنانچہ وہ دونوں کو شراب لا کر دیتا ہے، کوئی جادوگر ایسا بھی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ جادو اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک تم اپنی بیوی کو میرے ساتھ بدکاری کے لئے نہیں چھوڑتے چنانچہ وہ چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جادو اس وقت تک اثر نہیں کرے گا جب تک تمہارے بیوی کی شرمگاہ پر لکھائی نہ کروں، کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ جادو اس وقت تک اثر نہیں کرے گا جب تک میں اس کی اور اپنی منی سے تعویذ لکھ کر تمہارے گلے میں نہ لٹکاؤں، یہ وہ کام ہیں جو انسان کو دین سے نکال دیتے ہیں۔

اے بھائی! تم دیکھ سکتے ہو کہ دنیا سے پیار، کیا کچھ کراتا ہے لہٰذا اگر تم اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو کسی شیخ کی پیروی کرو جو تمہارے دل سے دنیا کی محبت نکالے ورنہ لازمی طور پر تمہارا دل سیاہ ہوگا اور تم جادوگر، خبریں دینے والے اور نجومیوں کو سچا کہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔

☆ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے مرفوعاً لکھا ہے "تباہ کرنے والی سات چیزوں سے بچو اور پھر ان میں سے جادوگر کا نام لیا۔"

☆ نسائی نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو شخص گانٹھ لگا کر اس پر پھونک مارے تو وہ جادوگر ہوگا، جو جادو کرتا ہے، وہ مشرک ہوتا ہے اور جو کسی چیز کو لٹکایا کرتا ہے تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔'' یعنی گانٹھوں والا دھاگہ یا تعویذ لٹکاتا ہے۔

☆ امام احمد نے مرفوعاً لکھا ہے ''حضرت داؤد ﷺ ایک مقرر وقت پر اپنی بیوی کو جگاتے اور فرماتے اے آلِ داؤد! اٹھو اور نماز پڑھو کیونکہ یہ ایسی گھڑیاں ہیں جن میں جادوگر اور دھوکا دینے والے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سب کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔''

☆ امام بزار نے مرفوعاً لکھا ہے ''فال نکالنے اور نکلوانے والا، پیشن گوئی کرنے والا اور جادو کرنے کرانے والا ہم میں سے نہیں ہوتا اور جو کسی پیش گوئی والے کے پاس آئے اور اس کے کہے کو سچا جانے تو اس چیز کا انکار کر رہا ہوگا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری گئی۔''

☆ طبرانی اور ابن حبان کی حدیث میں جادو کو بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اور حافظ عبدالعظیم بتاتے ہیں کہ کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو کچھ چھپی باتیں بتائے جن میں سے کچھ تو سچی نکلیں لیکن بہت سی جھوٹی اور پھر یہ خیال کرے کہ اسے جن بتایا کرتا ہے۔

☆ طبرانی نے مرفوعاً لکھا ہے ''وہ کسی کاہن کے ہاں جا کر اس سے ایسی چیزیں پوچھے جو اس سے پوشیدہ ہوں تو چالیس راتوں تک اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور پھر اگر اس کے کہے کو سچا جانے تو کافر ہو جائے گا۔''

☆ طبرانی ہی نے لکھا ہے ''وہ شخص بلند مقام حاصل نہیں کر سکتا جو کاہن ہو، تیر پھینکے اور بدفالی لیتا ہوا سفر سے واپس آئے۔

☆ مسلم نے مرفوعاً لکھا ہے ''جو کسی نجومی کے پاس جا کر کچھ پوچھے اور پھر اس کی بات سچ جانے تو اس کی وہ نمازیں قبول نہ ہوں گی جو وہ چالیس دن پڑھتا رہا۔''

حافظ منذری لکھتے ہیں کہ نجومی ہی کاہن ہوتا ہے اور کچھ جادوگر بتاتے ہیں۔

☆ ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ مرفوعاً لکھتے ہیں فرمایا ''جو شخص تھوڑا سا علم نجوم سیکھے تو وہ کچھ جادو سیکھتا ہوگا چنانچہ جتنا سیکھے گا، اتنا ہی جادو زیادہ ہوگا۔''

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص ۶۸۱ تا ۶۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علمِ نجوم دراصل اللہ کے پاس ہے:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال الحافظ عبدالعظیم رحمه الله: والمنهي عنه من علم النجوم هو ما يدعيه أهلها من معرفة الحوادث الآتية في مستقبل الزمان كمجيء المطر ووقوع الثلج وهبوب الريح وتغيير الأسعار ونحو ذلك ويزعمون أنهم يذكرون ذلك بسير الكواكب لاقترانها وافتراقها وظهورها في بعض الأزمان وهذا علم استأثر الله تعالى به لا يعلمه أحد غيره فأما ما يدرك من طريق المشاهدة من علم النجوم الذي يعرف به الزوال وجهة القبلة وكم مضى وكم بقي فإنه غير داخل في النهي.

حضرت حافظ عبدالعظیم علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس علمِ نجوم سے روکا گیا ہے جس کے ذریعے نجومی یہ دعویٰ کرے کہ وہ آئندہ زمانے میں ہونے والے واقعات کو جانتا ہے جیسے بارش برسنا، اولے پڑنا، ہوائیں چلنا اور نرخ کے اتار چڑھاؤ وغیرہ ان کا خیال ہے کہ وہ یہ ستاروں کی رفتار سے معلوم کرتے ہیں کیونکہ وہ ملتے اور

الگ ہوتے رہتے ہیں اور کسی وقت دکھائی بھی دے دیتے ہیں حالانکہ یہ ایسا علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، کسی اور کے پاس نہیں تاہم اس کے ذریعے دیکھنے میں جو یہ آتا ہے کہ زوال کا پتہ چلائیں، قبلہ کی جانب معلوم کریں، کتنا وقت گزرا اور کتنا باقی ہے وغیرہ تو ان سے نہیں روکا گیا۔

(لوائح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص، ۶۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

و شگون بد را اعتبار نکنند و آن را تأثیر ندانند و نیز مرض یکی به دیگری ندانند که تجاوز کند و از مریضی به صحیحی برسد که مخبر صادق۔ علیه و علی اله الصلوة والسلام۔ از این هر دو منع فرموده است: لا طیرة و لا عدوی، یعنی شگون بد را اصل ثابت نیست و مرض یکی به دیگری رسیدن مطلق متحقق نه۔

و سخن کاهن و منجم را اعتبار نکنند و امور غیبیه از اینها استفسار ننمایند و اینها را عالم به امور غیبیه نه دانند که در شریعت به مبالغه منع آن آمده است و سحر نکنند و ساحری را کار نفرمایند، که حرام قطعی است و قدم راسخ در کفر دارد و هیچ کبیره از سحر و ساحری نزدیکتر به کفر نیست، احتیاط باید کرد که دقیقه ای از دقایق آن به فعل نیاید، که آمده است که مسلم تا زمانی که اسلام دارد، سحر از وی در وجود نیاید و چون ایمان از وی جدا گردد۔ اعاذنا الله سبحانه۔ آن زمان سحر از وی متحقق شود۔ پس گویا سحر و ایمان نقیض یکدیگر اند، اگر سحر است، ایمان نیست۔ نیک رعایت این دقیقه باید کرد تا خللی در کار خانه ایمان نیفتد و به شومی این عمل، اسلام از دست نرود۔

یعنی شگون بد کا کوئی اصل نہیں ہے اور بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا بھی مطلقاً ثابت نہیں ہے اور کاہن اور نجومی کی بات پر بالکل اعتبار نہ کریں اور غیبی چیزیں ان سے نہ پوچھیں اور ان کو غیبی امور کا جاننے والا نہ سمجھیں کہ شریعت میں ان سے روکنے کے متعلق بڑا مبالغہ آیا ہے۔ (ابوداؤد شریف، مشکوۃ) اور جادو نہ کریں اور جادوگر کے پاس نہ جائیں کہ قطعی حرام ہے اور اس کا قدم کفر میں بڑا مضبوط ہے اور کوئی کبیرہ گناہ بھی جادو اور جادوگری سے زیادہ کفر کے نزدیک نہیں ہے۔ احتیاط کرنا چاہئے کہ اس فعل کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ بھی نہ کیا جائے کہ آیا ہے کہ مسلمان جب تک مسلمان ہے جادو اس سے وجود میں نہیں آسکتا۔ اور جب اس سے ایمان جدا ہو جائے (اللہ اس سے بچائے) تو اس وقت اُس سے جادو سرزد ہوگا۔ پس گویا کہ جادو اور ایمان ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اگر جادو ہے تو ایمان نہیں ہے اس نقطہ کی اچھی طرح رعایت کرنی چاہیے تا کہ ایمان کے کارخانہ میں خلل نہ پڑے اور اس عمل کی نحوست سے ایمان ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۴۱، ج، ۲، ص، ۴۲۹، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وکون السحر اشراکا مبنی علی اعتقاد التأثیر منه دون الله والتطیر والتکهن والسحر علی اعتقاد التأثیر کفر وکذا الذي تطیر له او تکهن له او سحر له ان اعتقد ذلك وصدقه کفر والا فحرام ولیس بکفر فعلی الاول معنی قوله علیه السلام (لیس منا من تطیر او تطیر له او تکهن او تکهن له او سحر او سحر له) انه کافر وعلی الثاني لیس من اهل سنتنا وعامل طریقتنا ومستحق شفاعتنا واما تعلیق التعویذ وهو الدعاء المجرب او الآیة المجربة او بعض اسماء الله تعالی لدفع البلاء فلا بأس ولکن ینزعه عند الخلاء والقربان

الى النساء كذا فى التاتار خانية وعند البعض يجوز عدم النزع إذا كان مستورا بشئ والاولى النزع كذا فى شرح الكردي على الطريقة۔

ترجمہ: اگر جادو کو مستقل طور پر موثر مانتا ہے تو وہ مشرک ہے۔اسی طرح فال، کہانت اور جادو کو مستقل طور موثر سمجھنا کفر ہے اسی طرح جس کیلئے کہانت کی جائے یا فال نکالی جائے یا جادو کیا جائے وہ بھی کافر ہے اگر چہ وہ ان امور کو مستقل طور پر مانتا ہو۔اسی طرح ان امور کے حق عقیدہ رکھنے والے کی تصدیق کرنے والا بھی کافر ہے۔اگر عقیدہ نہیں رکھتا لیکن ان کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ کافر تو نہیں لیکن فاسق ضرور ہے اور وہ بندہ حرام فعل کا مرتکب سمجھا جائیگا۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ ہم سے نہیں جو فال نکالتا ہے یا اس کیلئے فال نکالی جاتی ہے یا کہانت کرتا ہے یا اس کیلئے کہانت کی جاتی ہے یا جادو کرتا ہے یا اس کیلئے جادو کیا جاتا ہے۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی مراد ہے کہ اگر وہ ان امور کو مستقل طور موثر سمجھتا ہے تو وہ خارج از اسلام ہے۔اگر وہ ان امور کو مستقل طور موثر تو نہیں سمجھتا لیکن ان کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ فاسق و فاجر ہے۔اب لیس منا کا معنیٰ ہوگا کہ وہ ہماری سنت کے خلاف کرتا ہے اور سنت کے خلاف کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔اس لئے لیس منا کا معنی فقہاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کیا ہے۔یعنی ایسا بندہ اہل سنت نہیں اور نہ ہی ہماری طریقت پر ہے اور نہ ہی وہ ہماری شفاعت کا مستحق ہے۔

تعویذ گلے میں ڈالنا جائز ہے اس لئے کہ تعویذ ایک دعا مجرب کا نام ہے اس میں آیت قرآنی ہوتی ہیں یا اس میں بعض اسماء الہیہ لکھے جاتے ہیں۔اور ان سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ بلا ٹل جائے۔

ایسے تعویذ کیلئے ہدایت کردی جائے کہ قضاء حاجت (یعنی پیشاب اور پاخانہ) کے وقت اور عورت سے جماع کرتے وقت اتار دے۔ کذافی التاتار خانیہ

بعض فقہاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں:

تعویذ کو ان اوقات میں بھی اتارنا ضروری نہیں اس لئے کہ وہ تعویذ کسی شئے (کپڑے، چمڑے، چاندی وغیرہ) سے پوشیدہ ہوتا ہے لیکن اتارنا افضل ہے۔ کذافی شرح الکردی علی الطریقۃ۔

(تفسیر روح البیان، ج،۴،ص، ۴۷۳،سورۃ الحجر،تحت الایت،۱۵،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ہرگز وہ عمل مت کرنا کہ وہ جادو ہے

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

یکے از مریدان حضرت ایشان نقل کردہ کہ دران ایام کہ از بادشاہ نمامت بعضے اعدائے دین بحضرت ایشان گزندے رسیدہ بود، شخصے از دانایان افسوس و رقیہ بامن گفت کہ چند اسم بزبان ہندی می دانم، اگر از وقت پیشین تا نماز دیگر آن تمام خوانی، دشمن ہمان روز ہلاک گردد و این معنی از مجربات است و آن اسماء را بر قطعہ کاغذے نوشتہ داد کہ در چوب سقف خانہ خواہی نہاد۔ آن اسماء را از وے آموختم و آن کاغذ را در سقف خانہ نگاہ داشتم۔ بخاطر خود مقرر کردم کہ فردا روز سہ شنبہ است، آنرا بخوانم۔ ناگاہ شب حضرت ایشان را نجواب دیدم کہ گویا انگشت سبابہ در دندان خود می گزیدند و می فرمایند کہ از یاران ما این عمل بسیار عجب

است، زنهار آن را بعمل نیاری که سحر ست، ناچار ترک نمودم۔ بعد از ان سلطان از ایذائے ایشان نادم و پشیمان گردید، و ایشان را از گوالیار طلبید۔ حضرت ایشان بوطن مالوف خود تشریف آوردند۔ من بملازمت آنحضرت مشرف گشتم، عالم عالم مردم بدیدن ایشان می آمدند، و من بخاطر کردم که اگر ایشان بالمشافهه ازان عمل منع فرمایند بے آنکه من اظهار نمایم، آن عمل را خواهم گذاشت، والا یکبار تیرے بر جگر آن عدو خواهم زد۔

سه روز حضرت ایشان در سهرند ماندند، هر سه روز بخدمت ایشان بهمین نیت می رقم، سیوم روز از مجمع خلائق رخصت شده باندرون می رفتند که در دروازه درون ایستاده شدند و گفتند که فلانے را بطلبید۔ من حاضر شدم، فرمودند آن اسماء هندی را نخواهی خواند که آن سحر ست، از روئے انفعال ادا انکارے کردم۔ فرمودند که: "چرا چنین می گوئی؟ حالانکه آن آسامی را از فلان ساحر آموختهٔ ۔" نام همان شخص بردند که من از وے آموخته بودم" و کاغذے که آن اسماء مذکوره را نوشته دار؟؟؟ در خانۂ کود در فلان چوب سقف نهادهٔ، هر چند آن عمل در تاثیر همچنان ست که وے گفته، اما سحر حرام ست، برو آنرا پاره کن۔" من سر در پیش انداختم، فرمودند که: "بامن، عهد کن آن را شق کنی و گرد آن عمل نه گردی۔" دست مرا بر دست خود زنده۔ مرا از معائنۂ این خارق دهشت فرو گرفت و در حیرت گم گشتم که هیچ کس برین سر مطلع نساخته بودم، بالفور در خانه آمده آن کاغذ را پاره کردم۔

ترجمہ: حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ کے ایک مرید نے بتایا کہ جن دنوں میں آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) کو بادشاہ کے ہاتھوں اور دین کے دشمنوں کی چغل خوری کی بناء پر گزند پہنچا تھا ایک شخص جو افسوں اور منتر سے واقف تھا مجھ سے کہنے لگا کہ میں ہندی میں چند اسم جانتا ہوں کہ ظہر کے وقت سے عصر کی نماز تک اگر وہ پڑھ لو، تو اسی دن دشمن ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ چیز مجرب ہے اس نے وہ اسم ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دیئے کہ مکان کی چھت کی لکڑی میں رکھ دو میں نے اس سے وہ اسم سیکھ لیے اور وہ اسم والا کاغذ مکان کی چھت میں رکھ دیا میں نے دل میں طے کیا کہ کل منگل کو وہ پڑھوں گا ناگاہ میں نے رات کو حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گویا آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) اپنے دانتوں میں کلمہ کی انگلی دبا کر فرما رہے ہیں کہ میرے مرید اور ایسا عمل کریں بڑے تعجب کی بات ہے ہرگز وہ عمل مت کرنا کہ وہ جادو ہے پھر مجبوراً میں نے اسے ترک کر دیا اس کے بعد بادشاہ اس ایذا رسانی سے نادم اور شرمندہ ہوا اور آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) کو گوالیار سے بلوایا اور آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) اپنے وطن تشریف لے آئے میں آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا ایک عالم آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) کے دیدار کو آ رہا تھا میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ میرے سامنے مجھے اس عمل سے منع فرمائیں گے بغیر اس کے کہ میں اس کا اظہار کروں تو میں اس عمل کو چھوڑ دوں گا ورنہ ایک بار تو دشمن کے جگر پر تیر ضرور ماروں گا حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ تین دن تک سرہند شریف میں رہے اور میں تینوں دن حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ کی خدمت میں اسی نیت سے گیا تیسرے دن آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی ﷺ) مجمع خلائق سے رخصت ہو کر مکان میں تشریف لے جا رہے تھے کہ دروازے میں اندر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بلاؤ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ وہ ہندی اسم مت پڑھنا کہ وہ جادو ہے میں نے شرمندگی کی وجہ سے اس کا انکار کیا

آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ ایسی بات کیوں کہتے ہو تم نے وہ اسم فلاں جادوگر سے سیکھے ہیں (آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اس جادوگر کا نام بتایا جس سے میں نے سیکھا تھا) اور وہ کاغذ جس پر اس نے وہ اسم لکھ کر دیئے تھے تم نے اپنے گھر کی چھت کی فلاں لکڑی میں رکھ دیئے ہیں وہ عمل اپنی تاثیر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بتایا تھا لیکن جادو حرام ہے۔ جاؤ اور اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے سر جھکا دیا آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے فرمایا کہ ''مجھ سے وعدہ کرو کہ اس کو پھاڑ ڈالو گے اور اس عمل کے قریب بھی نہ جاؤ گے'' پھر آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا (وعدہ کرانے کو) مجھے اس کرامت سے دہشت ہونے لگی اور میں حیرت میں گم ہو گیا کیونکہ یہ بات میں نے کسی کو نہیں بتائی تھی میں پھر فوراً گھر آیا۔ اور اس کاغذ کو چاک کر دیا۔

(حضرات القدس، ص، ۱۹۳، ۱۹۴ محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

فصل ثالث:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ

ترجمہ: اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔

یعنی لبید کی جادوگر لڑکیاں، جنہوں نے حضور ﷺ کے بال تانت دھاگے پر گرہیں لگا کر پھونکیں ماریں، اس سے معلوم ہوا کہ جادوگر کے دم میں اثر ہے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ کر دم کرنے میں تاثیر ہے، لہٰذا آیت قرآنیہ بیماروں پر پڑھ کر گنڈے بنانا، ان میں گرہیں لگانا جائز ہے، حضور ﷺ بیماروں پر دم فرماتے تھے

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الفلق، الآیۃ، ۴، ص، ۹۸۶)

سورۃ فلق کے تحت فرماتے ہیں،

ان کو خیال ہوا کہ یہ لاٹھیاں رسیاں چل رہی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے **یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی** حضور انور ﷺ کے خیال پر یہی اثر ہوا تیسرے یہ کہ دفع جادو کیلئے دعائیں جائز، تعویذ و منتر کرنا جائز ہے، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نبی کی عقل کو جادو سے محفوظ رکھتا ہے، تاکہ تبلیغ دینی میں رکاوٹ نہ ہو، پانچویں یہ کہ بال اور ٹوٹی کنگھی باہر نہ پھینکنا چاہیے، محفوظ جگہ ڈالے کہ اس پر جادو بہت ہوتا ہے

(ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الفلق، الآیۃ، ص، ۹۸۶)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲، ھ لکھتے ہیں:

وفي مرسل يحيى بن يعمر عن عبد الرزاق: حتى أنكر بصره، فدخل عليه أصحابه يعودونه فخرجوا من عنده وهم يرون أنه لما به [مطبوب] وفي رواية عمرة عن عائشة عند البيهقي: فكان يذوب وما يدري وما وجعه فاشتكى لذلك أياما. وفي رواية أبي ضمرة عند الإسماعيلي: مكث أربعين ليلة. وفي رواية وهيب عند الإمام أحمد: ستة أشهر، حتى إذا كان ذات يوم وهو عندي دعا الله عز وجل ثم دعا ثم قال: »يا عائشة أشعرت أن الله أفتاني فيما استفتيته فيه؟« قلت: وما ذاك يا رسول الله؟ قال: أتاني رجلان وفي حديث

ابن عباس: جبريل وميكائيل- فقعد أحدهما عند رأسي- قال الدمياطي: هو جبريل- والآخر عند رجلي. ثم قال أحدهما لصاحبه- وفي حديث ابن عباس: فقال ميكائيل: يا جبريل إن صاحبك شاك. قال: أجل. قال: وما وجع الرجل؟ فقال: مطبوب. قال: ومن طبه؟ قال: لبيد بن الأعصم اليهودي. قال: فبماذا؟ قال: »في مشط ومشاطة- وفي لفظ: مشط ومشاقة وجفت طلع نخلة ذكر. «وفي حديث عائشة من طريق ابن عيينة، فقال الذين عند رأسي . «قال الحافظ: »وكأنها أصوب . «وفي حديث ابن عباس عند البيهقي قال: وأين هو؟ قال: في بئر ذي أروان- وفي لفظ: بئر ذروان- وفي حديث ابن عباس عند ابن مردويه: وهو بئر ميمون في كدية تحت صخرة في الماء. قال: فما دواء ذلك؟ قال: تنزح البئر ثم تقلب الصخرة فتؤخذ الكدية فيها مثال إحدى عشرة عقدة فتحرق فإنه يبرأ بإذن الله تعالى.-

ترجمہ: یحیٰ بن یعمر نے عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو اپنی بصارت عجیب لگنے لگی۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ ان کی رائے یہی تھی کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ امام نے ام المومنین مائی عائشہ صدیقہ، عتیقہ، طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی طبیعت گھٹنے لگی۔ لیکن اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ آپ ﷺ کو کئی روز تک یہ شکایت رہی۔ حضرت اسماعیل علیہ الرحمہ نے حضرت ابوضمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ تکلیف چالیس روز رہی۔ امام احمد نے چھ ماہ کا قول کیا ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ایک رات آپ ﷺ میرے ہاں جلوہ افروز تھے آپ ﷺ نے دعا مانگی۔ پھر دعا مانگی پھر فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس چیز کے بارے بتا دیا ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھتا تھا۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس دو آدمی (حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام) آئے۔ ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا۔ (دمیاطی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) دوسرا میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: (میکائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا: ''اے جبرائیل! علیہ السلام) کیا تمہارے اس صاحب ﷺ کو کوئی تکلیف ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' پہلے آدمی نے پوچھا: ''انہیں کیا تکلیف ہے؟'' دوسرے نے کہا: ''انہیں جادو کیا گیا ہے۔'' اس نے پوچھا: ''انہیں کس نے جادو کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''لبید بن اعصم یہودی نے۔'' پہلے شخص نے پوچھا: ''کس چیز کے ساتھ؟'' اس نے کہا: ''کنگھی کے ایک ٹکڑے کو اور چند بالوں کو کھجور کے خوشہ کے پردے میں رکھ کر۔'' پہلے نے پوچھا: ''یہ چیزیں کہاں ہیں؟'' اس نے کہا: ''اروان یا ذروان کے کنویں میں۔'' ان اشیاء کو پانی میں سخت پتھر کے نیچے رکھا گیا ہے۔'' پہلے شخص نے پوچھا: ''ان کا علاج کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''کنویں کا پانی نکالا جائے پھر پتھر کے نیچے سے یہ چیزیں نکال لیں جائیں۔ اس میں گیارہ گرہیں لگی ہیں۔ اگر انہیں کھول دیا جائے تو وہ اذن الٰہی سے شفاء یاب ہو جائیں گے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۳، ص۴۱۰، ۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۔ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

كما يذم علم السحر والطلسمات وهو حق إذ شهد القرآن له وأنه سبب يتوصل به إلى التفرقة بين الزوجين وقد سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم ومرض بسببه حتى أخبره جبريل عليه السلام بذلك وأخرج السحر من تحت حجر في قعر بئر۔

ترجمہ: جیسے علم سحر اور طلسمات کو برا کہتے ہیں حالانکہ علم سحر حق ہے۔ اس لئے کہ قرآن اس کا شاہد ہے کہ سحر ایک سبب ہے جس کو خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

حضور ﷺ پر جادو کا قصہ: حضور سرور عالم ﷺ پر کسی نے جادو کیا تھا اس کے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی اور وہ جادو ایک کنویں کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثالث، ج۱، ص۵۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

في مدة مكثه صلى الله عليه وسلم مسحورا: وقع في رواية أبي ضمرة عند الإسماعيلي في صحيحه أنه صلى الله عليه وسلم مكث أربعين ليلة. وفي رواية وهيب عن هشام عند الإمام أحمد ستة أشهر. ويمكن الجمع بينهما بأن تكون الستة أشهر من ابتداء تغير مزاجه والأربعين يوما من استحكامه. قال السهيلي: لم أقف على شيء من الأحاديث المشهورة على قدر المدة التي مكث صلى الله عليه وسلم فيها من السحر، حتى ظفرت به في جامع معمر [ابن راشد] عن الزهري قال: »سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة۔

ترجمہ: آپ ﷺ پر جادو کا اثر کتنی مدت رہا؟ حضرت اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ چالیس روز تک اس سے متاثر رہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مدت چھ ماہ لکھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ طبیعت مبارکہ کے تغیر سے یہ مدت چھ ماہ بنتی ہو اور اس کا صحیح اثر چالیس روز تک رہا ہو۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ''مجھے صحیح روایات سے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ ﷺ کتنی دیر تک اس کے زیر اثر رہے حتیٰ کہ میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے آگاہ ہوا جسے جامع معمر میں لکھا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک سال تک اس سے متاثر رہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۳، ص۴۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

الرَّابِعَةُ- وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي النُّشْرَةِ، وَهِيَ أَنْ يَكْتُبَ شَيْئًا مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ أَوْ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ يَغْسِلُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِ الْمَرِيضَ أَوْ يَسْقِيهِ، فَأَجَازَهَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ. قِيلَ لَهُ: الرَّجُلُ يُؤْخَذُ عَنِ امْرَأَتِهِ أَيُحَلُّ عَنْهُ وَيُنْشَرُ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَمَا يَنْفَعُ لَمْ يُنْهَ عَنْهُ. وَلَمْ يَرَ مُجَاهِدٌ أَنْ تُكْتَبَ آيَاتٌ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ تُغْسَلُ ثُمَّ يُسْقَاهُ صَاحِبُ الْفَزَعِ. وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقْرَأُ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي إِنَاءٍ ثُمَّ تَأْمُرُ أَنْ يُصَبَّ عَلَى الْمَرِيضِ. وَقَالَ الْمَازِرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللهِ: النُّشْرَةُ أَمْرٌ مَعْرُوفٌ عِنْدَ أَهْلِ التَّعْزِيمِ، وَسُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا تَنْشُرُ عَنْ صَاحِبِهَا أَيْ تُحَلُّ. وَمَنَعَهَا الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، قَالَ النَّخَعِيُّ: أَخَافُ أَنْ يُصِيبَهُ بَلَاءٌ، وَكَأَنَّهُ ذهب إلى أنه ما يجي به القرآن فهو إلى أن يعب بلاءً أَقْرَبُ مِنْهُ إِلَى أَنْ يُفِيدَ شِفَاءً. وَقَالَ الْحَسَنُ: سَأَلْتُ أَنَسًا فَقَالَ: ذَكَرُوا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا مِنَ الشَّيْطَانِ. وَقَدْ رَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ: مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ. وَهٰذِهِ آثَارٌ لَيِّنَةٌ وَلَهَا وُجُوهٌ مُحْتَمَلَةٌ، وَقَدْ قِيلَ: إِنَّ هٰذَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَتْ خَارِجَةً عَمَّا فِي كِتَابِ اللّٰهِ وسنة رسوله عليه السلام، وعن المُدَاوَاةِ الْمَعْرُوفَةِ. وَالنُّشْرَةُ مِنْ جِنْسِ الطِّبِّ فَهِيَ غسالة شي لَهُ فَضْلٌ، فَهِيَ كَوُضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ وَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ. قُلْتُ: قَدْ ذَكَرْنَا النَّصَّ فِي النُّشْرَةِ مَرْفُوعًا وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلْيُعْتَمَدْ عَلَيْهِ.

مسئلہ نمبر ۴: علماء نے، النُّشْرَةِ، کے بارے اختلاف کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے یا قرآن کریم میں سے کوئی شئے لکھے پھر اسے پانی کے ساتھ دھوئے پھر اسے مریض پر ملے یا اسے پلائے، تو حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ آپ کو کہا گیا: وہ آدمی جسے اپنی بیوی سے لے لیا جاتا ہے (یعنی اس پر کوئی جادو، منتر کر دیا جاتا ہے) تو کیا وہ اس سے کھولا جائے گا اور اسے کوئی دم تعویذ کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، اور جو چیز نفع دیتی ہے اسے اس سے منع نہ کیا جائے۔ اور حضرت سیدنا امام مجاہد رضی اللہ عنہ کی یہ رائے نہیں کہ تو قرآن کریم کی آیات لکھے پھر انہیں دھوئے اور پھر اسے گھبراہٹ والے آدمی کو پلایا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں پانی پر معوذتین پڑھتی تھیں پھر آپ حکم دیتی تھیں کہ اسے مریض پر انڈیل دیا جائے۔ مازری ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اہل تعزیم (دم کرنے والے) کے نزدیک نشرہ (دم، تعویذ) امر معروف ہے، اور اسے یہ نام دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اپنے صاحب کی گرہ کھول دیتا ہے (بیماری ختم کر دیتا ہے)۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت نخعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: مجھے خوف ہے کہ اسے کوئی مصیبت اور بلا آپہنچے، گویا کہ آپ اس طرف گئے ہیں کہ یہ وہ ہے جس کے ساتھ قرآن کو مٹایا گیا ہے اور اس کا اپنے پیچھے کسی آزمائش اور مصیبت تک پہنچانا اس سے زیادہ قریب ہے کہ یہ شفا کا فائدہ دے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے نشرہ کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان کے عمل میں سے ہے''۔ (سنن ابی داؤد: کتاب الطب، باب النشرۃ: جلد: ۲: صفحہ: ۱۸۴: ایضاً: باب فی النشرۃ: حدیث نمبر ۳۳۷۰) علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ آثار لینہ ہیں اور ان کے لئے کئی وجوہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ تحقیق کہا گیا ہے: بے شک یہ اس معنی پر محمول ہیں کہ جب یہ اس سے باہر ہو جو کچھ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں سے ہے، اور معروف علاج سے باہر ہو۔ اور نشرہ طب کی جنس سے ہے پس یہ ایک چیز کا دھوون ہے جو اس کے لئے بہتر ہے، پس یہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کی طرح ہوا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب اس میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو اور تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ (دم) کرے''۔

(صحیح مسلم: کتاب الطب، استحباب الرقی بالعین: جلد: ۲: صفحہ: ۲۲۴-۲۲۳)

میں (مفسر) کہتا ہوں: تحقیق ہم نے، النُّشْرَةِ، کے بارے مرفوع نص ذکر کی ہے اور یہ کہ وہ نہیں ہوتا مگر کتاب اللہ سے پس چاہیے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

الخامسة- قَالَ مَالِكٌ: لَا بَأْس بِتَعْلِيقِ الكُتُبِ الَّتِي فِيهَا أَسْمَاءُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أَعْنَاقِ المرضى عَلَى وَجْهِ التَبرك بِهَا إِذَا لم يُرِدْ مُعَلِّقُهَا بِتَعْلِيقِهَا مُدَافَعَةَ العَيْنِ. وَهَذَا مَعْنَاهُ قَبلَ أن ينزل به شي مِنَ العَيْنِ. وَعَلَى هَذَا القَوْلِ جماعةُ أَهْلِ العِلْمِ، لَا يجوز عِنْدَهُمْ أَنْ يُعَلَّقَ عَلَى الصحيح من البهائم أو بنى آدم شي مِنَ العَلَائِقِ خَوْفَ نُزُولِ العَيْنِ، وَكُلُّ مَا يُعَلَّقُ بَعْدَ نُزُولِ البَلَاءِ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِتَابِهِ رَجَاءَ الفَرَجِ وَالبرءِ مِنَ اللهِ تَعَالَى، فَهُوَ كَالرُّقَى المباح الَّذِي وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِإِبَاحَتِهِ مِنَ العَيْنِ وَغَيْرِهَا. وَقَدْ رَوَى عبد الله بن عمرو قال قال رسول اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي نَوْمِهِ فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَسُوءِ عِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يحضرونِ (. وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُعَلِّمُهَا وَلَدَهُ مَنْ أَدْرَكَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لم يُدْرِكْ كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا عَلَيْهِ. فَإِنْ قِيلَ: فَقَدْ رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ. وَرَأَى ابنُ مَسْعُودٍ عَلَى أُمِّ وَلَدِهِ تميمةً مَرْبُوطَةً فَجَبَذَهَا جَبْذًا شَدِيدًا فَقَطَعَهَا وَقَالَ: إِنَّ آلَ ابنِ مَسْعُودٍ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ التَّمَائِمَ وَالرُّقَى وَالتِّوَلَةَ مِنَ الشِّرْكِ. قِيلَ: مَا التِّوَلَةُ؟ قَالَ: مَا تحببت بِهِ لِزَوْجِهَا. وَرُوِيَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الجهَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ عَلَّقَ تميمةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ له وَمَنْ عَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ قَلْبًا. قَالَ الخَلِيلُ بنُ أَحْمَدَ: التَّمِيمَةُ قِلَادَةٌ فِيهَا عُوذٌ، وَالوَدَعَةُ خَرَزٌ. وَقَالَ أَبُو عُمَرَ: التَّمِيمَةُ فِي كَلَامِ العَرَبِ القِلَادَةُ، وَمَعْنَاهُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مَا عُلِّقَ فِي الأَعْنَاقِ مِنَ القلائد خشية العين أو غيرها

ان تَنْزِلَ أَوْ لَا تَنْزِلَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ. فَلَا أَتَمَّ اللهُ عَلَيْهِ صِحَّتَهُ وَعَافِيَتَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً- وَهِيَ مِثْلُهَا فِي المعنَى- فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ، أَيْ فَلَا بَارَكَ اللهُ لَهُ مَا هُوَ فِيهِ مِنَ العَافِيَةِ. وَاللهُ أَعْلَمُ. وَهَذَا كُلُّهُ تحذِيرٌ مما كَانَ أَهْلُ الجاهِلِيَّةِ يَصْنَعُونَهُ مِنْ تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ وَالقَلَائِدِ، وَيَظُنُّونَ أَنَّهَا تَقِيهِمْ وَتَصرِفُ عَنْهُمُ البَلَاءَ، وَذَلِكَ لَا يَصرِفُهُ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُوَ المعَافِي وَالمبتَلِي، لَا شرِيكَ لَهُ. فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا كَانُوا يَصْنَعُونَ مِنْ ذَلِكَ فِي جَاهِلِيَّتِهِمْ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا تَعَلَّقَ بَعْدَ نُزُولِ البَلَاءِ فَلَيْسَ مِنَ التَّمَائِمِ. وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ تَعْلِيقَ التَّمِيمَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ قَبْلَ نُزُولِ البَلَاءِ وَبَعْدَهُ. وَالقَوْلُ الأَوَّلُ أَصَحُّ فِي الأَثَرِ وَالنَّظَرِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى. وَمَا رُوِيَ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ يجوزُ أَنْ يُرِيدَ بِمَا كُرِهَ تعليقه غير القرآن أشياء مأخوذة عن العراقيين وَالكُهَّانِ، إِذِ الاِسْتِشْفَاءُ بِالقُرْآنِ مُعَلَّقًا وَغَيْرَ مُعَلَّقٍ لَا يَكُونُ شرِكًا، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: " مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ" فَمَنْ عَلَّقَ القُرْآنَ يَنْبَغِي أَنْ يَتَوَلَّاهُ اللهُ وَلَا يَكِلَهُ إِلَى غَيْرِهِ، لِأَنَّهُ تَعَالَى هُوَ المرْغُوبُ إِلَيْهِ وَالمتَوَكَّلُ عليه في الاستشفاء بالقرآن. وسئل ابنُ المسَيَّبِ عَنِ التَّعْوِيذِ أَيُعَلَّقُ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ فِي قَصَبَةٍ أَوْ رُقْعَةٍ يحرز فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَهَذَا عَلَى أَنَّ المكتُوبَ قُرْآنٌ. وَعَنِ الضَّحَّاكِ أَنَّهُ لم يَكُنْ يَرَى بَأْسًا أَنْ يُعَلِّقَ الرَّجُلُ الشيءَ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِذَا وَضَعَهُ عِنْدَ الجماعِ وَعِنْدَ الغَائِطِ. وَرَخَّصَ أَبُو جَعْفَرٍ محمَّدُ بنُ عَلِيٍّ فِي التَّعْوِيذِ يُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ. وَكَانَ ابنُ سِيرِينَ لَا يَرَى

بأسًا بالشيءِ من القرآنِ يعلِّقهُ الإنسانُ۔

مسئلہ نمبر ۵: امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس تحریر کو مریضوں کے گلے میں تبرک کے لئے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوں جبکہ اسے لٹکانے والا اس کے لٹکانے کے ساتھ نظر کا دفاع کرنے سے نڈھال اور عاجز نہ ہو۔ اور یہی اس کا معنی ہے قبل ان ینزل به شيء من العین (یعنی نظر سے کوئی تکلیف اور مصیبت آنے سے پہلے)۔ اور اسی قول پر اہل علم کی ایک جماعت بھی ہے، ان کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ صحت مند جانوروں یا انسانوں کے گلوں میں نظر لگنے کے خوف سے کوئی چیز لٹکائی جائے، اور ہر وہ چیز جو مصیبت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی کتاب میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے شفا اور کشادگی کی امید رکھتے ہوئے لٹکائی جاتی ہے، تو وہ اس مباح دم کی مثل ہے نظر وغیرہ کی صورت میں جس کا مباح ہونا سنت سے ثابت ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو حالت نیند میں خوف آئے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَسُوءِ عِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ۔ (جامع ترمذی: ابواب الدعوات: جلد: ۲: صفحہ: ۱۹۱: ایضاً: باب ما جاء فی جامع الدعوات الخ: حدیث: ۳۴۵۱: ایضاً: سنن ابی داؤد: باب کیف الرقی: حدیث نمبر ۳۳۹۵: ایضاً: جامع ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ التعلیف: حدیث ۱۹۹۸) اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان بچوں کو یہ سکھاتے تھے جو ادراک رکھتے تھے، اور جو ادراک نہ رکھتے تھے آپ ان کلمات کو لکھتے اور ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔

اور اگر کہا جائے: تحقیق روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی شئ لٹکائی تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا''۔ (المستدرک للحاکم: کتاب الطب: جلد: ۴: صفحہ: ۲۴۱: حدیث: ۷۵۰۳) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ام ولد کے (گلے) میں ایک بندھا ہوا تعویذ دیکھا تو آپ نے اسے انتہائی شدت اور سختی کے ساتھ کھینچا اور اسے توڑ دیا اور فرمایا: بے شک آل ابن مسعود اس شرک سے مستغنی ہے، پھر فرمایا: بے شک تعویذ، دم اور التولہ یہ سب شرک ہیں۔ پوچھا گیا: یہ تولہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ جس کے ساتھ عورت اپنے خاوند کی محبوب ہو جائے۔ (ایضاً: جلد: ۴: صفحہ: ۲۴۱: حدیث ۷۵۰۵) اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے تعویذ لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اس کو مکمل نہ کرے گا اور جس نے ودعہ (منکا) لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اطمینان عطا نہیں کرے گا''۔ (ایضاً: جلد: ۴: صفحہ: ۲۴۰: حدیث: ۷۵۰۱: ایضاً: سنن ابی داؤد: باب فی تعلیق التمائم: حدیث نمبر ۳۳۸۵)

خلیل بن احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے: کلام عرب میں تمیمہ سے مراد قلادہ ہے، اور اہل علم کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ نظر یا مصائب کی انواع میں سے کسی کے خوف سے قلائد میں سے جو گلوں میں لٹکایا جائے تو گویا حدیث میں معنی یہ ہوا کہ جو کوئی اس تکلیف کے ڈر سے گلے میں لٹکاتا ہے جس کے نازل ہونے کی امید ہو یا یہ کہ وہ مصیبت نہ آئے اس کے آنے سے پہلے لٹکاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی صحت وعافیت کو مکمل نہ کرے۔ اور جس نے کوئی منکا وغیرہ لٹکایا۔ اور یہ معنی میں اس کی مثل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے اطمینان نہ دے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے برکت عطا نہ کریگا جس میں اس کے لئے عافیت ہو۔ واللہ اعلم۔ اور یہ سب اس سے ڈرانا ہے جو اہل جاہلیت تعویذات اور قلائد لٹکانے کا عمل کرتے تھے، اور یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ انہیں بچاتے ہیں اور ان سے آزمائش اور مصائب کو پھیر دیتے ہیں، حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا، وہی عافیت عطا فرمانے والا ہے اور وہی مبتلا کرنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس عمل سے منع فرمایا جو دور جاہلیت میں وہ کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو آزمائش اور مصیبت آنے کے بعد

لٹکایا گیا وہ تمائم (تعویذات) میں سے نہیں ہے، حالانکہ بعض اہل علم نے ہر حال میں آزمائش آنے سے پہلے اور اس کے بعد تعویز لٹکانے کو مکروہ قرار دیا ہے، ناپسند کیا ہے۔ پہلا قول اثر و نظر میں زیادہ صحیح ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ آپ نے قرآن پاک کے سوا ان چیزوں کو لٹکانا ناپسند کیا جو قیافہ شناسوں اور کاہنوں سے لی گئی ہوں، کیونکہ قرآن سے شفا طلب کرنا چاہئے اسے لٹکایا گیا ہو یا نہ لٹکایا گیا ہو وہ شرک نہیں ہے، اور آپ ﷺ کا ارشاد: ''جس نے کوئی شئے لٹکائی تو اسے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا''۔ (المستدرک للحاکم: کتاب الطب: جلد: ۴: صفحہ: ۲۴۱: حدیث: ۷۵۰۳) تو جس نے قرآن گلے میں لٹکایا تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کا والی بن جائے اور وہ اسے کسی غیر کے حوالے نہیں کرے گا، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رغبت رکھی گئی ہے اور قرآن سے شفا طلب کرنے میں اسی پر توکل کیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے تعویذ کے متعلق پوچھا گیا: کیا یہ لٹکایا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ بانس کی لکڑی یا کپڑے کے ٹکڑے میں محفوظ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ لکھا ہوا قرآن ہو۔ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کوئی حرج نہیں جانتے کہ آدمی کتاب اللہ میں سے کوئی شئے گلے میں لٹکائے بشرطیکہ وہ جماع اور بول و براز کے وقت اسے اتار دے۔ حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے بچوں کو تعویذ پہنانے کے بارے رخصت دی ہے۔ اور حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ قرآن پاک میں سے کسی شئے کے بارے کوئی حرج نہ دیکھتے کہ انسان اسے لٹکائے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۲، ج ۱۰، ص ۲۰۶، ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ مفتی سندھ عبداللہ جان نعیمی، دار العلوم مجددیہ نعیمیہ والے نے لکھا:

حدیث اول:

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ رَأَى فِي عُنُقِي خَيْطاً فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْتُ: خَيْطٌ رُقِيَ لِي فِيهِ قَالَتْ: فَأَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ: أَنْتُمْ آلَ عَبْدِ اللهِ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ۔

ترجمہ: بی بی زینت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی زوجہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میری گردن میں دھاگا دیکھا پس سوال کیا کہ کیا ہے یہ تو میں نے کہا میرے لئے دم کیا ہوا دھاگا ہے تو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ پس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو لے کر کاٹ ڈالا پھر کہا کہ تم آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہو۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم: ۴۵۵۲)

حدیث دوم:

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقاً أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيمَةً أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ نہیں پرواہ کرنا اس بات کی کہ تریاق پیوں یا دھاگہ لٹکاؤں اور یا اپنی

طرف سے اشعار کہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۵۵۴)

حدیث سوم:

وَعَن جَابِرٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ: هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيطَانِ

ترجمه: حضرت جابر ﷜ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے نشرہ کے بابت سوال کیا گیا۔ (نشرہ جنون کا دم ہے) تو فرمایا نشرہ شیطانی عمل ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۵۵۳)

حدیث چہارم:

وَعَنِ المُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اكْتَوَى أَوِ اسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ

ترجمه: حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷜ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا جس نے داغ لگایا یا دم کروایا۔ پس بے شک توکل سے بری ہوا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۵۵۵)

برادرانِ اسلام یہ وہ احادیث ہیں جن سے منکرین جواز دم اور تعویذ اور دھاگہ وغیرہ کے ان امور کے شرک اور حرام ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ کے بارے میں علماء محققین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جن کی تصانیف اور اقوال پر مشرق ومغرب کے علماء کرام کا اعتماد ہے وہ علمائے محققین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کیا فرماتے ہیں۔

حدیث اوّل کا جواب:

یہاں دھاگہ سے مراد گنڈے کا نیلا دھاگہ ہے جس پر جادوگر جادو کا دم کر کے مریض کو پہناتے ہیں چونکہ ان کے دم میں مشرکانہ الفاظ ہوتے ہیں۔ بتوں کا توسل وغیرہ اور اس زمانہ میں زمانہ جاہلیت کے گنڈے وغیرہ بہت ہی متعارف تھے۔ اس لئے حضرت عبداللہ ﷜ نے اس گنڈے پہننے کو شرک قرار دیا۔ **کما قال الشیخ عبدالحق الدہلوی۔**

حدیث دوم کا جواب:

اس حدیث کی شرح میں شیخ علی القاری مکی ﷫ فرماتے ہیں

قوله او تعلقت تميمة اى اخذتها علاقة والمراد من التميمة ما كان من تمائم الجاهلية ورقاها فان القسم الذى يختص باسماء الله وكلماته غير داخل فى جملته بل هو مستحب مرجو البركة عرف ذلك من اصل السنة الخ۔

اور شیخ خاتم المحدثین شاہ عبدالحق دہلوی ﷫ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

مراد تمائم جاهلیت ست مثل مهره وناخن درنده ها واستخوانهائے ایشان واما آنچه بقرآن واسماء الٰهی باشد خارج است ازین حکم ومستحب است تعلق وتبرک بدان اه۔

یعنی حدیث پاک میں جس تعویذ کی ممانعت آئی اس سے مراد زمانہ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں الفاظ شرکیہ ہوتے تھے۔ ان کا بنانا استعمال کرنا حرام ہے۔ باقی

اگر تعویذ قرآنی آیات مبارکہ یا اسماء الٰہی سے ہے تو یہ جائز ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔

حدیث سوئم کا جواب:

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

پس مراد بآنچه او را از عمل شیطان داشته رقیه خواهد بود که از عمل شیطان جاهلیت است مشتمل بر اسمائے اصنام و شیاطین یا بزبان عبرانی که معلوم نیست معنی آن نه بقرآن و اسماء الله تعالیٰ اھ۔

یعنی اس سے مراد وہ عمل ہے جسے جاہلیت کے لوگ کرتے تھے جو کہ بتوں کے نام پر مشتمل تھا اس میں شکیہ الفاظ تھے۔ لیکن اگر قرآنی آیات اور اسماء الٰہی سے عمل کئے جائیں تو جائز ہے۔

حدیث چہارم کا جواب:

اس حدیث کی شرح میں شیخ علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قوله او استرقی ای بالغ فی دفع الامراض باستعمال الکلمات التی لیست من اسماء الله تعالی و کلمات کتابه و لا من ادعیة الماثورة من رسول الله ﷺ فقد بریٔ من التوکل ای سقط من درجة التوکل التی هی اعلی مراتب الکمل انتهی۔

ترجمہ: یعنی دفع امراض کیلئے قرآن آیات اور اسماء الٰہی اور ادعیہ ماثورہ کے علاوہ اور کلمات استعمال کرنا متوکلین کی شان سے بعید ہے۔

خیال رہے کہ زمانہ جاہلیت میں داغ اور دم کو دفع مرض کیلئے مستقل علت مانا جاتا تھا اس لئے حضور انور ﷺ نے اس کو توکل کے خلاف قرار دیا۔

لہٰذا مذکورہ احادیث مبارکہ کے متعلق محدثین کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اقوال پیش کئے گئے ان احادیث مبارکہ میں جو بھی نہی وارد ہوئی اس سے مراد ایسا تعویذ یا گنڈہ وغیرہ ہے جس پر الفاظ شرکیہ استعمال ہو۔ باقی ایسا تعویذ یا دھاگہ جو کہ قرآنی آیات اور اسماء الٰہی اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہے وہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور اسی پر قدیم سلف صالحین کا تمام بلادِ اسلام میں عمل ہو رہا ہے۔ اور جو اس کا انکار کرتا ہے اس کا انکار معتبر نہیں۔ اور اس طرح تعویذ وغیرہ پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے جس کا جواز احادیث صحیحہ اور فقہاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے اقوال سے ثابت ہے۔

(تعویز گنڈا، ص ۲۶، ۲۷)

علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۷۰ھ، لکھتے ہیں:

ومن ینکر لا یعبأ به، وقال مالك: لا بأس بتعليق الكتب التي فيها أسماء الله تعالى على أعناق المرضى على وجه التبرك بها۔ وقال مالك: لا بأس بتعليق الكتب التي فيها أسماء الله تعالى على أعناق المرضى على وجه التبرك۔ ورخص الباقر في العوذة تعلق على الصبيان مطلقا، وكان ابن سيرين لا يرى بأسا بالشيء من القرآن يعلقه الإنسان كبيرا أو صغيرا مطلقا، وهو الذي عليه الناس قديما وحديثا في سائر الأمصار۔

ترجمہ: جو شخص (قرآن مجید سے دم اور تعویذ کا) منکر ہے اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس تعویذ میں اسماء الٰہی لکھے

ہوں اس کو برکت کیلئے مریضوں کی گردنوں میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔اور سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ نے بچوں کے بارے میں تعویذ لٹکانے کی مطلقا رخصت دی ہے۔اور حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ قرآن مجید میں سے کسی شئے کے بارے میں کہ انسان بڑا ہو یا چھوٹا ہو اس کی گردن میں لٹکانے میں کوئی حرج نہ دیکھتے تھے۔اور اسی پر قدیم اور جدید اہل اسلام کا تمام شہروں میں معمول رہا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ:۸۲، ج۱۵، ص۱۸۵، ۱۸۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ازین جهت است مکروه رقیه بقران و اسماء الله و صفات وے خاصه نباشد و بالجمله اجماع دارند علماء امت بر کراهت رقیه بغیر کتاب الله و سماء و صفات وے تعالی شانه و اعظم رقیها قرآن عظیم است۔

مذکورہ اقوال سے بھی یہ امر ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور ادعیہ ماثورہ اور کلام رسول اللہ ﷺ پڑھ کر دم کرنا اور تعویذ بنا کر گلے میں باندھنا شرعا جائز اور مستحب ہے اور اسی پر قدیما سلف صالحین کا تمام بلادِ اسلام میں عمل رہا ہے۔ کما لا یخفی۔

مفسر قرآن حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأخرج الديلمي عَن أبي سعيد الخدرِيَ قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم السُورَة الَّتِي يذكر فِيهَا الْبَقَرَة فسطاط الْقُرْآن فَتَعَلَّمُوهَا فَإِن تعلمهَا بركَة وَتركهَا حسرة وَلَا تستطيعها البطلة۔

ترجمہ: امام دیلمی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ سورت جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ قرآن کا خیمہ ہے اس کو سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اس کو کاہن اور جادوگر نہیں سیکھ سکتے۔

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور، ج۱، ص۵۱، مکتبۃ الرحاب، القاہرہ)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ: مَنْ أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ. (مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ) لَمْ يَضُرَّهُ كَيْدُ سَاحِرٍ. وَلَا تُكْتَبُ عَلَى مَسْحُورٍ إِلَّا دَفَعَ اللّٰهُ عَنْهُ السِّحْرَ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی رات کے وقت اپنے بستر پر گیا پھر یہ آیت پڑھی: مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ، کسی جادوگر کی تدبیر اور مکر اسے نقصان نہیں دے گا اور اگر کسی سحر زدہ کو یہ لکھ کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ اس سے سحر دور فرما دے گا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ یونس، تحت الآیۃ:۸۱، ج۸، ص۲۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

روزے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس الله سره العزیز دوات وقلم از پیش خود مراد ادو فرمود که تعویذ بنویس که مرید بجهت دادن تعویذ مجاز مے باید و من ترا اجازت دادم که تعویذ بنویسی و بحاجتمندان بدهی چون تعویذ نوشتن گرفتم شیخ شیوخ العالم در من دید که از نوشتن وعاملول شده ام فرمود که تو همین زمان از نوشتن دعا ملول شدی درانکه حاجتمندان بسیار بردر تو

خواهند آمد و دعا التماس خواهند کرد حال تو چگونه خواهد شد دریں محل چون دیدم که خلوت است در پاے شیخ شیوخ العالم افتادم و گفتم که مخدوم مرا بزرگ گردانید و خلافت خود که بس بزرگ دولتے است۔

ترجمہ: ایک دن میں شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے قلم دوات اٹھا کر مجھے دی اور فرمایا تم تعویذ لکھو کیونکہ مرید کو تعویذ لکھنے کی بھی اجازت ہوئی چاہیے میں تمہیں تعویذ لکھنے کی اجازت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جو حاجت مند تمہارے پاس آئے اسے تعویذ لکھ کر دو میں نے قلم اٹھا کر تعویذ لکھنا شروع کیا اور نہایت افسردہ دلی اور ملالت کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔ شیخ شیوخ العالم علیہ الرحمہ نے مجھ میں ملالت کے آثار دیکھے اور معلوم کیا کہ میں دعا لکھنے سے ملول ہو گیا ہوں تو حضور نے فرمایا مولانا نظام الدین علیہ الرحمہ تم ابھی سے دعا لکھنے سے ملول اور رنجیدہ ہو گئے۔

جس وقت تمہارے پاس بہت سے حاجت مند آئیں گے اور سائل ہجوم کریں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ چونکہ اس وقت بالکل تنہائی تھی میں شیخ شیوخ العالم علیہ الرحمہ کے قدموں میں گر پڑا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ مخدوم نے مجھے بے حد بزرگی عنایت فرمائی ہے اور خلافت کا معزز و ممتاز منصب جس کے مقابلہ میں کوئی دولت و شرف نہیں ہو سکتا۔

(سیر الاولیاء، باب ششم، ص، ۳۵۸، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

معمول اس طرح تھا کہ جب آپ چاہتے تھے کہ کسی کو تعویذ دیں تو یہ کلمات لکھ کر عنایت فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ بازو یا گلے میں باندھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات کلها من شر ماخلق بسم اللہ الذی لا یضر شی فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ترجمہ: ہر بری چیز سے جو پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کاملہ کے ساتھ (ذریعہ) پناہ مانگتا ہوں خدا کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں۔ کہ اس کے پاک نام کے ساتھ کوئی چیز زمین و آسمان میں نقصان نہیں پہنچاتی ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے سوائے اللہ تعالیٰ و عظیم کے کسی کو طاقت و قوت نہیں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ یا حضرت مجدد رضی اللہ عنہ ہم اس تعویذ کے مالک کو تیرے سپرد کیا

(معمولات مظہریہ، ص، ۲۱۳)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

سحر کردن شد حرام اے مرد دوست		بهرِ تمییزِ حق از باطلِ نکوست

ترجمہ: حق اور باطل میں تمیز کرنے کیلئے (جادو سیکھنا) اچھا ہے (ہاں) اے دوست آدمی! جادو کرنا حرام ہے (اور کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۱۹۵)

چیست حجت برفزوں جوئی تو		قوم گفتند اے امیر افزوں مجو

ترجمہ: سرداروں نے کہا! اے محمد ﷺ! زیادہ مت مانگو آخر ہم پر برتری کی کوئی دلیل لاؤ۔

(مفتاح العلوم، دفتر چہارم، ص ۴۴۵)

دہلی وبا کی زد میں:

اسی سال شاہجہان آباد میں وبائے عظیم پھوٹ پڑی۔ ایک ایک دن میں ہزار ہا لوگ مرتے تھے۔ لوگوں نے عاجز آ کر آنجناب (خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ) سے خدمت میں عرض کیا۔ آنجناب (خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ) حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک لکھ کر دیتے تھے۔ مریض کے گلے میں باندھتے ہی اسے شفا ہو جاتی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس مرض پر خواجہ صاحب کا اسم مبارک مجرب ہے۔ اس نام سے وباء دفع ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کا وصال اسی وبا سے ہوا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ جس مریض کے گلے میں میرا نام لکھ کر باندھو گے شفا پائے گا۔ ایک بیسہ اس کی نیاز ہے جب وبا حد سے زیادہ ہوگئی۔ تو حضرت خلیفۃ اللہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ بھی تپ سے بیمار ہو گئے۔ لوگ آنجناب (خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ) کی بلائیں لیتے تھے آنجناب (خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ یہ وبا اس وقت تک نہیں جائے گی جب تک ہم اس بلا کو اپنے اوپر نہ لیں گے۔ بعد ازاں آپ کو اس شدت کا تپ ہوا۔ حتیٰ کہ پندرہ روز تک کچھ نہ کھایا۔ پھر فضلِ الٰہی سے شفائے کلی ہوئی اور خلقت کو بھی اس بلا سے نجات ملی۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۴، ص ۲۰۳)

جب سرہند میں مرض طاعون کا زور ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ وباء کوئی تر لقمہ چاہتی ہے جب تک میں نہ جاؤں گا یہ فرو نہ ہوگی۔ آپ کو بخار ہو گیا اور سوموار کے روز ۹ ربیع الاول کو آپ کا وصال ہو گیا۔ بعض رشتہ داروں نے کہا کہ جدِّ بزرگوار کے مزار میں دفن کرنا چاہیے لیکن حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ نے آپ کو مسجد کے قریب ایک مقام پر دفن کروایا چنانچہ اس سرزمین کی کفیت تجدید الف کی چودھویں سال کے حالات میں لکھی گئی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد جسے بخار ہوتا وہی خواب میں دیکھتا کہ حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ آ کر مریض کو موکلوں کے ہاتھ سے نجات دلواتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اس بلا کو اٹھا لیا ہو تو پھر تم خلقت کو کیوں اس میں پیٹتے ہو۔ بعض نے خواب میں دیکھا کہ جو شخص حضرت اکابر اولیاء خواجہ محمد صادق کا اسم شریف لکھ کر گلے میں باندھے گا وہ مرض طاعون سے بچ جائے گا۔ اکثر آدمیوں نے ایسا کیا اور شفا پائی۔ وباء کے لئے حضرت محمد صادق کا اسم شریف نہایت مجرب ہے۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۴۵۸)

قطب الارشاد حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے نام کا تعویز وباء کو دور کر دیتا:

ایک دفعہ حضرت قیوم چہارم رضی اللہ عنہ کے عہد میں وباء کا زور ہوا۔ آنجناب خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کا اسم مبارک لکھ کر مریض کو دیتے تو گلے میں باندھتے ہی مرض زائل ہو جاتا۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۴۵۹)

پھر تعویز لکھنے اور دینے کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الاقطاب قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں آیا لکھ کر دوں یا نہ۔ شیخ الاسلام قطب الاقطاب حضرت شیخ قطب الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے نہ تیرے ہاتھ میں تعویذ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہے۔ لکھو اور دو۔

بعد میں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میرے دل میں بارہا خیال آتا تھا کہ تعویذ لکھنے کی اجازت مانگوں۔ ایک مرتبہ بدر الدین اسحاق علیہ الرحمۃ جو آپ کے تعویذ لکھا کرتے تھے۔ موجود نہ تھے اور لوگ تعویذ لینے آئے تھے مجھے حکم دیا۔ کہ لکھ کر دو میں نے تعویذ لکھنے شروع کئے لوگ بہت ہو گئے اس لئے مجھے

بہت کچھ لکھنا پڑا اور خلقت کی مزاحمت زیادہ ہوئی۔اس اثناء میں شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو ملول ہو گیا ہے۔میں نے عرض کی جناب کو معلوم ہے فرمایا میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تعویذ لکھ کر دے۔بعد ازاں فرمایا کہ بزرگوں کا ہاتھ سے چھونا بھی کچھ کام رکھتا ہے

(ہشت بہشت،ص ۹۶۷)

چنانچہ اہل حاجات کو تعویذ وغیرہ خود بھی دیدیتے ہیں اور خدام میں سے بھی بعض کو اس کی اجازت دیدیتے ہیں اور خانقاہ میں عصر کے بعد ختم خواجگان دنیوی حاجات کیلئے ہوتا بھی ہے۔

البتہ سالکین کیلئے تعویذ گنڈوں کا زیادہ شغل پسند نہیں فرماتے کہ اول تو اس سے رجوع عوام کا دنیا کیلئے زیادہ ہوتا ہے۔دوسرے جو شخص زیادہ تعویذ لکھتا ہے اس کی نظر تعویذ پر زیادہ ہو جاتی ہے،اللہ تعالیٰ پر کم ہوتی ہے،اس لیے سلب نسبت کا اندیشہ ہے۔تیسرے اگر تعویذ کا اثر ظاہر ہو گیا تو اس کا اپنی کرامت سمجھ کر خوش ہوتا ہے۔اور اس کا سبب ہلاکت ہونا ظاہر ہے۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے،ص ۵۴۱)

مفسر قرآن علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری،قرطبی علیہ الرحمۃ،متوفی ۶۷۱ھ،لکھتے ہیں:

قَالَ: فَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَخْتِمُوا أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَوَّلَ النَّهَارِ. وَمِنْ حُرْمَتِهِ أَلَّا يَكْتُبَ التَّعَاوِيذَ مِنْهُ ثُمَّ يَدْخُلَ بِهِ فِي الْخَلَاءِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غِلَافٍ مِنْ أَدَمٍ أَوْ فِضَّةٍ أَوْ غَيْرِهِ، فَيَكُونُ كَأَنَّهُ فِي صَدْرِكَ وَمِنْ حُرْمَتِهِ إِذَا كَتَبَهُ وَشَرِبَهُ سَمَّى اللهَ عَلَى كُلِّ نَفَسٍ وَعَظَّمَ النِّيَّةَ فِيهِ فَإِنَّ اللهَ يُؤْتِيهِ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ. رَوَى لَيْثٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكْتُبَ الْقُرْآنَ ثُمَّ تَسْقِيَهِ الْمَرِيضَ. وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: مَنْ وَجَدَ فِي قَلْبِهِ قَسَاوَةً فَلْيَكْتُبْ "يس" فِي جَامٍ بِزَعْفَرَانٍ ثُمَّ يَشْرَبُهُ.

فرمایا:لوگ دن کے اور رات کے آغاز میں قرآن کریم ختم کرنا مستحب سمجھتے تھے۔اس کی حرمت میں سے یہ ہے کہ قرآن کریم سے تعویذ نہ بنایا جائے اور پھر اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہو مگر یہ کہ وہ چمڑے یا چاندی وغیرہ کے غلاف میں ہو۔پھر وہ اس طرح ہو جائے گا جیسے تیرے سینہ میں ہے۔اس کی حرمت سے یہ ہے کہ جب وہ قرآن کریم لکھے اور اس کو پیئے تو ہر سانس پر اللہ کا نام لے اور اس میں بڑی نیت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیت کی مقدار ہی اسے عطا فرمائے گا۔حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،فرمایا:اس میں کوئی حرج نہیں کہ تو قرآن کریم لکھے اور پھر مریض کو پلائے۔ابو جعفر سے مروی ہے،فرمایا:جو اپنے دل میں سختی پائے تو وہ زعفران کے ساتھ پیالے میں سورۂ یس لکھے پھر اسے پیئے۔

(تفسیر القرطبی،مقدمۃ المؤلف،باب مایلزم قاری،ج ۱،ص ۲۵،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

مفسر قرآن حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی،متوفی ۹۱۱ھ،لکھتے ہیں:

وَأخرج أَبُو عُبَيْدَة وَأحمد وَالْبُخَارِيّ وَمُسلم وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَابْن ماجة وَالْحَاكِم وَالْبَيْهَقِيّ عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ قَالَ: بعثنَا رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي سَرِيَّة ثَلَاثِينَ رَاكِبًا فنزلنا بِقوم من الْعَرَب فسألناهم أَن يضيفونا فَأَبَوا فلدغ سيدهم فأتونا فَقَالُوا: فِيكُم أحد يرقي من الْعَقْرَب فَقلت: نعم أَنا وَلَكِن لَا أفعل حَتَّى تعطونا شَيْئا قَالُوا: فَإنَّا نعطيكم ثَلَاثِينَ شَاة فَقَالَ: فَقَرَأت عَلَيْهَا الْحَمد سبع مَرَّات فبرأ فَلَمَّا قبضنا الْغنم عرض فِي أَنْفُسنَا مِنْهَا فكففنا حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِي فَذَكرنَا ذَلِك لَهُ قَالَ أما علمت

أَنْهَا رقية اقتسموها واضربوا لي مَعكُمْ بِسَهْم وَأخرج أَحمد وَالبُخَارِيّ وَالْبَيْهَقِيّ فِي سنَنه عَن ابْن عَبَّاس أَن نَفرا من أَصْحَاب رَسُول الله مروا بِمَاء فِيهِ لديغ أَو سليم فَعرض لَهُم رجل من أهل الْحَيّ فَقَالَ: هَل فِيكُم من راق إِن فِي المَاء رجلا لديغا أَو سليما فَانْطَلق رجل مِنْهُم فَقَرَأَ بِفَاتِحَة الْكتاب على شَاءَ فبرأ فجَاء بالشاء إِلَى أَصْحَابه فكرهوا ذَلِك وَقَالُوا: أخذت على كتاب الله أجرا حَتَّى قدمُوا الْمَدِينَة فَقَالُوا: يارسول الله أَخذ على كتاب الله أجرا فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِن أَحَق مَا أَخَذْتُم عَلَيْهِ أجرا كتاب الله۔

ترجمہ: امام ابوعبیدہ، رضی اللہ عنہ احمد، بخاری، مسلم ارابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگی مہم میں تیس شہسواروں کے ساتھ بھیجا ہم ایک عرب قبیلہ کے پاس اترے، ہم نے ان سے مہمان نوازی کا تقاضا کیا تو انہوں نے انکار کر دیا ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا وہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تمہارے درمیان کوئی بچھو کا دم کرنے والا ہے؟ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں میں (دم کرتا ہوں) لیکن میں دم نہیں کروں گا جب تک کہ تم ہمیں کچھ (نذرانہ) نہ دو گے انہوں نے کہا ہم تمہیں تیس بکریاں دیں گے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس پر الحمد شریف سات مرتبہ پڑھی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ جب ہم نے بکریوں پر قبضہ کر لیا تو ہمارے دلوں میں ان بکریوں کے حلال ہونے کے متعلق شبہ پیدا ہوا۔ ہم ان کے کھانے سے رک گئے حتیٰ کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ سارا ماجرا سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے معلوم تھا یہ دم ہے ان بکریوں کو تقسیم کر دو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔

امام احمد، بخاری اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے جس میں بچھو کا ڈسا ہوا یا سانپ کا ڈسا ہوا تھا اس قبیلہ کا ایک فرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا کیا تم مین کوئی دم کرنے والا ہے ہمارے قبیلہ میں ایک شخص ہے جسے بچھو نے کاٹا ہے یا سانپ نے کاٹا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ گیا اور بکریوں کا نذرانہ وصول کرنے کی شرط پر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ پس وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس نذرانہ کو ناپسند کیا اور کہا تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! فلاں شخص نے اللہ کی کتاب پر اجر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۱، ص ۲۰، ۲۱، مکتبہ الرحاب، القاہرہ)

مفسر قرآن حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأخرج أَحْمد وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ وَابْن السّني فِي عمل الْيَوْم وَاللَّيْلَة وَالْحَاكِم وَصَححهُ وَالْبَيْهَقِيّ فِي الدَّلَائِل عَن خَارِجَة بن الصَّلْت التَّمِيمِي عَن عَمه أَنه أَتَى رَسُول الله ثمَّ أقبل رَاجعا من عِنْده فَمر على قوم عِنْدهم رجل مَجْنُون مُوثق بالحديد فَقَالَ أَهله: أعندك مَا تداوي بِهِ هَذَا فَإِن صَاحبكُم قد جَاءَ بِخَير قَالَ: فَقَرَأت عَلَيْهِ فَاتِحَة الْكتاب ثَلَاثَة أَيَّام فِي كل يَوْم مرَّتَيْنِ غدْوَة وَعَشِيَّة أجمع بزاقي ثمَّ أتفل فبرأ فأعطوني مائَة شَاة فَأتيت النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَذكرت ذَلِك لَهُ فَقَالَ كل فَمن أكل برقية بَاطِل فقد أكلت برقية حق۔

ترجمہ: امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ اور حاکم نے (اور انہوں نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے) اور بیہقی نے دلائل میں حضرت خارجہ بن تمیمی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے پھر جب حاضری دیکر واپس آرہے تھے تو ایک قوم کے پاس سے گزرے جن میں ایک پاگل شخص تھا جو لوہے کے سنگلوں سے باندھا ہوا تھا۔ اس مجنون شخص کے گھر والوں نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی اس مریض کا علاج ہے۔ بے شک تمہارا ساتھی (نبی کریم ﷺ) خیر لایا ہے حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کے چچا فرماتے ہیں میں نے اس مجنون پر فاتحہ شریف تین دن پڑھی۔ ہر روز دو مرتبہ صبح و شام اپنی تھوک جمع کر کے اس پر تھوک دیتا تھا۔ پس وہ مجنون ٹھیک ہوگیا۔ انہوں نے مجھے سو بکریاں پیش کیں۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا واقعہ سنایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کھاؤ اور جو باطل دم کے ساتھ کھاتا ہے (اس کے لئے جائز نہیں) تو نے توحق کے دم کے ساتھ کھایا ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۱، ص ۲۱، مکتبہ الرحاب، القاہرہ)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبدالغنی قدس سرہ مایوھم خلافہ اذقال الھیکل والحمائلی المشتمل علی الایات القرانیۃ اذا کان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب ویستفاد منہ ان ماکتب من الایات بنیۃ الدعاء والثناء لایخرج عن کونہ قرانا بخلاف قراءتہ بھذہ النیۃ فالنیۃ تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب اھ

ترجمہ: اور شامی میں سیدی عبدالغنی قدس سرہ سے نقل کرتے ہوئے وہ لکھا ہے جس سے اس کے خلاف وہم پیدا کرتا ہے وہ لکھتے ہیں: جو تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو اگر اس کا خول اس سے الگ ہو۔ جیسے وہ جو موم جامہ وغیرہ کے اندر ہوتا ہے۔ تو اسے لے کر بیت الخلا میں جانا اور جنب کے لئے اُسے چھونا اور لینا جائز ہے۔ اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو آیات بہ نیت دعا و ثنا لکھی گئی ہوں وہ قرآنیت سے خارج نہ ہوں گی بخلاف اُن کے جو اس نیت سے پڑھی جائیں تو نیت منطوق کی تبدیلی میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب کی تبدیلی میں نہیں اھ۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ قبیل باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹)

ومبناہ کما تری علی فھم ان نیۃ الاستشفاء مغیرۃ کنیۃ الدعاء ولم تعمل فی المکتوب فکذلک نیۃ الدعاء اونقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیتہ نیتہ۔

ترجمہ: جیسا کہ پیشِ نظر ہے اس کی بنیاد یہ سمجھنے پر ہے کہ نیتِ دعا کی طرح شفا طلبی کی نیت سے بھی تبدیلی ہوتی ہے اور یہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی تو یہی حکم نیتِ دعا کا بھی ہے یا یوں کہیں کہ شفا طلبی بھی دعا ہی کے باب سے ہے تو شفا طلبی کی نیت بھی نیتِ دُعا ہی ہے۔

ف: مسئلہ فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔

واقول: لیس فاالامر کذا فمعنی القرأۃ بنیۃ الدعاء ان یکون الکلام نفسہ دعاء فیرید بہ انشاءہ لاتلاوۃ الکلام العزیز والاستشفاء دعاء معنوی لایجعل اللفظ بمعنی الدعاء فلیس ھو من بابہ ولا تغییر ایضا فان الذی یقراء اویکتب مستشفیا متبرکا، فانما یرید التبرک والاستشفاء بالکلام العزیز لانہ یخرجہ عن القرانیۃ ثم یستشفی بغیر القران ولو کانت ف ۲ تغیر لجاز ان یقرأ الجنب

القرآن ولو کانت ف۔۳ تغیر لجاز ان یقرأ الجنب القرآن کله بنیة الشفاء فان القرآن من اوله الی اخره نور وهدی، وشفاء وهذا لا یسوغ ان یقول به احد وبالجملة فالمنوی فی الرقیة هو القرآن نفسه لاغیره الا تری ف۔۴ ان بعض الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لمارقی السلیم بالفاتحة علی شاة وجاء بها الی اصحابه کرهوا ذالک وقالوا اخذت علی کتاب الله اجرا حتی، قدموا المدینة فقالوا یارسول الله اخذ علی کتاب الله اجرا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله کما فی الجامع الصحیح عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فلم یخرج الاسترقاء الفاتحة عن کونها کتاب الله مع انها تصلح للدعاء والثناء فکیف بما لا یصلح لهما۔

ترجمہ: واقول اور معاملہ ایسا نہیں کیوں کہ بہ نیتِ دعا پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ کلام خود دعا ہو اور اس سے بجائے تلاوت کے انشائے دُعا کا قصد کرے۔ اور شفا طلبی تو معنوی دعا ہے جو لفظ کو دُعا کے معنی پر مشتمل نہیں کر دیتی لہٰذا وہ اس دعا کے باب سے نہیں۔ اور تبدیلی بھی نہیں اس لئے کہ جو شفا و برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے

وہ کلامِ عزیز ہی سے شفا حاصل کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اسے قرآنیت سے خارج کر لیتا ہے پھر غیر قرآن سے شفا کا طالب ہوتا ہے۔ اگر یہ نیت تبدیلی لانے والی ہو تو جائز ہوگا کہ جنب پورا قرآن بہ نیت شفا پڑھ جائے اس لئے کہ قرآن شروع سے آخر تک سبھی نور و ہدایت اور شفا ہے۔ اور اس جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہوسکتا۔ الحاصل تعویذ میں خود قرآن ہی مقصود ہوتا ہے غیر قرآن مقصود نہیں ہوتا۔ دیکھئے ایک صحابی ﷺ نے کچھ بکریاں لینے کی شرط پر جب سانپ کاٹے شخص کو سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لائے تو انہوں نے اسے مکروہ و ناپسند سمجھا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت حاصل کی، یہاں تک کہ ان حضرات نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حق کتاب اللہ کا ہے جیسا کہ بخاری کی جامع صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے تو تعویذ بنانے اور دم کرنے سے سورہ فاتحہ کتاب اللہ ہونے سے خارج نہ ہوئی جب کہ دعا و ثنا ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا کیا حال ہوگا جو دعا و ثنا بننے کے قابل نہیں۔

ف ۱: تطفل علی سیدی عبدالغنی و ش۔

ف ۲: ت طفل اخر علیهما۔ ف ۳: تطفل ثالث علیهما۔

اما ف۔۱ ما افاد من ان النیة لا تعمل فی المکتوب فاقول نعم ما کتب قرانا ولو فاتحة لا یصح للجنب ان یقول فی نفسه لیس هذا قرانا بل دعاء او یقول لا ارید به قرانا بل دعاء وثناء ثم یمسه اذلا مدخل لارادته فی ظهوره فی هذه الکسوة التی قدتم امرها۔

ترجمہ: اور یہ جو افادہ کیا کہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی تو میں کہتا ہوں ہاں جسے بطور قرآن لکھا گیا اگر چہ وہ سورہ فاتحہ ہی ہو اس سے متعلق یہ نہیں ہوسکتا کہ جنب اپنے دل میں کہے یہ قرآن نہیں بلکہ دعا ہے یا کہے میں اس سے قرآن کا قصد نہیں بلکہ دعا و ثنا کا قصد کرتا ہوں، پھر اسے مس کرے، اس لئے کہ اس کے ارادہ کا اس حصہ قرآن کے اس لباس میں ظاہر ہونے میں کوئی دخل نہ ہوا اس کا کام تو پہلے ہی انجام پذیر ہو چکا ہے۔

ف ۱: مسئلہ لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مگر سورۃ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کر لے کہ یہ ایک دعا ہے اور اسے ہاتھ لگائے یہ

جائز نہیں۔

اما ان ینشیء کتابة مثلها وینوی الدعاء والثنا فاقول قضیة ماقدمت من التحقیق المنع لان الاذن ورد للحاجة ولا حاجة فی الدعاء والثناء الی الکتابة وما ورد علی خلاف القیاس لایتعداه وبه یظهر انه لایؤذن فی کتابة الرقی بالایات وان تمحضت للدعاء والثناء ونواهما فلیراجع ولیحرر والله سبحنه وتعالی اعلم۔

ترجمہ: رہی یہ صورت کہ ازسرِنو وہ اسی طرح لکھے اور دعاوثنا کی نیت رکھے تو میں کہتا ہوں سابقاً میں نے جو تحقیق رقم کی اس کا تقاضا یہی ہے کہ ممانعت ہو اس لئے کہ اجازت حاجت کے باعث ہوئی ہے اور دعاوثنا میں کتابت کی کوئی حاجت نہیں۔اور جو امر خلافِ قیاس وارد ہوتا ہے وہ اپنی جگہ سے متجاوز نہیں ہوتا۔اسی سے ظاہر ہے کہ جب کو آیات کے تعویذات لکھنے کی اجازت نہ ہوگی اگرچہ وہ خالص دُعاوثنا پر ہی مشتمل ہوں اور دُعاوثنا ہی کی نیت بھی ہو۔اس بارے میں مزید مراجعت کی جائے اور اس کا حکم واضح کرلیا جائے۔اور خدائے پاک وبرتر ہی کو خوب علم ہے۔

ف ۲: مسئلہ آیات دعاوثنا کو بہ نیت دعاوثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جب وہ تعویذ کسی نیت سے نہ لکھے جس میں آیات قرآنیہ ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۱، ص۱۱۶، تا ۱۱۲۰، رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسمٰعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال فی آکام المرجان یجوز ان یکتب للمصاب وغیرہ من المرضی شیء من کتاب الله وذکرہ بالمداد المباح ویغسل ویسقی کما نص علی ذلك الامام احمد وغیرہ انتهی واحترز بکتاب الله وذکرہ عما لا یعرف معناہ من لغات الملل المختلفة فانه یحتمل ان یکون فیه کفر واحترز بالمداد المباح عن الدم ونحوہ من النجاساة فانه حرام بل کفر وکذا تقلیب حروف القرآن وتعکیسها۔

ترجمہ: آکام المرجان میں ہے کہ ہر طرح کی بیماری کے لئے سیاہی سے آیات قرآنی لکھنا جائز ہے اور اس کو دھو کر پلانا بھی جائز ہے۔امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے جواز پر نص فرمائی ہے۔

ان تعویذات وغیرہ کے لکھنے سے احتراز کیا جائے جن کے معانی معلوم نہ ہوں اور نہ ہی وہ جو مختلف ادیان کی مختلف زبانوں میں سے ہوں اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ کفریہ کلمات ہوں۔

تعویذات خون اور ایسی ہی نجس چیزوں سے لکھنا حرام بلکہ کفر ہے اسی طرح قرآن مجید کی آیات کا الٹا پڑھنا اور ان کے حروف کو الٹا لکھنا وغیرہ۔

(تفسیر روح البیان، ج۸، ص۵۵۳، سورۃ الاحقاف تحت الایۃ۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا بَأْسَ بِالنُّشْرَةِ۔

ترجمہ: شعبی نے کہا: تعویذ اور دم سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ج۲، ص۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فتاویٰ امام کردی کا قول

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

(قلت) لکن فی فتاوی الامام الکردی فی آخر الفاظ التکفیر بعد ما قاله ائمة الحنفية من المكفرات مانصه، ويحكى عن بعض من لا سلف له انه كان يقول ماذكر فی الفتاوی ان فلاناً يكفر بكذا انما هو للتخويف والتهويل لا لحقيقة الكفر قال وهذا كلام باطل وحاشا ان يلعب امناء الله اعنى علماء الاحكام بالحلال والحرام والكفر والاسلام بل لا يقولون الا الحق الثابت عن سيد الانام محمد ﷺ او ما ادری اجتهاد الامام آخذاً من نص القرآن انزله الملك العلام وشرعه سيد الرسل العظام او قاله الصحب الكرام قال هذا الذی حررته هو كلام المشايخ السابقين العظام بواهم الله بفضله دار السلام۔ انتهى كلامه۔

ترجمہ: حضرت سیدی امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لیکن فتاویٰ امام کردی میں ائمہ حنفیہ کے تکفیری اقوال کے بعد الفاظ تکفیر کے آخر میں یوں فرمایا: اور بعض سے جس کا کوئی سلف نہیں حکایت کی جاتی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ فتاویٰ میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ فلاں ایسا کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ یہ صرف خوف دلانے اور ڈرانے کے لئے ہے نہ کہ حقیقت کفر کے لئے۔ اس نے کہا اور یہ کلام باطل ہے اور اللہ تعالیٰ کے امین یعنی حلال وحرام اور کفر واسلام کے حکام کے علماء اس سے پاک ہیں کہ بے مقصد بات کریں۔ بلکہ وہ نہیں کہتے مگر وہی جو کہ سید الانام حضرت محمد ﷺ سے حق ثابت ہو یا قرآن کریم کی نص سے جسے ملک علام نے نازل فرمایا استدلال کرتے ہوئے امام کا اجتہاد عطا کرے۔ اور اسے سید رسل عظام ﷺ نے بطور شریعت جاری فرمایا ہو یا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہو۔ اس نے کہا کہ یہ جو میں نے چھان پھٹک کی ہے مشائخ سابقہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے دارالسلام میں جگہ بخشے۔ انتہی۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

زنا، چوری، شراب نوشی کی حالت میں خروج ایمان کی حکمت:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال فی الباب الثامن والستين: اعلم ان الحكمة فی ان الايمان يخرج من صاحبه حال الزنا والسرقة وشرب الخمر مثلا انه يخرج، عن صاحبه حتى يحميه من وقوع العذاب الذی عرض نفسه له بالزنا مثلا فان الايمان لا يقاومه شیء وقد اشار الى ذلک، قوله ﷺ (اذا زنى العبد خرج عنه الايمان حتى يصير عليه كالظلة فاذا اقلع رجع اليه الايمان) قال: وما بعد بيان رسول الله ﷺ بيان۔ فعلم ان، خروج الايمان ليس هو لدخول صاحبه فی الكفر وانما خرج ليمنع عنه وقوع العذاب عناية بصاحبه، واطال الشيخ فی ذلک، ثم، قال: وهنا نكتة جليلة خفية وهی ان العبد المؤمن لا يخلص له قط معصية محضة فلا بد ان يشوبها طاعة وتلک الطاعة هی، ايمانه بانها معصية تسخط الله تعالیٰ فهو من الذين خلطوا اعملا صالحا وآخر سيئا عسى الله ان يتوب، عليهم ای يرجع عليهم بالرحمة۔ قال العلماء: وعسى من الله واجبة الوقوع من حيث ان رحمته بالمسلمين سبقت غضبه عليهم۔

ترجمہ: اور ۶۸ ویں باب میں فرمایا: جان لے کہ مثلاً زنا، چوری، شراب نوشی کی حالت میں ان کے مرتکب سے ایمان نکل جانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ اس مرتکب سے خارج ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اسے اس عذاب کے واقع سے بچائے جس کے سامنے اس نے اپنے آپ کو مثلاً زنا کی وجہ سے پیش کردیا ہے۔ پس بیشک ایمان کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی۔ اور اس کی طرف حضور ﷺ کے اس قول کا اشارہ ہے کہ جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے خارج ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اس پر سائبان کی طرح ہوجاتا ہے۔

پس جب وہ اس سے رک جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اور رسول کریم ﷺ کے بیان کے بعد کوئی بیان نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا نکلنا وہ اس لئے نہیں کہ مرتکب کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔ وہ تو اس پر عنایت کے طور پر خارج ہوجاتا ہے تاکہ اس سے وقوع عذاب کو روکے۔ اور معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے یہاں طویل گفتگو کی ہے۔

پھر فرمایا یہاں ایک جلیل القدر نکتہ مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندۂ مومن کے لئے کبھی بھی خالصتاً محض معصیت نہیں ہوتی۔ تو ضروری ہے کہ اس میں طاعت کا شائبہ ہو۔ اور وہ طاعت اس کا ایمان ہے کہ یہ معصیت ہے۔ اس کی وجہ اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ پس وہ ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اچھے اور برے اعمال کو مخلوط کردیا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یعنی ان پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے۔ علماء نے فرمایا کہ ایسا اللہ تعالیٰ سے واجب الوقوع کے معنوں میں ہوتا ہے اس حیثیت سے کہ مسلمانوں پر اس کی رحمت ان پر اس کے غضب سے پہلے ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۸۳، ۳۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

حضور سیدنا سلطان المشائخ خواجہ فرید عطار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

گرمئ وصلش چو دریا درکشد		مست لا یعقل مشو مخمور باش
کنج وحدت گیر چوں عطار پیش		بس بکنجے در شو ومستور باش

ترجمہ: اس کے وصال کی گرمی کو دریا کی طرح کھینچ، مست بے عقل نہ ہو (محبت میں) مدہوش ہو

وحدت کا کنارہ پکڑ عطار کی طرح سامنے آ، پھر گھر کے کونے میں ہو اور چھپا ہوا ہو

وآنکه سرّے از اسرار دوست بیروں داده است از سر جان خود ساخته است

ترجمہ: جو شخص دوست کے اسرار میں سے کوئی سر ظاہر کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھونے۔

(سیر الاولیاء، باب ہشتم، ص، ۴۸۵، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں:

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز مے فرمود از زلف قرب خواهد قوله تعالی: لیقربونا الی اللہ زلفی۔ یعنی تا اینکه مقرب گردانند مارا بسوے خدا نزدیک گردانیدن واز لون جنت واز چشم نظر رحمت او ولتصنع علی عینی۔ یعنی واز براے نظر رحمت بر من وکفر پوشیدن باشد وزلف را ازان کافر گویند که او دانۂ خال در پوشد مصرع: کافر نشوی قلندری کار تو نیست۔ یعنی تا هستی واعمال

وصدق بر تو پوشیدہ نشود دعوی عشق از تو درست نیاید و تا از نفس مرتد نشوی کار نکنی۔

جناب سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ زلف کے لفظ کو قرب خداوندی پر محمول کرنا چاہیے اور یہ لفظ سن کر **قولہ تعالیٰ:** لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی۔ (سورۃ الزمر: ۳) کا تصور کرنا مناسب اور لفظ نون سے جنت، چشم سے نظر رحمت خدا۔ قرآن میں آیا۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ۔ (سورۃ طٰہٰ: ۳۹) شاعر لوگ زلف کو کافر باندھتے ہیں اس لیے کہ کفر کے معنے پوشیدہ ہونے کے آتے ہیں چونکہ زلف بھی دانہ خال کو چھپا لیتی ہے اس سبب سے اسے زلف کہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

کافر نشوی قلندری کار تو نیست

ترجمہ: کافر نہ ہو قلندری تیرا کام نہیں ہے۔

یعنی تاوقتیکہ تو مدعی ہستی کا ہے اور اعمال صدق تجھ پر پوشیدہ نہ ہوں تیرا عشق کا دعوی کرنا درست نہیں ہے ہاں عشق کا مدعی اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ نفس سے مرتد ہو۔

(سیر الاولیاء، باب نہم، ص، ۵۰۴، ۵۰۵، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد)

مجلس شوریٰ کی طرف سے آخر میں عرض کرتے ہیں کہ مولانا محمد بشیر القادری صحو و سکر والا باب پڑھو۔

تفصیلی فہرست

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۱	**باب نمبر ۲۲**	۱
۲	صدی کا مجدّد۔	۱
۳	اور بے شک یہ بات تجدید (دین) میں سے ہے کہ سنت زندہ ہوجائے اور بدعت مٹ جائے۔	۱
۴	ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کا دین تازہ کرے گا۔	۲
۵	علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی، قدس سرہ۔	۲
۶	علماء فرماتے ہیں کہ مجدد صرف وہی ہوگا جو ظاہری اور باطنی علوم کا عالم ہوگا۔	۲
۷	علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۲
۸	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ۔	۲
۹	احسان خداوندی، جسم کا مسلسل بیماریوں میں مبتلا ہونا۔	۳
۱۰	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے خلاف غلط بیانی۔	۳
۱۱	قطب کی علامت۔	۳
۱۲	ہر دور میں قطب کی علامت اس کا مصائب و تکالیف اور اس پر انکار کی کثرت برداشت ہے۔	۴
۱۳	فقیر کا مرتبہ کمال۔	۵
۱۴	تمکن فی المقام سے پہلے اور بعد کی صورتحال۔	۵
۱۵	سیّدی ابراہیم المتبولی علیہ الرحمۃ کا واقعہ۔	۶
۱۶	حاسدوں کی تہمت کی کیفیت۔	۶
۱۷	تکذیب وایذاء میں نکتہ اور اس کی وضاحت۔	۷

۱۸	قطبیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، کیونکہ کائنات کا یہ خاصہ ہے کہ وہ قطب کی طرف رجوع کرتی ہے۔	۸
۱۹	اس امت کے لیے ایسا عالم پیدا کرے گا جو بدعات اور خرافات کو مٹا کر دین کو تازہ کرے گا۔	۸
۲۰	اگر کوئی اللہ کا ولی پہاڑ کو حرکت کا حکم دے تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے۔ وہ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔	۹
۲۱	**باب نمبر ۲۳**	۱۱
۲۲	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے لکھا، مجدد تو صدی کا ہوتا ہے۔	۱۱
۲۳	یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی، مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے۔	۱۱
۲۴	مجدد اعظم۔	۱۱
۲۵	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔	۱۱
۲۶	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ۔	۱۲
۲۷	تمام اولیاء رحمہم اللہ کے دروازے بند ہونے کی طرف گھوم چکے۔	۱۲
۲۸	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۱۳
۲۹	علامات تجدید الف ثانی۔	۱۶
۳۰	رسول اور نبی میں فرق۔	۱۶
۳۱	یہ مجدد الف ثانی کہاں سے آیا۔	۱۷
۳۲	داؤد قیصری جو فصوص کے شارح ہیں۔	۱۷
۳۳	فضیلت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ	۱۷
۳۴	علامہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی مظہری، حنفی، علیہ الرحمہ	۲۰
۳۵	مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے پہلے صرف صدی کے مجدد ہوا کرتے تھے۔	۳۸
۳۶	دیوبندیوں علامہ مفتی منظور نعمانی نے لکھا۔	۳۹
۳۷	شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ	۳۹
۳۸	نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مانگا۔	۳۹
۳۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت۔	۳۹
۴۰	حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک یہودی مشرف بہ اسلام ہوا۔	۴۰

۴۱	ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔	۴۰
۴۲	شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں۔	۴۰
۴۳	اب یہ گیارہویں صدی ہجری ہے دیکھیے اس دولت کا سکہ کس کے نام رہتا ہے۔	۴۰
۴۴	اب نوح علیہ السلام کہاں ہیں جن کی دعا سے طوفان آئے اور سطح زمین سے اس تیرگی کو دھوڈالے۔	۴۱
۴۵	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۱
۴۶	شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی۔	۴۲
۴۷	آپ مجدد ہیں سو (۱۰۰) سال کے بعد کے مجدد نہیں بلکہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہزار (۱۰۰۰) سال کے بعد والے مجدد ہیں۔	۴۲
۴۸	امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مشائخ کے خلاف کلام اور اس کی حقیقت۔	۴۶
۴۹	مقام و مرتبہ امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ۔	۴۷
۵۰	ہزار سالہ مجدد کی فضیلت دیکھیے۔	۴۸
۵۱	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی مظہری، حنفی، علیہ الرحمۃ	۴۹
۵۲	مسئلہ: یہ بات ممکن ہے کہ بعض اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بعض انبیاء علیہم السلام کے بچے ہوئے خمیر سے پیدا ہوئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خمیر سے پیدا ہوئے ہوں۔	۵۱
۵۳	حضرت خواجہ ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے حدیث صلہ کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔	۵۳
۵۴	مجدد الف ثانی۔	۵۵
۵۵	ختم العلماء الراسخین الشیخ احمد الفاروقی الکابلی النقشبندی السرہندی رضی اللہ عنہ کی مثال سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی کا معاملہ ہے	۵۶
۵۶	(امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کے لیے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔	۶۳
۵۷	اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے۔	۶۴
۵۸	ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے۔	۶۷

۵۹	اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔	۶۹
۶۰	ہزار سال بعد حضور ﷺ کی امت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر کمل ہوں گے۔	۷۱
۶۱	بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں۔	۷۳
۶۲	اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علما میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے علیہ السلام پیدا ہونے کا وقت ہے اور پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے۔ جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کے قائم مقام ہو۔	۷۳
۶۳	امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ہمارے زمانے سے لے کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں کسی اور کو حاصل نہ ہونگے۔	۷۴
۶۴	حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک ہو، وہاں دوسرے کی کیا گنجائش ہے۔	۷۴
۶۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ۔	۷۵
۶۶	حضور ﷺ کے تبعین میں سے ایک ہزار سال کے بعد ایک شخص کو مقامِ خلت میں استقرار عطا فرمادیا۔	۷۵
۶۷	رسول اللہ ﷺ کو اس دنیا میں لوگ کیا پاسکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں۔	۸۹
۶۸	خادموں پس خوردہ کھانے والے میں سے کسی خادم کو وراثت اور تبعیت کے طور پر جگہ دے دیں اور طفیلی کی حیثیت سے اس بارگاہ کا محرم کردیں۔	۸۹
۶۹	شب معراج میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔	۱۰۳
۷۰	کہ ''ہم خود اس جہان کے نگہبان ہیں۔ اس جہان سے چلے گئے ہیں۔ لیکن اس جہان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔	۱۱۰
۷۱	اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔	۱۱۴
۷۲	**باب نمبر ۲۴**	۱۱۵
۷۳	یزید بن معاویہ۔	۱۱۵

۷۴	ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزند دلبند سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں۔	۱۱۵
۷۵	الجواب۔	۱۱۵
۷۶	کیا یزید کو خلافت کا حق تھا؟	۱۱۵
۷۷	علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی۔	۱۱۵
۷۸	یزیدیوں کو حضور ﷺ نے باغی فرمایا تھا۔	۱۱۷
۷۹	یزید مستحق لعنت ہے؟	۱۱۷
۸۰	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمۃ	۱۱۷
۸۱	**باب نمبر ۲۵**	۱۳۲
۸۲	اذن، امر کی حقیقت۔	۱۳۲
۸۳	الجواب: امر نہیں، اذن۔	۱۳۳
۸۴	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ۔	۱۳۳
۸۵	امر واذن میں فرق:	۱۳۴
۸۶	حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ کے قول کی حقیقت اعلیٰ حضرت کے نزدیک۔	۱۳۴
۸۷	صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔	۱۳۵
۸۸	**باب نمبر ۲۶**	۱۳۶
۸۹	قدم اپنے وقت۔	۱۳۶
۹۰	قدم مبارک کے بارے میں تیس سال پہلے خبر دے دی۔	۱۳۹
۹۱	علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، شطنوفی، علیہ الرحمۃ،	۱۳۹
۹۲	حضرت سیّدنا شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی۔	۱۴۱
۹۳	علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ، لکھتے ہیں۔	۱۴۱
۹۴	حضرت سیّدنا شیخ ابواحمد عبداللہ جونی علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی۔	۱۴۲
۹۵	حضرت سیّدنا ابوالوفا کاکیس علیہ الرحمۃ کی پیش گوئی۔	۱۴۲
۹۶	حضرت سیّدنا شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق علیہ الرحمۃ	۱۴۳

۹۷	حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کلام۔	۱۴۴
۱۰۰	شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہمارے اس وقت میں سلطان العارفین ہیں۔	۱۴۴
۱۰۱	رسول اللہ ﷺ کے اس وقت نائب ہیں۔	۱۴۵
۱۰۲	حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا شیخ سوید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں۔	۱۴۶
۱۰۳	حضرت سیّدنا شیخ رسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۶
۱۰۴	حضرت سیّدنا شیخ خلفیہ النہر ملکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۸
۱۰۵	اولیاء آپ کو کیسے سلام کرتے تھے؟	۱۴۸
۱۰۶	اس کے وقت میں تمام (اولیاء) اس کے عیال ہیں۔	۱۴۹
۱۰۷	حضرت سیّدنا ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان۔	۱۴۹
۱۰۸	حضرت سیّدنا شیخ مسلمہ بن نعمۃ سروجی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی۔	۱۵۰
۱۰۹	حضرت سیّدنا شیخ ماجد الکروی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان۔	۱۵۰
۱۱۰	رجال غیب کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا۔	۱۵۱
۱۱۱	مشائخ کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توقیر وادب کرنا۔	۱۵۱
۱۱۲	اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمام ولیوں کے افسر ہیں اور تمام اولیاء اللہ کی باگ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔	۱۵۲
۱۱۳	جنات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حکمرانی۔	۱۵۲
۱۱۴	حضرت سیّدنا شیخ ابوسعید علی القیلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۳
۱۱۵	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ۔	۱۵۴
۱۱۶	اس سے مراد آپ کے ہم عصر اولیاء ہیں۔	۱۵۴
۱۱۷	الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۱۵۴
۱۱۸	شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا اور وہ بادشاہ وقت ہیں۔	۱۵۵
۱۱۹	حضرت سیّدنا شیخ عقیل منجی رحمۃ اللہ علیہ کی پشین گوئی۔	۱۵۵
۱۲۰	شیخ محی الدین اس زمانہ میں اسرار الاولیاء کے پھول ہیں۔	۱۵۷
۱۲۱	حضور سیّدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سلطان الاولیاء ہیں۔	۱۵۹

۱۲۲	حضرت سیّدنا شیخ حماد علیہ الرحمہ کا آپ کی تعظیم کرنا۔	۱۶۴
۱۲۳	اس شخص کا ظہور پانچویں صدی میں ہوگا، یہ شخص صدیقین اور اوتاد واقطاب زمانہ سے ہوگا۔	۱۶۵
۱۲۴	اولیائے وقت اور رجال غیب کا آپ کو مبارکباد دینا۔	۱۶۵
۱۲۵	باب نمبر ۲۷	۱۷۹
۱۲۶	خاتم الولایت ابن عربی۔	۱۷۹
۱۲۷	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۱۷۹
۱۲۸	الجواب: مقام ختمیت کی نفیس بحث۔	۱۷۹
۱۲۹	صاحب ختم ہر زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے ولایت خاصہ اسی پر ختم ہوتی ہے اور وہی دور کا شیخ اکبر ہوتا ہے۔	۱۸۰
۱۳۰	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ	۱۸۰
۱۳۱	پس ہر زمانے میں ایک نہ ایک ولی قائم رہتا ہے۔	۱۸۰
۱۳۲	حضرت خواجہ شاہ نقشبند علیہ الرحمہ نے فرمایا ابن عربی اپنے وقت کے خاتم الولایت ہیں۔	۱۸۱
۱۳۳	خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۱۸۱
۱۳۴	ابن عربی علیہ الرحمہ کو خاتم ولایت محمدی متعین کرنا اپنے تمام پیران نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے۔	۱۸۱
۱۳۵	مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں۔	۱۸۱
۱۳۶	اور اس کو جھوٹ اور گناہ کبیرہ قرار دینے کی کیا دلیل ہے؟	۱۸۱
۱۳۷	جو تمام نقشبندیوں مجددیوں کا انکار ہے لہٰذا ہم اپنے پیروں کا انکار نہیں کرتے۔	۱۸۱
۱۳۸	ولی کو نبی پر جزئی فضیلت ہونا۔	۱۸۱
۱۳۹	ولی کی ولایت، نبی کی ولایت ہی کا حصہ ہوتی ہے۔	۱۸۳
۱۴۰	حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۱۸۳
۱۴۱	باب نمبر ۲۸	۱۸۵
۱۴۲	سیّد قطب۔	۱۸۵
۱۴۳	پیر سیف الرحمان! پہلے اگر ولی اللہ بھی تھا تو اس خواب کی تصدیق کے بعد ولایت اس سے بھاگ چکی ہے اور اب محض رسمی پیر رہ گیا ہے۔	۱۸۵

۱۴۴	قطب الاقطاب ہمیشہ سیّد ہی ہوگا امام مہدی سیّدوں میں سے ہوں گے۔	۱۸۶
۱۴۵	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ۔	۱۸۶
۱۴۶	علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی۔	۱۸۷
۱۴۷	حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امامت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔	۱۸۷
۱۴۸	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۱۸۷
۱۴۹	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ۔	۱۸۸
۱۵۰	شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمۃ، لکھتے ہیں۔	۱۸۹
۱۵۱	علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ۔	۱۸۹
۱۵۲	غلاموں کی سماجی حیثیت۔	۱۸۹
۱۵۳	اسلام نے غلاموں کو جو اعزاز بخشا۔	۱۹۰
۱۵۴	اس وقت اسلام نے ہی حریت کا نعرہ بلند کیا اور غلاموں کو ذلت اور پستی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر آزاد انسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔	۱۹۰
۱۵۵	حضرت سیّدنا امام زہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا۔	۱۹۳
۱۵۶	:تم میں سے کوئی ''میرا غلام'' اور ''میری باندی'' نہ کہے۔ تم سبھی مملوک ہو، رب تو سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔	۱۹۵
۱۵۷	کسی سیّد صاحب نے بڑی عزت و رفعت کے ساتھ ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔	۱۹۵
۱۵۸	حضرت سادات کرام نے جب اپنے نانا جان علیہ السلام کی سنت کی پرواہ نہ کی تو ذلت کا منہ دیکھا۔	۱۹۵
۱۵۹	مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ کے والد کا اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت۔	۱۹۵
۱۶۰	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۱۹۵
۱۶۱	احادیث متفقہ فضائل اہل بیت (علیہم الرضوان)۔	۱۹۶
۱۶۲	**باب نمبر ۲۹**	۲۰۰
۱۶۳	غوث اعظم رضی اللہ عنہ افضل یا مجدد اعظم رضی اللہ عنہ افضل۔	۲۰۰
۱۶۴	سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں، خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا۔	۲۰۰
۱۶۵	محبتِ ذاتی و محبتِ صفاتی کا فرق۔	۲۰۲

۱۶۸	جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا اور استغفار کیا۔	۲۰۳
۱۶۹	اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔	۲۰۵
۱۷۰	ہمارے خواجہ (قطب الارشاد محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) نے لکھا تھا کہ تمہارے (حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔	۲۰۶
۱۷۱	مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔	۲۰۷
۱۷۲	جسے صحو میں لائے ہیں اور بقاسے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائز اور وارد ہو رہے ہیں۔	۲۰۸
۱۷۳	جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔	۲۰۸
۱۷۴	جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔	۲۰۹
۱۷۵	اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر موجود رہتا ہے۔	۲۱۰
۱۷۶	حضرت سیّدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تصنیفات کا مقام۔	۲۱۲
۱۷۷	ہم نے خود کو شریعت میں ڈال دیا ہے اور حضور انور ﷺ کی روشن سنت کی خدمت میں ہم قائم ہیں۔	۲۱۵
۱۷۸	صحو میں تھوڑا سکر ایسا ہے جیسے نمک طعام میں۔	۲۱۶
۱۷۹	مقالہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مکتوبات کے آئنہ میں صحو و سکر کے بارے میں لکھتے ہیں۔	۲۱۸
۱۸۰	تو وہ سکر کے عالم میں کہا ہوگا۔	۲۲۷
۱۸۱	دعوت کا کامل ترین مقام۔	۲۲۸
۱۸۲	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ۔	۲۳۱
۱۸۳	**باب نمبر ۳۰**	۲۳۳
۱۸۴	ایک بزرگ کو دوسرے بزرگ پر فضیلت دینا۔	۲۳۳
۱۸۵	مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔	۲۳۳
۱۸۶	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ۔	۲۳۳
۱۸۷	**باب نمبر ۳۱**	۲۳۶
۱۸۸	مقام عبدیت وصدیقیت سے اوپر مقام، بطور اعتراض۔	۲۳۶
۱۸۹	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا۔	۲۳۶

۱۹۰	مولانا بشیر القادری صاحب کیا کسی مسلمان نے بھی غوثِ اعظم ﷺ سے فوق ہونے کا دعویٰ آج تک نہیں کیا؟	۲۳۹
۱۹۱	کیا یہ عظیم ترین گستاخی ہے؟ یہ آپ کا دعویٰ کہاں تک سچا ہے درج ذیل عبارات پڑھ کر فیصلہ کریں۔	۲۳۹
۱۹۲	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ۔	۲۳۹
۱۹۳	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ۔	۲۴۱
۱۹۴	شاہ غلام علی دہلوی، قدس سرہ، علیہ الرحمۃ۔	۲۴۱
۱۹۵	ولایت میں شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ کا مقام۔	۲۴۳
۱۹۶	مقام عبدیت وصدیقیت کے اوپر مقام ہے۔	۲۴۳
۱۹۷	شیخ محمد اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی۔	۲۴۳
۱۹۸	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۲۴۳
۱۹۹	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ۔	۲۴۴
۲۰۰	الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۲۴۴
۲۰۱	اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں۔	۲۴۵
۲۰۲	جواب نمبر (۳)	۲۴۶
۲۰۳	دس مقامات کو طے کئے بغیر نہایت النہایت تک رسائی ممکن نہیں۔	۲۴۶
۲۰۴	علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں۔	۲۴۷
۲۰۵	علامہ محمد بن پیر علی برکلی آفندی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۸۱ھ، لکھتے ہیں۔	۲۴۸
۲۰۶	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۲۴۹
۲۰۷	مقام رضا۔	۲۴۹
۲۰۸	عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں۔	۲۴۹
۲۰۹	رضا دو قسم پر ہے۔	۲۵۰
۲۱۰	**باب نمبر ۳۲**	۲۵۲
۲۱۱	سوال: (۸۳) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں۔	۲۵۲
۲۱۲	فیض کے واسطے۔	۲۵۲

۲۱۳	تو اور کون ہے جو غوث اعظم سے اپنا بالا و برتر مقام ہونے کے زعم اور گھمنڈ میں مبتلا ہو۔	۲۵۳
۲۱۴	فیوض و برکات کے دو راستے ایک قرب نبوت دوسرا قرب ولایت۔	۲۵۴
۲۱۵	اے بیٹے کمالات نبوت کا حصول محض بخشش اور اس کی نوازش و مہربانی پر موقوف ہے۔	۲۷۴
۲۱۶	کہ کمالات ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔	۲۷۶
۲۱۷	ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں **مطروح فی الطریق** (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔	۲۷۷
۲۱۸	مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا گیا ہے جو کہ استاد ازل نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔	۲۷۸
۲۱۹	مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو تبعیت اور وراثت سے تمام کمالات حاصل ہیں۔	۲۷۸
۲۲۰	ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ جس سے غوث الاعظم علیہ الرحمۃ واصل ہوئے۔	۲۷۸
۲۲۱	استدراک۔	۲۷۹
۲۲۲	مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ ﷺ سے وافر حصہ ملا ہے۔	۲۸۰
۲۲۳	**باب نمبر ۳۳**	۲۸۱
۲۲۴	یہاں کے لوگ خاندان نقشبند میں اب بیعت ہوتے جاتے ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا ہے۔	۲۸۱
۲۲۵	ہمارے نزدیک خاندان عالیشان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ و افضل ہے اور تبدیل شیخ بلا ضرورت شرعیہ جائز نہیں۔	۲۸۱
۲۲۶	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کی فضیلت۔	۲۸۲
۲۲۷	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ	۲۸۲
۲۲۸	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ۔	۲۸۲
۲۲۹	قیامت تک بلواسطہ یا بلا واسطہ تمہارا وسیلہ پکڑنے والوں کو بخش دیا ہے۔	۲۸۲
۲۳۰	ت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۲۸۳
۲۳۱	امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لئے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آبائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی طرف سے ہے۔	۲۸۳
۲۳۲	علامہ ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی علیہ الرحمۃ۔	۲۸۳
۲۳۳	عربوں سے محبت کی تین وجوہ۔	۲۸۶

۲۳۴	عربوں سے محبت رکھنے والا جنتی اور بغض رکھنے والا دوزخی ہے۔	۲۸۶
۲۳۵	حضور ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب جل جلالہ کے حضور۔	۲۸۷
۲۳۶	ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیز گار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔	۲۸۹
۲۳۷	اور حضور ﷺ سے مروی ہے: ہر شے کے لئے کان ہے اور تقوی کی کان اولیاء کے دل ہیں۔	۲۹۰
۲۳۸	سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی سبقت کی چہار وجوہات۔	۲۹۲
۲۳۹	حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا تقدم۔	۲۹۲
۲۴۰	اہل سنت کی فضیلت۔	۲۹۲
۲۴۱	مارے طریقہ کا مدار ان تین چیزوں پر ہے۔	۲۹۳
۲۴۲	اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین) کی قسمیں۔	۲۹۳
۲۴۳	یہ حضرات بدعت تو کجا رخصت پر عمل کرنے سے بھی کامل اجتناب کرتے ہیں۔	۲۹۴
۲۴۴	ہمارا طریقہ عروہ وثقی ہے یعنی مضبوط رسی۔	۲۹۵
۲۴۵	ہم اللہ کے فضل والے لوگ ہیں۔ ہاں ہاں اگر فضل نہ ہو تو دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں کیسے درج ہو۔	۲۹۶
۲۴۶	موت کے بعد اس کو ضرور یہ سب کچھ دے دیں گے۔	۲۹۷
۲۴۷	اس طریق کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا۔ تاہم نہایت کی دولت سے بے نصیب نہ رہے گا۔	۳۰۰
۲۴۸	اگر انصاف سے کام لیں گے تو شاید باور کر لیں۔	۳۰۰
۲۴۹	دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کی ایک جماعت ہمیں کہتی ہے۔	۳۰۱
۲۵۰	شائبہ ظلیت سے بھاگ کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں اور تجلیات سے اعراض کر کے متجلی کو طلب کرتے ہیں اور ظہورات کو پیچھے چھوڑ کر ظاہر کو ابطن بطون میں چاہتے ہیں اور جب کہ ابطنیت میں مختلف مراتب ہیں۔ اس لیے ایک ابطنیت سے دوسری ابطنیت کی طرف جاتے ہیں اور اس دوسری ابطنیت سے تیسری ابطنیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جہاں تک اللہ چاہیے۔	۳۰۱
۲۵۱	یہ اوصاف وشمائل تو اس بلند طریقہ نقشبندیہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو حاصل ہیں ہرگز یہ بات نہیں۔	۳۰۳
۲۵۲	ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین) کا طریقہ صحبت ہے اور انکی تربیت انعکاسی ہے اس بناء پر۔	۳۰۴

۲۵۳	ان کی نظر امراض قلبیہ کو شفا دیتی ہے اور انکی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔	۳۰۴
۲۵۴	طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔	۳۰۷
۲۵۵	شہرت میں آفت۔ اور صحبت سے مراد موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی، شرط ہے جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا۔	۳۰۷
۲۵۶	بیج کو لاکرز مین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، بویا۔ اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔	۳۰۸
۲۵۷	اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے۔	۳۰۹
۲۵۸	خربوزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے۔ اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔	۳۰۹
۲۵۹	اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور درمیانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔	۳۰۹
۲۶۰	جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے۔ اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے۔	۳۰۹
۲۶۱	دیکھ دونوں راستوں میں کس قدر فرق ہے۔	۳۱۱
۲۶۲	بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔	۳۱۲
۲۶۳	لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگوار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مذاق تک نہیں پہنچتا بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔	۳۱۳
۲۶۴	جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔	۳۱۷
۲۶۵	اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔	۳۱۷
۲۶۶	صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔	۳۱۷
۲۶۷	سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔	۳۱۹

۲٦۸	کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آ گاہی ہے بعینہٖ حضرت سیّدنا امیر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آ گاہیوں سے بڑھ کر ہے۔	۳۱۹
۲٦۹	ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں۔	۳۲۰
۲۷۰	طریقہ عالیہ کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کسی نے اپنی نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔	۳۲۳
۲۷۱	جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے امتیاز حاصل کیا ہے۔	۳۲۳
۲۷۲	اے برادر یہ سب حیلہ وتکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔	۳۲۴
۲۷۳	ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔	۳۲٦
۲۷۴	مین نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے۔	۳۲٦
۲۷۵	وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہوا اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔	۳۲٦
۲۷٦	سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو۔	۳۲٦
۲۷۷	اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔	۳۲۷
۲۷۸	اس راہ میں ابتدا میں حلاوت ووجدان ہے اور انتہا میں بیمزگی اور فقدان جو نا امیدی کے لوازمات میں سے ہے۔	۳۲۷
۲۷۹	اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیے۔	۳۲۷
۲۸۰	پس عقلمند کے لیے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔	۳۲۷
۲۸۰	وُہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔	۳۲۸
۲۸۱	پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔	۳۲۹
۲۸۲	پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔	۳۲۹
۲۸۳	اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔	۳۲۹
۲۸۴	ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیث مجردہ کی طرف ہے۔	۳۳۰
۲۸۵	بیشمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرف کے ساتھ مطلوب تک پہنچاتے ہیں۔	۳۳۱
۲۸٦	بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔	۳۳۱
۲۸۷	اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔	۳۳۱
۲۸۸	ہمارا طریقہ نوادر میں سے ہے اور مضبوط سہارا ہے۔	۳۳۱

۲۸۹	جو کوئی ہمارے طریقے سے روگردانی کرتا ہے۔ خطر دین میں پڑتا ہے۔	۳۳۲
۲۹۰	ان کا کلام امراض قلبیہ کے لیے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشتی ہے۔	۳۳۵
۲۹۱	اس جگر سوز فکر میں میری نیند اڑ گئی ہے۔	۳۳۶
۲۹۲	یرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔	۳۳۷
۲۹۳	حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔	۳۴۳
۲۹۴	مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انجذاب (جذب) اور محبت الٰہیہ ہی کا طریقہ اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لئے (بہت مفید) ہوتا ہے۔	۳۴۳
۲۹۵	ضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) اپنے والد ماجد کی زبانی یہاں فرماتے تھے۔	۳۴۴
۲۹۶	مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرہ (سلوک) کا مرکز اور اس بادیہ کی شاہراہ اس سلسلہ نقشبندیہ کے حوالے کردی گئی ہے۔	۳۴۴
۲۹۷	قبر مبارک میں حوروں کو کیا جواب دیا۔	۳۴۴
۲۹۸	بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے فرمایا ''میرا حضرت حق سبحانہ وتعالی سے وعدہ ہے۔	۳۴۴
۲۹۹	غوث کا خرقہ اور نقشبندی بزرگوں کی برکت۔	۳۴۵
۳۰۰	حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تمام پیروں اور اپنے طریقہ کے تمام خلیفوں مریدوں۔	۳۴۵
۳۰۱	خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ بھی تمام پیروں اور اپنی طریقہ کے تمام خلیفوں اور مریدوں۔	۳۴۵
۳۰۲	اتنے میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگ علیہ الرحمہ تشریف لائے۔	۳۴۵
۳۰۳	اسی طرح سلسلہ سہروردیہ اور کبرویہ وغیرہ کے مشائخ رحمہم اللہ بھی تشریف لائے۔	۳۴۵
۳۰۴	حضور نبی کریم ﷺ نے از راہِ لطف وکرم ہر ایک کی تسلی کی اور دلاسا دیا کہ تم سب اپنی اپنی نسبت اس عزیز کو دے دو۔	۳۴۶
۳۰۵	ولایت اور ولایت: حضرت خواجہ باقی باللہ بیرنگ علیہ الرحمہ نے۔	۳۴۶
۳۰۶	کہ لوگ کہتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ میں ریاضتیں اور مجاہدے نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔	۳۴۶
۳۰۷	اس دوران امتوں میں سے کم بطریقہ تبعیت وراثت اس راہ سے اس دولت تک پہنچے ہیں جاننا چاہئے۔	۳۴۸
۳۰۸	خواجہ علاء الدین علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ ولایت سے آگے گزر جا (''از ولایت درگزر'')۔	۳۴۹
۳۰۹	بہاء الدین کا اول بایزید کا آخر ہے۔	۳۴۹
۳۱۰	آپ علیہ الرحمہ کا طریقہ بھی تھا کہ مردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرمادیا کرتے تھے۔	۳۵۰

۳۱۱	مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلوک۔	۳۵۰
۳۱۲	حضرات نقشبندیہ کے خانوادہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔	۳۵۲
۳۱۳	حضور نقشبندی بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا حضور ہے اور نسبت نقشبندی اسی حضور سے عبارت ہے۔	۳۵۳
۳۱۴	یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائے وقت سے دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی۔	۳۵۴
۳۱۵	جب یہ حالت بھی خدمت اشرف میں عرض کی تو فرمایا کہ فرق بعد الجمع کا مرتبہ یہی ہے۔	۳۵۴
۳۱۶	جب سُکر سے صحو کی طرف لایا گیا، اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف کیا گیا۔	۳۵۵
۳۱۷	اس فقیر (امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کو کامل مکمل جانا تو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمائی۔	۳۵۷
۳۱۸	وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔	۳۵۸
۳۱۹	جو کچھ اچھے لوگ کرتے ہیں وہ اچھا ہوتا ہے۔	۳۶۱
۳۲۰	ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا،	۳۶۲
۳۲۱	یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہو سکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔	۳۶۲
۳۲۲	ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔	۳۶۵
۳۲۳	یہ بات سن کر شیخ ابو سعید علیہ الرحمۃ رقص میں آ گئے اور فرمایا کہ یہ انہیں نوادرات میں سے ہے۔	۳۶۶
۳۲۴	اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے۔ اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔	۳۶۸
۳۲۵	سلطان العارفین بایزید علیہ الرحمۃ کے انوار کے نشانات میں سے ہے یہ سکر مبتدیوں کو حس سے غائب کر دیتا ہے اور ہوش کو لے جاتا ہے۔	۳۷۰
۳۲۶	علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی، علیہ الرحمۃ۔	۳۷۴
۳۲۷	جس نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ سے کچھ چکھا ہو تو اے میرے بھائی: تو اس طریقہ (نقشبندیہ) کو حاصل کرنے میں کوشش کرتا کہ تو بادشاہ بن جائے۔	۳۷۴
۳۲۸	طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں۔	۳۷۶
۳۲۹	وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔	۳۷۷

۳۳۰	عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔	۳۷۷
۳۳۱	صرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہی ایسا سلسلہ ہے جو کہ جاہل صوفیہ کی کدورات سے سالم و پاک ہے۔	۳۷۹
۳۳۲	اس طریقہ میں تھوڑے عمل کے ساتھ بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔	۳۷۹
۳۳۳	نقشبندیوں کو دیگر سلاسل پر کئی وجوہ سے فضیلت ہے۔	۳۸۰
۳۳۴	سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت مثالی طریقے سے۔	۳۸۰
۳۳۵	نقشبندیوں کو پہچان اور نقشبندیوں کی حقیقت۔	۳۸۱
۳۳۶	مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ طریقہ مجددیہ جس کو میں نے کتاب و سنت پر عمل کے مطابق پایا ہے۔	۳۸۲
۳۳۷	آتش دوزخ سے آزاد ہے۔ مجھے بشارت دی گئی ہے۔	۳۸۳
۳۳۸	وکوئی اس راہ روشن (طریقہ سلسلہ نقشبندیہ) پر ہوگا میں نے ان سب کو بخش دیا۔	۳۸۳
۳۳۹	سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (مجدّدیہ) کی بخشش۔	۳۸۳
۳۴۰	**باب نمبر ۳۴**	۳۸۵
۳۴۱	چیلنج، مرغی کو ذبح کرو پکاؤ کھاؤ، پھر زندہ کر کے دکھاؤ۔	۳۸۵
۳۴۲	اعلیٰ حضرت کے نزدیک مفتی محمد بشیر القادری بھان متی (یعنی مداری)۔	۳۸۵
۳۴۳	درویش کی ملاقات کے لیے شیر پر سوار روانہ ہوا جب اس درویش کی منزل گاہ پر پہنچا۔	۳۸۶
۳۴۴	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ۔	۳۸۶
۳۴۵	(ابن عربی محی الدین علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے میزان شرع اہل تقویٰ علماء کے ہاتھ میں رکھی ہے۔	۳۸۶
۳۴۶	مسلیمہ کذاب شعبدہ باز بھی تھا۔	۳۸۷
۳۴۷	شیر کی تصویر کا زندہ ہو جانا، مداری اور ولی میں فرق۔	۳۸۷
۳۴۸	کیا کرامت ولایت کے لئے شرط ہے؟	۳۸۸
۳۴۹	صاحب کرامت، کرامت کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا خوف اور بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔	۳۸۸
۳۵۰	اِسی واسطے اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں۔	۳۸۹

۳۵۱	میرے عزیزو! کیا ہم جیسوں کے لیے آج روئے زمین پر اس سے بھی زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر (صحیح سالم) چھوڑ رکھا ہے۔	۳۸۹
۳۵۲	اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں۔ دلہنوں کو محرموں کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔	۳۹۱
۳۵۳	کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہیے۔	۳۹۱
۳۵۴	کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے۔	۳۹۱
۳۵۵	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں۔	۳۹۱
۳۵۶	کرامات مردوں کا حیض ہے۔	۳۹۱
۳۵۷	سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی، علیہ الرحمہ۔	۳۹۲
۳۵۸	اگر کوئی شخص اپنی کرامت ظاہر کرے گا وہ تارک فرض کہلایا جائے گا۔	۳۹۲
۳۵۹	، سبحان اللہ کرامت سے کیا بیزاری تھی، سنو اس میں ایک رمز ہے، وہ یہ کہ والایت اُسی وقت صحیح و درست ہوگی۔	۳۹۲
۳۶۰	شیخ شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیری، قدس سرہ۔	۳۹۲
۳۶۱	آخر زمانہ میں دجّال آئے گا۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔	۳۹۳
۳۶۲	علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، علیہ الرحمہ۔	۳۹۴
۳۶۳	کرامت ولی کے لیے شرط نہیں۔	۳۹۴
۳۶۴	کرامات انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول اور تقویٰ واستقامت کی توفیق دے اس کے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔	۳۹۵
۳۶۵	بغیر نمک پتھر چاٹنا۔	۳۹۵
۳۶۶	جب گائے کی گردن کاٹنے کا وقت آتا ہے تو اُسے اس طائفہ (اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے خرمن پر پہنچاتے ہیں۔	۳۹۵
۳۶۷	حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۳۹۶
۳۶۸	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۳۹۶
۳۶۹	معتزلہ کے شبہ کا جواب۔	۳۹۷
۳۷۰	ابو منصور ماتریدی کے نزدیک معجزہ اور کرامت میں فرق۔	۳۹۷

۳۷۱	کرامات اور جادو میں فرق۔	۳۹۸
۳۷۲	اقسام اولیاء۔	۳۹۸
۳۷۳	اولیائے ظاہرین کی بھی چند قسمیں ہیں۔	۳۹۸
۳۷۴	اولیاء اللہ علیہ الرحمۃ کی کرامات برحق ہیں۔	۳۹۹
۳۷۵	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۰۱
۳۷۶	سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔	۴۰۲
۳۷۷	سیّد الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔	۴۰۲
۳۷۸	اگر کوئی خود اندھا ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔	۴۰۳
۳۷۹	وام نے تخلق کے معنی کچھ اور سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔	۴۰۶
۳۸۰	خوارق عادات کی دو قسمیں ہیں۔	۴۰۷
۳۸۱	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۰۷
۳۸۲	مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور ان (غیبی) باتوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبریں دینا ہے۔	۴۰۸
۳۸۳	ان ناواقف لوگوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیب کی خبروں سے متعلق ہے۔	۴۰۸
۳۸۴	علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ۔	۴۱۱
۳۸۵	ولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کیلئے لازم نہیں ہے کہ عام لوگوں پر اپنے خوارق (کرامت) کا کسی طرح اظہار کریں بلکہ ولایت کا معاملہ تو پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے۔	۴۱۱
۳۸۶	مرید سعادت مند ہر روز اپنے مرشدوں سے کرامتیں مطالعہ کرتا ہے۔	۴۱۱
۳۸۷	کسی بزرگ سے خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی ولایت اکمل ہوتی ہے۔	۴۱۲
۳۸۸	مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ کامل تر ہوتا ہے۔	۴۱۴
۳۸۹	ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ اور حضرت شیخ المشائخ محمد قصاب علیہ الرحمۃ (بقید حیات) ہوتے تو میں تم کو (حضرت شیخ المشائخ محمد قصاب علیہ الرحمۃ) کے پاس بھیجتا۔	۴۱۵
۳۹۰	لوگ کہتے ہیں، ہم نے آپ کو کہاں کہاں دیکھا۔	۴۱۵
۳۹۱	ولی کو ولایت کا علم ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔	۴۱۶

۳۹۲	مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۱۶
۳۹۳	مرید رشید اور طالب مستعد ہر وقت راہ سلوک میں اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا رہتا ہے۔	۴۱۷
۳۹۴	شیخ کبیر حضرت خواجہ محمد پارساؒ (رسالہ قدسیہ) میں فرماتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک جسم کا زندہ کرنا بڑا اعتبار رکھتا ہے۔	۴۱۷
۳۹۵	اہل اللہ کا وجود ہی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔	۴۱۸
۳۹۶	جس کی قسمت میں بھلائی ہی نہ تھی کیا مفید اس کو تھا دیدار نبی ﷺ	۴۱۸
۳۹۷	خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں۔	۴۱۸
۳۹۸	حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۱۸
۳۹۹	تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے۔	۴۱۹
۴۰۰	بداطوار لعین ابلیس سے ہزاروں خرق عادت (کرامات) ظاہر ہوتی ہیں۔	۴۱۹
۴۰۱	شیخ الاسلام عبداللہ انصاری الہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے۔	۴۲۱
۴۰۲	تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط (گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے۔	۴۲۲
۴۰۳	خوارق عادت کرامات غیب کی باتوں کا علم قبولیت کی علامت نہیں۔	۴۲۴
۴۰۴	عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں۔	۴۲۴
۴۰۵	اولیائے عزلت کی طرح اولیائے عشرت بھی خوارق کے اظہار سے روک دیئے گئے ہیں۔	۴۲۶
۴۰۶	بڑی کرامت کی پہچان ہیں۔ ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے اور عارف اس کی حقیقت بیان کرے۔	۴۲۷
۴۰۷	**باب نمبر ۳۵**	۴۲۸
۴۰۸	مرید کا کمال محمد شاہ روحانی صاحب۔	۴۲۸
۴۰۹	دعویٰ نمبر ۷: میرا خلیفہ ایک سانس میں قرآن مجید کا ختم اور دس ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ سکتا ہے۔	۴۲۸
۴۱۰	الجواب: دو رکعت میں ڈھائی گھنٹے کے اندر ختم قرآن۔	۴۲۸
۴۱۱	یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی۔	۴۲۸
۴۱۲	کرامات۔	۴۳۰

۴۱۳	حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے ایک خلیفہ مطلق کا بیان ہے فرماتے ہیں۔	۴۳۳
۴۱۴	خلیفہ مطلق حضرت جان محمد بیان کرتے ہیں۔	۴۳۳
۴۱۵	حضرت خلیفہ مطلق خان محمد کی بیان کردہ کرامات۔	۴۳۶
۴۱۶	**باب نمبر ۳۶**	۴۳۹
۴۱۷	تقویٰ پرہیزگاری اور سنتِ رسول ﷺ کی تابعداری۔	۴۳۹
۴۱۸	پوری دنیا میں شریعت اور سنت کی صحیح تابعداری خانقاہ سیفیہ میں ہے۔	۴۳۹
۴۱۹	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں۔	۴۳۹
۴۲۰	اس آیت سے معلوم ہوا کہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا کسی مومن کو ذلیل یا کمینہ جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔	۴۳۹
۴۲۱	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں۔	۴۴۰
۴۲۲	حافظ امام جلال الدین سیوطی، قدس سرہ، متوفی، ۹۱۱، ھ، لکھتے ہیں۔	۴۴۰
۴۲۳	انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے (اور) اس کی وارث پرہیزگار لوگوں کی ارواح ہیں۔	۴۴۶
۴۲۴	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲، ھ لکھتے ہیں۔	۴۴۶
۴۲۵	حضرت علامہ جوہری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۴۴۷
۴۲۶	کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ۔ گدھا کیا جانے (کہ) خشیت (حق) اور خوف (آخرت) اور (امید) نجات کیا چیز ہے۔	۴۴۸
۴۲۷	علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۳۹ھ، لکھتے ہیں۔	۴۴۸
۴۲۸	یہ فضیلت کوئی دنیوی میراث نہیں ہے کہ تم نسب کے ذریعے سے حاصل کرسکو۔ (بلکہ یہ) روحانی (میراث) ہے۔	۴۴۹
۴۲۹	صغیرہ گناہ کو بھی حقیر نہ سمجھ کیونکہ پہاڑ، کنکریوں سے بنتے ہیں۔	۴۵۰
۴۳۰	علامہ محمد عبد الرؤف مناوی، شافعی، قدس سرہ۔	۴۵۰
۴۳۱	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۴۵۱
۴۳۲	سیّدنا سید علی بن محمد بن علی زین شریف جرجانی متوفی، ۸۱۶، ھ علیہ الرحمۃ لکھتے۔	۴۵۱
۴۳۳	حضرت سیّدنا ابن عطاء اللہ سکندری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	۴۵۲
۴۳۴	زہد و تقویٰ کمال انسانی ہے۔	۴۵۲

۴۳۵	ورع یعنی پرہیزگاری۔	۴۵۲
۴۳۶	شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں	۴۵۲
۴۳۷	شیخ خواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	۴۵۴
۴۳۸	اہل تقویٰ و پرہیز کے لئے کامرانیاں۔	۴۵۹
۴۳۹	ہر شخص کی تمنا یہ ہے کہ وہ بہشت کا وارث ہو مگر یہ وعدہ صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے: ارشاد باری ہے۔	۴۶۰
۴۴۰	متقی کی علامات۔	۴۶۱
۴۴۱	حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا تقویٰ۔	۴۶۱
۴۴۲	**باب نمبر ۳۷**	۴۶۲
۴۴۳	اولیاء اللہ علیہ الرحمۃ کا دبدبہ ایک ایسا عمل ہے جو بزرگوں کو وارثیت میں ملا ہے۔	۴۶۲
۴۴۴	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۴۶۲
۴۴۵	بیتم، ہیبت۔	۴۶۲
۴۴۶	امام احمد بن عمر بن محمد نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی ۶۱۸، لکھتے ہیں۔	۴۶۲
۴۴۷	مرشد کی ہیبت سے بخار ختم۔	۴۶۳
۴۴۸	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں۔	۴۶۴
۴۴۹	زیادہ مذاق خاص کر دبدبے والے اشخاص کے لئے مکروہ ہے۔	۴۶۴
۴۵۰	خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ کا جاہ و جلال۔	۴۶۴
۴۵۱	باوقار رہے۔	۴۶۵
۴۵۲	**باب نمبر ۳۸**	۴۶۶
۴۵۳	حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں حاسدین کیا کہتے ہیں۔	۴۶۶
۴۵۴	پیر سیف الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ تو شدت کرتے ہیں حالانکہ اخلاق محمدی ﷺ نرمی کرنا ہے۔	۴۶۶
۴۵۵	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں۔	۴۶۶
۴۵۶	انصار کے آزاد کردہ غلام۔	۴۶۷
۴۵۷	حضرت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	۴۶۷

۴۵۸	ایمان نصیب ہو گیا۔	۴۶۷
۴۵۹	حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں۔	۴۶۷
۴۶۰	ولی کی شدت کام آئی۔	۴۶۸
۴۶۱	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔	۴۷۰
۴۶۲	شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے۔	۴۷۰
۴۶۳	اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔	۴۷۶
۴۶۴	دیوانگی بلندی اسلام کی خاطر اپنے نفع نقصان سے آگے گزر جانے سے عبارت ہے۔	۴۷۷
۴۶۵	حضور سیّدی شیخ المشائخ آدم بنوری قدس سرہ۔	۴۷۸
۴۶۶	مزاج کی نزاکت اور غضب کی شدت۔	۴۷۸
۴۶۷	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۴۷۹
۴۶۸	اولیائے کرام کی نرم و سخت باتوں سے پہلو تہی نہ کرو۔ وہ تمہارے دین کے پشت پناہ ہیں۔	۴۷۹
۴۶۹	دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے لکھتے ہیں۔	۴۷۹
۴۷۰	مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ کی لطافت طبع اور نفاست و نازک مزاجی کے بہت سے قصے۔	۴۷۹
۴۷۱	سختی کے اِلزام کا جواب۔	۴۸۰
۴۷۲	کیا کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیے؟ (ایک علمی مذاکرہ)۔	۴۸۱
۴۷۳	خواجہ عارف ریوگری، قدس سرہ، متوفی، ۶۴۹ھ لکھتے ہیں۔	۴۸۷
۴۷۴	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔	۴۸۸
۴۷۵	**باب نمبر ۳۹**	۴۸۹
۴۷۶	عمامہ شریف کے بیان میں معترضین کے مفتیٔ اعظم پیر محمد چشتی نے لکھا۔	۴۸۹
۴۷۷	بغیر عمامہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اپنے پیٹ سے شریعت گڑھنے کے مترادف ہے۔	۴۸۹
۴۷۸	سر پر عمامہ باندھنے کو آپ نے سنن ھدیٰ اور سنت مؤکدہ کہا ھے۔ جبکہ میرے نزدیک آپکا یہ فتویٰ بھی کتب فقہیہ و احادیث کے خلاف، مردود اور اپنے پیٹ سے بنائے ہوئے اختراع اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ و بہتان ہے۔	۴۸۹
۴۷۹	مولانا ابوداؤد صادق گجرانوالہ والے لکھتے ہیں آٹھ میں جواب۔	۴۹۰

۴۸۰	بغیر عمامہ نماز کو مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ قرار دینا نہ مجتہدین حنفیہ سے ثابت ہے نہ آپ نے اس پر مذہب حنفی پر حوالہ پیش کیا ہے۔	۴۹۰
۴۸۱	مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔	۴۹۱
۴۸۲	شرعی بورڈ کی تحقیق یہ ہے کہ سنت غیر مؤکدہ ہے کسی کا یہ کہنا کہ عمامہ کے بغیر نماز ادا کرنا بدعت مکروہ اور واجب الاعادہ ہے۔ غلو فی الدین ہے۔	۴۹۱
۴۸۳	الجواب۔	۴۹۲
۴۸۴	عائشہ صدیقہ ﷞ کا عقیدہ، مدنی تاجدار ﷺ کے قول اور فعل پر۔	۴۹۲
۴۸۵	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں۔	۴۹۲
۴۸۶	علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ، متوفی، ۷۹۲، ھ لکھتے ہیں۔	۴۹۳
۴۸۷	عبید اللہ بن محمود سمرقندی، عرف خواجہ احرار علیہ الرحمہ متوفی، ۸۹۵، ھ، لکھتے ہیں۔	۴۹۵
۴۸۸	حضور ﷺ کی پیروی واجب ہے۔	۴۹۶
۴۸۹	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۰ھ لکھتے ہیں۔	۴۹۶
۴۹۰	خواجہ عارف ریوگری، (قدس سرہ)، متوفی، ۶۴۹، ھ لکھتے ہیں۔	۴۹۸
۴۹۱	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمہ متوفی، ۹۴۲، ھ لکھتے ہیں۔	۴۹۸
۴۹۲	ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی لکھتے ہیں۔	۴۹۹
۴۹۳	حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔	۵۰۲
۴۹۵	مذکورہ بالا بحث کا نتیجہ۔	۵۰۳
۴۹۶	حضرات صحابہ کن امور میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر مصطفیٰ الحسنی السباعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔	۵۰۴
۴۹۷	صحابہ کرام ﷡ رسول اکرم ﷺ کی سنت کو کس طرح حاصل کیا کرتے اور یاد رکھا کرتے تھے۔	۵۰۶
۴۹۸	ازواج مطہرات کی طرف رجوع۔	۵۰۷
۴۹۹	حضرت کمال بن ہمام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔	۵۰۸
۵۰۰	(اول): سنت ہدیٰ۔	۵۰۹

۵۰۱	(دوم) سنت زوائد۔	۵۰۹
۵۰۲	حضرت سیّدنا ابن نجیم علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔	۵۱۰
۵۰۳	حجۃ الاسلام ابوحامد محمد الغزالی علیہ الرحمہ کی اس تشریح سے دور ہو جائے گا۔	۵۱۰
۵۰۴	حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے الشفاء میں۔	۵۱۳
۵۰۵	حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔	۵۱۴
۵۰۶	حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں فرمایا۔	۵۱۴
۵۰۷	حضرت سیّدنا امام اوزاعی علیہ الرحمہ کا قول ہے۔	۵۱۶
۵۰۸	فصل ثالث۔	۵۲۰
۵۰۹	پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ، لکھتے ہیں۔	۵۲۰
۵۱۰	منکرین سنت کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کریم کی اتباع کریں گے۔	۵۲۰
۵۱۱	رسول پاک ﷺ کی نافرمانی سے سخت منع کیا گیا ہے۔	۵۲۰
۵۱۲	اطاعت رسول ﷺ کے حکم الٰہی کی تعمیل کی واحد صورت۔	۵۲۲
۵۱۳	شاہ روم کے دربار میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تصریح۔	۵۲۲
۵۱۴	اتباع سنت نبوی پر ثابت قدم رہو اور سلف صالحین کے راستہ پر گامزن رہو۔	۵۲۴
۵۱۵	عالم دین کا طبیب ہے اور روپیہ دین کی بیماری ہے۔	۵۲۵
۵۱۶	لفظ سنت کی تشریح۔	۵۲۵
۵۱۷	رسالت مآب ﷺ کے اعمال طبعیہ کی پابندی۔	۵۲۵
۵۱۸	بطور نصیحت آپ کا فرمان۔	۵۲۹
۵۱۹	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۵۳۶
۵۲۰	،آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اُخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔	۵۳۷
۵۲۱	علماء اور اولیاء۔	۵۳۸
۵۲۲	سنت نبوی ﷺ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔	۵۳۸
۵۲۳	طالب طریقت کو چاہئے کہ عمل کو محبوب رکھے اور نتیجہ کی فکر نہ کرے۔	۵۳۹

۵۲۴	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ۔	۵۴۰
۵۲۵	اگر میں آپ کی سنت پر عمل نہ کروں تو گنہگار ہو جاؤ۔	۵۴۱
۵۲۶	رسول پاک ﷺ کی اتباع فرائض میں سے فرض عین اور فرض میں سے فرض کفایہ اور واجبات میں سے واجب اور سنن میں سنت وغیرہ وغیرہ ہے۔	۵۴۱
۵۲۷	مدنی تاجدار ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے۔	۵۴۲
۵۲۸	تمام فضیلت احمد مجتبیٰ ﷺ کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے۔	۵۴۲
۵۲۹	شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔	۵۴۳
۵۳۰	حکم شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہوگی۔	۵۴۳
۵۳۱	لیکن آداب شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے۔	۵۴۴
۵۳۲	سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں۔	۵۴۴
۵۳۳	سالک کو سنت کے چھوٹنے پر بھی توبہ کرنی چاہئے۔	۵۴۵
۵۳۴	حدیث الموضوعات ابن جوزی، اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔	۵۴۶
۵۳۵	ابن جوزی اور امام شوکانی وہابیہ۔	۵۴۶
۵۳۶	موضوعات: سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تمہیں اتنا کافی تھا۔	۵۴۷
۵۳۷	حدیث مبارک کا احترام۔	۵۴۹
۵۳۸	عمامہ کے بارے میں دیوبندی تحقیق۔	۵۵۰
۵۳۹	حکیم اختر کراچی گلشن اقبال والے دیوبندی۔	۵۵۰
۵۴۰	یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔	۵۵۰
۵۴۱	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ۔	۵۵۰
۵۴۲	خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔	۵۵۱
۵۴۳	محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری ہندی، دیوبندی۔	۵۵۱
۵۴۴	الفتاوی الدینیہ، نے تصریح کی ہے کہ عمامہ ترک کرنا مکروہ ہے۔	۵۵۱
۵۴۵	افضل سنت کا ترک، فوراً ہی قاری صاحب نے اشارہ کیا صافہ لایا گیا۔	۵۵۲

۵۴۶	اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، لکھتے ہیں۔	۵۵۲
۵۴۷	سیفیوں نے عبارت میں بدترین خیانت کی علم کا جنازہ نکال دیا۔	۵۵۴
۵۴۸	بورڈ کے فیصلہ کا اندازہ علماء اور صلحاء خود کریں۔	۵۵۴
۵۴۹	حدیث مبارکہ کی شرح میں مولانا سعید اللہ قادری لکھتے ہیں۔	۵۵۶
۵۵۰	غیروا الشیب ولا تشبهوا باليهود۔	۵۵۶
۵۵۱	ان اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفهم۔	۵۵۶
۵۵۲	خود حضور ﷺ صحابہ و تابعین کرام ؓ سے صرف ٹوپی پہننا ثابت ہے اس لیے یہاں علیکم وجوب کے لیے نہیں	۵۵۶
۵۵۳	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، شافعی علیہ الرحمہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں۔	۵۵۷
۵۵۴	(عَلَيْكُم بالعمائم) أي الزموا لبسها۔	۵۵۷
۵۵۵	آپ ﷺ کا عمامہ پر محافظت (اہتمام) کرنے کو جانے، اور کیسے دوسروں کو عمامہ باندھا اور عمامہ باندھنے کا حکم دیا	۵۵۷
۵۵۶	واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔	۵۵۷
۵۵۷	شیخ الاسلام عبداللہ المعروف اخون درویزہ ننگرہاری۔	۵۵۷
۵۵۸	وجان لے کہ نماز کے وقت (عمامہ کا) شملہ لٹکا ہوا ہو کیونکہ یہ سنت موکدہ ہے۔	۵۵۷
۵۵۹	عمامہ رسولوں کی سنت اور انبیاء و سادات کی عادت ہے۔	۵۵۸
۵۶۰	شیخ الاسلام عبداللہ المعروف اخون درویزہ ننگرہاری۔	۵۵۸
۵۶۱	اور یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہدیٰ میں سے ہے۔	۵۵۸
۵۶۲	ردنے ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھی اور ٹوپی پر عمامہ وغیرہ نہیں ہے تو مکروہ ہے۔	۵۵۸
۵۶۳	دستار کے نیچے ٹوپی پہننا سنّت ہے۔۔۔۔اور سر پر پگڑی باندھنا سنّت ہے۔	۵۵۸
۵۶۴	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۵۵۹
۵۶۵	(عاشق) اگر فقہ کا مسئلہ بھی لکھے گا تو ساری بات فقر کی نکلے گی۔	۵۵۹
۵۶۶	حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا عمامہ کے متعلق موقف۔	۵۵۹
۵۶۷	علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ، متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں۔	۵۶۱
۵۶۸	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں۔	۵۶۳

۵۶۹	شملہ رکھنا۔	۵۶۵
۵۷۰	عمامہ کی فضیلت میں احادیثِ کثیرہ وارد ہیں۔	۵۶۸
۵۷۱	ایک واقعہ اور دستار بندی کا مسنون طریقہ۔ علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں۔	۵۸۳
۵۷۲	علماء کا بڑا عمامہ ہونا۔	۵۸۵
۵۷۳	برکات عمامہ اور اویسی نسبت۔	۵۸۵
۵۷۴	عمامہ باندھ کر نیکی کی دعوت دو۔	۵۸۸
۵۷۵	اعتجار کی صورت۔	۵۹۰
۵۷۶	دلیل ٹوپی۔	۵۹۲
۵۷۷	باب نمبر ۴۰	۵۹۶
۵۷۸	دیو بندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔	۵۹۶
۵۷۹	موتیوں سے سجی ٹوپی پر مخصوص انداز میں بندھی ہے۔ سفید پگڑی اس کے متبعین کی علامت ہے؟	۵۹۶
۵۸۰	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین قسم کی ٹوپیاں تھیں۔	۵۹۶
۵۸۱	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہرمز کی لڑائی۔	۵۹۸
۵۸۲	خاندانی اعزاز کی ٹوپیاں۔	۵۹۹
۵۸۳	پیروی شیخ و مرشد۔	۵۹۹
۵۸۴	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی محبوب وصیت۔	۵۹۹
۵۸۵	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۶۰۰
۵۸۶	آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس نے فرمایا کہ تین باتیں منظور کرو۔	۶۰۰
۵۸۷	میں نے آواز لگادی ہے اگر بستی میں کوئی ہے تو سن لے گا۔	۶۰۰
۵۸۸	باب نمبر ۴۱	۶۰۱
۵۸۹	اب یہ بات میں عام سیفیوں کے متعلق نہیں کہہ رہا بلکہ ان کے متعلق بتا رہا ہوں جو کامل و مکمل ولایت کی سند اور سرٹیفکیٹ رکھتے ہیں۔	۶۰۱

۵۹۰	حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۳۲۴، ھ، لکھتے ہیں۔	۲۰۱
۵۹۱	دین کا مذاق نہ اڑائیں کہ کفر ہے یوں ہی احکام شریعت کہ بہ نظر حقارت دیکھنا بھی کفر ہے۔	۲۰۱
۵۹۲	**باب نمبر ۴۲**	۲۰۳
۵۹۳	تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔	۲۰۳
۵۹۴	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۶۸، ھ لکھتے ہیں۔	۲۰۳
۵۹۵	عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھری منگوائی اور ایک شخص کا تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھایا پھر جو ٹخنوں سے نیچے تھا اسے کاٹ دیا۔	۲۱۶
۵۹۶	ضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انگلیوں کے سروں سے اپنے قمیص کو کاٹ دیا۔	۲۱۶
۵۹۷	محمد بن ابوبکر، حنفی، مفتی، المعروف، امام زادہ سمرقندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۷۳، ھ، لکھتے ہیں۔	۲۱۷
۵۹۸	غوث الواصلین ابوسعید خادمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۲۱۷
۵۹۹	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۲۲۰
۶۰۰	حضرت خریم رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو چھری لے کر آدھے کان تک بال کاٹ دیئے اور نصف پنڈلی تک تہبند بلند کر لیا۔	۲۲۱
۶۰۱	حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ متوفی، ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔	۲۲۳
۶۰۲	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۲، ھ، لکھتے ہیں۔	۲۲۷
۶۰۳	علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔	۲۳۰
۶۰۴	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی یمنی، متوفی، ۱۲۵۰، ھ، لکھتے ہیں۔	۲۳۲
۶۰۵	حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کا ملفوظ۔	۲۳۲
۶۰۶	محمد اشفاق الرحمٰن، کاندھلوی، لکھتے ہیں۔	۲۳۸
۶۰۷	ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۶۱، ھ لکھتے ہیں۔	۲۳۸
۶۰۸	علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۸۹۵ھ لکھتے ہیں۔	۲۴۰
۶۰۹	علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، حنبلی، متوفی، ۹۶۰، ھ لکھتے ہیں۔	۲۴۰
۶۱۰	انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں۔	۲۴۰

۶۱۱	الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں۔	۶۴۱
۶۱۲	علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں۔	۶۴۲
۶۱۳	مرید کی ترقی کے لئے اللہ ﷻ کے امر ونہی کے علاوہ ان سے یہ عہد لیا کرتے ہیں کہ وہ صرف جائز ہونے والے کاموں سے رکے رہیں گے۔	۶۴۲
۶۱۴	اللہ ﷻ والے اپنے مرید کو مکروہ کام کرنے پر بھی معاف نہیں کیا کرتے۔	۶۴۲
۶۱۵	مکروہ تنزیہی کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟	۶۴۳
۶۱۶	چھوٹے بڑے گناہوں کو معمولی نہ جانو۔	۶۴۳
۶۱۷	تہبند کہاں تک ہونا چاہیے۔	۶۴۷
۶۱۸	علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں۔	۶۴۷
۶۱۹	باب نمبر ۴۳	۶۴۸
۶۲۰	مونچھیں مونڈوانے کا مسئلہ	۶۴۸
۶۲۱	حضرت امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔	۶۴۹
۶۲۲	حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمہ، متوفی، ۳۷۰ھ لکھتے ہیں۔	۶۵۱
۶۲۳	باب نمبر ۴۴	۶۵۵
۶۲۴	افغانی جادوگر۔	۶۵۵
۶۲۵	ایک نیا فتنہ برپا ہو چکا ہے جس کا بانی جعلی پیر اخندزادہ سیف الرحمٰن جادوگر افغانی ہے۔	۶۵۵
۶۲۶	جس کا نام ”ھدایت السالکین“ ہے کتاب کیا ہے۔ مجموعہ مغلظات وکفریات ہے۔	۶۵۵
۶۲۷	موصوف تعویذ گنڈوں اور جادوگری میں ید طولی رکھتے تھے؟	۶۵۵
۶۲۸	الجواب۔	۶۵۵
۶۲۹	سب سے پہلے جادو کا لفظ استعمال کرنے والی قوم نابینا ہوگئی۔	۶۵۵
۶۳۰	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ متوفی، ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں۔	۶۵۵
۶۳۱	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۵۶
۶۳۲	آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم سا کوئی جادوگر نہ ہوگا۔ تم ہی جادوگروں کے سردار اور افسر ہو۔	۶۵۶

۶۳۳	تین شخصوں کے سوا جو حاسد تھے اور اس کی وجہ سے آپ کو جادوگر، کاہن کہتے تھے۔	۶۵۶
۶۳۴	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں۔	۶۵۶
۶۳۵	کرامات اور جادو میں فرق۔	۶۵۹
۶۳۶	پختون خواہ کے دیوبندیوں کے دادا پیر، پیر فضل علی قریشی کو جادوگر کہا گیا۔	۶۵۹
۶۳۷	جادوگروں کے کام۔	۶۶۰
۶۳۸	علم نجوم دراصل اللہ کے پاس ہے۔	۶۶۲
۶۳۹	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔	۶۶۳
۶۴۰	شگون بد کا کوئی اصل نہیں ہے اور بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا بھی مطلقاً ثابت نہیں ہے۔	۶۶۳
۶۴۱	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں۔	۶۶۳
۶۴۲	ہرگز وہ عمل مت کرنا کہ وہ جادو ہے۔	۶۶۴
۶۴۳	وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ	۶۶۶
۶۴۴	سورۂ فلق کے تحت فرماتے ہیں۔	۶۶۶
۶۴۵	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔	۶۶۶
۶۴۶	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۶۶۷
۶۴۷	مفتی سندھ عبد اللہ جان نعیمی، دار العلوم مجددیہ نعیمیہ والے نے لکھا۔	۶۷۲
۶۴۸	علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۷۰ھ، لکھتے ہیں۔	۶۷۴
۶۴۹	حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں۔	۶۷۵
۶۵۰	سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں۔	۶۷۵
۶۵۱	یا حضرت مجدد رضی اللہ عنہ ہم اس تعویذ کے مالک کو تیرے سپرد کیا۔	۶۷۶
۶۵۲	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۷۶
۶۵۳	دہلی وبا کی زد میں۔	۶۷۷
۶۵۴	حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے نام کا تعویز وباء کو دور کر دیتا۔	۶۷۷
۶۵۵	لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔	۶۷۷

۶۵۶	باب نمبر ۴۵	۶۸۴
۶۵۷	مجازی کفر۔	۶۸۴
۶۵۸	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا۔	۶۸۴
۶۵۹	سالکین سیفیہ کے وجد کو برا بھلا کہنے والا کافر ہے۔ (صفحہ ۴۱، الفتنۃ الشّدیدۃ)	۶۸۴
۶۶۰	سیفی مجذوبین سے ٹھٹھا کرنے والا کافر ہے۔	۶۸۴
۶۶۱	اس فقیر پر جھوٹ باندھنے والا کافر ہے۔	۶۸۴
۶۶۲	اس کا خلاف کفر اور نیا دین ایجاد کرنا ہے۔ (صفحہ ۴۲، الفتنۃ الشّدیدۃ)	۶۸۴
۶۶۳	دعوی نمبر ۱۶۔۱۷۔۱۸۔اور ۱۹ پر تبصرہ:۔ان چار قسم کے فتوؤں پر مقدمہ، علماء کرام ومفتیان اہل پاکستان کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں خدا خوفی، خدا ترسی، حق پرستی ار رضاء اللہ انصاف سے فیصلہ کردو کہ ان چاروجوہ سے کسی مسلمان پر کفر کا فتو عند الشرع جاری ہوسکتا ہے؟	۶۸۵
۶۶۴	سیفیوں کا دعوی: یقیناوہ لوگ کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے اس قیوم زمان کی شان میں گستاخی کی ہے خواہ وہ کوئی مفتی ہو یا نام نہاد پیر۔	۶۸۵
۶۶۷	الجواب۔	۶۸۵
۶۶۸	اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا۔	۶۸۵
۶۶۹	اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا مسئلہ۔	۶۸۵
۶۷۰	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں۔	۶۸۵
۶۷۱	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ایسا کفر ہے جو اسلام سے منتقل نہیں کرتا۔	۶۸۶
۶۷۲	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۹۰
۶۷۳	اگر وہ کفر کی بات بھی کہے گا تو اس سے دین کی خوشبو آئے گی۔	۶۹۰
۶۷۴	علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں۔	۶۹۰
۶۷۵	ایک اشکال اور اس کا جواب۔	۶۹۳
۶۷۶	معتزلہ کا نظریہ۔	۶۹۷
۶۷۷	کفر کی قسمیں۔	۶۹۸
۶۷۸	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۹۸

۶۷۹	ولی اپنے آپ پر قربِ حق کا دروازہ کھلا ہونے کے سبب سے منہ سے نکلی ہوئی (نازیبا) بات کو محو کرا سکتا ہے تاکہ نہ (اس کی شامت سے) سیخ جلے نہ کباب۔	۶۹۸
۶۸۰	فتاویٰ امام کردی کا قول۔	۶۹۹
۶۸۱	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں۔	۶۹۹
۶۸۲	زنا، چوری، شراب نوشی کی حالت میں خروج ایمان کی حکمت۔	۶۹۹
۶۸۳	سید محمد بن مبارک کرمانی، میر خورد، چشتی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۷۰ھ، لکھتے ہیں۔	۷۰۰
۶۸۴	خواجہ فرید عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	۷۰۰
۶۸۵	کافر نہ ہو قلندری تیرا کام نہیں ہے۔	۷۰۱
۶۸۶	آخر میں عرض کرتے ہیں کہ مولانا محمد بشیر القادری صحو وسکر والا باب پڑھو۔	۷۰۱
۶۸۷	**تفصیلی فہرست**	۷۰۳

مکتوباتِ معصومیہ

(دو جلدیں مع سیرت مبارکہ)

حضرت برہان حقیقت قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ **خواجہ محمد معصوم** فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے علوم و معارف سے بھرپور خطوط ہیں جو آپ نے اپنے مریدین کی اصلاح کے

لئے انھیں لکھے۔

اس کتاب میں سیرت بھی شامل ہے۔

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

عُلوم و مَعارِف کے خزائن

(یعنی رسائل امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کتاب ان آٹھ رسائل پر مشتمل ہے رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ مبدأ و معاد، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ مکاشفات عینیہ، رسالہ شرح رباعیات، رسالہ رد روافض، تائید اہل سنت رد شیعہ، رسالہ ہدایۃ الطالبین، یعنی معمولات مجدّدیہ۔

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ نایاب رسائل کو ترتیب جدید کے ساتھ ایک کتابی شکل میں بڑے احسن طریقے سے قارئین کے لیے پیش کیا گیا۔

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الیٰ الخیر

"مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا"

ترجمہ: جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اسکو پکڑلو اور جس سے اسنے منع کیا ہے ہٹ جاؤ

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصہ غریب وحدیث عجیب ہست

ترجمہ: حافظ کی یہ سب فریاد بیہودہ نہیں بلکہ قصہ بھی عجیب اور بات بھی عجیب ہے

سید اظہار الحق بن سید احمد علی شاہ سیفی کے رسالہ "اظہار الحق" کا جواب

اکرام الحق

فی ردِّ اظہار الحق

روضہ مبارک
حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

روضہ مبارک
حضرت خواجہ سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

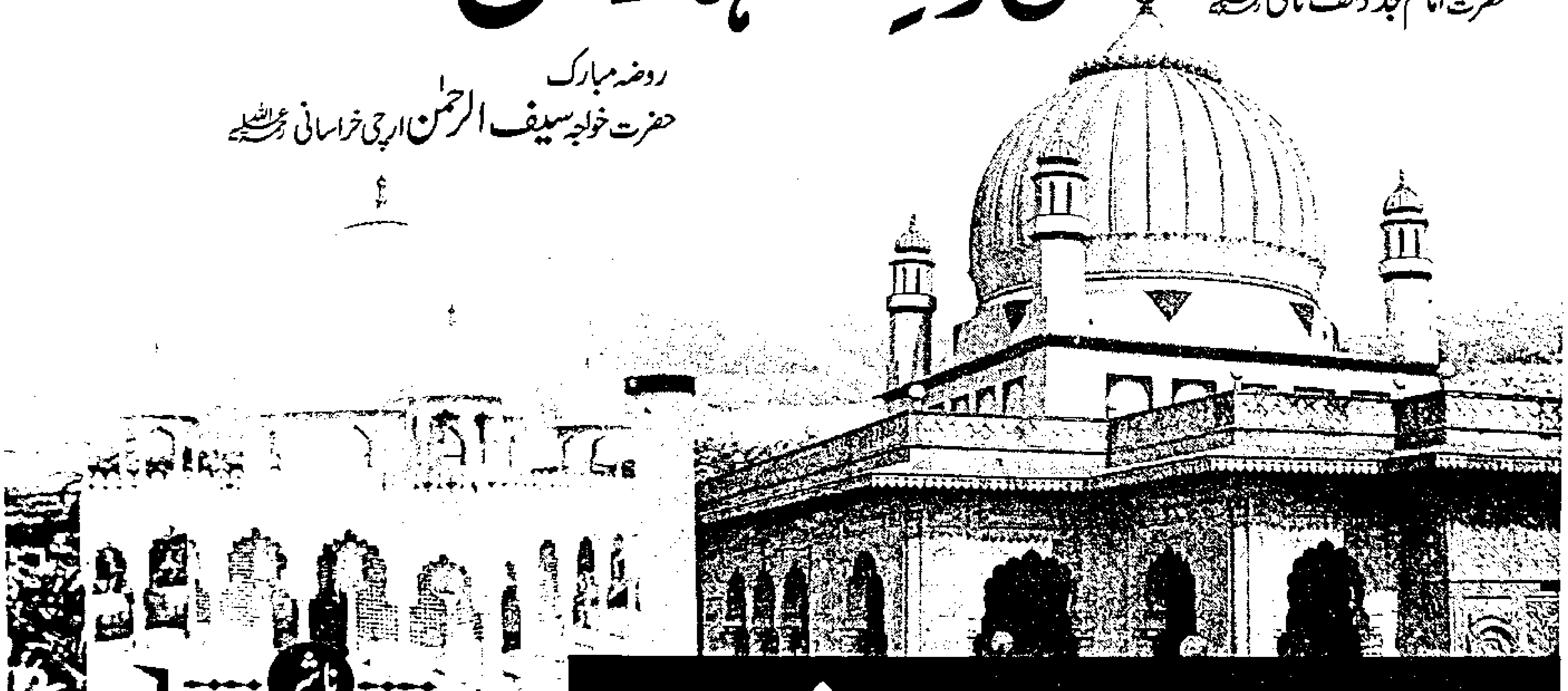

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

از مجلس شوریٰ مجددّ الف ثانی ٹرسٹ

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ: اور فرما دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوی توفیق و سعادت در میان افگندہ اند

کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے، کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کیا جائے

عمدۃ المقامات

مع

عمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد سوم

از

مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ

ناشر

تبلیغ صوفیہ دعوت الی الخیر